ہست قرآں در زبانِ پہلوی
مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ
مصنف: مولانا جلال الدین رومیؒ
ترجمہ
مولینا قاضی سجاد حسین صاحب
حامد اینڈ کمپنی ۰ ۳۸۔ اردو بازار لاہور

دفترِ دوم کی اشاعت

۲۸ مارچ ۱۹۷۶ء کو دفترِ دوم کی رسمِ اجرا عمل میں آئی۔ غالب اکیڈمی بستی شیخ نظام الدینؒ دہلی میں زیرِ صدارت جناب حکیم عبدالحمید صاحب صدر غالب اکیڈمی اجتماع ہوا۔ یہ اجتماع دہلی کے دانشوروں اور اہلِ علم کا اجتماع تھا۔ مختلف کالجوں اور درسگاہوں کے اساتذہ اِس میں شریک تھے۔ تلاوتِ قرآن پاک سے اجتماع کا آغاز ہوا۔ مولانائے روم کے دیوان سے ایک غزل کا انتخاب کیا گیا تھا جو ایک صاحب نے خاص نغمے کے ساتھ پڑھی۔ جناب فتح اللہ صاحب مجتبائی کلچرل کونسلر ایرانی امبسی اور جناب محمد اعظم صاحب کامران ڈائرکٹر ایرانین کلچرل ہاؤس نے مولانائے روم پر پُرمغز مقالے پڑھے۔ اِس کے بعد جناب پروفیسر سید نورالحسن صاحب وزیرِ تعلیم حکومتِ ہند کے ہاتھوں دفترِ دوم کا اِجرا عمل میں آیا۔ موصوف نے دورانِ تقریر میں دفترِ دوم کے بارے میں تحسین و آفرین کے ساتھ احقر کو دفترِ دوم کی تکمیل پر مبارکباد دی۔

میں شکر گذار ہوں آل انڈیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے افسران کا کہ ان دونوں شعبوں نے اِس اجتماع کی کارروائی کو بھرپور طریقہ پر کور کیا۔ اِسی طرح میں انگریزی اور اردو پریس کا بھی شکر گذار ہوں کہ اُس نے بھی اِس اجتماع کی نشر و اشاعت میں مکمل تعاون کیا۔ شاید ہی انگریزی اور اُردو کا کوئی موقّر اخبار ہوگا جس نے دفترِ دوم اور اس اجتماع کی تحسین نہ کی ہو۔ اِس کے بعد سے ہندوستان کے اہلِ قلم اور علمی رسائل دفترِ دوم پر مُسلسل بہت قیمتی تبصرے شائع کر رہے ہیں جو میری ہمّت افزائی کا باعث ہیں۔

میں دفترِ دوم کے مقدمہ میں اِس کام کے سلسلہ میں وزارتِ تعلیم کی مالی اعانت کا شکریہ ادا کر چکا ہوں۔ وہ مدد

تو ہر دفتر کی تیاری کے لئے مجھے مل رہی ہے۔ مزید براں وزارتِ تعلیم نے دفترِ دوم کی بھی ایک بڑی مقدار میں اپنی لائبریریوں کے لئے خریداری منظور کر کے میری مالی اعانت کی ہے جس کے لئے میں مزید شکر گذار ہوں۔

دفترِ دوم کے کاموں سے فارغ ہو کر اُس کے اجرار سے دو تین ماہ قبل سے ہی میں دفترِ سوم کے کاموں میں مشغول ہو گیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب جبکہ میں یہ چند سطور بطور مقدمہ تحریر کر رہا ہوں اُس کی تیاری کے اکثر مراحل طے ہو چکے ہیں اور وہ عنقریب اشاعت پذیر ہو جائے گا اور اب میں دفترِ چہارم میں مشغول ہوں اور اُس کا بیشتر حصہ لکھ چکا ہوں۔ اللہ کی توفیق اور فضل سے اگر کام کی رفتار یہی رہی تو چند ماہ بعد اس کی اشاعت عمل میں آجائیگی۔

تصوف کی چند اصطلاحیں

تصوف کی اُن اصطلاحات کی تفصیل جو مثنوی میں استعمال ہوئی ہیں، دفترِ اوّل اور دوم کے مقدمہ میں کی جا چکی ہے، اُس کو ملاحظہ کیا جائے۔ اِس دفترِ سوم میں جو چند اصطلاحیں جدید آئی ہیں، اُن کی تشریح پیش کی جاتی ہے:-

حیرت۔ سالک کے لئے ذکر و فکر بھی قربِ الہٰی کا ذریعہ اور وسیلہ ہے لیکن مقامِ حیرت وہ مقام ہے جس میں تجلیاتِ ربّ کی فراوانی کی وجہ سے نہ ذکر کی طرف توجہ رہتی ہے نہ فکر کی اور اِس مقام پر پہنچ کر سالک کو اُن چیزوں سے استغنا بھی حاصل ہو جاتا ہے اور وہ بحث و مباحثہ سے بھی گریز کرتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "اَللّٰھُمَّ زِدْنِی فِیْکَ تَحَیُّرًا" اے خدا اپنے بارے میں مجھے زیادہ حیرانی عطا فرما دے۔ صائب نے کہا ہے۔

حیرت مرا ز ہر دو جہاں بے نیاز کرد
ایں خواب کارِ دولتِ بیدار می کند

مقامِ حیرت نے مجھے دونوں جہانوں سے بے نیاز بنا دیا ہے
یہ خواب بیداری کی دولت کے کام انجام دیتی ہے

اِس مقام کی ابتدار سالک کو دنیا میں حاصل ہو جاتی ہے اور اِس کی تکمیل میدانِ حشر میں اُس وقت ہو گی جبکہ

حضرت حق ارشاد فرمائے گا۔ اُحِلُّ عَلَیْکُمْ رِضْوَانِی فَلَا اَسْخَطُ اَبَدًا۔ میں تم پر اپنی رضا نازل کرتا ہوں اب کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

رضا۔ مقامِ رضا سالک کا وہ مقام ہے جس میں وہ مصائب اور ذلت کو مقصود بالذات سمجھ کر برداشت کرتا ہے اور ان حالات میں بھی اُس کے نفس کی وہی کیفیت رہتی ہے جو حضرت حق کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے میں ہوتی ہے۔ حضرت رابعہ بصریہؒ سے کسی نے اس مقام کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا۔ اِذَا سَرَّتْہُ الْمُصِیْبَۃُ کَمَا سَرَّتْہُ النِّعْمَۃُ۔ یعنی یہ مقام سالک کو اُس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ مصیبت میں بھی وہی خوشی محسوس کرے جو اُس کو نعمت کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ رضا بالقضا کی بحث مولانائے روم نے مفصل کی ہے اُس کو ملاحظہ کیا جائے۔

ابدال۔ مولانائے روم نے ابدال کی تعریف میں فرمایا ہے

کیست ابدال؟ آنکہ اُو مُبدل شود | خمرش از تبدیلِ یزداں خل شود
ابدال کون ہے؟ جو کہ تبدیل ہو جائے | اللہ کے تبدیل کر دینے سے اُسکی شراب سرکہ بنجائے

یعنی اُس میں جس قدر اخلاقِ ردیہ ہوں وہ اخلاقِ حسنہ میں تبدیل ہو جائیں۔ منہج القوی شرح مثنوی میں مذکور ہے۔

وَرَدَ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ کَانُوْا اَوْتَادَ الْاَرْضِ فَلَمَّا انْقَطَعَتِ النُّبُوَّۃُ اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَہُمْ اَقْوِیَاءَ مِنْ اُمَّۃِ اَحْمَدَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لَہُمُ الْاَبْدَالُ لَمْ یَفْضُلُوا النَّاسَ بِکَثْرَۃِ صَوْمٍ وَلَا صَلٰوۃٍ وَلٰکِنْ بِحُسْنِ الْخُلْقِ وَصِدْقِ النِّیَّۃِ وَسَلَامَۃِ الْقُلُوْبِ لِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ منقول ہے کہ انبیاء زمین کے اوتاد تھے۔ جب نبوت ختم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے قوی لوگوں کو اُن کے بدلے میں عنایت فرما دیا جن کو ابدال کہا جاتا ہے۔ اُن کی نمازیں اور روزے لوگوں سے زیادہ نہیں ہوتے ہیں ہاں اُن میں حسنِ خلق اور نیت کی سچائی اور دل کی سلامتی سب مسلمانوں کے لئے ہوتی ہے۔

اعیانِ ثابتہ۔ وہ تمام اشیاء جو موجوداتِ خارجیہ کہلاتی ہیں اور عالمِ شہود میں حواس کے ذریعہ محسوس

ہو رہی ہیں وہ اپنے علمی وجود کے ساتھ حضرت حق تعالٰے کے علم میں موجود ہیں اور یہی موجودات کا علمی وجود اعیانِ ثانیہ کہلاتا ہے۔

خارجی جس قدر موجودات ہیں وہ اُن اعیانِ ثانیہ کا عکس اور ظل ہیں اور اُن اعیانِ ثابتہ کی اصل اسمارِ الٰہی، اور اسمارِ الٰہی کی اصل حقیقتِ الٰہیہ ہے۔ مولانائے روم اعیانِ ثابتہ کو ماہیات سے اور اسمارِ الٰہی کو سِرِّ ماہیات سے اور حقیقتِ الٰہیہ کو سِرِّ سِرِّ ماہیات سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ اِس شعر میں فرمایا ہے ؎

زانکہ ماہیات و سِرِّ سِرِّ آں　　پیشِ چشمِ کاملاں باشد عیاں

یعنی اعیانِ ثابتہ اور اُن کا سِرّ اسمارِ الٰہی اور اُس سِرّ کا سِرّ یعنی حقیقتِ الٰہیہ کاملوں کے مشاہدہ میں ہوتی ہے اِسی لئے بعض کاملین کا مقولہ ہے۔ عَرَفْنَا الْاَشْیَاءَ بِاللہِ۔ ہم نے اشیار کو خدا کے ذریعہ جان لیا ہے۔

عقلِ معاش۔ وہ عقل جو دنیاوی امور میں تیز ہو اور آخرت سے نابلد ہو وہ عقلِ معاش ہے اِسی کو مثنوی میں عقلِ جزوی اور عقلِ ناقص بھی کہا گیا ہے۔

عقلِ معاد۔ وہ عقل جو دینی اور اُخروی معاملات میں تیز ہو اُس کو عقلِ معاد کہا جاتا ہے۔ اسی کو مثنوی میں عقلِ کُلی، عقلِ کامل، عارف کی عقل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مستور الحال۔ بعض اولیار اللہ ایسے ہیں جن کو اَبدال تک بھی نہیں پہچان سکتے ہیں ایسے اولیار اللہ کو مستور الحال کہا جاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَوْلِیَاءَ اَخْفِیَاءَ شُعْثَۃٌ رُؤُسُہُمْ مُغْبَرَّۃٌ وُجُوْہُہُمْ اِذَا اسْتَاذَنُوْا عَلَی الْاُمَرَاءِ لَمْ یُؤْذَنْ لَھُمْ وَاِذَا غَابُوْا لَمْ یُفْتَقَدُوْا وَاِذَا حَضَرُوْا لَمْ یُدْعَوْا وَاِنْ مَرِضُوْا لَمْ یُعَادُوْا وَاِنْ مَاتُوْا لَمْ یُشْھَدُوْا وَھُمْ مَجْھُوْلُوْنَ فِی الْاَرْضِ مَشْھُوْرُوْنَ فِی السَّمَاءِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے کچھ چھپے ہوئے اولیار ہیں جن کے سر کے بال پراگندہ ہیں اُن کے چہرے غبار آلود ہیں۔ وہ اگر کسی معاملہ میں اجازت چاہیں انکو اجازت نہیں دی جاتی ہے اور اگر وہ نہ ہوں تو اُن کی لوگ جستجو نہیں کرتے ہیں اور اگر موجود ہوں تو انکو پکارا نہیں جاتا ہو اور اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو انکی عیادت نہیں کیجاتی ہے اور اگر وہ مرجائیں تو لوگ اُنکے جنازے پر حاضر نہیں ہوتے ہیں وہ زمین میں گمنام ہیں لیکن آسمان میں مشہور ہیں۔ ایسے ہی مستور الحال ایک

بزرگ کا ذکر ہے کہ وہ خانہ کعبہ کے صحن میں مراقبہ میں تھے اور پاس ہی ایک مُحدِّث حدیث کا درس دے رہے تھے۔ اِسی اثنا میں خواجہ خضر وہاں پہنچے اور بیٹھ گئے اور اُن سے کہنے لگے کہ قریب میں حدیث کا درس ہو رہا ہے آپ اسمیں شریک کیوں نہیں ہوتے ہیں اور یہاں تنہا بیٹھے ہیں اس پر اُن بزرگ نے کہا کہ جب ایک نبی پاس ہو تو اُس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کا درس سننے کی کیا ضرورت ہے۔ خواجہ خضر نے فرمایا تم کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہاں کوئی نبی ہے تو انھوں نے کہا کہ کیا آپ خواجہ خضر اللہ کے نبی نہیں ہیں۔ خواجہ خضر نے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ میں تمام اولیاء کو پہچانتا ہوں لیکن اب معلوم ہوا کہ کچھ اولیاء ایسے بھی ہیں جن کو میں بھی نہیں جانتا ہوں اور وہ مجھے جانتے ہیں۔

اِلہام۔ اِسی کو حکمت، علم لدنی، فیض، فتح اور کشف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ وہ علم ہوتا ہے جو اولیاء کے قلوب پر خدا کی جانب سے نازل کیا جاتا ہے۔ جو علم انبیاء اور رسولوں کو عنایت ہوتا ہے اُس کو وحی کہا جاتا ہے۔ اسکی اگر تلاوت بھی ہوتی ہے تو وہ وحی متلو کہلاتی ہے جیسا کہ قرآن، توریت اور انجیل اور اگر اُس کی تلاوت نہ ہو تو اسکو حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وحی خداوندی، خلل اور غلطی سے بالکل محفوظ ہے، اِلہام میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے اِسی لئے بسا اوقات انسان القاء شیطانی کو اِلہام سمجھ بیٹھتا ہے۔

مولانا بحر العلوم نے فرمایا ہے کہ بندے کے دل میں جو القاء ہوتا ہے وہ کبھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے، کبھی فرشتے کی طرف سے اور کبھی نفس اور شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، غور کر لینا چاہیئے اگر وہ القاء عشق و محبت کا باعث ہے تو وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے اور اگر وہ اطاعت اور فرمانبرداری کا سبب ہے تو فرشتے کی جانب سے ہے اور وہ القاء کفران اور طغیان پیدا کرنیوالا ہے تو وہ نفس اور شیطان کی طرف سے ہے۔ پھر یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ شیطان بھی بسا اوقات نیکی کی طرف دعوت دیتا ہے اور اُس سے اُس کا مقصود کسی اعلیٰ نیکی سے غافل کرنا مقصود ہوتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

اِنَّ لِلشَّیْطَانِ لَمَّۃً بِابْنِ آدَمَ وَلِلْمَلَكِ لَمَّۃً فَاَمَّا لَمَّۃُ الشَّیْطَانِ فَاِیْعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَکْذِیْبٌ بِالْحَقِّ وَاَمَّا لَمَّۃُ الْمَلَكِ فَاِیْعَادٌ بِالْخَیْرِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذٰلِكَ فَلْیَعْلَمْ اَنَّہٗ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَمَنْ وَجَدَ الْاُخْریٰ فَلْیَتَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ۔ یعنی شیطان آدمی کے دل میں بات ڈالتا ہے اور فرشتہ بھی ڈالتا ہے شیطان کی ڈالی ہوئی بات بُرائی کا وعدہ اور حق کو جھٹلانا ہوتا ہے۔

اور فرشتے کا ڈالنا بھلائی کا وعدہ اور حق کی تصدیق ہوتی ہے تو جو یہ محسوس کرے وہ سمجھ لے کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے اور وہ پہلی بات ہو تو سمجھ لے کہ وہ شیطان کی جانب سے ہے اور فوراً شیطان سے خدا کی پناہ پکڑے۔

تناسخ جو لوگ تناسخ کے عقیدے کے قائل ہیں اُن کے نزدیک روح اپنی جزا و سزا کے اعتبار سے مختلف حیوانات کا جسم اختیار کرتی رہتی ہے، اور یہ سلسلہ کروڑوں برس تک اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ یہ عقیدہ روح کے ازلی اور ابدی اور قدیم ہونے پر مبنی ہے۔ مولانا کے اشعار میں جگہ جگہ جو اشارے ہیں وہ مادے کے تغیرات کی طرف ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں مادہ جمادیت سے ترقی کر کے نباتیت اختیار کرتا ہے، اور نباتیت سے حیوانیت کے مرتبہ میں آجاتا ہے اور پھر حیوانیت سے انسانی مرتبہ میں پہنچا ہے ؎

از جمادی مُردم و نامی شدم	وز نما مُردم بحیواں سر زدم
مُردم از حیوانی و آدم شدم	پس چہ ترسم کے ز مردن کم شوم

اِن مذکورہ بالا اشعار میں مادی تغیرات کو ظاہر کیا گیا ہے۔ مولانا روح کے قدیم اور ازلی ہونے کے قائل نہیں ہیں اور نہ روح کی صرف حیوانات میں گردش کے قائل ہیں ہاں روح کے منازل اور مراتب کے عروج کے قائل ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

حملۂ دیگر بمیرم از بشر	تا بر آرم از ملائک بال و پر
وز ملک ہم بایدم جستن ز جُو	كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ

جسم مثالی اہلِ شرع اور اہلِ تصوف متعدد عوالم موجود مانتے ہیں ایک عالمِ شہود ہے۔ وہ تو یہی عالم ہے جس میں آپ اور ہم سب اِس زندگی کے ساتھ زندہ ہیں، یہاں تمام اَجسام مادّہ اور عنصر سے بنے ہوئے ہیں۔ اِس کے علاوہ ایک عالمِ مثال ہے جس میں ہر وہ مخلوق جو اس عالمِ شہود میں ہے اُس عالم میں بھی ہے لیکن اِس عالم میں مادہ اور عناصر کا وجود نہیں ہے وہاں جو اُس کا جسم ہے وہ جسمِ عنصری نہیں بلکہ جسمِ مثالی کہلاتا ہے۔

واقعات اور اشخاص

صلح حدیبیہ ۔ ۶ھ ہجری میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیت میں عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب مکہ معظمہ سے چھ میل ورے مقامِ حدیبیہ پر پہنچے تو آنحضور

صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اہلِ مکہ بزورِ شمشیر مکہ میں داخلے سے
روکنے کا ارادہ کر چکے ہیں، آنحضورؐ نے حدیبیہ میں قیام فرمایا اور
اہلِ مکہ سے کہلایا کہ ہم عمرہ کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد فوراً واپس
ہو جائینگے۔ ہمارا مقصد اہلِ مکہ سے جنگ و جدل بالکل نہیں ہے مگر اہلِ مکہ نے مکہ میں داخلہ کی کسی طرح
اجازت نہ دی۔ بہت سی گفت و شنید کے بعد صلح کا ایک دس سالہ معاہدہ طے ہوا۔ اس صلح نامہ
میں مکہ والوں نے سراسر ایسی شرطیں تسلیم کرائیں جو اُن کے لئے مفید تھیں اور بظاہر مسلمانوں کیلئے
ذلت آمیز، یہ طے ہوا کہ مسلمان مکہ کی زیارت کئے بغیر واپس ہو جائیں، اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر
مدینہ طیبہ سے بھاگ کر مکہ میں پناہ لے گا تو مکہ والے اُس کو واپس نہ دیں گے اور اگر کوئی مکہ والا
مسلمان ہو کر مدینہ گیا تو اُس کو واپس سپرد کرنا ہوگا۔ اس طرح کی شرائط بعض صحابہؓ کو ناگوار بھی گذریں
لیکن آنحضورؐ نے خداوندی حکم سے سب کو بخوشی منظور کیا۔ حضرت حق تعالیٰ کے علم میں یہ صلح
شکست نما فتح تھی، چنانچہ اسی بنا پر حضورؐ کو بشارت آئی کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا یعنی ہم نے
یہ تمہیں کھلی فتح عنایت کی ہے۔ چند ہی روز میں اِس بشارت نے عملی صورت اختیار کرلی اور اِس
صلح کے نتیجہ میں مکہ معظمہ بغیر کسی جنگ و قتال کے آنحضورؐ کے زیرِ نگیں آگیا۔

بنی نضیر۔ یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھا۔ انھوں نے مخفی طور پر
آنحضور کو قتل کرنے کی سازش کی تھی جس کا آنحضورؐ پر انکشاف ہو گیا۔ اس جرم کی پاداش میں
اُن کو مدینہ کے اطراف سے ۴ھ میں جلاوطن کیا گیا اور خیبر میں آباد ہو جانے کی اجازت دیدی گئی۔

بنو قریظہ۔ یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھا۔ آنحضورؐ نے اُن سے ایک معاہدہ کیا تھا
جس کی رُو سے فریقین کو دشمن کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مدد کرنا ضروری تھی۔

غزوۂ خندق کے موقع پر دیگر قبائل کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد تو درکنار یہ لوگ بھی مخالفوں
سے ہمساز ہو گئے اور معاہدہ شکنی کرتے ہوئے مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہو گئے۔ غزوۂ خندق میں جب
غیبی تائید سے آنحضورؐ کو ۵ھ میں فتح و نصرت حاصل ہو گئی تو آنحضورؐ نے اُن لوگوں کو معاہدہ شکنی
کی سزائے موت دی جو خود یہود کی شریعت کے مطابق تھی۔

بلال بن رباحؓ۔ حضرت بلالؓ حبشی النسل تھے۔ دعوتِ اسلام کے آغاز ہی میں مشرف باسلام
ہو گئے تھے۔ انھوں نے اسلام کی خاطر اپنے آقا اُمیہ ابن خلف کے ایسے
ایسے دردناک مظالم برداشت کئے ہیں جن کے سننے سے بھی لرزا
طاری ہوتا ہے۔ بالآخر حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے

اُن کو خرید کر آزاد کیا۔ پھر تمام عمر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گذاری۔ اُن کو مؤذنِ رسول اللہ ہونے کا فخر بھی حاصل ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ میں قیام کی تاب نہ لا سکے اور ملکِ شام میں منتقل ہو گئے۔ وہاں ۲۰ھ میں بعمر ۶۳ سال وفات پائی۔ اُن کی اذان میں بڑا ہی سوز و گداز تھا۔ ایک مرتبہ کوفہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اذان کی فرمائش کی، معذرت پیش کرنے کے باوجود تعمیلِ حکم پر مجبور ہو کر اذان شروع کی جس وقت اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر پہنچے تو غش کھا کر گر گئے۔

طالوت - یہ بنی اسرائیل کا ایک نیک بادشاہ تھا اِس کی بادشاہت پیغمبرِ وقت شموئیلؑ کی بشارت کے مطابق عمل میں آئی تھی۔ بادشاہت کے دوران اُس کو ایک سخت توی دشمن جالوت سے جنگ کرنی پڑی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا بچپن تھا اور وہ بکریاں چرایا کرتے تھے حضرت شموئیلؑ نے طالوت کو بشارت دی کہ جالوت کی موت حضرت داؤدؑ کے ہاتھوں ہوگی۔ طالوت نے حضرت داؤدؑ کو فوج میں شامل کر لیا۔ دورانِ سفر میں چند پتھروں نے حضرت داؤدؑ سے کہا کہ ہم کو ساتھ لے لو جالوت ہماری ضرب سے مرے گا۔ حضرت داؤدؑ نے وہ پتھر اُٹھا کر اپنی زنبیل میں رکھ لئے۔ جس وقت جالوت سے مقابلہ ہوا تو حضرت داؤدؑ نے وہی پتھر اُس کے مارے جن سے جالوت ہلاک ہو گیا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ "اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا۔"

حضرت مریم علیہا السلام - حضرت مریمؑ کنوارپن ہی میں بحکمِ خدا حاملہ ہو گئیں تو ندامت کی وجہ سے جنگل میں نکل گئیں اور دُعا کرنے لگیں۔ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا کاش میں اِس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بھولی بسری بن جاتی۔ فرشتے نے اُن کو تسلی دی پھر جب اُن کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو وہ اُن کو گود میں لے کر اپنے قبیلے میں آئیں، لوگوں نے اُن کو ملامت شروع کر دی اِس پر اُنھوں نے لوگوں سے کہا تم اِسی بچے سے اِس معاملہ کی تحقیق کر لو۔ لوگوں نے کہا ہم گہوارے کے بچے سے کیا پوچھیں تو حضرت عیسیٰؑ بول اُٹھے اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا وَّجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اُس نے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے اُس نے نبی بنایا ہے اور بابرکت کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اِس گفتگو کے بعد لوگوں کے شکوک ہٹ گئے اور وہ سمجھ گئے یہ سب معاملہ منجانب اللہ ہے۔

اہلِ سبا - یمن کے علاقہ سبا کے باشندے تھے۔ قرآن نے اہلِ سبا کا ذکر حسبِ ذیل آیتوں میں کیا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِي مَسَاكِنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ ۝ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ ۝ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ۔

بیشک سبا والوں کے لئے اپنی ہی بستی میں نشانی تھی دائیں اور بائیں دو باغ تھے۔ اپنے مالک کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اُس کا شکر بجالاؤ۔ ایسا پاکیزہ شہر اور مالک بخشنے والا۔ تو انھوں نے رُوگردانی کی۔ ہم نے زور کا سیلاب اُن پر چھوڑ دیا اور دو عمدہ باغوں کو بدل کر دو باغ ایسے کر دیئے جن میں بدمزہ میوے اور جھاؤ کے درخت اور تھوڑے سے بیری کے درخت رہ گئے۔ اُن کی ناشکری کی ہم نے اُن کو یہ سزا دی اور ہم انھی کو سزا دیا کرتے ہیں جو ناشکرے ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ - یہ مالک کے بیٹے تھے اور اُن کی ماں کی کنیت امِ سلیم تھی۔ مالک کے بعد امِ سلیمؓ نے حضرت ابو طلحہ انصاریؓ سے شادی کر لی تھی۔ حضرت انسؓ کی تربیت حضرت ابو طلحہؓ نے کی جس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ حضرت انسؓ کی عمر دس سال کی تھی۔ اُن کو اُن کی ماں اور حضرت ابو طلحہؓ نے آنحضرت کی خدمت پر مامور کر دیا انھوں نے بہت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ دس سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور خادمِ خاص کا رتبہ پایا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے بہت خوش تھے اور اُن کو بہت دعائیں دیتے تھے۔ اِنھی دعاؤں کی برکت سے اُن کو صحابہ کرام میں مال اور اولاد کی کثرت میں امتیاز تھا۔ آنحضورؐ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ بصرہ میں آباد ہو گئے تھے۔ ۹۱ھ میں بعمر تقریباً ۱۰۳ سال انھوں نے بصرہ میں ہی وفات پائی اور اُن کی وفات بصرہ میں رہنے والے صحابہ میں سے سب سے آخر میں ہوئی ہے۔

تیہ - بورن فیل یہ وہ بیابان ہے جس میں بنی اسرائیل چالیس سال تک محبوس و مقید رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو عمالقہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا جو ملک شام پر قابض تھے۔ بنی اسرائیل نے اس جہاد میں شرکت سے انکار کیا اور طرح طرح کے نامعقول عذر پیش کرنے شروع کر دیئے اور کہہ دیا اے موسیٰ تم اور تمہارا خدا عمالقہ سے جہاد کرے

ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ اِس جرم کی پاداش میں خدا نے انھیں تیہ کے میدان میں مقید کر دیا یہ اُس میں بھٹکتے پھرتے تھے اور اُن کو اُس جنگل سے نکلنے کا راستہ نہ ملتا تھا۔ یہ لوگ بنی اسرائیل کی بارہ جماعتوں پر مشتمل تھے۔ ہر جماعت حضرت یعقوبؑ کے کسی ایک فرزند کی نسل تھی اور ہر جماعت میں تقریباً پچاس ہزار اشخاص تھے۔ یہ لوگ تمام دن راستہ طے کرتے تھے، صبح کو سو کر اُٹھتے تو اپنے آپ کو اُسی مقام پر پاتے جہاں سے صبح کو چلے تھے۔

اویس۔ یہ عامر کے بیٹے اور قرن علاقہ یمن کے باشندے ہیں اسی لئے قرنی کہلاتے ہیں۔ اُن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا والہانہ جذبہ تھا چونکہ اُن کی والدہ اُن کی خدمت کی محتاج اور ضرورتمند تھیں لہٰذا اُن کی آنحضورؐ کی خدمت میں حاضری نہ ہو سکی اور اُن کو آنحضورؐ کا دیدار میسّر نہ آیا اِسی لئے اُن کو تابعین میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ اپنی آخری عمر میں بصرہ میں آکر آباد ہو گئے تھے حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اُن کو سلام کہلایا اور دعا کی فرمائش کی تھی۔ انھی کی نسبت سے نسبتِ اویسیہ وہ نسبت کہلاتی ہے جو کسی مرید کو شیخ سے جسمانی ملاقات کے بغیر حاصل ہو جائے۔

ابولہب اور اُس کی بیوی ابولہب کنیت نام عبدالعزیٰ ہے اُس کی بیوی کا نام اروی اور کنیت امِ جمیل ہے۔ ابولہب آنحضورؐ کا حقیقی چچا تھا لیکن یہ اور اُس کی بیوی آنحضورؐ کو تکلیف پہنچاتے اور مخالفت میں سب سے پیش پیش تھے آنحضورؐ کی ابتدائے دعوت سے آخر دم تک آنحضورؐ کی مخالفت کرتا رہا بالآخر کفر کی حالت میں موت ہوئی۔ سورۂ تبت اِسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فرعونِ موسیٰ اِس کا نام ولید بن مصعب ہے اور چونکہ یہ مصر کا بادشاہ تھا اِس لئے اُس کو فرعون کہا جاتا ہے۔ شاہانِ مصر کا یہی لقب ہوتا تھا اُس کے واقعات قرآنِ پاک میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

سجاد حسین
صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

۲۱ر شوال ۱۳۹۶ھ
۱۸ر اگست ۱۹۷۶ء

فہرست مضامین دفترِ سوم مثنوی مولانائے رومؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے ضیاءؔ الحق حسام الدین بیار
اے ضیاء الحق حسام الدین ! لا

ایں سُوم دفتر کہ سُنت شد سہ بار
یہ تیسرا دفتر، کیونکہ تہرانا سُنت ہے

بر کُشا گنجینۂ اَسرار را
رازوں کا خزانہ کھول دے

در سُوم دفتر بہل اَعذار را
تیسرے دفتر میں، عذروں کو چھوڑ دے

قوتتؔ از قُوتِ حق می زہد
تیری طاقت، اللہ کی طاقت سے جوش مارتی ہو

نز عروقے کز حَرارت می جہد
نہ کہ رگوں سے جو گرمی سے پھڑکتی ہیں

ایں چراغِ شمس کو روشن بُود
یہ سورج کا چراغ جو روشن ہوتا ہے

نز فتیلہ و پنبہ و روغن بُود
بتی اور رُوئی اور تیل کی وجہ سے نہیں ہے

سَقفؔ گردوں کو چنیں دائم بُود
آسمان کی چھت جو اس طرح سے ہمیشہ سے ہے

نز طناب و اُستنے قائم بُود
رسّے اور ستونوں کی وجہ سے قائم نہیں ہے

قُوتِ جبریلؔ از مَطبخ نبُود
حضرت جبرئیل کی قوّت مطبخ کی وجہ سے نہ تھی

بُود از دیدارِ خَلّاقِ وجُود
وجود کو پیدا کرنے والے اللہ کے دیدار کی وجہ سے تھی

لہ ضیاء الحق چلپی مولانا کے وہی خلیفہ اور مرید ہیں جو مثنوی لکھنے کے محرک ہوئے۔ ایں سُوم طہارت ظاہری وضو اور غسل میں تین بار دھونا مسنون ہے لہٰذا طہارت باطنی جو کہ مثنوی کے مضامین سے حاصل ہوتی ہے اسی لئے بھی تیسرے دفتر میں تیسری بار مضامین لانا مناسب ہے۔ اَسرار۔ سِرّ کی جمع، راز۔ بِہِل۔ امر کا صیغہ ہے بلیدن بمعنی چھوڑنا۔ اَعذار یعنی وہ عذر جو دوسرے دفتر کے تاخیر سے شروع کرنے کا سبب بنے تھے۔

ٹہ قوتت یعنی جسمانی کمزوری کا عذر نہ کر کیونکہ تیری قوت جسم اور رگوں کی پیداوار نہیں ہے بلکہ عطائے خداوندی ہے تجی زہد۔ زہیدن نشو ونما پانا۔ ایں چراغ جس طرح سورج کی روشنی ظاہری اسباب کی بنا پر نہیں ہے اسی طرح تمہاری طاقت اسباب ظاہری سے متعلق نہیں ہے۔

ٹہ سقفِ گردوں۔ آسمانوں کا قیام بھی اسباب ظاہری سے متعلق نہیں ہے۔ قُوتتِ جبریلؑ حضرت جبرئیل کی یہ قوت کہ بازو کے سہارے بستیوں کو اُلٹ دیا جسمانی غذا کی وجہ سے نہ تھی۔

ہمچنیں[۱] ایں قوتِ ابدالِ حق
اسی طرح اللہ (تعالےٰ) کے ابدال کی قوت

ہم زحق داں نز طعام و نز طبق
اللہ کی جانب سے سمجھ لے نہ کہ کھانے اور طباق کی وجہ سے

جسم شاں را ہم زنور اسرشتہ اند
اُن کے جسم کو بھی نور سے بنایا ہے

تا زروح و از ملک بگذشتہ اند
یہاں تک کہ وہ روح اور فرشتے سے بڑھ گئے ہیں

چونکہ موصوفی باوصافِ جلیل
چونکہ تو بڑے وصفوں سے موصوف ہے

زآتشِ نمرود بگذر چوں خلیلؑ
حضرت خلیلؑ کی طرح نمرود کی آگ سے گذر جا

گرد د آتش بر تو ہم بردو سلام
آگ بھی تجھ پر سلامتی اور ٹھنڈک بن جائیگی

اے عناصر مر مزاجت را غلام
اے وہ کہ عناصرِ اربعہ تیرے مزاج کے غلام ہیں

ہر مزاجے را عناصر مایہ ایست
عناصر، ہر مزاج کا سرمایہ ہیں

ویں مزاجت برتر از ہر پایہ ایست
اور تیرا یہ مزاج ہر مرتبہ سے بالاتر ہے

ایں[۲] مزاجت در جہانِ منبسط
وسیع عالم میں تیرا یہ مزاج

وصفِ وحدت را کنوں شد ملتقط
اب وحدت کی صفت کو چننے والا ہو گیا ہے

اے دریغا عرصۂ افہامِ خلق
ہائے افسوس! لوگوں کی فہموں کا میدان

سخت تنگ آمد ندارد خلق حلق
بہت تنگ ہے، مخلوق حلق نہیں رکھتی ہے

اے ضیاء الحق بحذق رائے تو
اے ضیاء الحق تیری رائے کی ہوشیاری سے

حلق بخشد سنگ را حلوائے تو
تیرا حلوہ پتھر کو حلق بخش دیتا ہے

کوہِ طور اندر تجلی حلق یافت
کوہ طور نے تجلی میں حلق پا لیا

تا کہ مے نوشید و مے را بر نتافت
یہاں تک کہ (اس نے) شراب پی اور شراب کو برداشت نہ کر سکا

صار دکّاً منہ وانشق الجبل
وہ ٹکڑے ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گیا

ھل رأیتم من جبل رقص الجمل
کبھی تم نے پہاڑ سے اونٹ کا رقص دیکھا ہے

لقمہ[۳] بخشی آید از ہر کس بکس
لقمہ دینا ہر شخص سے ہر شخص کیلئے ہو سکتا ہے

حلق بخشی کار یزداں است و بس
حلق بخشنا صرف اللہ (تعالےٰ) کا کام ہے

حلق بخشد جسم ہا و روح را
وہ جسم اور روح کو حلق بخش دیتا ہے

حلق بخشد بہر ہر عضوت جدا
تیرے ہر عضو کو علیحدہ حلق بخش دیتا ہے

---

[۱] ہمچنیں۔ اولیاء اللہ کی قوت من جانب اللہ ہوتی ہے مادی نہیں ہوتی ہے۔ جسم شاں۔ ابدال کے اجسام بھی نورانی ہیں اور وہ انسانی روح اور تمام فرشتوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ چونکہ۔ یہ شیخ حسام الدین کو خطاب ہے۔ آتش نمرود یعنی نفسانی رذائل۔ گردد آتش۔ عناصر اربعہ آپ کے مزاج سے مغلوب ہیں لہٰذا آگ آپ کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی ہے۔ ہر مزاج۔ عام انسانوں کا مزاج عناصر اربعہ سے بنا ہے لیکن آپ کا مزاج اللہ کے اخلاق سے بنا ہے۔

[۲] ایں مزاجت یعنی آپ چونکہ اخلاقِ الٰہی کے ساتھ متصف ہیں لہٰذا آپ کو اللہ سے اتحاد حاصل ہو گیا ہے۔ اے دریغا۔ عوام کی سمجھ کے گلے سے یہ مضمونِ وحدت نہیں اُترتا ہے عوام وہ حلقوم نہیں رکھتے ہیں جو ان مضامین کو نگل سکے۔ اے ضیاء الحق لیکن ضیاء الحق میں وہ طاقت ہے کہ پتھر کے گلے سے بھی اس مضمون کو اتار سکتا ہے۔ کوہِ طور۔ مضامین معرفت کو کوہ طور سمجھا حالانکہ وہ پتھر ہے تاریک کوہ طور کا رقص معرفت کی شراب پی لینے کی وجہ سے تھا

[۳] لقمہ بخشی۔ ایک انسان دوسرے کو لقمہ تو دے سکتا ہے لیکن حلق عطا کرنا صرف خدا کا کام ہے یعنی تعلیم و تربیت دینا تو انسانی فعل ہے لیکن طالب کے اعضاء کا اس کو قبول کرنا اور اس میں قبولیت کی استعداد پیدا کرنا اللہ ہی کا کام ہے حلق بخشد۔ اللہ تعالےٰ ہر عضو کو اور روح کو اس کے مناسب حلق بخشتا ہے۔

ایں گہے بخشد کہ اجلالی شوی — از دغا و از دغل خالی شوی

یہ اُس وقت بخشتا ہے جب تو اجلالی ہوجائے — فریب اور کھوٹ سے خالی ہوجائے

تا نگوئی سرِّ سلطاں را بکس — تا نریزی قند را پیشِ مگس

تاکہ تو شاہ کا راز ہر شخص سے نہ کہے — تاکہ تو قند کو مکھی کے آگے نہ گرائے

گوش آں کس نوشد اسرارِ جلال — کو چو سوسن صد زباں افتاد لال

اللہ کے راز اُس شخص کا کان سنتا ہے — جو سوسن کی طرح سو زبانوں کے باوجود گونگا ہے

حلق بخشد خاک را لطفِ خدا — تا خورد آب و روید صد گیا

اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی مٹی کو حلق عنایت کرتی ہے — یہاں تک کہ مٹی پانی پیتی ہے سیکڑوں گھاسیں اُگاتی ہے

باز حیواں را بہ بخشد حلق و لب — تا گیاہش را خورد اندر طلب

پھر (اللہ) حیوان کو حلق اور ہونٹ بخشتا ہے — یہاں تک کہ وہ تلاش کرکے اُس (خاک) کی گھاس کھاتا ہے

چوں گیاہش خورد و حیواں گشت زفت — گشت حیواں لقمۂ انسان و رفت

جب اُس (حیوان) نے اُس (خاک) کی گھاس کھائی اور موٹا ہوگیا — حیوان، انسان کا لقمہ بنا اور ختم ہوگیا

باز خاک آمد شد اکّالِ بشر — چوں جدا شد از بشر روح و بصر

پھر مٹی آئی وہ انسان کو نگل جانے والی بنی — جبکہ انسان سے روح اور بینائی جدا ہوگئی

ذرّہا دیدم دہاں شاں جملہ باز — گر بگویم خوردِ شاں گردد دراز

میں نے ذرّے دیکھے جن کے منہ کھلے ہوئے تھے — اگر میں اُن کی خوراک کا بیان کروں تو بات بڑھ جائے

برگہا را برگ از انعامِ او — دایگاں را دایہ لطفِ عامِ او

پتّوں کو ساز و سامان اُس (اللہ) کے انعام سے ہے — پرورش کرنیوالوں کی دایہ اُس کی عام مہربانی ہے

رزقہا را رزقہا او می دہد — زانکہ گندم بے غذائے چوں رہد

وہ (اللہ) رزقوں کو رزق دیتا ہے — کیونکہ گیہوں بغیر غذا کے کب پرورش پاتا ہے

نیست شرحِ ایں سخن را منتہا — پارہ گفتم بداں زاں پارہا

اس بات کی تفصیل کا خاتمہ نہیں ہے — میں نے ایک ٹکڑا کہہ دیا تو اُس ٹکڑے اور ٹکڑوں کو سمجھ لے

جملہ عالم آکل و ماکول داں — باقیاں را مقبل و مقبول داں

تمام عالم کو کھانے والا اور کھایا ہوا سمجھ — باقی رہنے والوں کو مقبول اور با اقبال سمجھ

امکان میں سب چیزیں ایک دوسرے کو فنا کر رہی ہیں بقا صرف اُن کو حاصل ہے جو مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہیں۔

لہ این - اللہ تعالیٰ ہر عضو اور روح کو حلق اُس وقت بخشتا ہے جب انسان خدائی اخلاق سے موصوف ہوجائے اور رذائل سے اپنے آپ کو پاک کرلے۔ تا نگوئی جب اللہ کی یہ عطا تمہیں حاصل ہوجائے تو نااہلوں پر اسرار ظاہر نہ کرو۔ گوش۔ معارفِ الٰہیہ اُس وقت حاصل ہوتے ہیں جبکہ انسان میں اُن کے اخفا کی پوری صلاحیت پیدا ہوجائے اور نااہلوں کے سامنے اُن کو ظاہر نہ کرنے پر اُس کو قدرت حاصل ہوجائے۔ حلق بخشد۔ اللہ نے زمین کو بھی حلق عنایت فرمایا۔

لہ باز حیواں۔ حیوانات، نباتات کو اپنی غذا بنالیتے ہیں۔ چوں گیاہش۔ حیوانات سے انسان اپنی غذا حاصل کرتا ہے۔ باز۔ پھر انسان کے مرنے کے بعد خاک اُس کو اپنی خوراک بنالیتی ہے۔

لہ ذرّہا۔ کائنات میں باہمی تنازع للبقا کا نظام جاری ہے اور کائنات کا ہر ذرّہ دوسرے کو کھانے کے لئے منہ کھولے ہوئے ہے۔ برگہا پتّے جو حیوانات کی خوراک ہیں اُن کو بھی اللہ تعالیٰ خوراک عطا فرماتا ہے۔ کائنات میں جو چیزیں دوسروں کی پرورش کرتی ہیں اُن کی خدا پرورش کرتا ہے۔ رزقہا۔ گیہوں خود رزق ہے لیکن اگر اُس کو رزق میسّر نہ آئے تو اُس کی پرورش نہ ہو۔ جملہ عالم۔ عالم

ایں[1] جہان و ساکنانش منتشر
یہ عالم اور اس کے باشندے جدا ہو جانے والے ہیں

واں جہان و ساکنانش مستمر
وہ عالم اور اس کے باشندے ہمیشہ رہنے والے ہیں

ایں جہان و عاشقانش منقطع
یہ عالم اور اس کے عاشق بٹ جانے والے ہیں

اہلِ آں عالم مخلد مجتمع
اس عالم والے ہمیشہ اور اکٹھے رہنے والے ہیں

پس کریم آنست کو خود را دہد
تو بزرگ وہ ہے جو اپنے آپ کو بخش دے

آبِ حیوانے کہ ماند تا ابد
آبِ حیات، تاکہ ہمیشہ رہے

باقیات[2] الصالحات آمد کریم
بھلا (بزرگ) باقی رہنے والی نیکیوں میں سے ہے

رستہ از صد آفت و اخطار و بیم
جو سینکڑوں آفتوں اور خطروں اور خوف سے نجات پا گیا ہو

گر ہزار انند یک کس بیش نیست
اگر وہ ہزار ہیں تو (بھی) ایک سے زیادہ نہیں ہیں

چوں خیالاتِ عدد اندیش نیست
تعداد سمجھانے والے خیالات کی طرح نہیں ہیں

آکل و ماکول را حلق ست و نائے
کھانے والے اور کھائے جانے والے کا حلق اور گلا ہوتا ہے

غالب و مغلوب را عقل ست و رائے
غالب اور مغلوب کے لئے عقل اور رائے ہے

حلق بخشید او عصائے عدل را
اس نے انصاف کی لاٹھی کو حلق بخشا

خورد او چنداں عصا و حبل را
وہ بہت سی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی

واندرو افزوں نشد زاں جملہ اکل
اس سب کچھ کھانے سے اس میں اضافہ نہ ہوا

زانکہ حیوانی نبودش اکل و شکل
کیونکہ اس کا کھانا اور صورت حیوانی نہ تھا

مر یقیں[3] را چوں عصا حق حلق داد
اللہ (تعالیٰ) نے لاٹھی کی طرح یقین کو بھی حلق دیا ہے

تا بخورد او ہر خیالے را کہ زاد
یہاں تک کہ اس نے ہر اس خیال کو نگل لیا جو پیدا ہوا

پس معانی را چو اعیاں حلقہاست
تو خارجی موجودات کی طرح معانی کے بھی حلق ہیں

رازقِ حلقِ معانی ہم خداست
معانی کے حلقوں کو رزق دینے والا بھی خدا ہے

پس ز ماہی تا بہ ماہ از خلق نیست
تو مچھلی سے لے کر چاند تک کوئی مخلوق نہیں ہے

کہ بجذب مایہ او را حلق نیست
مادہ کو جذب کرنے کے لئے جس کے حلق نہ ہو

حلقِ نفس از وسوسہ خالی شود
نفس کا حلق اگر وسوسہ سے خالی ہو جائے

میہمانِ وحیِ اجلالی شود
تو اللہ کی وحی کا میہمان ہو جائے

حلقِ جاں گز فکرِ تن خالی شود
روح کا حلق جو جسم کی فکر سے خالی ہو جاتا ہے

واں گہاں روزیش اجلالی شود
تب اس کی روزی جلالی ہو جاتی ہے

[1] ایں جہان۔ عالم امکان۔ منتشر چونکہ عالم امکان متضاد عناصر سے بنے ہیں۔ واں جہان۔ عالم آخرت۔ آبِ حیوان یعنی معارف الٰہیہ۔

[2] باقیات۔ بزرگ جب کہ مجموعہ فضائل بن گیا تو وہ مجسم باقی رہنے والی نیکی بن گیا۔ گر ہزاراں اولیاء اور بزرگ یک روح ہزار قالب ہوتے ہیں۔ آکل۔ اس عالم میں جو کھانے والے ہیں اور کھائے جاتے ہیں ان کا تو صرف حلق اور گلا ہے جو لوگ اپنے نفس پر غالب ہیں اور اللہ کی مرضیات سے مغلوب ہیں وہ صاحب عقل و رائے ہیں۔ حلق بخشید۔ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کو حلق عنایت فرمایا وہ جادوگر کی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی۔ زانکہ۔ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی سب کچھ نگل کر بھی موٹی نہ ہوئی کیونکہ اس کا کھانا حیوانی کھانا نہ تھا۔

[3] مر یقیں را جس طرح حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کے حلق تھا یقین کے بھی حلق ہے جو وساوس کو نگل جاتا ہے۔ پس معانی جس طرح خارجی اشیاء کا حلق ہے ذہنی اشیاء کا بھی حلق ہے۔ ز ماہی یعنی تحت الثریٰ سے۔ حلق نفس یعنی اگر انسان اپنے آپ کو وساوس شیطانی سے پاک کرے۔ حلق جان یعنی روح کو اگر مادی ضرورت سے پاک کرے۔

گر جنیں راکس بگفتے در رحم
اگر پیٹ کے بچے سے کوئی رحم میں کہتا
ہست بیروں عالمے بس منتظم
باہر ایک بڑی منظم دنیا ہے

یک زمینِ خرمی با عرض و طول
ایک لمبی چوڑی دل کشا زمین ہے
اندرو بس نعمت و بیحد اکول
اس میں بیشمار نعمتیں اور بے حد غذائیں ہیں

کوہہا و بحرہا و دشتہا
پہاڑ ہیں دریا ہیں اور جنگل ہیں
بوستانہا باغہا و کشتہا
گلستان ہیں باغات ہیں کھیتیاں ہیں

آسمانے بس بلند و پُر ضیا
بہت اونچا آسمان ہے اور منور
آفتاب و ماہتاب و صد سُہا
آفتاب اور چاند اور سیکڑوں سُہا ستارے ہیں

از جنوب و از شمال و از دَبور
جنوبی اور شمالی اور مغربی ہواؤں سے
باغہا دارد عروسیہا و سُور
باغات جشن اور تازگی رکھتے ہیں

در صفت ناید عجائبہائے آں
اس کے عجائب بیان نہیں ہو سکتے ہیں
تو دریں ظلمت چہ در امتحاں
تو اس اندھیرے میں آزمائش میں کیوں ہے؟

خوں خوری در چار میخِ تنگنا
تنگ قید خانہ میں تو خون کھا رہا ہے
درمیانِ حبس و انجاس و عنا
بندش اور نجاستوں اور مشقت میں

او بحکمِ حالِ خود منکر بُدے
وہ اپنی حالت کے تقاضے سے منکر ہوتا
زیں رسالت معرض و کافر شدے
اس پیغام سے اعراض کرنے والا اور کافر ہوتا

کایں محال ست و فریب ست و غرور
کہ یہ ناممکن ہے اور فریب ہے اور دھوکا ہے
زانکہ وہم کور زیں معنی ست دور
کیونکہ اندھے کا وہم ان باتوں سے دور ہے

جنسِ چیزے چوں ندید ادراکِ او
اس کے ادراک نے چونکہ اس چیز کی جنس نہیں دیکھی
نشنود ادراکِ منکر ناکِ او
اس کا انکار کرنیوالا احساس (ان باتوں کو) نہیں سنتا ہے

ہمچناں کہ خلقِ عام اندر جہاں
اسی طرح دنیا کی عام مخلوق
زاں جہاں ابدال می گویند شاں
ان کو ابدال اس عالم کے بارے میں کہتے ہیں

کایں جہاں چاہے ست بس تاریک و تنگ
کہ یہ عالم ایک بہت تاریک اور تنگ کنواں ہے
ہست بیروں عالمے بے بو و رنگ
(اس) سے باہر ایک بے بو اور بے رنگ عالم ہے

ہیچ در گوشِ کسے ایشاں نرفت
ان میں سے کسی کے کان میں (بات) نہ پہونچی
کایں طمع آمد حجابِ ژرف و زفت
کیونکہ یہ لالچ گہرا اور موٹا پردہ بن گیا ہے

ل گر جنین۔ یہ شعر ساتویں شعر تک شرط ہے، آٹھواں شعر "او بحکم" جواب شرط ہے۔ خرّم۔ دلکش، پُر بہار۔ اکول۔ کھانے کی چیز۔

ل سُہا۔ بنات النعش کا باریک پہلا ستارہ۔ جنوب۔ وہ ہوا جو جانب جنوب سے چلے۔ شمال۔ شمالی ہوا۔ دَبور۔ مغربی ہوا۔ چہ۔ یعنی رحم مادر کا کنواں۔ چار میخ۔ ایک قسم کی قید ہے جس میں قیدی کے چاروں ہاتھ پیر رسیوں سے باندھ کر چار کیلوں سے باندھ دیئے جاتے ہیں۔ تنگنائے۔ تنگ جگہ، حبس، قید خانہ۔ عنا۔ مشقت۔

ل او بحکم۔ یہ شرط کی جزا ہے۔ رسالت۔ یعنی خارجی دنیا کا بیان۔ کور۔ یعنی پیٹ کا بچہ۔ ادراک۔ علم۔ منکر ناک۔ انکار کرنے والا۔ ہمچناں یعنی جس طرح ماں کے پیٹ کا بچہ اس خارجی عالم کی باتوں کا انکار کرتا ہے اسی طرح عوام عالم آخرت کی باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ زاں جہاں۔ عالم آخرت۔ ہیچ یعنی یہ باتیں دنیا والوں نے نہ مانیں۔ طمع یعنی دنیاوی لالچ۔

خلقِ[۱] عقل و دل چو شُد خالی زفکر — یافت اُو بے ہضمِ معدہ رزقِ بکر
عقل اور دل کا حلق جب فکر سے خالی ہو گیا — تو اُس نے معدہ کے ہضم کے بغیر تازہ رزق پالیا

شرطِ تبدیلِ مزاج آمد بداں — کز مزاجِ بد بُود مرگِ بداں
سمجھ لے، مزاج کو بدل لینا شرط ہے — اسلئے کہ بُروں کی موت بُرے مزاج کی وجہ سے ہوتی ہے

چوں مزاجِ آدمی گلخوار شُد — زرد و بد رنگ و سقیم و خوار شُد
جب آدمی کا مزاج مٹی خور ہو جائے — (تو وہ) زرد اور بد رنگ اور بیمار اور ذلیل ہو جاتا ہے

چوں[۲] مزاجِ زشتِ اُو تبدیل یافت — رفت زشتی و آں رُخش چوں شمع تافت
جب اُس کا بُرا مزاج بدل گیا — بُرائی جاتی رہی اور اُس کا چہرہ شمع کی طرح چمک اٹھا

دایۂ کو طفلِ شیر آموز را — تا بہ نعمت خوش کند بد فوز را
وہ دایہ کہاں ہے، جو شیر خوار بچہ کو — نعمت کے ذریعہ خوش کردے، بد ذوق کو

دایۂ کو شیر خوارۂ طفل را — تا ز نعمتہا کُند اُو را غذا
شیر خوار بچہ کے لئے وہ دایہ کہاں ہے؟ — جو نعمتوں کی اس کو غذا دے

گر بہ بندد راہِ یک پستاں برو — بر کشاید راہِ صد بُستاں برو
اگر اس پر ایک پستان کا راستہ بند کریگی — سیکڑوں باغوں کا راستہ اس پر کھول دیگی

زانکہ[۳] پستاں شد حجابِ آں ضعیف — از ہزاراں نعمت و خوان و رغیف
کیونکہ اس ناتواں کے لئے پستان پردہ بن گیا — ہزاروں نعمتوں اور خوان اور روٹی سے

پس حیاتِ ماست موقوفِ فطام — اندک اندک جہد کُن تم الکلام
تو ہماری زندگی دودھ چھڑانے پر موقوف ہے — بتدریج کوشش کر بات ختم ہوئی

چوں جنیں بُود آدمی خوں بُد غذا — از نجس پاکی برد مومن کذا
جب انسان ماں کے پیٹ میں تھا خون خوراک تھی — مومن اسی طرح نجاست سے پاکیزگی حاصل کرتا ہے

چوں جنیں بُود آدمی خونخوار بود — بُود اُو را بُود از خوں تار و پود
جب انسان ماں کے پیٹ میں خون کھانے والا تھا — اُس کے وجود کا "تانا بانا" خون سے تھا

از فطامِ خوں غذایش شیر شد — وز فطامِ شیر لقمہ گیر شد
خون چھڑانے سے اس کی خوراک دودھ ہوئی — اور دودھ چھڑانے سے وہ لقمہ کھانے والا ہو گیا

وز فطامِ لقمہ لقمانے شود — طالبِ مطلوبِ پنہانے شود
لقمہ چھڑانے سے وہ لقمان ہو جاتا ہے — ایک پوشیدہ مطلوب کا طالب بن جاتا ہے

---

[۱] خلق عقل۔ یعنی اگر انسان اپنی عقل اور دل کو مادی ضروریات سے پاک کرلے۔ رزقِ بکر۔ تازہ رزق یعنی معارفِ الٰہیہ۔ مزاج۔ یعنی مادی مزاج۔ گلخوار یعنی غلط خوراک سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔

[۲] چوں مزاج۔ جب مادی مزاج میں تبدیلی آجاتی ہے تو انسان انوارِ الٰہی کا محل بن جاتا ہے۔ فوز۔ پوز یعنی منہ سوا یہ۔ یعنی دایۂ قدرت بُری عادتیں چھڑا دے۔ گر بندد۔ دایۂ قدرت اگر دودھ چھڑاتی ہے تو باغوں کے میوے کھلاتی ہے۔

[۳] زانکہ پستان۔ جب تک بچہ شیر خوار رہتا ہے بے شمار لذیذ غذاؤں سے محروم رہتا ہے یعنی۔ دنیاوی لذتوں کا دودھ چھوڑنے پر اخروی نعمتیں موقوف ہیں۔ فطام۔ بچہ کا دودھ چھڑانا۔ جہد کن۔ یعنی دودھ چھوڑنے کی کوشش کرو۔ از نجس۔ ضرورت کے وقت مومن کے لئے نجس غذا حلال ہو جاتی ہے۔ جنین۔ پیٹ کا بچہ۔ از فطام۔ جس طرح بچہ کا دودھ چھوڑنا غذاؤں کی ترقی کا سبب بنا اسی طرح اگر لذاتِ جسمانی ترک کروگے تو روحانی غذائیں بہتر سے بہتر حاصل ہونگی۔ وز فطام جسمانی لذات کے ترک سے حکمتیں حاصل ہونگی اور ذاتِ خداوندی کی طلب پیدا ہوگی۔ لقمانے۔ یعنی صاحبِ حکمت۔

گوش را بندد طمع از استماع[١] | چشم را بندد غرض از اطلاع
لالچ، کان کو سننے سے روک دیتا ہے | غرض، آنکھ کو باخبر ہونے سے بند کر دیتی ہے

ہمچناں کہ آں جنین را طمعِ خوں | کاں غذائے اوست در اوطانِ دوں
جس طرح سے خون کے لالچ نے اُس پیٹ کے بچہ کو | جو کہ کم درجہ وطنوں میں اُس کی غذا ہے

از حدیثِ ایں جہاں محجوب کرد | خونِ تن را در دلش محبوب کرد
اِس عالم کی بات سے محروم کر دیا | اُس کے دل کے لیے جسم کے خون کو محبوب کر دیا

زیں[٢] ہمہ انواعِ نعمت ماند فرد | غیرِ خوں اُو می نداند چاشت خورد
نعمت کی ان تمام قسموں سے محروم رہا | خون کے علاوہ وہ غذا کھانا نہیں جانتا

بر تو ہم طمعِ خوشیِ ایں جہاں | شد حجابِ آں خوشیِ جاوداں
تجھ پر بھی اس دنیا کی خوشی کا لالچ | اُس دائمی خوشی کا پردہ بن گیا

طمع و ذوقِ ایں حیاتِ پُر غرور | از حیاتِ راستینت کرد کور
دھوکے سے پُر اس زندگی کے لالچ اور ذوق نے | سچی زندگی سے تجھے اندھا کر دیا

پس طمع کورت کند نیکو بداں | بر تو پوشاند یقیں را بیگماں
اچھی طرح سمجھ لے لالچ تجھے اندھا بناتا ہے | یقیناً تجھ پر یقین کو پوشیدہ کر دیتا ہے

حق ترا باطل نماید از طمع | در تو صد کوری فزاید از طمع
لالچ کی وجہ سے تجھے حق باطل نظر آتا ہے | لالچ کی وجہ سے سو درجہ اندھا پن تجھ میں بڑھ جاتا ہے

از طمع بیزار شو چوں راستاں[٣] | تا نہی پا بر سرِ آں آستاں
سچوں کی طرح تو لالچ سے بیزار بن | تاکہ اُس چوکھٹ پر تو پیر رکھ سکے

کاندراں در چوں در آئی وارہی | از غم و شادی قدم بیروں نہی
جب تو اس درگاہ میں پہنچ جائیگا نجات پا جائیگا | (دنیا کے) غم اور خوشی سے قدم باہر رکھے گا

چشمِ جانت روشن و حق بیں شود | بے ظلامِ کفر نورِ دیں شود
تیری روح کی آنکھ روشنی اور حق دیکھنے والی بن جائیگی | دین کا نور کفر کے اندھیرے سے پاک ہو جائیگا

پندِ مرداں را پذیرا شو بجاں | تا رہی از خوف و مانی در اماں
(دل و) جان سے مردانِ (حق آگاہ) کی نصیحت قبول کر | تاکہ تو خوف سے نجات پا جائے اور امن میں رہے

بشنو اکنوں قصہ و تمثیلِ آں | تا بیابی در حقیقت نورِ جاں
اب اس کی مثال اور ایک قصہ سن لے | تاکہ تجھے حقیقتاً روح کا نور حاصل ہو جائے

١ استماع۔ سننا۔ غرض۔ یعنی خود غرضی۔ اوطان۔ وطن کی جمع ہے۔ دوں۔ کمتر۔ ایں جہاں۔ یعنی عالمِ آخرت۔ محجوب۔ پوشیدہ۔
٢ زیں ہمہ۔ یعنی دنیا کی لذیذ غذائیں۔ فرد۔ اکیلا یعنی محروم۔ چاشت۔ دوپہر کا کھانا، مطلقاً کھانا۔ بر تو۔ انسان دنیاوی لالچ کی وجہ سے اُخروی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔
٣ راستاں۔ یعنی آخرت کے طالب۔ آستاں۔ بارگاہِ خداوندی۔ در۔ یعنی دربارِ خداوندی۔ غم و شادی۔ یعنی دنیا کا رنج اور خوشی۔ خوف۔ یعنی آخرت کا ڈر۔

قصۂ[1] خورندگانِ پیل بچگان از حرص و ترکِ نصیحتِ ناصحاں

لالچ کی وجہ سے ہاتھی کے بچوں کو کھانے والوں کا قصہ اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت کو ترک کرنا

آں شنیدی تو کہ در ہندوستاں — دید دانائے گروہِ دوستاں

تُو نے وہ قصہ سُنا ہے کہ ہندوستان میں — ایک عقلمند نے دوستوں کے ایک گروہ کو دیکھا

گرسنہ ماندہ شدہ بے برگ و عُور — می رسیدند از سفر و ز راہِ دُور

بھوکے، تھکے ہوئے، بے ساز و سامان اور ننگے — سفر سے اور دراز راستے سے آ رہے تھے

مہرِ دانائیش جوشید و بگفت — خوش سلامے شان و چوں گلبن شگفت

اُس کی دانائی کی محبت جوش میں آئی اور — ان کو تپاک سے سلام کیا اور پھول کی طرح کھل گیا

گفت دانم کز تجوّع[2] واز خلا — جمع آمد رنجتاں زیں کربلا

بولا میں جانتا ہوں کہ بھوک سے اور معدہ کے خالی ہونے سے — (اور) اس (میدان) کربلا کی وجہ تم پر مصیبتیں جمع ہو گئی ہیں

لیک اللہ اللہ اے قومِ جلیل — تا نباشد خوردتاں فرزندِ پیل

لیکن خدا کے لئے اے بزرگو! — تم ہاتھی کے بچے کو ہرگز نہ کھانا

پیل ہست ایں سُو کہ اکنوں می روید — پندِ من از جان و از دل بشنوید

جس جانب تم اب جا رہے ہو ہاتھی ہے — دل و جان سے میری نصیحت سن لو

پیل بچگانند اندر راہِ تاں — صیدِ ایشاں ہست بس دلخواہِ تاں

تمہارے راستے میں ہاتھی کے بچے ہیں — جن کا شکار تمہیں بہت مرغوب ہے

بس ظریف[3] اند و لطیف اند و سمیں — لیک مادرشاں بُود اندر کمیں

نہایت عمدہ اور پاکیزہ اور موٹے ہیں — لیکن اُن کی ماں گھات میں رہتی ہے

از پئے فرزند صد فرسنگ راہ — اُو بگردد در حنین و آہ آہ

اپنے بچے کی خاطر سینکڑوں میل کے راستے — وہ روتی ہوئی اور ہائے ہائے کرتی ہوئی گھومتی ہے

آتش و دُود آید از خرطومِ اُو — الحذر زاں بچہ مرحومِ اُو

اُس کی سونڈ سے آگ اور دُھواں نکلتا ہے — اُس کے قابلِ رحم بچے سے بچو

اولیا اطفالِ حق اند اے پسر — در حضور و غیبت آگاہ باخبر

اے لڑکے! اولیاء اللہ کے بچے ہیں — وہ (اُن کی) موجودگی اور غیر حاضری میں باخبر ہیں

غائبی مندیش از نقصانِ شاں — کو کشد کیں از برائے جانِ شاں

اُن کی غیر حاضری اُن کا نقصان نہ سمجھ — کیونکہ وہ اُن کی جانوں کے سلسلے میں بدلہ لیتا ہے

---

[1] قصہ۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اُن لوگوں نے ناصح کی نصیحت نہ مانی اور ہلاک ہوئے اسی طرح ابدال کی نصیحت نہ ماننے سے ہلاکت ہوتی ہے۔ عُور۔ برہنہ۔

[2] تجوّع۔ بھوک کا ہونا۔ خلا۔ یعنی معدہ کا خالی ہونا۔ کربلا۔ وہ علاقہ جہاں امام حسینؓ شہید ہوئے۔ مصیبت ناک مقام۔ خورد۔ خوراک۔

[3] ظریف۔ عمدہ۔ لطیف۔ پاکیزہ۔ سمین۔ موٹا۔ کمین۔ گھات۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔ الحذر۔ بچنا۔ اولیاء۔ تمام انسانوں کو اللہ کی عیال قرار دیا گیا ہے۔ حضور۔ یعنی توجہ الی اللہ۔ غیبت۔ یعنی توجہ الی الخلق کی حالت۔

گفت اطفالِ من اند ایں اولیاء — در غریبی فرد از کار و کیا[1]

اُنہوں نے فرمایا ہے کہ یہ اولیاء میری اولاد ہیں — غیر حاضری میں (بھی) کام اور مشغولیت سے خالی ہیں

از برائے امتحاں خوار و یتیم — لیک اندر سِر منم یار و ندیم

وہ آزمائش کے لئے بے وقعت اور یتیم ہیں — لیکن اندر پردہ میں ان کا مددگار اور ساتھی ہوں

پشت دارِ جملہ عصمتہائے من — گوئیا ہستند خود اجزائے من

میری تمام حفاظتوں پر ان کا بھروسہ ہے — گویا وہ میرے ہی ٹکڑے ہیں

ہاں[2] و ہاں ایں دلق پوشانِ من اند — صد ہزار اندر ہزار و یک تن اند

خبردار، خبردار، یہ گدڑی پوش میرے ہیں — ہزاروں ہزار ہیں اور ایک ہیں

ورنہ کے کردے بیک چوبِ ہنر — موسیٰؑ فرعون را زیر و زبر

ورنہ ہنر کی لاٹھی سے کب کر سکتے؟ — (حضرت) موسیٰؑ فرعون کو تہ و بالا

ورنہ کے کردے بیک نفرین بد — نوحؑ شرق و غرب را غرقاب خود

ورنہ ایک بددعا سے کب کر سکتے — (حضرت) نوحؑ مشرق اور مغرب کو غرقاب

بر نکندے یک دعائے لوط راد — شہرہائے کافراں را المراد

جوانمرد لوطؑ کی ایک دعا نہ اکھاڑ سکتی — کافروں کے شہروں کا خلاصہ یہ ہے

گشت شہرستانِ خوش فردوس شاں — دجلۂ آبِ سیاہ رو بیں نشاں

اُن کا جنت جیسا شہر ہو گیا — سیاہ پانی کا دریا، جا نشان دیکھ لے

سوئے[3] شام ست ایں نشان و ایں خبر — در رہِ قدس بہ بینی بر گذر

یہ نشان اور واقعہ شام کی جانب (ہوا) ہے — بیت المقدس کے راستہ میں سرِ راہ تو دیکھ لیگا

صد ہزاراں انبیائے حق پرست — خود بہر قرنے سیاستہا بُدست

لاکھوں حق پرست نبی (آئے ہیں) — (اور) ہر دور میں عذاب ہوئے ہیں

گر بگویم ایں بیاں افزوں شود — خود جگر چہ بود کہ خارا خوں شود

اگر میں کہوں گا تو یہ بیان بڑھ جائیگا — جگر کیا ہوتا ہے خارا پتھر خون بن جائیگا

خوں شود کہہا و باز آں بفسرد — تو نہ بینی خوں شدن کوری و رد

پہاڑ خون بنجاتے ہیں، اور پھر وہ جم جاتے ہیں — تو (اُن کا) خون بننا محسوس نہیں کرتا ہے تو اندھا اور مردود

طرفہ کوری دُور بین و تیز چشم — لیک از اُشتر نہ بیند غیر پشم

تو عجیب اندھا ہے کہ دُور بیں اور تیز نگاہ ہے — لیکن اونٹ میں سے اون کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے

[1] کار و کیا: یعنی کیا کے کار اور کار و بار۔ از برائے: یعنی یہ اولیاء بظاہر بے سہارا اسلئے بنائے گئے ہیں تاکہ عوام کی آزمائش ہو سکے۔ ندیم: ہم مجلس۔ اجزائے من: یعنی یہ اولیاء اللہ کے قریب ہیں۔

[2] ہاں: تمام اولیاء سیرت کے اعتبار سے ایک ہیں۔ ورنہ: یعنی اگر اولیاء کو تائید خداوندی حاصل نہ ہو۔ چوبِ ہنر: یعنی حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی۔ راد: سخی، جوانمرد۔ المراد: یعنی خلاصہ کلام یہ ہے۔ دجلہ: بغداد کا مشہور دریا، مطلقاً دریا۔

[3] سوئے: قوم لوطؑ کی بستیاں شام کے علاقے میں ہیں۔ سیاستہا: یعنی انبیاء کی نافرمانی عذاب کا سبب بنی ہے۔ گر بگویم: ان واقعات کی تفصیل بڑی دردناک ہے۔ خوں شود: یہ دردناک واقعات پہاڑوں کے جگر خون کر دیں۔ تو نہ بینی: انسان اگر عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے تو کوری: انسان کا اندھاپن بھی عجیب ہے۔

مو بمو بیند ز صرفہ حرصِ انس ۱؎ — رقصِ بے مقصود دانند ہمچو خرس
انسان کا لالچ خرچ کو بال بال دیکھتا ہے — (اور بے مقصد ریچھ کی طرح ناچتا ہے

مو بمو بیند ز حرصِ خود بشر — رقصِ او خالی ز خیر و پُر ز شر
اپنے لالچ کی وجہ سے انسان ذرہ ذرہ دیکھتا ہے — اس کا ناچنا بھلائی سے خالی اور شر سے بھرا ہوا ہے

رقص آنجا کن کہ خود را بشکنی — پنبہ را از ریشِ شہوت بر کنی
اس وقت ناچ جبکہ تو خود شکنی کرے — شہوت کے زخم سے روئی کو نوچ ڈالے

رقص و جولاں ۲؎ بر سرِ میداں کنند — رقص اندر خونِ خود مرداں کنند
رقص اور جولانیاں میدانِ جنگ میں دکھاتے ہیں — بہادر اپنے خون میں رقص کرتے ہیں

چوں رہند از دستِ خود دستے زنند — چوں جہند از نقص بر رقصے تنند
جب اپنے آپ سے نجات پالیتے ہیں تالیاں بجاتے ہیں — جب نقص سے باہر آجاتے ہیں تو ناچتے ہیں

مطرباں شاں از درون دف می زنند — بحر ہا در شورِ شاں کف می زنند
اُن کے مطرب اندر سے دف بجاتے ہیں — سمندر اُن کے شور میں تالیاں بجاتے ہیں

تو نہ بینی برگہا بر شاخہا — کف زناں رقصاں ز تحریکِ صبا
تو نے پتوں کو شاخوں پر نہیں دیکھا ہے — بادِ صبا کے حرکت دینے سے ناچتے تالیاں بجاتے

تو نہ بینی ۳؎ لیک بہرِ گوشِ شاں — برگہا بر شاخ شد کف زن عیاں
تو نہیں دیکھتا ہے لیکن اُن کے کان کے لئے — کھلم کھلا پتے شاخوں پر تالیاں بجاتے ہیں

تو نہ بینی برگہا را کف زدن — گوشِ دل باید نہ این گوشِ بدن
تو پتوں کے تالیوں کے بجانے کو نہیں دیکھتا ہے — (اسکے لئے) دل کا کان چاہیے نہ کہ بدن کا کان

گوشِ سر بر بند از ہزل و دروغ — تا ببینی شہرِ جاں را با فروغ
سر کے کان کو مذاق اور جھوٹ سے بند کرلے — تاکہ تو جان کے شہروں کو بارونق دیکھے

پس دہاں بر بند از ہزل اے عمو — جز حدیثِ روئے او چیزے مگو
اے چچا! مذاق سے منہ بند کرلے — اُس کے چہرے کی بات کے علاوہ کچھ نہ بول

سر کشد گوشِ محمد در سخن — کش بگوید در نبی حق ہو اذن
محمد کا کان بات سے راز معلوم کرلیتا ہے — اُن کو اللہ (تعالیٰ) نے قرآن میں فرمایا ہے وہ کان ہیں

سر بسر گوش ست و چشم ست این نبی — رحمتِ او مرضع ست و ما صبی
یہ نبی مجسم کان اور آنکھ ہیں — ان کی رحمت دودھ پلانے والی ہے اور ہم بچے ہیں

۱؎ مو بمو - دنیا کے نفع اور نقصان کو ذرہ ذرہ دیکھتا ہے۔ رقص - دنیا کی خوشی پر ناچتا ہے رقص آنجا - دنیا کی خوشی پر ناچنا کوئی مناسب نہیں انسان اپنی ہستی کو مٹائے اور شہوت سے آزاد ہو تب خوشی منانے کا موقع ہے۔

۲؎ رقص و جولاں - مردوں کا رقص میدانِ جہاد میں اپنے آپکو فنا کرتے وقت ہوتا ہے۔ چوں رہند جب اپنے برے اخلاق حسد و کبر وغیرہ سے نجات پا جاتے اور نقص سے بری ہو جاتے ہیں تو تالیاں بجاتے اور رقص کرتے ہیں مطرباں - قدرت کی طرف سے انکے رقص کے اسباب مہیا کر دیئے جاتے ہیں۔ مطرباں گانا سنانے والے۔ کف می زنند سمندر کی موجیں تالیاں بجاتی ہیں۔ تو نہ بینی شاخیں ہواؤں سے جو پتے آپس میں ٹکراتے ہیں وہ پتوں کا رقص اور تالیاں بجانا ہے۔

۳؎ تو نہ بینی - عوام نہیں سمجھتے ہیں لیکن خواص جو آواز و آبِ مستی کشند شہرِ جاں - روح کے شہر میں رونق پیدا ہوگی۔ ہزل - مذاق۔ سر کشد - آنحضور کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے اُذنُ خیرٍ لکم یعنی آنحضور تمہاری سننے والے کان ہیں نبی - قرآن۔ سر بسر یعنی آنحضور ہماری بھلائی کے لئے مجسم کان اور آنکھ ہیں اور آپکی رحمت ہماری مربی ہے اور ہم شیر خوار بچے ہیں۔

این سخن پایاں ندارد بازراں — سوئے اہلِ پیل بر آغاز راں

اس بات کی انتہا نہیں ہے واپس چل — ہاتھی والوں کی جانب اور شروع کی طرف چل

بقیہ قصۂ متعرضانِ پیل بچگان

ہاتھی کے بچوں کے درپے ہونے والوں کے قصہ کا بقیہ

ہر دہاں را پیل بوئے می کند — گردِ معدہ ہر بشر بر می تند

ہاتھی ہر منہ کو سونگھتا ہے — ہر انسان کے معدے کے گرد چکر لگاتا ہے

تا کجا یابد کبابِ پورِ خویش — تا زند اندر جزا صد زخم نیش

تاکہ کہیں اپنے بچے کے کباب کی خوشبو پائے — تاکہ بدلے میں سوزخم لگائے

تا کجا بوئے کبابِ بچہ را — یابد و زخمش زند اندر جزا

تاکہ کہیں بچے کے کباب کی خوشبو — پائے اور بدلے میں اس کے زخم لگائے

لحمہائے بندگانِ حق خوری — غیبتِ ایشاں کنی کیفر بری

تو اللہ کے بندوں کے گوشت کھاتا ہے — ان کی غیبت کرتا ہے سزا پاتا ہے

ہاں کہ بویائے دہانِ تا خالق ست — کے برد جاں غیرِ آں کو صادق ست

خبردار! تمہارے منہ کی خوشبو سونگھنے والا خدا ہے — سوائے اس کے جو سچا ہے کون جان بچا سکتا ہے

وائے آں افسوسی کش بوئے گیر — باشد اندر گور منکر با نکیر

اس افسوس والے پر افسوس ہے جسکی خوشبو سونگھنے والے — قبر میں منکر اور نکیر ہوں

نے دہاں[۲] دزدیدن امکاں زاں مہاں — نے دہاں خوش کردن از دارو دہاں

ان بزرگوں سے نہ منہ چھپانا ممکن ہے — نہ کسی دوا سے منہ کو خوشبودار کرنا

آب و روغن نیست مر روپوش را — راہِ حیلت نیست عقل و ہوش را

منہ چھپانے کیلئے چکنی چپڑی باتیں نہیں ہیں — عقل اور حواس کے لئے حیلہ کا راستہ نہیں ہے

چند کوبد زخمہائے گرزشان — بر سرِ ہر ژاژ خا و مغزِ شان

ان کے گرز سے بہت زخم لگیں گے — ہر بکواسی کے سر اور سرینوں پر

گرزِ[۳] عزرائیل را بنگر اثر — گر نہ بینی چوب و آہن در صور

ملک الموت کے گرز کا اثر دیکھ لے — اگر تو لکڑی اور لوہا صورتاً نہیں دیکھتا ہے

ہم بصورت می نماید گہے — زاں ہمہ رنجور باشد آگہے

کبھی کبھی صورتاً بھی نظر آجاتا ہے — ان سب سے بیمار باخبر ہوتا ہے

---

۱ این سخن۔ یہ جسمانی کانوں کو بند کرنا اور باطنی کانوں کو کھولنا۔ تا کجا۔ ہاتھی منہ کو اسلئے سونگھتا ہے تاکہ اپنے بچے کے کباب کھانیوالے کو پہچان لے۔ لحمہائے۔ غیبت کو قرآن نے گوشت خوری قرار دیا ہے۔ کیفر جزا۔ ہاں۔ غیبت کرنیوالوں کے منہ کو اللہ تعالیٰ سونگھنے والا ہے۔ افسوس تمسخر، مذاق۔ منکر یا نکیر۔ یہ دونوں فرشتے ہیں جو قبر میں سوال جواب کریں گے۔

۲ نے دہاں۔ ان سے منہ نہ چھپایا جاسکے گا۔ آب روغن۔ چکنی چپڑی باتوں کے ذریعے نہ بچا جاسکے گا۔ ژاژ خا۔ بکواس کرنے والا۔ مغز۔ میم کے ضمہ سے مقعد، سرین۔

۳ گرز۔ اگر ملک الموت کا گرز نظر نہیں آرہا ہے تو اسکے آثار دیکھ لے۔ ہم بصورت۔ کبھی اثر کے علاوہ مریض خود گرز بھی دیکھتا ہے اور گھر والوں سے کہتا ہے دیکھو مجھے کون مار رہا ہے۔

گوید آں رنجور کاے یارِ حرم
بیمار کہتا ہے کہ اے میرے محترم دوست!

چیست ایں شمشیر بر فرقِ[۱] سرم
میرے سر کی مانگ پر یہ تلوار کیسی ہے

چوں نمی بیند کس از یارانِ او
جبکہ اسکے دوستوں میں سے کوئی نہیں دیکھتا ہے

در جواب آیند ہر یک اے عمو
ہر ایک جواب میں کہتا ہے، اے چچا!

ما نمی بینیم باشد ایں خیال
ہمیں نظر نہیں آتا یہ وہم ہوگا

چہ خیال ست اینکہ ہست ایں ارتحال
کیسا وہم، یہ تو چل چلاؤ ہے

چہ خیال ست اینکہ ایں چرخِ نگوں
یہ کیسا خیال ہے کہ اوندھا آسمان

از نہیبِ ایں خیالے شد کنوں
اس خیال کے ڈر سے ویسا ہی ہوگیا

گرزہا و تیغہا محسوس شد
گرز اور تلواریں محسوس ہوگئیں

پیشِ بیمار و سرش منکوس شد
بیمار کو، اور اس کا سر اوندھا ہوگیا

او ہمی بیند کہ آں از بہرِ اوست
وہ دیکھ لیتا ہے کہ وہ اس کے لئے ہیں

چشمِ دشمن بستہ زاں و چشمِ دوست
دوست اور دشمن کی آنکھ اس سے بند ہے

حرصِ دنیا رفت و چشمش تیز شد
دنیا کا لالچ گیا اور اس کی آنکھ تیز ہوئی

چشمِ او روشن کہ خونریز شد
اس کی آنکھ خونریز ہونے کے وقت روشن ہوئی

مرغِ[۲] بے ہنگام شد آں چشمِ او
اس کی آنکھ بے وقت کا مرغ ہوگئی

از نتیجہ کبرِ او و خشمِ او
اس کے تکبر اور غصہ کے نتیجہ میں

سر بریدن واجب آید مرغ را
اس، مرغ کا سر قلم کرنا ضروری ہوجاتا ہے

کہ بغیرِ وقت جنباند درا
جو بغیر وقت کے گھنٹی بجائے

ہر زماں[۳] نزعے ست جزوِ جانت را
تیری جان کے کسی جزو کا ہر وقت نزع ہے

بنگر اندر نزعِ جاں ایمانت را
جان کے نزع میں اپنے ایمان کی نگرانی کر

عمرِ تو مانندِ ہمیانِ زرست
تیری عمر اشرفیوں کی تھیلی کی طرح ہے

روز و شب مانندِ دینار اشمرست
دن اور رات اشرفیاں شمار کرنیوالے کیطرح ہیں

می شمارد می دہد زر بے وقوف
بغیر توقف وہ اشرفیاں گنتے اور دیتے ہیں

تا کہ خالی گردد و آید خسوف
یہاں تک کہ (ہمیانی) خالی ہوجاتی ہے اور گرہن آجاتا ہے

گر ز کہ بستانی و ننہی بجائے
اگر تو پہاڑ سے لیتا ہے اور اسکی جگہ (کچھ) نہ رکھے

اندر آید کوہ زاں دادن بپائے
اس دینے سے پہاڑ جڑ سے ختم ہوجائے گا

---

۱ فرق۔ سر کی مانگ۔ ایں ارتحال۔ یعنی یہ وہمی بات نہیں ہے بلکہ میری جان نکالنے کیلئے مجھے مار رہے ہیں اب یہ میرے کوچ کا وقت ہے۔ چہ خیال یعنی عزرائیل کی تلوار وہمی نہیں ہے بلکہ ایسی یقینی ہے کہ اب اسکے اثر سے زمین و آسمان درہم نظر آتے ہیں۔ نہیب۔ خوف۔ منکوس۔ اوندھا۔ او ہمی بیند۔ وہ گرز صرف بیمار دیکھتا ہے اور کوئی نہیں دیکھتا۔ حرص۔ صرف اسکے دیکھنے کی یہ وجہ ہے کہ اسکی آنکھ حرص دنیا سے خالی ہوچکی ہے۔

۲ مرغ۔ اگر پہلے سے حرص ختم ہوجاتی اور عذاب کی کیفیت نظر آجاتی تو نیک اعمال کرسکتا اب آنکھ کا کھلنا بے وقت ہے اور بے وقت کام کا نتیجہ ہلاکت ہوتا ہے جیسا کہ بے وقت اذان دینے والا مرغ ذبح کردیا جاتا ہے۔

۳ ہر زماں۔ ہر آن انسان کے جسم کے اجزاء فنا ہوتے رہتے ہیں اور انکی جگہ دوسرے اجزاء لیتے رہتے ہیں۔ دینار اشمر۔ شمار کنندۂ دینار۔ خسوف۔ یعنی عمر کے چاند کو گرہن لگ جاتا ہے۔ گر زکہ۔ اگر پہاڑ کے پتھر مسلسل نکالتے رہوگے تو ایک دن وہ پہاڑ ختم ہوجائیگا۔

پس بنہ بر جائے ہر دم را عوض[1]
تو ہر وقت جگہ پر عوض رکھتا رہ

تا ز واسجد واقترب یابی غرض
تاکہ تجھے "سجدہ کر اور قریب ہوجا" کا مقصد حاصل ہو جائے

در کمالِ کارہا چندیں مکوش
تمام کاموں کی تکمیل میں اِس قدر کوشش نہ کر

جز بکارے کاں بود در دیں مکوش
سوائے اُس کام کے جو دین سے متعلق ہو کوشش نہ کر

عاقبت تو رفت خواہی ناتمام
(ورنہ) تو انجام کار ناقص روانہ ہوگا

کارہایت ابتر و نانِ تو خام
تیرے کام ناقص ہونگے اور تیری روٹی کچی ہوگی

واں[2] عمارت کردنِ گور و لحد
قبر اور لحد کی تعمیر

نے بسنگ ست و نہ چوب و نے لبد
نہ پتھر سے ہے نہ لکڑی سے نہ ٹاٹ اور نمدے سے

بلکہ خود را در صفا گورے کنی
بلکہ اپنی قبر (قلب کی) صفائی میں بنا

در منیِ او کنی دفنِ منی
(اپنی) خودی کو اُس (اللہ) کی خودی میں دفن کر

خاکِ او گردی و مدفونِ غمش
اُس کی خاک بن جا اور اُس کے غم میں دفن ہوجا

تا دمت یابد مددہا از دمش
تاکہ تیرا سانس اُس کے فیضان سے مدد حاصل کرے

گور خانہ قبہا و کنگرہ
قبوں اور کنگرہ کی قبر

نبود از اصحاب معنی آں سرہ
اہل باطن کے نزدیک بے عیب نہیں ہیں

بنگر[3] اکنوں رندِ اطلس پوش را
اب کسی اطلس پوش رند کو دیکھ

ہیچ اطلس دستگیرد ہوش را
کوئی اطلس اُس کی اروح کی دستگیری کریگا؟

در عذابِ منکر ست آں جانِ او
اُس کی جان بُرے عذاب میں ہے

کژدمِ غم در دلِ غمدانِ او
اُس کے غم گین دل میں غم کا بچھو ہے

از بروں بر ظاہرش نقش و نگار
باہر سے اُس کے ظاہر پر نقش و نگار ہیں

وز دروں ز اندیشہا او زار زار
اور اندر سے وہ فکروں میں زار زار ہے

واں یکے بینی دراں دلقِ کہن
اور ایک کو تو پرانی گدڑی میں دیکھے گا

چوں نبات اندیشہ و شکر سخن
اسکا فکر مصری کی طرح ہے اور بات شکر جیسی

بازگشتن بحکایتِ پیل بچگان
ہاتھی کے بچوں کی حکایت کی طرف واپسی

گفت ناصح بشنوید ایں پندِ من
نصیحت کرنیوالے نے کہا میری یہ نصیحت سُن لو

تا دل و جانتاں نیفتد در محن
تاکہ تمہارا دل اور جان مشقتوں میں نہ پھنسے

---

[1] عوض۔ یعنی عبادت۔ در کمال دنیا کے کاموں میں بقدر ضرورت کوشش کرے آخرت کے کاموں میں انہماک رکھے عاقبت مگر آخرت کا کام نہ کروگے تو دنیا سے ناکام جاؤگے۔

[2] واں عمارت۔ قبر کی آبادی قبر پر کنگروں والے قبے بنانے سے نہیں ہوتی ہے بلکہ قلب کی صفائی اور اپنی مرضیات کو اللہ کی مرضیات کے تابع بنانے سے ہوتی ہے۔ سرہ۔ خالص، بے عیب۔

[3] بنگر۔ بد اعمالی کے ساتھ قبر پر قبہ بنانے کی مثال یہ ہے کہ ایک رند کو اطلس کی قبا پہنا دی جائے در عذاب۔ بدکار اچھا لباس پہننے سے سکونِ قلب حاصل نہیں کرسکتا۔ واں یکے۔ اگر نیک اعمال انسان، گدڑی میں بھی ہو تو اُس کا دل باغ باغ ہوتا ہے۔ گفت۔ اُس دانا ناصح نے مسافروں سے کہا۔

با گیاہ[1] و برگہا قانع شوید — در شکارِ پیل بچگاں کم روید
گھاس اور پتوں پر قناعت کرو — ہاتھی کے بچوں کو شکار کرنے کے درپے نہ ہو

من بروں کردم زگردن وامِ نصح — جز سعادت کے بود انجامِ نصح
میں نے اپنی گردن سے نصیحت کا قرض اتار دیا — نصیحت کا نتیجہ نیک بختی کے سوا کب ہوتا ہے

من بہ تبلیغِ رسالت آمدم — تا رہانم مر شما را از ندم
میں پیغام پہنچانے آیا ہوں — تاکہ تمہیں شرمندگی سے رہائی دے دوں

ہیں[2] مبادا کہ طمع تاں رہ زند — طمع برگ از بیخہا تاں بر کند
خبردار! ایسا نہ ہو کہ لالچ تمہارا رہزن بن جائے — خوراک کا لالچ تمہیں جڑ سے اکھاڑ دے

ایں بگفت و خیر بادی کرد و رفت — گشت قحط و جوعِ شاں در راہ زفت
یہ کہا اور خدا حافظ کہہ کر چل دیا — قحط اور بھوک نے راستہ میں زور پکڑا

ناگہاں دیدند بر یک جادۂ — پور فیلے فربہے نوزادۂ
ایک راستہ پر انھوں نے اچانک دیکھا — ہاتھی کا بچہ، موٹا، نو عمر

اندر افتادند چوں گرگانِ مست — پاک خوردندش فرو شستند دست
وہ مست بھیڑیوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے — اس کو چٹ کر گئے (اور) انھوں نے ہاتھ دھو لئے

آں یکے ہمرہ نخورد و پند[3] داد — کہ حدیثِ آں فقیرش بود یاد
ایک ساتھی نے نہ کھایا اور نصیحت کی — کیونکہ اس کو اس فقیر کی بات یاد تھی

از کبابش مانع آمد آں سخن — بخت نو بخشد ترا عقلِ کہن
وہ بات اس کے لئے اس کے کباب سے مانع بنی — پرانی عقل تجھے نیا نصیبہ عنایت کرتی ہے

پس بیفتادند و خفتند آں ہمہ — واں گرسنہ چوں شباں اندر رمہ
پھر وہ لیٹ گئے اور سب سو گئے — وہ بھوکا گلے میں چرواہے کی طرح تھا

دید پیلے سہمناکے در رسید — اولا آمد سوئے حارس دوید
اس نے دیکھا کہ ایک خوفناک ہاتھی آپہنچا — پہلے آیا اور نگہبان کی طرف دوڑا

بوئے میکرد آں دہانش را سہ[3] بار — ہیچ بوئے زو نیامد ناگوار
اس کے منہ کو اس نے تین دفعہ سونگھا — اس کو کوئی ناگوار بو نہ آئی

چند بارے گرد او گشت و برفت — مر ورا نازرد آں شہ پیلِ زفت
چند بار اس کے گرد چکر کاٹے اور چلا گیا — اس بڑے موٹے ہاتھی نے اس کو نہ ستایا

[1] باگیاہ۔ بھوک کے وقت پتے اور گھاس کھا لینا ہاتھی کے بچوں کا شکار نہ کرنا۔ نصح بروں۔ ناصح نے کہا میں نے نصیحت کا قرض ادا کر دیا۔ جز سعادت۔ نیک بخت ہی نصیحت قبول کرتا ہے۔

[2] ہیں۔ لالچ کی وجہ سے ہاتھی کے بچوں کا شکار نہ کرنا۔ خیر بادی۔ یعنی رخصت کرتے وقت فی امان اللہ کہا۔ جادہ۔ بٹیا۔ دست۔ یعنی اسکے کباب کھا کر ہاتھ دھو لئے۔

[3] پند داد۔ دوسروں کو نہ کھانے کی نصیحت کی۔ حدیثش۔ بات۔ آں سخن۔ یعنی اس دانا کی نصیحت۔ واں گرسنہ۔ جس نے کباب نہ کھائے تھے وہ پاسبانی کرنے لگا۔ شباں۔ گلہ بان۔ رمہ۔ جانوروں کا گلہ۔ سہمناک۔ خوفناک۔ حارس۔ نگہبان۔ چند بار۔ یعنی ہاتھی نے اسکے کئی چکر کاٹے اور چل دیا۔

پس لبِ ہر خفتہ را بُوئے کرد
پھر اُس نے ہر سوئے ہوئے کے ہونٹ سُونگھے

بُوئے می آمد وَرا زاں خفتہ مرد
اُس کو اُس سوئے ہوئے آدمی سے بُو آتی تھی

کز کبابِ پیل زادہ خوردہ بُود
کیونکہ اُس نے ہاتھی کے بچّے کے کباب کھائے تھے

بر درانید و بکُشتش پیل زُود
ہاتھی نے اُس کو پھاڑ دیا اور مار ڈالا

در زماں اُو یک بیک را زاں گروہ
اُس نے فوراً اُس گروہ میں سے ایک ایک کو

می درانید و نبودش زاں شکوہ[1]
پھاڑ ڈالا اور اُس کو کوئی خوف نہ تھا

بر ہوا انداخت ہر یک را گزاف
وہ بے پروائی سے ہر ایک کو ہوا میں اُچھالتا

تا ہمی زد بر زمیں می شد شگاف
یہاں تک کہ وہ زمین پر آ گرتا اور پھٹ جاتا

اے خورندہ خونِ خلق از رہ بگرد
اے مخلوق کا خون پینے والے! واپس لوٹ

تا نیارد خونِ ایشانت نبرد
تاکہ اُن کا خون تیرے لئے معرکہ نہ پیدا کر دے

مالِ ایشاں خونِ ایشاں داں یقیں
یقینی طور پر اُن کے مال کو اُن کا خون سمجھ

زانکہ مال از زور آید در یمیں
اس لئے کہ مال طاقت سے ہاتھ میں آتا ہے

مادرِ آں فیل بچگاں کیں کشد
ہاتھی کے بچّوں کی ماں بدلہ لیتی ہے

فیل بچہ خوارہ را کیفر کُشد
ہاتھی کے بچّے کے کھانے والے کو بدلے میں مار ڈالتی ہے

فیل بچہ می خوری اے پارہ خوار
اے رشوت خور! تو ہاتھی کا بچّہ کھاتا ہے

ہم برآرد خصمِ فیل از تو دمار
ہاتھی کا محافظ تجھے برباد کر دے گا

بُوئے[2] رُسوا کرد مکر اندیش را
مکر کرنے والے کو بُو نے رُسوا کیا

پیل داند بُوئے بچہ خویش را
ہاتھی اپنے بچّے کی خوشبو پہچانتا ہے

آنکہ یابد بُوئے حق را از یمن
وہ ذات جو اللہ کی خوشبو یمن سے سُونگھ لے

چوں نیابد بُوئے باطل از من
وہ میرے باطل کی بُو کو کیوں محسوس نہ کرے گی

مصطفیٰ چوں بُو بَرد از راہِ دُور
مصطفیٰ نے جب اس دور دراز راستے سے بُو محسوس کر لی

چوں نیابد از دہانِ ما بخور
ہمارے مُنہ کی بو کیوں نہ محسوس کریں گے

ہم[3] بیابد لیک پوشاند ز ما
وہ محسوس کر لیتے ہیں لیکن ہم سے چھپاتے ہیں

بُوئے نیک و بد برآید بر سما
اچھی اور بُری بو آسمان پر پہنچتی ہے

تو ہمی خسپی و بُوئے آں حرام
تو سو جاتا ہے اور اُس حرام کی بُو

می زند بر آسمانِ سبز فام
نیلگوں آسمان پر پہنچتی ہے

---

[1] ڈرا۔ یعنی ہاتھی کو۔ شکوہ۔ خوف، ڈر۔ بر ہوا۔ ہاتھی نے ہر ایک کو ہوا میں اُچھالا اور وہ گر کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اے خورندہ۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں نبرد۔ معرکہ، جنگ۔ مالِ ایشاں۔ کسی کے مال کو تباہ کرنا، جان کے تباہ کرنے کے برابر ہے۔ کیفر۔ جزا، بدلہ۔ پارہ خوار۔ رشوت خوار۔ خصمِ فیل یعنی ہاتھی کی جانب سے لڑنے والا۔

[2] بوئے۔ مکار کو اُس کے مکر کی بُو رسوا کر دیتی ہے۔ آنکہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا مجھے یمن کی طرف سے رحمان کی خوشبو آتی ہے۔ اِس میں حضرت اویس قرنیؓ کی طرف اشارہ ہے۔ بخور۔ بُو۔

[3] ہم بیابد۔ ہمارے سب عیوب آنحضورؐ پر واضح ہیں لیکن پردہ پوشی فرماتے ہیں۔

ہمرہِ انفاسِ زشتت می شود
وہ تیرے بُرے سانسوں کے ساتھ ہوجاتی ہے

تا بہ بوگیرانِ[1] گردوں می رود
یہاں تک کہ آسمان کے خوشبو سونگھنے والوں تک پہنچ جاتی ہے

بوئے کبر و بوئے خشم و بوئے آز
تکبر کی بو، غصہ کی بُو، حرص کی بو

در سخن گفتن بیاید چوں پیاز
پیاز کی طرح بات کرنے میں محسوس ہوجاتی ہے

گر خوری سوگند من کے خوردہ ام
اگر تو قسم کھائے کہ میں نے کب کھائی ہے

از پیاز و سیر تقوے کردہ ام
پیاز اور لہسن سے میں پرہیز کرتا ہوں

آں دمِ سوگند غمازی کند
اُس وقت قسم تیری چغلی کھائے گی

بر دماغ ہمنشیناں بر زند
(اور) ساتھیوں کے دماغ سے ٹکرائے گی

پس دعا[2] ہا رد شود از بوئے آں
اُس بُو کی وجہ سے دُعائیں مردود ہوں گی

آں دلِ کژ می نماید در زباں
وہ دل کی کجی زبان پر نمایاں ہوجاتی ہے

اخسئوا آید جواب آں دعا
اُس دعا کا جواب، اخسئوا آتا ہے

چوبِ رد باشد جزائے ہر دغا
ہر دغابازی کا جواب، مار کی لاٹھی ہوتی ہے

گر حدیثے کژ بود معنیت راست
اگر لفظ ٹیڑھے ہوں، اور معنیٰ سیدھے ہوں

آں کژیِ لفظ مقبولِ خداست
وہ لفظوں کی ٹیڑھ، اللہ کے یہاں مقبول ہے

ور بود معنی کژ و لفظت نکو
اور اگر معنیٰ ٹیڑھے ہوں اور تیرے الفاظ اچھے ہوں

آں نکو لفظے نیرزد یک تسو
وہ اچھے لفظ، دمڑی کے قابل بھی نہیں

دربیانِ خطائے محبان کہ بہتر از صوابِ بیگانگاں ست نزدِ محبوب
دوستوں کی اُس غلطی کے بیان میں، جو محبوب کے نزدیک غیروں کی ٹھیک بات سے بہتر ہے

آں بلالِ[3] صدق در بانگِ نماز
وہ سچے بلالؓ اذان میں

حی را ہی خواند از روئے نیاز
(لفظ) حی کو عاجزی سے ہی پڑھتے تھے

تا بگفتند اے پیمبر نیست راست
یہاں تک کہ منافقوں نے کہا اے پیغمبر ٹھیک نہیں ہے

ایں خطا اکنوں کہ آغازِ بناست
یہ غلطی اس وقت کہ تعمیر کی ابتدا ہے

اے نبی و اے رسولِ کردگار
اے اللہ کے رسول اور نبی

یک مؤذن کو بود افصح بیار
ایک زیادہ فصیح مؤذن لے آئیے

عیب باشد اولِ دین و صلاح
دین اور نیکی کے شروع میں عیب ہوگا

لحن خواندن لفظِ حی علی الفلاح
لفظ حی علی الفلاح کو غلط پڑھنا

[1] بوگیران۔ وہ فرشتے جو بلا کی بو سونگھ لیتے ہیں۔ بوئے کبر تمام رذائل کی بدبو پیاز کی بو کی طرح پھیلتی ہے۔ گر خوری۔ اگر تو کھانے کا انکار بھی کرے گا تو اسکی بدبو تیرے خلاف گواہی دے گی۔ غمازی چغلی کھانا۔

[2] پس دعا ہا۔ گناہوں کی بُو سے دعائیں مردود ہوجاتی ہیں اور دل کی کجی زبان سے ظاہر ہوتی ہے۔ اخسئوا۔ دور ہوجاؤ یہ کافروں کی پکار کے جواب میں کہا جائے گا۔ چوب رد۔ بھگانے کی لاٹھی۔ گر حدیثے یعنی اخلاص کیساتھ نامناسب لفظ بھی مقبول بارگاہ ہیں۔ ور بود۔ اگر دعا میں اخلاص نہیں ہے تو بہتر الفاظ بھی مردود ہیں۔ دربیان۔ دوستوں کی غلطی بیگانوں کی اچھائی سے اچھی ہے۔

[3] بلال۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور مؤذن حی کو ہی یعنی لفظ حی علی الصلوٰۃ میں حا حطی کی بجائے ہائے ہوز کا تلفظ کرتے تھے۔ بگفتند۔ منافقوں نے کہا۔ آغاز یعنی اسلامی تعلیمات کی ابتدا ہے۔ افصح۔ یعنی ایسا مؤذن جو ہر حرف صحیح مخرج سے ادا کرے۔ لحن۔ پڑھنے کی غلطی۔

خشمِ[1] پیغمبر بجوشید و بگفت — یک دو رمزے از عنایاتِ نہفت
پیغمبرؐ کا غصہ جوش میں آیا اور فرمائے — ایک دو اشارے چھپی ہوئی عنایتوں میں سے

کاے خساں نزدِ خدا ہیِّ بلالؓ — بہتر از صد حیّ حیّ و قیل و قال
کہ اے کمینو! اللہ کے نزدیک بلالؓ کا ہیّ — شوروغل کے سیکڑوں حیّ اور حیّ سے بہتر ہے

وا مشورانید تا من رازِ تاں — وا نگویم زآخر و آغازِ تاں
جوش نہ دلاؤ تاکہ میں تمہارے راز — اوّل اور آخر کے صاف نہ کہہ ڈالوں

گر نداری تو دمِ خوش در دعا — رو دعا می خواہ زاخوانِ صفا
اگر تو دعا میں اچھا دم نہیں رکھتا ہے — جا صفائی والوں سے دعا کرالے

امر[2] کردنِ حق تعالےٰ بموسیٰ علیہ السّلام بدہانے خواں مرا کہ بداں دہاں گناہ نکردہ باشی

اللہ تعالےٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دینا کہ مجھے اُس منہ سے پکار جس منہ سے تونے گناہ نہ کیا ہو

بہرِ ایں فرمود با موسیٰؑ خدا — وقتِ حاجت خواستن اندر دعا
اس کے لئے اللہ (تعالیٰ) نے موسیٰؑ سے فرمایا — دعا میں مراد مانگتے وقت

کاے کلیم اللہ ز من میجو پناہ — با دہانے کہ نکردی تو گناہ
کہ اے کلیم! میری پناہ چاہ — اُس منہ سے جس سے تونے گناہ نہ کیا ہو

گفت موسیٰؑ من ندارم آں دہاں — گفت ما را از دہانِ غیر خواں
موسیٰؑ نے عرض کیا میرا وہ منہ نہیں ہے — فرمایا ہمیں دوسرے کے منہ سے پکار

از دہانِ غیر کے کردی گناہ — از دہانِ غیر برخواں کاے اِلٰہ
دوسرے کے منہ سے تونے کب گناہ کیا ہے — دوسرے کے منہ سے کہہ کہ اے خدا

آنچناں کن کاں دہانہا مر ترا — در شب و در روزہا آرد دعا
ایسا کر کہ وہ منہ تیرے لئے — رات اور دن دعائیں کریں

از دہانے کہ نکردستی گناہ[3] — آں دہانِ غیر باشد عذر خواہ
اس منہ سے جس سے تونے کبھی گناہ نہیں کیا — وہ دوسرے کا منہ تیرا عذر خواہ ہوگا

یا دہانِ خویشتن را پاک کن — روحِ خود را چابک و چالاک کن
یا اپنے منہ کو پاک کر — (اور) اپنی روح کو چست و چالاک بنا

---

[1] خشم۔ منافقوں کے اعتراض سے آنحضورؐ کو غصہ آیا۔ عنایات۔ جو حضرت بلالؓ پر تھیں۔ ہیّ بلالؓ یعنی بلالؓ کا لفظ حیّ کی بجائے ہیّ کہنا اُس حیّ کہنے سے بہتر ہے جس میں اخلاص نہ ہو۔ گر نداری۔ یعنی کہ دعا کی قبولیت کیلئے اخلاص شرط ہے اگر خود میں اخلاص نہ ہو تو مخلص سے دعا کرالے۔

[2] امر کردن۔ اس قصہ کا ظاہر یہ ہے کہ اگر خود میں اخلاص نہ ہو تو مخلصین سے دعا کرائے۔ کلیم۔ حضرت موسیٰؑ۔ آں دہاں۔ یعنی وہ منہ جس سے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ از دہانِ غیر۔ اگر وہ منہ گنہگار بھی ہو تو تم نے تو اُس منہ کے ذریعہ گناہ نہیں کیا۔ آنچناں۔ یعنی لوگوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کر کہ وہ دعائیں کریں۔

[3] گناہ۔ دعا کرنے کے لئے ایسے منہ کی ضرورت تھی جس سے تو نے گناہ نہ کیا ہو اور وہ تیرے پاس نہیں ہے تو غیر کا منہ تیری اس مجبوری کیلئے عذر خواہ ہو جائیگا۔ یا دہاں۔ اپنے منہ سے دعا کرنی ہے تو اُس کو اور روح کو پاک کر لینا چاہئے۔

ذکرِ حق[1] پاک است چوں پاکی رسید — رخت بر بندد بروں آید پلید
اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک ہے جب پاکی حاصل ہوئی — ناپاکی بوریا بستر باندھ لیتی ہے باہر ہو جاتی ہے

می گریزد ضدہا از ضدہا — شب گریزد چوں برافروزد ضیا
ضدیں، ضدوں سے گریز کرتی ہیں — رات بھاگ جاتی ہے جب روشنی نمودار ہوتی ہو

چوں درآید نام پاک اندر دہاں — نے پلیدی ماند و نے آں دہاں
جب (اللہ تعالیٰ کا) پاک نام منہ میں آتا ہے — نہ پلیدی رہتی ہے اور نہ وہ منہ رہتا ہے

دربیانِ آنکہ اللہ گفتنِ نیاز مند عینِ لبیک گفتنِ حق ست
اس کا بیان کہ نیاز مند کا اللہ کہنا اللہ کا لبیک کہنا ہے

آں یکے[2] اللہ می گفتے شباں — تاکہ شیریں می شد از ذکرش لباں
ایک شخص رات کو اللہ اللہ کہتا تھا — یہاں تک کہ ذکر سے اس کے ہونٹ میٹھے ہوئے تھے

گفت شیطانش خموش اے سخت رو — چند گوئی آخر اے بسیار گو
شیطان نے اس سے کہا اے سخت جان! چپ — اے بت بنے! آخر کب تک کہے گا

ایں ہمہ اللہ گوئی از عتو — خود یکے اللہ را لبیک کو
یہ سب تو غرور سے اللہ اللہ کہتا ہے — اللہ کی جانب سے ایک بھی لبیک کہاں ہے؟

می نیاید یک جواب از پیشِ تخت[3] — چند اللہ می زنی بار وئے سخت
بیٹھگاہِ خداوندی سے ایک جواب بھی نہیں آتا ہے — تو سخت روئی سے کتنی بار اللہ کی ضرب لگائے گا

او شکستہ دل شد و بنہاد سر — دید در خواب او خضر را در خضر
وہ دل شکستہ ہو گیا اور لیٹ گیا — اس نے خواب میں حضرت خضر کو سبزہ زار میں دیکھا

گفت ہیں! از ذکر چوں وا ماندۂ — چوں پشیمانی ازاں کش خواندۂ
انہوں نے کہا ہاں! تو ذکر سے کیوں رک گیا — تو اس سے کیوں شرمندہ ہے کہ اس کو پکارتا تھا

گفت لبیکم[4] نمی آید جواب — زاں ہمی ترسم کہ باشم ردِ باب
اس نے کہا جواب میں میرے پاس لبیک نہیں آتا ہے — اس سے میں خوفزدہ ہوں کہ میں مردودِ بارگاہ ہوں

گفت خضرش کہ خدا گفت ایں بمن — کہ برو با او بگو اے ممتحن
اس سے حضرت خضر نے کہا خدا نے یہ مجھ سے کہا ہے — کہ جا اس سے کہہ اے آزمائش میں پڑنے والے

گفت آں اللہ تو لبیکِ ماست — آں نیاز و درد و سوزت پیکِ ماست
وہ تیرا اللہ کہنا ہی ہماری لبیک ہے — وہ عاجزی اور تیرا درد و سوز ہی ہمارا قاصد ہے

---

[1] ذکرِ حق۔ روح کے پاک کرنے کی یہ تدبیر ہے کہ ذکر کی پاکی اس میں داخل کرو ناپاکی خود بھاگ جائے گی۔

[2] آں یکے۔ یعنی شب کو ذکر خداوندی کرتا تھا۔ لبیک۔ یہ پکارنے والے کو جواب دیا جاتا ہے جس کے معنی ہیں میں حاضر ہوں۔ تخت یعنی عرشِ باری۔ خضر حضرت خضر کو اس وجہ سے خضر کہا گیا ہے کہ ان کی کرامت یہ ہے کہ جہاں کہیں بیٹھ جاتے ہیں سبزہ اُگ جاتا ہے۔

[3] لبیکم۔ یعنی لبیک کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میرے پاس جواب نہیں آتا ہے اس سے مجھے یہ خیال ہو گیا ہے کہ میں مردودِ بارگاہ ہوں۔ ممتحن۔ مبتلا۔ گفت۔ اللہ کا اپنی یاد میں لگا لینا ہی اس کی جانب سے لبیک ہے۔

علے نے ترا در کار من آورده ام
کیا میں نے تجھے (اپنے) کام میں نہیں لگا رکھا ہے

کہ من مشغول ذکرت کرده ام
کیا میں نے تجھے ذکر میں مشغول نہیں کر رکھا ہے

حیلہا و چاره جوئیہائے تو
تیری تدبیریں اور کوششیں

جذب ما بود و کشاد ایں پائے تو
ہماری کشش سے تھیں اور اس نے تیرے پاؤں کھولے

ترس و عشقِ تو کمندِ لطفِ ماست
تیرا خوف اور عشق ہماری مہربانی کی کمند ہے

زیرِ ہر یاربّ تو لبیکہاست
تیرے ہر یارب کہنے میں ہماری لبیکیں ہیں

جانِ جاہل زیں دُعا جز دور نیست
جاہل کی جان اِس دعا سے دور ہی ہے

زانکہ یاربّ گفتنش دستور نیست
کیونکہ یارب کہنا اُس کی عادت نہیں ہے

بر دہان و بر دلش قفل ست و بند علے
اُس کے منہ اور دل پر تالا اور بند ہے

تا ننالد با خدا وقتِ گزند
تاکہ تکلیف کے وقت خدا سے نالہ نہ کر سکے

داد مر فرعون را صد مُلک و مال
فرعون کو سیکڑوں مُلک اور مال دیئے

تا کرد او دعویِ عزّ و جلال
یہاں تک کہ اُس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا

در ہمہ عمرش ندید او دردِ سر
یعنی تمام عمر اُس نے سر کا درد نہ محسوس کیا

تا ننالد سوئے حق آں بدگہر
تاکہ وہ بداصل اللہ کی جناب میں نالہ نہ کر سکے

داد او را جملہ مُلکِ ایں جہاں علے
اُس کو اِس دنیا کی تمام سلطنت دے دی

حق ندادش درد و رنج و اندہاں
اللہ نے اُس کو درد اور رنج اور غم نہ دیئے

درد آمد بہتر از مُلکِ جہاں
درد دنیا کی دولت سے بہتر ہے

تا بخوانی مر خدا را در نہاں
تاکہ تو تنہائی میں خدا کو پکارے

زانکہ درد و رنج و بارِ اندہاں
اِس لئے کہ درد اور رنج اور غموں کا بوجھ

قند نصیبِ دوستانش در جہاں
دنیا میں اُس کے دوستوں کا حصہ ہے

خواندنِ بے درد از افسردگی ست
بغیر درد کے پکارنا افسردگی ہے

خواندنِ با درد از دل بُردگیست
درد کے ساتھ پکارنا دلربائی کی وجہ سے ہے

آں کشیدن زیرِ لب آواز را
دبے ہونٹوں آواز نکالنا

یاد کردن مبدء و آغاز را
مبدء اور شروع کو یاد کرنا ہے

آں شده آواز صافی و حزیں
وہ آواز صاف اور غمناک ہو چکی ہے

کاے خدا اے مُستغاث و اے مُعیں
اے خدا! اے مددگار، اے مُعین!

علے نے ترا۔ کسی شخص کو عبادت کی توفیق ہونا اللہ کی جانب سے قبولیت کی دلیل ہے یہ اللہ کا کرم ہی ہے کہ وہ اپنی یاد میں لگا دے۔ جذب۔ کشش ترس۔ اللہ کا عشق اسکی رحمتوں کو متوجہ کر دیتا ہے تو دعا کرنے والے کا ایک بار یارب کہنا اللہ تعالیٰ کی جانب سے چند بار لبیک کہنا ہوتا ہے۔

علے بر دہاں۔ جس سے خدا ناراض ہوتا ہے اسکو کبھی بھی دعا کی توفیق نہیں ہوتی۔ درد سر اللہ نے اسکو درد سر سے بھی محروم رکھا اور یہ دعا کا سبب بنتا۔

علے داد او را۔ بیماری جو اللہ کی طرف رجوع کر دے اللہ کی ایک رحمت ہے حدیث شریف ہے اللہ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اُس کو مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اسکی عاجزی کو سنے۔ اندہاں۔ اندوہ کی جمع ہے غم۔ خواندن۔ بے دردی کے ساتھ دعا افسردگی کا نتیجہ ہے درد کے ساتھ دعا عشق کا نتیجہ ہے۔ آں کشیدن گھٹ گھٹ کر رونا۔ مبدء اور آغاز کی یاد سے ہوتا ہے۔ آں شده۔ جب انسان درد کی حالت میں اے خدا اے مستغاث کہتا ہے تو اس کی آواز صاف ہوتی ہے اور اس میں حزن کی کیفیت ہوتی ہے۔

نالۂ سگ در رہش بے جذبہ نیست
اُسکے راستے میں کتے کا رونا بھی بغیر جذبہ کے نہیں ہے

زانکہ ہر راغب اسیر رہزنیست
اس لئے کہ ہر رغبت کرنے والا ایک رہزن کا قیدی ہے

چوں سگ کہفے کہ از مُردار رَست
اصحاب کہف کے کتے کی طرح جس نے مُردار سے نجات پائی

بر سرِ خوانِ شہنشاہاں نشست
شہنشاہوں کے خوان پر بیٹھ گیا

تا قیامت می خورد او پیشِ غار
وہ غار کے سامنے قیامت تک پیتا ہے

آب رحمت عارفانہ بے تغار
عارفانہ آبِ حیات بغیر پیالے کے

اے بسا سگ پوست کو را نام نیست
اے مخاطب بہت سے معمولی لباس والے ہیں جنکا ذکر بھی نہیں ہے

لیک اندر پردہ بے آں جام نیست
لیکن در پردہ وہ اُس جام کے بغیر نہیں ہیں

جاں بدہ از بہرِ آں جام اے پسر
اے صاحبزادے! اُس جام کے لئے جان دیدے

بے جہاد و صبر کے باشد ظفر
بغیر جہاد اور صبر کے فتح کب ہوتی ہے

صبر کردن بہر ایں نبود حرج
اس (جام) کیلئے صبر کرنے میں کوئی خرابی نہیں ہے

صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

زیں کمیں بے حزم و صبرے کس نجست
اس گھات سے بغیر احتیاط اور صبر کے کوئی نہیں نکلا

حزم را خود صبر آمد پا و دست
احتیاط کے لئے صبر خود ہاتھ پاؤں ہے

حزم کن از خورد کیں زہریں گیاست
کھانے میں احتیاط برت کیونکہ یہ زہریلی گھاس ہے

حزم کردن زور و نورِ انبیاست
احتیاط کرنا انبیاء کی طاقت اور نور ہے

کاہ باشد کو بہر بادے جہد
گھاس ہے جو ہر ہوا سے ہلتی ہے

کوہ کے ہر باد را وزنے نہد
پہاڑ ہر ہوا کو کب جانچتا ہے

ہر طرف غولے ہمی خواند تُرا
چھلاوا ہر جانب سے تجھے پکارتا ہے

کاے برادر راہ خواہی ہیں بیا
کہ اے بھائی! راستہ چاہتا ہے خبردار آجا

رہنمایم ہمرہت باشم رفیق
راستہ دکھاؤں گا اور تیرا رفیقِ سفر رہوں گا

من قلاوزم دریں راہِ دقیق
میں اِس باریک راستے میں تیرا راہنما ہوں

نے قلاوز ست و نے رہ داند او
وہ نہ راہنما ہے، نہ راستہ جانتا ہے

یوسفا کم رو سوئے آں گرگ خُو
اے یوسف! اس بھیڑیا صفت کیطرف نہ جا

حزم آں باشد کہ نفریبد تُرا
احتیاط یہی ہے کہ تجھے فریب نہ دے سکیں

چرب و نوش و داملہائے ایں سرا
اِس دنیا کے چکنے اور شیریں جال

۵۱ نالۂ سگ۔ جب جذبۂ الٰہی طاری ہوتا ہے تب ہی انسان حق کے ساتھ گریہ کرتا ہے۔ چون سگ۔ اصحاب کہف کے کتے میں جذب پیدا ہو گیا تھا۔ تا قیامت۔ قطیر برابر مے وحدت پی رہا ہے۔ اے بسا۔ بہت سے اہل اللہ ایسے ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا۔

۵۲ جاں بدہ۔ جام محبت کی طلب میں صبر کے ساتھ جان دیدینی چاہیے۔ صبر کردن۔ جہاد و مجاہدات میں صبر سے کام لیتا ہے تو فتح یاب ہوتا ہے اور جام محبت حاصل ہو جاتا ہے۔ کیں۔ گھات۔ حزم۔ احتیاط۔ دنیاوی معاملات میں احتیاط اور پختہ کاری سے کام لینا ضروری ہے ذرا سی غفلت انسان کو منزل سے بہت دور کر دیتی ہے۔

۵۳ کاہ باشد۔ ہر خواہش نفس کا تابع تنکے کی طرح ہے انسان کو کوہ گراں ہونا چاہیے۔ ہر طرف۔ شیطان طرح طرح سے انسان کو دھوکے دیتا ہے۔ قلاوز۔ راہنما۔ یوسفا۔ حضرت یوسف کے ساتھ بھیڑیے کا تصور عام شاعرانہ تخیل ہے۔ حزم۔ انسان کی پختہ کاری یہ ہے کہ وہ شیطان کے فریب میں نہ آئے۔

کرنہ چربے دار دونے نوش او | سحر خواند می دمد در گوش او
دانے میں چکنائی ہے، نہ مٹھاس | وہ منتر پڑھتا ہے (اور) تیرے کان میں پھونکتا ہے

کہ بیا مہمانِ ما اے روشنی[1] | خانہ آنِ تست و تو آنِ منی
کہ آجا اے ہمارے مہمان اور (گھر کی) روشنی | گھر تیرا ہے اور تو میرا ہے

حزم آں باشد کہ گوئی تخمہ ام | یا سقیم و خستۂ ایں دخمہ ام
احتیاط یہ ہوگی کہ تو کہہ دے میں بدہضمی میں ہوں | یا (کہہ دے) میں اس قبرستان کا بیمار اور زخمی ہوں

یا سرم درد است و درد سر ببر | یا مرا خواندست آں خالو پسر
یا (کہہ دے) میرے سر میں درد ہے اور دردِ سر دور کردے | یا (کہہ دے) مجھے ماموں کے بیٹے نے بلایا ہے

زانکہ[2] یک نوشت دہد با نیشہا | کہ بکارد در تو نوشش ریشہا
کیونکہ وہ تجھے ایک شہد بہت سے ڈنکوں کے ساتھ دیگا | اس کا شہد تجھ میں بہت سے زخم پیدا کردے گا

زر اگر پنجاہ و گر شصتت دہد | ماہیا او گوشت در شصتت نہد
وہ اگر پچاس یا ساٹھ اشرفیاں تجھے دے | اے مچھلی! وہ کانٹے میں تیرے لئے گوشت لگا رہا ہے

گر دہد خود کے دہد آں پر حیل | جوز پوسیدست و گفتار دغل
اگر وہ حیلہ باز کچھ دیتا بھی ہے تو کہاں دیتا ہے | (اسکے) اخروٹ سڑے ہوئے ہیں اور باتیں مکاری کی ہیں

زغزغ زر مغز و عقلت را برد | صد ہزاراں عقل را یک نشمرد
اشرفیوں کی کھنکھناہٹ تیرے دماغ اور عقل کو زائل کر دیتی ہے | لاکھوں عقلوں کو ایک بھی نہیں سمجھتی ہے

یار[3] تو خرجینِ تست و کیسہ ات | گر تو رامینی مجو جز ویسہ ات
تیرا دوست تیرا ناشتہ دان اور تیری تھیلی ہے | اگر تو رامین ہے اپنی ویسہ کے علاوہ کسی کو نہ چاہ

ویسہ و معشوق تو ہم ذاتِ تست | ویں برونیہا ہمہ آفاتِ تست
تیری ویسہ اور معشوق تیری ہی ذات ہے | اور یہ بیرونی چیزیں سب تیری مصیبتیں ہیں

حزم آں باشد کہ چوں دعوت کنند | تو نگوئی مستِ خواہانِ من اند
احتیاط یہ ہے کہ جب تجھے بلائیں | تو یہ نہ کہنا وہ عاشق اور میرے خواہاں ہیں

دعوتِ ایشاں صفیرِ مرغ داں | کہ کند صیاد در مکمن نہاں
اُن کی دعوت کو پرندوں کی سیٹی سمجھ | جو شکاری گھات میں چھپ کر بجاتا ہے

مرغ مردہ پیش بنہادہ کہ ایں | می کند ایں بانگ و آواز و حنیں
مرا ہوا پرندہ اس نے آگے رکھ لیا ہے کہ یہ | آواز اور فریاد اور نالہ کر رہا ہے

[1] اے روشنی یعنی اے گھر کی روشنی۔ تخمہ ام یعنی شیطان کے لالچ میں نہ آئے اور مختلف بہانے کرکے اس کے دامِ فریب سے بچ جائے۔ دخمہ۔ قبرستان۔

[2] زانکہ۔ شیطان کے خوشنما فریب میں سیکڑوں مضرتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ اگر وہ کچھ دے تو اس کی عطا بھی پُر فریب ہے۔ آخر یہ دنیا کی دولت کی جھنکار انسان کی عقل کو اندھا کردیتی ہے۔

[3] یار تو۔ قدرت نے انسان کو جو کچھ دیا ہے اس پر قناعت کرے۔ رامین۔ عرب کا مشہور عاشق۔ ویسہ۔ عرب کی مشہور معشوقہ کا نام۔ حزم آں باشد۔ انسان کی پختہ کاری یہ ہے کہ خارجی عوامل کی طرف دھیان نہ دے اور ان کو دھوکا سمجھے۔ مکمن۔ گھات۔ حنین۔ رونے کی آواز۔

مُرغ پندارد کہ جنسِ اوست آں — جمع آید بر در وشاں پوست آں

بد عوے سمجھتے ہیں کہ وہ ان کا ہم جنس ہے — وہ جمع ہو جاتے ہیں اور وہ اُن کی کھال اُدھیڑ دیتا ہے

جُز مگر مُرغے کہ حَزمش داد حق — تا نگردد گیج ازاں دانہ و مُلق

سوائے اُس پرندے کے جس کو خدا نے عقل دیدی ہو — تاکہ اُس دانہ اور خوشامد سے احمق نہ بنے

ہست بے حزمی پشیمانی یقیں — حَزم را مگزار و محکم کُن تو ایں

بے احتیاطی یقیناً پشیمانی ہے — احتیاط کو نہ چھوڑ تو اِس کو مضبوط کرلے

زانکہ بے حزمی شقاوت بر دہد — دیں رَوَد از دست و دردِ سر دہد

اِس لئے کہ بے احتیاطی بدبختی کا پھل دیتی ہے — دین ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور دردِ سر پیدا کرتی ہے

بشنو ایں افسانہ را در شرحِ ایں — تا شوی حازمِ برائے حفظِ دیں

اِس کی تشریح میں یہ قصہ سُن لے — تاکہ تو دین کی حفاظت کیلئے پختہ کار بن جائے

فریفتنِ روستائی شہری را و بدعوت خواندن بہ لابہ و الحاح

ایک دیہاتی کا ایک شہری کو فریفتہ کرنا اور خوشامد اور عاجزی سے دعوت دینا

اے برادر بود اندر ما مضٰی — شہری با روستائی آشنا

اے بھائی! گذشتہ (زمانہ) میں تھا — ایک شہری ایک دیہاتی کا دوست

روستائی چوں سوئے شہر آمدے — خرگہ اندر کوئے آں شہری زدے

دیہاتی جب شہر میں آتا — اُس شہری کے کوچے میں مقیم ہوتا

دو مہ و سہ ماہ مہمانش شُدے — بر دکانِ اُو و بر خوانش بُدے

دو تین مہینے اُس کا مہمان ہوتا — اُس کی دُکان اور اُس کے دسترخوان پر رہتا

ہر حوائج را کہ بودش آں زماں — راست کردے مردِ شہری رائگاں

اُس کی اُس وقت جو ضرورتیں ہوتیں — وہ شہری مفت مُہیا کرتا

رُو بشہری کرد و گفت اے خواجہ تو — ہیچ می نائی سوئے دہ فرجہ جو

وہ (دیہاتی) شہری کیطرف متوجہ ہوا اور کہا کہ جناب! — تفریح کے لئے آپ کبھی گاؤں میں نہیں آتے ہیں

اللہ اللہ جملہ فرزنداں بیار — کایں زمانِ گلشن ست و نوبہار

خدا کے لئے تمام بچوں کو لایئے — کیونکہ یہ موسم باغ اور نو بہار کا ہے

لہ مُرغ پندارد: شکاری مُردہ جانور سامنے رکھکر اُسکی بولیاں بولتا ہے دوسرے پرند اُس سے دھوکا کھاجاتے ہیں۔ مُلق۔ احمق تملق۔ چاپلوسی۔

سہ بشنو: اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شہری نے احتیاط سے کام نہ لیا اور دیہاتی کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر پریشان ہوا۔ لابہ: خوشامد۔ اِلحاح۔ اصرار۔ مَضٰی۔ جو کہ گذرا۔ روستائی۔ دیہاتی۔ خرگہ خیمہ۔ جیسے۔ دکان پر ٹھہرتا اور اُسکے یہاں کھانا کھاتا۔

سہ حوائج۔ ضروریات۔ رائگاں۔ مفت۔ فرجہ۔ تفریح۔ گلشن۔ باغ۔

یا بتابستاں[۱] بیا وقتِ ثمر — تا بہ بندم خدمتت را من کمر
یا گرمیوں میں پھل کے وقت آیئے — تاکہ میں آپ کی خدمت میں کمربستہ ہو جاؤں

خیل و فرزندان و قومت را بیار — در دہِ ما باش سہ ماہ و چہار
خاندان اور بچوں اور اپنی قوم کو لایئے — ہمارے گاؤں میں تین چار مہینے رہیے

در بہاراں خطۂ دہ خوش بود — کشت زار و لالۂ دلکش بود
بہار کے موسم میں گاؤں کا علاقہ اچھا ہوتا ہے — کھیتیاں اور دلکش لالہ ہوتا ہے

وعدہ دادے شہری او را دفعِ حال — تا بر آمد بعدِ وعدہ ہشت سال
ٹالنے کے لئے شہری اُس سے وعدہ کر لیتا — یہاں تک کہ وعدے ہی وعدے میں آٹھ سال گزر گئے

او بہر سالے ہمی گفتے کہ کے — عزم خواہی کرد کآمد ماہِ دے
وہ (دیہاتی) ہر سال کہتا کہ کب — آپ ارادہ کریں گے، خزاں کا موسم آ گیا

او بہانہ ساختے کامسال ما — از فلاں خطہ بیاید[۲] میہماں
وہ (شہری) بہانہ بنا دیتا کہ اس سال ہمارے — فلاں علاقے کا مہمان آئے گا

سالِ دیگر گر توانم وارہید — از مُہمات آں طرف خواہم دوید
اگر آئندہ سال نجات پاؤں گا — ضروریات سے، اُدھر آؤں گا

گفت ہستند آں عیالم منتظر — بہرِ فرزندانِ تو اے اہلِ بر
اُس (دیہاتی) نے کہا میرے بال بچے منتظر ہیں — آپ کے بچوں کے، اے کرم فرما!

باز ہر سالے چو لکلک آمدے — تا مقیمِ قُبۂ شہری شدے
پھر وہ ہر سال لقلق کی طرح آ جاتا — شہری کے گھر مقیم ہو جاتا

خواجہ ہر سالے ز زر و مالِ خویش — خرج او کردے کشادے بالِ خویش
خواجہ (شہری) ہر سال اپنا روپیہ پیسہ — اُس پر خرچ کرتا، اپنا دل کھول دیتا

آخریں کرت سہ ماہ آں پہلواں — خواں نہادش بامداداں و شباں
آخری مرتبہ اُس سخی نے تین مہینے — صبح اور شام اُس کے لئے دستر خوان بچھایا

از خجالت باز گفت او خواجہ را — چند وعدہ چند بفریبی مرا
اُس (دیہاتی) نے خواجہ (شہری) سے شرمندگی سے کہا — آپ کتنے وعدے اور کتنا دھوکا دیں گے

گفت خواجہ جسم و جانم وصل جوست — لیک ہر تحویل[۳] اندر حکمِ اوست
خواجہ (شہری) نے کہا میرا جسم اور جان ملنے کے متمنی ہیں — لیکن ہر نقل و حرکت اللہ کے قبضہ میں ہے

۱ تابستاں۔ موسم گرما۔ ثمر۔ پھل۔ خیل۔ قبیلہ، گروہ۔ دفعِ حال۔ دفع الوقتی۔ دَے۔ یعنی موسم بہار گذر کر موسم خزاں آگیا۔
۲ بیاید۔ یعنی چونکہ مہماں کی آمد کی مجبوری ہے لہذا سفر نہ کر سکوں گا۔ مُہمات۔ ضروریات۔ بر۔ نیکی۔ لکلک۔ لقلق آبی پرندہ جس کی ہر ملک میں آمد و رفت مقررہ مہینوں میں ہوتی ہے۔ بال۔ بازو، دل۔ پہلوان۔ پہلو دار، سخی۔
۳ تحویل۔ بدلنا، نقل و حرکت کرنا۔

آدمی چوں کشتی ست و بادباں
انسان کشتی اور بادبان جیسا ہے

تا کے آرد باد را آں بادراں[1]
(دیکھیں وہ ہوا چلانے والا ہوا کب چلائے

باز سوگند آں بداندش کاے کریم
اُس (دیہاتی) نے اُس (شہری) کو پھر قسم دی

گیر فرزنداں بیا بنگر نعیم
اور اولاد کو لیجئے، آیئے، مزے دیکھئے

دستِ اُو بگرفت سہ کرت بعہد
تین مرتبہ عہد کے لئے اُس کا ہاتھ پکڑا

کاللہ اللہ زود آ بنمائی جہد
کہ خدا کے لئے جلد آیئے، کوشش کیجئے

بعدِ دہ سال و بہر سالے چنیں
دس سال بعد، اور ہر سال اِسی طرح کی

لابہا و وعدہائے شکریں
خوشامدیں اور شیریں وعدے

کودکانِ خواجہ گفتند اے پدر
خواجہ (شہری) کے بچوں نے کہا، اے ابا جان!

ماہ و ابر و سایہ ہم دارد سفر
چاند اور ابر اور سایہ بھی سفر کرتے ہیں

حقہا[2] بروے تو ثابت کردہ
آپ نے اُس (دیہاتی) پر حقوق قائم کردیئے ہیں

رنجہا در کارِ اُو بس بردہ
اُس کے معاملے میں بہت سی تکلیفیں اٹھائی ہیں

اُو ہمی خواہد کہ بعضے حقِ آں
وہ چاہتا ہے کہ اُن میں سے بعض حق

واگزارد چوں شوی تو میہماں
ادا کرے جب آپ مہمان ہوں

بس وصیت کرد ما را اُو نہاں
اُس (دیہاتی) نے ہم سے در پردہ بہت اصرار کیا ہے

کہ کشیدش سوئے دہ لابہ کناں
کہ اُس (آپ) کو خوشامد کرکے گاؤں کھینچ لائیں

گفت حق ست ایں و لے اے سیبوَیہ
اُس (شہری) نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن اے سیبویہ

اِتَّقِ مِنْ شَرِّ مَنْ اَحْسَنْتَ اِلَیْہِ
اس شخص کے شر سے بچ جس کے ساتھ تو نے احسان کیا ہے

دوستی[3] تخم دمِ آخر بود
دوستی آخری وقت کا بیج ہوتی ہے

ترسم از وحشت کہ آں فاسد شود
میں ڈرتا ہوں ناخوشی کی وجہ سے وہ بیج خراب ہو جائے

صحبتے باشد چو شمشیرِ قطوع
ایک میل جول بُراں تلوار کی طرح ہوتا ہے

ہمچو دے در بوستان و در زروع
جیسا کہ دے کا مہینہ باغ اور کھیتوں کے لئے

صحبتے باشد چو فصلِ نو بہار
ایک میل جول نو بہار فصل کی طرح ہوتا ہے

زو عمارتہا و دخلِ بے شمار
جس سے آبادیاں اور بے شمار آمدنی (ہوتی ہے)

حزم آں باشد کہ ظنِ بد بری
احتیاط یہ ہے کہ تو بدگمانی کرے

تا گریزی و شوی از بد بری
تاکہ تو گریز کرے اور برائی سے بری ہو جائے

[1] بادراں - ہوا چلانیوالا یعنی اللہ تعالے کرت - بار مرتبہ لابہا خوشامدیں - ماہ و ابر یعنی یہ چیزیں بھی حرکت کرتی ہیں۔

[2] حقہا - چونکہ تو نے اُسکی بہت خدمت کی ہے وہ اُسکا بدلہ دینا چاہتا ہے - بس وصیت - ہم سے چپکے سے کہہ گیا ہے ہم آپ کی خوشامد کرکے اُس کے گاؤں میں لے آئیں۔ سیبویہ - مشہور نحوی گذرا ہے یہاں مطلقاً عقلمند مراد ہے۔

[3] دوستی - یعنی دوستی بھی اُن نیکیوں میں سے ہے جو انسان کے آخری وقت میں کام آتی ہیں۔ وحشت - یعنی دوستی اگر نفرت سے بدل گئی۔ صحبتے - یعنی میل جول دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہے جو دوستی ٹوٹ جانے کا سبب بنتا ہے - دوسرا وہ ہوتا ہے جس سے دوستی میں مزید مضبوطی آتی ہے۔ حزم - احتیاط - ظنِ بد - یعنی یہ خیال کرے کہ یہ میل جول دوستی توڑ دے گا۔

حزم سوء الظن[1] فرمود آں رسول
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے احتیاط بدگمانی ہے

ہر قدم را دام می داں اے فضول
اے فضول! ہر قدم کو جال سمجھ

روئے صحرا ہست ہموار و فراخ
صحرا کا میدان ہموار اور فراخ ہے

ہر قدم دامے ست کم راں گوستاخ
(لیکن) ہر قدم پر جال ہے بے پروائی سے نہ چل

آں بزِ کوہی دود کہ دام کو
پہاڑی بکرا دوڑتا ہے کہ جال کہاں ہے؟

چوں بتازد دامش افتد در گلو
جب دوڑتا ہے جال اسکے گلے میں پھنس جاتا ہے

آنکہ می گفتی کہ کو اینک ببیں
تو نے جو یہ کہا تھا کہ کہاں ہے؟ یہ ہے دیکھ

دشت می دیدی نمی دیدی کمیں
تو نے جنگل دیکھا گھات کو نہ دیکھا

بے کمین و دام و صیاد اے عیار
اے چالاک! گھات اور جال کے بغیر

دُنبہ کے باشد میانِ کشت زار
کھیت میں دُنبہ کب ہوتا ہے

آنکہ گستاخ[2] آمدند اندر زمیں
جو لوگ اس دنیا میں گستاخ ہوتے ہیں

استخوان و کلہاشاں را ببیں
اُن کی ہڈیاں اور جبڑے دیکھ

چوں بگورستاں روی اے مرتضیٰ
اے پسندیدہ! جب تو قبرستان میں جائے

استخواں شاں را بپرس از ماضیٰ
اُن کی ہڈیوں سے گذشتہ واقعات پوچھ لے

تا بظاہر بینی آں مستانِ زور
تاکہ کھلے طور پر دیکھ لے کہ وہ طاقت کے بدمست

چوں فرو رفتند در چاہِ غرور
دھوکے کے کنویں میں کس طرح گرے ہیں

چشم[3] اگر داری تو کورانہ میا
اگر تیرے آنکھیں ہیں تو اندھا بن کر نہ آ

ور نداری چشم دست آور عصا
اگر آنکھیں نہیں ہیں تو لکڑی ہاتھ میں لے

آں عصائے حزم و استدلال را
وہ احتیاط اور استدلال کی لاٹھی

چوں نداری دیدہ می کن پیشوا
جب تیرے پاس نہیں ہے کسی کی آنکھ کو پیشوا بنا لے

ور عصائے حزم و استدلال نیست
اگر پختہ کاری اور استدلال کی لاٹھی نہیں ہے

بے عصا کش در سرِ ہر رہ مایست
لاٹھی پکڑنیوالے کے بغیر ہر راستہ پر نہ کھڑا ہو

گام زانساں نہ کہ نابینا نہد
پاؤں اس طرح رکھ جس طرح اندھا رکھتا ہے

تا کہ پائے از سنگ و از چہ وا رہد
تاکہ پاؤں پتھر اور کنویں سے نجات پا جائے

[1] سوء الظن۔ بدگمانی۔ گوستاخ۔ گستاخ، بے پروا۔ کہ دام کو۔ بکرا زبان حال سے کہتا ہے۔ عیار۔ ہوشیار۔ دنبہ چکدی مجازاً خاص قسم کا بکرا جس کے چکدی ہوتی ہے۔

[2] آنکہ گستاخ۔ جن لوگوں نے حزم سے کام نہ لیا انکی سرکشیوں کا انجام اُن کی ہڈیوں اور کھوپڑیوں سے معلوم کر لو۔ مرتضیٰ۔ پسندیدہ۔ ماقضیٰ گذشتہ۔ تا بظاہر قبرستان جا کر کھلم کھلا غرور کے نشہ سے مست لوگوں کا انجام دیکھو گے۔

[3] چشم اگر داری۔ غلطی سے بچنے کی پہلی صورت تو یہ ہے کہ عقل کے ذریعہ غلطی سے بچے۔ عصا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تجربہ کے ذریعہ غلطی سے بچا جائے۔ دیدہ می کن۔ تیسری صورت یہ ہے کہ کسی دیدہ ور کے ذریعہ غلطیوں سے بچا جائے۔ گام۔ اندھا چلنے میں احتیاط کرتا ہے ٹھوکر اور گڑھے سے بچ جاتا ہے۔

کور لرزاں وز ترس و احتیاط — می نہد پا تا نیفتد در خباط
اندھا لرزتے ہوئے اور ڈر اور احتیاط سے — پاؤں رکھتا ہے، تاکہ غلطی میں نہ پڑ جائے

اےؔ زدودے جستہ در نارے شدہ — لقمہ جستہ لقمۂ مارے شدہ
اے وہ جو دھوئیں سے بھاگا آگ میں گرا — لقمہ ڈھونڈا سانپ کا لقمہ بن گیا

قصۂ اہلِ سبا و طاغی کردن نعمت ایشاں را و رسیدن بشومی طغیان و کفران دراں و بیانِ فضیلتِ شکر و نعمتِ حق

اہلِ سبا کا قصہ اور نعمتوں کا اُن کو سرکش بنا دینا اور اُن میں کفر اور سرکشی کی بدبختی کا آ پہنچنا اور اللہ کی نعمت اور شکر کی فضیلت کا بیان

تو نخواندی قصۂ اہلِ سبا — یا بخواندی و ندیدی جز صدا
کیا تو نے سبا والوں کا قصہ نہیں پڑھا؟ — یا تو نے پڑھا ہے اور اُسکو صرف صدا (بازگشت) سمجھا ہے

از صدا آں کوہ خود آگاہ نیست — سوئے معنیٰ ہوش کہ را راہ نیست
صدا سے خود پہاڑ واقف نہیں ہے — حقیقت کیجانب پہاڑ کے ہوش کیلئے راستہ نہیں ہے

او ہمی بانگے کند بے گوش و ہوش — چوں خمش گردی تو او ہم شد خموش
وہ بغیر گوش اور ہوش کے آواز نکالتا ہے — جب تو چپ ہو گیا وہ بھی چپ ہو گیا

دادؔ حق اہلِ سبا را بس فراغ — صد ہزاراں قصر و ایوانہا و باغ
اللہ نے اہلِ سبا کو بہت فارغ البالی بخشی — لاکھوں قلعے اور محلات اور باغ

حقِ آں نگذاردند آں بدرگاں — در وفا بودند کمتر از سگاں
اُن بدطینتوں نے اُس کا حق نہ ادا کیا — وہ وفاداری میں کتوں سے کم تھے

مر سگے را لقمۂ نانے ز در — چوں رسد بر در ہمی بندد کمر
کسی کتے کو کسی دروازے سے روٹی کا لقمہ — جب مل جاتا ہے وہ اُس در پر کمربستہ ہو جاتا ہے

پاسبان و حارس در می شود — گرچہ بر وے جور و سختی می رود
دروازے کا محافظ اور نگہبان بن جاتا ہے — خواہ اُس پر ظلم اور سختی ہو

ہم براں در باشدش باش و قرار — کفر داند کرد غیرے را اختیار
اُسی دروازے پر اُس کی بود و باش ہو جاتی ہے — غیر کو اختیار کرنا وہ کفر سمجھتا ہے

درؔ سگے آید غریبے روز و شب — آں سگانش می کنند آں دم ادب
اگر کوئی اجنبی کتا آ جاتا ہے رات یا دن (میں) — وہ کتے اس کو فوراً تنبیہ کرتے ہیں

۱ اے زدودے۔ انسان خود غلطی کر بیٹھتا ہے ایک غلطی سے بچتا ہے اور اُس سے بڑی غلطی میں مبتلا ہو جاتا ہے اہلِ سبا کے قصے سے اسی بات کو واضح کیا ہے۔ بجز صدا یعنی بس قصہ کو سنا اور بے اصل سمجھا از صدا۔ صدا کی حقیقت پہاڑ بھی نہیں سمجھتا ہے۔

۲ دادحق۔ اہلِ سبا کی فارغ البالی اور انکی نافرمانی کا قصہ قرآن پاک میں مذکور ہے حقِ آں۔ یعنی اُن نعمتوں کا شکریہ حارس۔ نگہبان۔ باش۔ قیام

۳ در سگے۔ اجنبی کتے پر مقامی کتوں کا بھونکنا گویا کہ اُس کو تنبیہ کرنا ہے کہ وہ اپنے پہلے مالک اور مکان کو چھوڑ کر کیوں آیا ہے۔

کہ بروآنجا کہ اوّل منزل ست — حق آں نعمت گروگانِ دل ست

کہ وہاں جا جہاں پہلا گھر ہے — اُس نعمت کا حق دل کو گروی کئے ہوئے ہے

می گزندش کہ برو بر جائے خویش — حق آں نعمت فرومگذار پیش

وہ اُس کو کاٹتے ہیں کہ اپنی جگہ جا — اُس نعمت کے حق کو نظر انداز نہ کر

از درِ دل واہلِ دل آبِ حیات — چند نوشیدی و واشد چشمہات

دل اور صاحبِ دل کے در سے آبِ حیات — تو نے کئی بار پیا ہے اور اُس کے چشمے جاری ہوئے ہیں

بس غذائے سکر و وجد و بیخودی — از درِ اہلِ دلاں بر جاں زدی

سکر اور وجد اور بے خودی کی غذا — دل والوں کے دروازے سے تو نے جان کو دی ہے

باز ایں در را رہا کردی ز حرص — گردِ ہر دُکّاں ہمی گردی ز حرص

پھر تو نے لالچ کی وجہ سے اِس دروازے کو چھوڑنا — حرص سے ہر دُکان کا چکر کاٹتا ہے

بر درِ آں منعمانِ چرب دیگ — میدوی بہرِ ثریدے مُردہ ریگ

چکنی دیگ والے دولتمندوں کے در پر — اے ناچیز! ثرید کے لئے تو دوڑا پھرتا ہے

چرب‌ش آنجاداں کہ جاں فربہ شود — کارِ نا اُمید آنجا بہ شود

چکنی غذا وہاں سمجھ کہ روح موٹی ہوتی ہے — مایوس کا معاملہ وہاں درست ہو جاتا ہے

صومعۂ عیسیٰ ست خوانِ اہلِ دل — ہاں وہاں اے مبتلائے این درِ مہل

اہلِ دل کا دسترخوان حضرت عیسیٰؑ کا گرجا گھر ہے — خبردار! خبردار! اے بیمار اِس در کو نہ چھوڑ

جمع آمدنِ اہلِ آفت ہر صباحے بر درِ صومعۂ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام جہتِ طلبِ شفا بدعائے اُو

مصیبت زدوں کا حضرت عیسیٰؑ کے گرجا گھر پر ہر صبح کو اُن کی دعا سے شفا حاصل کرنے کے لئے جمع ہونا۔

جمع گشتندے ز ہر اطرافِ خلق — از ضریر و لنگ و شل و اہلِ دلق

مخلوق ہر جانب سے جمع ہو جاتی — اندھے اور لنگڑے اور اپاہج اور گدڑی والے

بر درِ آں صومعۂ عیسیٰ صباح — تا بدم شاں وا رہاند از جناح

صبح کو حضرت عیسیٰؑ کے گرجا گھر کے دروازے پر — تاکہ دم کر کے اُن کو تکلیف سے نجات دیں

اُو چو گشتے فارغ از اورادِ خویش — چاشتگہ بیروں شدے آں خوب کیش

جب وہ اپنے معمولات سے فارغ ہوتے — وہ نیک عادت چاشت کے وقت باہر آتے

۱ے گروگاں۔ گروی۔ مانند دل جس طرح گھٹنے کا پہلے مکان کو چھوڑنا بے وفائی ہے اسی طرح بزرگوں کے در سے مستفید ہوکر اسکو چھوڑنا بے وفائی ہوگا۔

۲ے بس غذا۔ مرید شیخ کے در سے بہت سی روحانی غذائیں حاصل کرتا ہے۔ منعمانِ چرب دیگ۔ وہ مالدار جن کے یہاں لذیذ کھانے تیار ہوتے ہیں۔ ثرید۔ شوربہ میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر یہ کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ مُردہ ریگ۔ فرومایہ، کمینہ۔

۳ے چرب‌ش۔ لذیذ اور چکنی غذا وہ ہے جو روح کی پرورش کرے نہ کہ جسم کی۔ صومعہ گرجا گھر حضرت عیسیٰؑ کا گرجا روحانی وجسمانی امراض کا شفاخانہ تھا۔ ضریر۔ نابینا۔ لنگ۔ لنگڑا۔ شل۔ اپاہج۔ دلق۔ گدڑی۔ جناح گناہ یعنی باطنی امراض۔ اوراد۔ انسان کے معمولات اور وظائف عبادات۔

جوق[1] جوقِ مبتلا دیدے نزار — شستہ بر در در امید و انتظار
وہ کمزور بیماروں کے غول کے غول دیکھتے — اُمید اور انتظار میں دروازے پر بیٹھے ہوئے

پس دُعا کردے و گفتے از خدا — حاجت و مقصودِ جملہ شُد روا
تو دعا کرتے اور کہتے اللہ کی جانب سے — تمام ضرورتمندوں کی حاجت پوری ہو گئی ہے

گفتے اے اصحابِ آفت از خدا — حاجتِ ایں جملگاں تاں شُد روا
فرماتے کہ اے مصیبت زدہ لوگو! خدا کی جانب سے — تم سب کی حاجت پوری ہو گئی ہے

ہیں رواں گردید بے رنج و عنا — سُوئے غفاری و اکرامِ خدا
بغیر رنج اور مشقت کے روانہ ہوئے — اللہ کی خطا بخشی اور عزت افزائی کی طرف

جملگاں[2] چوں اشترانِ بستہ پائے — کہ کشائی زانوئے ایشاں برائے
سب پاؤں بندھے اونٹوں کی طرح — جن کے زانو کو تُو نے تدبیر سے کھول دیا ہو

جملہ صحت یافتند و شد رواں — از دمِ جاں بخشِ عیسیٰؑ در زماں
سب صحتمند ہو گئے اور روانہ ہو گئے — فوراً (حضرت) عیسیٰؑ کے جاں بخشنے والے دم کرنے سے

شُد روا آں حاجتِ جملہ علیل — زامرِ حق و از دمِ نیکِ جلیل
سب مریضوں کی حاجت روائی ہو جاتی — خدا کے حکم سے نیک بزرگ کے دم کرنے سے

بے توقف[3] جملہ شاداں دراماں — از دُعائے اُو شدندے پادواں
سب اطمینان سے خوشی خوشی بلا توقف — اُن کی دعا سے دوڑتے چلتے جاتے

جملہ بے درد و الم بے رنج و غم — تندرست و شادمان و محترم
سب بغیر درد اور تکلیف اور رنج و غم کے — تندرست اور خوش اور قابلِ عزت

سُوئے خانہ خویش گشتندے رواں — از دمِ میمونِ آں صاحب قراں
اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے — اُس صاحبقران کے مبارک دم کرنے سے

آزمودی تو بسے آفاتِ خویش — یافتی صحت ازیں شاہانِ کیش
تو نے اپنی بہت سی مصیبتوں کو آزمایا ہے — مذہب کے شہنشاہوں سے تو صحتیاب ہوا ہے

چنداں لنگیِ تو رہوار شُد — چند جانت بے غم و آزار شُد
کتنی مرتبہ تیرا لنگڑا پن تیز رفتار بنا ہے — کتنی مرتبہ تیری جان بے غم اور بے درد ہو گئی ہو

اے مُغفل رشتہ بر پائے بند — تا زخود ہم گم نگردی اے لوند
اے بیوقوف! پاؤں پر رسّی باندھ لے — تاکہ اے خود رائے! تو اپنے آپ بھی گم نہ ہو جائے

---

[1] جوق جوق۔ گروہ گروہ۔ مبتلا۔ مریض۔ شستہ۔ نشست۔ گفتے حضرت عیسیٰؑ دعا کے بعد فرما دیتے اللہ نے تم سب کو شفا عطا فرما دی ہے۔

[2] جملگاں۔ تمام مریض مرض کی گرفت سے ایسے آزاد ہو جاتے تھے جیسا کہ اونٹ زانو بند کھولنے سے آزاد ہوتا ہے۔

[3] بے توقف۔ فوراً۔ پادواں۔ دوڑتے ہوئے۔ دمِ میموں۔ با برکت پھونک۔ صاحبقراں۔ وہ بچہ جس کی ولادت کے وقت زحل اور مشتری ستارے کا ملاپ ہو جائے ایسا بچہ بہت صاحب نصیب کہلاتا ہے۔ آزمودی۔ جبکہ بزرگوں کے در سے فیض حاصل ہوا ہو اُس در کو چھوڑنا حضرت عیسیٰؑ کے گرجا گھر سے منہ موڑنا ہے۔ مغفل۔ بیوقوف۔ لوند۔ رند۔

ناسپاسی و فراموشیِ تو
تیری ناشکری اور (احسان) فراموشی نے

یاد ناورد آں عسل[1] نوشیِ تو
تجھے شہد پینے کو یاد نہ دلایا

لاجرم آں راہ بر تو بستہ شد
لامحالہ وہ راستہ تجھ پر بند ہو گیا

چوں دلِ اہلِ دل از تو خستہ شد
جبکہ اہلِ دل کا دل تجھ سے زخمی ہوا

زود شاں دریاب و استغفار کن
جلد اُن کے پاس پہنچ جا اور توبہ کرلے

ہمچو ابرے گریہائے زار کن
ابر کی طرح عاجزی کا رونا رو

تا گلستاں شاں سوئے تو بشگفد
تاکہ اُن کا باغ تیری جانب کھلے

میوہائے پختہ بر خود واکفد
پکے ہوئے میوے خود پھٹ پڑیں

ہم براں در گرد و کم از سگ مباش
اُسی در کا چکر کاٹ، کُتّے سے کم نہ ہو

با سگِ کہف ار شدستی خواجہ تاش
اگرچہ تو اصحابِ کہف کے کُتّے کا ساتھی ہو گیا ہے

چوں سگاں ہم مر سگاں را ناصح اند
کُتّے، کُتّوں کے لئے ناصح ہیں

کہ دل اندر خانۂ اوّل بہ بند
کہ پہلے گھر سے دل لگا

آں درِ اوّل کہ خوردی استخواں
وہ پہلا دروازہ جس پر تو نے ہڈی کھائی ہے

سخت گیر و حق گذاری را مہاں
سخت پکڑلے اور حق گذاری سے نہ مُڑ

می گزندش[2] کز ادب آنجا رود
وہ اُس کو کاٹتے ہیں تاکہ تہذیب سے وہاں چلا جائے

وز مقامِ اوّلیں مُفلِح شود
اور پہلے مقام پر کامیاب ہو جائے

می گزندش کائے سگِ طاغی[3] برو
اُس کو کاٹتے ہیں کہ اے سرکش کُتّے جا

باوَلیِ نعمتت باغی مشو
اپنے محسن سے باغی نہ بن

بر ہماں در ہمچو حلقہ بستہ باش
اُسی در پر حلقے کی طرح بندھا رہ

پاسبان و چابک و بر جستہ باش
محافظ اور چست اور آمادہ بنا رہ

صورتِ نقضِ وفائے ما مباش
ہماری بے وفائی کی صورت نہ بن

بیوفائی را مکُن بیہودہ فاش
بیوفائی کو خواہ مخواہ ظاہر نہ کر

مر سگاں را چوں وفا آمد شعار
وفاداری جبکہ کُتّوں کا شعار ہے

رَو سگاں را ننگ و بدنامی میار
جا کُتّوں کو ذلیل اور بدنام نہ کر

بیوفائی چوں سگاں را عار بود
جبکہ بیوفائی کُتّوں کیلئے ذلت ہے

بیوفائی چوں روا داری نمود
تو نے بے وفائی کو کیوں جائز رکھا

---

[1] عسل نوشی ۔ یعنی بزرگوں کا فیض ۔ دریاب ۔ حاصل کرلے ۔ کفد ۔ کفیدن یعنی پھٹنا کا فعل مضارع ہے ۔ با سگ کہف یعنی اگر تجھ میں کمال بھی پیدا ہو گیا ہے تب بھی اُس در کو نہ چھوڑ ۔ مہاں ۔ نہ ترک ۔

[2] می گزندش ۔ دوسرے کُتّے کا اُس کُتّے کو کاٹنا اسی لئے ہے کہ وہ پہلے مالک کے پاس چلا جائے ۔ مُفلِح ۔ کامیاب ۔

[3] طاغی ۔ سرکش ۔ صورت ۔ کُتّوں کی وفاداری مشہور ہے لہذا تو بے وفائی کی صورت نہ پیدا کر ۔ بیوفائی ۔ بے وفائی کُتّوں کے لئے عار و ذلت ہے تو نے اپنے لئے اُسکو کیوں پسند کیا ہے ۔

حق تعالیٰ فخر آورد از وفا
اللہ تعالیٰ نے وفاداری پر فخر فرمایا ہے
گفت من اوفیٰ بعہدٍ غیرنا
فرمایا ہمارے علاوہ عہد کو زیادہ پورا کرنے والا کون ہے؟

بیوفائی داں وفا با ردِّ حق
اللہ کے مردود کے ساتھ وفا کرنا (خدا کے ساتھ) بیوفائی
بر حقوقِ حق ندارد کس سبق
اللہ کے حقوق پر کوئی ترجیح نہیں رکھتا ہے

نور را ہم نور شو با نار نار
نور کے لئے نور بن، آگ کے لئے آگ
جائے گل گل باش و جائے خار خار
پھول کے مقام پر پھول بن اور کانٹے کی جگہ کانٹا

حقِ مادر بعد از آں شد کاں کریم
ماں کا حق اُس کے بعد ہوا کیوں کہ اللہ نے
کرد او را از جنینِ تو غریم
تیرے حمل کا اُس کو مقروض بنایا

صورتے کردت درونِ جسمِ او
اُس کے جسم میں تیری صورت پیدا کی
داد در حملش ترا آرام و خو
(اللہ) اُس کے حمل میں تجھے آرام دیا اور عادت ڈالی

ہمچو جزوِ متصل دید او ترا
اُس نے تجھے اپنا ملا ہوا جزو سمجھا
متصل را کرد تدبیرش جدا
اُس (اللہ) کی تدبیر نے جڑے ہوئے کو جدا کر دیا

حق ہزاراں صنعت و فن ساختت
اللہ نے ہزاروں صنعتوں اور فن سے تجھے بنایا ہے
تا کہ مادر بر تو مہر انداختت
اس کے بعد ماں نے تجھ سے محبت کی ہے

پس حقِ حق سابق از مادر بود
تو اللہ کا حق، ماں سے پہلے ہوا
ہر کہ آں حق را نداند خر بود
جو اُس حق کو نہیں پہچانتا گدھا ہے

آنکہ مادر آفرید و ضرع و شیر
جس نے ماں کو پیدا کیا اور پستان اور دودھ (پیدا کیا)
با پدر کردش قریں آں خود مگیر
اُس کو باپ کا ساتھی بنایا یہ خود بخود نہیں ہوا

اے خداوند اے قدیم احسانِ تو
اے اللہ اے وہ ذات کہ تیرا احسان قدیم ہے
آنکہ دانم وانکہ نے ہم آنِ تو
جو میرے علم میں ہے اور جو میرے علم میں نہیں ہے تیرا (ہی ہے)

تو بفرمودی کہ حق را یاد کن
تو نے فرمایا ہے کہ حق کو یاد کر
زانکہ حقِ من نمیگردد کہن
کیونکہ میرا حق پرانا نہیں ہوتا ہے

یاد کن لطفے کہ کردم آں صبوح
(تو نے فرمایا) اُس مہربانی کو یاد کر جو اُس صبح کو میں نے کی
با شما از حفظ در کشتیِ نوحؑ
تمہارے ساتھ نوحؑ کی کشتی میں حفاظت کر کے

اصل و اجدادِ شما را آں زماں
اُس وقت تمہاری اصل اور باوا دادا کو
دادم از طوفان و از موجش اماں
میں نے طوفان اور اُس کی موج سے امن دی

---

۱ حق تعالیٰ۔ سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے وفاداری پر فخر فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔ ردِّ حق۔ جو لوگ مردودِ بارگاہِ الٰہی ہیں اُن سے بے وفائی عین وفا ہے۔ نور را۔ اچھوں سے اچھائی اور بُروں سے بُرائی کرنی چاہئے۔

۲ حقِ مادر۔ ماں کا بڑا حق ہے لیکن اللہ کا حق اُس سے مقدم ہے کیونکہ ماں کا حق اللہ کے فعل سے ثابت ہوا ہے۔ صورتے کردت۔ ماں کے پیٹ میں اللہ ہی نے پرورش کیا۔ جدا۔ یعنی تیری پیدائش ہوئی۔ حق ہزاراں۔ ماں کی محبت سے قبل اللہ کے حقوق ثابت ہو چکے ہیں۔

۳ پس حقِ حق۔ اللہ کا حق ہر طرح سے ماں کے حق پر مقدم ہوا۔ اے خداوند۔ مولانا نے اللہ کے احسانات کی بنیاد پر مناجات شروع کر دی ہے۔ یاد کن۔ خدا نے فرمایا ہمارے اُس احسان کو یاد کرو کہ نوحؑ کی کشتی کے ذریعہ تمہاری حفاظت کی یعنی تمہارے باپ دادا کو بچایا۔

آبِ آتش خُو زمیں بگرفتہ بود
آگ کے مزاج والے پانی نے زمین گھیرلی تھی

موجِ اُو ہر اوجِ کُہ رامی رَبود
اُس کی موج پہاڑ کی ہر چوٹی کو اڑائے لئے جارہی تھی

حِفظ کردم من نہ کردم ردِّ تاں
میں نے حفاظت کی میں نے تمہیں بیرون نہ بنایا

در وجودِ جَدِّ جَدِّ جَدِّ تاں
تمہارے دادا، پر دادا، سگڑ دادا کے وجود میں

چوں شُدی سَر پُشت پایت چوں زنم
جب تو سردار ہوگیا تو میں ٹھوکر کیسے ماروں؟

کارگاہِ خویش ضائع چوں کُنم
اپنے کارخانہ کو کیسے ضائع کروں؟

چوں فدائے بیوفایاں می شوی
تو بیوفاؤں پر قربان کیوں ہو رہا ہے؟

از گمانِ بدبَداں سُو می رَوی
بدگمانی کی وجہ سے اُس جانب جارہا ہے

من ز سہو و بیوفائیہا بَری
میں بھول اور بے وفائی سے بَری ہوں

سُوئے مَن آئی گمانِ بدبری
تو میری جانب آتا ہے تو بدگمانی کرتا ہے

ایں گمانِ بد بر آنجا بر کہ تو
یہ بدگمانی وہاں لے جا جس جگہ کہ تو

میشوی در پیشِ ہمچوں خود دوتو
اپنے جیسے کے سامنے دُہرا ہوتا ہے

بس گرفتی یار و ہمراہانِ زفت
تونے بہت سے طاقتور ساتھی اور دوست بنائے

گر تُرا پُرسم کہ گو گوئی کہ رفت
اگر میں تجھ سے پوچھوں کہ کہاں ہیں تو تو کہے گا چلے گئے

یارِ نیکت رفت بر چرخِ بَریں
تیرا نیک ساتھی بلند آسمان پر چلا گیا

یارِ فسقت رَفت دَر قعرِ زمیں
تیرا بدکار ساتھی زمین کی گہرائی میں چلا گیا

تو بماندی در میانہ آنچناں
تو درمیان میں رہ گیا اسی طرح

بے مَدد چوں آتشے از کارواں
بے مدد جیسے آگ قافلہ (کی روانگی) کے بعد آگ

دامنِ اُو گیر اے یارِ دلیر
اے بہادر دوست! تو اُس کا دامن پکڑ لے

کو مُنزّہ باشد از بالا و زیر
جو اوپر نیچے سے پاک ہو

نے چو عیسیٰ سوئے گردوں بر شَوَد
نہ تو حضرت عیسیٰؑ کی طرح آسمان پر چڑھ جائے

نے چو قاروں در زمیں اندر رَوَد
نہ قارون کی طرح زمین کے اندر چلا جائے

با تو باشد در مکان و لامکاں
وہ تیرے ساتھ مکان اور لامکان میں ہوگا

چوں بمانی از سرا و از دُکاں
جب تو گھر اور دکان سے اکیلا رہ جائے گا

اُو بر آرد از کدورتہا صفا
وہ کدورتوں سے صفائی نکال لیتا ہے

مر جفاہائے ترا گیرد وفا
تیری جفاؤں کو وفا فرض کرلیتا ہے

۱؎ آبِ آ ۔ ل ۔ یعنی پانی آگ کی طرح تباہی کر رہا تھا اور اُس کی موجیں پہاڑوں کی چوٹیوں کو برباد کررہی تھیں ۔ چوں شُدی ۔ جب انسان کو اشرف المخلوقات بنایا تو اُس کو تباہ کرنا۔ چوں فدائے ۔ اِس قدر احسانات کے باوجود تو میرے ساتھ دغا کرنے والوں پر کیوں فدا ہوتا ہے۔

۲؎ من ز سہو ۔ اللہ ہر قسم کی بھول اور بے وفائی سے پاک ہے ۔ ایں گمانِ بد ۔ بے وفائی کی بدگمانی انسان سے کیجا سکتی ہے ۔ بس گرفتی ۔ تو فانی انسانوں سے دوستی کرتا ہے حالانکہ دوستی کے قابل باقی ہے نہ کہ فانی ۔ یارِ نیکت ۔ انسان تو انسان کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے خواہ اچھا ہے یا بُرا ہے ۔ چوں آتشے ۔ قافلہ روانہ ہوتے وقت آگ کو چھوڑ کر چل دیتا ہے۔

۳؎ دامنِ اُو ۔ اُس ذات سے تعلق پیدا کرو جو بالا و زیر سے پاک ہے نہ تو حضرت عیسیٰ کی طرح تیرا ساتھ چھوڑ کر بالا یعنی آسمان پر چلا جائے نہ قارون کی طرح زیرِ زمین چلا جائے ۔ با تو باشد ۔ جب تک تو جسمانی زندگی گزارے وہ تیرے ساتھ ہو جب تو روحانی زندگی گزارے اور لامکان میں ہو وہ تیرے ساتھ رہے ۔ اُو بر آرد ۔ خدا ہی کی ذات ہے جو انسان کی برائیوں کو بھلائیوں سے تبدیل کردیتی ہے۔

چوں[1] جفا آری فرستد گوشمال — تا ز نقصاں وا روی سوئے کمال

جب تو ظلم کرتا ہے وہ سزا بھیجتا ہے — تاکہ تو نقصان سے کمال کی طرف روانہ ہو

چوں تو وِردے ترک کردی در روش — بر تو قبضے آید از رنج و تپش

جب تو عمل میں کوئی معمول ترک کر دیتا ہے — رنج اور غصہ سے تجھ پر قبض (طاری) ہو جاتا ہے

آں ادب کردن بود یعنی مکن — ہیچ تحویلے ازاں عہدِ کہن

وہ ادب سکھانا ہوتا ہے، یعنی نہ کر — پرانے عہد میں کوئی تبدیلی

پیش[2] ازاں کایں قبض زنجیرے شود — ایں کہ دلگیر ست پاگیرے شود

اس سے پہلے کہ یہ قبض زنجیر بنے — جو (آج) دلگیر ہے وہ پاگیر بن جائے

رنجِ معقولت شود محسوس و فاش — تا نگیری ایں اشارت را بہ لاش

تیرا ذہنی رنج محسوس اور واضح ہو جائے گا — خبردار! اس اشارے کو معدوم نہ سمجھنا

در معاصی قبضہا دلگیر شد — قبضہا بعد از اجل زنجیر شد

گناہوں میں قبض دلگیر بنتا ہے — موت کے بعد انقباضی کیفیتیں زنجیر ہو جاتی ہیں

نُعْطِ مَنْ اَعْرَضَ ھُنَا عَنْ ذِکْرِنَا — عِیْشَۃً ضَنْکًا وَّ نَحْشُرُ بِالْعَمٰی

جس شخص نے یہاں ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اسکو دینگے — تنگ زندگی اور (قیامت میں) اندھا اٹھائیں گے

دزد[3] چوں مالِ کساں را می برد — قبض و دلتنگی دلش را می خلد

چور جب لوگوں کا مال لے جاتا ہے — قبض اور دلتنگی اس کے دل میں کھٹکتی ہے

او ہمی گوید عجب ایں قبض چیست — قبض آں مظلوم کز شرت گریست

وہ کہتا ہے تعجب ہے یہ قبض کیسا ہے — یہ قبض اس مظلوم (کی دعا) کا اثر ہے جو تیرے شر سے

چوں بدیں قبض التفاتے کم کند — باد اصرار آتشش را دم کند

جب وہ اس قبض کی طرف توجہ نہیں کرتا ہے — اصرار کی ہوا اس کی آگ کو بھڑکاتی ہے

قبضِ دل قبضِ عواں شد لاجرم — گشت محسوس آں معانی زد علم

لامحالہ دل کا قبض سپاہی کی گرفت ہو گیا — وہ محسوس بن گیا، معنی نے نشان قائم کر دیا

قبضہا زنداں شدست و چار میخ — قبض بیخ ست و بر آرد شاخ بیخ

قبض جیل خانہ اور چار میخ بن گیا ہے — قبض جڑ ہے اور جڑ شاخ آشکار دیتی ہے

بیخ پنہاں بود ہم شد آشکار — قبض و بسطِ خویش را بیخے شمار

جڑ چھپی ہوئی تھی نمایاں ہو گئی — اپنے قبض اور بسط کو جڑ سمجھ

[1] چوں جفا۔ جب انسان کوئی غلطی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو تنبیہ فرما کر برائی سے نکال کر بھلائی کیطرف متوجہ فرما دیتا ہے۔ وِردے۔ اگر انسان کی کوئی مقررہ عبادت فوت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ انسان میں ایک انقباضی کیفیت پیدا فرما دیتا ہے اور یہ تنبیہ ہوتی ہے کہ انسان اپنا معمول نہ چھوڑے۔

[2] پیش ازاں۔ ترک عبادت پر انقباضی کیفیت آخرت میں زنجیر بن جائے گی۔ رنج معقول یعنی انقباضی کیفیت جو ایک ذہنی چیز ہے آخرت میں یہی کیفیت بشکل زنجیر ہو جائیگی۔ نُعْطِ۔ یعنی ترک عبادت پر انقباضی کیفیت جو ذہنی ہے وہ آخرت میں اندھاپن اختیار کرے گی۔

[3] دزد۔ گناہ پر ایک دلتنگی پیدا ہوتی ہے اور وہ اس معصیت کا اثر ہوتا ہے۔ چوں۔ جب انسان اس گناہ پر اصرار کرتا ہے تو نتیجہ میں یہی دل تنگی ظاہری گرفت بن جاتی ہے۔ قبضہا۔ گناہوں پر یہی انقباضی کیفیت آخرت میں قید خانہ اور سزا کی صورت اختیار کرے گی۔ بیخ پنہاں یعنی گناہ پر انقباضی کیفیت اور نیکی پر انشراحی کیفیت۔

چونکہ بیخِ بد بُوَد زودش بکَن — تا نہ روید زشتیِ خارے در چمن
جب جڑ بُری ہو اُس کو جلد اُکھاڑ دے — تاکہ کوئی بُرا کانٹا چمن میں نہ اُگے

قبض[۱] دیدی چارۂ آں قبض کُن — زانکہ سَرہا جملہ می روید زبُن
تو نے قبض دیکھ لیا اُس قبض کی تدبیر کر — کیونکہ شاخیں سب جڑ سے اُگتی ہیں

بسط دیدی بسطِ خود را آب دہ — چوں برآید میوہ با اصحاب دِہ
تو نے بسط دیکھا اپنے بسط کو سیراب کر — جب پھل آجائے تو ساتھیوں کو دے

باز گرد و قصۂ اہلِ سبا — باز گو تا باز گویم مرحبا
پلٹ اور سبا والوں کا قصہ — پھر کہہ تاکہ میں مرحبا پھر کہوں

باقی قصۂ اہلِ سبا
اہلِ سبا کا باقی قصہ

آں سبا ز اہلِ صبا بودند خام — کارِ شاں کفرانِ نعمت با کرام
وہ (اہلِ) سبا منجملہ بچوں کے بے عقل تھے — ان کا کام بزرگوں کی نعمت سے انکار تھا

باشد آں کفرانِ نعمت در مثال — کہ کُنی با محسنِ خود تو جدال
مثلاً کفرانِ نعمت یہ ہوتا ہے — کہ تو اپنے محسن سے جھگڑنے لگے

کہ نمی[۲] باید مرا ایں نیکوئی — من برنجم زیں چہ رنجہ میشوی
کہ مجھے یہ بھلائی نہیں چاہیے — تو کیا رنجیدہ ہوتا ہے میں اس (تیری بھلائی) سے خود رنجیدہ ہوں

لطف کُن ایں نیکوئی را دُور کُن — من نخواہم چشم زودم کور کُن
مہربانی کر، بھلائی مجھ سے دُور کر دے — میں آنکھیں نہیں چاہتا ہوں، مجھے جلد اندھا کر دے

پس سبا گفتند باعِد بیننا — شیننا خیرٌ لنا خُذ زیننا
تو (اہلِ) سبا نے کہا ہمیں دُور دُور کر دے — ہمارا عیب ہمارے لئے اچھا ہے ہماری زینت لے لے

ما نمی خواہیم ایں ایوان و باغ — نے زمانِ خوب نے امن و فراغ
ہم یہ قلعے اور باغ نہیں چاہتے ہیں — نہ اچھا وقت، نہ امن، نہ فارغ البالی

شہرہا نزدیکِ ہمدیگر بدست — آں بیابان ست خوش کانجا ددست
ایک دوسرے سے قریب شہر بُرے ہیں — وہ جنگل اچھا ہے، جہاں درندے ہوں

یطلب[۳] الانسان فی الصیف الشتاء — فاذا جاء الشتاء انکر ذا
انسان گرمیوں میں جاڑا طلب کرتا ہے — جب جاڑا آتا ہے اُس کو بُرا سمجھتا ہے

[۱] قبض دیدی۔ گناہ پر انقباضی کیفیت طاری ہو تو اُسکا علاج کرکے ازالہ کرلینا چاہیئے بسط دیدی۔ نیکی پر انشراحی کیفیت پیدا ہو تو اُس میں اضافہ کی کوشش کرنی چاہیئے چوں برآید۔ انشراحی کیفیت میں پھل پیدا ہوں تو احباب کو اُس سے فیض پہونچائے۔ ز اہلِ صبا یعنی وہ بچوں کی طرح ناقص عقل کے تھے۔ کفران۔ کسی کی نعمت کا کفران یہ بھی ہے کہ محسن کے ساتھ دشمنی کیجائے

[۲] کہ نمی باید۔ اہلِ سبا نے کفران کی یہ صورت اختیار کی کہ اُن نعمتوں کو نعمت نہ سمجھا اور اللہ سے اُسکے خلاف تمنا شروع کردی اور جھگڑا کیا۔ پس سبا۔ اہلِ سبا پر یہ کرم تھا کہ اُنکی آبادیاں قریب قریب تھیں تاکہ سفر کی مشقت سے بچیں چاروں طرف سرسبز باغات تھے تاکہ اُن سے فائدہ اٹھائیں لیکن اُنھوں نے اُن دونوں چیزوں کو نعمت نہ سمجھا اور اُسکے خلاف تمنائیں شروع کردیں۔

[۳] یطلب۔ انسانی نفس کی یہ خاصیت ہے کہ وہ ایک حالت پر راضی نہیں رہتا ہے جاڑوں میں گرمیوں کی اور گرمیوں میں جاڑے کی تمنا شروع کردیتا ہے۔

فَهُوَ لَا يَرْضٰى بِحَالٍ اَبَدًا — لَا بِضِيْقٍ لَا بِعَيْشٍ رَغَدًا
وہ کسی حال میں کبھی راضی نہیں ہوتا ہے — نہ تنگی میں، نہ وسیع عیش میں

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَكْفَرَهٗ — كُلَّمَا نَالَ الْهُدٰى اَنْكَرَهٗ
انسان غارت ہو، کس قدر ناشکرا ہے — جب ہدایت پالیتا ہے اُس کا انکار کرتا ہے

نفسِ[1] ایں سان ست زاں شد کشتنی — اُقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ گفت آں سنی
نفس ایسا ہی ہے اسی وجہ سے وہ گردن زدنی ہے — تم اپنے نفسوں کو قتل کرو اُس بزرگ نے فرمایا

خارِ سہ پہلوست ہر سو کش نہی — در خلد وا ز زخمِ اُو تو کے جہی
یہ گوکھرو ہے اُس کو جس جانب سے بھی رکھے گا — وہ چبھے گا اُس کے زخم سے تو کب بچے گا

آتشِ[2] ترکِ ہوا در خار زن — دست اندر یارِ نیکو کار زن
خواہش کو ترک کرنے کی آگ کانٹے میں لگا دے — نیکو کار دوست کو پکڑ لے

چوں زحد بُردند اصحابِ سبا — کہ بہ پیشِ ما وبا بہ از صبا
جب سبا والے حد سے تجاوز کر گئے — کہ ہمارے لئے وبا، صبا سے بہتر ہے

ناصحاں شاں در نصیحت آمدند — از فسوق و کفر مانع می شدند
نصیحت کرنے والوں نے نصیحت کی — بدمعاشی اور کفر سے انھوں نے روکا

قصدِ[3] خونِ ناصحاں می داشتند — تخمِ فسق و کافری می کاشتند
تو نصیحت کرنے والوں کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے تھے — بدمعاشی اور کفر کا بیج بوتے تھے

چوں قضا آید شود تنگ ایں جہاں — از قضا حلوا شود رنجِ دہاں
جب قضا آتی ہے یہ دنیا تنگ ہو جاتی ہے — قضا سے حلوا منہ کی کلفت بن جاتا ہے

گفت اِذَا جَاءَ الْقَضَا ضَاقَ الْفَضَا — تُحْجَبُ الْاَبْصَارُ اِذْ جَاءَ الْقَضَا
فرمایا جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہو جاتی ہے — (اور) آنکھیں بند کر دی جاتی ہیں جب قضا آتی ہے

چشم بستہ می شود وقتِ قضا — تا نہ بیند چشم کحلِ چشم را
قضا کے وقت آنکھیں بند ہو جاتی ہیں — تاکہ آنکھ آنکھ کے سُرمہ کو نہ دیکھے

مکرِ آں فارس چو انگیزید گرد — آں غبارت ز استعانت دور کرد
اُس شہسوار (اللہ) کی تدبیر نے جب گرد اُڑائی — (اور) اُس غبار نے تجھے مدد حاصل کرنے سے دور کر دیا

سوئے فارس رو مرو سوئے غبار — ورنہ بر تو کوبد آں مکرِ سوار
شہسوار کی طرف جا، غبار کی جانب نہ جا — ورنہ سوار کا داؤں تجھے کچل دے گا

---

[1] نفس۔ اسی لئے نفس کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ آں سنی یعنی حضرت موسیٰؑ۔ خارِ سہ پہلو۔ نفس کی مثال گوکھرو کی سی ہے جو کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتا۔

[2] آتش۔ نفس کے خار کو پھونکنے کی یہ تدبیر ہے کہ خواہش کو ترک کر دے۔ وبا۔ یعنی اہلِ سبا نے یہاں تک زیادتی کی کہ وہ وبا کو نسیم سحری سے اچھا کہنے لگے۔ از فسوق۔ نصیحت کرنے والوں نے کفر اور فسق سے روکنا چاہا۔

[3] قصد۔ اہلِ سبا نصیحت کرنے والوں کی جان کے درپے ہوئے اور کفر و فسق سے باز نہ آئے۔ چوں قضا۔ قضاءِ خداوندی کے سامنے انسان مجبور ہو جاتا ہے۔ چشم۔ سُرمہ جو آنکھ کیلئے مفید ہے اُس کو بھی آنکھ نہیں دیکھتی ہے۔ مکر۔ تدبیر۔ فارس۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ سوئے فارس۔ اسوقت اللہ سے مدد مانگنی چاہیئے۔

گفت حق[۱] آنرا کہ ایں گرگش بخورد — دید گردِ گرگ چوں زاری نکرد

جس کو اِس بھیڑیے نے کھایا اُس کو خدا نے فرمایا — جب اُس نے بھیڑیے کی گرد دیکھی فریاد کیوں نہ کی

اُو نمیدانست گردِ گرگ را — با چنیں دانش چرا کرد اُو چرا

وہ بھیڑیے کے غبار کو نہ پہچان سکا — اِس قدر عقل کے ہوتے ہوئے وہ کیوں چرتا رہا

گوسفنداں بوئے گرگِ با گزند — می بدانند و بہر سُو می خزند

بکریاں، تکلیف رساں بھیڑیے کی بُو — پہچان لیتی ہیں اور ہر جانب گُھس جاتی ہیں

مغزِ حیوانات بُوئے شیر را — می بداند ترک می گیرد چرا

حیوانات کا دماغ شیر کی بُو کو — جانتا ہے، چراگاہ چھوڑ دیتا ہے

بوئے شیرِ خشم دیدی باز گرد — با مُناجات و حَذر انباز گرد

(اللہ کے) غصہ کے شیر کی بُو تو نے سونگھی، واپس جا — دعا اور بچاؤ کا ساتھی بن جا

وانگشتند آں گروہ از گردِ گرگ — گرگِ محنت بعدِ گرد آمد سُترگ

وہ لوگ بھیڑیے کی گرد کی وجہ سے نہ لوٹے — گرد کے بعد محنت کا موٹا بھیڑیا آ گیا

بر دَرید آں گوسفنداں را بخشم — کز زچوپانِ خرد بستند چشم

اُس نے غصہ سے اُن بکریوں کو پھاڑ ڈالا — جنھوں نے عقل کے گڈریئے سے آنکھیں بند کر لی تھیں

چند[۲] چوپاں شاں بخواند و نامدند — خاکِ غم در چشمِ چوپاں میزدند

گڈریئے نے اُن کو بہت بُلایا، وہ نہ آئے — گڈریئے کی آنکھ میں غم کی دھول جھونکتے تھے

کز برو ما از تو خود چوپاں تریم — چوں تبع گردیم ہر یک سَروریم

کہ جا ہم تجھ سے زیادہ اپنے رکھوالے ہیں — ہم تابع کیسے بن جائیں، ہم میں سے ہر ایک سردار ہے

طعمۂ گرگیم و آں یار نے — ہیزمِ ناریم و آں عار نے

ہمیں بھیڑیے کا لقمہ بننا منظور، ہم دوست کی ملک — ہم آگ کے ایندھن ہیں اور ذلت کے سلوک نہیں ہیں

حمیتے بُد جاہلیت در دماغ — بانگِ شومی بر دِمَنشاں کرد زاغ

حمیت دماغ میں ایک جاہلیت تھی — اُن کی کوڑی پر کوے نے بدبختی کی آواز لگائی

بہرِ[۳] مظلوماں ہمی کندند چاہ — در چہ افتادند و می گفتند آہ

اُنھوں نے مظلوموں کے لئے کنواں کھودا — وہ کنوئیں میں گرے اور آہیں بھریں

پوستینِ یوسفاں بشگافتند — آنچہ می کردند یک یک یافتند

اُنھوں نے یوسفوں کی پوستینیں پھاڑیں — اُنھوں نے جو کچھ کیا ایک ایک کا بدلہ پایا

---

۱ گفت۔ زاری کرنے سے انسان قضا سے بچ جاتا ہے۔ او نمیدانست۔ بکری چرنے میں مشغول رہتی ہے اور بھیڑیے کی گرد کو نہیں دیکھتی۔ گوسفند۔ بکری اور حیوانات اپنی تباہی کے اسباب دیکھ کر بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بوئے۔ جب خدا کے غضب کے آثار پیدا ہو جائیں تو دعائیں کرنی چاہئیں۔ وانگشتند۔ غضب کے آثار کو دیکھ کر بھی جو ہوش میں نہ آیا وہ مصائب در مصائب میں گرفتار ہوگا۔

۲ چند چوپاں۔ نصیحت کرنے والوں نے انکو نیکی کی دعوت دی لیکن انھوں نے نہ مانا اور انکو غمگین کیا، کہ بر۔ نصیحت کرنے والوں سے کہا ہم خود اپنی بھلائی کو سمجھتے ہیں، تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں ہے، ہم خود سردار ہیں کسی کے تابع نہیں بن سکتے۔ طعمۂ گرگیم۔ ہمیں ہلاک ہونا منظور ہے تمہاری دوستی کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ ہیزم۔ ہلاک ہونا منظور ہے لیکن تمہاری اطاعت نہ کریں گے۔ تیتے۔ انکے دماغ میں جاہلیت گھسی ہوئی اور اوپر الو بول رہا تھا۔

۳ بہر مظلوماں۔ وہ مظلوموں پر ظلم کرتے تھے خود اُس ظلم میں پھنس گئے۔ پوستین۔ نصیحت کرنے والوں کو ذلیل کیا اور اُس کی سزا انھوں نے بھگتی۔

کیستؔ یوسف آں دلِ حق جوئے تو — چوں اسیرے بستہ اندر کوئے تو

یوسف کون ہے؟ تیرا حق کا جویاں دل — جو قیدی کی طرح تیرے کوچہ میں بندھا ہوا ہے

جبرئیلے را بر اُستن بستۂ — پرّ و بالش را بصد جا خستۂ

تو نے جبرئیلؑ کو ستون سے باندھا ہے — اُسکے بال و پر کو تو نے سینکڑوں جگہ سے زخمی کر دیا ہے

پیشِ اُو گوسالہ بریاں آوری — گہ کشی اُو را بکہداں آوری

تو اُس کے سامنے بھنا ہوا بچھڑا لاتا ہے — کبھی اُس کو کھینچتا ہے اور چَر کے پاس لاتا ہے

کہ بخور اینست مارا لوت پوت — نیست اُو را جز لقاء اللہ قوت

کہ کھالے یہ ہماری لذیذ غذا ہے — (حالانکہ) اُسکی غذا سوائے اللہ کی ملاقات کے کچھ نہیں ہے

زیں شکنجہ وامتحاں آں مبتلا — میکند از تو شکایت با خدا

وہ مصیبت زدہ اِس شکنجہ اور امتحان کی وجہ سے — خدا سے تیری شکایت کرتا ہے

کاے خدا افغاں ازیں گرگِ کہن — گویدش نک وقت آمد صبر کن

کہ اے خدا اِس بوڑھے بھیڑیئے سے فریاد ہے — وہ اُس سے کہتا ہے اب وقت آگیا ہے صبر کر

دادِ تو وا خواہم از ہر بیخبر — داد کہ دہد جز خدائے داد گر

میں ہر جاہل سے تیرا بدلہ لوں گا — سوائے منصف خدا کے انصاف کون کرتا ہے

۲؎ او ہمی گوید کہ صبرم شد فنا — در فراقِ روئے تو یا ربّنا

وہ کہتا ہے کہ میرا صبر فنا ہوگیا — اے ہمارے رب تیرے چہرے کے فراق میں

احمدم درماندہ در دستِ یہود — صالحم افتادہ در حبسِ ثمود

میں احمدؐ ہوں جو یہود کے ہاتھ میں پھنسا ہوں — میں صالحؑ ہوں جو ثمود کی قید میں پڑا ہوں

اے سعادت بخش جانِ انبیا — یا بکُش یا باز خوانم یا بیا

اے انبیاء کی جان کو سعادت بخشنے والے — یا مار ڈال یا مجھے واپس بلالے یا تو آجا

۳؎ با فراقت کافراں را تاب نیست — کایں فراق اندر خورِ اصحاب نیست

تیرے فراق کی کافروں میں بھی تاب نہیں ہے — یہ فراق دوستوں کے لائق نہیں ہے

کافراں گویند در وقتِ عذاب — ہر یکے یا لیتنی کنت تراب

عذاب کے وقت کافر کہیں گے — ہر ایک، کاش میں مٹی ہوتا

حالِ اُو اینست کو خود زاں سوست — چوں بود بے تو کسے کانِ توست

جو اُس جانب کا ہے اُس کا یہ حال ہے — تیرے بغیر اُس کو کیا حال ہوگا جو تیرا ہے

۱؎ کیست [illegible] یوسف۔ خود جُنکا وہ دل تھا جو طالبِ حق تھا۔ چوں اسیرے۔ اِس دل کو انھوں نے نفسِ امارہ کا قیدی بنا دیا تھا۔ جبرئیلے۔ یعنی روح کو جسم نے ستون سے باندھ دیا ہے اور اُس کو زخمی کر دیا ہے۔ پیشِ اُو۔ اُس روح کو مادی غذائیں کھلانا چاہتا ہے۔ کہ بخور۔ روح کی غذا مادی نہیں ہے اُس کی غذا ذکر اللہ اور لقاء اللہ ہے۔ زیں شکنجہ۔ روحِ انسانی انسان کے اِس ظلم و ستم کی خدا سے شکایت کرتی ہے۔ گرگ۔ یعنی انسان کا نفسِ امارہ۔ گویدش۔ خدا اُس روح سے فرماتا ہے۔

۲؎ او ہمی گوید۔ خدا کے صبر دینے پر روح کہتی ہے کہ اب مجھے جلد اپنے پاس بلالے۔ احمدم۔ یعنی روح کہتی ہے مجھے نفس کے ہاتھوں مادی تکالیف برداشت کرنی پڑ رہی ہیں جو آنحضورؐ کو یہود کے ہاتھوں اور حضرت صالحؑ کو ثمود کے ہاتھوں برداشت کرنی پڑی تھیں۔ یا بکش۔ روح کہتی ہے اب فراق کی برداشت نہیں ہے یا مجھے فنا کر دے یا مجھے اپنے پاس بلالے یا تو میرے پاس آجا۔

۳؎ با فراقت۔ خدا سے جدائی کی صورت کافر بھی برداشت نہ کر سکیں گے چہ جائیکہ مومن برداشت کرے۔ یا لیتنی۔ یعنی فراق کی وجہ کافر اپنے فنا ہونے کی تمنا کریں گے۔ حالِ او۔ یعنی فراق میں بیگانوں کا یہ حال ہے تو اپنوں کا کیا حال ہوگا۔

حق ہمی گوید کہ آرے اے نزہ[۵۱] — لیک بشنو صبر آور صبر بہ
اللہ فرماتا ہے کہ ہاں اے پاک نسل — لیکن سُن صبر کر صبر اچھا ہے

صبح نزدیک ست خامش دم مزن — کاندر آمد وقت بیروں آمدن
صبح قریب ہے چُپ ہو جا سانس نہ لے — کہ باہر نکلنے کا وقت آپہونچا ہے

صبح نزدیک ست خامُش کم خروش — من ہمی کوشم پئے تو تو مکوش
صبح نزدیک ہے چُپ ہو جا شور نہ کر — میں تیرے لئے کوشاں ہوں تو کوشش نہ کر

کوششِ من بہ کہ کوششہائے تو — داروئے تلخم بہ از حلوائے تو
تیری کوششوں سے میری کوشش بہتر ہے — تیرے حلوے سے میری کڑوی دوا بہتر ہے

ہیں تحمل کن برو خاموش شو — کم ترک جنباں زباں رو گوش شو
ہاں برداشت کر، جا چُپ ہو جا — زبان نہ چلا، جا کان بن جا

شد ز حد ہیں باز گرد اے یار گرد — رُوستائی خواجہ را در خانہ بُرد
(بات) حد سے گذر گئی اے بہادر یار واپس چل — دیہاتی خواجہ کو گھر لے گیا

قصۂ اہلِ سبا یک گوشہ نہ — آں بگو کاں خواجہ چوں آمد بدہ
سبا والوں کا قصہ ایک طرف رکھ دے — یہ بتا کہ خواجہ کس طرح گاؤں میں آیا

بقیۂ قصۂ رفتنِ خواجہ بدعوتِ رُوستائی بدہ

دیہاتی کی دعوت پر خواجہ کے گاؤں جانے کے قصہ کا بقیہ

رُوستائی در تملق شیوہ کرد — تا کہ حزمِ خواجہ را کالیوہ کرد
دیہاتی نے خوشامد کا ایسا طریقہ اختیار کیا — کہ خواجہ کی ہوشیاری کو دیوانہ بنا دیا

از پیام اندر پیام او خیرہ شُد — تا زلالِ حزمِ خواجہ تیرہ شد
وہ پیغام در پیغام سے حیران ہو گیا — یہاں تک کہ خواجہ کی احتیاط کا صاف پانی گدلا ہو گیا

ہم ازینجا کودکانش در رسید — نرتع و نلعب[۵۲] بشادی می زدند
ساتھ ہی ادھر سے اس کے بچے خوشی میں — ”ہم کھائینگے ہم کھیلیں گے“ کا شادیانہ بجاتے تھے

ہمچو یوسف کش ز تقدیرِ عجب — نرتع و نلعب بہ بُرد از ظلِ اَب
(حضرت) یوسفؑ کی طرح جنکو عجیب تقدیر کیوجہ سے — ہم کھائینگے ہم کھیلیں گے نے باپ کے سایہ سے محروم کر دیا

آں[۵۳] نہ بازی بلکہ جانبازیست آں — حیلہ و مکر و دغا سازیست آں
یہ کھیل نہیں ہے بلکہ جان پر کھیلنا ہے — یہ حیلہ اور مکر اور دغا بازی ہے

---

۵۱ نزہ۔ منزہ، بزرگوار۔ صبح نزدیک ست۔ سورۂ ہود میں ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے حضرت لوطؑ کی تسلی کے لئے کہا تھا اب صبح قریب ہے ان بدکاروں سے تیرا بدلہ لے لیا جائیگا۔ تملق۔ خوشامد، چاپلوسی۔ شیوہ طریقہ، عادت۔ کالیوہ۔ احمق۔ دیوانہ۔ خیرہ۔ حیران۔

۵۲ نرتع و نلعب۔ ہم کھائینگے اور کھیلیں گے۔ یہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے سازش کرتے وقت حضرت یعقوبؑ سے کہا تھا۔ ظلِ اب۔ انہی جملوں نے حضرت یوسفؑ کو حضرت یعقوبؑ کے سایۂ پدری سے محروم کر دیا تھا۔

۵۳ آن نہ بازی۔ یہ کھیل کی دعوت نہ تھی بلکہ حضرت یوسفؑ کی جان لینے کی بازی تھی حیلہ اور مکر اور دغا بازی تھی۔

هر چہ[1] از یارت جدا اندازد آں / مشنو آں را کاں زیاں دارد زیاں

جو تجھے دوست سے دُور پھینک دے / اُس کو نہ سُن کیونکہ بربادی ہے بربادی

گر بود آں سُود صد در صد مگیر / بہرِ زر مگسل ز گنجور اے فقیر

اگر وہ ہزاروں کا فائدہ ہو تب بھی نہ لے / اے فقیر! سونے کے لئے خزانچی سے تعلق نہ توڑ

ایں شنو کہ چند یزداں زجر کرد / گفت اصحابِ نبیؐ را گرم و سرد

یہ سنو کہ اللہ نے کس قدر ملامت کی / نبیؐ کے ساتھیوں کو بُرا بھلا کہا

زانکہ بر بانگِ دُہل در سالِ تنگ / جمعہ[2] را کردند باطل بے درنگ

کیونکہ تنگی کے ایک سال میں نقارے کی آواز پر / بلا توقف انھوں نے جمعہ کی نماز توڑ دی

تا نباید دیگراں ارزاں خرند / زاں جلب صرفہ ز ما ایشاں برند

تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوسرے سستا خرید لیں / اس سودے کا فائدہ وہ ہم سے زیادہ اٹھالیں

ماند پیغمبر بخلوت در نماز / با دو سہ درویش ثابت پُر نیاز

پیغمبر نماز میں اکیلے رہ گئے / اُن دو تین غریبوں کیساتھ جو عاجزی پر قائم رہے

کو فتِ طبلِ لہو بازرگانیے / چونتاں ببرید از ربانیے

ایک تاجر نے تفریح کا نقارہ پیٹا / تم کیوں ربانی (رسولؐ) سے کٹے

قَدْ فَضَضْتُمْ نَحْوَ قَمْحٍ هَائِمًا / ثُمَّ خَلَّيْتُمْ نَبِيًّا قَائِمًا

تم ٹوٹ پڑے گیہوں کی جانب دیوانہ وار / پھر تم نے نبی کو کھڑا چھوڑ دیا

بہرِ گندم تخمِ باطل کاشتید / واں رسولِ حق را بگذاشتید

گیہوں کے لئے تم نے باطل کا بیج بویا / اور اس خدا کے رسول کو چھوڑ دیا

صحبتِ اُو خیر مِن لہو ست و مال / ہیں کرا بگذاشتی چشمے بمال

اُس کی صحبت مال اور کھیل کود سے بہتر ہے / خبردار کس کو چھوڑا ہے، آنکھ مل

خود نشد حرصِ شمارا ایں یقیں / کہ منم رزاق خیر الرازقیں

تمہاری حرص کو یہ یقین نہ آیا / کہ میں رازق، رزق دینے والوں میں سے بہتر ہوں

آنکہ[3] گندم را ز خود روزی دہد / کے توکلہات را ضائع کند

جو گیہوں کو بھی خود روزی دیتا ہے / وہ تیرے توکلوں کو کب ضائع کرے گا

از پئے گندم جدا گشتی ازاں / کہ فرستاد است گندم ز آسماں

تو گیہوں کے لئے اُس سے جُدا ہوگیا / جس نے گیہوں آسمان سے بھیجا ہے

---

[1] ہر چہ: جو بات بھی دوست سے جُدائی کا سبب بنے اُسکو نہ سننا چاہئے۔ گرچہ خود معمولی فائدے کے لئے بڑا نقصان نہ گوارا کرنا چاہئے۔ ایں شنو: سورۂ جمعہ میں اِسی قصّہ کی طرف اشارہ ہے ایک بار مدینہ میں گیہوں کا آٹا فروخت کرنے والا قافلہ آیا۔ اُس وقت آنحضورؐ نماز جمعہ پڑھا رہے تھے، صحابہ آٹا خریدنے کے شوق میں آنحضورؐ کو نماز پڑھاتے چھوڑ کر چلے گئے۔ اس پر صحابہؓ مورد عتاب بنے انھوں نے تھوڑے فائدے کی خاطر بڑا نقصان کیا اور آنحضورؐ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ دوران نماز کا قصّہ نہیں ہے بلکہ خطبہ کے دوران یہ قصّہ ہوا تھا۔

[2] جمعہ را: یعنی نماز جمعہ، بہتر یہی ہے کہ اس سے خطبۂ جمعہ مراد لیا جائے۔ جلب: تجارت کا مال جو کسی دوسرے شہر میں سے لایا جائے۔ دو سہ: دس بارہ صحابہ سے زیادہ موجود رہے تھے۔ ربانی: یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ بہرِ گندم: قافلہ کے طبل پر گیہوں کا آٹا خریدنے چلے گئے ہے۔ چشمے بمال: آنکھ ملکر غور سے دیکھو۔ خود نشد: اپنے رزق کے لئے خود دوڑ پڑے حالانکہ رزّاق میں ہوں۔

[3] آنکہ: خدا تو وہ ہے جو رزق کو بھی رزق دیتا ہے۔ ازاں: نبی سے جدا ہونا خدا سے جدا ہونا تھا

کمتر از بط[۵۱] نیستی آخر در آب | کو دہد مر بازِ داعی را جواب
آخر تو پانی کی بطخ سے کم نہیں ہے | جو دعوت دینے والے باز کو جواب دیتی ہے

دعوت کردن باز بطاں را از آب بصحرا و جواب بطاں
باز کا بطخوں کو پانی سے جنگل کی دعوت دینا اور بطخوں کا جواب

باز گوید بط را کز آب خیز | تا ببینی دشتہا را قند ریز
باز بطخ سے کہتا ہے کہ پانی سے نکل | تاکہ تو جنگلوں کو شکر بکھیرنے والا دیکھے

بطِ عاقل گویدش کاے باز دور | آب ما را حصنِ امن ست و سرور
عقلمند بطخ اس سے کہتی ہے کہ اے باز جا | پانی ہمارے لئے امن اور خوشی کا قلعہ ہے

دیو[۵۱] چوں باز آمد اے بطاں شتاب | ہیں بہ بیروں کم روید از حصنِ آب
اے بطخو! شیطان کی مثال باز کی سی ہے جلدی کرو | خبردار! پانی کے قلعہ سے باہر نہ نکلنا

باز را گوئید[۵۲] رو رو باز گرد | از سرِ ما دست دار اے پاکمرد
باز سے کہہ دو، جا جا واپس ہو جا | اے مددگار! ہمارے سر سے دست بردار ہو جا

ما بری از دعوتت دعوت ترا | ما نہ نوشیم ایں دمِ تو کافرا
ہم تیری دعوت سے بری ہیں تیری دعوت تجھے | اے کافر ہم تیرا یہ مکر نہ قبول کریں گے

حصنِ ما را قند و قندستاں ترا | ما نخواہیم ہدیات بستاں ترا
قلعہ ہم کو اور قند و قندستان تجھے (مبارک ہو) | ہم تیرے ہدیہ کے خواہشمند نہیں ہیں باغ تجھے (مبارک ہو)

چونکہ جاں باشد نیاید قوت کم | چونکہ لشکر ہست کم نآید علم
جب جان ہے روزی کی کمی نہ ہوگی | جبکہ لشکر ہے جھنڈے کم نہ ہوں گے

رجوع بحکایت خواجہ و روستائی
خواجہ اور دیہاتی کے قصہ کی طرف واپسی

خواجۂ حازم بسے عذر آورید | بس بہانہ کرد با دیوِ[۵۳] مرید
پختہ کار خواجہ نے بہت عذر کئے | سرکش شیطان سے بہت بہانے کئے

گفت ایں دم کارہا دارم مہم | گر بیایم آں نگردد منتظم
کہا اس وقت میں بہت ضروری کام رکھتا ہوں | اگر میں چلا جاؤں گا ان کا انتظام نہ ہو سکیگا

شاہ کارِ نازکم فرمودہ است | ز انتظارم شاہ شب نغنودہ است
بادشاہ نے مجھے ایک نازک کام کا حکم فرمایا ہے | میرے انتظار میں وہ رات بھر نہیں سویا ہے

[۵۱] کمتر از بط: بطخوں نے باز کی دعوت پر بڑے فائدے کو نہ چھوڑا، انسان تھوڑے فائدے کے لئے بڑا نقصان کر بیٹھتا ہے۔ باز: باز خشکی کا پرندہ ہے اور بطخیں آبی ہیں باز نے بطخوں کو جنگل کی دعوت دی۔ دشتہا: جنگلوں میں عمدہ خوراک ہے۔ دیو: شیطان انسان کے لئے ایسا ہے جیسا کہ باز بطخوں کیلئے تھا۔

[۵۲] باز را: جب شیطان لالچ دلائے اسکو دھتکار دو۔ ایندم تو: یہ تیرا دھوکا ہے ہم اس میں نہ پھنسیں گے۔ چونکہ: روزی کے بارے میں انسان کو توکل سے کام لینا چاہیے۔ خواجہ حازم: عقلمند۔ حازم: پختہ کار، ہوشیار۔

[۵۳] دیو مرید: سرکش شیطان، یعنی دیہاتی۔ کار نازک: نازک کام۔

من نیارم ترکِ امرِ شاہ کرد — من نتانم شد بر شہ روئے زرد
میں بادشاہ کے حکم کو نہیں چھوڑ سکتا — میں بادشاہ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا

ہر صباح و ہر مسا سرہنگِ خاص — میرسد از من ہمی جوید مناص
ہر صبح اور ہر شام ایک خاص سپاہی — آتا ہے اور مجھ سے خلاصی چاہتا ہے

تو روا داری کہ آیم سوئے دِہ — تا در ابرو افگند سلطاں گرہ
تو مناسب سمجھتا ہے کہ میں گاؤں کی طرف آجاؤں — یہاں تک کہ بادشاہ پیشانی پر گرہ ڈالے

بعد ازاں درمانِ خشمش چوں کنم — زندہ خود را زیں مگر مدفوں کنم
اس کے بعد اس کے غصہ کا کیا علاج کروں؟ — ہاں اس سے اپنے آپ کو زندہ دفن کردوں

زیں نمط او صد بہانہ باز گفت — حیلہا با حکمِ حق نفتاد جفت
اس طرح کے اس نے سینکڑوں بہانے بنائے — (لیکن) حیلے حکمِ خداوندی کے مطابق نہ ہو سکے

گر شود ذراتِ عالم حیلہ پیچ — با قضائے آسماں ہیچ ست ہیچ
اگر تمام دنیا کے ذرّے حیلہ گری کریں — آسمان کے فیصلے کے مقابلہ میں یہ کچھ بھی نہیں ہیں

چوں گریزد ایں زمیں از آسماں — چوں کند او خویش را از وے نہاں
یہ زمین آسمان سے کیسے گریز کرے — یہ اپنے آپ کو اس سے کیسے چھپائے

ہرچہ آید زآسماں سوئے زمیں — نے مفر دارد نہ چارہ نے کمیں
جو کچھ آسمان سے زمین پر آتا ہے — (اس سے) نہ مفر ہے نہ کوئی تدبیر نہ چھپنے کی جگہ

آتش[۵۲] از خورشید می بارد برو — او بہ پیشِ آتشش بنہادہ رُو
سورج سے اس پر آگ برستی ہے — وہ اس کی آگ کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے

ور ہمی طوفاں کند باراں برو — شہر ہا را میکند ویراں برو
وہ اگر اس پر بارش کا طوفان برسائے — اس پر شہروں کو ویران کرے

او شدہ تسلیم او ایوب وار — کہ اسیرم ہرچہ می خواہی بیار
وہ (حضرت) ایوبؑ کی طرح اس کے سپرد کئے ہوئے ہے — کہ میں قیدی ہوں تو جو چاہے کر

اے کہ جزو ایں زمینی سر مکش — چونکہ بینی حکمِ یزداں در مکش
اے وہ کہ تو اس زمین کا جزو ہے سرکشی نہ کر — جب تو خدا کا حکم (آتا) دیکھے دروازہ نہ بند کر

چوں خلقناکم[۵۳] شنیدی من تراب — خاک باشی جست از تو رو متاب
جبکہ تو نے ہم نے تمکو مٹی سے پیدا کیا ہے سن لیا ہے — اس نے تجھ سے خاک بن جانا چاہا ہے، روگردانی نہ کر

۵۱ روئے زرد۔ یعنی بادشاہ کا کام نہ کرسکوں گا تو شرمندگی ہوگی۔ مناص۔ چھٹکارے کی جگہ۔ گرہ۔ یعنی بادشاہ ناراض ہو جائے گا۔ مدفون۔ یعنی بادشاہ ناراض ہوکر زندہ درگور کردے گا۔ جفت۔ یعنی اس کے بہانے تقدیر خداوندی کا مقابلہ نہ کرسکے اور اسکو گاؤں جانا پڑا گر شود قضا کے بالمقابل انسان مجبور ہے۔

۵۲ آتش۔ زمین سورج کی تپش برداشت کرنے پر مجبور ہے اسی طرح انسان قضا کے مقابلہ میں لاچار ہے۔ ایوب وار حضرت ایوب کا صبر مشہور ہے۔ اے کہ جزو۔ انسان مٹی سے بنا ہے

۵۳ خلقناکم۔ قرآن پاک میں ہے اے انسانو ہم نے تمہیں زمین کی مٹی سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں ہم لوٹائیں گے۔

بیں۱ کہ اندر خاک تخمے کاشتم — گرد خاکی و منش افراشتم

دیکھ لے میں نے مٹی میں بیج بو دیا — وہ خاکی بنا اور میں نے اس کو بلند کیا

حملۂ۲ دیگر تو خاکی پیشہ گیر — تا کنم بر جملہ میرانت امیر

دوسری بار تو خاکی ہونا اختیار کر — تاکہ میں تجھے تمام سرداروں کا سردار بنا دوں

آب۳ از بالا بہ پستی در رود — آنگہ از پستی ببالا بر رود

پانی بلندی سے پستی میں جاتا ہے — تب پستی سے بلندی پر جاتا ہے

گندم۴ از بالا بزیرِ خاک شد — بعد ازاں اُو خوشہ چالاک شد

گیہوں بلندی سے مٹی کے نیچے گیا — اس کے بعد وہ لہلہاتا خوشہ بنا

دانۂ ہر میوہ چوں گردد دفیں — بعد ازاں سرہا بر آرد از زمیں

ہر پھل کا دانہ جب گڑتا ہے — اس کے بعد زمین سے سر ابھارتا ہے

اصلِ نعمتہا ز گردوں تا بخاک — زیر آمد شد غذائے جانِ پاک

تمام نعمتوں کی اصل آسمان سے مٹی تک — نیچے آئی، تو پاک جان کی غذا بنی

از تواضع چوں ز گردوں شد بزیر — گشت جزوِ آدمیِ حیِ دلیر

تواضع کی وجہ سے جب وہ آسمان سے نیچے آیا — تو وہ زندہ دلیر انسان کا جزو بن گیا

پس صفاتِ آدمی شد آں جماد — بر فرازِ عرش پراں گشت شاد

تو وہ بے جان آدمی کی صفات سے متصف ہو گیا — خوش ہو کر آسمان کی بلندی پر اڑ گیا

کز جہانِ۵ زندہ اول آمدیم — باز از پستی سوئے بالا شدیم

ہم پہلے زندہ جہان سے آئے — پھر پستی سے بلندی کی طرف گئے

جملہ اجزا در تحرک در سکون — ناطقاں کہ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

تمام اجزا حرکت اور سکون میں — کہتے ہیں کہ ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

ذکر و تسبیحاتِ اجزائے نہاں — غلغلے افگند اندر آسماں

پوشیدہ اجزاء کے ذکر اور تسبیح نے — آسمان میں غلغلہ ڈال دیا

چوں قضا آہنگ نارنجات کرد — روستائی شہری را مات کرد

جب قضا نے طلسم کرنے کا ارادہ کیا — دیہاتی نے شہری کو مات دے دی

با ہزاراں حزم خواجہ مات شد — زاں سفر در معرضِ آفات شد

ہزاروں احتیاطوں کے باوجود خواجہ ہار گیا — اور اس سفر سے آفتوں میں پھنس گیا

---

۱ بیں۔ خاکساری کے بعد سرخروئی حاصل ہوتی ہے بیج مٹی میں مل کر نشوونما پاتا ہے۔
۲ حملۂ دیگر۔ انسانی خاکی پیکر اختیار کیا دوبارہ وہ خاکی بنے گا تو بڑے مراتب حاصل کرے گا۔
۳ ب بالا۔ پانی پھر بھاپ بنکر بلندی کی طرف جاتا ہے یا کنویں سے اوپر نکالا جاتا ہے اور انسان کا جزو بنتا ہے۔
۴ گندم۔ گیہوں کا دانہ مٹی میں ملتا ہے پھر ہرا بھرا خوشہ بنکر ابھرتا ہے اصل نعمتہا پانی آسمان سے برسا پھر زمین سے مل کر انسان کا جزو بنا اور انسانی صفات اختیار کر کے عرش تک پہونچا۔
۵ جہانِ زندہ یعنی عالم ارواح۔ سو تجھے بالا۔ عالم ارواح۔ ذکر و تسبیحات۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔

اعتمادش[1] بر ثباتِ خویش بود
اُس کو اپنی ثابت قدمی پر بھروسہ تھا

گرچہ کُہ بد نیم سیلش در ربود
اگرچہ پہاڑ تھا اُس کو آدھا سیلاب بہالے گیا

چون قضا بیروں کُند از چرخ سَر
قضا جب آسمان سے سر نکالتی ہے

عاقلاں گردند جملہ کور و کر
سب عقلمند اندھے بہرے ہوجاتے ہیں

ماہیاں اُفتند از دریا بروں
مچھلیاں دریا سے باہر نکل پڑتی ہیں

مُرغِ پرّاں گردد از دامے زبوں
اُڑنے والا پرندہ ایک جال سے عاجز آجاتا ہے

تا پری و دیو در شیشہ شود
یہاں تک کہ دیو اور پری بوتل میں بند ہوجاتے ہیں

بلکہ ہاروتے بہ بابل در رود
بلکہ ہاروت بابل میں چلا جاتا ہے

جز کسے کاندر قضا اندر گریخت
سوائے اُس کے جو قضا کی پناہ میں آگیا

خونِ اُو را ہیچ تربیعے نریخت
کوئی تربیع اُس کا خون نہ بہا سکی

غیر آنکہ در گریزی در قضا
سوائے اُس کے کہ تو قضا کی طرف بھاگے

ہیچ حیلہ ندہدت از وے رہا
کوئی تدبیر تجھے رہائی نہیں دلا سکتی

قصۂ اصحابِ ضروان[2] و حیلہ کردنِ ایشاں تا بے زحمت
ضروان والوں کا قصہ اور اُن کا تدبیر کرنا تاکہ فقیروں کی زحمت سے

فقیراں باغہا را قطاف کنند
بچ کر وہ باغوں کے پھل توڑ لیں

قصۂ اصحابِ ضرواں خواندۂ
تو نے ضروان والوں کا قصہ پڑھا ہے

پس چرا در حیلہ جوئی ماندۂ
پھر تو کیوں حیلہ جوئی میں لگا ہے؟

حیلہ می کردند کژدم نیش چند
چند بچھو جیسے ڈنک والے تدبیر کرتے تھے

کہ برند از روزیِ درویش چند
کہ چند فقیروں کی روزی مار دیں

شب ہمہ شب می سگالیدند مکر
تمام رات مکر اور حیلے سوچتے رہے

رُوئے در رُو کردہ چندیں عمرو بکر
آمنے سامنے ہوکر بہت سے عمرو بکر

خفیہ می گفتند سِرہا آں بداں
اُن نالائقوں نے رازِ مخفی طور پر کہے

تا نباید کہ خدا دریابد آں
تاکہ خدا اُن کو نہ جان لے

باگِل[3] اندیشہ اسگالید گِل
کہگل نے کہگل کرنے والے کے خلاف سوچا!

دست کارے می کند پنہانِ دل
ہاتھ دل سے چھپا کر کوئی کام کرتا ہے!

[1] اعتمادش۔ شجری کو اپنی عقل پر گھمنڈ تھا۔ در شیشہ جن اور پری کو بوتل میں بند کرلینے کا ایک شاعرانہ اور عامیانہ تخیل ہے۔ جز کسے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ ہم اللہ کی قضا سے اللہ ہی کی قضا کی طرف فرار اختیار کرتے ہیں۔ تربیع کسی شخص کے طالع کے دو ستاروں کا اس طرح جمع ہونا کہ ایک دوسرے کے اعتبار سے چوتھے خانے میں ہو۔ یہ صورت اُس شخص پر منحوس اثرات ڈالتی ہے۔

[2] ضروان۔ یمن میں صنعا کے قریب ایک گاؤں ہے۔ اس کے باشندوں کا یہ قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ حیلہ کردند۔ فقرا کو محروم کرنے کی تدبیر سوچی۔ خفیہ آہستہ سرگوشی اس لئے کرتے تھے کہ خدا اُن کی سازش کو نہ سن سکے۔

[3] گِل۔ کہگل۔ کہگل کرنے والے سے اپنا راز نہیں چھپا سکتی نہ ہاتھ دل سے اپنا کام مخفی رکھ سکتا ہے۔

کَیفَ[1] لَا یَعلَمُ ھَوَاکَ مَن خَلَق
تیری خواہش کو کیسے نہ جانیگا جس نے پیدا کیا

اِنَّ فِی نَجوَاکَ صِدقًا اَم مَلَق
تیری خفیہ باتوں میں سچائی ہے یا جھوٹ

کَیفَ یَغفُلُ عَن ظَعِینٍ[2] رَغَدًا
خوش عیش ہودج نشین سے وہ کیسے ناواقف ہوگا؟

مَن یُّعَایِن اَینَ مَثوَاہُ غَدًا
جو دیکھ رہا ہے کہ کل کو اُس کا ٹھکانا کہاں ہے

اَینَمَا قَد ھَبَطَا اَو صَعِدَا
کہاں وہ نشیب میں اُتری کہاں اونچائی پر چڑھی

قَد تَوَلَّاہُ وَ اَحصیٰ عَدَدَا
وہ اُس کا نگراں ہے اور اُس نے شمار کر لیا ہے

گوش کُن اکنوں حدیثِ خواجہ را
اب خواجہ کی بات سُن

کو سوئے دہ چوں شد و دید او جزا
کہ وہ شہر کی جانب کیسے گیا اور اُس نے سزا بھگتی

گوش را اکنوں ز غفلت پاک کُن
اب کان کو غفلت سے پاک کر لے

استماعِ ہجرِ آں غمناک کُن
اُس غمناک کی ہجرت (کا قصہ) سُن

تا چہا دید از بلا و از عنا
اُس نے کس قدر بلا اور مشقت دیکھی

دررہِ دہ چوں شد از شہر او جدا
گاؤں کے راستہ میں جب وہ شہر سے جدا ہوا

آں زکاتے داں کہ غمگیں را دہی
اُس کو ایک زکوٰۃ سمجھ جو تو غمزدہ کو دے رہا ہے

گوش را چوں پیشِ دستانش[3] نہی
جب تو کان اُس کی داستان پر دھرے

بشنوی غمہائے رنجورانِ دل
دل کے بیماروں کا غم سُن لے

فاقۂ جانِ شریف از آب و گل
آب و گل (میں پھنسنے) سے شریف جان کا فاقہ ہے

خانۂ پُر دود دارد پُر فنے
صاحبِ ہُنر کا گھر (دل) دھوئیں سے بھرا ہوا ہے

مر ورا بکشا ز اِصغا روزنے
اُس کی بات سننے کے لئے (کان کے) سوراخ کھول دے

گوشِ تو او را چو راہِ دم شود
جب تیرا کان اُسکے سانس لینے کا راستہ بن جائے

دودِ تلخ از خانۂ او کم شود
کڑوا دھواں اُس کے گھر میں سے کم ہو جائے

غمگساری کُن تو با ما اے رَوی
اے سیراب! ہماری غمگساری کر

گر بسوئے ربِّ اعلیٰ می روی
اگر تو ربِّ اعلیٰ کی طرف جا رہا ہے

ایں تردد حبس و زندانی بود
یہ تردد قید اور قیدی ہے

کو نہ بگذارد کہ جاں سوئے رود
جو نہیں چھوڑتا کہ جان کسی طرف جائے

ایں بدیں سو آں بداں سو می کشد
یہ اس جانب وہ اُس جانب کھینچتا ہے

ہر یکے گوید منم راہِ رشد
ہر شخص کہتا ہے میں ہدایت کا راستہ ہوں

---

[1] کیف۔ قرآن پاک میں ہے اَلَا یَعلَمُ مَن خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیفُ الخَبِیرُ۔ بیشک وہ اللہ جانتا ہے اُن کو جن کو اُس نے پیدا کیا ہے وہ مہربان اور باخبر ہے۔

[2] ظعین۔ ہودج نشین سواری مثوی۔ ٹھکانا عنا۔ مشقت۔ اُس زکاتے۔ کسی غمناک کی داستان سُن لینا اُس پر بہت بڑا احسان ہوتا ہے اُس کے دل کا غم ہلکا ہو جاتا ہے۔

[3] دستاں۔ داستان۔ خانہ اُس کا دل غم کے دھوئیں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ تیرا سننا گویا ایک سوراخ ہے جس کے ذریعہ اُس کے دل کا دھواں خارج ہوتا ہے۔ رَوی۔ سیراب یعنی جبکہ تیرا سلوک راہِ حق پر ہے اور عروج حاصل ہے تو ہمیں بھی معیت کا شرف بخش دے۔

ایں تردّدؔ عقبۂ راہِ حق ست
یہ تردد، اللہ کے راستہ کی گھاٹی ہے

اے خنک آنکس کہ پایش مطلق ست
وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جس کا پیر آزاد ہے

بے تردد می رود در راہِ راست
وہ سیدھے راستہ پر بغیر تردد جا رہا ہے

رہ نمیدانی بجو گامش کجاست
اگر، تو راستہ نہیں جانتا ہے جا اُس کا نشان قدم (تلاش کر)

گامِ آہو را بگیر و رو معاف
تو ہرن کے (نشان) قدم پکڑ لے اور عافیت سے چلا کر

تا رسی از گامِ آہو تا بنافؔ
تاکہ تو ہرن کے نشان قدم سے نافہ تک پہنچ جائے

زیں روش بر اوجِ انور می روی
اس رفتار سے تو روشن بلندی پر جا رہا ہے

اے برادر گر بر آذر می روی
اے بھائی! اگر تو آگ پر چل رہا ہے

نے ز دریا ترس و نے از موج و کف
نہ دریا سے ڈر، نہ موج سے، نہ جھاگ سے

چوں شنیدی تو خطابِ لاتخف
جب تو نے "نہ ڈر" کا خطاب سن لیا ہے

لاتخف دان چونکہ خوفت داد حق
جبکہ تجھے اللہ نے خوف دیا ہو تو اسے اپنے لئے لاتخف کا مصداق سمجھ

ناں فرستد چوں فرستادت طبق
وہ روٹی بھیجے گا جبکہ اس نے تجھے طباق دیا ہے

خوفؔ آنکس راست کو را خوف نیست
ڈر اُس کے لئے ہے جس کو ڈر نہیں ہے

غصہ آنکس را کش اینجا طوف نیست
غم اُس کے لئے ہے جس کو یہاں طواف کا موقع نہیں

رواں شدنِ خواجہ بسوئے دِہ باعیالاں

خواجہ کا بچوں کے ساتھ گاؤں کو روانہ ہونا

خواجہ در کار آمد و تجہیز ساخت
خواجہ کام میں لگا اور سامان تیار کیا

مرغِ عزمش سوئے دِہ اشتاب تاخت
اُسکے ارادہ کا پرند جلد گاؤں کی جانب روانہ ہوا

اہل و فرزنداں سفر را ساختند
اہل اور اولاد نے سفر کی تیاری کر لی

رخت را بر گاوِ عزم انداختند
سامان ارادے کے بیل پر لاد دیا

شادماناں و شتاباں سوئے دِہ
خوشی خوشی جلدی سے گاؤں کی جانب

کہ برے خوردیم از دِہ مژدہ دِہ
کہ ہم نے گاؤں کے پھل کھائے ہیں خوشخبری سنا

مقصدِ ما را چراگاہِؔ خوش ست
ہمارے مقصد کے لئے عمدہ چراگاہ ہے

یارِ ما آنجا کریم و دلکش ست
اُس جگہ ہمارا دوست سخی اور دلنواز ہے

باہزاراں آرزوماں خواندہ است
اُس نے ہمیں ہزاروں تمناؤں سے بلایا ہے

بہرِ ما غرسِ کرم بنشاندہ است
اُس نے ہمارے لئے سخاوت کا پودا لگایا ہے

لہ تردد۔ تردد کی کیفیت عروج کیلئے مضر ہے۔ عقبہ۔ گھاٹی جس سے عبور دشوار ہوتا ہے پایش یعنی تردد کی کیفیت اسکو سلوک سے مانع نہیں ہے اُس کا اتباع کرے گام۔ ہرن کا نافہ حاصل کرنا ہے تو اسکے نقش قدم پکڑ کر چلنے سے بالآخر اُس کا نافہ حاصل ہو جائے گا، آثار سے ہی ذات تک رسائی ہوگی۔ بر آذر یعنی مجاہدات کی سختی۔ لاتخف۔ جبکہ اللہ کی جانب سے بشارت حاصل ہو گئی ہے تو راہ کی مشکلات سے نہ ڈرنا چاہیئے۔

ٹہ خوف۔ خوف کا طاری ہونا یہ علامت ہے کہ لاتخف کا مقام حاصل ہو گا جو خوف سے بالکل خالی ہے یہ اُس کی محرومی کی دلیل ہے۔ بَرَے یعنی قسم قسم کے پھل۔ مژدہ۔ خوشخبری۔

ٹہ چراگاہِ خوش۔ دلکش سبزہ زار۔ یار یعنی دعوت دینے والا دیہاتی۔ غرس۔ پودا۔

ماذخیرہ وہ زمستانِ دراز — ہم وہاں سے جاڑوں کے لئے سامان
از برِ اُو سوئے شہر آریم باز — اُس کے پاس سے شہر لے آئیں گے

بلکہ باغ ایثار راہِ ما کند — بلکہ وہ باغ ہمارے لئے قربان کر دے گا
در میانِ جانِ خود ماں جا کند — اپنی جان میں ہماری جگہ بنائے گا

عَجِّلُوْا اَصْحَابَنَا کَےْ تَرْبَحُوْا — ہمارے ساتھیو! جلدی کرو تاکہ نفع اٹھاؤ
عقل می گفت اندرون لَا تَفْرَحُوْا — اندر سے عقل کہتی تھی "خوش نہ ہو"

مِنْ رِبَاحِ اللّٰہِ کُوْنُوْا رَابِحِیْن — اللہ کے نفع سے نفع اٹھانے والے بنو
اِنَّ رَبِّیْ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْن — بیشک میرا خدا اترا کر خوش ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے

اِفْرَحُوْا هَوْنًا بِمَا آتَاکُمْ — اُسی سے ہلکے سے خوش ہو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے
کُلُّ آتٍ مُشْغِلٌ اَلْھَاکُمْ — ہر آنیوالی خبر مشغول کرنیوالی ہے جسنے تمہیں غافل بنایا

شاد از وے شو مشو از غیرِ وے — اُس سے خوش ہو اُس کے غیر سے نہ ہو
کو بہار ست و دگرہا ماہِ دے — کیونکہ وہ (موسم) بہار ہے، دوسرے اگہن کا مہینہ

ہر چہ غیرِ اُوست استدراجِ تُست — جو کچھ اُس کے علاوہ ہے وہ تیرا استدراج ہے
گرچہ تخت و مُلکِ تُست و تاجِ تُست — خواہ وہ تیرا تخت اور سلطنت ہو اور تیرا تاج ہو

شاد از غم شو کہ غم دامِ لقاست — غم سے خوش ہو کیونکہ وہ لقاء (خداوندی) کا ذریعہ ہے
اندریں رہ سوئے پستی ارتقاست — اس راستہ میں پستی کی جانب جانا، بلندی ہوتا ہے

غم یکے گنج ست و رنجِ تو چو کاں — غم ایک خزانہ ہے اور تیرا رنج کان ہے
لیک کے درگیرد ایں در کودکاں — لیکن اس بات کا اثر بچوں پر نہیں ہے

کودکاں چوں نامِ بازی بشنوند — بچے جب کھیل کا نام سنتے ہیں
جملہ باخر گور ہم تگ می دوند — سب گور خر کے ہم رفتار ہوتے ہیں

اے خراماں گور ایں سو دامہاست — اے ٹہلنے والے گور خر! اس طرف جال ہیں
در کمیں ایں سو خوں آشامہاست — اس جانب گھات میں خون پینے والی (بلائیں) ہیں

تیرہا پنہاں نشد لیکن کماں — تیر پوشیدہ نہیں ہیں لیکن کمان
گشت پنہاں از دو چشمِ مردماں — انسانوں کی دو آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے

تیرہا پرّاں کماں پنہان و غیب — تیر چل رہے ہیں، کمان چھپی ہوئی اور غائب ہے
بر جوانے میرسد صد تیرِ شیب — ایک جوان پر بڑھاپے کے سو تیر پہنچتے ہیں

۵۱ ماذخیرہ یعنی اس گاؤں سے جاڑوں کیلئے بہت سے تحفے لیکر لوٹیں گے۔ عقل چونکہ اس کا نتیجہ محرومی اور مایوسی ہوگی۔ افرحوا۔ یعنی دنیا کی لذتیں زیادہ خوشی کا سبب نہ ہونی چاہئیں۔

۵۲ دگرہا۔ دنیاوی خوشیاں فانی ہیں۔ استدراج۔ ڈھیل یعنی دنیا کی مرغوبات آزمائش کیلئے ہوتی ہیں۔ غم۔ آخرت کی فکر خزانہ بے بہا ہے۔

۵۳ کودکاں۔ جن کی عقل پختہ نہیں ہے وہ دنیاوی لذتوں کیطرف دوڑ پڑتے ہیں۔ ایں سو۔ یعنی دنیاوی لذتیں۔ تیرہا۔ یعنی دنیا کے قصے۔ شیب۔ یعنی بڑھاپے کے مصائب۔

گام در صحرائے دل باید نہاد — زانکہ در صحرائے[1] گِل نبود گشاد
دل کے جنگل میں قدم رکھنا چاہیے — اسلئے کہ مٹی کے جنگل (جسم) میں وسعت نہیں ہے

ایمن آباد است دل اے مردماں — حِصنِ محکم موضعِ امن و اماں
اے لوگو! دل امن آباد ہے — مضبوط قلعہ ہے امن و اماں کی جگہ ہے

گلشنِ خرم بکامِ دوستاں — چشمہا و گلستاں در گلستاں
دوستوں کے حسب مراد تازہ گلشن ہے — چشمے ہیں اور باغ در باغ ہیں

عُج اِلَی الْقَلْبِ وسِرْ یا سَارِیَہ — فِیہِ اَشْجَارٌ وَعَیْنٌ جَارِیَہ
قلب کی طرف لوٹ اور چل اے چلنے والے — جس میں درخت اور جاری چشمہ ہے

دِہ مرو دِہ مرد را احمق کند — عقل را بے نور و بے رونق کند
گاؤں میں نہ جانا گاؤں انسان کو احمق بنا دیتا ہے — عقل کو بے نور اور بے رونق بنا دیتا ہے

خواجہ پندارد کہ روزی دِہ دہد — ایں نمیداند کہ روزی دہ دہد
خواجہ سمجھتا ہے کہ گاؤں روزی دیتا ہے — یہ نہیں سمجھتا کہ روزی دینے والا (رزق) دیتا ہے

قولِ پیغمبر[2] شنو اے مجتبیٰ — گورِ عقل آمد وطن در روستا
اے برگزیدہ! پیغمبرؐ کا قول سن لے — گاؤں کا وطن عقل کی قبر ہے

ہر کہ روزے باشد اندر روستا — تا بماہے عقلِ او ناید بجا
جو گاؤں میں ایک دن رہے گا — اُس کی عقل ایک مہینہ تک ٹھکانے نہ آئے گی

ہر کہ در روستا کند روزے و شام — تا بماہے عقلِ او نبود تمام
جو شخص ایک دن اور شام گاؤں میں گذاریگا — ایک مہینہ تک اُس کی عقل مکمل نہیں ہوگی

تا بماہے احمقی با او بود — از حشیشِ دِہ جز اینہا چہ رود
ایک مہینہ تک حماقت اُس کے ساتھ ہوگی — گاؤں کی گھاس سے اسکے علاوہ اور کیا ہوگا

ہر کہ ماہے باشد اندر روستا — روزگارے باشدش جہل و عمیٰ
جو ایک مہینہ تک گاؤں میں رہے گا — اُس کی نادانی اور جہالت تمام عمر رہے گی

دہ[3] چہ باشد شیخِ کامل ناشدہ — دست در تقلید و در حجت زدہ
گاؤں کیا ہے؟ ناقص شیخ — جس نے تقلید اور حجت بازی حاصل کی ہے

پیشِ شہرِ عقلِ کلی ایں حواس — چوں خرانِ چشم بستہ در خراس
کلی عقل کے شہر کے سامنے یہ حواس — آنکھوں پر پٹی بندھے ہوئے کولھو کے گدھوں کی طرح ہیں

[1] صحرائے گل۔ دنیا۔ گشاد۔ وسعت۔ ایمن آباد۔ دل کی دنیا مضبوط قلعہ ہے جس میں طرح طرح کے گلشن اور باغیچے ہیں۔ دہ۔ قلب کی دنیا بمنزلہ شہر اور خارجی دنیا بمنزلہ گاؤں کے ہے۔ نیز مولانا نے آگے فرمایا ہے کہ گاؤں سے مراد شیخ ناقص ہے۔

[2] قول پیغمبر۔ حدیث ہے مَن سَکَنَ البادیۃ جَفیٰ جس نے دیہات کی سکونت اختیار کی وہ سخت دل بنا۔ تا بماہے۔ گاؤں میں ایک دن گذارنے سے انسان ایک مہینہ کے لئے بے عقل ہوجاتا ہے اور اگر ایک مہینہ گاؤں میں رہ گیا تو تمام عمر بے عقل رہیگا۔

[3] دہ چہ باشد۔ یہاں گاؤں سے مراد ناقص شیخ ہے جو صرف مشائخ کی نقل اتارتا ہے پیشِ شہر۔ شیخ کامل کے اعتبار سے یہ شیخ ناقص کولہو کا بیل ہے۔

ایں رہا کن صورت افسانہ گیر — رو بہ ہل زر دانہ گندم دانہ گیر
اس کو رہنے دے قصہ کی صورت اختیار کر — جا موتی کو چھوڑ دے گیہوں کا دانہ لے

گر بہ زر رہ نیست ہین گُم می ستاں — گر بداں سو نیست رہ ایں سو بر آں
اگر موتی کی طرف راستہ نہیں ہے تو گیہوں لے لے — اگر اُس طرف راستہ نہیں ہے اِس طرف چل پڑ

ظاہرش گیر ارچہ ظاہر کژ بود — عاقبت ظاہر سوئے باطن برد
اُس کے ظاہر کو اختیار کر لے اگرچہ ظاہر ٹیڑھا ہو — آخر ظاہر باطن ہی کی طرف جاتا ہے

اوّلِ ہر آدمی خود صورت است — بعد ازاں جاں کو جمالِ سیرت است
آدمی کی ابتدا خود صورت ہے — اُس کے بعد جان ہے جو باطن کا حُسن ہے

اوّلِ ہر میوہ جز صورت کے ست — بعد ازاں لذت کہ معنیٰ ویست
ہر میوے کی ابتدا سوائے صورت کے کیا ہے — اُس کے بعد لذت ہے جو اُس کے معنیٰ ہیں

اوّلا خرگاہ سازند و خرند — تُرک را زاں پس بمہماں آورند
پہلے خیمہ تیار کرتے ہیں اور خریدتے ہیں — اُس کے بعد سردار کو مہمان بنا کر لاتے ہیں

صورتت خرگاہ واں معنیٰ ست تُرک — معنیت ملاح واں صورت چو فلک
تیری صورت خیمہ ہے اور معنیٰ سردار ہیں — تیرے معنیٰ ملاح ہیں اور صورت کشتی جیسی ہے

رفتن خواجہ و قومش بسوئے دِہ

خواجہ اور اس کی قوم کا گاؤں کی طرف جانا

بہر حق ایں را رہا کن یک نفس — تا خرِ خواجہ بجنباند جرس
خدا کے لئے اس بات کو تھوڑی دیر کیلئے چھوڑ دے — تا کہ خواجہ کا گدھا گھنٹی ہلائے

خواجہ و بچگاں جہازے ساختند — بر ستوراں جانبِ دِہ تاختند
خواجہ اور بچوں نے سامان تیار کیا — جانوروں پر چڑھ کر گاؤں کی جانب روانہ ہو گئے

شادمانہ سوئے صحرا راندند — سافروا کے تغنموا بر خواندند
خوشی خوشی جنگل کی جانب روانہ ہو گئے — سفر کرو تا کہ غنیمت حاصل کرو پڑھنے لگے

کز سفرہا بندہ کیخسرو شود — بے سفرہا ماہ کے خسرو شود
سفروں کی وجہ سے غلام کیخسرو بن جاتا ہے — بغیر سفر کے چاند کب حسین بنتا ہے

از سفر بیدق شود فرزینِ راد — از سفر یابید یوسف صد مراد
پیادہ سفر کر کے عقلمند فرزین بن جاتا ہے — سفر سے (حضرت) یوسفؑ نے سیکڑوں مرادیں پائیں

---

۵۱ زر دانہ یعنی حکمت کی باتیں گرچہ بعد اگر حقیقت حاصل نہ ہو سکے تو صورت کو اختیار کر لینا چاہیے، صورت سیرت کا وسیلہ ہے مشہور مقولہ ہے اَلْمَجَازُ قَنْطَرَةُ الْحَقِیْقَةِ مجاز حقیقت تک پہنچنے کا پل ہے یعنی ہر انسان پہلے پتلہ بنا پھر اسمیں روح آئی ہے۔

بعد ازاں لذت۔ ابتداءً پھل کی صورت بنتی ہے پھر اسمیں لذت آتی ہے۔

۵۲ اوّلا خرگاہ۔ اسباب و ذرائع پہلے حاصل کرنے پڑتے ہیں تب مقصود حاصل ہوتا ہے۔ جرس۔ وہ گھنٹی جو سواری کی گردن میں باندھی جاتی ہے۔ جہاز۔ سامان۔ ستوراں۔ ستور کی جمع ہے، چوپایہ۔ سافروا مشہور مقولہ اَلسَّفَرُ وَسِیْلَةُ الظَّفَرِ سفر کامیابی کا ذریعہ ہے۔ کیخسرو۔ ایران کا مشہور شہنشاہ گذرا ہے۔

۵۳ خسرو۔ چاند ابتدا ہلال ہوتا ہے پھر بدر کامل بنتا ہے۔ از سفر شطرنج کی مہروں میں سے پیادہ جب چند خانے طے کر جاتا ہے تو وہ فرزین بن جاتا ہے جو شاہ کے بعد سب سے زیادہ قوی مہرہ مانا جاتا ہے۔

روز روی از تابِ خور می سوختند || شب ز اختر راہ می آموختند
دن میں سورج کی گرمی سے مُنہ جلاتے تھے || رات کو ستاروں سے راستہ معلوم کرتے تھے

خوب گشتہ پیشِ ایشاں راہِ زشت || از نشاطِ دہ شدہ رہ چوں بہشت
بُرا راستہ اُن کے لئے اچھا بن گیا تھا || گاؤں کی خوشی میں راستہ بہشت جیسا ہو گیا تھا

تلخ از شیریں لباں خوش می شود || خار از گلزار دلکش می شود
شیریں لب والوں سے کڑوا بھلا ہو جاتا ہے || چمن کی وجہ سے کانٹا دلکش ہو جاتا ہے

حنظل از معشوق خُرما می شود || خانہ از ہمخانہ صحرا می شود
معشوق کی جانب سے اندرائن خوشگوار بنجاتی ہے || گھر بیوی کی وجہ سے جنگل (چمن) ہو جاتا ہے

اے بسا از نازنیناں خارکش || بر اُمیدِ گلعذارے ماہ وش
بہت سے نازوں کے پالے کانٹے چننے والے ہیں || گلاب جیسے رخسار چاند جیسے چہرے والے معشوق کی اُمید پر

اے بسا حمّال گشتہ پشت ریش || از برائے دلبرِ مہ روئے خویش
بہت سے بوجھ اُٹھانے والے زخمی کمر ہیں || اپنے چاند جیسے مکھڑے والے معشوق کے لئے

کردہ آہنگر جمالِ خود سیاہ || تا کہ شب آید ببوسد روئے ماہ
لوہار نے اپنا حُسن کالا کیا || تا کہ رات آئے تو چاند جیسے مُنہ والی کا بوسہ لے

خواجہ تا شب بر دکانے چار میخ || زانکہ سروے در دلش کرستیخ
خواجہ رات تک دکان پر قیدی ہے || اسلئے کہ ایک سرو قد نے اُس کے دل میں جڑ کر لی ہے

تاجرے دریا و خشکی میر فو || آں بمہرِ خانہ شینے می دود
ایک تاجر دریا اور خشکی میں جاتا ہے || وہ ایک خانہ نشین کی محبت کی وجہ سے دوڑتا ہے

ہر کرا با مُردہ سودائے بود || بر اُمیدِ زندہ سیمائے بود
جو کسی بے جان کا عاشق ہوتا ہے || وہ زندہ چہرے والے کی اُمید پر ہوتا ہے

آں درودگر روئے آوردہ بچوب || بر اُمیدِ خدمتِ مہ روئے خوب
وہ بڑھئی لکڑی کی طرف متوجہ ہے || خوبصورت ماہ رُو کی خدمت کی اُمید پر

بر اُمیدِ زندہ کُن اجتہاد || کو نگردد بعدِ روزے دو جماد
زندہ کی اُمید پر کوشش کر || جو دو روز کے بعد جماد نہ بنے

مونسے مگزیں خسے را از خسی || عاریت باشد درو آں مونسی
کمینہ پن سے، کمینہ کو دوست نہ بنا || اُس میں وہ محبت عارضی ہے

۱ روز - یعنی وہ سفر میں دن میں دھوپ برداشت کرتے تھے رات کو ستاروں کی پہچان سے سفر طے کرتے تھے۔ تلخ - مولانا چند مثالیں دیکر سمجھاتے ہیں کہ محبوب مقصود کی وجہ سے راہ کی سختیاں خوشگوار بنجاتی ہیں۔ حنظل - اندرائن جو ایک کڑوا پھل ہے۔ اے بسا - بہت سے نازک بدن، محبوب کی امید پر سختیاں برداشت کرتے ہیں۔ کردہ آہنگر - لوہار اپنا چہرہ کالا کرتا ہے۔

۲ خواجہ - انسان محبوب بیوی کی خاطر دن بھر کمائی میں لگا رہتا ہے۔ خانہ شینے - خانہ نشینے۔ ہر کرا - انسان اپنی دستکاری میں مُردہ چیزوں لوہا لکڑی وغیرہ سے جو محبت کرتا ہے اور انکو بناتا ہے وہ کسی محبوب یعنی اولاد یا بیوی وغیرہ کی وجہ سے کرتا ہے۔

۳ آں درودگر - بڑھئی اور لوہار کی محبت فانی محبوب کیلئے ہے۔ جماد - یعنی مر کر مٹی بنجانا۔ عاریت - فانی اشیاء کی محبت عارضی ہے۔

اُنسِ [۱] تو با مادر و بابا کجاست
ماں اور باپ کے ساتھ تیری محبت کہاں ہے
گر بجز حق مُونسانت را وفاست
اگر خدا کے علاوہ تجھ سے محبت کرنیوالوں میں وفا ہے

اُنس تو با دایہ و لالا چہ شُد
تیری محبت دایہ اور خادم کے ساتھ کیا ہوئی
گر کسے شاید بغیرِ حق عُضُد
اگر کوئی اللہ کے سِوا (قوتِ) بازو ہونے کے لائق ہے

اُنسِ تو با شیر و با پستاں نماند
دودھ اور پستان کے ساتھ تیری محبت نہ رہی
نفرتِ تو از دبیرستاں نماند
مکتب سے تیری نفرت نہ رہی

آں شُعاعے بُود بر دیوارِ شاں
اُن کی دیوار پر وہ ایک کرن تھی
جانبِ خورشید وا رفت آں نشاں
وہ نشانی سورج کی جانب لوٹ گئی

بر ہر آں چیزے کہ اُفتد آں شعاع
جس چیز پر وہ کرن پڑ جائے
تو براں ہم عاشق آئی اے شجاع
اے بہادر! تو بھی اُس کا عاشق ہو جائیگا

عشقِ تو بر ہر چہ آں موجود بُود
جس موجود پر تیرا عشق تھا
آں ز وصفِ حق ز راندود بُود
وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے ملمع شدہ تھی

چوں [۲] زرے با اصل رفت و مس بماند
جب سونا اصل کی طرف چلا گیا تانبا رہ گیا
و ز زرِ خویشتن مُفلس بماند
اور اپنے سونے پن سے خالی رہ گیا

طبع سیر آمد طلاقِ اُو براند
طبیعت بھر گئی تو اُس کو طلاق دے دی
پشت بروے کرد و دست از وے فشاند
اُس کی طرف پیٹھ کر لی اُس سے ہاتھ اُٹھا لیا

از زراندودِ صفاتش پا بکش
اُس کی صفات سے مُلمع کی ہوئی چیزوں سے قدم ہٹا لے
از جہالت قلب را کم گوئی خوش
نادانی سے کھوٹے سکّے کو کھرا نہ کہہ

کاں [۳] خوشی در قلبہا عاریتی ست
اسلئے کہ کھوٹے سکوں میں حُسن عارضی ہے
زیرِ زینت مایۂ بے زینتی ست
سجاوٹ کے نیچے بھدے پن کا سرمایہ ہے

زر ز روئے قلب در کاں می رَوَد
سونا، کھوٹے سکّے پر سے کان میں چلا جاتا ہے
سوئے کاں رو تو ہم کاں میرود
تو بھی اس کان کی طرف جا جہاں وہ جاتا ہے

نور از دیوار تا خور می رَوَد
نور دیوار سے سورج کی طرف چلا جاتا ہے
تو بداں خور رو کہ در خور می رَوَد
تو اُس سورج کی طرف جا کہ یہ مناسب ہے

زیں سپس بستاں تو آب از آسماں
اس کے بعد تو آسمان سے پانی لے
چوں ندیدی تو وفا از ناوداں
جب تو نے پرنالے سے وفا نہ دیکھی

---

۱ اُنسِ تو۔ ماں باپ کی محبت، دودھ پلانے والی کی محبت سب عارضی اور چندروزہ ہے۔ نفرتِ تو۔ بچے کی مکتب سے نفرت بھی عارضی ہے۔ آں شعاع۔ مجازی محبوب پر حقیقی محبوب کا سایہ پڑ جاتا ہے اسلئے وہ محبوب بنجاتا ہے تو محبت کے لائق حقیقی محبوب ہی ہے۔ عشقِ تو۔ کائنات کا حُسن عارضی ہے وہ محض اِس بناء پر حسین ہیں کہ اُن پر اللہ کے حُسن کا پرتو پڑ گیا ہے۔

۲ چوں زرے۔ ایک وقت آتا ہے کہ وہ عارضی حسن اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے تو یہ عارضی حسین حسین نہیں رہتا ہے۔ طبع۔ جب عارضی حُسن جاتا رہتا ہے تو اُس محبوب سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ زراندود دنیا کی تمام چیزوں پر ذاتِ باری کے پرتو سے عارضی حُسن ہے اُن پر فریفتہ نہ ہونا چاہیئے۔

۳ کاں خوشی۔ کائنات کا حُسن عارضی ہے، عارضہ کے رفع ہو جانے پر انکی بدصورتی واضح ہو جاتی ہے۔ کاں۔ ذاتِ باری۔ نور۔ دیوار پر عارضی چمک ہے لہذا سورج سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے۔ زیں سپس۔ پانی کا منبع آسمان ہے، پرنالہ سے وقتی طور پر پانی حاصل ہو سکتا ہے۔

معدنِ دُنبہ نباشد دامِ گرگ — کے شناسد معدنِ آں گرگِ سُترگ

دنبہ کی کان، بھیڑیے کا جال نہیں ہوتی ہے — وہ موٹا بھیڑیا کان کو کہاں پہچانتا ہے؟

زر گماں بُردند بستہ در گرہ — می شتابیدند مغروراں بدہ

سونے کو گرہ میں بندھا ہوا سمجھ رہے تھے — دھوکے میں مبتلا گاؤں کی طرف دوڑ رہے تھے

ہمچنیں خنداں و رقصاں می شدند — سُوئے آں دولاب چرخے می زدند

اسی طرح سے خوشی خوشی اور ناچتے ہوئے جا رہے تھے — اُس رہٹ کی طرف قلابازیاں کھا رہے تھے

چوں ہمی دیدند مُرغے می پرید — جانبِ دہ صبر جامہ می درید

جب وہ دیکھتے تھے کہ کوئی پرندہ اُڑا جا رہا ہے — گاؤں کی جانب وہ صبر کا جامہ چاک کرتے تھے

ہر نسیمے کز سُوئے دہ می وزید — گوئیا رُوح و رواں می پرورید

جو ہوا گاؤں کی طرف سے آتی تھی — گویا وہ روح اور جان کو پرورش کر رہی تھی

ہر کہ می آمد ز دہ از سُوئے اُو — بوسہ می دادند خوش بر رُوئے اُو

جو گاؤں سے اُس طرف آتا تھا — اُس کے مُنہ کو خوب چُومتے تھے

کہ تو رُوئے یارِ ما را دیدہ — پس تو جانِ جانِ ما را دیدہ

کہ تو نے ہمارے یار کا چہرہ دیکھا ہے — لہٰذا تو ہمارے محبوب کی آنکھ ہے

نواختنِ مجنوں آں سگ را کہ مقیمِ کُوئے لیلیٰ بود

مجنون کا اُس کتے کو نوازنا جو لیلیٰ کے کوچہ میں رہتا تھا

ہمچو مجنوں کو سگے را می نواخت — بوسہ اش میداد و پیشش می گداخت

مجنوں کی طرح کہ وہ ایک کتے کو نوازتا تھا — اُس کو چومتا، اُس پر جان نثار کرتا

گردِ اُو می گشت خاضع در طواف — ہمچو حاجی گردِ کعبہ بے گزاف

عاجزی سے طواف میں اُسکے چاروں طرف گھومتا تھا — بلا تکلف جس طرح حاجی کعبہ کے چاروں طرف

گہ سر و پایش ہمی بوسید و ناف — گہ جلابِ شکرش می داد صاف

کبھی اُس کے سر اور پیر اور ناف کو چومتا تھا — کبھی صاف شکر آمیز گلاب پلاتا تھا

بوالفضولے گفت کاے مجنونِ خام — ایں چہ شید ست اینکہ می آری مدام

ایک بیہودہ نے کہا اے ناقص پاگل — یہ کیسی مکاری ہے جو تو ہمیشہ کرتا ہے

پوزِ سگ دائم پلیدی می خورد — مقعدِ خود را بلب می استرد

کتے کی تھوتنی ہمیشہ پلیدی کھاتی ہے — اپنی مقعد کو ہونٹوں سے چاٹتی ہے

لہ معدنِ دنبہ۔ حقیقی لذتوں کا مرکز یعنی ذاتِ باری۔ گرگ۔ یعنی دنیادار انسان۔ دز ۲ خواجہ اور اُس کی اولاد گاؤں کیطرف جا رہے تھے اور یہ خیال لئے ہوئے تھے کہ مقصود اُن کے ہاتھ آ چکا ہے۔ دولاب یعنی گاؤں بیہو چکر لطف اٹھانیکا طلسم۔ چرخ زدن۔ قلابازیاں کھانا۔ ہر کہ۔ گاؤں کی طرف سے آنیوالے سے بھی محبت کا اظہار کرتے۔ یار۔ یعنی وہ دیہاتی جس نے دعوت دی تھی۔

لہ نواختن۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ محبوب کے در کا کتا بھی محبوب ہوتا ہے اسی وجہ سے وہ لوگ گاؤں سے متعلق ہر چیز سے محبت کا اظہار کرتے تھے۔ گردِ او۔ مجنوں کتے کا اسی طرح طواف کرتا تھا جس طرح حاجی کعبہ کا طواف کرتا ہے۔

سے جلاب۔ گلاب یعنی شکر قند و گلاب کا شربت پلاتا تھا۔

عیبہائے سگ بسے اُو می سُترد — عیبداںؔ از غیبداں بوئے نبرد

وہ کُتّے کے بہت سے عیب گنتا رہا — عیب جاننے والا غیب جاننے والے کا راز نہ پا سکا

گفت مجنوں ہمہ نقشی و تن — اندر آ و بنگرش از چشمِ من

مجنوں نے کہا تو مجسّم نقش اور صورت ہے — اندر آ اور اُس کو میری آنکھ سے دیکھ

کایں طلسمِ بستۂ مولیٰ ست ایں — پاسبانِ کوچۂ لیلیٰ ست ایں

کہ یہ طلسم مولا کا قائم کیا ہوا ہے — یہ لیلےٰ کے کوچہ کا محافظ ہے

ہمتش بین و دل و جان و شناخت — کو کجا بگزید و مسکن گاہ ساخت

اُس کی ہمت اور دل اور جان اور پہچان کو دیکھ — کہ اُس نے کس جگہ کو پسند کیا اور ٹھکانا بنایا ہے

اُو سگِ فرخ رُخِ کہفِ من ست — بلکہ اُو ہم دردو ہم لہفِ من ست

وہ میرے غار کا مبارک رُو کُتّا ہے — بلکہ وہ میرا ہمدرد اور غم خوار ہے

آں سگے کہ گشت در کویش مقیم — خاکِ پایش بہ ز شیرانِ عظیم

وہ کُتّا جو اُس کے کوچہ میں مقیم ہے — بڑے شیروں سے اُسکے پیروں کی خاک بہتر ہے

آں سگے کہ باشد اندر کوئے اُو — من بشیراںؔ کے دہم یک موئے اُو

وہ کُتّا جو اُس کے کوچہ میں ہو — میں شیروں کے بدلے میں اسکا ایک بال کب دے سکتا ہوں

آنکہ شیراں مر سگانش را غلام — گفت امکاں نیست خامش والسلام

وہ ذات کہ شیر اُس کے کُتّے کے غلام ہیں — بیان کرنا ممکن نہیں ہے، چپ ہو جا والسلام

گر ز صورت بگذریدؔ اے دوستاں — جنّت ست و گلستاں در گلستاں

اے دوستو! اگر تم صورت سے گزر جاؤ گے — جنّت ہے اور باغ در باغ ہیں

صورتِ خود چوں شکستی سوختی — صورتِ کُل را شکست آموختی

جب تو نے اپنی صورت توڑ دی (اور) جلا دی — (تو) سب کی صورت کو توڑنا سیکھ لیا

بعد ازاںؔ ہر صورتے را بشکنی — ہمچو حیدر رض بابِ خیبر بر کَنی

اُس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ دے گا — حیدر رض کی طرح خیبر کے دروازے کو اکھاڑ دو گا

سغبۂ صورت شد آں خواجہ سلیم — کو بدہ می شُد بگفتارِ سقیم

وہ بھولا خواجہ صورت پر فریفتہ ہو گیا — جو غلط باتوں سے گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا

سوئے دامِ آں تملّق شادماں — ہمچو مرغے سوئے دانۂ امتحاں

خوشامد کے اُس جال کی جانب خوشی خوشی — جیسا کہ پرند آزمائش کے دانہ کی جانب

لہ عیبداں، یعنی ملامت کرنیوالا۔ غیبداں، یعنی مجنوں جو لیلیٰ کے کُتّے سے محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ از چشمِ من، یعنی لیلیٰ را بچشمِ مجنوں باید دید۔ کایں طلسم، یعنی یہ کُتّا۔ ہمتش۔ کُتّے کے ظاہر کو نہ دیکھ اسکے اُن اوصاف پر نظر کرو ہم آہنگ، ہمدرد، غمخوار۔

من بشیراں، یعنی اس کُتّے کا بال دیکر بھی شیروں کو نہیں خریدا جا سکتا۔

لہ آنکہ، جب عاشق محبوب کے کُتّے کیساتھ یہ تعلق ہوتا ہے تو محبوب حقیقی سے متعلق چیزوں سے کسقدر محبت ہونی چاہیئے۔ گر ز صورت، اگر انسان صورت پرستی سے بلند ہو جائے تو پھر حقیقت کی جنّت کی سیر کر سکتا ہے۔ صورتِ کل، اگر انسان اپنا بُت توڑ دے تو پھر بُت شکنی کر سکتا ہے۔

لہ بعد ازاں، خودی کو ختم کر کے حیدری قوت حاصل ہو سکتی ہے۔ سغبۂ، خواجہ اور اسکی اولاد صورت پرستی میں مبتلا ہو گئی تھی اسی لئے دیہاتی کی چکنی چپڑی باتوں میں پھنس گئی۔ سوئے دام، اُس دیہاتی کی باتیں ایسی ہی تھیں جیسے کہ جال کا دانہ۔

از کرم دانست آں مرغِ حریص | دانہ را با دام لیکن شد محیص[1]

اُس لالچی پرندنے منجملۂ سخاوت جانا | دانہ کو جال کے ساتھ لیکن بچاؤ کا موقع جاتا رہا

از کرم دانست مرغ آں دانہ را | غایتِ حرص ست نے جُود و عطا

پرند اُس دانہ کو منجملۂ سخاوت جانا | (لیکن یہ تو) انتہائی لالچ ہے نہ کہ بخشش اور عطا

مُرغکاں در طمعِ دانہ شادماں | سوئے آں تزویر پَراں و دواں

پرند دانہ کے لالچ میں خوشی خوشی | اس مکر کی جانب اُڑ اور دوڑ رہے ہوتے

گر ز شادی ہاش آگاہت کنم | ترسم اے رہرو کہ بیگاہت کنم

اگر میں تجھے انکی خوشیوں سے باخبر کروں | اے رہرو! میں ڈرتا ہوں کہ تیرا وقت بیکار کر دونگا

مختصر کردم چو آمد دِہ پدید | خود نبود آں دِہ دہِ دیگر گزید

میں نے مختصر کر دیا، جو گاؤں نظر آیا | یہ وہ گاؤں نہ تھا، دوسرا گاؤں تھا

قُرب ماہے دہ بدہ می تاختند | زانکہ راہِ دہ نکو نشناختند

تقریباً وہ ایک مہینہ گاؤں در گاؤں بھاگے پھرے | کیونکہ وہ گاؤں کے راستہ کو اچھی طرح نہ جانتے تھے

ہر[2] کہ در رہ بے قلاوُوزے رَوَد | ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود

جو بغیر رہبر کے راستہ پر چلے گا | دو دن کا راستہ سو سال کا ہو جائے گا

ہر کہ تازد سُوئے کعبہ بے دلیل | ہمچو ایں سرگشتگاں گردد ذلیل

جو کعبہ کی جانب بغیر راہبر کے روانہ ہو گا | وہ اِن حیرانوں کی طرح ذلیل ہو گا

ہر کہ گیرد پیشۂ بے اوستا | ریشخندے شد بشہر و روستا

جو بغیر کسی استاد کے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے | وہ گاؤں اور شہر میں مضحکہ بنتا ہے

زانکہ نادر باشد اندر خافقیں | کا دمی سر بر زند بے والدیں

مشرق و مغرب میں یہ بات نادر ہو گی | کہ بغیر ماں باپ کے آدمی پیدا ہو

مال[3] اُو یابد کہ کسبے می کند | نادرے باشد کہ بر گنجے زند

مال وہ پاتا ہے، جو کسب کرتا ہے | نادر ہوتا ہے، کہ خزانہ مل جائے

مصطفائے کو کہ جسمش جاں بود | تا کہ رحماں عَلَّمَ الْقُرْآن بود

مصطفیٰ وہ کہاں ہیں کہ جن کا جسم بھی روح تھا | تاکہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھائے

اہلِ تن را جملہ عَلَّمَ بِالْقَلَم | واسطہ افراشت در بذل و کرم

تمام جسمانی لوگوں کو قلم سے سکھایا | واسطہ بنایا جود و عطا میں

---

[1] محیص، بچاؤ کی جگہ۔ از کرم دیہاتی کی باتوں کو کرم پر محمول کیا۔ تزویر، فریب۔ شادیہاش، خواجہ کو اُس دیہاتی کی باتوں سے کس قدر خوشی تھی۔ خود نبود جس گاؤں میں پہونچے وہ اس دعوت دینے والے دیہاتی کا گاؤں نہ تھا۔

[2] ہر کہ، جو استاد اور شیخ کی رہبری کے بغیر چلے گا اُس کا یہی حال ہو گا جو اُس خواجہ اور اُس کے بال بچوں کا ہوا۔ ریشخند یعنی کچھ حاصل نہ ہو گا اور وہ مضحکہ بن جائیگا۔ زانکہ، اسباب ظاہری کے بغیر مقصد کو پہونچنا بالکل ایسا ہی نادر ہے جیسا کہ ماں باپ کے بغیر بچے کا پیدا ہو جانا۔

[3] مال، معروف طریقہ پر محنت کرنے سے مقصد حاصل ہوتا ہے۔ مصطفیٰ، یہ آنحضورؐ کی خصوصیت تھی کہ استاد کے بغیر براہِ راست ذاتِ خداوندی سے آپکو علوم حاصل ہوئے اہلِ تن، عوام کو بذریعۂ قلم ہی تعلیم دیجاتی ہے۔

ہر حریصے ہست محروم اے پسر
اے بیٹا! ہر لالچی محروم ہے

چوں حریصاں تگ مرو آہستہ تر
لالچیوں کی طرح نہ دوڑ، بہت آہستہ چل

اندراں رہ رنجہا دیدند تاب ۱؎
اس راستے میں انہوں نے بہت رنج اور تکلیف پائی

چوں عذاب مرغ خاکی اندر آب
جیسا کہ خشکی کے پرندے کی تکلیف پانی میں

سیر گشتہ از دہ و از روستا
وہ گاؤں اور دیہاتی سے بیزار ہو گیا

وز شکر ریزی چناں نا اوستا
اور ایسے بے استادے کی میٹھی باتوں سے

رسیدن خواجہ و قومش بدہ و نادیدہ و ناشناخت آوردن

خواجہ اور اس کے متعلقین کا گاؤں میں پہنچنا اور دیہاتی کا ان کو اجنبی

روستائی ایشاں را

اور ناآشنا ٹھہرانا

بعد ماہے چوں رسیدند آں نفر
جب وہ اس طرف ایک مہینہ کے بعد پہنچے

بینوا ایشاں ستوراں بے علف
وہ بے سروسامان (اور) چوپائے بغیر گھاس کے تھے

روستائی بیں کہ از بدنیتی
دیہاتی کو دیکھ کر بدنیتی سے

می کند بعد اللتیا و التی ۲؎
چناں و چنیں کے بعد کرتا ہے

روئے پنہاں می کند زایشاں بروز
ان سے دن میں منہ چھپاتا ہے

تا سوئے باغش نہ بکشایند پوز
تاکہ وہ اس کے باغ کی جانب منہ نہ کھولیں

آنچناں رو کہ ہمہ زرق و شرست
ایسا چہرہ جو مجسم مکر اور شرارت ہے

از مسلماناں نہاں اولیٰ ترست
مسلمانوں سے چھپا رہنا بہتر ہے

رو یہا باشد کہ دیواں چوں مگس
بہت سے چہرے ہوتے ہیں کہ شیاطین مکھیوں کی طرح

بر سرش بنشستہ باشند چوں حرس ۳؎
(اور) پہرہ داروں کی طرح اس کے سر پر بیٹھے ہوتے ہیں

چوں ببینی روئے شاں در تو فتند
جب تو ان کا چہرہ دیکھے گا وہ تجھ سے چمٹیں گے

یا مبیں شاں چوں ببینی خوش مخند
یا ان کو نہ دیکھ یا اگر دیکھتا ہے تو مت ہنس

در چناں روئے خبیث عاصیہ
ایسے ہی خبیث نافرمان چہرے کے بارے میں

گفت یزداں نسفعاً بالناصیہ
خدا نے فرمایا ہے ہم پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

چوں بپرسیدند و خانش یافتند
جب انہوں نے معلومات کیں اور اس کا گھر پایا

ہمچو خویشاں سوئے در بشتافتند
اپنوں کی طرح دروازے کی طرف دوڑے

۱؎ اندراں رہ۔ گاؤں کے راستہ میں خواجہ اور اس کی اولاد کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ سیر گشت۔ اس دیہاتی اور گاؤں سے انکو نفرت ہونے لگی۔ بعد ماہے۔ چونکہ گاؤں کی تلاش میں مارے مارے پھرے لہذا ایک ماہ صرف ہو گیا۔

۲؎ اللتیا والتی چناں چنیں۔ اگر مگر رو گئے۔ وہ دیہاتی دن میں چھپا رہتا تھا تاکہ یہ لوگ اس کے مہمان نہ بن سکیں۔ پوز۔ منہ۔ آنچناں۔ یہ مولانا کا اپنا مقولہ ہے کہ ایسے نالائق کا مسلمانوں سے منہ چھپائے رکھنا بہتر ہے۔

۳؎ حرس۔ وہ شیطان اسکی دیکھ بھال کرتے ہیں کہ نیکی کا کام نہ کرے۔ نسفعا قرآن پاک میں ابوجہل کے متعلق ہے نسفعا بالناصیۃ ہم ضرور اسکی پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

در فرو بستند اہلِ خانہ اش | خواجہ شد زیں کجروی دیوانہ وش
اس کے گھر والوں نے دروازہ بند کر لیا | خواجہ اس بدتمیزی سے دیوانہ جیسا ہو گیا

لیک ہنگامِ درشتی ہم نبود | چوں در افتادی بچہ تیزی چہ سود
لیکن سختی کا وقت بھی نہ تھا | تو جب کنوئیں میں گر گیا تیزی سے کیا فائدہ؟

بر درش ماندند ایشاں پنج روز | شب بسرما روز خود خورشید سوز
وہ اس کے دروازہ پر پانچ روز پڑے رہے | رات جاڑے میں اور دن خود جلانے والے سورج (میں)

نے ز غفلت بود ماندن نے خری | لیک بود از اضطرار و بے زری
پڑا رہنا نہ غفلت کی وجہ سے تھا نہ حماقت کی وجہ سے | لیکن مجبوری اور مفلسی کی وجہ سے تھا

بالئیماں بستہ نیکاں ز اضطرار | شیر مردارے خورد از جوع زار
مجبوری سے بھلے کمینوں سے وابستہ ہو گئے | بھوک سے لاغر شیر مردار کھا لیتا ہے

او ہمی دیدش ہمی کردش سلام | کہ فلانم من مرا اینست نام
وہ (شہری) اس (دیہاتی) کو دیکھتا سلام کرتا | کہ میں فلاں ہوں میرا یہ نام ہے

گفت باشد من چہ دانم تو کئی | یا پلیدی یا قرین پاکئی
اس دیہاتی نے کہا ہو گا میں کیا جانوں تو کون ہے؟ | تو ناپاک ہے، یا پاکی سے موصوف ہے

واہم روز و شب اندر صنع ہو | ہیچگونہ نیستم پروائے تو
میں دن رات اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کا شیدا ہوں | مجھے تیری کوئی پروا نہیں ہے

از خودی خود ندارم ہم خبر | نیست از ہستی سر موئم اثر
مجھے خود اپنا بھی پتہ نہیں ہے | میرے وجود کا ایک بال برابر بھی نشان (باقی) نہیں ہے

ہوش من از غیر حق آگاہ نیست | در دل و جانم بجز اللہ نیست
میرا ہوش اللہ کے سوا کسی سے باخبر نہیں ہے | میرے دل و جان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے

گفت این دم با قیامت شد شبیہ | تا برادر شد یفر من اخیہ
اس (شہری) نے کہا تو یہ وقت قیامت کے مشابہ ہو گیا | کہ بھائی اپنے بھائی سے بھاگنے لگا

شرح می کردش کہ من آنم کہ تو | لوت ہا خوردی ز خوانِ من دو تو
وہ (شہری) اس (دیہاتی) کیلئے واضح کرتا کہ میں وہی ہوں کہ تو نے | میرے دستر خوان سے خوب خوب لذیذ کھانے کھائے ہیں

آں فلاں روزت خریدم آں متاع | کل سر جاوز الاثنین شاع
فلاں دن میں نے تیرے لئے وہ سامان خریدا | جو راز دو سے آگے بڑھا شائع ہو گیا

لے خواجہ یعنی شہری۔ مترجم۔ یعنی گھر والوں کے دروازہ بند کرنے سے۔ شب بسرما یعنی رات جاڑے میں گذرتی اور دن سورج کی گرمی میں بسر ہوتا۔ نے ز غفلت۔ چونکہ انکے پاس روپیہ پیسہ ختم ہو چکا مجبوراً دروازے پر پڑے رہے۔

ے سلام۔ یعنی سلام کر کے اپنا تعارف کراتا۔ گفت باشد۔ یعنی دیہاتی نے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ واہم۔ وہ دیہاتی بزرگی کی باتیں بگھارنے لگا اور دنیا سے بے تعلقی اور اللہ تعالیٰ سے والہانہ محبت جتانے لگا۔

سے گفت۔ شہری خواجہ نے کہا پھر تو یہ دن قیامت جیسا ہے کیونکہ اس دن بھائی بھائی کو نہ پہچانے گا۔ لوت بالوت کی جمع ہے لذیذ غذائیں۔ متاع۔ سامان۔ یعنی وہ سامان جو میں نے تجھے خرید کر دیا۔ کل سر۔ اب یہ راز، راز نہیں ہے سب جانتے ہیں۔

نے کہ بودی ماہہا مہمانِ من — نے رسیدت بے کراں احسانِ من

کیا تو مہینوں میرا مہمان نہیں رہا — کیا تجھے میرے بے انتہا احسان نہیں پہنچے

سرِ مہرِ ما شنید ستند خلق — شرم[1] دارد رو چو نعمت خورد حلق

ہماری محبت کے راز لوگوں نے سُنے ہیں — جب حلق نعمت کھاتا ہے تو مُنہ شرماتا ہے

او ہمی گفتش چہ گوئی ترّہات — نے ترا دانم نہ نامِ تو نہ جات

وہ دیہاتی، اس سے کہتا کیا بکواس بکتا ہے — نہ میں تجھے جانتا ہوں نہ تیرا نام نہ تیرا مقام

پنجمیں شب ابر و بارانے گرفت — کاسماں از بارشش شد در شگفت

پانچویں رات ایسا ابر اور بارش آئی — جس کے برسنے سے آسمان کو بھی تعجب ہوا

چوں رسیدش کارد اندر استخواں — حلقہ زد خواجہ کہ مہتر[2] را بخواں

جب چھری اس کی ہڈیوں تک پہونچ گئی — خواجہ نے کنڈی بجائی کہ چودھری کو بلا

چوں بصد الحاح آمد سوئے در — گفت آخر چیست اے جانِ پدر

جب سیکڑوں خوشامدوں سے وہ دروازہ پر آیا — بولا بابا! آخر کیا ہے؟

گفت من آں حقہا بگذاشتم — ترک کردم آنچہ می پنداشتم

(خواجہ نے) کہا میں نے سب حق چھوڑے — جو کچھ میں نے خیال کیا تھا میں اس سے باز آیا

پنج سالہ رنج دید ایں پنج روز — جانِ مسکینم دریں سرما و سوز

اِن پانچ روز میں پانچ سال کا رنج دیکھا — میری عاجز جان نے اجاڑے اور تکلیف میں

یک جفا از خویش و از یار و تبار — در گرانی ہست چوں سہ صد ہزار

اپنے عزیز، اپنے دوست اور خاندان کا ایک ظلم — شدت میں تین لاکھ سے زیادہ ہے

زانکہ دل ننہاد بر جور و جفاش — جانش خوگر بود با مہر و وفاش

کیونکہ دل اس کے ظلم و زیادتی کا عادی نہ تھا — جان اس کی محبت اور وفاداری کی عادی تھی

ہر چہ بر مردم بلا و شدت ست — ایں یقیں داں کز خلافِ عادت[3] ست

انسانوں پر جو مصیبت اور سختی ہے — یقین کر، خلاف عادت ہونے کی وجہ سے ہے

گفت اے خورشید مہرت در زوال — گر تو خونم ریختی کردم حلال

(خواجہ نے) کہا اے وہ کہ تیری محبت کا سورج زوال پذیر ہے — اگر تو مجھے مار بھی ڈالے تو میں نے تجھے معاف کیا

امشب از باراں بمادہ گوشۂ — تا بیابی در قیامت توشۂ

آج کی رات بارش کی وجہ سے ہمیں ایک گوشہ دیجئے — تاکہ تو قیامت میں توشہ پائے

---

[1] شرم دارد. اردو کی مثل ہے "منہ کھائے آنکھ لجائے"۔ ترہات. خرافات، بیہودہ باتیں. جات. جائے، تو شگفت. تعجب. کارد اندر استخواں. انتہائی تکلیف. حلقہ زد. کواڑ کی کنڈی بجائی.

[2] مہتر. چودھری یعنی وہ دیہاتی جس نے دعوت دی تھی. الحاح. خوشامد. گفت. خواجہ شہری نے کہا. پنج سالہ. یعنی یہ مصیبت ناک ایک دن ایک سال کے برابر تھا. تبار. خاندان.

[3] خلاف عادت. عادت کے خلاف جو کچھ کرنا پڑتا ہے اس سے تکلیف ہوتی ہے اگر اس کام کی عادت ہو تو پھر وہ تکلیف دہ نہیں رہتا ہے. گوشہ. یعنی کوئی ایسی جگہ جہاں ہم بارش سے بچ کر لیٹ جائیں.

گفت یک گوشہ است آں باغباں[1] — ہست آنجا گرگ را او پاسباں

(دیہاتی نے) کہا باغبان کی ایک جگہ ہے — وہاں وہ بھیڑیے کا محافظ ہے

در کفش تیر و کماں از بہر گرگ — تا زند گر آید آں گرگ سترگ

اس کے ہاتھ میں بھیڑیے کیلئے تیر و کمان رہتا ہے — تاکہ اگر وہ موٹا بھیڑیا آئے تو وہ اس کو مارے

گر تو آں خدمت کنی جا آن تست — ورنہ جائے دیگرے فرما جست

اگر تو یہ خدمت کرے تو یہ جگہ تیرے لئے ہے — ورنہ کوئی دوسری جگہ تلاش کرے

گفت صد خدمت کنم تو جا دہ — واں کمان و تیر در دستم بنہ

اس (خواجہ) نے کہا میں سینکڑوں خدمتیں کروں گا تو جگہ دیدے — وہ تیر و کمان میرے ہاتھ میں دے دے

من نخسپم حارس رز کنم — گر برآرد گرگ سر تیرش زنم

میں نہ سوؤں گا انگور کی حفاظت کروں گا — اگر بھیڑیا سر نکالے گا اس پر تیر چلاؤں گا

بہر حق مگذارم امشب اے دو دل — آب باراں بر سر و در زیر گل

اے شکی اللہ کیلئے آج کی رات مجھے (اس جگہ) نہ چھوڑ — بارش سر پر ہے اور کیچڑ نیچے ہے

گوشہ خالی بد و او با عیال — رفت آنجا جائے تنگ و بے مجال

گوشہ خالی تھا اور وہ مع بال بچوں کے — اس جگہ چلا گیا، جو تنگ جگہ تھی اور گنجائش کی نہ تھی

چوں ملخ بر ہمد گر گشتہ سوار — از نہیب سیل اندر کنج غار

وہ ٹڈیوں کی طرح ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے — غار کے کونے میں بارش کے خوف سے

شب ہمہ شب جملہ گویاں کاے خدا — ایں سزائے ما سزائے ما سزا[2]

ساری رات سب یہ کہہ رہے تھے کہ اے خدا! — یہی ہماری سزا ہے یہی سزا ہمارے لائق ہے

ایں سزائے آنکہ شد یار خساں — یا کسی کرد از برائے ناکساں

یہی اس کی سزا ہے جو کمینوں کا دوست بنا ہو — یا اس نے کمینوں کے ساتھ انسانیت برتی ہو

ایں سزائے آنکہ اندر طمع خام — ترک گوید خدمت خاک کرام

یہی اس کی سزا ہے جس نے بیہودہ لالچ میں — شریفوں کی خاک کی خدمت چھوڑی ہو

خاک[3] پاکاں لیسی و دیوارشاں — بہتر از عام و رز و گلزارشاں

بھلوں کی دیوار اور مٹی چاٹنا — بہتر ہے عوام اور ان کے انگور اور باغ سے

بندہ یک مرد روشن دل شوی — بہ کہ بر فرق سر شاہاں روی

کسی روشن دل انسان کا خادم ہونا — اس سے بہتر ہے کہ تو بادشاہوں کے سر کی مانگ پر چڑھے

ل باغباں یعنی مالی کی کوٹھی ہے جہیں وہ رات کو رہ کر بھیڑیے سے حفاظت کرتا ہے۔ خدمت یعنی بھیڑیے کی دیکھ بھال حفاظتی نگرانی۔ رز انگور کی بیل۔ دو دل متردد، شکی، جیسے کہ عشق میں دل میں تذبذب ہوتا ہے یہ سبب خوف۔ کنج گوشہ۔

٢ سزا بدلہ۔ سزا لائق کسی خرافت ناانسانیت۔ ایں سزا جو بزرگوں کی صحبت چھوڑ کر دنیا داروں کی طرف بھاگتا ہے وہ نہ گھر کا رہتا ہے نہ گھاٹ کا جیسا کہ یہ خواجہ شہری۔

٣ خاک۔ بزرگوں کی صحبت میں تکلیف اٹھانا دنیا داروں کی لطف اندوزیوں سے بہتر ہے۔ فرق سر کی مانگ۔

از ملوکِ خاک جز بانگِ دُہل
دنیا کے بادشاہوں سے سوائے نقارے کی آواز کے

تو نخواہی یافت اے پیکِ سُبل[1]
تو کچھ نہ پاسکے گا اے راستوں پر چلنے والے!

شہریاں خود رہزنان نسبت بروح
رُوح کے مقابلہ میں شہری خود ڈاکو ہیں

روستائی کیست گیجِ بے فتوح
دیہاتی کیا ہے؟ بے فیض بے وقوف

ایں سزائے آنکہ بے تدبیرِ عقل
یہ اس کی سزا ہے کہ عقل کی تدبیر کے بغیر

بانگِ غولے آمدش بگزید نقل
اس کو چھلاوے کی آواز آئی اور اس نے نقل (اختیار کی)

چوں پشیمانی ز دل شد تا شغاف[2]
جب شرمندگی دل سے اس کی تہ میں پہنچ گئی

زاں سپس سودے ندارد اعتراف
اس کے بعد غلطی کا اقرار کوئی فائدہ نہیں دیتا ہے

چوں پشیماں گشت از دل آنچہ کرد
جب اپنے کئے پر دل سے شرمندہ ہو گیا

بعد ازاں سودش ندارد آہِ سرد
اس کے بعد ٹھنڈی آہ اس کے لئے مفید نہیں ہے

آں کمان و تیر اندر دستِ او
وہ، تیر و کمان اس کے ہاتھ میں

گرگ را جویاں ہمہ شب سو بسو
ادھر اُدھر تمام رات بھیڑیے کو ڈھونڈتا رہا

گرگ خود بر وے مسلط چوں شرر
بھیڑیا خود چنگاریوں کی طرح اس پر مسلط تھا

گرگ جویاں و ز گرگ او بیخبر
وہ بھیڑیے کو تلاش کرتا تھا اور بھیڑیے سے بیخبر تھا

ہر پشہ، ہر کیک چوں گرگے شدہ
ہر مچھر اور ہر پسّو بھیڑیے کی طرح بن گیا تھا

اندراں ویرانہ شاں زخمے زدہ
جو اس ویرانہ میں ان کو کاٹ رہا تھا

فرصت[3] آں پشہ راندن ہم نبود
اس کو ان مچھروں کو اڑانے کی بھی فرصت نہ تھی

از نہیبِ حملۂ گرگِ عنود
کینے بھیڑیے کے حملے کے ڈر سے

تا نیاید گرگ آسیبے زند
تاکہ بھیڑیا نہ آجائے (اور) نقصان پہنچائے

روستائی ریشِ خواجہ برکند
(اور) دیہاتی، خواجہ کی داڑھی نوچے

اینچنیں دنداں زناں تا نیم شب
اسی طرح آدھی رات تک لرزتے ہوئے

جانِ شاں از ناف می آمد بلب
ان کی جان ناف سے لبوں تک آرہی تھی

ناگہاں تمثالِ گرگِ ہشتہ
اچانک ایک آوارہ بھیڑیے کی صورت نے

سر برآورد از فرازِ پشتہ
ٹیلے کے پیچھے سے سر اُبھارا

تیر را بکشاد آں خواجہ ز شست
اس خواجہ نے تیر چٹکی سے چھوڑا

زد بر آں حیواں کہ تا افتاد پست
اس جانور کو مارا تو وہ گر پڑا

[1] پیکِ سُبل، مختلف راستوں کا قاصد۔ شہریاں، یعنی وہ لوگ جو ظاہری علوم اور تمدن سے وابستہ ہیں۔ رُوح یعنی سالک درویش۔ روستائی، دیہاتی۔ گیج، احمق، پریشان دماغ۔ بے فتوح، بے فیض۔ چوں، انتہائی شرمناک کام کر چکے بعد شرمندگی سے کیا فائدہ۔

[2] شغاف، وہ پردہ جس میں دل لپٹا ہوا ہے، دل کے اندر کا سیاہ نقطہ۔ اعتراف، اقرار۔ گرگ، یعنی ہر مچھر اور پسّو اسکے لئے بھیڑیا تھا لیکن وہ انکی پروا کے بغیر بھیڑیے کی تلاش میں تھا۔ کیک، پسّو۔

[3] فرصت، بھیڑیے کے خوف سے بھیڑیے کی جستجو میں اسقدر لگا ہوا تھا کہ مچھر اور پسّو اڑانے کی بھی فرصت نہ تھی۔ تمثال، صورت۔ ہشتہ، چھوٹا ہوا، آزاد۔ پشتہ، ٹیلا۔

اندر افتادن زحیواں باد جست ۱
گرنے سے حیوان کا گوز خارج ہوا

روستائی ہائے کرد و کوفت دست
دیہاتی نے ہائے کی اور ہاتھ (سر پر) مارا

ناجوانمردا کہ خرکرّہ من ست
اے نامراد! میرے گدھے کا بچہ ہے

گفت نے ایں گرگ چوں آہرمن ست
(خواجہ نے) کہا نہیں یہ دیو پیکر بھیڑیا ہے

اندر و اشکال گرگی ظاہر ست
اس میں بھیڑیئے پن کی صورت واضح ہے

شکل او از گرگی او مخبر ست
اس کی شکل اس کے بھیڑیا ہونے کو بتا رہی ہے

گفت نے بادے کہ جست از فرج وے
اس (دیہاتی) نے کہا نہیں جو گوز اس کی شرمگاہ سے خارج ہوا ہے

می شناسم ہمچناں کا بے زمے
میں اس کو پہچانتا ہوں جیسا کہ پانی کو شراب سے

کشتہ خرکرّہ ام را در ریاض
تو نے کھیتوں میں میرے گدھے کا بچہ مار ڈالا

کہ مبادت بسط ۲ ہرگز ز انقباض
(خدا کرے) تجھے تنگی سے فراخی کبھی (نصیب) نہ ہو

گفت نیکوتر تفحص کن شب ست
اس خواجہ نے کہا اچھی طرح تحقیق کر لے رات ہے

شخصہا در شب ز ناظر محجب ست
رات میں صورتیں آنکھ سے مخفی ہوتی ہیں

شب غلط بنماید و مبدل بسے
رات بہت سی چیزوں کو غلط اور بدلی ہوئی دکھا دیتی ہے

دید صائب شب ندارد ہر کسے
رات میں ہر شخص ٹھیک نگاہ نہیں رکھتا ہے

ہم شب و ہم ابر و ہم باران ژرف
رات بھی اور ابر بھی اور گہری بارش بھی

ایں سہ تاریکی غلط آرد شگرف
یہ تین اندھیریاں بڑی غلطی پیدا کر دیتی ہیں

گفت ایں بر من چو روز روشن ست
اس (دیہاتی) نے کہا یہ مجھ پر روز روشن کی طرح ہے

من شناسم باد خرکرّہ من ست
میں پہچانتا ہوں (یہ) میرے گدھے کے بچہ کا گوز ہے

در میان بست باد آں باد را
بیسوں ہواؤں میں، اس ہوا کو

می شناسم چوں مسافر زاد را
میں پہچانتا ہوں جیسا کہ مسافر توشہ کو

خواجہ برجست و بیامد ناشگفت ۳
خواجہ اچھل پڑا اور بے صبر ہو گیا

روستائی را گریبانش گرفت
دیہاتی کا گریبان پکڑ لیا

کابلہ طرار شید آوردہ
کہ بیوقوف گرہ کٹ تو نے مکر کیا ہے

بنگ و افیوں ہر دو باہم خوردہ
بھنگ اور افیون دونوں ملا کر تو نے کھائی ہیں

در سہ تاریکی شناسی باد خر
تین اندھیریوں میں تو گدھے کی ہوا کو پہچانتا ہے

چوں ندانی مر مرا اے خیرہ سر
اے دیوانے! تو مجھے کیوں نہیں پہچانتا ہے؟

۱ باد جست۔ اس کے پیٹ کی ہوا خارج ہوئی۔ کرّہ۔ بچھیرا۔ آہرمن۔ دیو، شیطان۔ مخبر۔ خبر دینے والا۔ فرج۔ شرمگاہ۔ ریاض۔ روضہ کی جمع ہے باغ۔
۲ بسط۔ کشادگی۔ انقباض۔ تنگی۔ تفحص۔ جستجو۔ محجب۔ مخفی۔ گفت۔ دیہاتی نے کہا۔ زاد۔ مسافر کا توشہ۔
۳ ناشگفت۔ بے صبر۔ ابلہ۔ بیوقوف۔ طرار۔ جیب تراش۔ شید۔ مکر۔ بنگ۔ بھنگ۔ خیرہ سر۔ دیوانہ۔

آنکہ داند نیم شب گوسالہ را
جو آدھی رات میں بچھڑے کو پہچان لے

چوں نداند ہمرہِ دہ سالہ را
وہ دس سالہ ساتھی کو کیسے نہیں پہچانتا؟

خویشتن را عارفؔ و والہ کُنی
اپنے آپ کو باخدا اور عاشق بناتا ہے

خاک در چشمِ مُروت می زنی
مروت کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے

کہ مرا از خویش ہم آگاہ نیست
کہ مجھے اپنی بھی خبر نہیں ہے

در دلم گنجا بجُز اللہ نیست
میرے دل میں اللہ کے سوا کسی کی گنجائش نہیں ہے

آنچہ دی خوردم از انم یاد نیست
میں نے جو کل کھایا وہ بھی مجھے یاد نہیں ہے

ایں دل از غیرِ تحیُر شاد نیست
یہ دل (مقامِ) حیرت کے علاوہ کسی چیز سے خوش نہیں ہے

عاقل و مجنونِ حقّم یاد آر
مجھے اللہ کا عاقل اور دیوانہ سمجھ

در چنیں بیخویشیم معذور دار
اس طرح کی مدہوشی میں مجھے معذور سمجھ

آنکہ مُردارے خورد یعنی نبیذ
جو شخص حرام یعنی نبیذ پی لیتا ہے

شرع اُو را سُوئے معذوراں کشید
شریعت اُس کو معذوروں میں داخل کر دیتی ہے

مستؔ و بنگی را طلاق و بیع نیست
مست اور بھنگ پینے والے کی طلاق اور بیع معتبر نہیں ہے

ہمچو طفل ست او معاف و مطلق ست
وہ بچہ کی طرح ہے جو معاف اور آزاد ہے

مستی کاید ز بوئے شاہِ فرد
وہ مستی جو یکتا شاہ کی خوشبو سے پیدا ہو

صد خُمِ مے در سر و مغز آں نکرد
شراب کے سو مٹکے بھی سر اور دماغ میں وہ نہیں کر سکتے

پس برو تکلیف چوں باشد رَوا
اس کو مکلف بنانا کیسے جائز ہوگا!

اسپ ساقط گشت و شد بے دست و پا
گھوڑا گر گیا ہے اور وہ بے دست و پا ہو گیا ہے

بار برگیرند چوں آمد عرج
جب لنگڑا پن آ جاتا ہے بوجھ ہٹا لیتے ہیں

گفت حق لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجْ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اندھے پر گناہ نہیں ہے

ہمچنیں لَیْسَ عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجْ
اسی طرح لنگڑے پر گناہ نہیں ہے

نیست رنجے چوں عمٰی و چوں عرج
اندھے پن اور لنگڑے پن کی طرح کوئی مصیبت نہیں ہے

بار کہ نہد در جہاں خر کرہ را
گدھے کے بچے پر بوجھ کون لادتا ہے؟

درس کہ دہد پارسی بومرہ را
فارسی کا سبق شیطان کو کون پڑھاتا ہے؟

سُوئے خود اعمٰی شدم از حق بصیر
اپنے لئے میں اندھا ہوں خدا کے معاملہ میں بینا ہوں

پس معافم از قلیل و از کثیر
تو مجھے تھوڑے اور زیادہ سے معافی ہے

ل عارف۔ خدا کی معرفت والا
والِہ۔ فریفتہ، عاشق۔ اٰیۂ۔ یہ بھی دیہاتی کا مقولہ ہے۔ تحیّر۔ حیرانی
عاقل۔ یہ بھی دیہاتی کا قول ہے۔
نبیذ۔ یعنی وہ شراب جس کا پینا حرام ہے۔
۲ طلاق۔ امام شافعیؒ کے نزدیک شراب سے مدہوش کی طلاق اور بیع واقع نہیں ہوتی ہے۔ مُطلق۔ یعنی تکالیف سے آزاد۔ شاہِ فرد۔ اللہ تعالیٰ۔ اسپ ساقط گرے ہوئے گھوڑے سے بوجھ ہٹا دیا جاتا ہے۔ عرج۔ لنگڑا پن
۳ حرج۔ تنگی، گناہ۔ اکمہ۔ لنگڑا۔ بومرہ۔ شیطان کی کنیت ہے۔ سوئے خود۔ یعنی میں اللہ کے معاملہ میں ہوش میں ہوں اور اپنے معاملہ میں بے خبر ہوں
معاف۔ بخشا ہوا اور گذر کیا ہوا۔

لافِ درویشی زنی و بیخودی — ہائے وہوئے عاشقانِ ایزدی
تو درویشی اور بے خودی کی ڈینگیں مارتا ہے — اللہ کے عاشقوں جیسی ہائے وہو کرتا ہے

کز زمیں را من ندانم ز آسماں — امتحانت[۱] کرد غیرتِ امتحاں
کہ میں آسمان اور زمین میں فرق نہیں کر سکتا ہوں — غیرت (خداوندی) نے تیرا خوب امتحان کیا

بادِ خر کرّہ چنیں رسوات کرد — ہستی نفی ترا اثبات کرد
گدھے کے بچے کے گوز نے تجھے رسوا کر دیا — تیری ہستی کی نفی (کے جھوٹ) کا اثبات کر دیا

ہمچنیں رسوا کند حق شید را — ہمچنیں گیرد رمیدہ صید را
اللہ (تعالیٰ) مکر کو اسی طرح رسوا کرتا ہے — بھاگے ہوئے شکار کو اسی طرح پکڑتا ہے

صد ہزاراں امتحانست[۲] اے پدر — ہر کہ گوید من شدم سرہنگِ در
باوا! لاکھوں آزمائشیں ہیں (اس کے قبضے میں) — جو یہ کہے کہ میں (اللہ کے) در کا سپاہی ہوں

گر نداند عامہ او را امتحاں — پختگانِ راہ جویندش نشاں
اگرچہ عوام اس کو امتحان نہیں سمجھتے — (لیکن) راہِ (حق) کے پختہ لوگ اس کا نشان تلاش کرتے ہیں

اشارت در شناختنِ مدعیِ کمال را صاحب کمال و گزافِ غلط از عوام

مدعیِ کمال کو صاحبِ کمال اور عوام کی جانب سے غلط بکواس کو پہچاننے کے بارے میں اشارہ!

چوں کند دعویٰ خیاطی کسے — افگند در پیشِ او شہ اطلسے[۳]
جب کوئی درزی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے — بادشاہ اس کے سامنے اطلس ڈال دیتا ہے

کہ بُبر ایں را بغلطاقِ فراخ — ز امتحاں پیدا شود او را دو شاخ
کہ اس کی چوڑی قبا تراش دے — (اور) امتحان سے اس کے دونوں پہلو ظاہر ہو جاتے ہیں

گر نبودے امتحانِ ہر بدے — ہر مخنث در وغا رستم بُدے
اگر ہر برے کے امتحان کا طریقہ نہ ہوتا — جنگ میں ہر ہیجڑا رستم ہوتا

خود مخنث را زرہ پوشیدہ گیر — چوں ببیند زخم او گردد اسیر
ہیجڑے کو زرہ پوش فرض کر — جب اس کے زخم لگے گا قیدی بن جائے گا

مستِ مے ہشیار چوں فضلہ از دو گو — مستِ حق ناید بخود از نفخِ صور
بہکا ہوا شراب کا مست تجھے ہوشیار ہو گیا — اللہ کا مست صور پھونکنے سے بھی ہوش میں نہیں آتا

۱۔ امتحانت۔ یعنی تیرے دعووں کا اللہ نے امتحان لیا۔ نفی۔ یعنی تو مقامِ فنا میں پہونچنے کا دعویٰ کر رہا تھا اللہ نے ثابت کر دیا کہ یہ تیرا دعویٰ غلط ہے۔
۲۔ صد ہزار۔ جب کوئی عشقِ الٰہی کا دعویٰ کرتا ہے اس کی آزمائشیں شروع ہو جاتی ہیں۔ پختگان۔ خاصانِ خدا، دعوے کی حقیقت کو پہچان لیتے ہیں۔ خیاطی۔ درزی پن۔
۳۔ اطلس۔ ایک ریشمی کپڑا ہے۔ غلطاق۔ قبا۔ دو شاخ۔ دعوے کے دونوں پہلو یعنی اس کا صحیح یا غلط ہونا۔ چوں ببیند زخم لگنے پر ہتھیار ڈال دیتا ہے اور اپنے آپ کو قیدی بنا دیتا ہے۔ دو گو۔ پھوا ہوا۔

بادۂ حق راست باشد نے دروغ — دُوغ خوردی دُوغ خوردی دُوغ دُوغ[1]

اللہ کی شراب سچی ہوتی ہے نہ کہ جھوٹی — تو نے چھاچھ پی ہے، تو نے چھاچھ پی ہے، چھاچھ چھاچھ

ساختی خود را جُنیدؒ و بایزیدؒ — رو کہ نشناسم تبر را از کلید

تو نے اپنے آپ کو جنیدؒ اور بایزیدؒ بنایا — (کہتا ہے) جا میں کلہاڑے اور کنجی میں امتیاز نہیں کرتا ہوں

بدرگی و منبلی و حرص و آز — چوں کنی پنہاں بہ تلبیسے مکرساز

بدذاتی، اور کاہلی، اور حرص اور لالچ کو — اے مکار! تو مکر سے کیسے چھپائے گا

خویش را منصورِ حلاجؒ کنی — آتشے در پنبۂ یاراں زنی

اپنے آپ کو منصور حلاجؒ بناتا ہے — دوستوں کی روئی میں آگ لگاتا ہے

کہ نہ بشناسم عمرؓ از بولہب — بادِ خر کرّہ شناسم نیم شب

کہ میں عمرؓ اور ابولہب میں فرق نہیں کرتا ہوں — گدھے کے بچے کا گوز آدھی رات میں پہچان لیتا ہوں

اے خرے کایں از تو خر باور کند — خویش را بہرِ تو کور و کر کند

اے گدھے! تیری ان باتوں پر گدھا یقین کرسکتا ہے — جو تیری خاطر اپنے آپ کو اندھا بہرا بنالے

خویش را از رہرواں[2] کمتر شمر — تو حریفِ رہزنانی کہ مخور

اپنے آپ کو سالکوں سے کمتر سمجھ — تو ڈاکوؤں کا ساتھی ہے، غم اس نہ کھا

باز پر از شید و سوئے عقل تاز — کے پرد بر آسماں پرِّ مجاز

مکاری سے ہٹ اور عقل کی طرف دوڑ — نقلی پر آسمان پر کب اڑتا ہے؟

خویشتن را عاشقِ حق ساختی — عشق با دیوِ سیاہے باختی

تو نے اپنے آپ کو خدا کا عاشق بنایا ہے — (لیکن) دوستی کالے شیطان سے کی ہے

عاشق و معشوق را در رستخیز — دو بدو بندند و پیش آرند تیز

قیامت میں عاشق اور معشوق کو — اکٹھا باندھیں گے اور فوراً پیش کریں گے

تو چہ خود را گیج و بیخود کردۂ — خونِ رز کو خونِ ما را خوردۂ

تو نے اپنے آپ کو دیوانہ اور مدہوش کیا ہو — انگور کا خون کہاں، تو نے ہمارا خون پیا ہے

رو کہ نشناسم[3] ترا از من بجہ — عارفِ بیخویشم و بہلول دِہ

جا میں تجھے نہیں پہچانتا ہوں میرے پاس سے بھاگ — میں عارف (باللہ) مدہوش ہوں اور گاؤں کا بہلول

تو توہم می کنی از قربِ حق — کہ طبق گر دور نبود از طبق

تو اللہ (تعالیٰ) کے قرب کا گمان کرتا ہے — کہ طباق بنانے والا طباق سے دور نہیں ہوتا ہے

---

[1] دُوغ دروغ: چھاچھ۔ رو: یعنی تو کہتا ہے جاؤ مجھے کچھ خبر نہیں ہے۔ منبلی: سستی، کاہلی۔ منصورؒ: یہ بزرگ روئی دھننے کا پیشہ کرتے تھے اسی لئے حلاج کہلاتے تھے۔ پنبۂ یاراں: یعنی دوستوں کے حقوق کو دو کر یعنی بنیر تسنے اور دیکھے تیری تصدیق کرتا ہے۔

[2] رہرواں: سالکین۔ حریف: ہم پیشہ۔ کہ مخور: یعنی کہ نہ کھا۔ پرِ مجاز: معنوی پر۔ عاشق و معشوق: یعنی شیطان اور اُس کے پجاری۔ گیج: دیوانہ، احمق۔ خونِ رز: انگور کا خون یعنی شراب۔

[3] رو کہ نشناسم: یہ بھی اُسی دیہاتی کا قول ہے۔ بہلول: مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ کہ طبق: یعنی اللہ خالق ہے تو مخلوق کو اس سے قرب حاصل ہے۔

ایں نمی بینی کہ قربِ اولیا
قریہ نہیں دیکھتا کہ اولیاء کا قرب

صد کرامت دارد و کار و کیا[1]
سینکڑوں کرامتیں اور شان و شوکت رکھتا ہے

آہن از داودؑ مومے می شود
حضرت داودؑ کے ہاتھ سے لوہا موم ہو جاتا ہے

موم در دستت چو آہن می بود
تیرے ہاتھوں میں موم لوہا ہوتا ہے

قربِ حق و رزق بر جملہ ست عام
اللہ کا قرب اور رزق سب کے لئے عام ہے

قربِ وحیِ عشق دارند ایں کرام
یہ بزرگ عشق کی باتوں کا قرب رکھتے ہیں

قرب بر انواع باشد اے پدر
بابا! قرب کی قسمیں ہوتی ہیں

می زند خورشید بر کہسار و زر
سورج پہاڑ پر بھی چمکتا ہے اور سونے پر بھی

لیک قربے ہست با زر شید[2] را
لیکن سونے کے ساتھ سورج کا قرب ہے

کہ ازاں نبود خبر مر بید را
کہ بید (کے درخت) کو اس کی خبر بھی نہیں ہے

شاخِ خشک و تر قریبِ آفتاب
تر اور خشک شاخ آفتاب کے قریب ہے

آفتاب از ہر دو کے دارد حجاب
سورج دونوں سے کب پردہ رکھتا ہے؟

لیک کو آں قربتِ شاخِ طری
لیکن کہاں وہ تر شاخ کی قربت

کہ ثمارِ پختہ از وے می خوری
کہ تو اس کے پکے پھل کھاتا ہے

شاخِ خشک از قربتِ آں آفتاب
اس آفتاب کی قربت سے خشک شاخ کو

غیر زوتر خشک گشتن گو بیاب
اس سے بھی زیادہ خشک ہونے کے علاوہ تو اور کیا پائے

بنگر ایں کاں شاخِ خشک از قربِ خور
یہ دیکھ کہ سورج کے قرب سے اس خشک شاخ نے

غیر خشکی می برد چیزے دگر
سوائے خشکی کے اور کوئی چیز حاصل کی؟

آنچناں[3] مستے مباش اے بے خرد
اے بے عقل! تو ایسا مست نہ بن

کہ بہ عقل آید پشیمانی خورد
کہ ہوش میں آئے تو شرمندگی اٹھائے

بلکہ زاں مستاں کہ چوں مے می خورند
بلکہ ان مستوں میں سے (بن) کہ جب وہ شراب پیتے ہیں

عقلہائے پختہ حسرت می برند
پختہ عقلیں حسرت کرتی ہیں

اے گرفتہ ہمچو گربہ موشِ پیر
اے وہ کہ جس نے بلی کی طرح بوڑھا چوہا پکڑا ہے

گر تو زاں مے[4] شیر گیری شیر گیر
اگر تو اس شراب سے شیر پکڑنا چاہتا ہے تو شیر پکڑ

اے نخوردہ از خیالِ جام ہیچ
اے وہ کہ تو نے جام کے خیال سے کچھ نہیں پیا

ہمچو مستانِ حقائق بر مپیچ
حقائق کے مستوں کی طرح نہ اینٹھ

---

[1] کار و کیا۔ شان و شوکت۔ یعنی اولیاء کا قرب محض خالق و مخلوق والا قرب نہیں ہے وہ خاص قرب ہے۔ آہن حضرت داودؑ کو جو قرب الٰہی حاصل تھا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اُن کے ہاتھ میں لوہا موم بن جاتا تھا، محض خالقیت اور مخلوقیت کے تعلق سے یہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ قربِ حق۔ اللہ ہر انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اُس سے قریب ہے اور اپنی رزاقیت کے اعتبار سے بھی سب سے قریب ہے یہ قرب تو سب ہی کو حاصل ہے۔ کرام۔ جو اللہ کے دربار کے مقرب ہیں ان کو عشق کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

[2] شید۔ خورشید کا مخفف ہے۔ بید۔ بے پھل درخت ہے دوسرے درختوں کے پھل سورج کے قرب سے پکتے ہیں بید کو اُس قرب سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کہ ثمار۔ تر شاخ پر سورج کی وجہ سے پھل آتے ہیں اور پکتے ہیں۔ شاخ خشک۔ خشک شاخ کو سورج کا قرب اور خشک کر دیگا۔

[3] آنچناں مستے۔ یہ غیر واقعی مستی کا اظہار شرمندگی کا موجب ہوگا۔ بلکہ کاملین کی دیوانگی عقلمندوں کے لئے باعث رشک ہے۔ موش پیر یعنی دنیا کی ناقص دولت۔

[4] مے یعنی عشق۔ شیر گیر یعنی معارف الٰہیہ۔ اے نخوردہ۔ جام حقیقت تو درکنار اس کا تصور بھی نہیں حاصل ہوا۔

می فتی آنسو وایں سو مست وار — اے تو ایں سو نیستت آنسو گزار

تُو مستوں کی طرح اِدھر اُدھر کو گرتا ہے — او تو اِدھر کا ہے، تیرا اُدھر گذر بھی نہیں ہے

گر بداں سو راہ یابی بعد ازاں — گہ بدیں سو گہ بداں سو سر فشاں

اگر اس کے بعد تو اُس طرف راہ یاب ہو جائے — کبھی اِدھر کر کبھی اُدھر کر سر جھٹک

جملہ ایں سوئی ازاں سو گپ مزن — چوں نداری مرگ ہرزہ جاں مکن

تو بالکلیہ اس جانب کا ہے اُس جانب کی گپ نہ مار — جب تجھے موت نہیں آرہی ہے تو خواہ مخواہ نزع طاری نہ کر

آں خضر جاں کز اجل نہراسد او — شاید ار مخلوق را نشناسد او

وہ خضرؑ کی جان والا جو موت سے نہ گھبرائے — اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانے اُس کے لئے مناسب ہے

کام از ذوقِ تو ہم خوش کنی — در دمی در خیکِ خود پُر خوش کنی

وہمی ذوق سے تو حلق کو خوش کر رہا ہے — تو اپنی مشک میں پھونک بھر رہا ہے اور اسکو پُر کر رہا ہے

پس بیک سوزن تہی گردی زباد — اینچنیں فربہ تنِ لاغر مباد

تو ایک سوئی سے ہوا سے خالی ہو جائے گا — کمزور بدن والا اِس طرح کا فربہ نہ بنے

کوزہا سازی ز برف اندر شتا — کے کند چوں تاب بیند آں وفا

تو جاڑوں میں برف سے پیالے بناتا ہے — وہ جب گرمی دیکھے گا وفاداری کب کرے گا!

افتادنِ شغالے در خُمِ رنگ و رنگیں شدن وے و دعوے طاؤسی نمودن در میانِ شغالانِ دیگر

گیدڑ کا رنگ کے مٹکے میں گر جانا اور اُس کا رنگین ہو جانا اور گیدڑوں میں مور ہونے کا دعویٰ کرنا

آں شغالک رفت اندر خُمِ رنگ — اندر آں خم کرد یک ساعت درنگ

وہ ذلیل گیدڑ رنگ کے مٹکے میں داخل ہو گیا — وہ اُس مٹکے میں تھوڑی دیر ٹھہرا

پس برآمد پوستش رنگیں شدہ — کہ منم طاؤسِ علییں شدہ

پھر نکلا تو اُس کی کھال رنگین ہو گئی تھی — (اُس نے کہا) کہ میں تو جنت کا مور ہو گیا ہوں

پشمِ رنگیں رونقِ خوش یافتہ — آفتاب آں رنگہا بر تافتہ

رنگین بالوں نے عمدہ رونق حاصل کرلی تھی — سورج نے ان رنگوں کو چمکا دیا تھا

دید خود را سرخ و سبز و بور و زرد — خویشتن را بر شغالاں عرضہ کرد

اس نے اپنے آپ کو سُرخ اور سبز اور لال اور پیلا دیکھا — اپنے آپ کو گیدڑوں پر پیش کیا

ے۱ ایں سو۔ عالمِ ناسوت۔ آنسو۔ عالمِ ملکوت۔ گر بداں سو اگر انسان حقیقت تک پہنچ جائے تو پھر شوق سے وجد کرے۔ چوں نداری جب موت کا وقت نہیں ہے تو خواہ مخواہ اپنے اوپر نزع طاری کرنا حماقت ہے۔ آں خضر یعنی فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچ کر انسان مخلوق کو نہ پہچانے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ے۲ خیک۔ مشک۔ پس مست حق کسی تکلیف سے نہیں گھبراتا فرضی رنج کی حقیقت سوئی کی تکلیف واضح کر دیتی ہے۔ کوزہا برفانی ملکوں میں موسم سرما میں بچے برف کے کھلونے بنا لیتے ہیں۔

ے۳ شغال۔ گیدڑ۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ فرضی شیخ کی مثال اس گیدڑ کی سی ہے جس نے رنگین ہو کر مور ہونے کا دعویٰ کر دیا تھا۔ خمِ رنگ۔ رنگ کا مٹکا۔ طاؤس۔ مور۔ علییں۔ جنت۔ بقم۔ لال

جملہ گفتند اے شغالک حال چیست — کہ ترا در سر نشاطے ملتوی[1] ست

سب نے کہا اے حقیر گیدڑ! تیرا کیا حال ہے! — کہ تیرے سر میں ایک پیچیدہ مستی ہے

از نشاط از ما کرانہ کردۂ — ایں تکبر از کجا آوردۂ

مستی سے تو ہم سے جدا ہو گیا ہے — تو یہ تکبر کہاں سے لایا ہے؟

یک شغالے پیش او شد کاے فلاں — شید کردی تا شدی از خوش دلاں

ایک گیدڑ اس کے سامنے گیا کہ او فلانے — تو نے مکر کیا یہاں تک کہ تو خوش دل بن گیا

شید کردی تا بہ منبر[2] بر جہی — تا ز لاف ایں خلق را حسرت دہی

تو نے مکر کیا تاکہ تو منبر پر چڑھے — تاکہ ڈینگوں سے ان لوگوں کو حسرت دلائے

بس بکوشیدی ندیدی گرمیے[3] — بس ز شید آوردۂ بے شرمیے

تو نے بہت کوشش کی لیکن گرمی نہ دیکھی — تو نے مکاری سے بہت بے شرمی حاصل کر لی

صدق و گرمی خود شعار[4] اولیاست — باز بے شرمی پناہ ہر دغاست

سچائی اور گرمی اولیا کا شعار ہے — پھر بے شرمی ہر دھوکے کی پناہ ہے

کالتفات خلق سوئے خود کشند — کہ خوشیم و از دروں بس ناخوشند

تاکہ مخلوق کی توجہ اپنی طرف کر لیں — کہ ہم خوش ہیں حالانکہ اندر سے بہت رنجیدہ ہیں

چرب کردن[5] مرد لافی لب و سبلت خود را ہر بامداد، بپوست دنبہ و بیروں آمدن میان حریفاں کہ چنیں و چناں خوردہ ام

ایک شیخی خورے کا ہونٹ اور مونچھوں کو ہر صبح کو دنبہ کے چمڑے سے چکنا کرنا اور دوستوں میں باہر آنا کہ میں نے ایسا ایسا کھانا کھایا ہے

دنبہ[6] پارہ یافت شخصے مستہاں — ہر صباحے چرب کردے سبلتاں

ایک ذلیل شخص نے دنبہ کی کھال کا ٹکڑا پا لیا — ہر صبح کو دونوں مونچھوں کو چکنا کرتا

درمیان منعماں رفتے کہ من — لوت چربے خوردہ ام در انجمن

مالداروں میں جاتا کہ میں نے — ایک مجلس میں مُرغن غذا کھائی ہے

دست بر سبلت نہادے در نوید — رمز[7] یعنی سوئے سبلت بنگرید

خوشخبری دیتے وقت مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا — اشارہ (تھا)، یعنی مونچھیں دیکھو

کایں گواہ صدق گفتار من ست — ویں نشان چرب و شیریں خوردن ست

کہ یہ میری بات کے سچے گواہ ہیں — اور یہ چکنی اور لذیذ غذا کھانے کی علامت ہے

---

[1] ملتوی۔ پیچنے والا۔ کرانہ۔ کنارہ۔ تا بہ منبر چونکہ مولانا نے گیدڑ سے بناوٹی شیخ مراد لیا ہے لہٰذا اس کے لئے منبر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے

[3] گرمیے یعنی حقیقی عشق کی گرمی۔ [4] شعار۔ علامت، نشان۔

[5] چرب کردن۔ مولانا نے بناوٹی شیخ کی حالت کو اس شیخی خورے کی حکایت سے سمجھایا ہے جو کہ اصلی خالی ہے، بظاہر چکنا چپڑا ہے۔

[6] دنبہ۔ چکتی۔ مستہاں۔ ذلیل۔ سبلتاں۔ دونوں مونچھیں۔ منعماں۔ مالدار لوگ۔ لوت چرب۔ چکنی غذا۔

[7] رمز۔ یعنی مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کرتا تھا کہ ان کی چکنائی میری گواہ ہے۔

اشکمش[1] گفتے جوابِ بے طنین
اُس کا پیٹ بلا آواز جواب دیتا

کہ اَبَادَ اللّٰہُ کَیْدَ الْکَافِرِیْن
کہ اللہ کافروں کے مکر کو برباد کرے

لافِ تو ما را بر آتش بر نہاد
تیری شیخی نے ہمیں انگاروں پر رکھ دیا ہے

کاں سبالِ چربِ تو بر کندہ باد
خدا کرے تیری چکنی مونچھیں اُکھڑیں

گر نبودے لافِ زشتت اے گدا
اے بھکاری! اگر تیری بری شیخی نہ ہوتی

یک کریمے رحم آوردے بما
(تو) کوئی سخی ہم پر رحم کرتا

راست گر گفتی و کج کم باختی
اگر تو سچ بولتا اور مکر گری کا کھیل نہ کھیلتا

یک طبیبے دارُوے ما ساختی
تو ہمارے علاج کے لئے ایک طبیب پیدا کر دیتا

ور نمودی عیب و کم کردی جفا
اگر تو عیب ظاہر کر دیتا اور ظلم نہ کرتا

ہم بُدے مہمانیِ یک آشنا
کسی آشنا کی جانب سے مہمانی ہو جاتی

گفت[2] حق کہ کج مجنباں گوش و دُم
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ کان اور دُم کو ٹیڑھا مت ہلا

یَنْفَعَنَّ الصَّادِقِیْنَ صِدْقُہُمْ
سچوں کو اُن کا سچ ضرور فائدہ دے گا

کہف اندر کژ مجنب اے محتلم
اے بے عقلے! غار کے اندر ٹیڑھا نہ چل

انچہ داری وا نما و فاستقم
جو تیری حالت ہے ظاہر کر دے پھر سیدھا چل

ور نگوئی عیبِ خود بارے خمش
اگر اپنا عیب نہیں بتاتا ہے تو چپ رہ

از نمائش وز دغل خود را مکش
دکھاوے اور فریب سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر

بر سبالِ[3] چربِ خود تکیہ مکن
اپنی چکنی مونچھوں پر بھروسہ نہ کر

زانکہ گربہ بُرد دُنبہ بے سخن
اس لئے کہ بلی بلاشبہ چکتی لے گئی ہے

گر تو نقدے یافتی مکشا دہاں
اگر تجھے کچھ نقدی مل گئی ہے تو لب کشائی نہ کر

ہست در رہ سنگہائے امتحاں
راستہ میں آزمائش کے بہت سے پتھر ہیں

سنگہائے امتحاں را نیز پیش
آزمائش کے پتھروں کے لئے بھی درپیش ہیں

امتحانہا ہست در احوالِ خویش
اپنے احوال میں بہت سے امتحانات

گفت یزداں از ولادت تا بحین
خدا نے فرمایا ہے کہ پیدائش سے موت تک

یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّتَیْن
ہر سال میں دو مرتبہ آزمائے جاتے ہیں

امتحاں بر امتحانست اے پدر
باوا! آزمائش پر آزمائش ہے

ہیں بکمتر امتحاں خود را مخر
خبردار کمتر آزمائش پر خود پسندی نہ کر

[1] اشکمش۔ اُس کا پیٹ۔ لاف تو۔ مونچھوں کی چکنائی اور شیخی کی وجہ سب اعضاء بھوکے رہے تو انھوں نے مونچھوں کو بددعا دی۔ سبال۔ سبلت کی جمع، مونچھیں۔ راست۔ اگر بھوک کا اظہار کرتا تو کوئی سخی کھانا کھلا دیتا۔

[2] گفت حق بہت سی آیتوں کا مفہوم ہے کہ انسان کو غلط بیانی نہ کرنی چاہیے سچوں کو اُن کی سچائی کا معاوضہ مفید ہوتی ہے کج۔ برائی کو چھپانا نہ چاہیے اس کا اظہار کر کے علاج کرانا چاہیے ور نگوئی۔ اگر انسان کا باطن برا ہے تو کم از کم بھلائی کی شیخی تو نہ مارے۔

[3] بر سبال۔ معنوی نیکی پر شیخی نہ مارنی چاہیے وہ زائل ہوگی تو رسوائی ہوگی جیسا کہ شیخی خورے کے واقعہ میں بیان ہوا کہ چکتی کو بلی لے گئی تو وہ رسوا ہوا۔ گر تو۔ اگر انسان کو کمال کا کوئی مقام حاصل ہو تو اس کا فخریہ اظہار نہ کرتا پھرے۔ سنگہائے امتحاں۔ یعنی اولیاء اللہ جو کھرے کھوٹے کو پرکھ لیتے ہیں پھر یہ اولیاء جو امتحان کی کسوٹی ہیں خود ان کا بھی امتحان ہوتا ہے۔ حین۔ موت۔ یُفْتَنُوْنَ۔ یہ آیت اگرچہ منافقین کے بارے میں ہے لیکن اسطرح کی آزمائشیں مومنین کی بھی ہوتی ہیں۔ امتحاں۔ ایک آزمائش کے بعد دوسری آزمائش ہوتی ہے، کسی ادنیٰ آزمائش میں پورا اترنے کی وجہ سے انسان میں خود پسندی نہ آنی چاہیے۔

زامتحاناتِ قضا ایمن مباش — تقدیرِ (خداوندی) کے امتحانات سے مطمئن نہ ہو

ہین ز رسوائی بترس اے خواجہ تاش[1] — اے پیر بھائی! رسوائی سے ڈر

ایمن بودن بلعمِ باعور کہ امتحان کرد حضرتِ عزت اُو را و از آنہا رو آمدہ بود

بلعمِ باعور کا مطمئن ہو جانا، کہ خدا نے اُس کا امتحان کر لیا ہے اور اُس سے وہ ثابت ہوا تھا!

بلعمِ باعور و ابلیسِ لعین — بلعمِ باعور اور ملعون شیطان

زامتحانِ آخریں گشتہ مہین — آخری امتحان سے ذلیل ہو گئے

زانکہ بودند ایمن از مکرِ خدا — کیونکہ وہ اللہ کے داؤ سے بے خوف تھے

کامتحانہا رفت اندر ما مضیٰ — کہ پہلے بہت سے امتحانات ہو چکے ہیں

عاقبت رسوائی آمد بارِ شاں — انجام کار وہ رسوا ہو گئے

ایں شنیدہ باشی از اخبارِ شاں — تو نے اُن کی خبروں میں یہ بات سُنی ہو گی

اُو بدعویٰ میلِ دولت می کند — وہ دعوے کے ذریعہ دولت کی طرف جھکتا ہے

معدہ اش[2] نفریں سبلت میکند — اُس کا معدہ مونچھ پر لعنت بھیج رہا ہے

کانچہ پنہاں می کند پیدا اش کن — (اے خدا)، جو وہ چھپا رہا ہے اُس کو ظاہر کر دے

سوختت ما را اے خدا رسوا اش کن — اے خدا! اُس نے ہمیں جلا ڈالا اُسکو رسوا کر دے

جملہ اجزائے تنش خصمِ ویند — اُس کے جسم کے سب اعضا اُسکے دشمن ہیں

کز بہارے لافد ایشاں در دے‌اند — اُس موسم بہار کی شیخی اڑاتا ہے وہ (موسم) خواں میں ہیں

لافِ[3] وا دادِ کرمہا می کند — شیخی کرموں کو لوٹا دیتی ہے

شاخِ رحمت را ز بُن بر می کند — رحمت کی شاخ کو جڑ سے اُکھاڑ دیتی ہے

راستی پیش آر یا خاموش کُن — سچ بول یا چُپ رہ

وانگہاں رحمت ببین و نوش کن — تب رحمت کو دیکھ اور حاصل کر

آں شکم خصمِ سبالِ اُو شدہ — وہ پیٹ، اُس کی مونچھوں کا دشمن بنا

دستِ پنہاں در دعا اندر شدہ — چھپے ہاتھوں دعا میں لگ گیا

کاے خدا رسوا کُن ایں لافِ لئام — کہ اے اللہ کمینوں کی اِس شیخی کو رسوا کر دے

تا بجنبد سوئے ما رحمِ کرام — تاکہ بھلوں کا رحم ہمارے لئے حرکت میں آئے

---

[1] خواجہ تاش۔ یعنی پیر بھائی۔
ایمن بودن۔ بلعم اور شیطان دونوں ابتدائی کامیابیوں پر مغرور ہو گئے اور تباہ ہو گئے۔
مہین۔ ذلیل، حقیر۔ ما مضیٰ گذشتہ زمانہ۔ او بدعویٰ۔ نصیحتیں کر چکنے کے بعد پھر اب شیخی خورے کا قصہ شروع کیا ہے۔

[2] معدہ اش۔ چونکہ مونچھوں کی وجہ سے معدہ بھوکا رہا تھا مونچھوں پر لعنت بھیجتا ہے۔
کانچہ۔ معدے کی یہ دعا ہے۔
در دے‌اند۔ یعنی دہ زمانہ ماہ دے اندر دے خزاں کا مہینہ ہے۔

[3] لاف۔ انسان کی شیخی، انسانوں اور اللہ تعالیٰ کے کرم کے منافی ہوتی ہے۔ سبال، مونچھیں۔ لئام۔ لئیم کی جمع، کمینہ۔

مُستجاب[1] آمد دعائے آں شکم — سوزشِ حاجت بزد بیروں عَلَم
اُس پیٹ کی دُعا مقبول ہوئی — محتاجی کی جلن نے جھنڈا اُبھارا

گفت حق گر فاسقی و اہلِ صَنم — چوں مرا خوانی اجابتہا کنم
خدا نے فرمایا خواہ تو فاسق ہے اور بُت پرست — جب تو مجھے پکارے گا میں قبول کروں گا

تو دعا را سخت گیر و می شخول — تو مشو ہیچ از دُعا کردن ملول
تو خوب دعا کر اور رو — تو دعا کرنے سے کبھی نہ تھک

بُردنِ گربہ دُنبہ را و رُسوا شدنِ پہلوان

بلی کا دُنبہ (کی کھال) کو لے بھاگنا اور پہلوان کا رُسوا ہونا

چوں شکم خود را بحضرت[2] در سپُرد — گربہ آمد پوستِ آں دُنبہ بہ بُرد
جب پیٹ نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا — بلی آئی، دُنبہ کی کھال لے بھاگی

از پسِ گربہ دویدا او می گریخت — کودک از ترسِ عتابش رنگ ریخت
بلی کے پیچھے دوڑا، وہ بھاگ گئی — اُس کے غصہ کے ڈر سے، بچہ کا رنگ اُڑ گیا

آمد اندر انجمن آں طفلِ خورد — آبروئے مردِ لافی را ببُرد
وہ چھوٹا بچہ مجمع میں آیا — اُس نے شیخی خورے کی آبرو کھودی

گفت آں دُنبہ کہ ہر صبحے بدآں — چرب میکرد لباں و سُبلتاں
کہنے لگا کہ وہ دنبہ کی کھال جس سے ہر صبح کو — وہ ہونٹ اور مونچھیں چکنی کرتا تھا

گربہ آمد ناگہانش در ربود — بس دویدیم و نکرد آں ہیچ سود
بلی آئی اور اچانک اُس کو لے بھاگی — میں بہت دوڑا اور کوئی فائدہ نہ ہوا

پہلواں[3] را لاف گرمِ ذوق ناک — چوں شنید ایں قصہ گشت از غم ہلاک
پہلوان نے شیخی کی گرمی اور ذوق میں — جب یہ قصہ سُنا، رنج سے ہلاک ہو گیا

منفعل شُد درمیانِ انجمن — سر فرو بُرد و خمُش گشت از سخن
مجمع میں شرمندہ ہو گیا — سر جھکا لیا اور بات سے خاموش ہو گیا

خندہ آمد حاضراں را از شگفت — رحمہا شاں باز جنبیدن گرفت
تعجب سے حاضرین کو ہنسی آ گئی — اُن کا رحم پھر حرکت کرنے لگا

دعوتش کردند و سیرش داشتند — تخمِ رحمت در زمینش کاشتند
انھوں نے اُس کی دعوت کی اور اس کا پیٹ بھر دیا — مہربانی کا بیج اُس کی زمین میں بو دیا

[1] مُستجاب۔ قبول شدہ۔ شخول۔ امر کا صیغہ ہے شخولیدن رونا چلانا۔

[2] حضرت۔ دربارِ خداوندی۔ رنگ ریخت۔ یعنی لڑکا بلی کے پیچھے بھاگا جب کامیاب نہ ہوا تو باپ کے ڈر سے اُس کا رنگ بدل گیا۔ انجمن۔ یعنی وہ مجمع جہاں وہ شیخی بگھارتا تھا۔ لافی۔ شیخی بگھارنے والا۔ گپّی۔ گفت۔ یعنی بچے نے اپنی سادگی سے سارا قصہ بیان کر دیا جس سے شیخی خورے کا جھوٹ کھل گیا۔

[3] پہلواں۔ یعنی وہی شیخی خورا۔ ایں قصہ۔ یعنی یہ بات کہ بچے نے مجلس میں جا کر راز کھول دیا ہے۔ رحمہا۔ یعنی اُن کو اُس کے افلاس پر رحم آنے لگا۔

اُو چو ذوقِ[1] راستی دید از کرام
جب اُس نے شریفوں میں سچائی کا ذوق دیکھا

بے تکبر راستی را شد غلام
بغیر تکبر کے سچائی کا غلام بن گیا

راستی را پیشۂ خود کُن مُدام
سچائی کو ہمیشہ کے لئے اپنا پیشہ بنالے

تا شوی در ہر دو عالم نیکنام
تاکہ تو دونوں جہان میں نیکنام بنے

دعویٔ طاؤسی کردن آں شغال کہ در خُمِ صَبّاغ افتادہ بُود
اُس گیدڑ کا مور ہونے کا دعویٰ کرنا جو رنگریز کے مٹکے میں گر گیا تھا

آں شغالِ رنگ رنگ اندر نہفت
اُس رنگ برنگ کے گیدڑ نے آہستہ سے

بر بناگوشِ ملامت گر بگفت
ملامت گر کے کان کی لو کے پاس جا کر کہا

بنگر آخر در من و در رنگِ من
آخر مجھے اور میرے رنگ کو دیکھ

یک صنم چوں من ندارد خود شمن
پجاری (بھی) مجھ جیسا ایک بت نہیں رکھتا ہے

چوں گلستاں گشتہ ام صد رنگ و خوش
میں باغ کی طرح سو رنگوں والا اور حسین ہو گیا ہوں

مر مرا سجدہ کُن از من سر مکش
مجھے سجدہ کر، مجھ سے سرکشی نہ کر

کرّ و فرّ و آب و تاب و رنگ بیں
شان و شوکت، رونق اور چمک اور رنگ دیکھ

فخرِ دنیا خواں مرا و رُکنِ دیں
مجھے دنیا کا فخر اور دین کا ستون کہہ

مظہرِ لطفِ خدائی گشتہ ام
میں اللہ کے کرم کا مظہر بن گیا ہوں

لوحِ[3] شرحِ کبریائی گشتہ ام
(اللہ کی) بڑائی کی شرح کی تختی بن گیا ہوں

اے شغالاں ہیں مخوانیدم شغال
اے گیدڑو! خبردار مجھے گیدڑ نہ کہو

کے شغالے را بُود چندیں جمال
کسی گیدڑ میں اس قدر حسن کب ہوتا ہے؟

آں شغالاں آمدند آنجا بجمع
وہاں سب گیدڑ جمع ہو گئے

ہمچو پروانہ بگردا گردِ شمع
جیسے شمع کے چاروں طرف پروانے

پس چہ خوانیمت بگو اے جوہری
تو اے جوہری بتا ہم تجھے کیا کہا کریں؟

گفت طاؤسِ نری چوں مشتری
اُس نے کہا، نر طاؤس جو مشتری (ستارہ) کی طرح ہو

پس بگفتندش کہ طاؤسانِ جاں
تو انھوں نے اُس سے کہا کہ روحوں کے مور

جلوہا دارند اندر گلستاں
باغ (عالمِ ملکوت) میں جلوے دکھاتے ہیں

تو چناں جلوہ کُنی گفتا کہ نے
تو ایسا جلوہ دکھائیگا اس نے کہا نہیں

بادیہ نا رفتہ چوں گوید منے
جو کسی جنگل میں نہ گیا ہو وہ منیٰ کی کیا بات کرے

۱؎ ذوقِ راستی یعنی سچائیاں کو شرفا پسند کرتے ہیں تو وہ خود سچائی کا پابند ہو گیا
۲؎ صَبّاغ۔ رنگریز۔ بناگوش کان کی لو۔ شمن۔ بتوں کا پجاری
مظہر چونکہ میں انتہائی حسین ہوں لہٰذا میں خدا کی مہربانی کا مظہر ہوں اور اس کی کبریائی کی شرح کی تختی ہوں۔
۳؎ لوح یعنی میرے وجود سے اس کی عظمت کی تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے جوہری وہ گیدڑ جو رنگین ہو گیا تھا۔
مشتری۔ مشہور ستارہ ہے۔
جلوہا۔ طاؤس کا رقص مشہور ہے۔

بانگ[1] طاؤساں کُنی گفتا کہ لا — پس نہ طاؤس خواجہ بُوالعُلا

تو موروں کی بولی بول سکتا ہے اس نے کہا نہیں — تو، اے بڑائیوں والے خواجہ تو مور نہیں ہے

خلعتِ طاؤس آید ز آسماں — کے رسی از رنگ دعویہا بداں

طاؤس کا لباس آسمان سے اُترتا ہے — دعووں کی رنگینی سے تو اُس تک کب پہنچ سکتا ہے

ور تو دعوٰی می کُنی معنٰی بیار — گر مخور ورنہ پس گردن مخار

اگر تو دعوٰی کرتا ہے، حقیقت پیش کر — بکواس نہ کر ورنہ پھر گردن نہ کھجانا

دعوٰی کردنِ فرعون الوہیت را و تشبیہ کردن او را

فرعون کا خدائی کا دعوٰی کرنا اور اس کو اس گیدڑ کے مشابہ

بداں شغال کہ دعوٰی طاؤسی می نمود

بتانا جس نے مور ہونے کا دعوٰی کیا

ہمچو فرعونِ مرصّع کردہ ریش — برتر از موسیٰ پریدہ از خریش[2]

فرعون کی طرح جس نے داڑھی کو جڑاؤ کرا کر — اپنے گدھے پن سے حضرت موسیٰؑ سے بلند پرواز کی

او ہم از نسلِ شغالِ مادہ زاد — در خُمِ مالے و جاہے او فتاد

وہ بھی گیدڑی کی نسل سے پیدا ہوا تھا — مال اور مرتبہ کے خُم میں گر گیا تھا

ہر کہ دید آں مال و جاہش سجدہ کرد — سجدۂ افسوسیاں را او بخورد

جس نے اُس کا مال اور مرتبہ دیکھا اُسنے اُسکو سجدہ کیا — مذاق کرنے والوں کے سجدے وہ نگل گیا

گشت مستک آں گدائے ژندہ دلق — از سجود و از تحیّر ہائے خلق

وہ پھٹی گدڑی والا فقیر مست ہو گیا — لوگوں کے سجدوں اور حیرانیوں سے

مال[3] مار آمد کہ در وے زہر ہاست — واں قبول و سجدۂ خلق اژدہا ست

مال، سانپ ہے جس میں بہت سے زہر ہیں — لوگوں میں مقبولیت اور اُن کا سجدہ کرنا اژدہا ہے

ہائے اے فرعون ناموسی مکن — تو شغالی ہیچ طاؤسی مکن

افسوس اے فرعون! معتزز نہ بن — تو گیدڑ ہے مور بن نہ جتا

سوئے طاؤساں اگر پیدا شوی — عاجزی از جلوہ و رسوا شوی

اگر تو موروں کے سامنے آئے گا — جلوہ (دکھانے) سے عاجز اور رسوا ہو جائیگا

موسیٰ و ہاروں چو طاؤساں بُدند — پرِّ جلوہ بر سر و رویت زدند

حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ چونکہ مور تھے — اُنھوں نے جلوے کا پر تیرے سر اور مُنہ پر مار دیا

[1] بانگ۔ مور کی کوک بھی بھلی ہوتی ہے۔ خلعت۔ مور کو جو حسین لباس ملا ہے وہ قدرتی ہے۔ گردن مخار۔ انسان شرمندگی میں گردن کھجانے لگتا ہے۔ مرصّع۔ فرعون نے اپنی داڑھی میں قیمتی موتی پرو رکھے تھے۔ برتر۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے افضل ہونے کا دعوٰی کیا تھا۔

[2] خریش۔ خری اش۔ او ہم۔ وہ فرعون اسی گیدڑنی کی نسل سے تھا جو عارضی رنگ کی وجہ سے اپنے آپکو مور کہلانا چاہتی تھی۔ سانے۔ اس فرعون پر مال و جاہ کا عارضی رنگ تھا۔ افسوسیاں۔ فرعون کو سجدہ کرنے والے بہت سے وہ تھے جو محض مذاق اور دل لگی کے لئے سجدہ کرتے تھے۔ مستک۔ میں کاف تحقیر کے لئے ہے گدا۔ فرعون کو گدا اس لئے کہا ہے کہ وہ حقیقت سے تہی دست تھا۔

[3] مال۔ دولت انسان کو اس طرح ہلاک کرتی ہے جس طرح سانپ ہلاک کرتا ہے۔ ناموسی۔ معزز بن۔ طاؤساں۔ جو حقائق کے مالک ہیں۔ موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ نے معجزوں کے ذریعہ اس کو رسوا کر دیا۔

زشتیت پیدا شد و رسوائیت — سرنگوں افتادی از بالائیت
تیرا بھدا پن اور رسوائی واضح ہو گئی — تو اپنی بلندی سے اوندھا گرا

چوں محک دیدی سیاہ گشتی چو قلب — نقشِ شیری رفت و پیدا گشت کلب
جب تو نے کسوٹی دیکھی کھوٹے سکے کی طرح سیاہ پڑ گیا — تیرے شیر ہونے کی صورت چلی گئی اور کتا ظاہر ہوا

اے سگِ گرگین زشت از حرص و جوش — پوستینِ شیر را بر خود مپوش
اے بھدے گرگ نما کتے حرص اور جوش میں — شیر کی کھال اپنے اوپر نہ پہن

غرّۂ شیرت بخواہد امتحاں — نقشِ شیر و آنگہ اخلاقِ سگاں
شیر کی گرج تیرا امتحان لے گی — شیر کی صورت اور پھر کتوں کے اخلاق

اے شغالِ بے جمال و بے ہنر — ہیچ بر خود ظنِ طاؤسی مبر
اے بدصورت، بے ہنر گیدڑ — اپنے اوپر مور ہونے کا گمان ہرگز نہ کر

زانکہ طاؤساں کنندت امتحاں — خوار و بے رونق بمانی در میاں
کیونکہ مور تجھے آزمائیں گے — تو درمیان میں ذلیل اور بے آبرو رہ جائے گا

تفسیر و لتعرفنہم فی لحن القول در بیانِ امتحانِ منافقاں

"اور تم اُن کو بات کے لہجے سے پہچان لوگے" کی تفسیر منافقوں کے امتحان کے ذیل میں

گفت یزداں مر نبیؐ را در مساق — یک نشانِ سہل تر زاہلِ نفاق
نبی کو اللہ (تعالیٰ) نے قرآن کے، سیاق میں بتا دی — منافقوں کی ایک آسان پہچان

گر منافق زفت باشد نغز و ہول — و اشناسی مر ورا در لحن و قول
خواہ منافق موٹا، خوبصورت اور بارعب ہو — تم اُس کو بات کے لہجے سے پہچان لوگے

چوں سفالیں کوزہا را میخری — امتحانے می کنی اے مشتری
جب تو مٹی کے پیالے خریدتا ہے — اے خریدار! تو امتحان کر لیتا ہے

می زنی دستے براں کوزہ چرا — تا شناسی از طنینِ اشکستہ را
تو اُس کوزے پر ہاتھ کیوں مارتا ہے؟ — تاکہ تو آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لے

بانگِ اشکستہ دگر گوں می شود — بانگ چاؤوش ست پیشش می رود
ٹوٹے ہوئے کی آواز دوسری طرح کی ہوتی ہے — آواز، نقیب ہے جو آگے آگے چلتا ہے

بانگ می آید کہ تعریفش کند — ہمچو مصدر فعل تصریفش کند
آواز آتی ہے تاکہ اُس کی پہچان کر دے — جیسا کہ مصدر ہے، فعل اس میں تغیر کر دیتا ہے

ل؎ نقشِ شیری: جھوٹی شیرانی باطل ہوگئی اور حقیقت ظاہر ہوگئی۔ اے سگ۔ فرعون کو خطاب ہے۔ غرّہ: شیر بننے پر امتحان ہوگا کہ شیر کی سی ٹوک بھی ہے یا نہیں۔

۲؎ مساق: یعنی سیاقِ کلام اللہ۔ بعض نسخوں میں الفشاق ہے جس کے معنی ہیں ہر ایک جگہ اس سے بھی مراد قرآن پاک ہے مگر منافق۔ اگرچہ منافقوں کی ظاہری صورت بھلی معلوم ہوگی لیکن اُن کی آواز سے اُن کی حقیقت کھل جائے گی چینی سفالیں۔ یہ اس کی مثال ہے کہ آواز سے حقیقت کھل جاتی ہے۔

۳؎ طنین: بھنبھناہٹ۔ چاؤش: نقیب جو بادشاہ کے آگے چلتا ہے۔ آواز بھی حقیقت کے لئے پیشرو ہے۔ ہمچو مصدر: فعل پر نظر کرلی جائے اگر اُس میں تعلیل ہوتی ہے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ اُس کا مصدر بھی معلول ہے جیسا کہ قام اور قیاماً ہے قام میں واؤ الف سے بدلا ہے تو قیاماً میں واؤ یا سے بدلا ہوا۔

چوں حدیثِ امتحاں[۵۱] روی نمود — یادم آمد قصۂ ہاروت زود
جب امتحان کی بات سامنے آئی — مجھے فوراً ہاروت کا قصہ یاد آگیا

پیش ازیں زاں گفتہ بودم اندکے — خود چہ گویم از ہزارانش یکے
اس سے پہلے میں نے تھوڑا سا کہہ دیا تھا — میں کیا کہوں، اصل کے ہزاروں میں سے ایک

خواستم گفتن دراں تحقیقہا — تا کنوں وا ماندم از تعویقہا
میں اس میں کچھ تحقیقیں بیان کرنا چاہتا تھا — لیکن رکاوٹوں کی وجہ سے اب تک رکا رہا

جملۂ دیگر ز بسیارش قلیل — گفتہ آید شرحِ[۵۲] یک عضوے ز پیل
اس کے بہت سے میں سے کچھ تھوڑا سا دوسرا جملہ — کہہ دیا جائے جو ہاتھی کے ایک عضو کی شرح ہوگی

گوش کُن ہاروت را ماروت را — اے غلام و چاکراں ماروت را
سُن لے ہاروت اور ماروت کے بارے میں — اے وہ کہ ہم تیرے چہرے کے غلام اور خادم ہیں

قصۂ ہاروت و ماروت و دلیریِ ایشان بر امتحانِ حق تعالےٰ

ہاروت و ماروت کا قصہ اور اللہ (تعالےٰ) کی آزمائش پر اُن کی دلیری

گوشِ دل را یک نفس ایں سُو بدار — تا بگویم با تو از اسرارِ یار
تھوڑی دیر کے لئے کان کو اِس طرف متوجہ کر — تاکہ میں تجھ سے دوست کے کچھ راز بیان کروں

مست بودند از تماشائے اِلٰہ — وز عجائبہائے استدراجِ شاہ
وہ اللہ کے دیدار سے مست تھے — اور شاہ (اللہ) کے عجائب کی ڈھیل سے

اینچنیں مستی ست ز استدراجِ حق — تا چہ مستیہا دہد معراجِ[۵۳] حق
اللہ (تعالےٰ) کیجانب سے ڈھیل میں ایسی مستی ہوتی ہے — تو اللہ (تعالےٰ) کیجانب عروج کیا مستیاں دیتا ہوگا؟

دانۂ دامش چنیں مستی نمود — خوانِ انعامش چہا داند کشود
اُس کے جال کے دانے نے ایسی مستی دکھائی — اُسکے انعام کا خوان کس قدر مستیاں پیدا کرنا جانتا ہوگا

مست بودند و رہیدہ از کمند — ہای و ہوئے عاشقانہ می زدند
وہ مست تھے اور پھندے سے آزاد تھے — عاشقوں کی طرح ہائے و ہو (کے نعرے) لگاتے تھے

یک کمین و امتحاں در راہ بود — صرصرش چوں کاہ کہ را می ربود
ایک گھات اور امتحان راستہ میں تھا — جس کی آندھی پہاڑ کو تنکے کی طرح لے اُڑتی

امتحاں میکرد شاں زیر و زبر — کے بُود سرمست را زینہا خبر
امتحان اُن کو اُلٹ پلٹ کر رہا تھا — مست کو اِس کی کب خبر ہوتی ہے؟

---

۵۱ امتحاں۔ آزمائش سے رُسوائی کی بات پر ہاروت و ماروت کا قصہ یاد آگیا چونکہ وہ بھی امتحان کی وجہ سے رسوا اور ذلیل ہوئے ہیں۔ از ہزارانش۔ ہاروت و ماروت کے قصے کے اَسرار میں سے بہت تھوڑا بیان کیا تھا خواستم ہاروت و ماروت کے قصے کے اَسرار بیان کرنا چاہتا تھا لیکن موانع پیش آگئے تھے۔

۵۲ شرحِ یک عضو مرت اس قدر بیان کیا تھا جیسا کہ ہاتھی کے کسی ایک عضو کی تشریح کر دی جائے۔ زوت۔ روئے تو۔ اَسرارِ یار خدائی راز۔ استدراج۔ وہ کشف و کرامات جن میں پھنس کر اور جن سے مغرور ہو کر سالک تباہ ہو جاتا ہے۔

۵۳ معراجِ حق۔ جبکہ استدراج کی مستیاں بھی اِس قدر ہیں تو پھر حقیقی معراج کی مستیوں کا کیا ٹھکانا ہے۔ دانۂ دامش یعنی استدراج کی مستیاں۔ مست بودند۔ ہاروت و ماروت استدراج کی مستیوں میں... مدہوش ہوگئے تھے صرصرش۔ امتحان کی آندھی بڑوں بڑوں کو تباہ کر دیتی ہے۔

خندقؔ و میداں بہ پیشِ اُو یکے ست — چاہ و خندق پیشِ اُو خوش مسلکے ست

خندق اور میدان اُس کے سامنے یکساں ہیں — کنواں اور خندق اُس کے سامنے اچھا راستہ ہیں

مستیِ بُز از دیدنِ بُزِ مادہ و جستنِ اُو بکوہِ مقابل

بکری کو دیکھ کر بکرے کی مستی اور اُس کا بالمقابل پہاڑ پر کودنا

آں بُزے کوہی براں کوہِ بلند — بر دَوَد از بہرِ خوردیؔ بے گزند

پہاڑی بکرا بلند پہاڑ پر — خوراک کے لئے بے مشقت دوڑتا ہے

تا علف چیند بہ بیند ناگہاں — بازیِ دیگر ز حکمِ آسماں

تاکہ گھاس چگے (لیکن) وہ اچانک دیکھتا ہے — آسمان کے حکم سے ایک دوسرا کھیل

بر کُہِ دیگر براندازد نظر — مادہ بُز بیند بر آں کوہِ دگر

دوسرے پہاڑ پر نظر ڈالتا ہے — اُس دوسرے پہاڑ پر وہ بکری دیکھتا ہے

چشمِ اُو تاریک گردد در زماں — بر جہد سرمست زیں کہ تا بداں

فوراً اُس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے — مست ہو کر اس پہاڑ سے اُس پہاڑ پر کود پڑتا ہے

آنچناں نزدیک بنماید وُرا — کہ دویدن گردِ بالوعہ سرا

وہ اُس کو ایسا نزدیک نظر آتا ہے — جیسا کہ گھر کے چوبچے کے چاروں طرف دوڑنا

آں ہزاراں گز دو گز بنمایدش — تاز مستی میلِ جستن آیدش

وہ ہزاروں گز کا فاصلہ اس کو دو گز نظر آتا ہے — یہاں تک کہ مستی کی وجہ سے اس کے دل میں کودنے کی خواہش ہوتی ہے

چونکہ بجہد در فتد اندر زماں — در میانِ ہر دو کوہِ بے اماں

جب کودتا ہے فوراً گر جاتا ہے — دونوں بے پناہ پہاڑوں کے درمیان

اُو ز صیاداں بہ کُہ بگریختہ — خود پناہش خونِ او را ریختہ

وہ شکاریوں سے پہاڑ پر بھاگتا تھا — پناہ نے ہی اُس کا خون بہا دیا

شستہ صیاداں میانِ آں دو کوہ — انتظارِ ایں قضائے با شکوہ

ان دونوں پہاڑوں کے درمیان شکاری بیٹھے تھے — اس پرشکوہ قضا کے انتظار میں

باشدؔ اغلب صیدِ ایں بُز ہمچنیں — ورنہ چالاک ست و چست و خصم بیں

بکرے کا شکار زیادہ تر ایسے ہی ہوجاتا ہے — ورنہ چالاک اور چست ہے اور دشمن کو دیکھ لینے والا

رستم ار چہ با سر و سبلت بود — دامِ پاگیرش یقیں شہوت بود

رستم خواہ مع سر اور مونچھوں کے ہو — یقیناً شہوت اس کے پاؤں کا جال ہوتی ہے

۱؎ خندق۔ مست گڑھے اور ہموار زمین میں فرق نہیں کرتا ہے دونوں پر چل پڑتا ہے۔ مستیِ بُز۔ اس قصہ کا منشا یہ ہے کہ شہوت کی مستی میں انسان اندھا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

۲؎ خوردی۔ خوراک۔ علف۔ گھاس۔ چشمِ او۔ یعنی مستی میں وہ اندھا ہو جاتا ہے۔ بالوعہ۔ چہ بچہ۔ سرا۔ مکان۔ کوہ بے اماں۔ چونکہ وہ دونوں پہاڑ بہت بلند تھے۔ پرشکوہ نشستہ کا متعلق ہے۔ شکوہ۔ شان و شوکت، دبدبہ۔

۳؎ باشد۔ پہاڑی بکرا اسی طرح شکار ہوجاتا ہے ورنہ بہت چالاک اور ہوشیار ہوتا ہے۔ خصم بیں۔ دشمن کو پہچان جانے والا۔ باسر و سبلت یعنی سر میں عقل اور بہادری کے باوجود۔

ہمچو من از مستیِ شہوت ببُر
میری طرح شہوت کی مستی سے جدا ہو جا

مستیِ شہوت ببیں اندر شترؔ[1]
شہوت کی مستی اونٹ میں دیکھ لے

باز ایں مستیِ شہوت در جہاں
پھر یہ دنیا میں شہوت کی مستی

پیشِ مستیِ مَلک داں مُستہاں
فرشتے کی مستی کے سامنے ہیچ سمجھ

مستیِ آں مستیِ ایں بشکند
اُس کی مستی اِسکی مستی کو ختم کر دیتی ہے

او بشہوت التفاتے کے کند
وہ شہوت کی طرف کب توجہ کرتا ہے؟

آبِ شیریں تا نخوردی آبِ شور
جب تک تو نے میٹھا پانی نہیں پیا ہے کھارا پانی

خوش نماید چوں درونِ دیدہ نور
ایسا عمدہ لگتا ہے جیسا کہ آنکھوں میں روشنی

قطرۂ از بادہ ہائے آسماں
آسمانی شرابوں کا ایک قطرہ

بر کَنَد جاں را ز مے وز ساقیاں
جان کو (دنیا کی) شراب اور ساقیوں سے برگشتہ کر دیتا ہے

تاچہؔ[2] مستیہا بود املاک را
فرشتوں میں کس قدر مستیاں ہوتی ہیں

وز جلالت روحہائے پاک را
اور پاک روحوں میں بڑائی کی وجہ سے

کہ ببوئے دل دراں بجستہ اند
کہ انھوں نے خوشبو کی وجہ سے دل اُس شراب سے وابستہ کر لیا ہے

خمِ بادہ ایں جہاں بشکستہ اند
انھوں نے اِس جہان کے خم توڑ ڈالے ہیں

جز مگر آنہا کہ نومید اند و دور
سوائے اُن کے جو مایوس اور دُور ہیں

ہمچو کفارے نہفتہ در قبور
قبروں میں چھپے ہوئے کافروں کی طرح

نا امید از ہر دو عالم گشتہ اند
وہ دونوں جہانوں سے مایوس ہو گئے ہیں

خارہائے بے نہایت کشتہ اند
انھوں نے لا انتہا کانٹے بوئے ہیں

تمنا کردنِ ہاروت و ماروت مقامِ بشریت را و غیرتِ حق تعالیٰ

ہاروت و ماروت کا بشریت کے مقام کی تمنا کرنا اور حضرت حق تعالیٰ کی غیرت

پس ز مستیہاؔ[3] بگفتند اے دریغ
مستیوں کی وجہ سے انھوں نے کہا ہائے افسوس

بر زمیں باراں بدادیمے چو میغ
ہم زمین پر ابر کی طرح (انصاف کی) بارش برسا دیتے

گستریدیمے دریں بیداد جا
ہم اِس ظلم کی جگہ میں پھیلا دیتے

عدل و انصاف و عبادات و وفا
عدل اور انصاف اور عبادات اور وفا

ایں بگفتند و قضا می گفت ایست
یہ انھوں نے کہا اور قضا کہہ رہی تھی ٹھہر جا!

پیشِ پاتاں دام ناپیدا بسے ست
تمہارے پاؤں کے آگے بہت سے چھپے ہوئے جال ہیں

---

[1] اندر شتر۔ اونٹ کی مستی مشہور ہے۔ لیکن فرشتوں کو قربِ الٰہی سے جو مستی حاصل ہوتی ہے دنیا کی مستی اسکے سامنے ہیچ ہے۔ مستی آں۔ جس شخص کو قربِ الٰہی کی مستی حاصل ہو جاتی ہے پھر اس پر دنیا کی مستی طاری نہیں ہوتی۔ آبِ شیریں۔ خدائی مستی اور دنیا کی مستی کی مثال شیریں پانی اور کھارا پانی ہے۔

[2] تاچہ۔ فرشتوں اور روحوں کو قربِ الٰہی کی ایسی مستی حاصل ہوتی ہے کہ ان کے دل اس سے وابستہ ہو جاتے ہیں اور دنیا کی مستی کے اسباب کو وہ ختم کر دیتے ہیں۔ جز مگر۔ کفار کی روحیں قربِ الٰہی کی مستی سے محروم ہیں۔ تمنا کردن۔ قربِ الٰہی سے جو مستی طاری ہوتی ہے وہ بسا اوقات استدراج ہوتا ہے اس سے ہوشیار رہنا چاہیے اس مستی میں کوئی غلط قدم نہ اٹھانا چاہیے۔

[3] پس ز مستیہا۔ ہاروت و ماروت نے مستی میں غلط قدم اٹھایا جس کا بد انجام بھگتنا پڑا۔ گستریدیمے۔ انسانوں نے دنیا میں ظلم و ستم کر رکھا ہے ہم دنیا میں ہوتے تو عدل و انصاف سے دنیا کو بھر دیتے۔

هین[1] مرو گستاخ در دشتِ بلا — هین مرو کورانہ اندر کربلا
خبردار! مصیبت کے جنگل میں لاپروائی سے نہ جا — خبردار! کربلا میں اندھوں کی طرح نہ جا

کز موی و استخوانِ ہالکاں — می نیابد راہ پائے سالکاں
کیونکہ ہلاک ہونے والوں کے بال اور ہڈیوں سے — چلنے والوں کا قدم راستہ نہیں پاتا ہے

جملہ رہ استخوان و موی و پے — بسکہ تیغِ قہر لاشی کرد شی
سارے راستے میں ہڈیاں، بال اور پٹھے ہیں — کثرت سے قہر کی تلوار نے موجود کو معدوم کر دیا

گفت حق کہ بندگانِ جفت عون — بر زمیں آہستہ می رانند ہون
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ مددِ (الٰہی) کے ساتھی بندے — خاکساری سے آہستہ چلتے ہیں

پا برہنہ چوں رود در خار زار — جز بمہل و فکرتے پرہیزگار[2]
کانٹوں کے جنگل میں، ننگے پاؤں کیسے چلے — پرہیزگار سوائے وقفہ اور سوچ سمجھ کے

ایں قضا می گفت لیکن گوش شل — بستہ بود اندر حجابِ جوش شاں
قضا یہ کہہ رہی تھی لیکن اُن کے کان — اُن کے جوش کے پردے میں بند تھے

چشمہا و گوشہا را بستہ اند — جز مر آنہا را کہ از خود رستہ اند
لوگوں نے آنکھیں اور کان بند کر لئے ہیں — سوائے اُن کے جو اپنی ہستی سے آزاد ہو گئے ہیں

جز عنایت کہ کشاید چشم را — جز محبت کہ نشاند خشم را
(خدا کی) مہربانی کے علاوہ آنکھ کون کھول سکتا ہے؟ — غصہ کو محبت کے علاوہ کون فرو کر سکتا ہے؟

جہدِ بے توفیق جاں کندن بود — زارزنے[3] کم گرچہ صد خرمن بود
بے توفیقِ (خدا)، کوشش جان کو فنا کرنا ہے — اگرچہ وہ کوشش سو کھلیان ہو ایک چنے سے کم ہے

جہدِ بے توفیق خود کس را مباد — در جہاں واللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّواب
خدا کرے کسی کی کوشش بے توفیق نہ ہو — دنیا میں، اور خدا بہتر جانتا ہے

خواب دیدنِ فرعون آمدنِ موسیٰ علیہ السلام را و تدارک آں

خواب میں فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آمد کو دیکھنا اور اسکو روکنے کی تدبیر کرنا

جہدِ فرعونے چو بے توفیق بود — ہر چہ او می دوخت آں تفتیق بود
فرعون کی کوشش چونکہ بغیر توفیق کے تھی — جو کچھ وہ سیتا تھا، وہ پھاڑتا تھا

---

[1] ہین مرو۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو آزمائش میں نہ ڈالنا چاہیئے اور ایسے مقام پر پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیئے۔ کہ زمین آزمائش کے راستہ میں بہت سی قومیں ہلاک ہوئی ہیں۔ تیغِ قہر۔ خدا کا غضب نازل ہوا تو وہ قومیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ گفت۔ پاک بندوں کی تعریف میں فرمایا گیا۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا اور اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو زمین پر خاکساری سے چلتے ہیں۔

[2] پرہیزگار۔ نیک بندے احسان کی وادی میں سوچ سمجھ کر وقفہ وقفہ سے قدم اٹھاتے ہیں۔ ایں قضا۔ قضا ہاروت ماروت کو سمجھا رہی تھی لیکن انھوں نے کان بند کر لئے تھے۔ بجز مر آنہا جن لوگوں نے خودی کو مٹا دیا ہے انکے ہی کان کھلے ہوئے ہیں۔ بجز عنایت عنایتِ خداوندی ہی آنکھیں کھولتی ہے اور اللہ کی محبت ہی غضبِ الٰہی کو فرو کرسکتی ہے۔ جہدِ بے توفیق جب تک توفیقِ خداوندی میسر نہ آئے کوشش بیکار ہوتی ہے۔

[3] زارزن۔ ایک غلہ ہے جس کا دانہ بہت چھوٹا ہوتا ہے اسکو چینا کہا جاتا ہے۔ خواب دیدن۔ توفیقِ خداوندی چونکہ فرعون کے شاملِ حال نہ تھی لہذا حضرت موسیٰ کی پیدائش کو روکنے کی اُس کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔ تفتیق۔ پھاڑنا، جدا کرنا۔

از منجم[1] بود در حکمش ہزار
اُس کے حکم میں ہزاروں نجومی تھے

وز معبّر نیز و ساحر بے شمار
تعبیر دینے والے اور جادوگر بھی بے شمار تھے

مقدمِ موسیٰ نمودندش بخواب
حضرت موسیٰؑ کی تشریف آوری اُنکو خواب میں دکھائی گئی

کہ کُند فرعون و مُلکش را خراب
کہ وہ فرعون اور اُس کے مُلک کو تباہ کر دینگے

با معبّر گفت و با اہلِ نجوم
اُس نے تعبیر دینے والوں اور نجومیوں سے کہا

چوں بُوَد دفعِ خیال و خوابِ شوم
منحوس خیال اور خواب کا دفعیہ کیسے ہو؟

جملہ گفتندش کہ تدبیرے کنیم
سب نے کہا ہم ایسی تدبیر کریں گے

راہِ زادن را چو رہزن می زنیم
ڈاکو کی طرح اُس کی پیدائش کا راستہ روک دیں گے

تا رسید آں شب کہ مولد بود آں
یہاں تک کہ وہ رات آگئی جو حمل ٹھہرنے کی تھی

رایِ ایں دیدند آں فرعونیاں
اُن فرعون والوں کی یہ رائے ہوئی

کہ بروں آرند آں روز از پگاہ
کہ اُس روز صبح سے باہر لگا دیں

سُوئے میداں بزم و تختِ بادشاہ
میدان میں تختِ شاہی اور دربار

پس بفرمودند در شہر آشکار
پھر اُنھوں نے حکم دیا کہ شہر میں علانیہ

کہ منادی ہا کنند از شہریار
بادشاہ کی جانب سے منادی کر دیں

الصّلا[2] اے جملہ اسرائیلیاں
کہ اے اسرائیلیو! تمہاری دعوت ہے

شاہ می خواند شمارا زاں مکاں
بادشاہ تمہیں اُس جگہ بُلاتا ہے

تا شمارا رُو نماید بے نقاب
تاکہ تمہیں نقاب کے بغیر دیدار کرائے

بر شما احساں کُند بہرِ ثواب
نیکی کی غرض سے تم پر احسان کرے

کاں اسیراں را بجز دوری نبود
کیونکہ قیدیوں (اسرائیلیوں) کیلئے دوری کے سوا کچھ نہ تھا

دیدنِ فرعون دستوری نبود
فرعون کو دیکھنے کا کوئی طریقہ نہ تھا

گر فتادندے بہ رہ در پیشِ او
وہ اگر راستہ میں اُس کے سامنے آجاتے

بہرِ آں یاسہ بخفتندے بہ رو
اُس قانون کے مطابق وہ اوندھے لیٹ جاتے

یاسہ[3] آں بُد کہ نہ بیند ہیچ اسیر
قانون یہ تھا کہ کوئی قیدی (اسرائیلی) نہ دیکھے

در گہ و بے گہ لقائے آں امیر
وقت بے وقت اُس امیر (فرعون) کا دیدار

بانگِ چاوشاں چوں در رہ بشنوند
جب راستہ میں نقیبوں کی آواز سُنتے

تا نہ بینند رُو بدیوارے کنند
مُنہ دیوار کی طرف کریں تاکہ اُس کو نہ دیکھ سکیں

۱۔ مُنجّم۔ ستاروں کی گردش سے آنے والے حالات کو بتانے والا۔ مُعبّر۔ خواب کی تعبیر دینے والا۔ مَقدم۔ آنا۔ جملہ۔ سب نجومیوں اور معبّروں نے کہا ہم اُس بچہ یعنی موسیٰ کی پیدائش کا راستہ بند کر دینگے اور ایسی تدبیر کر دیں گے کہ کوئی اسرائیلی عورت اُس رات کو حاملہ نہ بن سکے۔ مولد۔ یعنی استقرارِ حمل۔ فرعونیاں۔ منجم اور مُعبّر۔ پگاہ۔ صبح سویرے۔ شہریار۔ بادشاہ۔

۲۔ الصّلا۔ کھانے یا آگ تاپنے کا اعلان۔ اسیراں۔ قیدی یعنی بنی اسرائیل چونکہ اُن سے قبطی اور فرعون ہر طرح کی بیگار لیتے تھے۔ یاسہ۔ قانون، رسم۔

۳۔ یاسہ۔ اسرائیلیوں کے لئے یہ قانون تھا کہ وہ فرعون کا دیدار نہ کر سکیں۔ سیر یعنی اسرائیلی۔ لقا۔ دیدار۔ چاوشاں۔ چاوش کی جمع ہے۔ نقیب۔ رُو بدیوارے۔ یعنی اس کا رُخ فرعون کی طرف نہ رہے۔

ور ببیند روئے او مجرم بود — انچہ بدتر[1] بر سرِ او آں رود

اگر اُس کا مُنہ دیکھ لے گا تو قصور وار ہوگا — جو بدتر (سزا) ہوگی اُس کو دی جائیگی

بود شاں حرصِ لقائے ممتنع — چوں حریص ست آدمی فیما منع

ممنوع دیدار کی اُن کو تمنا تھی — کیونکہ جس چیز سے انسان کو روکا جائے وہ اُسکا حریص ہو جاتا ہے

بمیدان خواندنِ فرعون بنی اسرائیل را از برائے حیلہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو روکنے کی تدبیر کے لئے فرعون

منعِ ولادتِ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام

کا بنی اسرائیل کو میدان میں طلب کرنا

شد مُنادی در محلتہا رواں — بانگ میزد کو بکو مژدہ کناں

مُنادی کرنے والا محلوں میں روانہ ہوگیا — خوشی خوشی گلی در گلی اعلان کرتا تھا

کاے اسیراں سوئے میداں گہ روید — کز شہنشہ دیدن و جود ست امید

اے قیدیو (اسرائیلیو) میدان کی طرف چلو — کیونکہ بادشاہ کے دیدار اور سخاوت کی توقع ہے

چوں شنیدند مژدہ اسرائیلیاں — تشنگاں بودند و بس مشتاقِ آں

جب اسرائیلیوں نے خوشخبری سُنی — پیاسے تھے اور اُس کے بہت مشتاق تھے

حیلہ را خوردند آں سو تاختند — خویشتن را بہرِ جلوہ[2] ساختند

چکمہ کھا گئے، اور اُس طرف دوڑ پڑے — اُنھوں نے اپنے آپ کو دیدار کے لئے تیار کر لیا

از غرض غافل بُدند و بے خبر — وز طمع رفتند بیروں سر بسر

مقصد سے غافل، اور بے خبر تھے — سب کے سب لالچ کی وجہ سے باہر نکل گئے

حکایت در تمثیل

مثال اً ایک حکایت

ہمچناں کاینجا مُغُل[3] حیلہ داں — گفت می جویم کسے از مصریاں

ایسے ہی یہاں ایک حیلہ گر مُغل نے — کہا میں مصر والوں میں سے ایک کی تلاش میں ہوں

مصریاں را جمع آرید ایں طرف — تا در آید آنکہ می جویم بکف

اِس طرف مصریوں کو جمع کر لو — تاکہ وہ جس کی میں تلاش میں ہوں ہاتھ آ جائے

ہر کجا بُد مصریئے جمع آمدند — در برِ آں میر یک یک می شدند

جہاں بھی کوئی مصری تھا سب جمع ہو گئے — ایک ایک کرکے بادشاہ کے پاس آ گئے

[1] بدتر۔ جو اسرائیلی فرعون کو دیکھ لیتا تھا اُس کو سخت سزا دی جاتی تھی۔ کہ یعنی فرعون کا دیدار بھی میسر آئیگا اور فرعون بخشش بھی کریگا۔

[2] جلوہ۔ یعنی فرعون کا دیدار۔ حکایت۔ اس حکایت میں بتایا گیا ہے کہ جس طرح اسرائیلیوں کی تباہی کے لئے اُن کو میدان میں جمع کیا گیا تھا اسی طرح ایک تاتاری مُغل نے مصریوں کو قتل کرنے کے لئے ایک حیلے سے میدان میں جمع کیا تھا۔

[3] مُغُل۔ واؤ کے اخفا کے ساتھ پڑھا جائے۔ بوزن عُنُق اسی لئے اُس کو مُغل بھی لکھتے ہیں، ایران و توران کی ایک قوم ہے۔ جمع مغول، آشوب۔

ہر کہ می آمد بگفتا نیست ایں
جو بھی آتا (اس کے بارے میں) کہتا یہ نہیں ہے

ہیں درآ خواجہ دراں گوشہ نشیں
خواجہ آ، اس گوشے میں بیٹھ جا

تا بدیں شیوہ ہمہ جمع آمدند
یہاں تک کہ اس طریقہ پر سب جمع ہو گئے

گردنِ ایشاں بدیں حیلہ زدند
انھوں نے اس تدبیر سے اُن سب کی گردن اُڑا دی

شومی[۱] آنکہ سوئے بانگِ نماز
ایک بدقسمتی یہ تھی کہ اذان کی جانب

داعی اللہ را نبردندے نیاز
اللہ کی طرف بلانے والے کی اطاعت نہ کرتے تھے

دعوتِ مکّار شاں اندر کشید
مکّار کی دعوت نے اُن کو اندر کھینچ لیا

الحذر از مکرِ شیطاں اے رشید
اے ہدایت پر چلنے والے! شیطان کے کر سے بچ

بانگِ درویشاں و محتاجاں بنوش
فقیروں اور ضرورت مندوں کی پکار سن لے

تا نگیرد بانگِ محتالیت گوش
تاکہ کسی حیلہ جو کی آواز تیرے کان میں نہ پڑے

گر گدایاں[۲] طامع اند و زشت خُو
فقیر خواہ لالچی اور بد عادت ہوں

در شکم خواراں تو صاحبدل بجو
خواہ پیٹو، تو صاحبدل کی جستجو کر

در تگِ دریا گہر با سنگہاست
دریا کی تہ میں موتی پتھروں کے ساتھ ہیں

فخرہا اندر میانِ ننگہاست
فخر کی باتیں عار کی باتوں کے درمیان ہیں

پس بجوشیدند اسرائیلیاں
اسرائیلی ٹوٹ پڑے

از بگہ تا جانبِ میداں دواں
صبح سے میدان کی جانب دوڑتے ہوئے

چوں[۳] بحیلت شاں بمیداں بُرد اُو
جب وہ انھیں تدبیر سے میدان میں لے گیا

روئے خود بنمود شاں بس تازہ رُو
تو انھیں اپنا خوشنما چہرہ دکھایا

کرد دلداری و بخششہا بداد
اُن کی دلداری کی اور بخششیں دیں

ہم عطا ہم وعدہا کرد آں قباد
اس بادشاہ نے عطا بھی کی اور وعدے بھی کئے

بعد ازاں گفت از برائے جانِ تاں
اس کے بعد اُن سے کہا اپنی روح کی تفریح کیلئے

جملہ در میداں بخسپید امشباں
آج کی رات سب میدان میں سو جاؤ

پاسخش دادند کہ خدمت کنیم
انھوں نے جواب دیا کہ ہم اطاعت کرینگے

گر تو خواہی یک مہ اینجا ساکنیم
اگر آپ چاہیں گے ہم ایک مہینہ تک یہاں رہیں گے

۱؎ شومی۔ مصریوں کا یہ قتلِ عام اس لئے ہوا کہ وہ نماز نہ پڑھتے تھے۔ داعی اللہ موذن۔ مکّار یعنی وہی شخص۔ بانگِ درویشاں۔ عذابِ الٰہی سے نجات کا باعث جس طرح موذن کی پکار کو قبول کرنا ہے اسی طرح فقیروں اور محتاجوں کی صدا پر توجہ کرنا بھی ہے۔ محتال۔ فریبی، حیلہ گر۔

۲؎ گرگدایاں۔ یا ضمنی دنیادار فقیروں میں کوئی صاحبدل بھی ہوگا لہٰذا سب کی خدمت کرو۔ گہر با سنگہا۔ دریا کی تہ میں سنگریزے بھی ہوتے ہیں اور گوہر بھی۔ بگہ۔ پگاہ۔ صبح۔

۳؎ چوں۔ اسرائیلیوں کے جمع ہونے کے بعد فرعون نے اُن کو اپنا دیدار کرایا۔ قباد۔ نوشیرواں کے باپ اور ایک کیانی بادشاہ کا نام ہے پھر ہر بڑے بادشاہ کو کہا جانے لگا۔ جانِ تاں یعنی تفریح بلبع۔ تہ۔ ماہ کا مخفف۔

بازگشتنِ فرعون از میدان بشہر شادماں از تفریق

حمل ہونے کی رات میں بنی اسرائیل کو اُن کی عورتوں سے جُدا کر دینے پر

بنی اسرائیل از زنانِ شاں و شبِ حمل

فرعون کا میدان سے شہر کی جانب خوشی خوشی واپس ہونا

شہ[1] شبانگہ باز آمد شادماں | کامشباں حمل ست و دور اند از زناں
بادشاہ خوشی خوشی رات کو واپس لوٹا | کہ آج کی رات حمل قرار پانا ہے اور وہ (مرد) عورتوں سے (دور ہیں)

خازنش عمراں بُد اندر خدمتش | ہم بشہر آمد قرینِ صحبتش
اُس کا خزانچی عمران اُس کی خدمت میں تھا | وہ بھی اُس کے ساتھ شہر میں واپس آیا

گفت اے عمراں بریں در خُسپ تو | ہیں مرو سوئے زن اے مردِ نکو
اُس نے کہا اے عمران! تو بھی اسی دروازے پر سو جا | اے بھلے انسان! بیوی کی جانب نہ جانا

گفت خُسپم ہم بریں درگاہِ تو | ہیچ نندیشم بجز دلخواہِ تو
اُس نے کہا میں بھی تیرے در پر سو جاؤں گا | میں تو تیری مرضی کے سوا کچھ سوچتا ہی نہیں ہوں

بود عمراں ہم ز اسرائیلیاں | لیک مر فرعون را دل بود و جاں[2]
عمران بھی اسرائیلیوں میں سے تھا | لیکن فرعون کا دل و جان تھا

کے گماں بُردے کہ اُو عصیاں کُند | انچہ خوفِ جانِ فرعوں آں کُند
وہ (فرعون) کیسے گمان کرتا کہ وہ (عمران) نافرمانی کرے گا | جس میں فرعون کی جان کا خطرہ ہو وہ کام کرے گا

ایمن از عمراں بُد و افعالِ اُو | لیک خود آں بُد خرابی حالِ اُو
وہ (فرعون) عمران اور اس کے کاموں سے مطمئن تھا | لیکن اُس (فرعون) کے حال کی تباہی وہی تھا

خود کجا در خاطرِ فرعون بُود | اینچنیں[3] تقدیر چوں عاد و ثمود
خود فرعون کے خیال میں بھی کہاں تھی | ایسی تقدیر جیسی کہ عاد اور ثمود کی

جمع آمدنِ عمران بمادرِ موسیٰ و حاملہ شدنِ مادرِ موسیٰ علیہ السلام

عمران کا موسیٰ کی ماں کے ساتھ مجامعت کرنا اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا حاملہ ہو جانا

شہ برفت و اُو بر آں درگاہ خُفت | نیم شب آمد بہ پیشش جُفت[4] خُفت
بادشاہ چلا گیا اور وہ (عمران) اُس درگاہ پر سو گیا | آدھی رات کو اُس سوئے ہوئے کے پاس بیوی آ گئی

زن برو افتاد و بوسید آں لبش | بر جہانیدش ز خواب اندر شبش
بیوی اُس پر لیٹ گئی اور اُس کے ہونٹوں کو بوسہ دیا | اُس کو رات میں نیند سے بیدار کر دیا

---

[1] شہ شبانگہ۔ بادشاہ تمام اسرائیلیوں کو میدان میں چھوڑ کر بہت مسرت سے واپس آیا اور یہ کہہ رہا تھا کہ میرے ملک کو زیر و زبر کرنے والے بچہ کا آج رات حمل قرار پانا تھا تو اب جبکہ اسرائیلی مرد عورتوں سے جدا ہیں حمل نہ قرار پا سکے گا۔ خازن خزانچی۔ عمران۔ حضرت موسیٰ کے والد جو اسرائیلی تھے۔ قرین۔ ساتھی۔ بر ایں در۔ یعنی فرعون کا دروازہ۔ زن۔ بیوی۔

[2] دل بود و جاں۔ یعنی عمران سے فرعون کو بہت زیادہ تعلق تھا۔ عصیاں۔ نافرمانی۔ آنچہ۔ یعنی اپنی بیوی سے صحبت فرعون کی جان اور سلطنت کی بربادی کا سبب ہوگا۔

[3] اینچنیں۔ فرعون کو یہ خیال نہ تھا کہ اُس کی تقدیر میں بھی وہی تباہی اور بربادی ہے جو قوم عاد و ثمود کے لئے مقدر تھی۔ جُفت۔ یعنی عمران کی بیوی۔

گشت بیدار او و زن را دید خوش[1] | بوسہ باراں کرد از لب بر لبش
وہ بیدار ہوگیا اور حسین بیوی کو دیکھا | اس کے لبوں پر بوسہ کی بارش برسادی

گفت عمراں ایں زماں چوں آمدی | گفت از شوق و قضائے ایزدی
عمران نے کہا کہ اس وقت کیوں آئی؟ | اس نے کہا محبت اور اللہ کے حکم سے

درکشیدش در کنار از مہر مرد | بر نیامد با خود آں دم در نبرد
مرد نے محبت سے اس کو پہلو میں دبایا | اس وقت مقابلہ میں اپنے آپ سے نہ جیت سکا

جفت شد با او امانت را سپرد | پس بگفت اے زن نہ ایں کاریست خرد
اس کے ساتھ صحبت کی اور امانت سپرد کردی | پھر کہا، اے بیوی یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے

آہنے بر سنگ زد زاد آتشے | آتشے از شاہ و ملکش کیں کشے[2]
لوہا پتھر سے ٹکرایا، آگ پیدا ہوگئی | ایسی آگ جو بادشاہ اور اسکی سلطنت سے بدلہ لینے والی ہے

من چو ابرم تو زمیں موسیٰ نبات | حق شہ شطرنج و ما در برد و مات
میں ابر کی طرح ہوں تو زمین اور موسیٰ پودا ہے | اللہ تعالیٰ شاہِ شطرنج ہے اور ہم ہار جیت میں ہیں

مات و برد از شاہ می داں اے عروس | آں مداں از ما مکن بر ما فسوس
اے بیوی! ہار اور جیت شاہ کی جانب سے سمجھ | ہماری جانب سے نہ سمجھ، ہم پر افسوس نہ کر

آنچہ ایں فرعون می ترسید ازو | ہست شد ایں دم کہ گشتم جفت تو
وہ چیز جس سے فرعون ڈرتا تھا | اس وقت موجود ہوگئی جبکہ میں نے تمہارے صحبت کی

وصیت کردن عمران جفت را بعد از مجامعت[3] کہ مرا ندیدہ باشی

صحبت کے بعد عمران کا بیوی کو نصیحت کرنا کہ میرے پاس نہ آنا

وا مگرداں ہیچ ز ینہا دم مزن | تا نیاید بر من و تو صد حزن
کچھ نہ کھولنا، اس بارے میں دم نہ مارنا | تاکہ تجھ پر اور مجھ پر سینکڑوں غم نہ ٹوٹ پڑیں

عاقبت پیدا شود آثارِ ایں | چوں علامتہا رسد اے نازنیں
انجام کار اُس کے آثار ظاہر ہوں گے | اے نازنین! جب علامتیں (سامنے) آئیں گی

در زماں از سوئے میداں نعرہا | می رسید از خلق و می شد بر ہوا
اسی وقت میدان سے بہت سے نعرے | لوگوں کے آئے اور فضا میں چلے گئے

شاہ از اں ہیبت بروں جست آں زماں | پا برہنہ کایں چہ غلغلہاست ہاں
شاہ فوراً اس خوف سے باہر آیا | ننگے پاؤں کہ ہاں یہ شور و غل کیسا ہے؟

---

[1] خوش ۔ خوبصورت ۔ لبش یعنی بیوی کے ہونٹ ۔ بر نیامد یعنی عمران اپنے آپ پر قابو نہ پاسکے اور بیوی کے ساتھ ہمبستر ہوگئے ۔ امانت ۔ یعنی حضرت موسیٰ ؑ کا حمل ۔ ایں کار ۔ یعنی حضرت موسیٰ ؑ سے حاملہ ہوجانا ۔ آتشے یعنی حضرت موسیٰ ؑ کی پیدائش جو فرعون کی تباہی کا سبب ہوگی ۔

[2] کیں کش ۔ بدلہ لینے والا ۔ برد شطرنج کی وہ بازی جس میں شاہ کے علاوہ سب مہرے پٹ جائیں یہ آدھی مات ہوتی ہے ۔ مات شطرنج کی وہ بازی جس میں شاہ گرفتار ہوجائے فرزیں ہو تو

[3] مجامعت ۔ ہمبستری ۔ ز ینہا ۔ یعنی اپنا اور میرا ہمبستر ہونا ۔ آثار ایں یعنی حمل کی علامتیں ۔ در زماں یعنی عمران کی مجامعت کے بعد ۔

از سوئے میداں چہ بانگ ست و غریو — کز نہیبش می رمند جنّی و دیو

میداں کی جانب سے کیا آواز اور شور ہے؟ — کہ اس کے ڈر سے جن اور بھوت بھاگ رہے ہیں

گفت[1] عمراں شاہِ ما را عمر باد — قومِ اسرائیلیانند از تو شاد

عمران نے کہا ہمارے بادشاہ کی عمر دراز ہو — اسرائیلی قوم آپ سے بہت خوش ہے

از عطائے شاہ شادی می کنند — رقص می آرند و کفہا می زنند

بادشاہ کی بخشش سے خوشی منا رہے ہیں — ناچ رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں

ترسیدنِ فرعون از بانگ و غریو و غوغا

فرعون کا شور اور غل اور غوغا سے ڈرنا

گفت باشد کایں بود اما ولیک — وہم و اندیشہ مرا پُر کرد نیک

اس نے کہا ہو سکتا ہے کہ یہ ہو، لیکن — وہم و گمان مجھ میں بہت بھر گیا ہے

ایں صدا حالِ مرا تغییر کرد — از غم و اندوہ تلخم پیر کرد

اس آواز نے میری حالت غیر کر دی ہے — غم اور کڑوے فکر سے مجھے بوڑھا کر دیا ہے

پیش می آمد پس می رفت شہ — جملہ شب او ہمچو حامل وقتِ زہ

بادشاہ آگے آتا پھر واپس ہو جاتا — تمام رات وہ بچہ جننے کے وقت حاملہ (عورت) کی طرح

ہر زماں می گفت اے عمراں مرا — سخت از جا بُردہ است ایں نعرہا

ہر لمحہ کہتا، اے عمران! مجھے — ان نعروں نے بہت بے چین کر دیا ہے

زہرہ[2] نے عمرانِ مسکیں را کہ تا — باز گوید اختلاطِ جفت را

عمران بیچارے کا دل گردہ نہ تھا کہ — بیوی سے ملنے کے بارے میں کہتا

چوں زنِ عمراں بعمراں در خزید — تا کہ شد استارۂ موسیٰؑ پدید

جب عمران کی بیوی عمران سے چپٹی — یہاں تک کہ (حضرت) موسیٰؑ کا ستارہ طلوع ہو گیا

ہر پیمبر[3] کاندر آید در رحم — نجمِ او بر چرخ گردد منتجم

ہر پیغمبر جو رحم (مادر) میں آتا ہے — اس کا ستارہ آسمان پر طلوع ہو جاتا ہے

پیدا شدنِ ستارۂ موسیٰؑ بر آسمان و غریوِ منجمان در میدان

حضرت موسیٰؑ کے ستارے کا آسمان پر نمودار ہونا اور میدان میں نجومیوں کا شور و غل

بر فلک پیدا شد آں استارہ اش — کوریِ فرعون و مکر و چارہ اش

آسمان پر ان (موسیٰؑ) کا ستارہ نمودار ہوا — فرعون اور اس کے مکر و تدبیر کے خلاف

---

[1] گفت عمراں۔ عمران نے فرعون کو مطمئن کرنے کیلئے کہا کہ اسرائیلی آپ کی عطا سے خوش ہو کر ناچ گا رہے ہیں۔ گفت۔ فرعون نے عمران سے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ شور کی یہی وجہ ہو جو تو نے بتائی لیکن میرے دل میں تو بہت اندیشے پیدا ہو گئے ہیں۔ پیش آمد بادشاہ فکر میں تمام رات اندر باہر آتا جاتا رہا۔

[2] زہرہ۔ عمران کی یہ ہمت تو نہ تھی کہ شور و غل کا اصل سبب جو کہ حضرت موسیٰؑ کے حمل کا قرار پانا تھا وہ بتا دیتا۔ چوں زنِ عمران۔ جب عمران نے بیوی سے ہمبستری کی تھی فوراً حضرت موسیٰؑ کا ستارہ آسمان پر نمودار ہو گیا تھا۔

[3] ہر پیمبر۔ جب بھی کوئی نبی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس کا ستارہ آسمان پر نمودار ہوتا ہے۔ کوری۔ اندھا پن یعنی مقصد کے خلاف۔

روز شد گفتش کہ اے عمراں برو
دن ہوا (فرعون نے) اس (عمران) سے کہا اے عمران جا

واقف[1] آں غلغل و آں بانگ شو
اس شور اور آواز کے بارے میں دریافت کر

راند[1] عمراں جانب میدان و گفت
عمران نے میدان کی جانب سواری ہانکی اور کہا

ایں چہ غلغل بود شاہنشہ نخفت
یہ کیسا شور تھا کہ بادشاہ نہ سو سکا

ہر منجم سر برہنہ جامہ چاک
ہر نجومی ننگے سر، کپڑے پھٹے ہوئے

ہمچو اصحاب عزا بر فرق خاک
ماتم کرنے والوں کی طرح سر پر خاک (ڈالے ہوئے)

ہمچو اصحاب عزا آواز شاں
ماتم کرنے والوں کی طرح ان کی آواز

بد گرفتہ از فغان و ساز شاں
چلانے سے رندھ گئی اور ساز (طرب) خاموش تھے

ریش و مو بر کندہ رو بدریدگاں
داڑھی اور بال اکھاڑے ہوئے منہ نوچے ہوئے

خاک بر سر کردہ پر خوں دیدگاں
سر پر خاک ڈالے ہوئے، آنکھیں پر خون

گفت خیر است اینچہ آشوب و حال
اس (عمران) نے کہا خیر ہے، یہ کیسا کہرام اور حال ہے؟

بد نشانی می دہد منحوس سال
منحوس سال بری علامت دکھا رہا ہے

عذر آوردند و گفتند اے امیر
انہوں نے معذرت کی اور کہا اے امیر!

کرد[2] ما را دست تقدیرش اسیر
ہمیں اس (اللہ) کے دست قدرت نے قیدی بنا لیا

ایں ہمہ کردیم و دولت تیرہ شد
ہم نے یہ سب کچھ کیا اور (اقبال) دولت تاریک ہوگیا

دشمن شہ ہست گشت و چیرہ شد
بادشاہ کا دشمن پیدا ہوگیا اور غالب آ گیا

شب[2] ستارہ آں پسر آمد عیاں
رات اس بچہ کا ستارہ نمودار ہوگیا

کوری ما بر جبین آسماں
آسمان کی پیشانی پر ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر

زد ستارہ آں پیمبر بر سما
اس پیغمبر کا ستارہ آسمان پر نمودار ہوا

ما ستارہ بار گشتیم از بکا
ہم نے رو رو کر ستارے (آنسو) برسائے

با دل خوش شاد عمراں و ز نفاق
عمران خوش دل کے ساتھ، نفاق سے

دست بر سر می بزد کاہ الفراق[3]
سر پیٹ رہا تھا کہ ہائے "الفراق"

کرد عمراں خویش پر خشم و ترش
عمران نے اپنے آپ کو ترش رو اور غضبناک بنایا

رفت چوں دیوانگاں بے عقل و ہش
دیوانوں کی طرح بے عقل و حواس واپس ہوگیا

خویشتن را اعجمی کرد و براند
اپنے آپ کو ناداں بنایا اور چل دیا

گفتہائے بس خشن بر جمع خواند
مجمع کو بہت سخت باتیں کہیں

[1] واقف۔ باخبر۔ راند عمراں۔ عمران نے میدان میں جاکر منجموں سے شور و غل کا سبب دریافت کیا۔ عزا۔ ماتم۔ سوگ میں لوگ کپڑے پھاڑتے ہیں سر پر خاک ڈالتے ہیں اور چیخ و پکار سے ان کی آوازیں بیٹھ جاتی ہیں۔ آشوب۔ فتنہ، پریشانی۔ کرد ما را۔ یعنی ہمیں قدرت نے عاجز کر دیا اور ہم بچے کی پیدائش کو نہ روک سکے اور بچہ وجود میں آگیا۔

[2] شب۔ رات کو بچے کی پیدائش کا ستارہ نمودار ہو گیا ہے۔ کوری ما۔ یعنی ہماری منشا کے خلاف۔ ستارہ بار یعنی ہم آنسوؤں کے ستارے گرا رہے ہیں۔ بکا۔ رونا۔ با دل خوش۔ عمران بچے کی پیدائش سے خوش تھے لیکن بظاہر غم کا اظہار کر رہے تھے۔

[3] الفراق یعنی اب سلطنت درہم برہم ہو جائے گی۔ کرد عمراں۔ عمران نے اپنے اوپر ظاہری غم و غصہ طاری کیا منجموں کو برا بھلا کہا اور میدان سے واپس لوٹ آئے۔

خویشتن را تُرش و غمگیں ساخت او
اُس نے اپنے آپ کو تُرش رو اور غمگین بنایا
نَرد ہائے بازگونہ باخت او
اُس نے اُلٹی چال چلی

گفت[1] شاں شاہِ مرا بفریفتید
بولا، تم نے میرے بادشاہ کو فریب دیا
از خیانت وز طمع نشگیفتید
خیانت اور لالچ سے باز نہ آئے

سوئے میداں شاہ را انگیختید
تم بادشاہ کو میدان میں لے آئے
آبروئے شاہِ ما را ریختید
تم نے ہمارے بادشاہ کی آبرو ریزی کی

دست بر سینہ نہادید از ضماں
ذمہ داری کے لئے تم نے سینہ پر ہاتھ رکھا
شاہ را ما فارغ آریم از غماں
کہ، ہم بادشاہ کو غم سے فارغ کر دیں گے

عاقبت زرہا تلف شد کار خام
آخر کار روپیہ برباد ہوا، کام ادھورا رہا
شُد[2] برِ فرعون و برخواندش تمام
فرعون کے پاس گیا اور اُس کو سب قصہ سُنایا

چوں شنید از غصہ ریش شد سیاہ
جب اُس نے سُنا غصہ سے اُس کا مُنہ کالا پڑ گیا
خواند ایشاں را از خشمِ آں رُوتباہ
اُن کو اُس رُو تباہ نے غصہ سے بُلایا

گفت[3] ایشاں را کہ ہیں اے خائناں
(شاہ نے) اُن منجموں سے کہا کہ ہاں اے خائنو!
من بر آویزم شما را بے اماں
میں تمہیں معافی کے بغیر (سولی) پر لٹکا دوں گا

خویش را در مضحکہ انداختیم
ہم نے اپنی مذاق اُڑوائی
مالہا با دشمناں در باختیم
مال کو دشمنوں پر خرچ کر ڈالا

تا کہ امشب جملہ اسرائیلیاں
حتیٰ کہ آج کی رات سب اسرائیلی
دور ماندند از ملاقاتِ زناں
بیویوں کی ملاقات سے دُور رہے

مال رفت و آبرو و کار خام
مال اور آبرو ختم ہوئی اور کام ادھورا (رہا)
ایں بُود یاری و افعالِ کرام
(کیا) یہ دوستی اور شریفوں کے کام ہوتے ہیں؟

سالہا ادرار[4] و خلعت می برید
تم سالوں سے عطایا اور خلعت لئے جاتے ہو
مملکتہا را مُسلّم می خورید
پوری سلطنت کھائے جاتے ہو

از برائے آنکہ در روزِ چنیں
اسی لئے کہ اس طرح کے دن
فہم گر کار آرید و گردیدم مُعیں
سمجھ کو کام میں لاؤ گے اور میرے مددگار بنو گے

رائے تاں ایں بود و فرہنگ و نجوم
تمہاری تدبیر اور علم اور نجوم یہ تھا!
طبل خوار انید و مکّار و شوم
تم پیٹو، اور مکّار اور بدبخت ہو

[1] گفت شاں - عمران نے منجموں سے غصہ میں کہا تم نے بادشاہ کو ذلیل کیا جھوٹے وعدے کئے اور مال و دولت برباد کرایا۔
[2] شد بر فرعون - فرعون کے پاس آکر تمام صورتِ حال بیان کر دی۔
[3] گفت یعنی بادشاہ نے انھیں پھانسی پر لٹکانے کی دھمکی دی اور کہا۔ جو مال بنی اسرائیل پر تقسیم کر دیا تھا۔ تاکہ اسرائیلی کو بیویوں سے بھی علیحدہ رکھا پھر بھی تم مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔
[4] ادرار: مسلسل بخشش کرنا۔ مُعین۔ مددگار۔ فرہنگ عقل و ادب، لُغت کی کتاب۔ طبل خوار۔ پیٹو۔

مر شمارا بر درم آتش زنم
میں تمہارے ٹکڑے کردوں گا، پھونک دوں گا
گوش و بینی و لبان تان بر کنم
تمہارے کان اور ناک اور ہونٹ اکھاڑ دوں گا

عیشِ رفته با شما ناخوش کنم
میں تمہارے پہلے عیش کو بدمزہ کردوں گا
من شمارا هیزمِ آتش کنم
میں تمہیں آگ کا ایندھن بنا دوں گا

سجده ها کردند و گفتند اے خدیو[۱]
انھوں نے سجدے کئے اور کہا اے شہنشاہ!
گر یکے کرّت زما چربید دیو
اگر ایک مرتبہ شیطان ہم پر غالب آگیا

سالها دفعِ بلاها کرده ایم
ہم نے سالوں مصیبتیں ٹالی ہیں
وہم حیران زانچه ما ها کرده ایم
جو کچھ ہم نے کیا ہے اس پر عقل حیران ہے

فوت شد از ما و حملش[۲] شد پدید
وہ ہمارے قابو سے نکل گیا اور اس کا حمل نمودار ہوگیا
نطفه اش جست و رحم اندر خزید
اس کا نطفہ کودا اور رحم میں گھس گیا

لیک استغفارِ ایں روزِ ولاد
لیکن اس کی معافی کے لئے ولادت کے دن کی
ما نگهداریم اے شاہِ قباد
اے شہنشاہ! ہم حفاظت کریں گے

روزِ میلادش رصد بندیم ما
اس کی پیدائش کے دن ہم رصد بندی کریں گے
تا نگردد فوت و نجهد ایں قضا
تاکہ وہ بچ کر نہ نکلے اور یہ قضا ظاہر نہ ہو

گر[۳] نداریم ایں نگہ مارا بکش
اگر ہم اس کی نگہداشت نہ کریں تو ہمیں مار ڈالنا
اے غلامِ رائے تو افکار و ہش
اے وہ! کہ عقلیں اور ہوش تیری رائے کے غلام ہیں

تا بہ نہ مہ می شمرد او روز روز
وہ نو مہینے تک ایک ایک دن گنتا رہا!
تا نپرّد تیرِ حکمِ خصم دوز
تاکہ دشمن کو زخمی کرنے والا قضا کا تیر نہ چل جائے

چوں مکاں بر لامکاں حملہ برد
جب مکان (والا) لامکان پر حملہ کرتا ہے
خونِ خود ریزد بلاها را خرد
اپنا خون کرتا ہے، مصیبتیں خریدتا ہے

بر قضا هر کو شبیخوں آورد
قضا (خداوندی) پر جو شبخون مارتا ہے
سر نگوں آید زخونِ خود خورد
اوندھا گرتا ہے (اور) اپنا خون پیتا ہے

چوں زمیں با آسماں خصمی کند
جب زمین آسمان سے دشمنی کرے
شوره گردد سر ز مرگے بر زند
بنجر بن جاتی ہے، موت سے ٹکراتی ہے

نقش[۶] با نقاش چوں پنجہ زند
جب نقش نقاش کا مقابلہ کرتا ہے
سبلتان و ریش خود برمی کند
اپنی مونچھیں اور داڑھی اکھاڑتا ہے

۱ خدیو۔ خداوند، آقا۔ کرّت۔ مرتبہ، باری۔ چربید۔ غالب آگیا۔ وہم۔ یعنی ایسے کارنامے کئے جن پر عقل حیران ہے۔

۲ حملش۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کا حمل۔ استغفار یعنی اس غلطی کی مکافات ہم موسیٰؑ کی ولادت کے دن کریں گے۔ قباد۔ ایک کیانی بادشاہ کا نام ہے اور ہر بڑے بادشاہ کو قباد کہہ دیا جاتا ہے۔ رصد۔ انتظار، وہ عمل جو کسی بلند جگہ پر کیا جاتا ہے جس پر منجم بیٹھ کر ستاروں کی گردش کے احوال معلوم کرتے ہیں یعنی ہم رصدگاہ میں بیٹھ کر اس کا یوم ولادت معلوم کرلیں گے۔

۳ گر۔ یعنی اگر ہم ولادت کے وقت اس بچہ کا تدارک نہ کرسکیں تو ہمیں قتل کرادینا۔ نہ مہ۔ نو مہینے جو حمل کی مدت ہے۔ تیر حکم۔ یعنی موسیٰؑ کی ولادت جو تباہی کا سبب ہے۔ مکان۔ یعنی مخلوق۔ لامکان یعنی اللہ تعالیٰ۔ قضا۔ قضائے خداوندی کا مقابلہ کرنے والا ذلیل ہوتا ہے۔ چوں زمیں۔ قضائے خداوندی کا مقابلہ کرنے والے کی مثال ہے، زمین آسمان سے دشمنی مول لے گی تو خود کو تباہ کرے گی۔

۶ نقش۔ اگر مخلوق خالق [illegible]

خواندنِ فرعون زنانِ بنی اسرائیل را کہ نوزائیدہ بودند سوئے میداں بہ مکر

فرعون کا بنی اسرائیل کی ان عورتوں کو مکاری سے میدان کی طرف بلانا جن کے حال میں بچے ہوئے تھے

بعدِ[1] نُہ مہ شہ بروں آورد تخت
نو مہینے کے بعد بادشاہ نے تخت باہر نکالا

سُوئے میدان و مُنادی کرد سخت
میدان کی جانب اور سخت اعلان کرایا

بارِ دیگر شد مُنادی سوئے شہر
دوبارہ شہر کی جانب اعلان کرنے والا روانہ ہوا

کاے زناں از دہر می یابید بہر
کہ اے عورتو! زمانے سے حصہ حاصل کر لو

کاے زناں با طفلگاں میداں روید
کہ اے عورتو! بچوں کو لے کر میدان میں پہنچو!

تا ز داد و بخششم شاداں شوید
تاکہ تم میری عطا اور بخشش سے خوش ہو

آنچنانکہ پار مرداں را رسید
جس طرح کہ پار سال مردوں کو ملا

خلعت و ہر کس از ایشاں زر کشید
شاہی جوڑا اور ان میں سے ہر شخص نے روپیہ حاصل کیا

ہیں زناں امسال اقبالِ[2] شماست
آگاہ! عورتو اس سال تمہارا نصیب ہے

تا بیابد ہر یکے چیزیکہ خواست
تاکہ ہر عورت وہ پائے جو اس کی خواہش ہے

مر زناں را خلعت و حِلیت دہند
عورتوں کو جوڑا اور زیور دیں گے

کودکاں را ہم کلاہِ زر نہند
بچوں کو سنہری ٹوپی پہنائیں گے

ہر کہ او ایں ماہ زائیدست ہیں
آگاہ! جس نے اس سال بچہ جنا ہے

گنجہا گیرد ز من بے شک یقیں
یقیناً بلاشک مجھ سے خزانے حاصل کرے گی

آں زناں با طفلگاں بیروں شدند
اس وقت بچوں کے ساتھ وہ باہر نکل آئیں

شادماں تا خیمۂ شہ آمدند
خوشی خوشی یہاں تک کہ بادشاہ کے خیمے تک پہنچ گئیں

ہر زنے نوزادہ بیروں شد ز شہر
ہر نئے بچہ والی عورت شہر سے باہر نکل آئی

سُوئے میداں غافل از دستانِ قہر
میدان کی جانب ظلم کے مکر سے غافل ہو کر

چوں زناں جملہ بدو گرد آمدند
جب سب عورتیں اس کے گرد آ گئیں

ہر چہ بود آں نر ز مادر بستدند
جو لڑکا تھا اس کو ماں سے لے لیا

سر بریدندش کہ اینست احتیاط
اس کا سر قلم کر دیا، کہ یہ احتیاط ہے

تا نزاید خصم و لفزاید خباط
تاکہ دشمن پیدا نہ ہو اور دیوانگی نہ بڑھے

---

[1] بعدِ نُہ مہ۔ یعنی جبکہ حسبِ توقع ولادت کا زمانہ گزر گیا۔ ——— دہر، زمانہ۔ بہر، حصہ۔ تا ز داد۔ منادی کرنے والے بادشاہ کے اس قول کا اعلان کر رہے تھے۔ پار، گزشتہ۔

[2] اقبال۔ یعنی یہ سال عورتوں کی خوش نصیبی کا سال ہے۔ حلیت، زیور۔ ہر کہ او۔ یعنی جس عورت کے اس مہینے بچہ ہوا ہے اس کو بہت کچھ ملے گا۔ خیمہ۔ یعنی وہ شاہی خیمہ جس میں تخت بچھا ہوا تھا۔ نوزادہ۔ یعنی جس کے حال ہی میں بچہ ہوا تھا۔ دستاں، مکر یعنی اس بہانے سے قتل کرنے کا ارادہ۔

[3] آں نر یعنی نوزائیدہ بچوں میں سے لڑکوں کو لے لیا لڑکیوں کو چھوڑ دیا۔ خباط، دیوانگی یعنی اسرائیلیوں میں جو جوش و خروش حضرت موسیٰؑ کے ماں کے پیٹ میں آ جانے سے پیدا ہوا ہے اس میں اور اضافہ نہ ہو۔

بوجود آمدنِ موسیٰ علیہ السلام و آمدنِ عوانان بخانۂ عمران و وحی آمدن بمادرِ موسیٰ علیہ السلام کہ در تنورِ آتش انداز کہ من اُو را نگاہ دارم

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا اور سپاہیوں کا عمران کے گھر پہنچنا اور حضرت موسیٰؑ کی ماں کے پاس وحی آنا کہ اُن کو آگ کے تنور میں ڈال دے کیونکہ میں اُس کی حفاظت کروں گا

خود زنِ عمراں کہ موسیٰؑ زادہ بود
عمران کی بیوی جس نے موسیٰؑ کو جنا تھا

دامن اندر چید زاں آشوب زود
اُس نے اِس فتنہ سے جلد دامن بچا لیا

بعد ازاں دستاں کہ آں سگ با زناں
اس کے بعد وہ مکر جو اُس کتے نے عورتوں سے

کرد دیگر بیں چہ آورد آں زماں
کیا، پھر دیکھ اُس نے اِس وقت کیا کیا

آں زنانِ قابلہ در خانہا
دائیوں کو گھروں میں

بہرِ جاسوسی فرستاد آں دغا
اُس (مجسّم) دغا نے جاسوسی کے لئے روانہ کر دیا

غمز کردندش کہ اینجا کودکیست
اُنہوں نے اُس کو اشارہ کر دیا کہ یہاں ایک بچہ ہے

نامد اُو میداں کہ در وہم و شکیست
جو میدان میں نہیں آیا کیونکہ ماں کو وہم اور شک ہے

اندریں کوچہ یکے زیبا زنے ست
اس گلی میں ایک خوبصورت عورت ہے

کودکے دارد و لیکن پُر فنے ست
جس کے ایک بچہ ہے لیکن (وہ عورت) بڑی چالاک ہے

پس عواناں آمدند اُو طفل را
تو سپاہی پہنچ گئے، اُس نے بچہ کو

در تنور انداخت از امرِ خدا
خدا کے حکم سے، تنور میں ڈال دیا

وحی آمد سوئے زن از داد گر
عورت کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی آئی

کز نسلِ آں خلیل ست ایں پسر
کہ یہ بچہ (ابراہیم) خلیل (اللہ) کی نسل سے ہے

در تنور انداز موسیٰؑ را تو زود
تو موسیٰؑ کو فوراً تنور میں ڈال دے

تا نگہدارمش اندر نار و دود
تاکہ آگ اور دھوئیں میں میں اُس کی حفاظت کروں

عصمتِ یا نار کُونی بارِدًا
اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا، کی حفاظت کی وجہ سے

لا تکونُ النار حرًّا شارِدًا
آگ گرم اور سرکش نہ ہوگی

زن بوحی انداخت اُو را در شرر
عورت نے وحی کی وجہ سے اُس کو انگاروں میں پھینک دیا

بر تنِ موسیٰؑ نکرد آتش اثر
آگ نے موسیٰؑ کے جسم پر اثر نہ کیا

ل عوانان. سپاہی۔ آشوب. فتنہ یعنی وہ فتنہ جو فرعون نے بچوں کے قتل کا پیدا کیا تھا۔ دستاں. مکر۔ سگ. یعنی فرعون۔ قابلہ. بچہ جنانے والی عورت۔ آں دغا یعنی فرعون۔ غمز. بھنگی لینا اشارہ کرنا۔

۲ در وہم. یعنی اُس کو شک ہو گیا ہے کہ بچوں کو بلا کر فرعون کوئی خرابی پیدا کرے گا۔ زیبا زنے. یعنی عمران کی بیوی پر کئے۔ چونکہ اُس نے بچہ کو احتیاطاً میدان میں نہیں بھیجا تھا کہ وہ نسل حضرت ابراہیمؑ پر آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی کا ذریعہ بنا دیا گیا تھا لہٰذا اُن کی نسل کے اِس بچہ کو اُسی حکم سے آگ سے نجات دے دی جائے گی جس کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ کو دی گئی تھی۔

۳ یا نار. یہ اُسی آیت کا خلاصہ ہے جس میں آگ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ ابراہیمؑ کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی کا ذریعہ بن جائے۔ شارد. سرکش۔ آتشزا. یعنی تنور کے انگارے۔

پس عَواناں خانہ را جُستند زود — ہیچ طفلے اندراں خانہ نبود[1]

سپاہیوں نے فوراً گھر کی تلاشی لی — اُس گھر میں کوئی بچہ نہ تھا

پس عَواناں بے مُراد آں سُو شدند — باز غمّازاں کزاں واقف بُدند

سپاہی ناکام واپس ہو گئے — پھر اُن چغلخوروں نے جو اس سے واقف تھے

با عَواناں ماجرا بر داشتند — پیشِ فرعوں از برائے دانگ چند

سپاہیوں سے قصّہ چھیڑا — فرعون کے سامنے چند ٹکوں کی خاطر

کاے عَواناں باز گردید آں طرف — نیک نیکو بنگرید اندر غُرف

کہ اے سپاہیو! اُس طرف پھر جاؤ — کوٹھڑیوں میں خوب اچھی طرح دیکھو

باز گشتند آں عَواناں جُملگاں — تا کہ موسیٰؑ را بجویند آں زماں

وہ سارے سپاہی واپس لوٹے — تاکہ فوراً موسیٰؑ کو تلاش کریں

باز وحی آمدن بمادرِ موسیٰ علیہ السّلام کہ در آتش فگن اَلقِیہِ فِی الیَمِّ

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی ماں کے پاس پھر وحی آنا کہ اُس کو پانی میں ڈالدے اُسکو دریا میں ڈالدے

باز وحی آمد کہ در آبش فگن — روی در امید دار و مُو مکَن

پھر وحی آئی اُس کو پانی میں ڈالدے — اُمید رکھ اور پریشان نہ ہو

در فگن در نیلش[2] و کن اعتمید — من وُرا با تو رسانم رُو سفید

اُس کو نیل میں پھینک دے اور بھروسہ کر — میں عزت سے اُسے تیرے پاس پہنچا دوں گا

مادرش انداخت اندر رُودِ نیل — کار را بگذاشت با نِعمَ الوَکیل

ماں نے اُس کو دریائے نیل میں ڈال دیا — معاملہ بہترین وکیل کے سپرد کر دیا

ایں سخن پایاں ندارد مکرہاش — جُملہ پیچید ند ہم در ساق و پاش

اِس بات کی انتہا نہیں ہے اور اُس کے مکر — سب اُس کی پنڈلی اور پیروں میں لپٹ گئے

صد ہزاراں طفل می کشت از بروں — خصم[3] اندر صدرِ خانہ در درُوں

وہ باہر لاکھوں بچوں کو قتل کر رہا تھا — (اور) دشمن بیچ مکان میں اندر (موجود تھا)

از جنوں می کشت ہر جا بد جنیں — از حِیَل آں کور چشمِ دُور بیں

جس جگہ کوئی پیٹ کا بچہ ہوتا اُسکو پاگل پن سے — تدبیروں سے، وہ دُور بین، اندھا

اژدہا بُد مکرِ فرعونِ عنود — مکرِ شاہانِ جہاں را خوردہ بود

سرکش فرعون کا مکر اژدہا تھا — جو دنیا کے بادشاہوں کے مکر کو نگل گیا تھا

[1] نبود۔ چونکہ بچہ کو تنور میں ڈالا گیا تھا۔ غمّاز۔ چغلخور۔ غرف۔ غرفہ کی جمع ہے، کوٹھری، بالاخانہ۔ در آبش یعنی موسیٰؑ کو دریائے نیل کے پانی میں ڈال دے۔

[2] نیلش۔ نیل مصر کا مشہور دریا ہے۔ رو سفید۔ باآبرو۔ نِعمَ الوکیل۔ اللہ تعالیٰ۔ ایں سخن۔ یعنی اللہ کے کرم و رحمت کی باتیں۔

[3] خصم۔ یعنی حضرت موسیٰؑ خانہ۔ یعنی فرعون کا گھر۔ کور چشم۔ اندھا یعنی خدا کی قدرت کے معاملے میں۔ دور بیں یعنی دنیاداری کے مکر و فریب میں۔

لیک ازاں فرعونؑ ترے آمد یدےؑ
لیکن اُس فرعون سے بالاتر پیدا ہو گیا

ہم وُرا ہم مکرِ اُو را در کشید
جس نے اُس کو اور اُس کے مکر کو نگل لیا

اژدہا بُود و عصا شد اژدہا
وہ اژدہا تھا اور لاٹھی اژدہا بنی

ایں بخورد آں را بتوفیقِ خدا
اس نے اُس کو اللہ (تعالیٰ) کی توفیق سے نگل لیا

دست شد بالائے دست ایں تا کجا
ہر طاقت سے بڑھ کر ایک طاقت ہے یہ کہاں تک؟

تا بہ یزداں کہ الیہ المنتہیٰ
خدا تک، کیونکہ اسی پر انتہا ہے

کاں یکے دریاست بے غور و کراں
کیونکہ وہ ایک بے تھاہ اور بے ساحل دریا ہے

جملہ دریاہا چو جُوئے پیشِ آں
سارے دریا اُس کے سامنے نہر جیسے ہیں

حیلہا و چارہا گر اژدہاست
حیلے اور تدبیریں اگرچہ اژدہا (کی طرح) ہیں

پیشِ الا اللہ آنہا جملہ لاست
الا اللہ کے بالمقابل وہ معدوم ہیں

چوں رسید اینجا بیانم سر نہاد
جب میرا بیان یہاں پہنچا سر رکھ دیا

محو شد واللہ اعلم بالرشاد
فنا ہو گیا اور خدا راست روی کو زیادہ جانتا ہے

آنچہ در فرعون بُود اندر تو ہست
جو کچھ فرعون میں تھا وہ تیرے اندر ہے

لیک اژدرہات محبوسِ چہ ست
لیکن تیرے اژدہے کنویں میں قید ہیں

اے دریغ ایں جملہ احوالِ تو ہست
ہائے افسوس! یہ سب تیرے احوال ہیں

تو براں فرعون بر خواہیش بست
تو اُن کو فرعون سے وابستہ کرنا چاہتا ہے

آنچہ گفتم جملگی احوالِ تست
جو کچھ میں نے کہا وہ سب تیرے احوال ہیں

خود نہ گفتم صد یکے زانہا درست
میں نے انہیں سے ایک فیصدی بھی پورا بیان نہیں کیا ہے

گر ز تو گویند وحشت زایدت
اگر تیرے احوال (بیان کریں) تو تو گھبراتا ہے

ور ز دیگر چوں فسانہ آیدت
اور اگر دوسرے سے متعلق (بیان کریں) تو تجھے کہانی

چوں خرابت می کند نفسِ لعیں
ملعون نفس تجھے کتنا برباد کر رہا ہے

دور می اندازدت سخت ایں قریں
یہ ساتھی تجھے (راہ ہدایت سے) بہت دور لے جا رہا ہے

ایں جراحتہا ہمہ از نفسِ تست
یہ انگلے احوال کے سارے زخم تیرے نفس کی وجہ سے ہیں

لیک مغلوبی تو جہل اے سخت
اے سخت کاہل! تو جہل سے مغلوب ہے

آتشت را ہیزمِ فرعون نیست
تیری نفسانی خواہشوں کی آگ کیلئے فرعونی ایندھن نہیں ہے

ورنہ چوں فرعون او شعلہ زنیست
ورنہ فرعون کی آگ کی طرح وہ بھڑک رہی ہے

۱؎ فرعون تر۔ فرعون سے بالاتر حضرت موسیٰ جنھوں نے فرعون اور اسکی سلطنت کو تباہ کر دیا۔ اژدہا بود یعنی فرعون اور اُس کا مکر ایک اژدہا تھا عصا یعنی حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی۔ دست شد بالائے دست یعنی ہر طاقت سے بالا ایک دوسری طاقت ہوتی ہے اور سب سے بالا خدا کی طاقت ہے۔ کاں یکے۔ خدائی طاقت لامحدود سمندر ہے دوسری طاقتیں کے دریا اُس کے مقابلہ میں ایک نہر ہیں۔

۲؎ حیلہا۔ ساری دنیاوی تدبیریں صرف ایک موجود یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے معدوم ہیں۔ اینجا یعنی اللہ کی طاقت کا بیان۔ آنچہ۔ یعنی فرعون کی جس قدر بری خصلتیں تھیں وہ ہر انسان کے نفس امارہ میں موجود ہیں اژدہا یعنی نفسانی عیوب۔ چہ یعنی مجبوری اور موقع نہ ملنا۔ خود نہ گفتم۔ جو برائیاں میں نے بیان کی ہیں وہ نفس امارہ کی برائیوں کا ایک فیصدی ہے اور اُس کا بیان بھی مکمل نہیں کیا جا سکتا ہے۔

۳؎ گر ز تو۔ خود نفس انسانی میں جو فرعونی خصلتیں ہیں اگر وہ خصلتیں خود کسی انسان کو سنائی جائیں تو وہ گھبرا جاتا ہے دوسرے کی بیان کی جائیں تو ایک قصہ اور کہانی کے طور پر سنتا ہے دور یعنی راہ ہدایت سے دور جراحتہا۔ انسان کی

گلخنِ نفسِ ترا خاشاک نیست — ورنہ چوں فرعون نارِ قاہریست
تیرے نفس کی آگ کیلئے کوڑا کرکٹ نہیں ہے — ورنہ فرعون (کی آگ) کیطرح قہر ڈھانیوالی آگ ہے

یک حکایت بشنو از تاریخ گو — تا بری زیں راز سرپوشیدہ بُو
تاریخ گو سے ایک قصہ سُن لے — تاکہ اس پوشیدہ راز کا تجھے علم ہوجائے

حکایت[1] مارگیرے کہ اژدہائے افسردہ را مُردہ پنداشت و در رسنہا بستہ و پیچیدہ بہ بغداد آوردہ

اُس سپیرے کا قصہ جس نے ٹھٹھرے ہوئے سانپ کو مُردہ سمجھا اور رسیوں میں باندھ کر اور لپیٹ کر بغداد میں لے آیا

مارگیرے رفت سوئے کہسار — تا بگیرد اُو بافسونہاش مار
ایک سپیرا ایک پہاڑ کی جانب گیا — تاکہ وہ اپنے منتروں سے سانپ پکڑے

گر گراں و گر شتابندہ بود — آنکہ جویندست یابندہ بود
خواہ وہ سُست ہو یا چُست ہو — جو تلاش کرتا ہے وہ پالیتا ہے

در طلب زن دائماً تو ہر دو دست — کہ طلب در راہ نیکو رہبر ست
تو ہمیشہ جستجو میں دونوں ہاتھ مصروف رکھ — کیونکہ جستجو راستہ کے لئے بہتر رہنما ہے

لنگ و لوک[2] و خفتہ شکل و بے ادب — سوئے اُو می غژ و اُو را می طلب
(تو خواہ) لنگڑا اور لولا اور سوتی صورت اور بے ادب ہو — اُسی کی طرف کھسک اور اُسی کو طلب کر

گہ بگفت[3] و گہ بخاموشی و گہ — بُوئے کردن گیر ہر سُو بُوئے شہ
کبھی بول کر اور کبھی خاموشی سے اور کبھی — سُونگھ کر ہر جانب شاہ کی خوشبو حاصل کر

گفت آں یعقوبؑ با اولادِ خویش — جُستنِ یوسفؑ کنید از حد بیش
حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد سے کہا — حد سے زیادہ یوسفؑ کو تلاش کرو

ہر حسِ[4] خود را دریں جُستن بجد — ہر طرف رانید شکلِ مستعد
اِس جستجو میں کوشش سے اپنے ہر حس کو — مستعد شکل میں، ہر طرف روانہ کرو

گفت از رُوحِ خدا لَا تَیْأَسُوْا — ہمچو گُم کردہ پسر رو سُو بسُو
فرمایا اللہ کی رحمت سے تم مایوس نہ ہو — بیٹے کو گم کردینے والے کی طرح ہر طرف جاؤ

از رہِ حسِ دہاں پُرساں شوید — روئے جاناں را بجان جویاں شوید
مُنہ کی حس کے ذریعہ دریافت کرو — محبوب کے چہرے کو (دل) جان سے تلاش کرو

---

[1] حکایت۔ اِس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ نفس کو اُس سپیرے کا اژدہا سمجھو جو بظاہر مُردہ تھا۔ افسونہا۔ سپیرے کچھ منتر پڑھکر سانپ پکڑتے ہیں۔ گر گراں۔ اگر طلب ہے تو مطلوب ضرور حاصل ہوگا خواہ طالب سُست ہو یا چُست ہو۔

[2] لوک۔ گھٹنوں کے بل چلنے والا۔ یعنی غرض انسان کو چاہیئے اپنی معذوریوں کو نظر انداز کرکے طلب میں لگ جائے۔ گر بگفت۔ یعنی طلب کرنے کے جس قدر بھی طریقے ہوں وہ اختیار کرتا رہے۔

[3] ہر حس۔ یعنی یوسفؑ کی تلاش و طلب میں اپنے ہر حس کو کام میں لاؤ۔ گفت۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا تھا لَا تَیْأَسُوْا یعنی خدا تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا یعنی یوسفؑ کی طلب و جستجو میں کبھی مایوس نہ ہونا۔ حسِ دہاں۔ قوتِ گویائی۔

پُرس پُرساں مُژدگانی[1] جاں دہید
پوچھتے پوچھتے جان کی انعام بخشی کردو

گوش را بر چار راہِ آں نہید
کان کو اُس کے چوراہے پر لگا دو

ہر کجا بُوئے خوش آید بُو برید
جہاں سے اچھی خوشبو آئے اُس کا سُراغ لگاؤ

سوئے آں سِر کاشنائے آں سرید
اُس راز کا جس سے تم واقف ہو

ہر کجا لُطفے بہ بینی از کسے
جہاں کہیں کسی کی تو خوبی دیکھے

سوئے اصلِ لُطف رہ یابی بسے
اُس سے اصل خوبی کیجانب تو بہت رہنمائی حاصل کریگا

ایں ہمہ جوہا ز دریائیست ژرف
یہ تمام نہریں ایک گہرے دریا کی ہیں

جُزو را بگذار و بر کُل دار طرف
جزو کو چھوڑ اور کُل پر نگاہ رکھ

زشتہائے[2] خلق بہر خوبی است
مخلوق کی بُرائیاں، بھلائی کے لئے ہیں

برگِ بے برگی نشانِ طوبیٰ است
بے سامانی کا سامان، طوبیٰ کا نشان ہے

جنگہائے خلق بہر آشتی ست
مخلوق کی لڑائیاں صلح کے لئے ہیں

دامِ راحت دائما بے راحتی ست
تکلیف، ہمیشہ راحت کے لئے جال ہے

خشمہائے خلق بہر مہر خاست
مخلوق کی ناراضیاں محبت کیلئے پیدا ہوئی ہیں

وز جفائے خلق اُمیدِ وفاست
مخلوق کے ظلم سے وفا کی اُمید ہے

ہر زدن بہرِ نوازش را بود
ہر مار پیٹ مہربانی کے لئے ہوتی ہے

ہر[3] گلہ از شکر آگہ می کند
ہر شکوہ شکر کی خبر دیتا ہے

بُوئے بر از جزو تا کُل اے کریم
اے بھلے آدمی! جزو سے کُل کا سُراغ لگا

بُوئے بر از ضد تا ضد اے حکیم
اے دانا! ضد سے ضد کا سُراغ لگا

چوں عصا در دستِ موسیٰ گشت مار
جیسا کہ لاٹھی (حضرت) موسیٰؑ کے ہاتھ میں سانپ بنی

جُملہ عالم را بدیں ساں می شمار
تمام عالم کو ایسا ہی سمجھ

جنگہائے آشتی آرد درست
لڑائیاں، صحیح صلح پیدا کر دیتی ہیں

مار گیر از بہرِ بازی مار جُست
سپیرے نے تماشہ کے لئے سانپ تلاش کیا

---

[1] مُژدگانی۔ اگر محبوب کی خبر دینے والے کو جان بھی دینی پڑے تو آمادہ ہو جانا چاہئے۔ چار راہ۔ چوراہہ یعنی ہر سمت تلاش کرنا۔ آں سِر۔ یعنی جس محبوب کی تلاش میں نکلے ہو۔ ہر کجا۔ یہاں سے مولانا نے محبوبِ حقیقی کے سُراغ لگانے کا بیان شروع فرمایا ہے۔ انسان کی صفات اللہ کی صفات کا مظہر ہیں اور اُن صفات کی اصل اللہ کی صفات ہیں۔

[2] زشتہائے۔ جس طرح خوبیاں راہنما ہیں اسی طرح انسانوں کی بُرائیاں بھی راہنما ہیں کیونکہ ہر بُرائی کا انجام کوئی نہ کوئی بھلائی ہے، انسان کی بے سر و سامانی کی حالت کا پیش خیمہ ہے طوبیٰ جنّت کا ایک درخت ہے جس کی شاخیں ہر جنتی کے گھر میں ہونگی جس سے وہ خوشبو اور پھل حاصل کریگا۔ جنگہائے۔ لڑائیاں صلح کا پیش خیمہ ہیں، کبھی لڑائی صلح پر ختم ہوتی ہے کبھی مقصود پورا ہوتا ہے تو گویا مقصود سے صلح ہوئی کبھی انسان لڑائی سے گھبرا کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو گویا خدا سے صلح ہوئی۔ دامِ راحت۔ انسان تکلیفیں اُٹھاتا ہے تو راحت نصیب ہوتی ہے خشمہائے۔ غصہ کبھی شفقت کی بنا پر ہوتا ہے جیسا کہ والدین کا اولاد پر کبھی غصہ کی بُرائی دیکھ کر انسان شفقت کا رویہ اختیار کرتا ہے کبھی مخلوق کا بیجا غصہ شفقتِ خداوندی کا سبب بنجاتا ہے محبوب کی جفا کے نتیجہ میں وفا نمودار ہو جاتی ہے۔ [3] ہر گلہ۔ شکوہ کا سبب تکلیف ہے اور تکلیف سبب راحت ہے۔ بُوئے بر۔ جس طرح بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف راہنما بنایا ہے اسیطرح ہر بُرائی کو بھی رہنما بنالے۔ چوں عصا۔ بُرائی سے بھلائی کی رہنمائی حاصل کرنا ایک بالمقابل چیز سے دوسری بالمقابل چیز کا سراغ لگانا اسی طرح ممکن ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کا عصا سانپ بنا حالانکہ دونوں متضاد چیزیں ہیں اسی طرح عالم کی دوسری چیزوں کو بھی سمجھ لے۔ مار گیر سپیرے نے سانپ تماشے کے لئے پکڑا حالانکہ سانپ سبب ہلاکت ہے جو تماشہ کی ضد ہے۔

بہرِ بازی مار جوید آدمی
انسان تماشہ کے لئے سانپ تلاش کرتا ہے

غم خورد بہرِ امیدِ بے غمی
بے غمی کے لئے غم برداشت کرتا ہے

اُو ہمی جُستے یکے مارِ شگرف
وہ ایک عجیب سانپ تلاش کرتا تھا

گِردِ کوہستان در ایّامِ برف
پہاڑوں کے چاروں طرف برف کے زمانہ میں

اژدہائے مُردہ دید آنجا عظیم
اُس نے وہاں ایک مُردہ بڑا اژدہا دیکھا

کہ دِلش از شکلِ اُو شُد پُر زبیم
کہ اُس کی شکل سے دل خوف زدہ ہوتا تھا

مار گیر اندر زمستانِ شدید
سپیرا سخت جاڑے میں

مار می جُست اژدہائے مُردہ دید
سانپ تلاش کرتا تھا اس نے ایک مَرا ہوا اژدہا دیکھا

مار گیر از بہرِ حیرانیِ خَلق
لوگوں کے تعجب کے لئے، سپیرا

مار گیرد اینت نادانیِ خَلق
سانپ پکڑتا ہے، مخلوق کی نادانی، تعجب ہے

آدمی کوہ است چوں مفتوں شود
آدمی پہاڑ ہے، کیوں فریفتہ ہوتا ہے؟

کوہ اندر مار حیراں چوں شود
پہاڑ سانپ کے معاملہ پر کیوں حیران ہوتا ہے؟

خویشتن نشناخت مسکیں آدمی
آدمی مسکین نے اپنے آپ کو نہ پہچانا

از فزونی آمد و شُد در کمی
بڑائی سے آیا اور کمی میں مبتلا ہو گیا

خویشتن را آدمی ارزاں فروخت
آدمی نے اپنے آپ کو سستا بیچا

بود اطلس خویش را بر دلق دوخت
اطلس تھا اپنے آپ کو گدڑی پر سی دیا

صد ہزاراں مار و کُہ حیرانِ اوست
لاکھوں سانپ اور پہاڑ اُس پر حیران ہیں

اُو چرا حیراں شدست و ماردوست
وہ خود کیوں حیران اور سانپ کا دوست بنا؟

مار گیرِ آں اژدہا را بر گرفت
سپیرے نے اُس سانپ کو پکڑ لیا

سوئے بغداد آمد از بہرِ شگفت
تعجب (میں ڈالنے) کے لئے بغداد میں آیا

اژدہائے چوں ستونِ خانۂ
ایک اژدہا گھر کے ستون جیسا (موٹا)

می کشیدش از پئے دانگانۂ
روزی کے لئے وہ اُس کو کھینچ رہا تھا

کاژدہائے مُردۂ آوردہ ام
کہ میں ایک مُردہ اژدہا لایا ہوں

در شکارش من جگر ہا خوردہ ام
اُس کے شکار میں میں نے خون، جگر پیا ہے

اُو ہمی مُردہ گماں بُردش ولیک
وہ اُس کو مُردہ سمجھ رہا تھا، لیکن

زندہ بُود و اُو ندیدش نیک نیک
وہ زندہ تھا اُس نے اُس کو اچھی طرح نہ دیکھا

لہ لغوی۔ وہ سپیرا جاڑوں کے موسم میں پہاڑوں پر حیرت انگیز سانپ تلاش کر رہا تھا۔ مار گیر۔ سپیرے نے سانپ اس لئے پکڑا کہ وہ لوگوں کو دکھا کر حیرانی میں ڈالے۔ لوگوں کا سانپ کو دیکھکر حیرانی میں پڑنا اُن کی نادانی ہے۔

لہ آدمی کوہ است۔ جسطرح پہاڑوں میں سانپ ہوتے ہیں خود انسان میں برے اخلاق کے اژدہے موجود ہیں تو ایک سانپ کو دیکھنے کا کیوں مشتاق بنتا ہے اپنے اندر کے سانپ دیکھے۔ انسان کی سانپ پر حیرانی ایسی ہی ہے جیسے کہ پہاڑ سانپ پر حیران ہو۔ خویشتن۔ انسان نے اپنی رفعت اور بلندی کو نہیں سمجھا اشرف المخلوقات پیدا کیا گیا تھا اور ارذل مخلوقات بن گیا۔

لہ بُود اطلس۔ انسان بڑھیا چیز سے گھٹیا بن گیا۔ صد ہزاراں کائنات انسان کے اعلیٰ مقام سے حیران ہے لیکن یہ انسان اپنی حماقت سے ادنیٰ مخلوق کو دیکھکر حیران ہوتا ہے۔ دانگانہ۔ وہ چندہ جو چند مسافر سفر کے اخراجات کے لئے باہمی جمع کریں۔ مگر کا ساز و سامان۔ نیک نیک۔ اچھی طرح۔

اوز سرماہا و برف افسردہ بود — زندہ بود و شکلِ مُردہ می نمود
وہ جاڑے اور برف سے ٹھٹھر گیا تھا — زندہ تھا اور بظاہر مُردہ نظر آتا تھا

عالَمِ افسردہ است و نامِ او جماد — جامِد افسردہ بُود اے اوستاد
عالم ٹھٹھرا ہوا ہے اور اُس کا نام جماد ہے — اے اُستاد! جامد ٹھٹھرا ہوا ہوتا ہے

باش تا خورشیدِ حشر آید عیاں — تا بہ بینی جنبشِ جسمِ جہاں
ٹھہر جا، کہ حشر کا سورج نمودار ہو — تاکہ تو دنیا کے جسم کی حرکت کو دیکھ لے

چوں عصائے موسیٰؑ اینجا مار شد — عقل را از ساکناں اخبار شد
جبکہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اِس عالم میں سانپ بنگئی — عقل کو جمادات کے بارے میں علم ہو گیا

پارۂ خاکی ترا چوں زندہ ساخت — خاکہا را جملگی باید شناخت
(تو) خاک کا ٹکڑا ہے، تجھے جس طرح زندہ بنایا — (تو) تمام خاکوں کو اسی طرح سے، پہچان لینا چاہیئے

مُردہ زیں سُویند و زاں سو زندہ اند — خامُش اینجا و آں طرف گویندہ اند
وہ اِس جانب مُردہ ہیں اور اُس جانب زندہ ہیں — اِس جگہ چُپ ہیں، اُس جانب بولنے والی ہیں

چوں ازاں سُوشاں فرستد سوئے ما — آں عصا گردد سُوئے ما اژدہا
جب وہ اِن چیزوں کو اُس جانب سے ہماری جانب بھیجتا ہے — وہ لاٹھی ہماری جانب (آکر) اژدہا بن جاتی ہے

کوہہا ہم لحنِ داؤدی کُند — جوہرِ آہن بکف مومے شود
پہاڑ بھی داؤدی لہجہ اختیار کر لیتے ہیں — لوہے کا جوہر ہاتھ میں موم بن جاتا ہے

باد حمّالِ سلیمانے شود — بحر با موسیٰؑ سخندانے شود
ہوا ایک سلیمانؑ کو اُٹھا لیجانیوالی بنجاتی ہے — سمندر، موسیٰؑ کی بات سمجھنے والا بن جاتا ہے

ماہ با احمدؐ اشارت بیں شود — نارِ ابراہیمؑ را نسریں شود
چاند (حضرت) احمدؐ کے اشارے کو دیکھنے والا بنجاتا ہے — آگ (حضرت) ابراہیمؑ کے لئے نسرین بنجاتی ہے

خاکِ قاروں را چو مارے در کشد — اُستُنِ حنّانہ آید در رشد
زمین قارون کو اژدہے کی طرح نگل لیتی ہے — حنّانہ ستون ہوش میں آجاتا ہے

سنگ بر احمدؐ سلامے می کُند — کوہ یحییٰؑ را پیامے می کُند
پتھر (حضرت) احمدؐ کو سلام کرتا ہے — پہاڑ (حضرت) یحییٰؑ کو پیغام دیتا ہے

دشمن فرعون کو غرق کر دیا اور انکو پار اتار دیا۔ ۵۵ آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ صادر ہوا اور چاند حضورؐ کی انگلی کے اشارے کو سمجھ گیا۔ نسرین۔ گُلِ سیوتی۔ خاک۔ زمین نے قارون کو اژدہے کی طرح نگل لیا۔ استن۔ مسجدِ نبوی کا وہ ستون جسکے سہارے حضورؐ خطبہ دیا کرتے تھے جب ممبر تیار ہو جانے پر اسکا سہارا نہ لیا تو رو پڑا۔ سنگ حضرت علیؓ

۵۱ عالَم۔ مولانا فرماتے ہیں دنیا میں جن چیزوں کو بے حس و ادراک جماد مانا جاتا ہے وہ بھی ٹھٹھری ہوئی ہیں اور بظاہر جماد ہیں حشر میں جب سورج اُبھریگا تو انکا ٹھٹھراپن ختم ہو جائیگا اور انکا حس و ادراک نمودار ہو جائیگا جیسا کہ اِس اژدہے کا معاملہ تھا جماد اور جامد کے لغوی معنی ٹھٹھرے ہوئے کے ہیں۔ چوں عصا۔ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی جو بے حس و حرکت تھی جب اِس دنیا میں سانپ بنگئی تو عقل سمجھ گئی کہ اِن جمادات میں بھی حرکت نمودار ہو سکتی ہے۔

۵۲ پارۂ خاکی۔ انسان بھی مٹی کا بنا ہوا ہے اور پھر اُسمیں حس و حرکت آگئی اِسی طرح دوسرے جمادات کو سمجھو اُنمیں بھی حس و حرکت آسکتی ہے۔ مُردہ ایں سُو۔ جمادات عالم دنیا کے اعتبار سے مُردہ اور عالمِ آخرت کے اعتبار سے زندہ ہیں۔ چوں۔ جب اللہ تعالیٰ انکے عالَمِ آخرت والے رخ کو ہماری طرف موڑ دیتا ہے تو انکی زندگی ظاہر ہو جاتی ہے۔ کوہہا۔ پہاڑ جو جمادات میں سے ہے حضرت داؤدؑ کا نغمہ اختیار کر لیتا ہے۔ جوہرِ آہن۔ اپنا رخ بدلنے سے لوہا حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں موم بنجاتا ہو۔ باد۔ ہوا جو بے حس و حواس ہے حضرت سلیمانؑ کیلئے حمالی کا کام کرنے لگتی ہے۔

۵۳ بحر۔ دریائے نیل نے حضرت موسیٰؑ کی بات کو سمجھ لیا اُن کے

[illegible]

جملہ[1] ذراتِ عالم در نہاں
دنیا کے تمام ذرات پوشیدہ طور پر

با تو می گویند روزان و شباں
تجھ سے شب و روز کہتے ہیں

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم
ہم سننے والے ہیں اور دیکھنے والے ہیں اور خوش ہیں

با شما نامحرماں ما خامشیم
تم نامحرموں کے سامنے ہم خاموش ہیں

چوں شما سوئے جمادی می روید
جبکہ تم پتھرپن کی طرف جا رہے ہو

محرمِ جانِ جماداں چوں شوید
تو جمادات کی جان کے محرم کیسے ہو سکتے ہو

از جمادی عالمِ جانہا روید
پتھرپن سے جانوں کے عالم میں جاؤ

غلغلِ اجزائے عالم بشنوید
اجزائے عالم کا شور سن لو

فاش تسبیحِ جمادات آیدت
جمادات کی تسبیح واضح ہو جائے گی

وسوسۂ تاویلہا بر بایدت
تجھ میں سے تاویلوں کا وسوسہ نکال دے گی

چوں ندارد جانِ تو قندیلہا[2]
چونکہ تیری جان میں قندیلیں نہیں ہیں

بہر بینش کردہ تاویلہا
تو دیکھنے کے لئے تاویلیں کرتا ہے

کہ غرض تسبیحِ ظاہر کے شود
کہ مقصود ظاہری تسبیح کب ہو سکتی ہے؟

دعویٔ دیدن خیال و غی شود
دیکھنے کا دعویٰ خیال اور گمراہی ہے

بلکہ ہر بیننده را دیدارِ آں
بلکہ ہر دیکھنے والے کو اُن کا دیکھنا

وقتِ عبرت می کند تسبیح خواں
عبرت کے وقت تسبیح پڑھنے والا بنا دیتا ہے

پس چو از تسبیح یادت می دہد
تو چونکہ وہ (جمادات) تجھے تسبیح کی یاد دلا دیتے ہیں

ایں دلالت ہمچو گفتن می بود
یہ دلالت پڑھنے جیسی ہے

ایں بود تاویلِ اہلِ اعتزال
معتزلہ کی یہ تاویل ہوتی ہے

وائے آں کس کو ندارد نورِ حال
اس پر افسوس جو حال کا نور نہیں رکھتا ہے

چوں ز حس بیروں نیاید آدمی
انسان جب حواسِ (ظاہری) سے باہر نہ نکلے

باشد از تصویرِ غیبی اعجمی
تو وہ غیبی تصویر سے ناواقف ہوتا ہے

ایں سخن[3] پایاں ندارد، مارگیر
اس بات کی انتہا نہیں ہے، سپیرا

می کشید آں مار را با صد زحیر
بہت بے چینی کے ساتھ اس سانپ کو کھینچ رہا تھا

تا بہ بغداد آمد آں ہنگامہ خواہ
یہاں تک کہ وہ مجمع کا خواہاں بغداد میں آگیا

تا نہد ہنگامہ بر چار راہ
تاکہ چوراہے پر مجمع لگائے

---

[1] جملہ ذرات۔ کائنات کا ہر ذرہ دلالتِ حال سے اپنے سننے اور دیکھنے کی کیفیت کو بتاتا ہے۔ چوں شما جب انسان اپنا احساس کھو بیٹھے تو وہ جمادات کی روح کا محرم نہیں بن سکتا۔ از جمادی۔ اگر انسان اپنی جمادیت ختم کر کے روحانیت حاصل کرے تو کائنات کی تسبیح کا شور سن سکتا ہے۔ وسوسہ۔ کائنات کی تسبیح کی وہ تاویلیں جو معتزلہ کرتے ہیں اُن کا وسوسہ بھی دل میں نہ آئیگا۔

[2] قندیلہا یعنی باطنی نور کی روشنیاں۔ کہ غرض۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ہر چیز اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے لیکن تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو۔ معتزلہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس آیت میں تسبیح سے تسبیح ظاہری مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ کائنات کا مشاہدہ کرنے والا تسبیح خواں بنجاتا ہے تو جب کائنات اس کی تسبیح کا سبب اور دال بنی تو گویا وہ کائنات تسبیح خواں بنی۔ الدال علی الخیر کفاعلہ، خیر پر دلالت کرنے والا خود خیر کا کرنے والا ہے۔

[3] ایں سخن۔ یہ روحانی باتیں بہت دراز ہیں لہٰذا سپیرے کا قصہ شروع کیا جاتا ہے۔ زحیر پیچش، پیچ و تاب۔ چار راہ چوراہا۔

بر لبِ[1] شطِ مردِ ہنگامہ نہاد
دجلہ کے کنارے پر اُس نے مجمع لگایا

غلغلہ در شہرِ بغداد او فتاد
بغداد شہر میں شور مچ گیا

مارگیرے اژدہا آوردہ است
(کہ) ایک سپیرا اژدہا لایا ہے

بوالعجب نادر شکارے کردہ است
اُس نے عجیب نادر شکار کیا ہے

جمع آمد صد ہزاراں خام ریش
لاکھوں بے وقوف جمع ہو گئے

صیدِ او شد ہر یک آنجا از خریش
اُس جگہ ہر ایک اپنے گدھے پن سے اُس کا شکار ہو گیا

منتظر ایشاں و او ہم منتظر
وہ اُس کے منتظر اور وہ بھی (اُن کا) منتظر

تا کہ جمع آیند خلقِ منتشر
تاکہ بکھرے ہوئے لوگ جمع ہو جائیں

مردم ہنگامہ افزوں تر شود
مجمع کے لوگ زیادہ ہو جائیں

گدیہ و توزیع نیکو تر رود
بھیک اور چندہ (کا کام) خوب چلے

جمع آمد صد ہزاراں ژاژ خا
لاکھوں بکواسی جمع ہو گئے

حلقہ کردہ پشت پا بر پشتِ پا
کمر جھکائے ہوئے پاؤں پر پاؤں رکھے ہوئے

حلقہ گردِ او چو زر گردِ عریش[2]
اُسکے چاروں طرف ایسا حلقہ جیسا کہ انگور کی بیل چھپر کے

ہمچناں کہ بُت پرستاں بر کنیش
جیسا کہ بُتوں کے پُجاری بُت خانہ پر

مرد را از زن خبر نے ز ازدحام
ہجوم کی وجہ سے مرد کو عورت کا پتہ نہیں

رفتہ درہم چوں قیامت خاص و عام
قیامت کی طرح خاص و عام غلط ملط تھے

چوں ہمی حراقہ جنبانید او
جب وہ چیتھڑے سرکاتا

می کشیدند اہلِ ہنگامہ گلو
مجمع والے گلا پھاڑتے

اژدہا کز زمہریر افسردہ بود
وہ اژدہا جو ٹھنڈک سے ٹھٹھرا ہوا تھا

زیرِ صد گونہ پلاس و پردہ بود
سینکڑوں قسم کے ٹاٹ اور پردوں میں تھا

بستہ بودش بار سنہائے غلیظ
اُس کو موٹی رسیوں سے باندھ رکھا تھا

احتیاطے کردہ بودش آں حفیظ[3]
اُس نگہبان نے اُس کے لئے بڑی احتیاط کر رکھی تھی

در درنگ و اتفاق و انتظار
تاخیر اور جمع ہونے اور انتظار میں

وز ہیاہوی و فغانِ بے شمار
ہائے وہو اور بے شمار چیخوں سے

وز غلوِ خلق و مکث و طمطراق
لوگوں کی کثرت اور ٹھہراؤ اور کروفر سے

تافت بر آں مار خورشیدِ عراق
اُس اژدہے پر عراق کا سورج چمکنے لگا

---

[1] لب شط - بغداد دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ خام ریش بیوقوف۔ خریش - خری اپنی گدھا پن۔ گدیہ - بھیک۔ توزیع - تقسیم بخشش۔ ژاژ خا - بکواسی۔ حلقہ کردہ پشت - کمر جھکائے ہوئے۔

[2] عریش - چھپر۔ کنیش - بت خانہ۔ مرد را - مجمع کی کثرت میں خواص و عوام اور مرد و زن کا اختلاط ہو جاتا ہے۔ حراقہ - چیتھڑے جو آگ سلگانے کے کام آتے ہیں۔ پلاس - ٹاٹ۔

[3] حفیظ - محافظ - نگہبان۔ در درنگ - یعنی یہ چیزیں اور سورج کی گرمی اس اژدھے کے حرکت میں آنے کا سبب بن گئیں۔ عراق - وہاں کی گرمی مشہور ہے۔

آفتابِ گرم سیرش گرم کرد — رفت از اعضائے اُو اخلاطِ سرد[1]
تیز رفتار سورج نے اس کو گرما دیا — اس کے اعضاء سے ٹھنڈی رطوبات جاتی رہیں

مُردہ بود و زندہ گشت او از شگفت — اژدہا بر خویش جنبیدن گرفت
وہ مُردہ تھا اور حیرت انگیز طور پر زندہ ہو گیا — اژدھے نے بل کھانے شروع کر دیئے

خلق را از جنبشِ آں مُردہ مار — گشت شاں آں یک تحیر صد ہزار
مرے ہوئے سانپ کی حرکت سے مخلوق کی — ایک حیرانی لاکھوں حیرانیاں ہو گئیں

با تحیر نعرہا انگیختند — جملگاں از جنبشش بگریختند
حیرانی سے انھوں نے نعرے لگائے — اس کے ہلنے سے سب بھاگ پڑے

می شکست او بندزاں بانگِ بلند — ہر طرف می رفت چاقا چاق بند
وہ بندشیں کو بلند آواز سے توڑتا تھا — ہر طرف بندش کی تڑاخ پڑاخ کی آواز پہنچ رہی تھی

بندہا بگسست و بیروں شد ز زیر — اژدہائے زشت غرّاں ہمچو شیر
بندشیں ٹوٹ گئیں وہ نیچے سے نکل آیا — بھیانک اژدہا شیر کی طرح دھاڑتا ہوا

در ہزیمت بس خلائق کشتہ شد — از فتادہ و کشتگاں صد پشتہ شد
پسپائی میں بہت سے لوگ مارے گئے — مرے اور گرے لوگوں کے سینکڑوں ڈھیر لگ گئے

مار گیر از ترس برجا خشک گشت — کہ چہ آوردم من از کہسار و دشت
سپیرا خوف سے اپنی جگہ خشک ہو گیا — کہ میں پہاڑ اور جنگل سے کیا لے آیا

گرگ را بیدار کرد آں کور میش — رفت ناداں سوئے عزرائیل خویش
اُس اندھی بھیڑ نے بھیڑیئے کو جگا دیا — بیوقوف اپنے آپ ملک الموت کی طرف چلا گیا

اژدہا یک لقمہ کرد آں گیج[2] را — سہل باشد خوں خوری حجیج را
اس احمق کو اژدھے نے ایک لقمہ بنا لیا — حجاج کے لئے خون پینا آسان ہوتا ہے

خویش را بر اُستنے پیچید و بست — استخوانِ خوردہ را در ہم شکست
اس (اژدھے) نے اپنے آپکو ایک ستون پر لپیٹا اور کَس لیا — کھائی ہوئی ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کر دیا

شہر خالی گشت و اژدرہا براند — سوئے کہ گرد[3] از بیاباں بر فشاند
شہر خالی ہو گیا اور اژدہا روانہ ہوا — پہاڑ کی جانب اُس نے جنگل کی گرد اڑا دیا

نفست اژدرہاست اُو کے مُردہ است — از غمِ بے آلتی افسردہ است
تیرا نفس اژدہا ہے وہ مُردہ کہاں ہے — ذرائع نہ ہونے کے غم میں ٹھٹھرا ہوا ہے

---

[1] اخلاط: یعنی اژدھے کے بدن کی رطوبتیں۔ مُردہ مار: یعنی وہ اژدہا جس کو لوگ مرا ہوا سمجھ رہے تھے۔ می شکست: اژدھا رسیوں میں بندھا ہوا تھا۔ چاقا چاق: رسیوں کے ٹوٹنے کی آواز۔ غرّاں: دڑدکتا ہوا۔ ہزیمت: مجمع کی واپسی۔ گرگ سپیرے اور اژدھے کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ بھیڑ سوتے ہوئے بھیڑیئے کو خود بیدار کر دے یا کوئی شخص خود ملک الموت کے پاس چلا جائے۔

[2] گیج: احمق۔ حجیج: حجاج کا امالہ ہے حجاج بن یوسف ثقفی عبدالملک مروانی کے دور کا مشہور ظالم گورنر ہے جس نے لاکھوں کا خون بہایا ہے۔ خویش را: اژدہا جانور یا انسان کو نگل کر اس کی ہڈیاں توڑنے کے لئے اسی طرح کی حرکت کرتا ہے۔

[3] گرد فشاندن از بیاباں: تیزی سے بیابان میں چلنا۔ نکتہ: مولانا دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہو کر فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنے نفس کو اسی قسم کا اژدہا سمجھنا چاہیئے۔ بے آلتی: ذرائع کا نہ ہونا۔

گر بیابد آلتِ [51] فرعون او — کہ بامرِ اُو ہمی رفت آب جو

اگر وہ فرعون کے ذرائع پالے — جس کے حکم سے دریائے نیل کا پانی چلتا تھا

آنگہ اُو بنیادِ فرعونی کُنَد — راہِ صد موسیٰؑ و صد ہاروںؑ زند

اُس وقت وہ فرعونی بنیاد بنائے گا — سینکڑوں موسیٰؑ و ہاروںؑ کی راہ زنی کرے گا

کرمک ست آں اژدہا از دستِ فقر — پشّہ گردد زجاہ و مالِ صَقر

وہ اژدہا، افلاس کے ہاتھوں حقیر کیڑا ہے — چرغ، جاہ اور مال نہ ہونے سے مچھر بنجاتا ہے

اژدہا را دار در برفِ فراق — ہیں مکش اُو را بخورشیدِ عراق

اژدہے کو محرومی کی برف میں رکھ — خبردار! اُس کو عراق کے سورج میں نہ لے جا

تا فسردہ می بود آں اژدہات — لقمۂ اُوئی چو اُو یابد نجات

تاکہ تیرا اژدھا ٹھٹھرا ہوا رہے — جب وہ نجات پا جائے گا تو اس کا لقمہ ہے

مات [52] کُن اُو را و ایمن شو زمات — رحم کم کُن نیست اُو زاہلِ صلات

اُس کو ہرادے اور ہارنے سے مطمئن ہو جا — رحم نہ کر وہ اچھے سلوک کے قابل نہیں ہے

کاں تفِ خورشیدِ شہوت بر زند — آں خفاشِ مُردہ ریگت پر زند

کیونکہ جب شہوت کے سورج کی گرمی نمودار ہوگی — وہ تیری ناچیز چمگادڑ اُڑنے لگے گی

می کشش اُو را در جہاد و در قتال — مردوار اَللہُ یُجْزِیْکَ الْوِصَال

اُس کو جہاد اور قتال میں کھینچ لا — مردانہ وار، اللہ تجھے بدلے میں وصال عطا فرمائیگا

چونکہ آں مرد اژدہا را آوربد — در ہوائے گرم خوش شد آں مرید

چونکہ وہ مرد اژدہے کو لایا — گرم ہوا میں وہ سرکش چاق چوبند ہو گیا

لاجرم آں فتنہا کرد اے عزیز — بلکہ صد چنداں کہ ما گفتیم نیز

اے پیارے! لامحالہ اُس نے وہ فتنے برپا کر دیئے — بلکہ اُس سے سینکڑوں زیادہ جو ہم نے بیان کیے

تو طمع [53] داری کہ اُو را بے جفا — بستہ داری در وقار و در وفا

تو اُمید رکھتا ہے کہ اُس کو بغیر سختی کے — وقار اور وفا میں باندھے گا

ہر خسے را ایں تمنا کے رسد — موسیٰؑ باید کہ اژدرہا کُشد

ہر کمینے کی یہ تمنا کہاں پوری ہوتی ہے — موسیٰؑ چاہیئے جو اژدہے کو مارے

صد ہزاران خلق زاژدرہائے اُو — در ہزیمت کُشتہ شد از رائے اُو

لاکھوں لوگ اُس کے اژدہے سے — پسپائی میں مارے گئے اُنکی رائے کی وجہ سے

---

[51] آلتِ فرعون۔ یعنی اسباب اور ذرائع جو فرعون کو حاصل تھے کہ بامرِ فرعون کے حکم سے نیل میں سیلاب آگیا تھا یہ فرعون کیلئے اللہ کی جانب سے استدراج تھا۔ کرمک۔ حقیر کیڑا۔ پشّہ گردد۔ یعنی اسباب میسر آنے سے قوی ضعیف بن جاتا ہے۔ صقر۔ چرغ جو شکرے کی ایک قسم ہے۔ فراق۔ یعنی ذرائع اور اسباب مہیا نہ ہونے کا غم۔ لقمۂ اوئی۔ تیرا نفس سب سے پہلے تجھے ہلاک کرے گا۔

[52] مات کُن۔ نفس کو شکست دیدے۔ اہلِ صلات۔ یعنی قابلِ رحم نہیں ہے۔ خفاش۔ یعنی نفسِ انسانی۔ می کشش۔ نفس کو مردانہ وار مشقتوں میں مبتلا رکھ اللہ کا وصل حاصل ہو جائے گا۔ چونکہ۔ سپیرے نے اُس اژدھے کو گرمی سے آرام پہنچایا تو وہ سرکش بن گیا۔ لاجرم۔ سرکش ہو کر اژدھے نے جو فتنے بپا کئے وہ میرے بیان سے سینکڑوں گنا زیادہ تھے۔

[53] تو طمع۔ انسان کی غلط فہمی ہے کہ وہ نفس کو آرام پہنچا کر اُس سے وفا اور وقار کی امید کرے۔ ہر خسے۔ نفس کشی ہر انسان سے ممکن نہیں ہے اسکے لئے موسیٰؑ جیسی اولوالعزمی چاہیئے۔ صد ہزاران۔ یہ شعر بھی سپیرے سے متعلق ہے۔

درطمع[1] ہم خویشتن را باد داد — گفت شد واللہ اعلم بالسداد

لالچ سے اپنے آپ کو بھی برباد کیا — (قصہ) کہہ دیا گیا اور اللہ تعالیٰ راست روی کو خوب جانتا ہے

تہدید کردنِ فرعون موسیٰ علیہ السلام را

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دھمکانا

گفت فرعونش[1] چرا تو اے کلیم — خلق را کشتی وافگندی زبیم

فرعون نے اُن (موسیٰؑ) سے کہا اے کلیم (اللہ)، تو نے کیوں — ڈر سے لوگوں کو مار ڈالا اور گرادیا؟

در تردد[2] از تو افتادند خلق — در ہزیمت کشتہ شد مردم زِ زلق

تیری وجہ سے لوگ تردد میں مبتلا ہو گئے — اُلٹے بھاگ گئے میں پھسلنے کی وجہ سے لوگ مارے گئے

لاجرم ہر کس ترا دشمن گرفت — کینِ تو در سینہ مرد و زن گرفت

بمجالہ ہر شخص کو تجھ سے دشمنی ہو گئی — مردوں اور عورتوں کے سینہ میں تیری طرف کا کینہ پیدا ہو گیا

خلق را می خواندی بر عکس شد — از خلافت[3] مرد ماں را نیست بُد

تو لوگوں کو بلاتا تھا، (معاملہ) برعکس ہو گیا — لوگوں کے لئے تیرے خلاف کرنے کے علاوہ چارہ نہیں ہے

من ہم از شرت اگر پس می خزم — در مکافاتِ تو دیگے می پزم

میں بھی اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹ گیا ہوں — تجھ سے بدلہ لینے کے لئے دیگ پکا رہا ہوں

دل ازیں برکن کہ بفریبی مرا — یا بجز[4] فی پس روے گردد ترا

یہ دل سے نکال دے کہ تو مجھے فریب دے سکتا ہے — یا سایہ کے علاوہ تیرا کوئی پیرو ہوگا

تو بداں غرہ مشو کیں[5] ساختی — در دلِ خلقاں ہراس انداختی

تو اس پر گھمنڈ نہ کر کہ تو نے یہ کیا ہے — لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کر دیا ہے

صد چنیں آری و ہم رسوا شوی — خوار گردی ضحکہ[5] غوغا شوی

اس جیسے سینکڑوں (معجزے) تو لائیگا پھر بھی رسوا ہوگا — ذلیل ہوگا عوام کے لئے مضحکہ بنے گا

ہمچو تو سالوس بسیاراں بُدند — عاقبت در مصر ما رسوا شدند

تجھ جیسے بہت سے مکار تھے — انجام کار ہمارے مصر میں رسوا ہوئے ہیں

جواب گفتنِ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرعون را

حضرت موسیٰؑ کا اُس دھمکی کا جواب دینا جو

در تہدیدیکہ با اُو می نمود

فرعون نے اُن کو دی

---

[1] درطمع۔ تماشہ دکھا کر پیسے وصول کرنے کے لالچ نے سپیرے کو بھی برباد کیا اور لوگوں کو بھی۔ گفت فرعونش۔ یہاں سے مولانا حضرت موسیٰؑ کے واقعہ کی طرف منتقل ہو گئے ہیں حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کو اژدہا بنتا دیکھکر بھی تماشائیوں کا مجمع بھاگا تھا اور اُس بھگدڑ میں بہت سے آدمی مر گئے تھے اس پر فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے یہ گفتگو کی تھی۔

[2] تردد۔ یعنی دین کے بارے میں شک وشبہ۔ در ہزیمت یعنی خوف کھا کر مجمع کے منتشر ہونے میں۔ می خواندی یعنی تو نے اپنی طرف بلایا۔

[3] خلافت۔ خلاف۔ تو۔ من ہم۔ یعنی اگرچہ میں سر دست تیرا مقابلہ نہیں کر رہا ہوں لیکن بدلہ لینے کی فکر میں ہوں۔

[4] بجز فی۔ یعنی تیرے سایہ کے علاوہ تیرا کوئی پیرو نہیں بنے گا۔

[5] کیں۔ یعنی اپنی لاٹھی کو اژدہا بنانا۔ ضحکہ۔ ہنسی کے قابل۔ غوغا۔ عوام۔

گفت[1] با امرِ حقم اشراک نیست — گر بریزد خونم امرش باک نیست
(حضرت موسیٰؑ نے) فرمایا اللہ کے معاملہ میں میری شرکت نہیں — اگر اسکا حکم میرا خون بہائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے

راضیم مَن شاکرم مَن اے حریف — ایں طرف رُسوا و پیشِ حق شریف
اے دشمن! میں راضی ہوں میں شکر گزار ہوں — کہ اس طرف رسوا ہوں اور اللہ کے سامنے باعزت ہوں

پیشِ خلقاں خوار و زار و ریشخند — پیشِ حق مطلوب و محبوب و پسند
مخلوق کے سامنے رسوا ذلیل اور لائقِ مضحکہ (ہوں) — (لیکن) اللہ تعالیٰ کے سامنے مطلوب المحبوب اور پسندیدہ (ہوں)

از سخن می گویم ایں ورنہ خدا — از سیہ رُویاں کُند فردا ترا
یہ بات میں کہنے کو کہتا ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ — تجھے کل کو سیاہ رُو کرے گا

عزت[2] آنِ اوست و آنِ بندگانش — زآدمؑ و ابلیس بر می خواں نشانش
عزت انکی ملکیت ہے اور اسکے غلاموں کی ملکیت ہے — حضرت آدمؑ اور ابلیس سے انکی علامت کا مطالعہ کرلے

شرحِ حق پایاں ندارد ہمچو حق — ہیں دہاں بر بند و برگرداں ورق
اللہ کی طرح اللہ کی تشریح کی انتہا نہیں ہے — خبردار! منہ بند کرلے اور ورق پلٹ دے

پاسخ دادنِ فرعون موسیٰ علیہ السلام را و مُہلت خواستن تا چہل روز از موسیٰ علیہ السلام

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینا اور حضرت موسیٰؑ سے چالیس روز کی مُہلت مانگنا

گفت فرعونش وَرَق در حکمِ ماست — دفتر و دیوان و حکم ایں دم مراست
فرعون نے ان (موسیٰؑ) سے کہا کاغذ میرے حکم میں ہے — دفتر اور کچہری اور حکم اِس وقت میرا ہے

مر مرا بخریدہ اند اہلِ[3] جہاں — از ہمہ عاقل تری تو اے فلاں
مجھے دنیا والوں نے منتخب کیا ہے — اے فلاں! کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے

موسیا خود را خریدی ہیں برو — خویشتن کم بیں بخود غرّہ مشو
اے موسیٰ! تو نے خود اپنے آپکو پسند کیا ہے خبردار (چلا جا) — خود بینی نہ کر، اپنے اوپر گھمنڈ نہ کر

جمع آرم ساحراں دہر را — تا کہ جہلِ تو نمایم شہر را
میں دنیا بھر کے جادوگروں کو جمع کروں گا — تاکہ شہر کو تیری جہالت دکھا دوں

ایں نخواہد شُد بروزے و دو روز — مُہلتم دہ تا چہل روزِ تموز
یہ ایک دو دن میں نہ ہو سکے گا — مجھے گرمی کے چالیس روز کی مُہلت دے

---

[1] گفت. حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے معاملہ کا مختار ہے میری اس میں شرکت نہیں ہے. راضیم دنیا کی رُسوائی جس میں خدا کی رضا مندی ہو مجھے منظور ہے. از سخن یعنی اپنی رُسوائی کی بات میں نے کہنے کو کہدی ہے ورنہ اللہ کی رحمت سے یقین ہے کہ میں رُسوا نہ ہوں گا تو ہی رُسوا ہوگا۔

[2] عزت. عظمت اور عزت اللہ اور اُس کے غلاموں کے لئے ہے اسی لئے آدمؑ باعزت بنے اور شیطان ذلیل ہوا۔ پاسخ. جواب. گفت فرعونش. فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کاغذ اور قلمدان اور حکم میرا ہے۔

[3] اہلِ جہاں. جبکہ تمام لوگ مجھے پسند کرتے ہیں کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے کہ مجھے ناپسند کر رہا ہے. خود را خریدی. خود را پسند کردی. شہر. مصر. تموز. یعنی موسم گرما۔

جواب موسیٰ علیہ السلام مر فرعون را

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کو جواب

گفت موسیٰؑ ایں مرا دستور نیست — بندہ ام اِمہالِ تو مامور نیست

موسیٰؑ نے فرمایا اِس کی مجھے اجازت نہیں ہے — میں (اللہ کا) غلام ہوں تجھے مہلت دینے کا حکم نہیں ہے

گر تو چیری و مرا خود یار نیست — بندہ فرمانم بدانم کار نیست

اگرچہ تو غالب ہے اور میرا کوئی دوست نہیں ہے — میں تو حکم کا غلام ہوں مجھے اِس لیے کوئی سروکار نہیں ہے

می زنم با تو بجد تا زندہ ام — من چہ کارہ نصرتم من بندہ ام

جب تک میں زندہ ہوں تجھ سے طاقت سے بھڑوں گا — مجھے مدد کا کیا کرنا ہے، میں تو غلام ہوں

می زنم تا در رسد حکمِ خدا — کا فگند ہر خصم از خصمی جدا

جب تک اللہ کا حکم ہوگا میں مقابلہ کروں گا — وہی ہر لڑنے والے کو لڑائی سے جدا کرتا ہے

جوابِ فرعون موسیٰ علیہ السلام را و وحی آمدن بموسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰؑ کو فرعون کا جواب اور حضرت موسیٰؑ کے پاس وحی آنا

گفت نے نے مہلتے باید نہاد — عشوہا کم دہ تو کم پیمائے باد

اُس (فرعون) نے کہا نہیں مہلت مقرر کرنی چاہیے — تو فریب نہ دے فضول باتیں نہ بنا

حق تعالےٰ وحی کردش در زماں — مہلتے دہ مر ورا مہراس ازاں

فوراً اللہ (تعالےٰ) نے اُن کو وحی بھیجی — اُس کو مہلت دیدے اُس سے نہ گھبرا

ایں چہل روزش بدہ مہلت بطوع — تا سگالد مکرہا او نوع نوع

خوشی سے اُس کو چالیس روز کی مہلت دیدے — تاکہ وہ قسم قسم کی مکاری سوچ لے

تا بکوشد او کہ نے من خفتہ ام — تیز رو گو تیش رہ بگرفتہ ام

تاکہ وہ کوشش کرے کیونکہ میں ابھی سو تو نہیں گیا ہوں — اس سے کہدے تیز چلے میں نے بھی راستہ روک دیا ہے

حیلہاشاں را ہمہ برہم زنم — وانچہ افزایند من برکم زنم

اُن کی سب تدبیروں کو درہم برہم کردوں گا — وہ جو کچھ بڑھائیں گے اسکو کمی پر رخ دوں گا

آب را آرند من آتش زنم — نوشِ خوش گیرند من ناخوش کنم

وہ پانی لائیں گے، میں آگ لگا دوں گا — وہ اچھا شہد لیں گے میں اسکو بدمزہ کردوں گا

مہر پیوندند من ویراں کنم — آنکہ اندر وہم نایدآں کنم

وہ دوستیاں جوڑیں گے میں تباہ کردوں گا — جو خیال میں بھی نہ آئے میں وہ کروں گا

لہ دستور بحکم۔ طریقہ۔ اِمہال۔ مہلت دینا۔ چیر۔ غالب۔ بدانم کار۔ بآں مرا کار۔ جد۔ کوشش۔ من چہ کارہ۔ یعنی مجھے اِس سے بحث نہیں ہے کہ میری مدد ہوگی یا نہ ہوگی۔

کہ گفت نے نے۔ فرعون نے کہا۔ عشوہ۔ مکر۔ باد پیمودن۔ فضول باتیں کرنا۔ مہراس۔ خوفزدہ نہ ہو۔

کہ ایں چہل۔ فرعون نے چالیس روز کی مہلت مانگی تھی فرمایا گیا کہ اُس کو مہلت دے دو اُس کو مکر کی تدبیریں سوچنے کا موقع دے دو میں اُس کی تمام تدبیروں کو بیکار کردوں گا۔

تو مترس و مہلتے اش دِہ دراز | گو سپہ گرد آر و صد حیلت بساز
تو نہ ڈر، اور اُس کو لمبی مہلت دیدے | کہ وہ لشکر جمع کر لے اور سو تدبیریں کرے

مہلت دادنِ موسیٰ علیہ السلام فرعون را تا ساحراں را جمع از مدائنؔ کند

فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مہلت دینا تاکہ وہ شہروں سے جادوگروں کو جمع کر لے

گفت امر آمد برو مہلت تُرا | من بجائے خود شُدم رَستی ہلا
فرمایا حکم آ گیا، جا تجھے مہلت ہے | میں اپنی جگہ جاتا ہوں آگاہ، تو چھوٹ گیا

اُو ہمی شُد اژدہا اندر عقب | چوں سگِ صیادِ دانا و مُحِب
وہ جا رہے تھے، اژدھا پیچھے پیچھے (تھا) | سمجھدار اور محبت کرنے والے شکاری کے کتے کی طرح

چوں سگِ صیاد جُنباں کردہ دُم | سنگ را می کرد ریگ اُو زیرِ سُم
شکاری کے کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا | پاؤں کے نیچے پتھر کو ریت بناتا ہوا

سنگ و آہن را بدم در می کشید | خرد می خائید آہن را پدید
پتھر اور لوہے کو سانس سے اندر کھینچتا تھا | لوہے کو نمایاں طور پر باریک چبا جاتا تھا

در ہوا می کرد خود بالائے بُرج | کہ ہزیمت می شد از وے رُوم و گُرج
فضا میں اپنے آپ کو برج سے اونچا کرتا تھا | کہ اس سے روم اور گرج (کے باشندے) بھاگتے تھے

کف می انداخت چوں اُشتر ز کام | قطرہ زاں بر ہر کہ می زد شد جُذام
منہ سے اونٹ کی طرح جھاگ پھینکتا تھا | جس پر اس کا ایک قطرہ گرا اسکو کوڑھ ہو گیا

ژغژغِ دندانِ اُو دل می شکست | جانِ شیرانِ سیہ می شد ز دست
اُس کے دانتوں کی کڑکڑاہٹ دل پھاڑ رہی تھی | کالے شیروں کی جان ہاتھ سے نکل جاتی تھی

چوں بقومِ خود رسید آں مجتبیٰ | شدقِ اُو بگرفت و باز اُو شد عصا
جب وہ برگزیدہ اپنی قوم میں پہونچے | اُس کی باچھ پکڑی وہ پھر لاٹھی ہو گیا

تکیہ بروے کرد و می گفت اے عجب | پیشِ ما خورشید و پیشِ خصم شب
اُنھوں نے اُس پر ٹیک لگائی اور کہہ رہے تھے تعجب ہے | (یہ معجزہ) ہمارے لئے سورج اور دشمن کیلئے رات ہے

اے عجب چوں می نہ بیند ایں سپاہ | عالمے پُر آفتاب چاشتگاہ
تعجب ہے یہ لشکر کیوں نہیں دیکھتا ہے؟ | دنیا کو جو چاشت کے وقت کے سورج سے بھری ہوئی ہے

۵۱ مدائن۔ مدینہ کی جمع ہے۔ شُدم رَستی۔ یعنی میں روانہ ہوا۔ رَستی یعنی فی الحال نجات مل گئی ہے۔ ہمی شُد۔ یعنی حضرت موسیٰ قوم کی طرف روانہ ہوئے۔ دُم۔ کتا محبت میں دُم ہلاتا ہے۔ سنگ۔ یعنی پتھروں کو چبا کر ریت بنا دیتا تھا۔ بدم۔ اژدہا اپنے سانس سے چیزوں کو اپنے منہ میں کھینچ لیتا ہے۔

۵۲ خرد۔ یعنی لوہے کو چبا کر ریزہ ریزہ کر رہا تھا۔ برج۔ یعنی سر کو دو منزلہ مکان سے اونچا کر لیتا تھا۔ گرج گرجستان کے رہنے والے۔ کف۔ اس کے منہ سے اونٹ کی طرح جھاگ نکل رہے تھے اور وہ اسقدر زہریلے تھے کہ جس پر قطرہ پڑ جاتا وہ کوڑھی بن جاتا۔ ژغژغ۔ دانت پیسنے کی آواز۔ شیرانِ سیہ۔ کالا شیر بہت خوفناک ہوتا ہے۔ مجتبیٰ۔ منتخب یعنی حضرت موسیٰؑ۔ شدق۔ باچھ، لبوں کا گوشہ۔

۵۳ خورشید۔ یعنی یہ سانپ کا معجزہ ہمارے لئے خورشید راہِ ہدایت ہے اور دشمنوں کے لئے تاریک رات ہے جس میں اُن کو کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ اے عجب۔ فرعون کے لشکری اُس کی پہچان کی علامتوں کو کیوں نہیں دیکھ رہے ہیں اور اس روشن معجزے کے قائل کیوں نہیں ہو رہے ہیں۔

چشمِ[1] باز و گوش باز و ایں ذکا ۔۔۔ خیرہ ام در چشم بندیِ خدا
آنکھیں کھلی ہیں اور کان کھلے ہیں اور یہ ذہانت ۔۔۔ میں اللہ (تعالیٰ) کی چشم بندی پر حیران ہوں

من از ایشاں خیرہ ایشاں ہم زمن ۔۔۔ از بہارے خار ایشاں من سمن
میں اُن سے حیران ہوں وہ بھی مجھ سے حیران ہیں، (خلاکی) بہار سے وہ کانٹے ہیں میں پھول ہوں،

پیشِ شاں بردم بسے جامِ رحیق ۔۔۔ سنگ شد آبش بہ پیش آں فریق
میں اُن کے سامنے صاف شراب کے بہت سے جام لے گیا ۔۔۔ اُس فریق کے سامنے اُس کا پانی پتھر بن گیا

دستۂ گُل بستم و بردم بہ پیش ۔۔۔ ہر گلے چوں خار گشت و نوش نیش
میں نے پھولوں کا گلدستہ بنایا اور سامنے لے گیا ۔۔۔ ہر پھول کانٹا بن گیا اور شہد ڈنک (بن گیا)

آں[2] نصیبِ جانِ بیخویشاں بود ۔۔۔ چونکہ با خویشند پیدا کے شود
وہ (جام) بے خودوں کی جان کا حصہ ہوتا ہے ۔۔۔ چونکہ وہ خودی میں ہیں وہ کب ظاہر ہوتا ہے!

خفتۂ بیدار باید پیشِ ما ۔۔۔ تا بہ بیداری ببیند خوابہا
ہمارے آگے ایک سویا ہوا بیدار ہونا چاہیئے ۔۔۔ تاکہ وہ خوابوں کو بیداری میں دیکھ لے

دشمنِ ایں خوابِ خوش شُد فکرِ خلق ۔۔۔ تا نخسپد فکرتش بستہ است حلق
لوگوں کا فکر (دنیوی)، اس اچھی خواب کا دشمن بن گیا ۔۔۔ جب تک کہ اُس کا فکر نہ سو جائے، حلق بند ہے

حیرتے باید کہ روبد فکر را ۔۔۔ خورد حیرت فکر را و ذکر را
حیرت درکار ہے، تاکہ فکر کا صفایا کردے ۔۔۔ حیرت نے فکر اور ذکر کو نگل لیا ہے

ہر کہ کامل تر بود اُو در ہنر ۔۔۔ اُو بمعنیٰ پس بصورت پیشتر
جو دنیا کے ہنر میں زیادہ کامل ہوتا ہے وہ ۔۔۔ وہ حقیقتاً پیچھے، بظاہر آگے ہے

راجعون[3] گفت و رجوع ایں ساں بود ۔۔۔ کہ گلہ واگردد و خانہ رود
اللہ تعالیٰ نے) واپس ہونے والے میں فرمایا اور واپس ہونا ۔۔۔ کہ ریوڑ واپس ہو اور گھر جائے

چونکہ واگردید گلہ از وُرود ۔۔۔ پس فتد آں بز کہ پیش آہنگ بود
جب ریوڑ گھاٹ سے واپس لوٹتا ہے ۔۔۔ (تو) وہ جانور پیچھے رہتا ہے جو آگے چلنے والا تھا

پیش افتد آں بزِ لنگِ پسیں ۔۔۔ اَضْحَكَ الرُّجْعٰى وُجُوْهَ الْعَابِسِيْن
پچھلی لنگڑی بکری آگے ہو جاتی ہے ۔۔۔ واپسی نے مُرجھائے ہوئے لوگوں کے چہرں کو ہنسا دیا ہے

[1] چشم باز۔ آنکھ کے حواس اور ذہانت موجود ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انکی نظر بندی کردی ہے۔ من از ایشاں۔ فرعونی حضرت موسیٰؑ کے معاملہ سے حیران تھے۔ سمن چنبیلی کا پھول۔ جام رحیق۔ صاف شراب کا جام۔ سنگ شد یعنی وہ شراب اُن کے پینے کے قابل نہ رہی۔ دستۂ گل۔ میں اُن کے سامنے ہدایت کے گلدستے پیش کرتا ہوں مگر وہ پھول اُن کے لئے کانٹے بن جاتے ہیں۔

[2] آں۔ ہدایت کے جام اُن کا حصہ ہیں جو خودی کو فنا کر چکے ہوں۔ خفتۂ بیدار یعنی وہ شخص جو دنیا سے خفتہ ہو اور آخرت کے معاملہ میں بیدار ہو۔ تا بہ بیداری۔ خواب میں جو عالم بالا کی چیزیں نظر آتی ہیں اُس کو عالم بیداری میں نظر آنے لگتی ہیں۔ دشمن۔ جو لوگ دنیاوی افکار میں مبتلا ہیں وہ اُن خوابوں سے محروم ہیں۔ حلق یعنی معارف کے نگلنے سے۔ حیرتے باید مقام حیرت میں پہنچکر سالک نہ اللہ کے ذکر کا در رہتا ہے نہ دنیاوی فکر ہے۔ ہر کہ کامل۔ جو لوگ دنیاوی معاملات میں ماہر ہیں وہ بظاہر دوسروں سے آگے ہیں لیکن حقیقتاً وہ پیچھے ہیں۔

[3] راجعون۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف واپس ہونے والے ہیں۔ واپسی کا مطلب یہ ہے کہ بکریوں کا ریوڑ جو جنگل میں چرنے گیا ہے وہ گھر واپس لوٹے۔ ورود۔ چراگاہ، یا پانی کے گھاٹ پر جانا۔ پس فتد۔ جو بکری جانے میں گویں سب سے پیچھے ہوگی واپسی میں وہ آگے ہوجائیگی۔ پیش افتد۔ گلہ کے پلٹنے کے وقت جو آگے جانور ہوتے ہیں وہ پیچھے ہوجاتے ہیں اور پچھلے جانور آگے ہوجاتے ہیں۔ اضحک۔ پیچھے رہنے کو جسے انکو رنج تھا واپسی میں جب آگے ہوجائینگے تو خوش ہونگے۔

ازگزافہ[1] کے شدند ایں قوم لنگ
یہ قوم خواہ مخواہ لنگڑی کب ہوئی ہے

فخر را دادند و خریدند ننگ
انھوں نے فخر کو دیدیا ہے اور ذلت کو خرید لیا ہے

پاشکستہ می روند ایناں بحج
وہ حج کو شکستہ پا جاتے ہیں

از حرج راہیست پنہاں تا فرج
تنگی سے، کشادگی کی طرف چھپا ہوا راستہ ہے

دل زدانشہا بشستند ایں فریق
اس فریق نے دل سے عقلوں کو دھو ڈالا ہے

زانکہ ایں دانش نداند آں طریق
کیونکہ یہ عقل اس راستہ کو نہیں جانتی ہے

دانشے باید کہ اصلش زاں سرست
وہ عقل چاہیئے جس کی اصل اس جانب کی ہے

زانکہ ہر فرعے باصلش رہبرست
کیونکہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف راہنما ہے

ہر پرے بر عرض دریا کے پرد
ہر بازو دریا کی چوڑائی تک کب پرواز کر سکتا ہے

تا لدن[2] علم لدنی می برد
(اللہ کے) قرب تک علم لدنی لے جاتا ہے

پس چرا علمے بیاموزی بمرد
تو کسی مرد کو ایسا علم کیوں سکھاتا ہے

کش بباید سینہ را زاں پاک کرد
کہ اس سے اس کو سینہ پاک کر لینا چاہیئے

پس مجو پیشی ازیں سر لنگ باش
تو اس طرف کی پیش روی نہ چاہ، لنگڑا بن جا

وقت واگشتن تو پیش آہنگ باش
واپسی کے وقت تو پیشرو بن

آخرون[3] السابقون باش اے ظریف
اے خوش مزاج آخر میں آنیوالوں اور بڑھ جانیوالوں (میں سے) بنجا

بر شجر سابق بود میوہ لطیف
عمدہ میوہ درخت سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

گرچہ میوہ آخر آید در وجود
اگرچہ پھل وجود میں آخر میں آتا ہے

اول ست او زانکہ او مقصود بود
لیکن چونکہ وہ مقصود تھا لہذا وہ پہلے ہے

چوں[4] ملائک گوی لا علم لنا
تو فرشتوں کی طرح کہہ "ہمارے لئے علم نہیں ہے"

تا بگیرد دست تو علمتنا
تاکہ "تو نے ہمیں" تیری دستگیری کرے

گردریں مکتب ندانی تو ہجا
اگر تو اس مکتب میں ہجے نہیں جانتا ہے

ہمچو احمد پری از نور حجیٰ
تو عقل کے نور سے، حضرت احمدؐ کی طرح پرواز کریگا

گر نباشی نامدار اندر بلاد
اگر تو شہروں میں مشہور نہیں ہوگا

گم نہ والله اعلم بالرشاد
تو کھویا ہوا نہیں ہے اور خدا بھلائی کو خوب جانتا ہے

خالی ہوگا اس کو علمتنا یعنی علم خداوندی حاصل ہو جائے گا۔ گردریں مکتب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اُمی تھے دنیا کے کسی مکتب میں تعلیم نہ پائی تھی۔ حجیٰ۔ عقل۔

[1] ازگزافہ۔ اولیاء دنیوی معاملات میں اپنے آپ کو جان بوجھ کر پیچھے رکھتے ہیں۔ پاشکستہ۔ بے سروسامانی میں عبادت گزاری کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مشقتیں برداشت کرنے سے ہی اخروی راحتیں میسر آئیں گی۔ دل زدانشہا۔ (شعر) آزمودم عقل دور اندیش را بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را۔ دانشے۔ عالم آخرت کی عقل درکار ہے وہی عالم آخرت کی رہنمائی کر سکتی ہے۔ دریا۔ دریائے حقیقت۔

[2] لدن۔ یعنی قرب حق۔ علم لدنی۔ وہ علم جو براہ راست ذات باری سے حاصل ہوا ہو علم سے۔ یعنی وہ علم جو محض حق (تعالیٰ) کی طرف سے حاصل کیا گیا ہو کتاب، دستے سے اس کا تعلق نہ ہو۔ پس۔ دنیاوی مشاغل میں پسماندگی بہتر ہے واپسی میں سبقت حاصل ہو جائے گی۔

[3] آخرون۔ حدیث شریف ہے نحن الآخرون السابقون۔ ہم دنیا میں تمام امتوں سے بعد میں ہیں، قیامت میں سب سے آگے ہوں گے۔ برشجر۔ باوجود زمانی تاخر کے پھل کو درخت پر شرافت کا تقدم حاصل ہے۔

[4] چوں ملائک۔ فرشتوں نے امتحان کے وقت آخر میں کہا تھا لا علم لنا الا ما علمتنا ہمیں صرف وہ علم حاصل ہے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے لہذا اگر ان بھی دنیا کے مکر و فریب کے علم سے

اندراں ویراں کہ آں معروف نیست ۱؎ — از برائے حفظِ گنجینہ زریست
اس ویرانہ میں جو مشہور نہیں ہے — حفاظت کے لئے سونے کا خزانہ ہے

موضعِ معروف کے بنہند گنج — زیں قبل آمد فرج در زیرِ رنج
مشہور جگہ خزانہ کب رکھتے ہیں — اسی طرح یہ ہے کہ کشادگی رنج کے نیچے ہے

خاطر آرد ۲؎ بس شکال اینجا ولیک — بگسلد اشکال را استورِ نیک
دل اس جگہ بہت اشکالات پیش کرتا ہے لیکن — عمدہ گھوڑا [illegible] کو توڑ ڈالتا ہے

ہست عشقش آتشے اشکال سوز — ہر خیالے را بروبد نورِ روز
اس کا عشق اشکالات کو پھونکنے والی آگ ہے — دن کی روشنی ہر وہم کو صاف کر دیتی ہے

ہم ازاں سو جو جواب اے مرتضیٰ — کایں سوال آمد ازاں سو مر ترا
اے برگزیدہ! اسی جانب سے جواب تلاش کر — کیونکہ یہ سوال اُدھر ہی سے تیرے پاس آیا ہے

گوشۂ بے گوشۂ دل شہ رہے ست — تابِ لا شرقی ولا غرب از مہے ست
دل کی بے گوشہ خلوت گاہ ایک عظیم شاہراہ ہے — "نہ مشرقی ہے نہ مغربی" کی روشنی ایک عظیم چاند کی جانب سے ہے

تو ازیں سو و ازاں سو چوں گدا — اے کہ معنی چہ می جوئی صدا
تو اِدھر سے اور اُدھر سے فقیر کی طرح ہے — اے وہ کہ تو خود معنی ہے! گونج کو کیا ڈھونڈتا ہے!

ہم ازاں سو ۳؎ جو کہ وقتِ درد تو — می شوی در ذکر یاربّی دوتو
یہ بھی اُسی جانب تلاش کر جس طرف کہ تو درد کے وقت — یاربّی کے ذکر میں دوھرا ہوتا ہے

وقتِ مرگ و درد آں سو می خمی — چونکہ دردت رفت چونی اعجمی
موت اور تکلیف کے وقت تو اُس جانب جھکتا ہے — جب تیرا درد رفع ہو گیا تو کیوں گونگا ہے؟

وقتِ محنت می بری زاللہ بو — چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو
مصیبت کے وقت تو اللہ کا پتہ لگا لیتا ہے — جب مصیبت ختم ہو گئی تو کہتا ہے راستہ کدھر ہے؟

در زمانِ درد و غم یادش کنی — چوں شدی خوش باز بر غفلت تنی
درد اور رنج کے وقت تو اس کو یاد کرتا ہے — جب تو خوش ہوتا ہے پھر غفلت برتتا ہے

۳؎ ہم ازاں سو۔ درد کے وقت انسان یاربّی کہتا ہوا خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اشکال کا جواب بھی اسی جانب سے حاصل کرنا چاہیئے۔ وقتِ مرگ۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ جب انسان کو نقصان پہنچتا ہے تو وہ اللہ کو پکارتا ہے اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پھر جب وہ اس کو نعمت عطا کرتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے اس کو جو کہ وہ اس سے مانگتا تھا۔ اعجمی۔ یعنی اس طرح اب یاد نہیں کرتا ہے جس طرح کہ رنج کے وقت یاد کرتا تھا۔

۱؎ اندراں۔ خزانہ غیر مشہور ویرانہ میں دفن کیا جاتا ہے اسی طرح حضرت حق اپنی امانت ایسے شخص کے دل میں ودیعت کرتے ہیں جس کی زیادہ شہرت نہ ہو زیں قبل۔ جس طرح خزانہ غیر معروف ویرانہ میں ہوتا ہے اسی طرح خوشی غم میں مخفی ہوتی ہے اور سہولت تنگی کے ساتھ ہوتی ہے۔

۲؎ خاطر آرد۔ یہاں طبیعت میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء اور بہت سے اولیاء مشہور شخصیتیں ہیں تو پھر یہ کہنا کہ خزانہ غیر معروف ویرانہ میں ہوتا ہے کیسے صحیح ہوگا۔ بگسلد۔ اسی طرح عمدہ انسان اس اشکال کا جواب دے دیگا کہ اگر شہرت مقصود بن جائے تو مضر ہے اور اگر فقر و مسکنت کے باوجود منجانب اللہ ہو تو وہ قبولیت کے منافی نہیں ہے۔ ہست۔ اشکالات کا عقلی جواب سوچنے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ عشق کی آگ دل میں روشن کی جائے وہ ہر طرح کے اشکالات کو ختم کر دیتی ہے۔ ہم ازاں سو۔ جو اشکال دل میں پیدا ہو اس کا جواب بھی دل ہی میں تلاش کرنا چاہیئے گوشۂ دل کے گوشہ میں جو نور پیدا ہوتا ہے وہ حق کی عطا ہے۔ تو ازیں سو۔ انسان اپنے دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس پر اسرار کھلتے ہیں۔

این[1] ازاں آمد کہ حق را بے گماں — ہر کہ بشناسد بود دائم بر آں

یہ اس وجہ سے ہے کہ حق کو یقین کے ساتھ — جو شخص پہچان لیتا ہے ہمیشہ اُس پر قائم رہتا ہے

وانکہ در عقل و گماں ہستش حجیب — گاہ پوشیدہ است گہ بدریدہ جیب

اور وہ شخص جس کی عقل اور گمان پر پردہ ہے — کبھی (اللہ تعالیٰ اُسکے لئے) پوشیدہ ہے کبھی وہ گریبان چاک کرتا ہے

عقلِ جزوی گاہ چیرہ گہ نگوں — عقلِ کلی ایمن از ریبُ المنون

دنیوی عقل کبھی غالب ہے کبھی سرنگوں ہے — کامل عقل زمانہ کے حوادث سے محفوظ ہے

عقل بفروش و ہنر حیرت بخر — رَو بخواری نے بخارا اے پسر

عقل اور ہنر کو بیچ دے حیرت کو خرید لے — اے بیٹا! خواری کی طرف چل نہ کہ بخارا کی طرف

تا بخارائے دگر بینی دروں — ساکنانِ محفلش لایفقہون[2]

تاکہ تو (اپنے) اندر دوسرا بخارا دیکھے — اُس (بخارا) کی محفل کے لوگ "نہیں سمجھتے ہیں"

ما چو خود را در سخن آغشتہ ایم — کز حکایت ما حکایت گشتہ ایم

ہم نے اپنے آپ کو باتوں میں اسقدر آلودہ کیا ہے — کہ قصوں کی وجہ سے ہم افسانہ بن گئے ہیں

من عدم و افسانہ گردم در حنین — تا تقلب یابم اندر ساجدین

میں گریہ و زاری میں معدوم اور افسانہ بنا ہوں — تاکہ میں سجدہ کرنے والوں میں نشست و برخاست حاصل کروں

ایں حکایت نیست پیشِ مردِ کار — وصفِ حال ست و حضورِ یارِ غار

کام کے آدمی کے سامنے یہ کہانی نہیں ہے — حالت کا بیان ہے اور دوست کی دربارداری ہے

آں اساطیر اولیں کہ گفت عاق — حرفِ قرآں را بُد آثارِ نفاق

نافرمان نے جو اگلے لوگوں کے قصّے کہا — قرآن کے حروف کو (یہ) نفاق کے آثار تھے

لامکانے[3] کاندراں نورِ خدا ست — ماضی و مستقبل و حال از کجا ست

وہ لامکان جس میں خدا کا نور ہے — اُس میں ماضی اور مستقبل اور حال کہاں ہے؟

ماضی و مستقبلش نسبت بہ تو ست — ہر دو یک چیز اند و پنداری کہ دو ست

اُس کی ماضی اور مستقبل تیرے اعتبار سے ہے — وہ دونوں ایک چیز ہیں تو سمجھتا ہے کہ دو ہیں

---

[1] ایں ازاں یعنی یہ کیفیت اسلئے ہے کہ خدا پر پورا یقین نہیں ہے ورنہ اُس کا رجوع الی اللہ دائمی ہوتا وہ شخص جس کے دل اور عقل پر پردہ ہوتا ہے کبھی ذاتِ باری اُس کیلئے پوشیدہ ہوتی ہے اور وہ اُس کے راستے سے کبھی بے خبر ہو جاتا ہے اور کبھی اُس کی یاد میں گریبان چاک کرتا ہے۔ عقلِ جزوی۔ دنیاوی عقل۔ عقلِ کلی۔ وہ عقل جو منجانب اللہ عطا ہو جائے۔ ریبُ المنون۔ حوادثِ زمانہ۔ حیرت سالک کے لئے ایک ایسا مقام آتا ہے کہ انوار و تجلیات کی فراوانی سے وہ مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے اور اُسکو نہ ذکر کا خیال رہتا ہے نہ فکر کا۔ خواری یعنی فنا و نیستی موہوم۔ بخارا مولانا کے دور میں بخارا شہر تمدنی ترقیات کا گہوارہ تھا اور علماء ظاہر کا وہاں مجمع تھا۔ بخارائے دگر۔ مجاہدات کے بعد انسان کا قلب معارف و اسرار کا گنجینہ بن جاتا ہے۔

[2] لایفقہون۔ وہ نہیں سمجھتے ہیں۔ محفلش ضمیرِ ش کو شرحین نے بخارائے دگر جو کہ قریب ہے کی طرف لوٹایا ہے اور لایفقہون کا ترجمہ فرمایا ہے کہ انہیں ظاہری اور قالی تفقہ نہیں ہے لیکن قرآن میں یہ لفظ عموماً کور باطن لوگوں کیلئے بولا گیا ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے شعر کے بخارا کی طرف ضمیر لوٹائی جائے اور یہ مطلب لیا جائے کہ ان ظاہری علماء میں دین کی حقانیت نہیں ہی ہے۔ ایں حکایت۔ میں جو قصّے سنا رہا ہوں یہ گذشتہ لوگوں کے قصّے نہیں ہیں بلکہ تم ہر کی اور اپنے احوال کا بیان کر رہا ہوں اور اُن کا مقصد رجوع الی اللہ ہے اُنکو وہ علوم نہ سمجھنا جس سے میں روک رہا ہوں۔ آں منافقوں نے قرآن کو بھی محض پچھلے لوگوں کی کہانیاں قرار دیا اور ان قصوں کا جو مقصود تھا اُسکو نہ سمجھے اسی طرح میری کتاب کا حال ہے۔

[3] لامکانے۔ قرآن ایک صفتِ خداوندی ہے جو زمان و مکان سے بالاتر ہے۔ وہاں ماضی و مستقبل کا کوئی فرق نہیں ہے۔ ماضی و مستقبلش۔ قرآن کے اعتبار سے ماضی و مستقبل دو چیزیں نہیں ہیں تو اُن کو دو سمجھتا ہے اور تیرے اعتبار سے وہ دو چیزیں ہیں نسبت کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ ایک شخص ایک کی نسبت سے باپ ہے وہی شخص دوسرے کے اعتبار سے بیٹا ہے۔ چھت کسی کے اعتبار سے نیچے ہے کسی کے اعتبار سے اوپر ہے۔

یک تنے اُورا پدر ما را پسر — بام زیرِ زید و برعمرو آں زبر
ایک شخص اُس کے لئے باپ ہمارے لئے بیٹا ہے — بالاخانہ زید کے نیچے ہے اور وہ عمرو کے اوپر ہے

نسبتِ زیر و زبر شُد زاں دوکس — سقف سوئے خویش یک چیز ست وبس
دو شخصوں کے اعتبار سے اونچے نیچے کی نسبت بنی — چھت اپنے اعتبار سے صرف ایک چیز ہے

نیستؔ[1] مثلِ آں مثال ست ایں سخن — قاصر از معنیٔ نو حرفِ کہن
اسکا کوئی مثل نہیں ہے یہ بات ایک مثال ہے — نئے نکتے سے، پُرانے الفاظ کوتاہ ہیں

چوں لبِ جُو نیست مُشکالبؔ بند — بے لبُ ساحل بُدست ایں بحرِ قند
چونکہ دریا کا کنارا نہیں ہے اے مشک لب بند رکھ — یہ شکر کا دریا بے کنارا اور بے ساحل ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — سُوئے فرعونِ مُدمّغ تا چہ کرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ — متکبر فرعون کی جانب کہ اُس نے کیا کیا؟

فرستادنِ فرعون بمدائن درطلبُ ساحراں
فرعون کا جادو گروں کو بلانے کے لئے شہروں کی طرف لوگوں کو روانہ کرنا

چونکہ موسیٰؑ باز گشت واو بماند — اہلِ رای و مشورت راپیش خواند
جب موسیٰؑ واپس ہوگئے اور وہ رہ گیا — (تو) رائے اور مشورے والوں کو طلب کیا

مجتمع گشتند و بفشردندؔ[2] پائے — ہر کسے کردند عرضِ فکر ورائے
وہ جمع ہوگئے اور انھوں نے پاؤں جمائے — ہر شخص نے ایک خیال اور رائے پیش کی

عاقبت ہامانِ بے سامان دُوں — رائے پیش آورد و کردش رہنموں
بالآخر ہامانِ بے سامان اور ذلیل نے — رائے پیش کی اور اُس کی رہنمائی کی

کاےؔ[3] شہ شاہِ ظفر چوں غم فزود — ساحراں را جمع باید کرد زود
اے بادشاہ ظفر مندی کے شاہ! جو فکر بڑھ گیا ہے — جادوگروں کو جلد جمع کرنا چاہیے

در ممالک ساحراں داریم ما — ہر یکے در سحر فرد و پیشوا
ہمارے ممالک میں جادوگر ہیں — ہر ایک جادو میں یکتا اور پیشوا ہے

مصلحت آنست کز اطرافِ مصر — جمع آردشاں شہ وصرّافِ مصر
مناسب یہ ہے کہ مصر کے چاروں طرف سے — بادشاہ اور مصر کا منتظم اُن کو جمع کرے

اُو بسے مردم فرستاد آں زماں — ہر نواحی بہرِ جمعِ جادواں
اُس نے فوراً بہت سے آدمی روانہ کردیئے — ہر جانب جادوگروں کو جمع کرنے کے لئے

---

[1] نیست۔ خدا کی ذات و صفات کو مثالوں سے سمجھنا ممکن نہیں کیونکہ لَیسَ کَمِثلِہٖ شَیئٌ۔ بحر۔ یعنی اسرارِ خداوندی۔ مُشکالب۔ اے مشک۔ بحرِ قند۔ خدائی اسرار۔ بازگشت۔ یعنی فرعون کی مجلس سے۔

[2] بفشردند پای۔ یعنی اطمینان سے کھڑے ہوگئے۔ ہامان۔ فرعون کا مشہور وزیر تھا۔

[3] کاے شہ۔ قرآن پاک میں ہے قَالَ الْمَلَاُ حَوْلَہٗٓ اِنَّ ھٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ بِسِحْرِہٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ قَالُوْٓا اَرْجِہْ وَاَخَاہُ وَابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ یَاْتُوْکَ بِکُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ۔ یعنی فرعون نے اپنے درباریوں سے جو اس کے چاروں طرف بیٹھے تھے کہا اس میں شک نہیں کہ یہ کوئی بڑا ماہر جادوگر ہے، چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمھارے ملک سے نکال باہر کرے، تم لوگ کیا اصلاح دیتے ہو۔ درباریوں نے عرض کیا موسیٰؑ اور اُس کے بھائی کے معاملہ کو چند روز ملتوی رکھیں اور شہروں میں جادوگروں کو جمع کرنے کیلئے ہرکارے روانہ کردیں وہ لوگ آپ کے پاس ہر بڑے ماہر جادوگر کو لے آئیں۔

ہر طرف کہ ساحرے بُد نامدار
جس طرف بھی کوئی مشہور جادوگر تھا

کرد پرّاں سُوئے اُو دو پیک کار[1]
اس کی جانب دو کارآمد قاصد روانہ کر دیئے

دو جواں بودند ساحر مُشتہر
دو جوان مشہور جادوگر تھے

سحرِ ایشاں در دلِ مہ مُستمر
اُن کی جادوگری چاند میں (بھی) جاری تھی

شیر دوشیدہ ز شیرانِ شکار
شکاری شیروں سے انھوں نے دودھ دوہا تھا

در سفرہا رفتہ بر خُمّے سوار
وہ مٹکے پر سوار ہو کر سفروں میں گئے تھے

شکلِ کرپاسے نمودہ ماہتاب[2]
چاندنی کو کپڑے کی شکل میں دکھاتے

آں بپیمودہ فروشیدہ شتاب
اُس کو فوراً ناپ کر فروخت کر دیتے

سیم بُردہ مُشتری آگہ شدہ
مال لُٹا ہوا خریدار (حقیقت سے) آگاہ ہو کر

دست از حسرت بُرخہا بر زدہ
افسوس سے منہ پیٹتا

صد ہزاراں ہم چنیں در جادوی
اس طرح لاکھوں جادوگری میں

بودہ مُنشی[3] و نبودہ چوں رَوی
وہ موجد تھے اور قافیہ کی طرح نہ تھے

صد ہزاراں جادو یہا جنسِ ایں
اس طرح کی لاکھوں جادوگریاں تھیں

بودہ ایشاں را ہمہ دیدہ مُبیں
(اور) اُن کو سب نے کھلم کھلا دیکھا تھا

چوں بدیشاں آمد آں پیغامِ شاہ
جب ان کے پاس بادشاہ کا پیغام آیا

کز شما شاہ است اکنوں چارہ خواہ
کہ اب بادشاہ تم سے تدبیر کا خواہاں ہے

از پئے آں کہ دو درویش آمدند
اس لئے کہ دو فقیر آئے ہیں

بر شہ و بر قصرِ اُو موکب زدند
انھوں نے بادشاہ اور اُس کے قلعہ پر دھاوا بول دیا ہے

نیست با ایشاں بغیرِ یک عصا
اُن کے پاس سوائے ایک لاٹھی کے کچھ نہیں ہے

کہ ہمی گردد بامرش اژدہا
جو اُن کے حکم سے اژدہا بن جاتی ہے

شاہ و لشکر جملہ بیچارہ شدند
بادشاہ اور فوج سب عاجز آ گئے ہیں

زیں دو کس جملہ بافغاں آمدند
ان دونوں سے سب نالاں ہیں

چارہ جویاں بندہ را پیشِ شما
تدبیر کا طالب بن کر خادم کو تمہارے پاس

شاہ ازاں ارسال فرمودست تا
بادشاہ نے اس لئے بھیجا ہے تا کہ

چارہ سازید اندر دفعِ شاں
اُن کے دفع کرنے کی تدبیر کرو

گنجہا بخشد عوض شہ بیکراں
بادشاہ بدلے میں لاتعداد خزانہ بخش دے گا

---

[1] پیک۔ قاصد۔ دو دلیل ہے سحر کا اثر عموماً سفلیات پر پڑتا ہے علویات متاثر نہیں ہوتی ہیں لیکن انکا کمال تھا کہ علویات کو بھی جادو سے متاثر کر دیتے تھے۔ شیر۔ یعنی وہ دونوں اس قدر ماہر جادوگر تھے کہ جادو کے ذریعہ شیروں کا دودھ دوھکر دکھا دیتے تھے اور مٹکے پر سوار ہو کر سفر طے کرتے تھے۔

[2] ماہتاب۔ چاند کی چاندنی کا کپڑا بنا کر اسکو فروخت کر دیتے خریدار جب گھر پہونچتا تو کچھ نہ ہوتا اور وہ حسرت سے منہ پیٹتا۔ روی۔ قافیہ کا اصلی حرف یہاں قافیہ مراد ہے، قافیہ پہلے مصرع کے آخری حروف کے تابع ہوتا ہے لہذا تابع کے معنیٰ میں ہے، یعنی وہ دونوں جادوگری میں مجتہد تھے کسی کے مقلد نہ تھے۔

[3] منشی۔ آغاز کرنے والا۔ اپنے دماغ سے کوئی بات پیدا کرنے والا۔ دو درویش۔ یعنی حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ۔ قصر۔ قلعہ۔ موکب۔ جلوسِ شاہی، لشکر۔ افغاں۔ فغاں، فریاد۔ عوض۔ یعنی اگر تم نے اس کو ہرا دیا تو بادشاہ بہت انعام دے گا۔

چارہ می باید اندر ساحری — تا بود کہ زیں دو ساحر جاں بری
جادوگری میں کوئی تدبیر چاہیے — تاکہ ان دونوں جادوگروں سے جان بری ہو

آں دو ساحر را چو ایں پیغام داد — ترس[1] و مہری در دل ہر دو فتاد
جب اُن دونوں جادوگروں کو یہ پیغام دیا — خوف اور محبت دونوں کے دل میں آئی

عرقِ[2] جنسیت چو جنبیدن گرفت — سر بزانو بر نہادند از شگفت
ہم پیشہ ہونے کی رگ جب پھڑکنی شروع ہوئی — تعجب سے دونوں سوچ میں پڑ گئے

چوں دبیرستانِ صوفی زانو ست — حلّ مشکل را دو زانو جادو ست
چونکہ صوفی کا مکتب زانو ہے — مشکل کو حل کرنے کیلئے زانو جادو ہے

استفسار کردنِ ہر دو ساحر از مادر گورِ پدر را و پرسیدن از روانِ او حقیقتِ موسیٰؑ را

دونوں جادوگروں کا ماں سے باپ کی قبر کو دریافت کرنا اور اس کی روح سے حضرت موسیٰؑ کی اصلیت دریافت کرنا

بعد ازاں گفتند اے مادر بیا — گور بابا کو تو ما را رہنما
اس کے بعد انھوں نے کہا ماں! آجا — باوا کی قبر کہاں ہے؟ تو ہماری رہنمائی کر دے

بُردشاں بر گورِ او بنمودہ راہ — پس سہ روزہ داشتند از بہر شاہ
وہ انکو اس کی قبر پر لے گئی، راستہ دکھایا — پھر انھوں نے بادشاہ کی خاطر تین روزے رکھے

بعد ازاں گفتند اے بابا بما — شاہ پیغامے فرستاد از وجا[3]
اس کے بعد انھوں نے کہا اے باوا! ہمیں — بادشاہ نے خوف سے ایک پیغام بھیجا ہے

کہ دو مرد او را بہ تنگ آوردہ اند — آبروِ ش پیشِ لشکر بردہ اند
کہ دو شخصوں نے اس کو تنگ کر دیا ہے — لشکر کے روبرو اس کی آبروریزی کر دی ہے

نیست با ایشاں سلاح و لشکرے — جز عصا و در عصا شور و شرے
ان کے ساتھ ہتھیار اور لشکر نہیں ہے — لاٹھی کے علاوہ، اور لاٹھی میں شور و شر ہے

تو جہانِ راستاں در رفتہ — گرچہ در صورت بجائے خفتہ
تو سچوں کے عالم میں چلا گیا ہے — اگرچہ بظاہر مٹی میں سویا ہوا ہے

آں اگر سحرست ما را دہ خبر — ور خدائی باشد اے جانِ پدر
اگر وہ جادو ہے تو ہمیں بتا دے — اور اگر خدائی بات ہے اے ابا جان!

ق

---

[1] ترس۔ خوف۔ ان دونوں پر خوف اس بنا پر طاری ہوا کہ جب اُن دو فقیروں نے بادشاہ اور پورے لشکر کو خوفزدہ کر دیا ہے تو کس قدر طاقت ہوگی۔ مہر۔ محبت اس لئے پیدا ہوئی کہ باوجود اس طاقت کے جب وہ ظاہری شان و شوکت سے خالی ہیں تو خدا کے نیک بندے ہونگے۔

[2] عرق۔ رگ۔ جنسیت۔ ہم جنس ہونا، ہم پیشہ ہونا۔ یہ دونوں بھی جادوگر تھے اور حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ نے بھی اُن کی جادوگری کیطرح کا معجزہ پیش کیا تھا۔ سر بزانو نہادن۔ غور و فکر کرنا۔ دبیرستان۔ مکتب، مدرسہ۔ رواں۔ روح۔ بہرِ شاہ۔ بادشاہ کے معاملہ میں اُن کو روزے رکھنے پڑے تاکہ باپ کی روح سے حضرت موسیٰؑ کی حقیقت معلوم کر سکیں۔

[3] وجا۔ خوف۔ دو مرد یعنی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام۔ شور و شرے۔ کیونکہ اُس لاٹھی نے اژدہا بنکر سب کو ڈرا دیا تھا۔ جہانِ راستاں۔ عالمِ آخرت۔ خاک یعنی قبر۔ ور خدائی۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کا اژدہا بننا منجانب اللہ کوئی معجزہ ہے تو بھی بتا دے تاکہ ہم اُس کی تعظیم کریں۔

ہم خبر دہ تاکہ ما سجدہ کنیم — خویش را بر کیمیائے[1] برزنیم
یہ بھی بتا دے تاکہ ہم سجدہ کریں — اپنے آپ کو کیمیا سے وابستہ کردیں

نا امیدانیم امیدے رسد — در شبِ دیجور خورشیدے رسد
ہم مایوس ہیں، امید پیدا ہوجائے — اندھیری رات میں سورج نکل آئے

از ضلال آئیم در راہِ رشد — راندگانیم و کرم مارا کشد
ہم گمراہی سے، راہِ ہدایت پر آجائیں — ہم مردود ہیں، اور کرم ہمیں کھینچ لے

جواب گفتنِ ساحرِ مُردہ با فرزندانِ خود

مُردہ جادوگر کا اپنے لڑکوں کو جواب دینا

گفت شاں[2] در خواب کاے اولادِ من — نیست ممکن ظاہر ایں را دم زدن
اس نے ان سے خواب میں کہا، اے میرے بچو! — اس میں کھل کر بات کرنا ممکن نہیں ہے

بانگ زد اے جان و فرزندانِ من — نیست پیدا گفتن ایں را مرتہن
اس نے پکارا اے میری جان اور بچو! — اس کو صاف صاف بتانا قابو میں نہیں ہے

فاش و مطلق گفتنم دستور نیست — لیک راز از پیشِ چشمم دور نیست
کھلم کھلا اور صاف کہنے کی مجھے اجازت نہیں ہے — لیکن راز میری آنکھوں سے دور نہیں ہے

لیک بنمائیم شمارا آیتے — تا شوید آگہ ز سرِّ کنیتے
لیکن میں تمہیں ایک علامت بتاتا ہوں — تاکہ تم پوشیدہ بات کے راز سے باخبر ہوجاؤ

یک نشانے وانمائیم با شما — تا شود پیدا شمارا ایں خفا
میں تم پر ایک علامت ظاہر کردیتا ہوں — تاکہ یہ پوشیدگی تم پر کھل جائے

نورِ چشمانم چو آں جا گہ روید — از مقامِ خفتنش آگہ شوید
میرے نورِ چشمو! جب تم وہاں جاؤ — اس کے سونے کی جگہ معلوم کرلو

آں زماں[3] کہ خفتہ باشد آں حکیم — آں عصا گیرید و بگذارید بیم
جب وہ دانا سویا ہوا ہو (تو) — وہ لاٹھی لے لو اور خوف کو چھوڑ دو

گر بدزدیدش عصا او ساحر ست — چارۂ ساحر شمارا حاضر ست
اگر تم نے اس کی لاٹھی چرالی تو وہ جادوگر ہے — جادوگر کا علاج تمہارے پاس موجود ہے

ور نہ بتوانید ہاں آں ایزدیست — او رسولِ ذوالجلال و مہتدیست
اگر تم نہ اٹھا سکو تو خبردار! وہ خدائی ہے — وہ اللہ کا رسول اور ہدایت یافتہ ہے

[1] کیمیا۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کا اتباع۔ نا امیدیم۔ یعنی اس وقت ہم جو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے اپنے سیاہ کارناموں کی وجہ سے مایوس ہیں۔ ہمارے لئے آفتابِ ہدایت طلوع ہوجائے۔

[2] گفت شاں۔ ان کے مردہ باپ کی روح نے خواب کی حالت میں کہا اس بارے میں صاف صاف بتانا ممکن نہیں ہے یہ پوشیدہ بات مجھے معلوم ہے لیکن بتانے کی اجازت نہیں ہے ایک علامت بتائے دیتا ہوں جس سے تم سمجھ جاؤ گے کہ یہ جادو ہے یا معجزہ۔ کنیت۔ پوشیدہ بات۔

[3] آں زماں۔ سحر اور معجزہ میں یہ فرق ہے کہ سحر کا تعلق محض ساحر کی توجہ اور تصرف سے ہے اور معجزہ کا تعلق نبی کی توجہ اور ہمت سے نہیں ہے بلکہ وہ خدائی ارادہ کے ماتحت ظہور پذیر ہوتا ہے لہٰذا جادوگر کی غفلت کے وقت سحر کا کوئی اثر نہیں رہتا اور نبی کی نیند اور غفلت سے معجزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے وہ معجزہ قائم رہتا ہے۔ ساحر ست۔ کیونکہ اس کی نیند نے سحر کے اثر کو باطل کردیا اور چور کو چرانے پر قدرت ہوگئی۔

گر جہاں فرعون گیرد شرق و غرب[۱] — سرنگوں آید خدا را آگاہ حرب

اگر فرعون مشرق اور مغرب (کا سارا) جہان حاصل کر لے — لڑائی کے وقت اللہ کے سامنے اوندھا ہو جائے گا

ایں نشان است ای ادم جان باب — بر نویس اللہ اعلم بالصواب

باپ کی جان! میں نے یہ سچی نشانی دیدی — لکھ لے، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

جان بابا چوں بخسپد ساحرے — سحر و مکرش را نباشد رہبرے

جانِ پدر! جب کوئی جادوگر سو جاتا ہے — اس کے جادو اور مکر کا کوئی رہبر نہیں ہوتا

چونکہ چوپاں خفت گرگ ایمن شود — چونکہ خفت او جہد او ساکن شود

جب گڈریا سو گیا، بھیڑیا مطمئن ہو جاتا ہے — جب وہ سو گیا اس کی کوشش ٹھہر گئی

لیک حیوانے کہ چوپانش خداست — گرگ را آنجا امید و رہ کجاست

لیکن وہ جانور جس کا خدا نگہبان ہے — بھیڑیئے کو وہاں امید اور راستہ کہاں ہے؟

جادوی کہ حق کند حق ست و راست — جادوئی خواندن مر آں حق را خطاست

جو جادو خدا کرے وہ حق اور درست ہے — اس صحیح بات کو جادو کہنا ہی غلطی ہے

جان بابا ایں نشان قاطع ست — گر بمیرد[۲] نیز حقش رافع ست

جانِ پدر! یہ قطعی علامت ہے — اگر وہ مر بھی جائے تو خدا اس کو بلند کرنے والا ہے

تشبیہ کردن قرآن مجید را بعصائے موسیٰ و وفات مصطفیٰ علیہ السلام را تشبیہ نمودن بخواب موسیٰ و قاصدان تغییر قرآن را باآں دو ساحر بچہ کہ قصد بردن عصائے موسیٰ کردہ بودند چوں موسیٰ را خفتہ یافتند

قرآن مجید کو عصائے موسیٰ سے تشبیہ دینا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو حضرت موسیٰ کے سونے سے تشبیہ دینا اور قرآن میں تغییر کرنے والوں کو ان دو جادوگر بچوں کے ساتھ تشبیہ دینا جنھوں نے حضرت موسیٰ کی لاٹھی کو چرانے کا ارادہ کیا جبکہ حضرت موسیٰ کو سویا ہوا پایا

مصطفیٰ را وعدہ کرد الطاف حق — گر بمیری تو نمیرد[۳] ایں سبق

اللہ کی مہربانیوں نے مصطفیٰ سے وعدہ کیا ہے — اگر تمہاری وفات ہو گئی تب بھی یہ سبق فنا نہ ہوگا

من کتاب و معجزت را حافظم — بیش و کم کن را ز قرآں رافضم

میں تیری کتاب اور معجزے کا نگہبان ہوں — میں قرآن میں زیادتی اور کمی کرنے والے کا مخالف ہوں

۱۔ گر جہاں۔ اگر معجزہ ہے تو فرعون مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکے گا بلکہ ذلیل ہو گا چونکہ گڈریا بیداری میں حفاظت کر سکتا ہے جب سو جاتا ہے تو اس کی حفاظت ختم ہو جاتی ہے۔ خدا است۔ معجزہ کا تعلق خدا سے ہے وہاں غفلت کا کوئی تصور نہیں ہے لہٰذا اس کی حفاظت مکمل ہے۔

۲۔ گر بمیرد۔ موت سے نیند مراد لی جائے ورنہ عموماً... انبیاء کے معجزات کا تعلق بھی ان کی حیات سے ہے۔ تشبیہ۔ قرآن کو عصائے موسیٰ اور حضور کی وفات کو حضرت موسیٰ کے سونے اور قرآن میں تغییر و تبدل کرنے والوں کو ان دو جادوگر بچوں کے مشابہ سمجھو۔

۳۔ نمیرد۔ اللہ نے قرآن میں قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ ہم نے ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

من ترا در ہر دو عالم رافعم[1]
میں تجھے دونوں جہان میں بلند کرنے والا ہوں

طاغیاں را از حدیثت دافعم
سرکشوں کو تیری حدیث سے دفع کرنے والا ہوں

کس نیارد بیش و کم کردن درو
اُس میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں کر سکتا

تو بہ از من حافظے دیگر مجو
تو مجھ سے بہتر محافظ کی جستجو نہ کر

رونقت را روز روز افزوں کنم
میں تیری رونق دن بدن بڑھاؤں گا

نامِ تو بر زر و بر نقرہ زنم
تیرا نام سونے اور چاندی پر کندہ کروں گا

منبر و محراب سازم بہرِ تو
میں تیرے لئے منبر اور محراب بناؤں گا

در محبت قہرِ من شُد قہرِ تو
محبت کی وجہ سے میرا غصہ تیرا غصہ بن گیا ہے

نامِ تو[2] از ترس پنہاں می کنند
وہ ڈر کی وجہ سے تیرا نام چھپ کر لیتے ہیں

چوں نماز آرند پنہاں می شوند
جب نماز پڑھتے ہیں چھپ جاتے ہیں

خُفیہ می گویند نامت را کنوں
وہ اب چھپ کر تیرا نام لیتے ہیں

خُفیہ ہم بانگِ نماز اے ذوفنوں
اے ہنرمند! اذان بھی چھپ کر دیتے ہیں

از ہراس و ترسِ کفارِ لعیں
ملعون کافروں کے ڈر اور خوف سے

دینت پنہاں می شود زیرِ زمیں
تیرا دین زمین میں چھپا جاتا ہے

من منارہ پر کنم آفاق را
میں دنیا کو دین سے روشن کروں گا

کور گردانم دو چشمِ عاق را
میں نافرمان کی دونوں آنکھوں کو اندھا کردوں گا

چاکرانت شہرہا گیرند و جاہ
تیرے خادم شہر اور مرتبہ حاصل کریں گے

دینِ تو گیرد زماہی تا بماہ
تیرا مذہب مچھلی سے چاند تک پھیل جائیگا

تا قیامت[3] باقیش داریم ما
ہم اُس کو قیامت تک باقی رکھیں گے

تو مترس از نسخِ دیں اے مصطفیٰ!
اے مصطفیٰ! تم دین کے مٹنے سے نہ ڈرو

اے رسولِ ما تو جادو نیستی
اے ہمارے رسول! تم جادو نہیں ہو

صادقی ہم خرقۂ موسیٰستی
تم سچے ہو، موسیٰ کے پیر بھائی ہو

ہست قرآں مر ترا ہمچوں عصا
قرآن تمہارے لئے (حضرت موسیٰ کی) لاٹھی کی طرح ہے

کفرہا را در کشد چوں اژدہا
(جو) اژدہے کی طرح کفروں کو نگل جائے گا

تو اگر در زیرِ خاکے خفتۂ
تم اگرچہ مٹی میں خوابیدہ ہو

چوں عصایش داں تو آنچہ گفتۂ
جو کچھ تم نے کہا ہے اسکو اُن (موسیٰ کی) لاٹھی کی طرح سمجھ

---

[1] رافعم۔ قرآن پاک میں ہے: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔ کس نیارد۔ قرآن پاک میں ہے: لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ۔ اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔ قہر من۔ رسولؐ کی ناراضی خدا کی ناراضی ہے۔

[2] نامِ تو۔ مکہ کی ابتدائی زندگی میں صحابہ حضورؐ سے اپنے تعلق کو چھپاتے تھے اور نمازیں بھی چھپکر پڑھتے تھے۔ من منارہ۔ دین سے تمام عالم کو منور کردوں گا اور مخالفوں کی آنکھیں چکا چوند ہو جائیں گی۔ چاکرانت۔ صحابہ کرام نے قیصر و کسریٰ کی حکومتوں پر قبضہ کیا۔ ماہی۔ ایک عامیانہ تصور ہے کہ زمین مچھلی کی پشت پر قائم ہے یعنی زمین سے آسمان تک تیرا مذہب پھیل جائے گا۔

[3] تاقیامت۔ قیامت تک کوئی نئی شریعت نہ آئے گی۔ ہم خرقہ۔ وہ دو بزرگ جو ایک شیخ کے خلیفہ ہوں یعنی حضرت موسیٰ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی شریعت کے علَم بردار اور پیغامبر ہیں۔ ہست قرآں۔ جس طرح حضرت موسیٰ کی لاٹھی نے جادوگروں کے اژدہوں کو نگل لیا تھا قرآن کفر کو نگل جائے گا۔ گفتۂ یعنی قرآن پاک۔

گرچہ باشی خفتہ تو در زیرِ خاک — چوں عصا آگہ بود آں گفتِ پاک

اگر چہ تم مٹی کے نیچے سوئے ہوئے ہو — (موسیٰ کے) عصا کی طرح وہ پاک کلام باخبر رہے گا

قاصداں را در عصایت دست نے — تو بخسپ اے شہ مبارک خفتنے

ارادہ کرنیوالوں کو تمہاری لاٹھی پر قابو نہیں ہے — اے شاہ! تم سوجاؤ تمہارا سوجانا مبارک ہے

تو بخفتہ نورِ تو برآسماں — بہرِ پیکارِ تو زہ کردہ کماں

تم سوئے ہوئے ہو تمہارا نور آسمان پر ہے — تمہارے (دشمنوں سے) لڑنے کیلئے کمان پر چلہ چڑھائے ہوئے

فلسفی وانچہ پوزش می کند — قوسِ نورت تیر دوزش می کند

فلسفی اور اس کا منہ جو بھی کرتا ہے — تیرے نور کی کمان اس کو چھید ڈالتی ہے

آنچناں کرد و ازاں افزوں کہ گفت — او بخفت و بخت و اقبالش نخفت

(اللہ تعالیٰ نے) وہ کیا جو کہا اور اس سے بھی زیادہ — وہ (مصطفیٰ) سو گئے اور ان کا نصیبہ اور اقبال نہ سویا

جانِ بابا چونکہ ساحر خواب شد — کارِ او بے رونق و بے آب شد

جانِ پدر! جب جادوگر سو گیا — تو اس کا کام بے رونق اور بے اثر ہوا

ہر دو از گورش رواں گشتند تفت — تا بمصر از بہرِ آں پیکارِ زفت

دونوں (جادوگر) اس (باپ) کی قبر سے فوراً روانہ — سخت جنگ کے لئے مصر کی جانب

چوں بمصر از بہرِ آں کار آمدند — طالبِ موسیٰ و جائے او شدند

جب اس کام کے لئے مصر میں پہنچے — (حضرت) موسیٰ اور ان کی قیام گاہ کے طلبگار بنے

اتفاق افتاد کاں روزِ ورود — موسیٰ اندر زیرِ نخلے خفتہ بود

یہ اتفاق ہوا کہ پہنچنے کے دن — (حضرت) موسیٰ کھجور کے درخت کے نیچے سوئے ہوئے

پس نشاں دادندشاں مردم بدو — کہ برو زاں سوئے نخلستاں بجو

لوگوں نے ان کو ان کا پتہ بتایا — کہ جا اس نخلستان کی جانب تلاش کر

چوں بیامد دید در خرما بناں — خفتہ کو بود بیدارِ جہاں

جب وہ پہنچا تو کھجوروں میں دیکھا — اس کو سویا ہوا جو دنیا بھر کا بیدار تھا

بہرِ نازش بستہ او دو چشمِ سر — عرش و فرشش جملہ در زیرِ نظر

ناز میں وہ سر کی دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے — عرش اور فرش سب اس کی نگاہ میں

اے بسا بیدار چشم و خفتہ دل — خود چہ بیند چشمِ اہلِ آب و گل

بہت سے بیدار آنکھ والے اور سوئے ہوئے دل والے ہیں — آب و گل والوں کی آنکھ کیا دیکھ سکتی ہے

۱ چوں عصا حضرت موسیٰ کی نیند کے باوجود جادوگر ان کی لاٹھی نہ چرا سکے اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی مخالفین قرآن میں گڑبڑ نہ کرسکیں گے۔

۲ فلسفی۔ ملحد بے دین فلاسفہ قرآن کے منزل من اللہ ہونے کے بارے میں جو اعتراضات کرتے ہیں نورِ محمدی ان کو پارہ پارہ کردیتا ہے۔ آنچناں۔ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے کئے ان کو صرف پورا ہی نہیں کیا بلکہ اس سے بھی زیادہ کیا۔ خواب شد۔ جادوگر کی غفلت کے وقت اس کے جادو کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

۳ ہر دو۔ یعنی دونوں جادوگر۔ گورش۔ یعنی اپنے باپ کی قبر سے۔ ورود۔ آمد۔ خرما بناں۔ کھجور کے درخت۔ خود چہ بیند۔ دل کی آنکھیں وہ دیکھ سکتی ہیں جو جسم کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتی ہیں۔

وانکہ دل بیدار دارد چشمِ سر — گر بخسپد بر کشاید صد بصر

جو شخص بیدار دل رکھتا ہے، سر کی آنکھ — اگر سو جائے، سو بینائیاں کھل جاتی ہیں

گر تو اہلِ دل نہٖ بیدار باش — طالبِ دل باش و در پیکار باش[1]

اگر تو صاحب دل نہیں ہے، جاگتا رہ — دل کا طالب بن، اور (نفس سے) لڑتا رہ

ور دلت بیدار شُد می خسپ خوش — نیست غائب ناظرت از ہفت و شش

اگر تیرا دل بیدار ہو گیا ہے آرام سے سوجا — سات (آسمانوں) اور چھ (جہتوں) سے تیرا نگراں غائب نہیں ہے

گفت پیغمبرؐ کہ خسپد چشمِ من — لیک کے خسپد دلم اندر وسن

پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ سوتی ہے — لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے؟

شاہ بیدار ست و حارسِ خفتہ گیر — جاں فدائے خفتگانِ دل بصیر[2]

شاہ بیدار ہے، محافظ سو بھی گیا ہو — بیدار دل، سوتے ہوؤں پر جان قربان ہے

وصفِ بیداریِ دل اے معنوی — می نگنجد در ہزاراں مثنوی

اے معنیٰ کو سمجھنے والے! دل کی بیداری کا وصف — ہزاروں مثنویوں میں بھی نہیں سما سکتا

چوں بدیدندش[3] کہ خفتست او دراز — بہرِ دزدیِ عصا کردند ساز

جب انھوں نے ان کو پیر پھیلائے سوتے دیکھا — انھوں نے لاٹھی چرانے کی تیاری کی

ساحراں قصدِ عصا کردند زود — کز پسش باید شدن وانگہ ربود

جادوگروں نے فوراً لاٹھی کا قصد کیا — کہ پیچھے سے جانا چاہیئے اور اُس کو اُڑا لینا چاہیئے

اندکے چوں پیشتر کردند ساز — اندر آمد آں عصا در اہتزاز

جب آگے (بڑھنے کا) تھوڑا سا قصد کیا — وہ لاٹھی حرکت میں آ گئی

آنچناں بر خود بلرزید آں عصا — کاں دو بر جا خشک گشتند از وجا

لاٹھی نے خود بخود اِس طرح جھرجھری لی — کہ وہ دونوں خوف سے (اپنی) جگہ پر خشک ہو گئے

بعد ازاں شد اژدہا و حملہ کرد — ہر دو آں بگریختند و روی زرد

اُس کے بعد وہ اژدہا بن گئی اور اُس نے حملہ کر دیا — دونوں بھاگے اور اُن کا چہرہ زرد تھا

رُو در افتادن گرفتند از نہیب — غلط غلطاں منہزم در ہر نشیب

خوف سے اُنھوں نے مُنہ کے بل گرنا شروع کر دیا — لوٹتے پوٹتے ہر گڑھے میں پسپا ہوتے ہوئے

پس یقیں شاں شد کہ ہست از آسماں — زانکہ می دیدند حدِّ ساحراں

تو اُن کو یقین ہو گیا کہ وہ (طاقت) آسمانی ہے — اسلئے کہ اُنھوں نے جادوگروں کی انتہا کو دیکھا تھا

---

[1] در پیکار، یعنی دل کی آنکھیں حاصل کرنے کے لئے جدّ و جہد کر۔ ہفت و شش یعنی ساتوں آسمان اور چھ جانبیں شاہ بیدار، اگر شاہ بیدار ہے تو چوکیدار کے سو جانے سے کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا۔ دل بمنزلہ شاہ کے ہے۔

[2] خفتگان، یعنی جنکی آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے آنحضورؐ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے۔ معنوی۔ وہ شخص جو معنیٰ اور حقیقت کا طالب ہو۔

[3] بدیدندش۔ اُن دونوں جادوگروں نے حضرت موسیٰؑ کو دیکھا۔ اہتزاز۔ متحرک ہو جانا۔ وجا۔ خوف۔ تشنّد یعنی وہ لاٹھی۔ نہیب۔ خوف۔ منہزم۔ پسپا۔

پس ازیں رُو علمِ سحر آموختن
لہٰذا اس حیثیت سے جادو کا علم سیکھنا

نیست ممنوع و حرام و مُمتہن
ممنوع اور حرام اور ذلیل نہیں ہے

بہرِ تمیزِ حق از باطل نکوست
حق کو باطل سے جُدا کرنے کے لئے اچھا ہے

سحر کردن شُد حرام اے مردِ دوست
اے دوست! جادو کرنا حرام ہے

بعد ازاں اطلاق و تپ شاں شُد پدید
اُس کے بعد اُن کو دست آئے اور بخار آ گیا

کارِ شاں تا نزع و جاں کندن رسید
اُن کا معاملہ نزع اور جاں کنی تک پہنچ گیا

پس فرستادند مردے در زماں
تو اُنھوں نے فوراً ایک آدمی بھیجا

سُوئے موسیٰؑ از برائے عذرِ آں
(حضرت) موسیٰؑ کے پاس اِس کی معذرت کیلئے

کامتحاں کردیم ما را کے رسد
کہ ہم نے آزمایا، ہمیں کب حق تھا

امتحانِ تو اگر نبود حسد
آپ کے آزمانے کا، اگر حسد نہ ہوتا

مُجرمِ شاہیم و ما را عُذر خواہ
ہم شاہی مجرم ہیں، ہماری عذر خواہی کر دیجئے

اے تو خاصُ الخاص درگاہِ اِلٰہ
آپ خدا کی بارگاہ کے خاصُ الخاص ہیں

در گذر از ما کہ ما کردیم بد
ہم نے بُرا کیا، ہمیں معاف کر دیجئے

اے ترا الطاف و فضلِ بے عدد
اے وہ کہ آپ کی مہربانیاں اور بزرگی بے شمار ہے

عفو کرد و در زماں نیکو شُدند
اُنھوں نے معاف کر دیا اور وہ فوراً اچھے ہو گئے

پیشِ موسیٰؑ بر زمیں سر می زدند
(حضرت) موسیٰؑ کے سامنے سر پٹختے تھے

گفت موسیٰؑ عفو کردم اے کرام
(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا اے شریفو! میں نے معاف کیا

گشت بر دوزخ تن و جانِ تاں حرام
تمہارا جسم اور روح دوزخ پر حرام ہو گئی ہے

من شُما را خود ندیدم اے دو یار
اے دو دوستو! دو گیا، میں نے تمھیں دیکھا ہی نہیں

اعجمی سازید خود را ز اعتذار
عذر خواہی سے اپنے آپ کو گونگا بنا لو

ہمچناں بیگانہ شکل و آشنا
اسی طرح (بظاہر) اجنبی صورت اور (بباطن) دوست

در نبرد آئید پیشِ بادشاہ
بادشاہ کے سامنے مقابلے پر آ جاؤ

آنچہ باشد مر شُما را از فنوں
تمہارے پاس جو بھی کرتب ہوں

جمع آرید از درون و از بروں
اندر اور باہر سے اکٹھے کر لو

لہ پس۔ اگر کوئی شخص جادو اس غرض سے سیکھے کہ وہ سحر اور معجزہ میں فرق کر سکے اور باطل کو حق سے ممتاز کرے تو یہ جائز ہے لیکن جادو کرنا مطلقاً بہر صورت ناجائز اور حرام ہے۔ اطلاق۔ دستوں کا جاری ہو جانا۔ کامتحاں۔ ہم نے آزمانا چاہا تھا اور وہ بھی حسد کی بنا پر تھا۔

لہ مجرمِ شاہیم۔ چونکہ ہم نے اللہ کے رسول کا جُرم کیا ہے لہٰذا ہم نے اللہ کا ہی جُرم کیا ہے۔ نیکو شُدند یعنی اُن کا بخار اور دستوں کی بیماری زائل ہو گئی۔ گشت۔ یعنی چونکہ تم ایمان لے آئے ہو۔

لہ من شما۔ حضرت موسیٰؑ نے اُن دونوں جادوگروں سے فرمایا کہ فرعون سے اپنی اور میری ملاقات اور اپنی عذر خواہی وغیرہ کا ذکر نہ کرنا اور بالکل اجنبی بن کر فرعون کے سامنے میرے مقابلہ پر آنا اور ہر طرح کے کرتب کرنا۔ بیگانہ شکل۔ یعنی بظاہر اجنبی بنے رہنا اور آشنائی کو پردے میں رکھنا۔

جمع آمدن ساحران از مدائن پیش فرعون و تشریفہا از وے یافتن و دست بر سینہ زدن در قہر خصمِ او کہ این کار را دفع بر ما نویس

شہروں سے فرعون کے سامنے جادوگروں کا جمع ہو جانا اور اُس کی جانب سے خلعتیں پانا اور اُس کے مخالف کو مغلوب کرنے کے لئے سینہ پر ہاتھ مارنا کہ اس کام کی مدافعت ہمارے ذمہ لکھ لے

پس زمیں را بوسہ دادند و شدند
پھر انھوں نے زمین کو بوسہ دیا اور روانہ ہو گئے

اِنتظارِ وقتِ فرصت می بدند
فرصت کے وقت کے منتظر تھے

تا بفرعون آمدند آں ساحراں
وہ جادوگر فرعون کے پاس آئے

دادشاں تشریفہائے بیکراں
اُن کو اُس نے لاتعداد خلعتیں دیں

وعدہاشاں کرد و پیشیں ہم بداد
ان سے وعدے کئے اور پیشگی بھی دے دیے

بندگان و اسپان و نقد و جنس و زاد
غلام اور گھوڑے اور نقد اور جنس اور توشہ

بعد ازاں میگفت ہیں اے سابقاں
اس کے بعد اُس نے کہا آگاہ! اے ماہرو!

گر فزوں آئید اندر امتحاں
اگر تم امتحان میں بازی لے گئے

بر فشانم بر شما چندیں عطا
تم پر اس قدر عطا نثار کروں گا

کہ بدرد پردۂ جود و سخا
کہ بخشش اور عطا کا پردہ چاک ہو جائیگا

پس بگفتندش باقبالِ تو شاہ
تو انھوں نے کہا کہ اے شاہ! آپ کے اقبال سے

غالب آئیم و شود کارش تباہ
ہم جیتیں گے اور اُس (موسیٰؑ) کا کام تباہ ہو گا

ما دریں فن صفدریم و پہلواں
ہم اس فن میں صف شکن اور پہلوان ہیں

کس ندارد پائے ما اندر جہاں
ہمارا ہم مرتبہ دنیا میں کوئی نہیں ہے

ذکرِ موسیٰؑ بندِ خاطرہا شدست
موسیٰؑ کا ذکر دلچسپی (کا موجب) بن گیا ہے

کایں حکایتہاست کہ پیشیں بُدست
کیونکہ اس قسم کے قصے پہلے بھی ہوئے ہیں

ذکرِ موسیٰؑ بہرِ رُوپوشست لیک
موسیٰؑ کا تذکرہ منہ چھپانے کے لئے ہے، لیکن

نورِ موسیٰؑ نقدِ تُست اے مردِ نیک
اے بھلے آدمی! موسیٰؑ کا نور تیرا مقصود ہے

موسیٰؑ و فرعون در ہستیِ تُست
موسیٰؑ اور فرعون تیرے وجود میں ہیں

باید ایں دو خصم را در خویش جُست
ان دو مقابل شخصیتوں کو اپنے اندر تلاش کرنا چاہئے

تا قیامت ہست از موسیٰؑ نتاج
موسیٰؑ کا سلسلہ قیامت تک کے لئے ہے

نورِ دیگر نیست دیگر شد سراج
روشنی دوسری نہیں ہے چراغ دوسرا ہے

لے تشریفہا۔ خلعتیں۔ در قہر خصم او۔ یعنی حضرت موسیٰؑ پر غالب آنے کے بارے ہیں۔ شدند۔ یعنی وہ حضرت موسیٰؑ کے پاس سے روانہ ہو گئے۔ انتظار۔ یعنی وہ منتظر تھے کہ کوئی وقت آئے تو ہم حضرت موسیٰؑ پر ایمان کا اظہار کر دیں۔ سابقاں۔ بازی لے جانے والے۔

۵ فزوں آئید۔ یعنی اگر تم حضرت موسیٰؑ پر غالب آجاؤ گے۔ کہ بدرد۔ یعنی اس قدر دوں گا جو حد سے بڑھا ہوا ہو گا۔ کارش۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کا کام۔ صفدریم۔ یعنی ہم صف شکن ہیں۔ پائے ما۔ ہمارا مرتبہ۔ ذکر موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے قصے سے دلچسپی پیدا ہو رہی ہے لیکن مقصود محض قصہ نقل کرنا نہیں ہے قصہ تو پڑھتا ہے۔

۶ ذکرِ موسیٰ۔ اس قصہ کے ماتحت جو حقائق ہیں وہ مقصود ہیں قصہ تو محض آڑ کے لئے ذکر کیا گیا ہے مقصود اصلی تو وہ نور ہے جو حضرت موسیٰؑ کو عطا کیا گیا تھا۔ تا قیامت۔ ہر نبی کا نور امت کے کسی ولی میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور جس صفت خاص کا کوئی نبی مربوب ہوتا ہے اُسی صفت کا کوئی ولی بھی مربوب ہوتا ہے۔

ایں سفال و ایں فتیلہ دیگرست
یہ دیا اور یہ بتی دوسری ہے

لیک نورش نیست دیگر زاں سرست
لیکن اس کا نور دوسرا نہیں وہی ہے

گر نظر در شیشہ داری گم شوی
اگر تو نے شیشہ پر نظر رکھی تو گم ہو جائے گا

زانکہ از شیشہ است اعداد و دوئی
کیونکہ شیشہ سے تعدد اور دوئی پیدا ہوتی ہے

ور نظر بر نور داری وارہی
اگر تو نور پر نظر رکھے گا، نجات پا جائے گا

از دوئی و اعدادِ جسم اے منتہی
اے باکمال! جسم کی دوئی اور تعدد سے

از نظرگاہ است اے مغزِ وجود
اے خلاصۂ کائنات! نقطۂ نظر کی وجہ سے ہے

اختلافِ مومن و گبر و جہود
مومن اور آتش پرست اور یہودی کا اختلاف

اختلاف کردن در چگونگی و شکلِ پیل در شبِ تار

اندھیری رات میں ہاتھی کی شکل اور کیفیت میں اختلاف کرنا

پیل اندر خانۂ تاریک بود
ہاتھی ایک اندھیرے گھر میں تھا

عرضہ را آوردہ بودندش ہنود
ہندوستانی اس کو پیش کرنے کیلئے لائے تھے

از برائے دیدنش مردم بسے
بہت سے لوگ اس کو دیکھنے کے لئے

اندر آں ظلمت ہمی شد ہر کسے
ہر شخص اندھیرے میں گھس آیا

دیدنش با چشم چوں ممکن نبود
چونکہ اس کا آنکھوں سے دیکھنا ممکن نہ تھا

اندر آں تاریکیش کف می بسود
اندھیرے میں اس پر ہاتھ پھیرتا تھا

آں یکے را کف بخرطوم او فتاد
ایک کا ہاتھ سونڈ پر پڑا

گفت ہمچوں ناودانست ایں نہاد
اس نے کہا یہ جسم پرنالے کی مانند ہے

آں یکے را دست بر گوشش رسید
ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پہنچا

آں برو چوں بادبیزن شد پدید
اس کو وہ پنکھے کی طرح معلوم ہوا

آں یکے را کف چو بر پایش بسود
ایک کا ہاتھ جب اس کے پیر پر لگا

گفت شکلِ پیل دیدم چوں عمود
اس نے کہا میں نے ہاتھی کو ستون جیسا دیکھا

آں یکے بر پشتِ او بنہاد دست
ایک نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا

گفت خود ایں پیل چوں تختے بدست
اس نے کہا یہ ہاتھی تخت کی طرح کا ہے

ہمچنیں ہر یک بجزوے کو رسید
اسی طرح ہر وہ شخص جو کسی ایک عضو تک پہنچا تھا

فہم آں می کرد ہر جا می شنید
جہاں کہیں (ہاتھی کا نام) سنتا وہی خیال کرتا

لہ ایں سفال۔ اشخاص بدلتے ہیں اور اُس صنعت خانہ کا نور خود منتقل ہوتا رہتا ہے۔ شیشہ۔ یعنی تعینات گم شوی۔ وحدتِ حقیقی ہاتھ سے چھوٹ جائے گی۔ ور نظر بر شیشہ تعینات پر نظر تعدد اور دوئی کا سبب ہے اگر شیشہ مقصود نہ ہو بلکہ نور مدِ نظر ہو تو وحدتِ حقیقی نظر آئے گی۔ از نظرگاہ۔ مومن اور کافر کا نقطۂ نگاہ چونکہ جداگانہ ہو گیا اسی لئے اُن میں اختلاف پیدا ہوا۔

ٹلہ مغزِ وجود۔ چونکہ انسان خلیفۃ اللہ ہے لہٰذا وہ وجودِ کائنات کا مغز اور خلاصہ ہے۔ پیل۔ اِس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ ایک چیز کے دیکھنے کے جب زاویے بدل جاتے ہیں تو اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ ہاتھی کو مختلف لوگوں نے مختلف زاویوں سے دیکھا تو اُن کے عقیدے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ہنود۔ ہندوستان کے رہنے والے، مولانا ہندوستانی مسلمانوں کو بھی لفظ ہنود سے تعبیر کرتے ہیں، ہندوستان کا ہاتھی مشہور تھا۔

سٹلہ دیدنش۔ اندھیرے میں آنکھ سے دیکھنا ممکن نہ تھا اس لئے ہاتھی پر ہاتھ پھیر کر دیکھ رہے تھے۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ پرنالے.... ....سے مشابہ ہے۔ ناوداں پرنالہ۔ بادبیزن۔ پنکھا مرشی پنکھے بالکل ہاتھی کے کان کی طرح ہوتے ہیں۔ عمود۔ ستون۔ تخت۔ ہاتھی کی کمر

از نظر گہ گفتِ شاں شد مختلف
ان کی بات نقطۂ نظر کی وجہ سے مختلف ہو گئی

آں یکے دالش لقب داد ایں الف
اُس ایک نے اُس کو دال کا لقب دیا، اِس نے الف کا

در کفِ ہر یک اگر شمعے بُدے
ہر ایک کے ہاتھ میں اگر شمع ہوتی

اختلاف از گفتِ شاں بیروں شدے
تو اُن کی باتوں سے اختلاف دُور ہو جاتا

چشمِ حس ہمچوں کفِ دست ست و بس
حس کی آنکھ صرف ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے

نیست کف را بر ہمۂ اُو دسترس
ہتھیلی کی اُس کے مجموعہ پر پہنچ نہیں ہے

جسمِ دریا دیگر ست و کف دگر
دریا کا وجود اور ہے اور جھاگ اور ہیں

کف بہل وز دیدہ در دریا نگر
جھاگ کو چھوڑ، اور آنکھ سے دریا کو دیکھ

جنبشِ کفہا ز دریا روز و شب
شب و روز جھاگوں کی حرکت دریا کی وجہ سے ہے

کف ہمی بینی و دریا نے عجب
تعجب ہے تو جھاگ کو دیکھتا ہے اور دریا کو نہیں

ما چو کشتیہا بہم بر می زنیم
ہم کشتیوں کی طرح آپس میں ٹکرا رہے ہیں

تیرہ چشمیم و در آبِ روشنیم
ہم اندھی آنکھوں والے ہیں اور صاف دریا میں ہیں

اے تو در کشتیِ تن رفتہ بخواب
اے وہ جو جسم کی کشتی میں سویا ہوا ہے

آب را دیدی نگر در آبِ آب
تو نے پانی کو دیکھ لیا، پانی کے پانی کو دیکھ

آب را آبیست کو میراندش
پانی کے لئے ایک پانی ہے جو اُس کو چلاتا ہے

روح را روحے ست کو میخواندش
رُوح کی ایک روح ہے جو اُس کو بلاتی ہے

موسیٰؑ و عیسیٰؑ کجا بُد کآفتاب
حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ کہاں تھے جبکہ سورج نے

کشتِ موجودات را می داد آب
موجودات کی کھیتی کو پانی دیا

آدمؑ و حوّا کجا بُد آں زماں
اُس وقت حضرت آدمؑ اور حوّا کہاں تھے

کہ خدا افگند ایں زہ در کماں
جبکہ خدا نے کمان پر یہ چلّہ چڑھایا

ایں سخن ہم ناقص ست و ابتر ست
یہ بات بھی ناقص اور اُدھوری ہے

آں سخن کہ نیست ناقص آں سر ست
جو بات ناقص نہیں ہے، وہ اُدھر کی ہے

گر بگویم زاں بلغزد پائے تو
اگر میں اُس کے بارے میں کہوں تو تیرے پیر پھسل جائیں گے

ور نگویم ہیچ ازاں اے وائے تو
اور اگر انہیں سے کچھ بھی نہ کہوں تو تجھ پر افسوس ہے

ؔ آں یکے۔ چونکہ ہاتھی کا تصور سب کے ذہنوں میں مختلف تھا اس لئے انھوں نے اُس کو مختلف عبارتوں سے تعبیر کیا کسی نے مثلاً اُس کو دال کہا تو کسی نے اُس کو الف کہا۔

ؔ چشمِ حس۔ انسان کی حسی آنکھ اُن لوگوں کی ہتھیلی کی طرح ہے جیسے اُن کی ہتھیلی کی دسترس پورے ہاتھی پر نہ تھی اسی طرح یہ ظاہری آنکھ کسی چیز کی پوری حقیقت کو نہیں دیکھ سکتی ہے۔ کفِ دگر۔ مولانا کفِ دست سے کفِ دریا کی طرف منتقل ہو گئے ہیں اور مقصود وہی ہے کہ حقیقت شناسی ہونی چاہیئے نہ کہ ظاہر پرستی۔ جسمِ دریا۔ یعنی وجودِ روح۔ کف۔ یعنی جسمِ عنصری جنبشِ کفہا۔ انسانی اجسام روح کی وجہ سے متحرک ہیں لیکن افسوس کہ انسان تن پروری کرتا رہتا ہے اور روح سے غفلت برتتا ہے۔

ؔ ما چو کشتیہا۔ اجسام کو پہلے کفِ دریا سے تعبیر کیا تھا۔ اب انکو کشتیوں سے تعبیر کیا ہے۔ آبِ روشن۔ روح۔ آبِ آب۔ اگر انسان کو روح کا مشاہدہ ہو گیا ہے تو اب اسکو آگے قدم بڑھا کر ذاتِ حق کا مشاہدہ کرنا چاہیئے۔ آبِ آب۔ روح الارواح، ذاتِ حق۔ آبیست یعنی روح کیلئے اضافۂ حیات کرنیوالی ذات۔ موسیٰؑ و عیسیٰؑ سے اضافۂ حیات کر لی

ذات کی قدامت کا بیان ہے کہ وہ ذات قدیم ہے۔ کہ خدا یعنی کائنات کو حیات بخشی تھی۔ ایں سخن یعنی ذاتِ حق کی جو تعبیرات ہم نے کی ہیں۔ آں سخن۔ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے جو تعبیرات فرمائی ہیں تم وہ سمجھ سکتے ہیں۔ گر بگویم۔ اب اگر شان حق کی اُنکی ذات و صفات کو بیان کیا جائے تو اسی خیال پر ٹل جاؤ گے اور اگر اُسکا بالکل ذکر نہ کیا جائے تو یہ بھی افسوسناک بات ہے۔

ور بگویم در مثالِ صورتے | بر ہماں صورت بچسپی اے فتے
اگر میں کسی صورت کی مثال میں (اس کی حقیقت) بتاؤں | اے نوجوان! تو اسی صورت پر چپک جائے گا

بستہ پائی[1] چوں گیاہ اندر زمیں | سر بجنبانی بباد بے یقیں
تو گھاس کی طرح زمین میں پابستہ ہے | بغیر یقین کے ہوا سے سر ہلاتا ہے

لیک پایت نیست تا نقلے کنی | یا مگر پا را ازیں گِل بر کنی
لیکن تیرے پاؤں نہیں ہیں کہ تو منتقل ہو جائے | یا تو اس مٹی سے پاؤں باہر نکال لے

چوں کنی پا را حیاتت زیں گِل ست | ایں حیاتت را روش بس مشکل ست
تو پاؤں کیسے نکال سکتا ہے تیری زندگی اسی مٹی سے ہے | تیری اس زندگی کے لئے روانگی بہت مشکل ہے

چوں حیات[2] از حق بگیری اے روی | پس غنی گردی ز گِل در دل روی
اے سیراب! جب تو اللہ (تعالیٰ) سے زندگی حاصل کرے گا | تو مٹی سے بے نیاز ہو جائیگا، دل کی دنیا میں پہنچ جائیگا

فارغ و مستغنی از گِل سوئے دل | می روی بے قید و حُر از اہلِ گِل
مٹی سے فارغ اور بے نیاز ہو کر دل کی طرف | بغیر پابندی کے اور مٹی والوں سے آزاد ہو کر تو چل پڑیگا

شیر خوارہ چوں ز دایہ بگسلد | لوت خوارہ شد مر او را می ہلد
دودھ پیتا بچہ جب دایہ سے تعلق توڑتا ہے | غذا خور بن جاتا ہے اور اس (دایہ) کو چھوڑ دیتا ہے

بستۂ[3] شیرِ زمینی چوں حبوب | جو فطامِ خویش از قوت القلوب
بیجوں کی طرح تو زمین کے دودھ سے وابستہ ہے | دلوں کی خوراک کے ذریعہ اس دودھ کو چھڑانے کی کوشش کر

قوتِ حکمت خور کہ شد نورِ ستیر | اے تو نورِ بے حجب را ناپذیر
دانائی کی غذا کھا، کیونکہ وہ چھپا ہوا نور ہے | اے وہ کہ تو بے حجاب نور کو نہ قبول کر سکنے والا ہے

تا پذیرا گردی اے جاں نور را | تا ببینی بے حُجب مستور را
اے جان! تاکہ تو نور کو قبول کرنے والا بن جائے | تاکہ تو چھپے ہوئے کو، بغیر پردوں کے دیکھ لے

چوں ستارہ سیر بر گردوں کنی | بلکہ بر گردوں سفر بے چوں کنی
تو ستارے کی طرح آسمان پر سیر کرے | بلکہ آسمان پر تو بے کیف سفر کرے

آں چناں کز نیست در ہست آمدی | ہیں بگو چوں آمدی مست آمدی
اسی طرح جیسے تو عدم سے وجود میں آیا ہے | ہاں بتا کیسے آیا ہے؟ تو بے ہوش آیا ہے

لہ بستہ پائی۔ عوام تقلید کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور منفعات کے بیان پر یقین کے بغیر یقین کے اظہار کے لئے گھاس کی طرح سر ہلانے لگتے ہیں۔ لیک۔ عوام تقلید سے تحقیق کی طرف منتقل ہونے کے لئے پیشقدمی نہیں کرتے ہیں نہ کم از کم تقلید ہی کو ترک کرتے ہیں۔ چوں کنی۔ جبکہ انسان سفلی زندگی کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے لئے اس زندگی کو چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔

۲ہ چوں حیات۔ اگر انسان اس سفلی زندگی کو خیرباد کہدے تو وہ دل کی دنیا میں پہنچ کر سرور و وسعت حاصل کر سکتا ہے۔ شیر خوارہ۔ بچہ کو جب تک لذیذ غذائیں نہیں ملتی ہیں دایہ کو چپٹا رہتا ہے جب غذائیں ملنے لگتی ہیں تو دایہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان جب تک ـــ عالمِ سفلی سے چپٹا ہوا ہے اسرار کی لذت سے بے خبر ہے جب وہ لذت حاصل ہونے لگے گی تو عالمِ سفلی کو نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھے گا۔

۳ہ بستہ۔ بیج زمین سے غذا حاصل کرتا ہے، اسی طرح انسان عالمِ سفلی سے غذا حاصل کرنے کا عادی ہو گیا حالانکہ اس کی اصلی غذا وہ ہے جو دل اور روح کی غذا ہے جو عالمِ ملکوت سے حاصل ہوتی ہے۔ قوتِ حکمت۔ تو دل کی غذا حکمت اور پند و موعظت سے حاصل کرے، ان کے الفاظ میں وہ نور پوشیدہ ہے جو اس کی غذا ہے پھر استعداد پیدا ہو جانے پر براہ راست اُسے غذا حاصل ہونے لگے گی۔ تا بہ بینی۔ رفتہ رفتہ وہ استعداد پیدا ہو جائے گی جس سے مشاہدۂ حق حاصل ہو جائے گا۔ چوں ستارہ۔ پھر عالم ملکوت کی سیر حاصل ہو جائے گی۔ آں چناں۔ عالم ملکوت کی طرف تمہارا عروجی سفر اسی طرح ہوگا جس طرح اس عالم سے اس عالم کی طرف نزولی سفر ہوا لیکن یہ سفر چونکہ تمہاری بے ہوشی میں ہوا ہے اس لئے تمہیں وہ سفر یاد ہے اور نہ اُس سفر کے طے کرنے کے راستے یاد ہیں۔

راہہائے آمدن یادت نماند
تجھے آنے کے راستے یاد نہیں رہے
لیک رمزے بر تو بر خواہیم خواند
لیکن میں تجھے ایک اشارہ کرتا ہوں

ہوش[1] را بگذار وانگہ ہوشدار
ہوش کو چھوڑ دے، پھر ہوشیار بن جا
گوش را بر بند وانگہ گوشدار
کان کو بند کر لے پھر کان لگا

نے بگویم زانکہ تو خامی ہنوز
کیا میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ تو ابھی کچا ہے
در بہاری و ندیدی تموز
تو موسم بہار میں ہے اور تو نے موسم گرما نہیں دیکھا ہے

ایں جہاں[2] ہمچو درخت است اے کرام
اے بزرگو! یہ دنیا درخت کی طرح ہے
ما برو چوں میوہائے نیم خام
(اور) ہم اس پر آدھ کچے پھل کی طرح ہیں

سخت گیرد خامہا مر شاخ را
کچوں کی گرفت شاخ پر سخت ہوتی ہے
زانکہ در خامی نشاید کاخ را
کیونکہ کچے پن میں (شاہی) محل کے لائق نہیں ہوتا ہے

چونکہ پخت و گشت شیریں لب گزاں
جب پک گیا اور ہونٹوں کو چبانے والا شیریں بن گیا
سست گیرد شاخہا را بعد ازاں
اُس کے بعد شاخوں سے گرفت ڈھیلی کر لیتا ہے

چوں ازاں اقبال شیریں شد دہاں
جب اس خوش نصیبی کی وجہ سے منہ میٹھا ہو جاتا ہے
سرد شد بر آدمی ملکِ جہاں
دنیا کا ملک انسان کے لئے بے وقعت ہو جاتا ہے

سخت گیری و تعصب خامی ست
سخت گیری اور تعصب کچا پن ہے
تا جنینی کار خوں آشامی ست
جب تک تو پیٹ کا بچہ ہے (تیرا) کام خون پینا ہے

چیزِ[3] دیگر ماند اما گفتنش
دوسری چیز رہ گئی لیکن اُس کا بتانا (میرا کام نہیں ہے)
با تو روح القدس گوید نے منش
وہ تجھے روح القدس بتائے گا نہ کہ میں

نے تو گوئی ہم بگوشِ خویشتن
نہیں، تو خود ہی اپنے کان میں کہے گا
نے من و نے غیرِ من اے ہم تو من
میرے اور میرے غیر کے علاوہ اے وہ کہ تو میں ہے

ہمچو آں وقتے کہ خواب اندر روی
جیسا کہ جب تو سو جاتا ہے
تو زپیشِ خود بہ پیشِ خود شوی
تو اپنے آگے سے خود اپنے آگے جاتا ہے

خطیرۃ القدس کے دوسرے ملائکہ مراد ہیں گے۔ فرماتے ہیں کہ وہ باتیں نہ میں بتاؤں گا نہ کوئی فرشتہ بلکہ خود تجھے وہ مقام حاصل ہو گا کہ تو خود اپنے آپ کو بتائے گا۔ اے ہم تو من۔ یعنی تو میرے لئے ایسا ہے کہ من و تو کا امتیاز ختم ہو گیا ہے۔ ہمچو۔ یہ بات کہ ایک مقام پر پہنچ کر اسرارِ خداوندی کے بارے میں انسان خود کہنے والا اور خود سننے والا ـــــ بن جاتا ہے اُس کو اس مثال سے سمجھاتے ہیں کہ خواب کی حالت میں جب انسان ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف جاتا ہے تو یہ مقامات خارج میں نہیں ہوتے ہیں خود اُس کے اندر ہوتے ہیں تو گویا کہ وہ چلنے والا خود اپنے پاس سے چل کر اپنے پاس گیا ہے۔

[1] ہوش را بگذار۔ اگر تم اس آنے کے سفر کی باتیں یاد کرنا چاہتے ہو تو جسمانی اور مادی ہوش و حواس کو ختم کر کے روحانی ہوش اختیار کرو اور ان جسمانی کانوں کو بند کر کے روح کے کان کھول لو پھر تمہیں باتیں یاد آجائیں گی اور عہدِ الست کی آواز سن لو گے۔ نے بگویم۔ میں نے تمہیں بتا دیا کہ تم میں ابھی خامی ہے تم نے دنیا کی بہار دیکھی ہے مجاہدات کی گرمی نہیں سہی ہے۔

[2] ایں جہاں۔ انسان اور دنیا کی مثال درخت اور پھل کی سی ہے پھل جب تک کچا ہوتا ہے شاخ سے اُس کا جوڑ مضبوط اور سخت ہوتا ہے۔ جوں جوں وہ پکتا ہے شاخ کا اور اُس کا تعلق کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح خام انسان دنیا کو چمٹا رہتا ہے اگر اس میں پختگی آجاتی ہے تو دنیا سے تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔ تا جنینی۔ پیٹ کا بچہ جب تک پیٹ سے چمٹا ہوا ہے اُس کی غذا خون ہے جب وہ باہر آجاتا ہے تو پھر وہ دودھ پیتا ہے جو بہترین غذا ہے اسی طرح جب تک انسان دنیا سے چمٹا ہوا ہے اُس کی غذا خون جیسی نجس چیز رہتی ہے۔

[3] چیزِ دیگر۔ کچھ اسرار تو میں نے بتا دیئے لیکن کچھ ایسے ہیں کہ میں نہیں بتا سکتا ہوں وہ تجھے روح القدس بتائیگا۔ روح القدس سے مراد یہاں جبرئیل نہیں ہیں کیونکہ اُن کا کہنا اور بتانا تو صرف انبیاء کے ساتھ خاص ہے بلکہ

بشنوی[1] از خویش و پنداری فلاں — با تو اندر خواب گفتست آں نہاں

تو اپنی طرف سے سنتا ہے اور خیال کرتا ہو کہ فلانے — وہ پوشیدہ راز خواب میں تجھ سے کہا ہے

تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق — بلکہ گردونی و دریائے عمیق

اے اچھے دوست! تو ایک نہیں ہے — بلکہ تو آسمان ہے، اور گہرا سمندر ہے

آں توئی زفتت کہ آں نہ صد توست — قلزم ست و غرقہ گاہِ صد توست

وہ تیری موٹی شخصیت جو تیرا نو سو گنا ہے — سمندر ہے اور تیری نو شخصیتوں کے ڈوب جانے کی جگہ ہے

خود[2] چہ جائے حدِ بیداری و خواب — دم مزن واللّٰہ اعلم بالصواب

بیداری اور نیند کا خود کیا ٹھکانا ہے — خاموش ہو جا، اور اللہ بہتر جانتا ہے

دم مزن تا بشنوی از دم زناں — آنچہ ناید در بیان و در زباں

دم نہ مار تاکہ تو دم مارنے والوں سے سن لے — وہ جو بیان اور زبان میں نہیں سما سکتا ہے

دم مزن تا بشنوی زاں آفتاب — آنچہ ناید در کتاب و در خطاب

دم مت مار تاکہ تو اس آفتاب سے سن لے — وہ جو لکھنے اور بیان کرنے میں نہیں آسکتا

دم مزن تا بشنوی زاں مہ لقا — الصلا اے پاکبازاں الصلا

دم مت مار تاکہ تو سن لے اس ماہ رخ سے — آؤ، اے پاکبازو! آؤ

دم مزن تا بشنوی اسرارِ حال — از زبانِ بے زباں کہ قم تعال

دم مت مار تاکہ تو حالت کے اسرار سن لے — بے زبان کی زبان سے کہ کھڑا ہو، آجا

دم مزن تا دم زند بہرِ تو روح — آشنا[3] بگذار در کشتیِ نوح

دم نہ مار تاکہ تیرے لئے روح کہے — تیرنا چھوڑ دے، نوح کی کشتی میں آجا

ہمچو کنعاں کاشنا می کرد او — کہ نخواہم کشتیِ نوحِ عدو

کنعان کی طرح (نہ بن) کہ وہ تیرتا تھا — کہ میں دشمن نوح کی کشتی پسند نہیں کرتا ہوں

دعوت کردنِ نوح علیہ السلام پسر را و سر کشیدنِ او کہ

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹے کو بلانا اور اس کی سرکشی کرنا کہ میں

بر سرِ کوہ روم و چارہ کنم — و منتِ تو نکشم

پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور تدبیر کر لوں گا اور تیرا احسان نہ اٹھاؤں گا

ہیں بیا در کشتیِ بابا نشیں — تا نگردی غرقِ طوفاں اے مہیں

خبردار! آجا باوا کی کشتی میں بیٹھ جا — اے ذلیل! تاکہ تو طوفان میں نہ ڈوبے

[1] بشنوی۔ انسان خواب میں سنتا ہے کہ کوئی دوسرا اس سے باتیں کر رہا ہے حالانکہ وہ کوئی دوسرا نہیں ہے بلکہ وہ خود کہہ رہا ہے اور خود سن رہا ہے۔ آں توئی۔ آنے جانے کے مختلف مقامات، مخاطب اور متکلم کا امتیاز، یہ سب کچھ خود انسان کے اندر موجود ہے۔ انسان بظاہر عالم صغیر ہے لیکن فی الواقع یہ عالم کبیر ہے۔ انسان کی شخصیت سینکڑوں شخصیتوں کا مجموعہ ہے اور گہرا سمندر ہے۔

[2] خود۔ انسان بیداری اور خواب کی حالت میں ایک لامحدود شخصیت ہے۔ دم مزن۔ ان اسرار کے بارے میں انسان کو خاموشی اختیار کرنی چاہیئے جب تک خود اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر نہ فرما دے۔ آنچہ۔ یہ اسرار تحریر و تقریر میں نہیں سما سکتے۔ قم تعال۔ کھڑا ہو آجا۔ جب تک یہ مقام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ آجائے اس وقت تک ان اسرار کے بارے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔ روح یعنی مرشد۔

[3] آشنا بگذار یعنی اپنے دعوے ترک کر دے اور مرشد کا سہارا لے لے۔ ہمچو کنعاں۔ حضرت نوحؑ کے لڑکے کنعان نے سہارا پسند نہ کیا تو تباہ ہوا۔ بابا یعنی حضرت نوحؑ۔ مہین۔ ذلیل۔

گفت نے من آشنا آموختم
اس نے کہا نہیں میں نے تیرنا سیکھا ہے

من بجز شمعِ تو شمع افروختم
میں نے تیری شمع کے علاوہ شمع روشن کر لی ہے

ہیں مکن کایں موج طوفانِ بلاست
خبردار ایسا نہ کر کیونکہ یہ موج بلا کا طوفان ہے

دست و پا را آشنا امروز لاست
آج تیرنے کے ہاتھ پیر کچھ نہیں ہیں

بادِ قہرست و بلائے شمع کُش
یہ قہر کی ہوا ہے اور شمع کو بجھانے والی بلا ہے

جز کہ شمعِ حق نمی پاید خمُش
(اللہ تعالیٰ) کی شمع کے علاوہ کوئی شمع ٹھہر نہ سکے گی چپ ہو جا

گفت نے رفتم بر آں کوہِ بلند
اس نے کہا نہیں، اس بلند پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا

عاصم ست آں کہ مرا از ہر گزند
وہ پہاڑ مجھے ہر مصیبت سے بچانے والا ہے

ہیں مکن کہ کوہ کاہ ست ایں زماں
خبردار! یہ نہ کر اس وقت پہاڑ تنکا ہے

جز حبیبِ خویش را ندہد اماں
وہ اپنے دوست کے علاوہ کسی کو پناہ نہ دیگا

گفت من کے پندِ تو بشنودہ ام
اس نے کہا میں نے تیری نصیحت کب سنی ہے؟

کہ طمع کردی کہ من زیں دودہ ام
تو نے یہ سوچا ہے کہ میں اس خاندان کا ہوں

خوش نیامد گفتِ تو ہرگز مرا
تیری گفتگو ہرگز مجھے پسند نہیں آئی

من بری ام از تو در ہر دو سرا
میں تجھ سے دونوں جہان میں بیزار ہوں

ہیں مکن بابا کہ روزِ ناز نیست
خبردار! بابا یہ نہ کر، یہ ناز کا دن نہیں ہے

مر خدا را خویشی و انباز نیست
خدا کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے

تاکنوں کردی و ایں دم ناز کیست
تو نے ابتک (ناز) کیا اور یہ نازک وقت ہے

اندریں درگاہ کسے را ناز کیست
اس دربار میں کسی کو ناز کا حق، کب ہے؟

لم یلد لم یولد ست او از قدم
ذاتِ حق کے بیٹا پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا وہ ازل سے ہے

نے پدر دارد نہ فرزند و نہ عم
نہ باپ رکھتا ہے نہ بیٹا اور نہ چچا

نازِ فرزنداں کجا خواہد کشید
وہ اولاد کا (سا) ناز کہاں برداشت کریگا؟

رازِ بابایاں کجا خواہد شنید
باپوں کا راز کہاں سنیگا؟

نیستم مولود پیرا کم بناز
(خدا فرمائیگا) میں بیٹا نہیں ہوں اے بڈھے ناز کر

نیستم والد جوانا کم گراز
میں باپ نہیں ہوں اے جوان! ناز کر

نیستم شوہر نیم من شہوتی
میں شوہر نہیں ہوں میں شہوت والا نہیں ہوں

ناز را بگذار اینجا اے ستی
اے خاتون! اس جگہ ناز کو چھوڑ دے

لہ آشنا۔ شناوری تیراکی۔ شمع۔ یعنی تدبیر۔ شمع افروختم۔ یعنی میں نے بچنے کی یہ تدبیر سوچی ہے کہ تیروں گا۔ لا۔ معدوم۔ خمش۔ چپ ہو جا۔

۲ کوہ بلند۔ قرآن پاک میں کنعان کا مقولہ مذکور ہے سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ میں پہاڑ پر پناہ گزین ہو جاؤں گا۔ وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ ندہد اماں یعنی خدا امن نہ دے گا۔ دودہ۔ خاندان۔ مر خدا را۔ ناز کی بنیاد رشتہ داری اور شرکت وغیرہ ہوتی ہے۔ ناز کیست پہلے مصرع میں بمعنی "ناز کی است" ہے اور دوسرے مصرع میں بمعنی "ناز کے است" ہے۔

۳ ناز فرزنداں۔ جبکہ وہ لم یلد اور لم یولد ہے تو اس کی جناب میں نہ بیٹوں کے ناز کی گنجائش ہے نہ باپوں کے راز کی گنجائش ہے۔ پیرا۔ اے بوڑھے۔ گراز۔ گرازیدن اکڑ کر چلنا۔ شہوتی۔ مردانہ خواہش کی بنیاد پر مرد عورت کی ناز برداری کرتا ہے ستی۔ عورت، بیوی۔

جز خضوع[1] و بندگی و اضطرار — اندریں حضرت ندارد اعتبار

سوائے عاجزی اور غلامی اور بیچارگی کے — اِس دربار میں کسی کا اعتبار نہیں ہے

گفت بابا سالہا ایں گفتہ — باز میگوئی بجہل آشفتہ

اُس نے کہا، ابا تم نے یہ سالہا کہا ہے — پھر کہتے ہو، نادانی سے بہک رہے ہو

چند ازیں ہا گفتہ با ہر کسے — تا جواب سرد بشنودی بسے

تم نے ہر شخص سے یہ باتیں بہت کہی ہیں — حتیٰ کہ بہت سے بے مروتی کے جواب سُنے ہیں

ایں دمِ سردِ تو در گوشم نرفت — خاصہ اکنوں کہ شُدم دانا و زفت

تمہاری یہ بے اثر بات میں نے نہیں سُنی — خصوصًا اب جبکہ میں عقلمند اور بڑا ہو گیا ہوں

گفت بابا چہ زیاں دارد اگر — بشنوی یک بار تو پندِ پدر

(حضرت نوحؑ نے) فرمایا بابا کیا حرج ہوگا اگر — ایک بار تو باپ کی نصیحت مان لے گا

ہمچنیں میداد اُو پندِ لطیف — ہمچناں می گفت اُو دفعِ عنیف

وہ اِسی طرح مشفقانہ نصیحت کرتے رہے — وہ اِسی طور پر سختی سے اِنکار کرتا رہا

نے پدر از نصحِ کنعاں سیر شد — نے دمے در گوشِ آں ادبیر[2] شُد

نہ تو باپ کا کنعان کو نصیحت کرنے سے پیٹ بھرا — نہ کوئی بات اُس بدبخت کے کان میں پڑی

اندریں گفتن بُدند و موجِ تیز — بر سرِ کنعاں زد و شُد ریز ریز

وہ اِسی گفتگو میں تھے اور تیز موج نے — کنعان کے سر پر ضرب لگائی اور وہ ریزہ ریزہ ہو گیا

نوحؑ گفت اے بادشاہِ بُردبار — مر مرا خر مُرد و سیلت بُرد بار

نوحؑ نے عرض کیا، اے حلیم بادشاہ! — میرا گدھا مرا اور تیرا سیلاب سامان بہا لے گیا

وعدہ کردی مر مرا تو بارہا — کہ بیابد اہلت از طوفاں رہا

تو نے مجھ سے بارہا وعدہ کیا — کہ تیرے اہل طوفان سے نجات پائیں گے

دل نہادم بر اُمیدت من سلیم[3] — پس چرا بر بود سیل از من گلیم

مجھ بھولے نے تیری اُمید پر بھروسہ کیا — پھر طوفان میری کملی کیوں بہا لے گیا؟

گفت اُو از اہل و خویشانت نبود — خود ندیدی تو سفیدی از کبود

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا وہ تیرے اہل اور اپنوں میں سے نہ تھا — تو نے خود سفید کو نیلے سے ممتاز نہ کیا

چونکہ در دندانِ تو کرم اُوفتاد — نیست دنداں برکنش اے اُوستاد

جب تیرے دانت میں کیڑا لگ گیا — وہ دانت نہیں ہے اے اُستاد! اسکو اکھاڑ دو

[1] عجز۔ اللہ کے دربار میں صرف عاجزی اور زاری کام دیتی ہے۔ گفت بابا۔ یعنی کنعان نے حضرت نوحؑ سے کہا جواب سرد یعنی تلخ جواب۔ دم سرد۔ بے اثر بات۔ دانا یعنی جبکہ بچپن میں جو کہ کمزوری اور نادانی کا وقت ہوتا ہے تمہارا کہنا نہ مانا تو اب طاقت اور عقل کے وقت کیسے مان سکتا ہوں۔ زیاں۔ نقصان۔

[2] ادبیر۔ بدبخت۔ موجِ تیز۔ قرآن پاک میں ہے وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ اور حائل ہوگئی اُن دونوں (کنعان اور حضرت نوحؑ) کے درمیان موج، اور وہ ڈوب گیا۔ خر مرد۔ یہ محاورہ پوری تباہی اور بربادی کے وقت بولا جاتا ہے۔

[3] سلیم۔ بھولا انسان گلیم۔ کملی۔ گلیم بُردن۔ لوٹ لینا۔ گفت۔ اللہ نے فرمایا قرآن پاک میں ہے۔ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔ اے نوحؑ وہ تمہارا بیٹا تمہارے اہل میں سے نہیں ہے اُس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔ چونکہ جب کوئی عضو بیکار ہو جائے تو اُس کو جدا کر دینا ضروری ہو جاتا ہے ورنہ تمام جسم پر خراب اثرات پڑتے ہیں۔

تا کہ باقی تن نگردد زار ازو
تاکہ باقی جسم اس سے کمزور نہ بنے

گرچہ بود آں توشو بیزار ازو
اگرچہ وہ تیرا تھا تو اس سے بیزار ہو جا

گفت[۵۱] بیزارم ز غیرِ ذاتِ تو
عرض کیا تیری ذات کے غیر سے میں بیزار ہوں

غیر نبود آنکہ باشد ماتِ تو
جو تجھ میں فنا ہو گیا وہ غیر نہ ہوگا

تو ہمیدانی کہ چونم با تو من
تو جانتا ہے کہ میرا تجھ سے کیا تعلق ہے

بیست چندانم کہ باراں را چمن
اس سے بیس گنا ہے جو چمن کو بارش سے ہے

زندہ از تو شاد از تو عائلے
(میں) تجھ سے زندہ، تجھ سے خوش ہوں (ایک محتاج ہوں)

مُغتذی بے واسطہ بے حائلے
بغیر کسی واسطہ (اور) بغیر بیچ والے کے تجھ سے روزی پانے والا ہوں

مُتّصِل نے مُنفصِل اے کمال
اے (خداوندِ) کمال (وہ) نہ جڑا ہوا ہے نہ جُدا

بلکہ بیچون و چگونہ و اعتلال
بلکہ اُسکا تجھ سے تعلق بیمثل اور بے کیف اور بے علت ہے

ماہیانیم و تو دریائے حیات
ہم مچھلیاں ہیں اور تو زندگی کا سمندر ہے

زندہ ایم از لطفت اے نیکو صفات
اے اچھی صفتوں والے (خداوندا) تیری مہربانی سے ہم زندہ ہیں

تو نگنجی[۵۲] در کنارِ فکرتے
تو عقل کے پہلو میں نہیں سماتا ہے

نے بمعلولی قرین چوں علتے
نہ معلول ہونے کی وجہ سے کسی علت سے وابستہ ہے

پیش ازیں طوفان و بعد ایں مرا
اس طوفان سے پہلے اور اس کے بعد میرے لئے

تو مخاطب بودہ در ماجرا
(ہر) قصہ میں تو مخاطب ہے

باتو می گفتم نہ با ایشاں سخن
میں تجھ سے بات کرتا ہوں نہ کہ اُن سے

اے سخن بخشِ نو و آن کہن
اے آنیوالے اور گذرے ہوئے زمانہ میں بات کی طاقت عطا کرنیوالے

نے کہ عاشق روز و شب گوید سخن
کیا عاشق دن رات باتیں نہیں کرتا ہے؟

گاہ با اطلال و گاہے با دمن
کبھی کھنڈروں اور کبھی کوڑی سے

روی[۵۳] در اطلال کردہ ظاہرا
بظاہر کھنڈروں کی طرف رُخ کر کے

او کرا می گوید آں مدحت کرا
وہ کس سے کہتا ہے (اور) کس کی تعریف کرتا ہے؟

شکر طوفاں را کنوں بگماشتی
شکر ہے، اب تو نے طوفان مسلط کر دیا

واسطہ اطلال را بر داشتی
کھنڈروں کا واسطہ اُٹھا دیا

زانکہ اطلال و لئیم و بد بُدند
کیونکہ وہ کھنڈر اور کمینے اور بد تھے

نے ندائے نے صدا می زدند
نہ پکارتے تھے نہ صدائے بازگشت دیتے تھے

---

[۵۱] گفت بیزارم - حضرت نوحؑ پر حقیقت واضح ہو گئی تو بیٹے کی بربادی کا شکوہ ختم ہو گیا اور انھوں نے معذرت شروع کر دی۔ چمن - چمن بارش کا محتاج ہے۔ عائل - عیالدار، مفلس۔ مغتذی - غذا حاصل کرنیوالا۔ متصل نے - حضرت نوحؑ چونکہ ذاتِ باری میں فنا ہو چکے تھے تو انکو ذاتِ باری سے متصل بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اتصال دوئی کو چاہتا ہے اور منفصل بھی نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ - وصول الی اللہ کی کیفیت ناقابل بیان ہے۔

[۵۲] تو نگنجی - ذاتِ باری فکر و خیال سے بالاتر ہے۔ نے بمعلول - ذاتِ باری کسی علت کی معلول نہیں ہے۔ پیش - طوفان سے پہلے اور طوفان کے بعد تو ہی میرا مخاطب ہے اور تو ہی ہر زمانہ میں بات کرنے کی توفیق عطا کرنیوالا ہے۔ نے کہ عاشق - عاشق عموماً محبوب کے کھنڈرات اور نشانات سے گفتگو کیا کرتے ہیں لیکن دراصل روئے سخن محبوب کی طرف ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسروں سے بات کرتے وقت بھی میرا روئے سخن تیری ہی طرف ہوتا ہے۔

[۵۳] روی - عاشق کا رخ گو محبوب کے ٹیلوں اور کھنڈرات کی طرف ہوتا ہے لیکن مقصود محبوب کا ذکر ہوتا ہے۔ اطلال - طلل کی جمع ہے، ٹیلہ۔ شکر - تیرا شکر ہے کہ اب تو نے ان اشخاص کو ہی ختم کر دیا جو

من[1] چناں اطلال خواہم در خطاب
کز صدا چوں کوہ واگوید جواب

میں خطاب کے لئے ایسے کھنڈر چاہتا ہوں
جو پہاڑ کی طرح صدائے بازگشت سے جواب دیں

تا مثنّیٰ بشنوم من نامِ تو
عاشقم بر نامِ جاں آرامِ تو

تاکہ میں تیرا نام مکرر سنوں
میں تیرے جان کو آرام دینے والے نام کا عاشق ہوں

ہر نبی زاں دوست وارد کوہ را
تا مثنّیٰ بشنود نامِ ترا

ہر نبی پہاڑ کو اسی لئے دوست رکھتا ہے
تاکہ تیرے نام کو مکرر سنے

آں کُہِ پست مثالِ سنگلاخ
موش را شاید نہ ما را در مناخ[2]

وہ پست پہاڑ جو پتھریلی زمین جیسا ہے
پڑاؤ کے لئے چوہے کے لائق ہے نہ کہ ہمارے

من بگویم اُو نگردد یارِ من
بے صدا ماند دمِ گفتارِ من

میں بولتا ہوں وہ میرا یار نہیں بنتا ہے
میرے بولنے کے وقت بغیر صدائے بازگشت کے رہ جاتا ہے

بازمیں آں بہ کہ ہموارش کُنی
نیست ہمدم با عدم یارش کُنی

یہ بہتر ہے کہ تو اس کو زمین کے برابر کر دے
وہ ساتھی نہیں ہے اس کو عدم کا یار بنا دے

گفت اے نوحؑ ار تو خواہی جملہ را
حشر گردانم بر آرم از ثریٰ

فرمایا اے نوحؑ! اگر تو چاہے (تو) سب کو
از سرِ نو زندہ کر دوں، مٹی سے نکال لوں

بہرِ کنعانے[3] دلِ تو نشکنم
لیکت از احوال آگاہ می کنم

ایک کنعان کی وجہ سے میں تیرا دل نہ توڑوں گا
لیکن تجھے حالات سے آگاہ کرتا ہوں

گفت نے نے راضیم کہ تو مرا
ہم کُنی غرقہ اگر باید ترا

عرض کیا نہیں نہیں، میں راضی ہوں کہ تو مجھے
بھی ڈبو دے اگر تیری مرضی ہو

ہر زمانم غرقہ می کُن من خوشم
حکمِ تو جان ست و چوں جاں می کشم

تو مجھے ہر وقت ڈبوتا رہ میں خوش ہوں
تیرا حکم جان ہے اور میں جان کی طرح اس کو برداشت کرتا ہوں

ننگرم کس را وگر ہم بنگرم
اُو بہانہ باشد و تو منظرم

میں کسی کو نہیں دیکھتا ہوں اور اگر میں دیکھوں بھی
وہ بہانہ ہوگا اور تو میرے پیشِ نظر ہوگا

عاشقِ صنعِ توام در شکر و صبر
عاشقِ مصنوع کے باشم چو گبر

میں صبر و شکر کے ساتھ تیرے کام کا عاشق ہوں
میں بت پرست کی طرح مصنوع کا کب عاشق ہوں؟

---

[1] من چناں۔ مجھے ایسے مخاطبوں کی ضرورت ہے جن سے صدائے بازگشت نکلے یعنی میں تیرا ذکر کروں تو وہ بھی تیرا ذکر کریں۔ تا مثنّیٰ۔ میں تیرا ذکر کروں اور وہ بھی تیرا ذکر کریں تو تیرا نام مکرر سنوں گا۔

[2] مناخ۔ پڑاؤ، ٹھکانا۔ من بگویم۔ دنیاداروں کے سامنے جب دین کی بات کی جاتی ہے تو وہ دم بخود رہ جاتے ہیں ایسے لوگ صلحا کی صحبت کے لائق نہیں ہیں۔ بازمیں۔ ایسے پست فطرت لوگوں کا زیرِ زمین ہو جانا بہتر ہے۔ گفت۔ حضرت نوحؑ سے اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہ اگر تیری خواہش ہے تو صرف کنعان کو ہی نہیں میں سب کو زندہ کر دوں۔ ثریٰ۔ مٹی۔

[3] بہرِ کنعانے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ سے فرمایا تیرے بیٹے کنعان کے معاملے میں میں تیری دلشکنی نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ گفت۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ اب میں کنعان کی نجات کا خواہاں نہیں ہوں تیری مرضی پر راضی ہوں تیری مرضی ہو تو مجھے بھی غرق کر دے۔ حکمِ تو۔ تیرا حکم مجھے جان کی طرح پیارا ہے۔ ننگرم۔ تیری ذات کے سوا میرا کوئی منظورِ نظر نہیں ہے اگر کوئی دوسرا منظورِ نظر ہے وہ بھی تیرے لئے ہی ہے۔ عاشق۔ میں خدا اور اس کے عمل کا عاشق ہوں مخلوق کا عاشق نہیں ہوں۔ گبر۔ بت پرست غیر اللہ سے عشق کرتے ہیں۔

عاشقِ صُنعِ خدا با فر بُود
اللہ کے فعل کا عاشق باعزت ہوتا ہے

عاشقِ مصنوعِ اُو کافر بُود
اُس کی بنائی ہوئی چیز کا عاشق کافر ہوتا ہے

درمیانِ ایں دو فرقے بس خفیست[1]
اِن دونوں باتوں میں بہت باریک فرق ہے

خود شناسد آنکہ در رُویت صفیست
وہ پہچانتا ہے جو تاڑنے میں مستانہ ہے

توفیقِ میان ایں دو حدیث کہ اَلرِّضَا بِالْکُفْرِ کُفْرٌ و حدیث
اِن دو حدیثوں میں تطبیق کہ کفر پر رضامندی کفر ہے اور دوسری

دیگر کہ مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ
حدیث کہ جو شخص میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری (طرف سے نازل شدہ) بلا پر صبر نہ کرے

فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ
اُس کو چاہیئے کہ میرے سوا دوسرا رب تلاش کرے

دی سوالے کرد سائل مر مرا
کل ایک سوال کرنیوالے نے مجھ سے سوال کیا

زانکہ عاشق بُود اُو بر ماجرا[2]
کیونکہ وہ بحث کا عاشق تھا

گفت نکتۂ اَلرِّضَا بِالْکُفْرِ کُفْر
اُس نے کہا کفر پر رضامندی کفر ہے، نکتہ ہے

ایں پیمبر گفت و گفتِ اُوست مُہر
یہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے اور اُن کا فرمانا مہر ہے

باز فرمود اُو کہ اندر ہر قضا
پھر اُنھوں نے فرمایا کہ ہر قضا پر

مر مُسلماں را رضا باید رضا
مسلمان کو راضی ہونا چاہیئے

نے قضائے حق[3] بود کفر و نفاق
کیا کفر اور نفاق اللہ (تعالیٰ) کا فیصلہ نہیں ہے؟

گر بدیں راضی شوم گردد شقاق
اگر میں اِس پر راضی ہو جاؤں گمراہی ہوگی

ور نیم[4] راضی بُود آں ہم زیاں
اور اگر میں راضی نہیں ہوں یہ بھی نقصان ہوگا

پس چہ چارہ باشدم اندر میاں
تو اُس میں میرے لئے کیا تدبیر ہے؟

گفتمش ایں کفر مقضی[5] نے قضاست
میں نے اُس سے کہا یہ کفر مقضی ہے قضا نہیں ہے

ہست آثارِ قضا ایں کفر راست
فی الواقع یہ کفر قضا کے آثار میں سے ہے

پس قضا را خواجہ از مقضی بدا[6]
اے خواجہ! قضا اور مقضی میں فرق سمجھ

تا اشکالت دفع گردد در زماں
تاکہ فوراً تیرا اشکال دفع ہو جائے

اور قضا نہیں ہے۔ بلکہ قضاءِ خداوندی کا اثر ہے جو انسان کے کسب سے انسان میں ظاہر ہوتا ہے۔

[1] درمیان۔ یعنی خالق کو رب بنانے اور مخلوق کو رب قرار دینے میں۔ صفی۔ منتخب۔ ممتاز۔ توفیق۔ دونوں حدیثوں میں تعارض یہ ہے کہ ایک میں فرمایا کہ کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا جو میری قضا پر راضی نہ ہو تو وہ میرا بندہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ کفر بھی خدا کی قضا ہے ایسے اشکال کا جواب پہلے اشعار پر مبنی ہے۔ پہلے اشعار میں کہا تھا کہ اللہ کے صنع اور فعل کا عاشق مومن ہے اور مصنوع اور مخلوق کا عاشق کافر ہے۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ قضاءِ کفر جو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اُس پر رضا ضروری ہے اور یہ عین ایمان ہے اور کفر مقضی اور مخلوق ہے اُس سے محبت کرنا کفر ہے لہٰذا دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

[2] زانکہ۔ وہ سوال کرنے والا بحث و مباحثہ کا عاشق تھا۔ مُہر یعنی قولِ رسولؐ حجت اور دلیل ہے۔

[3] قضائے حق۔ یعنی کفر اور نفاق بھی اللہ کی قضا ہے اگر میں اُس پر راضی ہو جاؤں تو گمراہی ہو۔

[4] ور نیم۔ یعنی اگر کفر اور نفاق پر راضی نہ ہوں تو دوسری حدیث کا مخالف ہونگا۔

[5] مقضی نہ قضا کفر مخلوق اور قضائے خداوندی سے پیدا شدہ چیز ہے اللہ کا فعل

راضیم[۱] بر کفر زاں رُو کہ قضاست ۔۔۔ نے ازاں رُو کہ نزاع و خبثِ ماست
میں کفر پر اس اعتبار سے راضی ہوں کہ وہ قضا ہے ۔۔۔ نہ کہ اس اعتبار سے کہ وہ (خدا سے) جھگڑا اور ہماری خباثت ہے

کفر از رُوئے قضا خود کفر نیست ۔۔۔ حق را کافر مخواں اینجا مایست
قضا کے اعتبار سے کفر، کفر نہیں ہے ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) کو کافر نہ کہہ اس جگہ نہ ٹھہر

کفر جہل ست و قضائے کفر علم ۔۔۔ ہر دو یکے باشد آخر خلم و حلم[۲]
کفر جہل ہے اور کفر کی قضا علم ہے ۔۔۔ آخر بردباری اور غصہ دونوں ایک کب ہو سکتے ہیں؟

زشتیِ[۳] خط زشتیِ نقاش نیست ۔۔۔ بلکہ از وے زشت را ابنمود نیست
خط کا بھدا پن نقاش کی برائی نہیں ہے ۔۔۔ بلکہ اس کی جانب سے بھدے پن کی نمائش ہے

قوت نقاش باشد آنکہ او ۔۔۔ ہم تواند زشت کردن ہم نکو
یہ تو نقاش کی مہارت ہوگی کہ وہ ۔۔۔ بھدا نمک بھی بنا سکتا ہے اور اچھا بھی

گر کشایم بحث ایں را من بساز ۔۔۔ تا سوال و تا جواب آید دراز
اگر میں ساز و سامان کے ساتھ اس بحث کو کھولوں ۔۔۔ تاکہ سوال اور جواب دراز ہو جائے

ذوقِ نکتہ عشق از من میرود ۔۔۔ نقشِ خدمت نقشِ دیگر می شود
عشق کے نکتہ کا ذوق مجھ میں سے جاتا رہے گا ۔۔۔ (اور) خدمت کا نقش دوسرا نقش بن جائے گا

مثل[۴] دربیانِ آنکہ حیرت مانعِ بحث و فکرت است

اس بیان میں ایک مثال کہ حیرت بحث اور فکر سے مانع ہے

آں یکے مردِ دو مو[۵] آمد شتاب ۔۔۔ پیشِ یک آئینہ دارِ مستطاب
ایک کھچڑی بالوں والا شخص تیزی سے آیا ۔۔۔ ایک بھلے آئینے والے (نائی) کے پاس

گفت از ریشم سفیدی کن جدا ۔۔۔ کہ عروسِ نو گزیدم اے فتیٰ
کہا میری داڑھی سے سفیدی کو ہٹا دے ۔۔۔ کیونکہ اے نوجوان! میں نے نئی شادی کی ہے

ریشِ او ببرید و کُل پیشش نہاد ۔۔۔ گفت تو بگزیں مرا کارے فتاد
اس نے اس کی داڑھی کاٹ دی اور اس کے سامنے رکھ دی ۔۔۔ کہا تو چن لے، مجھے ایک کام نکل آیا

۱؎ راضیم: بحیثیت فعلِ خداوندی کے کفر پر راضی ہونا عین ایمان ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ ہمارے کسب سے وقوع میں آتا ہے اس پر رضا کفر ہے۔ کفر: یہاں سے مولانا نے اشکال کا دوسرا جواب دینا شروع فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قضاءِ کفر، کفر نہیں ہے لہٰذا قضاءِ کفر پر رضا کفر پر رضا نہیں ہے، قضاءِ کفر کو اگر کفر قرار دیا جائے گا تو نعوذ باللہ خدا پر کافر کا اطلاق ماننا ہوگا اسلئے کہ قضا فعلِ خداوندی ہے اگر وہ کفر ہو تو جس ذات سے فعل قائم ہوتا ہے اس پر فاعل کا اطلاق ہوتا ہے۔ کفر جہل ست: یہ اشکال کا تیسرا جواب ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قضاءِ کفر اور کفر دونوں دو جدا گانہ چیزیں ہیں۔ قضاءِ کفر از قبیلِ علم ہے اور کفر از قبیلِ جہل ہے لہٰذا دونوں حدیثوں کا مفہوم جداگانہ ہے انہیں کوئی تعارض نہیں ہے۔ قضاءِ کفر کا علم ہونا یا تو اس طور پر ہے کہ قضاءِ خداوندی علمِ خداوندی پر مبنی ہے یا اس اعتبار سے کہ بندہ کے علم ہی پر یہ بات مبنی ہے کہ وہ خدا کو خالقِ کفر مانتا ہے اور کفر لا محالہ صفاتِ خداوندی سے جہل پر مبنی ہے۔ ۲؎ زشتیِ خط۔ یا اشکال کا چوتھا حل ہے کفر بُری چیز ہے اس پر رضامندی کفر ہے لیکن قضاءِ کفر اور خلقِ کفر اللہ کے اعتبار سے صفتِ کمال ہے اس پر راضی ہونا کفر نہیں ہے بلکہ عین ایمان ہے جیسا کہ ایک خوشنویس ایک بھدی تحریر پر بھی قادر ہو یا ایک مصور بھیانک تصویر کے بنانے پر بھی قادر ہو تو وہ بھدی تحریر یا وہ بھیانک تصویر بُری چیز ہے لیکن اس کا لکھنا اور بنانا خوشنویس اور مصور کا کمال ہے۔ گر کشایم: علمِ کلام کی بحثیں ذوقِ عشق کے منافی ہیں۔ نقشِ دیگر: علمِ کلام کی نکتہ آفرینیاں علما عموماً اپنے علمی کمال کو ظاہر کرنے کیلئے کرتے ہیں ۔۔۔ ۳؎ مثل۔ اہلِ حال اور اہلِ قال میں فرق واضح کرنے کے لئے یہ قصہ نقل کیا ہے جس طرح تمام فضول فرمائشیں ہیں، زنگا اسی طرح اہلِ حال بحث و مباحثہ میں وقت ضائع نہیں کرتے ہیں۔ دو مو: یعنی وہ شخص جس کے بال کھچڑی تھے۔ مستطاب: بزرگ، پاکیزہ۔ عروس: دلہن، دولہا۔

این سوال و این جواب است اے گزیں — کہ سر اینہا ندارد مردِ دیں

اے برگزیدہ! یہ سوال اور یہ جواب ہے — کیونکہ دیندار شخص اس قسم کی باتوں کو دھیان میں نہیں لاتا ہے

آں یکے زد سیلیے مر زید را — حملہ کرد او ہم برائے کید را

ایک شخص نے زید کے طمانچہ مارا — اس نے بھی اس پر انتقام میں حملہ کر دیا

گفت سیلی زن سوالت می کنم — پس جوابم گوی وانگہ میزنم

طمانچہ مارنے والے نے کہا میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں — اس کا مجھے جواب دے، پھر مجھے مار لینا

بر قفائے تو زدم آمد طراق — یک سوالے دارم اینجا در وفاق

میں نے تیری گدھی پر مارا تو تڑاخ کی آواز آئی — اس کے مناسب یہاں میرا ایک سوال ہے

ایں طراق از دستِ من بود یا — از قفا گاہِ تو اے فخرِ کیا

یہ تڑاخ کی آواز میرے ہاتھ کی تھی یا — اے بزرگوں کے فخر! تیری گدھی کی تھی

گفت از درد آں فراغت نیستم — کاندریں فکر و تفکر بیستم

اس نے کہا مجھے اس کے درد سے چھٹکارا نہیں ہے — کہ میں اس غور و فکر میں لگوں

تو کہ بیدردی ہمی اندیش ایں — نیست صاحب درد را ایں فکر ہیں

تو چونکہ درد سے خالی ہے، یہ سوچ — خبردار! درد مند کیلئے اس غور اور فکر کا وقت نہیں ہے

دردمنداں را نباشد فکرِ غیر — خواہ در مسجد برو خواہی بدیر

درد مندوں کو غیر کی فکر نہیں ہوتی ہے — خواہ تو مسجد میں جائے، یا بتخانے میں

غفلت و بیدردیت فکر آورد — در خیالت نکتۂ بکر آورد

تیری غفلت اور بیدردی سوچنے کا موقع دیتی ہے — تیرے خیال میں نئے نئے نکتے پیدا کرتی ہے

جز غمِ دیں نیست صاحب درد را — می شناسد مرد را و گرد را

درد مند کے لئے دین کے غم کے سوا (اور غم) نہیں ہے — وہ مرد اور گرد کو پہچانتا ہے

حکمِ حق را بر سر و رو می نہد — حفظ و فکرِ خویش یکسو می نہد

اللہ (تعالیٰ) کے حکم کو سر اور چہرے پر رکھتا ہے — اپنے خیالات اور نگہداشت کو ایک طرف رکھ دیتا ہے

حکایت

در صحابہ کم بدے حافظ کسے — گرچہ شوقے بود جاں شاں را بسے

صحابہ میں کوئی حافظ کم ہوتا تھا — اگرچہ ان کی جان کو بہت شوق تھا

لہ ایں سوال۔ یعنی ایسی فضول فرمائش کا یہی جواب مناسب تھا آں یکے۔ اس قصہ سے بھی یہ ظاہر کرنا ہے کہ صاحبِ عشق تو اپنی لگن میں لگا رہتا ہے فضول بحثوں کا اس کے پاس وقت نہیں ہوتا جس کے طمانچہ لگا تھا وہ درد میں مبتلا تھا اس کو طمانچہ مارنے والے کی لغو بحث کی فرصت کہاں تھی سیلی زن۔ طمانچہ مارنے والا

لہ بر قفا۔ گدھی پر۔ طراق۔ طمانچہ کی آواز۔ وفاق۔ مناسبت اتفاق۔ گفت۔ جسکے طمانچہ لگا تھا اس نے کہا۔ بیستم۔ بالیستم۔ تو کہ۔ تو چونکہ درد سے خالی ہے اس لئے اس طرح کی بحثیں تیرے دماغ میں آتی ہیں۔ خواہ در مسجد۔ حق پرست ہو یا باطل پرست وہ اپنی دھن میں لگا رہتا ہے وہ عقلی بحثوں میں نہیں پڑتا ہے۔

لہ غفلت۔ جو دین سے غافل اور دردِ عشق سے خالی ہے وہ لایعنی منطقی بحثیں کرتا ہے حکمِ حق۔ درد مند تو اللہ کے احکام بجا لانے میں منہمک رہتا ہے۔ حکایت۔ صحابہ کرام چونکہ دردِ حق میں مبتلا رہتے تھے اسی لئے ان کو قرآن کے حفظ کا وقت نہ ملتا تھا۔ در صحابہ۔ صحابہ میں حافظِ قرآن کم تھے۔ ایک ایک سورت کے معانی میں تفکر کے اندر ان کا سب وقت لگتا تھا مشہور صحابہ میں صرف چار حافظ تھے۔ ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، ابو زید۔

زانکہ[1] چوں مغزش در آگند و رسید
کیونکہ جب اُس کا گودا بھر گیا اور پک گیا

قشرہا شد بس رقیق و واکفید
چھلکے بہت پتلے ہو گئے اور پھٹ گئے

قشرِ جوز و فستق و بادام ہم
اخروٹ، اور پستہ، اور بادام، کا چھلکا بھی

مغز چوں آگندشاں شد پوست کم
جب اُن میں گودا بھرا، چھلکا گھٹا

مغزِ علم افزود کم شد پوستنش
علم کا گودا بڑھا، تو اُس کا چھلکا گھٹا

زانکہ عاشق را بسوزد دوستش
کیونکہ عاشق کو اُس کا معشوق جلا دیتا ہے

وصفِ[2] مطلوبی چو ضدِ طالبی ست
محبوبیت کی صفت، محبیت کی ضد ہے

وحی و برقِ نور سوزندۂ نبی ست
وحی اور نور کی بجلی نبی کو جلا دینے والی ہی

چوں تجلّی کرد اوصافِ قدیم
جب قدیم اوصاف کی تجلی پڑی

پس بسوزد وصفِ حادث را گلیم
تو گلیم اللہ نے حادث کی صفت کو جلا دیا

ربعِ قرآں ہر کرا محفوظ بود
جس کو چوتھائی قرآن حفظ تھا

جلّ فینا از صحابہ می شنود
تو وہ صحابہ سے سنتا تھا کہ وہ ہم میں بڑھ گیا۔

جمعِ صورت با چنیں معنیِ ژرف
ایسے گہرے معنیٰ کے ساتھ الفاظ کا جمع ہو جانا

نیست ممکن جز ز سلطانے شگرف
بڑے بادشاہ کے علاوہ کسی کیلئے ممکن نہیں ہے

در[3] چنیں مستی مراعاتِ ادب
ایسی مستی میں ادب کی نگہداشت

خود نباشد ور بود باشد عجب
نہیں ہو سکتی، اگر ہو تو تعجب ہے

اندر استغنا مراعاتِ نیاز
بے نیازی میں نیازمندی کی نگہداشت

جمعِ ضدین ست چوں گِرد و دراز
گول اور لمبے جیسے ضدین کو جمع کرنا ہے

جمعِ ضدین از نیاز آمد و ناز
نیاز اور ناز کو جمع کرنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے

باز در وقتِ تحیّر امتیاز
پھر تحیّر کے وقت امتیاز کو باقی رکھنا ضدین کو جمع کرنا ہی

چوں عصا معشوقِ عمیاں می شود
جیسا کہ لاٹھی اندھوں کی محبوب ہے

کور خود صندوقِ قرآں می شود
کور (باطن)، قرآن کا صندوق بن جاتا ہے

دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص گول اور دراز چیز کو جمع کرلے۔ جمع ضدین۔ ناز اور نیاز کو جمع کرنا اور مقام حیرت میں پہنچ کر امتیاز کو باقی رکھنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے۔ صفات خداوندی کا تقاضہ ناز ہوتا ہے اور عبودیت کا تقاضہ نیاز۔ تحیّر محمود کے مقام پر بھی عبد و معبود کا فرق قائم رکھنا یہ صحابہ کرام ہی کر سکتے تھے۔ چوں عصا۔ قرآن کے معانی اور اسرار و حکم کو جانے بغیر الفاظ کو رٹ لینا اور اُن سے عشق کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اندھے کو لاٹھی سے عشق ہوتا ہے اور ایسے حافظِ قرآن کی مثال صندوق کی سی ہے جس میں قرآن محفوظ کر دیا جائے تو نہ صندوق کو اُسکے معانی اور اسرار کا علم ہے نہ اُس شخص کو۔

[1] زانکہ۔ صحابہ کرام مغز اور معانی قرآن سے پُر تھے اُنکے لئے الفاظ کی زیادہ اہمیت نہ تھی مغزِ علم۔ قاعدہ ہے جب پھل پکنے پر آتا ہے اور اُس میں مغز بھر جاتا ہے تو چھلکا گھٹ جاتا ہے اور رقیق ہو کر پھٹنے لگتا ہے۔

[2] وصفِ مطلوبی۔ محبوب اور محب، عاشق و معشوق دو جداگانہ چیزیں ہیں جب تک یہ دوئی ہے وصلِ حقیقی حاصل نہیں ہو سکتا۔ وحی۔ آنحضورؐ پر وحی نازل ہوئی تو فنائیت کا درجہ حاصل ہوا اور دوئی ختم ہوئی۔ چوں تجلّی۔ ذاتِ باری کی تجلی اوصافِ بشریت کو ختم کر دیتی ہے۔ ربعِ قرآن۔ صحابہ کرام میں وحیِ الٰہی نے فنائیت کی صفت پیدا کر دی تھی لہٰذا مشاہدۂ حق اور مشغولی بالعمل حفظِ قرآن کا موقع نہ دیتا تھا چوتھائی قرآن بھی حفظ کر لینا اُن کیلئے بڑی بات تھی۔ جمعِ صورت۔ قرآن کے اسرار اور گہرے معنیٰ کو سمجھتے ہوئے الفاظ کو یاد کرنا بڑے ہی انسان کا کام ہے۔

[3] در چنیں مستی۔ صحابہ کرام کو مشاہدۂ حق سے جو مستی حاصل تھی اُس کے ہوتے ہوئے حفظِ قرآن کے آداب کا پابند ہو جانا ہر انسان سے ممکن نہیں ہے۔ اندر استغنا۔ مشاہدۂ حق کی مستی استغنا پیدا کر دیتی ہے اس کے ہوتے ہوئے نیازمندی کی نگہداشت

گفت کوراں خود صنادیق اند پُر — از حروفِ مُصحف و ذکر و نُذُر

(کسی نے) کہا ہے اندھے خود بھرے ہوئے صندوق ہیں — قرآن کے حروف اور ذکر اور نصیحت سے

باز صندوقے پُر از قرآں بہ است — زانکہ صندوقے بود خالی بدست

پھر قرآن سے بھرا ہوا صندوق بہتر ہے — اس سے کہ خالی صندوق ہاتھ میں ہو

باز صندوقے کہ خالی شد ز بار — بہ ز صندوقے کہ پُر موش ست و مار

پھر وہ صندوق جو بوجھ سے خالی ہے — اُس صندوق سے بہتر ہے جو چوہوں اور سانپوں سے بھرا ہوا ہو

حاصل اندر وصل چوں افتاد مرد — گشت دلّالہ بہ پیشِ مرد سرد

خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان وصل پر پہنچ جائے — تو (اُس) انسان کیلئے رہنمائی کرنیوالا بے حقیقت ہے

چوں بمطلوبت رسیدی اے ملیح — شد طلبگاریِ علم اکنوں قبیح

اے خوبصورت! جب تو اپنے محبوب تک پہنچ گیا — تو اب (راستہ کی) جانکاری کی طلب بُری ہے

چوں شدی بر بامہائے آسماں — سرد باشد جستجوئے نردباں

جب تو آسمان کے بالاخانوں پر پہنچ گیا — تو سیڑھی کی جستجو بے وقعت ہو گئی

جز برائے یاری و تعلیمِ غیر — سرد باشد راہِ خیر از بعدِ خیر

سوائے دوسرے کی تعلیم اور مدد کے — بھلائی (حاصل ہو چکنے) بعد بھلائی کا راستہ بیکار ہے

آئینہ روشن کہ شد صاف و جلی — جہل باشد بر نہادن صیقلی

جو روشن آئینہ صاف اور جلی ہو گیا — اُس کو صیقل پر رکھنا نادانی ہو گی

پیشِ سلطاں خوش نشستہ در قبول — زشت باشد جستن نامہ و رسول

بادشاہ کے سامنے خوش (اور) عزت کیساتھ بیٹھ کر — خط اور قاصد کو تلاش کرنا بُرا ہو گا

داستانِ مشغول شدنِ عاشق بعشق نامہ خواندن و مطالعہ کردن عشق نامہ در حضورِ معشوق خویش و معشوق آنرا ناپسند داشتن کہ طلب الدلیل عند حضور المدلول قبیح والاشتغال بالعلم بعد الوصول الی المعلوم مذموم

ایک عاشق کا عشق نامہ میں مشغول ہونا اور عشق نامہ کو اپنے معشوق کے سامنے پڑھنے کا بیان اور معشوق کا اُس کو ناپسند کرنا کیونکہ مدلول کی موجودگی میں راہنما کی طلب بُری ہے اور معلوم تک پہنچنے کے بعد علم میں مشغول ہونا بُرا ہے

لے گفت۔ کہنے والے نے کہا جو لوگ قرآن کے اسرار و معانی سے بے بہرہ ہیں اور صرف الفاظ رٹتے ہیں وہ قرآن کے حروف اور ذکر و فکر کی آیتوں کے پُر شدہ صندوق ہیں۔ باز۔ جو لوگ محض قرآن کے الفاظ کے حافظ ہیں وہ بھی اُن سے بہتر ہیں جو الفاظ سے بھی محروم ہیں۔

۲ کہ پُر موش۔ وہ لوگ جن کے سینے قرآن کے الفاظ سے بھی خالی ہیں اُن لوگوں سے بہتر ہیں جن کے سینے خیالات فاسدہ اور باطل عقائد سے بھرے ہوئے ہیں۔ حاصل۔ غرضیکہ جو لوگ واصل بحق ہیں اُن کو کسی راہنما کی ضرورت نہیں ہے۔ چوں۔ جب مقصود حاصل ہو جائے تو اُس کا راستہ معلوم کرنا لغو بات ہے۔

۳ چوں شدی۔ جو شخص بالاخانہ پر پہنچ گیا اُس کیلئے سیڑھی کو تلاش کرنا بیکار ہے۔ جز۔ واصل بحق اگر اللہ سے قُرب کے وسائل اور ذرائع کا ذکر کرے تو دوسروں کی تعلیم کے لئے کرے۔ آئینہ۔ جب آئینہ خود صاف ہے تو اُس کو صیقل کرنا لغو کام ہے۔ پیش سلطاں۔ جب محبوب تک رسائی ہو جائے تو پھر قاصد اور نامہ و پیام کی جستجو بیکار بات ہے۔

آں یکے را یار پیشِ خود نشاند
ایک (عاشق) کو معشوق نے اپنے سامنے بٹھا لیا

نامہ بیروں کرد و پیشِ یار خواند
اُس نے خط نکالا اور معشوق کے سامنے پڑھنے لگا

بیتہا در نامہ و مدح و ثنا
خط میں اشعار تھے، اور تعریف و توصیف تھی

زاری و مسکینی و بس لابہا
عاجزی اور مسکینی اور بہت سی خوشامدیں تھیں

گریہ و افغان و حزن و دردِ خویش
رونا اور فریاد، اور غم، اور اپنا درد

خواری و بیزاری با اہل و خویش
ذلت اور اہل اور اپنوں سے بیزاری (تھی)

دُوری و رنجوری از ہجرانِ دوست
دوست کے ہجر کی وجہ سے دوری اور بیماری

ذکرِ پیغام و رسول از مغز و پوست
پیام اور قاصد اور رطب و یابس کا تذکرہ

ہمچنیں می خواند با معشوقِ خود
وہ اِس طرح اپنے معشوق کے سامنے پڑھتا رہا

تا کہ بیروں شد ز حصر و حد و عد
حتّٰی کہ احاطہ اور حد اور شمار سے تجاوز کر گیا

گفت معشوق ایں اگر بہرِ من است
معشوق نے کہا اگر یہ (رونا دھونا) میری وجہ سے ہے

گاہِ وصل ایں عمر ضائع کردن است
تو وصل کے وقت یہ عمر کو ضائع کرنا ہے

من بہ پیشت حاضر و تو قصہ خواں
میں تیرے سامنے ہوں اور تو قصے پڑھتا ہے

نیست ایں بارے نشانِ عاشقاں
یقیناً یہ عاشقوں کی پہچان نہیں ہے

گفت اینجا حاضری اما ولیک
اُس (عاشق) نے کہا تو اِس جگہ موجود ہے لیکن

من نمی یابم نصیبِ خویش نیک
میں اپنا حصہ پورا نہیں پا رہا ہوں

آنچہ می دیدم ز تو پارینہ سال
میں جو تجھ سے پار سال دیکھتا تھا

نیست ایں دم گرچہ می بینم وصال
وہ اب نہیں ہے اگرچہ میں وصل دیکھ رہا ہوں

من ازیں چشمہ زلالے خوردہ ام
میں نے اِس چشمہ سے صاف پانی پیا ہے

دیدہ و دل زآب تازہ کردہ ام
میں نے آنکھوں اور دل کو پانی سے تازہ کیا ہے

چشمہ می بینم ولیکن آب نے
میں چشمہ دیکھ رہا ہوں لیکن پانی نہیں ہے

راہِ آبم را مگر زد رہزنے
میرے پانی کا راستہ شاید کسی ڈاکو نے مارا ہو

گفت پس من نیستم معشوقِ تو
اُس نے کہا تو میں تیرا معشوق نہیں ہوں

من بہ بلغار و مرادت در قتو
میں بلغار میں ہوں اور تیرا مقصود قتو میں ہے

عاشقی تو بر من و بر حالتے
تو مجھ پر اور (میری) ایک حالت پر عاشق ہے

حالت اندر دست نبود اے فتے
اے نوجوان! حالت قابو میں نہیں ہوتی ہے

لہ آں یکے۔ معشوق کے پاس بیٹھ کر اُس کیلئے لکھے ہوئے خطوط پڑھنا معشوق کی ناگواری کا سبب ہوتا ہے۔ بیتہا۔ معشوق کو جو اُس نے خط میں لکھا اُس میں یہ بیانات تھے جو اُس نے معشوق کے پاس بیٹھ کر پڑھنے شروع کر دیئے۔ گفت معشوق۔ معشوق نے سارا مضمون سُن کر کہا اگر یہ خط میرے نام تھا تو وصل کی حالت میں اِس کا پڑھنا عمر کو ضائع کرنا ہے۔

ٹہ من بہ پیشت۔ معشوق کی حضوری میں خط پڑھنے کی مصروفیت اور شکوے شکایت عشق سے خالی ہونے کی علامت ہے عاشق تو محوِ دیدار ہو کر سب کچھ بھول جاتا ہے۔ گفت۔ عاشق نے معشوق سے کہا تو حاضر ہے لیکن تیرا شباب ڈھل گیا ہے پہلے لُطفِ صحبت تھا اب وہ مجھے حاصل نہیں ہے۔ زلال۔ صاف پانی۔

ٹہ آب نے یعنی تیرا وہ پہلا رنگ روپ نہیں ہے۔ بلغار۔ اِس شہر اور قتو شہر میں بہت فاصلہ ہے۔ عاشقی۔ تو میری ذات اور اُس کی ایک حالت پر عاشق ہے، احوال میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

پس نیم کلی مطلوبِ تو من [۱] | جزوِ مقصودم ترا اندر زمن
تو میں بالکلیہ تیرا مطلوب نہیں ہوں | میں زمانہ میں تیرے مطلوب کا جزو ہوں

خانۂ معشوقہ ام معشوق نے | عشق بر نقد ست نے بر صندوق نے
میں معشوق نہیں ہوں، معشوق کا گھر ہوں | عشق تو نقدی سے ہے صندوق سے نہیں ہے

ہست معشوق آنکہ او یک تو بود | مبتدا و منتہایت او بود
معشوق تو وہ ہے جو ایک حالت پر ہو | تیرا ابتدا اور منتہا وہ ہو

چوں بیابی اش نمانی منتظر | ہم ہویدا او بود ہم نیز سر
جب تو اس کو پالے تو منتظر نہ رہ | ظاہر میں بھی وہی معشوق، ہو اور باطن میں بھی

میر احوال ست نے موقوفِ حال [۲] | بندۂ آں ماہ باشد ماہ و سال
وہ حالات پر حاکم ہوتا ہے نہ کہ حالات کا محکوم | مہینے اور سال اسی چاند کے غلام ہیں

چوں بگوید حال را فرماں کند | چوں بخواہد جسمہا را جاں کند
جب وہ حالات کو حکم دے وہ تابعداری کریں | جب وہ چاہے، جسموں کو روح بنا دے

منتہی نبود کہ موقوف ست او | منتظر بنشستہ باشد حال جو
جو موقوف ہے وہ منتہی نہیں ہے | وہ حال کا تلاش کرنے والا منتظر بیٹھا ہوا ہے

کیمیائے حال باشد دستِ او | چوں بجنباند شود مس مستِ او
اس کا ہاتھ، حال کی کیمیا ہوتا ہے | جب وہ ہاتھ ہلا دیتا ہے تو تانبا اس کا مست ہو جاتا ہے

گر بخواہد مرگ ہم شیریں شود | خار و نشتر نرگس و نسریں شود
اگر وہ چاہے تو موت بھی میٹھی ہو جائے | کانٹا اور نشتر بھی نرگس اور نسرین بن جائے

او بود سلطانِ حال اندر روش [۳] | نے چو تو محروم از حال و کشش
وہ سلوک میں حال پر حاکم ہوتا ہے | تیری طرح حال اور کشش سے محروم نہیں ہوتا ہے

آنکہ او موقوفِ حال آدمی ست | کہ گہے افزون و گاہے در کمی ست
جو حال کا محکوم ہے وہ (صرف) آدمی ہے | کہ کبھی بڑھوتری میں ہے اور کبھی کمی میں ہے

جس کو عشقِ الٰہی میں فناء الفنا کا درجہ حاصل ہو جائے وہ ان احوال کا محکوم نہیں رہتا بلکہ ان پر حاکم بن جاتا ہے۔ منتہی نبود۔ جو شخص احوال کے تابع ہے وہ کامل نہیں ہے۔ کیمیائے حال۔ فناء الفنا کے درجہ پر پہنچ کر احوال اس عاشق کے تابع ہو جاتے ہیں جس حال کی اس کو خواہش ہو وہ پیدا ہو جائیگا وہ چاہے تو موت جیسی تلخ چیز بھی شیریں بن جاتی ہے اور کانٹے پھول بن جاتے ہیں غرضیکہ وہ صاحبِ تصرفات ہوتا ہے۔ [۳] او بود۔ یعنی فناء الفنا کے درجہ پر پہنچ کر احوال پر پورا قابو ہو جاتا ہے۔ آنکہ او۔ جو احوال کا محکوم ہوتا ہے اس میں قویٰ بشری کا غلبہ رہتا ہے اس کو کبھی عروج اور کبھی نزول کی کیفیتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

[۱] پس نیم۔ یعنی میری پوری ذات تیری معشوق نہیں ہے بلکہ میری ذات تیرے معشوق کا جزو ہے۔ خانہ۔ یعنی میں تیرا معشوق نہ ہوا بلکہ وہ جوانی معشوق تھی جو میری ذات میں تھی گویا میں صندوق تھا اور جوانی اس کے اندر کی نقدی کی طرح تھی تو عشق صندوق سے نہیں ہوتا بلکہ نقدی سے ہوتا ہے۔ ہست۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے کہ عارضی حسن معشوق بنانے کے قابل نہیں ہے۔ عشق اس ذات سے ہونا چاہیے جو لازوال ہے۔ انسان کی ابتداء بھی وہی ہے اور منتہی بھی وہی ہے۔ اَللّٰہُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ اللہ ہی شروع میں پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کریگا پھر تم اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔ چوں بیابی۔ اللہ کے وصل کے بعد پھر کسی معشوق کا منتظر نہ رہ وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ ھُوَ الظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ۔ [۲] میر احوال ست۔ عاشقِ خدا احوال پر حاکم ہوتا ہے احوال کا محکوم نہیں ہوتا زمانہ اس عاشق کا محکوم ہوتا ہے۔ وہ احوال پر حکمرانی کرتا ہے اور جسموں کو روح بنا دیتا ہے، حال اصطلاح میں وہ کیفیت ہے جو قلب پر بغیر کسی تکلف اور کوشش کے محض خداوندی عنایت سے وارد ہوتی ہے جیسے قبض و بسط اور ذوق و شوق وغیرہ اور یہ کیفیت کسی نفسانی صفت کے ظہور کے وقت زائل ہو جاتی ہے لیکن

صوفی ابن الوقت[1] باشد در مثال — لیک صافی[1] فارغ ست از وقت و حال

صوفی مثالاً، ابن الوقت ہوتا ہے — لیکن اہلِ صفا وقت اور حال سے بے نیاز ہوتا ہے

حالہا موقوفِ عزم و رائے او — زندہ از نفخِ مسیح آسائے او

احوال اس کے ارادے اور رائے کے تابع ہیں — اس کی مسیح جیسی پھونک سے زندہ ہیں

عاشقِ حالی نہ عاشق بر منی — بر امیدِ حال بر من می تنی

تو میرے حال کا عاشق ہے، نہ کہ مجھ پر — تو حال کی امید پر، مجھ پر جھکتا ہے

آنکہ[2] گہ ناقص گہے کامل بود — نیست معبودِ خلیل آفل بود

وہ جو کبھی ناقص، کبھی کامل ہو — وہ خلیل (اللہ) کا معبود نہیں ہے، غروب ہو جانے والا ہے

وانکہ آفل باشد و گہ آن و این — نیست دلبر لا اُحِبُّ الآفلین

وہ جو کہ غروب ہو جانے والا ہو اور کبھی ایسا اور کبھی ویسا — وہ معشوق نہیں ہے "میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں کرتا ہوں"

آنکہ او گاہے خوش و گہ ناخوش ست — یک زمانے آب و یکدم آتش ست

وہ جو کبھی خوش اور کبھی ناخوش ہے — ایک وقت پانی اور ایک وقت آگ ہے

برجِ مہ باشد و لیکن ماہ نے — نقشِ بت باشد و لے آگاہ نے

وہ چاند کا برج ہوگا، لیکن چاند نہیں ہے — وہ بت کا نقش ہے لیکن باشعور نہیں ہے

ہست صوفی صفا جو ابنِ وقت — وقت را ہمچوں پدر بگرفتہ سخت

باصفا صوفی جو کہ ابن الوقت ہے — وہ مضبوطی سے وقت کو باپ کی طرح پکڑے ہوئے ہے

ہست صافی غرقِ عشقِ ذوالجلال — ابنِ کس نے فارغ از اوقات و حال

صوفی، صافی (اللہ) ذوالجلال کے عشق میں غرق ہے — وہ کسی کا ابن نہیں ہے وہ اوقات اور حال سے بے نیاز ہے

غرقۂ نورے[3] کہ او لم یولد ست — لم یلد لم یولد آن ایزد ست

وہ اس نور میں غرق ہے جو پیدا شدہ نہیں ہے — نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا اللہ (تعالیٰ) کی شان ہے

رو چنیں عشقے بجو گر زندۂ — ورنہ وقتِ مختلف را بندۂ

اگر تو زندہ ہے، جا ایسا عشق تلاش کر — ورنہ تو مختلف اوقات کا غلام ہے

منگر اندر نقشِ خوب و زشتِ خویش — بنگر اندر عشق و در مطلوبِ خویش

اپنے اچھے برے نقش کو نہ دیکھ — عشق کو اور اپنے معشوق کو دیکھ

---

[1] ابن الوقت۔ وہ صوفی کہلاتا ہے جو احوال اور تجلیات پر قابو نہ پاسکے اور اُس سے خوارق اور کرامات کا اضطراراً ظہور ہونے لگے۔ صافی۔ اِس سے مراد ابوالوقت اور صاحبِ مقام ہے یہ وہ سالک ہوتا ہے جس کو احوال پر قابو ہوتا ہے اور اُس کو روح و نفس پر پوری قدرت حاصل ہوتی ہے اُس سے کرامات کا ظہور نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ ان باتوں کو سنت اللہ کے خلاف سمجھتا ہے ابوالوقت کو ابن الوقت پر بہت فوقیت ہے۔ عاشقِ حالی۔ اب پھر معشوق کا مقولہ شروع ہوا۔ یعنی معشوق نے عاشق سے کہا تو میری ذات کا عاشق نہیں ہے بلکہ میری ایک کیفیت اور حالت کا عاشق ہے۔

[2] آنکہ گہ۔ جو متغیر ہو جانے والی چیز ہے وہ معشوق اور معبود بنانے کے قابل نہیں ہے۔ لا اُحِبُّ الآفلین۔ حضرت ابراہیمؑ نے چاند اور سورج کے بارے میں فرمایا تھا کہ میں ان زوال پذیر چیزوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ آنکہ او۔ جن چیزوں کا حُسن اور کمال زوال پذیر ہے انکو صفاتِ باری کا صرف مظہر سمجھو حقیقی محبوب نہ بناؤ۔ صوفی صافی یعنی ابن الوقت سالک۔ صافی یعنی ابوالوقت صاحبِ مقام سالک۔

[3] غرقۂ نورے۔ ابوالوقت تجلیاتِ رب میں غرق رہتا ہے جو ابدی اور دائمی ہیں۔ رو چنیں عشقے۔ لم یزل اور لا یزال سے عشق کر۔ وقتِ مختلف۔ یعنی قابلِ تغیر مظاہر۔ منگر۔ انسان کی اپنی ذات کی اچھائی اور برائی طلب میں مانع نہ آنی چاہیئے اسکو ہر وقت عشق اور معشوقِ حقیقی کو پیشِ نظر رکھ کر جدوجہد جاری رکھنی چاہیئے۔ (شعر) تو مگو مارا بداں شہ بار نیست — بر کریماں کارہا دشوار نیست

منگر آنکہ تو حقیری یا ضعیف — بنگر اندر ہمتِ خود اے شریف

یہ خیال نہ کر کہ تو حقیر ہے یا کمزور — اے بھلے! اپنی ہمت کو دیکھ

تو بہر حالے[۱] کہ باشی می طلب — آب می جو دائماً اے خشک لب

تو جس حالت میں ہو طلب (جاری) رکھ — اے خشک ہونٹوں والے! ہمیشہ پانی تلاش کر

کاں لبِ خشکت گواہی می دہد — کو بآخر بر سرِ منبع رسد

کیونکہ تیرے خشک ہونٹ گواہی دیتے ہیں — کہ وہ بالآخر چشمے پر پہنچ جائیں گے

خشکیِ لب ہست پیغامے ز آب — کہ بمات آرد یقیں ایں اضطراب

ہونٹوں کی خشکی پانی کا ایک پیام ہے — کہ یقیناً یہ اضطراب تجھے ہم تک لے آئے گا

کایں طلبگاری مبارک جنبشے ست — ایں طلب در راہِ حق مانع کشے ست

کہ یہ طلب، بابرکت حرکت ہے — حق کے راستے میں یہ طلب موانع کو ختم کر دینے والی ہے

ایں طلب مفتاحِ مطلوباتِ تست — ایں سپاہِ نصرت و رایاتِ تست

یہ طلب تیرے مطلوبوں کی کنجی ہے — یہ (طلب) تیری کامیابی کے سپاہی اور جھنڈے ہیں

ایں طلب ہمچوں خروسے در صیاح — میزند نعرہ کہ می آید صباح

یہ طلب مرغ کی طرح چیخنے میں ہے — (اور) نعرہ لگا رہی ہے کہ صبح آنے والی ہے

گرچہ[۲] آلت نیستت تو می طلب — نیست آلت حاجت اندر راہِ رب

خواہ وسائل نہ ہوں، تو طلب کر — اللہ کے راستے میں وسائل کی ضرورت نہیں ہے

ہر کرا بینی طلبگار اے پسر — یارِ او شو پیشِ او انداز سر

اے بیٹا! تو جس کو طلب گار دیکھے — اس کا دوست بنجا اور اس کے سامنے سر رکھدے

کز[۳] جوارِ طالباں طالب شوی — وز ظلالِ غالباں غالب شوی

طلبگاروں کے قرب سے تو طلبگار بن جائیگا — اور (نفس پر) غالب لوگوں کے سایہ سے تو غالب بنجائیگا

گر یکے مورے سلیمانے بجست — منگر اندر جستنِ او سست سست

اگر ایک چیونٹی سلیمان کی جستجو کرے — تو اس کی جستجو کو حقارت سے نہ دیکھ

ہر چہ داری تو ز مال و پیشہ — نے طلب بود اول و اندیشہ

جو کچھ بھی تو مال اور ہنر رکھتا ہے — کیا وہ ابتدا میں جستجو اور فکر نہ تھا؟

گر یکے گنجے بیابد نادرست — ور باستد از طلب ہم قاصرست

اگر کوئی خزانہ (اچانک) پالے تو یہ نادر ہے — اگر وہ طلب سے رک جائے تو کوتاہی کرنیوالا ہے

---

۱ تو بہر حالے۔ خواہ طالب کتنا ہی کمزور ہو وہ طلب پیدا کرلے کیونکہ اس کی کمزوری ہی مطلوب تک رہنما بن جائیگی۔ خشکیٔ لب۔ طلب کا اضطراب اور بیقراری لامحالہ مطلوب تک پہنچا دیتی ہے ایں طلب۔ طلب اور جستجو کامیابی کی ضامن ہے ایں طلب جس طرح مرغ کی اذان صبح کی آمد کی علامت ہے اسی طرح جستجو مقصود تک پہنچنے کی علامت ہے۔

۲ گرچہ۔ (شعر) ......
داد حق را قابلیت شرط نیست
بلکہ شرط قابلیت داد اوست
ہر کرا بینی۔ اگر طلب نہیں ہے تو طلبگاروں کے ساتھ لگ جانا چاہیے مقصود حاصل ہو جائے گا۔

۳ کز جوار۔ نیکوں کی صحبت تاثیر سے خالی نہیں رہتی ہے۔ گر یکے۔ اگر کوئی ضعیف اور کمزور طالب حق ہے تو اس کو حقیر نہ سمجھو۔ ہر چہ داری۔ دنیا کی دولت بھی طلب اور فکر و تدبر سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ گر یکے گنجے۔ اگر کسی بزرگ کی صحبت سے کچھ حاصل بھی ہو جائے تو وہ صرف استعداد ہوگی اگر طلب اور جستجو ختم کردی تو وہ بھی ضائع ہو جائے گی۔

ہر کہ چیزے جُست بیشک یافت اُو ۔ چوں بجدّ اندر طلب بشتافت اُو
جس نے کسی چیز کی طلب کی یقیناً اس کو ملی ہے ۔ جبکہ محنت سے وہ طلب میں دوڑا ہے

چوں نہادی در طلب پا اے پسر ۔ یافتی و شُد میسّر بے خطر
اے بیٹا! جبکہ تُو نے جستجو میں قدم رکھا ۔ تو نے (مطلوب) پالیا اور وہ بلا خطرہ کے مل گیا

ہیں مباش اے خواجہ یکدم بے طلب ۔ تا بیابی ہر چہ خواہی بے تعب
اے خواجہ! کسی وقت بھی بغیر جستجو کے نہ رہ ۔ (اس خیال سے)، کہ تو جو چاہے گا بغیر مشقت کے پائیگا

عاقبت جوینده یابنده بُوَد ۔ چونکہ در خدمت شتابنده بُوَد
جستجو کرنے والا، بالآخر پا جانے والا ہوتا ہے ۔ چونکہ (مطلوب کی) خدمت میں (پہنچنے کیلئے) وہ دوڑنے والا ہوتا ہے

در طلب چالاک شو زیں فتحِ باب ۔ می طلب و اللهُ اَعلَمُ بِالصّواب
طلب میں تیز رو بن، اس سے فتح باب ۔ طلب کر اور خدا بہتر جانتا ہے

حکایت آں مرد کہ در عہد داؤد علیہ السّلام شب و روز دُعا و تضرّع می کرد کہ بارِ خُدایا مرا روزیِ حلال بدہ بے رنجِ کسب

اس شخص کا قصہ جو حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں دن رات دعا اور عاجزی کرتا تھا کہ خدا تعالیٰ کمائی کی تکلیف کے بغیر مجھے حلال روزی عنایت کر

آں یکے در عہدِ داؤدِ نبی ۔ نزدِ ہر دانا و پیشِ ہر غبی
ایک شخص، داؤدؑ نبی کے زمانے میں ۔ ہر عقلمند کے پاس اور ہر غبی کے سامنے

ایں دعا می کرد دائم کاے خدا ۔ ثروتے بے رنجِ روزی کُن مرا
ہمیشہ یہ دعا کرتا تھا، کہ اے خدا! ۔ بغیر محنت کے مجھے مالداری عطا فرما دے

چوں مرا تو آفریدی کاہلے ۔ زخم خوارے سُست جنبے منبلے
جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے ۔ (اور) مار کھانیوالا، کمزور پہلو والا، ناکارہ

بر خرانِ پُشت ریشِ نامُراد ۔ بارِ اسپاں و اشتراں نتواں نہاد
نامراد زخمی کمر، گدھوں پر ۔ گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں لادا جاسکتا

کاہلم چوں آفریدی اے ملی ۔ روزیم دہ ہم ز راہِ کاہلی
اے بے نیاز! جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے ۔ مجھے روزی بھی کاہلی کے راستہ سے عطا فرما

کاہلم من سایہ خسپم در وجود ۔ خُفتم اندر سایۂ افضال و جُود
میں کاہل، زندگی بھر سایہ میں سونے والا ہوں ۔ مہربانیوں اور سخاوت کے سایہ میں سویا ہوں

۱ہ ہر کہ چیزے۔ عربی کا مشہور مقولہ من جدّ وجد۔ جس نے کوشش کی اس نے پایا۔ ہیں مباش۔ انسان کا خیال بالکل غلط ہے کہ بلا محنت اور مشقت کے کچھ حاصل ہو سکے گا۔ عاقبت۔ جو شخص محبوب کی طلب میں دوڑتا ہے وہ لامحالہ مطلوب کو پالیتا ہے۔ فتح باب۔ یعنی قرب حق کے دروازے کی کشادگی۔

۲ہ حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص بہرحال اپنی تمنائیں پوری کرنے کی دھن میں لگا تھا لامحالہ اس کا مقصود پورا ہوا۔ آں۔ بزرگ، مفظر۔ آں یکے۔ یہ شخص جگہ جگہ یہی دعا کرتا پھرتا تھا کہ اس کو بغیر محنت کے دولت مل جائے۔ دائم۔ ہمیشہ۔ ثروت۔ مالداری۔

۳ہ چوں مرا یعنی میں جس اہلیت کا ہوں مجھ سے وہی کام لے مجھ پر روزی کمانے کی تکلیف نہ ڈال۔ زخم خوار۔ پٹنے والا۔ سست جنب۔ کمزور پہلو والا۔ منبل۔ ناکارہ۔ غنی۔ مالدار۔ سایہ خسپم۔ سایہ میں سونا راحت طلبی کی علامت ہے۔ در وجود۔ یعنی جب سے پیدا ہوا ہوں۔

کاہلان و سایہ خُسپاں را اگر — روزیِ بنوشتہ نوعے[1] دگر
کاہلوں اور سایہ میں سونے والوں کے لئے شاید — تونے دوسری ہی طرح کی روزی مقدر کی ہے

ہر کرا پا ہست جوید روزیے — ہر کرا پا نیست کُن دلسوزیے
جس کے پاؤں ہیں وہ روزی تلاش کرتا ہے — جس کے پاؤں نہیں ہیں اُس پر رحم فرما

رزق را میراں بسُوئے آں حزیں — ابر را می کَش بسُوئے ہر زمیں
اُس غمگین کی طرف روزی بھیج — ہر زمین کی جانب ابر کو پہنچا

چوں زمیں را پا نباشد، جُودِ تو — ابر را راند بسُوئے اُو دو تو
چونکہ زمین کے پاؤں نہیں ہیں تیری سخاوت — ابر کو تہ بہ تہ اُس کی طرف لیجاتی ہے

طفل[2] را چوں پا نباشد مادرش — آید و ریزد وظیفہ بر سرش
بچہ کے چونکہ پاؤں نہیں ہوتے (اسلئے) اسکی ماں — آتی ہے اور غذا اُس کے سر پر بہاتی ہے

روزیِ خواہم بناگہ بے تعب — کہ ندارم من ز کوشش جز طلب
بغیر محنت کے اچانک روزی چاہتا ہوں — اِسلئے کہ سوائے طلب کے میرے پاس اور کوئی کوشش نہیں ہے

مُدتے بسیار می کرد ایں دعا — روز تا شب، شب ہمہ شب تا ضحیٰ
بہت مدت تک یہ دُعا کرتا رہا — دن سے رات تک تمام رات (بلکہ) چاشت تک

خلق می خندید بر گفتارِ اُو — بر طمع خامے و بر بیکارِ اُو
اُس کی باتوں پر لوگ ہنستے تھے — اس کے بیکار لالچ اور اُس کی ہٹ پر

کہ چہ می گوید عجب ایں سست ریش — یا کسے دادست بنگ، بیہُشیش
کہ تعجب ہے، یہ بیوقوف کیا کہتا ہے؟ — کیا کسی نے اُس کو بے ہوشی کی بھنگ پلادی ہے

راہِ روزی کسب و رنج ست و تعب — ہر گز ایں[3] نادر نشد ور شد عجب
روزی کا راستہ کمانا، تکلیف برداشت کرنا اور تھکنا ہے — یہ انوکھی بات کبھی نہیں ہوئی اور اگر ہو تو تعجب ہے

ہر کسے را پیشۂ داد و طلب — از رہ کسب و تعب با رنج و تب
اللہ نے ہر ایک کو ایک پیشہ اور طلب دی ہے — کمائی اور تھکن سرگرمی اور تکلیف کے راستے

اُطلبوا الارزاق من اسبابہا — وادخلوا الاوطان من ابوابہا
رزقوں کو ان کے اسباب سے طلب کرو — وطنوں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو

شاہ و سلطان و رسولِ حق کنوں — ہست داؤدِ نبیِ ذو فنوں
شاہ اور سلطان اور اللہ کے رسول اب — صاحب ہنر داؤدؑ نبی ہیں

[1] نوعے دگر یعنی کاہلوں کی روزی بغیر کمائے بقدر ہے۔ ہر کرا یعنی جس میں کمانے کی طاقت ہے۔ پا نیست۔ یعنی جو کاہل ہے اور اسمیں کمانے کی صلاحیت نہیں ہے۔ ابر را یعنی جس طرح زمین کے پاؤں نہیں ہیں اور تو اس کی غذا ابر کو بھیجکر پہنچاتا ہے اسی طرح میرا رزق بغیر محنت کے میرے پاس پہنچا دے۔

[2] طفل را۔ بچہ میں چلنے کی طاقت نہیں ہوتی تو اس کی ماں کے ذریعہ اس کی غذا اُس کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ کہ ندارم۔ مجھ میں محض طلب ہے اور کوئی ذریعہ اختیار کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ سست ریش۔ بیوقوف۔ بنگ بھنگ۔

[3] ایں نادر یعنی بغیر کمائے روزی حاصل ہونا۔ شاہ یعنی حضرت داؤدؑ کو اس قدر فضائل کے باوجود زرہ بنانے کا پیشہ اختیار کرنا پڑا، تب روزی ملتی تھی۔

هست[1] در فرمانِ اُو از وحش و طیر — در همہ روئے زمیں اُو راست سیر
وحشی جانور اور پرندے اُن کے حکم میں ہیں — تمام روئے زمین پر اُن کا دورہ ہے

با چناں عزّے و نازے کاندروست — کہ گزیدستش عنایتہائے دوست
اس عزّت اور ناز کے باوجود جو اُنمیں ہے — کہ اُنکو دوست (خدا) کی عنایتوں نے منتخب کیا ہے

مُعجزاتش بے شمار و بے عدد — موجِ بخشایش مدد اندر مدد
اُن کے معجزے بے شمار اور اَن گنت — اُنپر بخشش کی موجیں پے در پے (ہیں)

ہیچکس را خود ز آدمؑ تا کنوں — کے بُدست آواز ہمچوں ارغنوں
کسی شخص کی آدمؑ سے اب تک — آواز ارغنوں (باجا) کی طرح کب ہوئی ہے؟

کہ بہر وعظے بمیراند دُو دیست — آدمی را صوتِ خوبش کرد نیست
کہ ہر وعظ میں وہ دو سو کو مار ڈالتے — انسان کو اُن کی حسین آواز فنا کر دیتی

شیر و آہو جمع گردد آں زماں — سُوئے تذکیرش مُغفّل ایں ازاں
اُس وقت شیر اور ہرن جمع ہو جاتے — اُن کے وعظ میں (اور) یہ اُس سے غافل

کوہ[2] و صحرا ہم رسائل بادمش — ہر دو اندر وقتِ دعوت محرمش
پہاڑ اور جنگل بھی ان کی آواز کے ہم آواز تھے — دونوں دعوت دینے کے وقت اُنکے ہمراز تھے

این و صد چنداں مر اُو را معجزات — نُورِ رویش بے جہات و در جہات
یہ اور ایسے سینکڑوں معجزے اُن کے تھے — اُن کے چہرے کا نور بے جہت اور تمام جہتوں میں تھا

با ہمہ تمکیں خدا روزیِ اُو — کردہ باشد بستہ اندر جستجو
تمام عزّتوں کے باوجود اللہ (تعالیٰ) نے اُنکی روزی — جستجو کے ساتھ وابستہ کی تھی

بے زرہ[3] بافی و رنجے روزیش — می نیاید با ہمہ فیروزیش
زرہ بنانے اور تکلیف اُٹھانے کے بغیر اُنکی روزی — باوجود تمام نیک بختیوں کے حاصل نہیں ہوتی تھی

اینچنیں مخذول و واپس ماندہ — خانہ گندہ دوں و گردوں راندہ
ایسا ذلیل اور پچھڑا ہوا — خانہ ویران، کمینہ اور آسمان کا پھٹکارا ہوا

اینچنیں مُدبر ہمی خواہد کہ اُو — گنج یابد تا رود پایش فرو
ایسا بدبخت یہی چاہتا ہے کہ وہ — خزانہ پالے یہانتک کہ اُسمیں اُسکا پاؤں دھنسے

ز احمقی خواہد کہ بے رنجیش نسود — بے تجارت پُر کند دامن ز سُود
حماقت کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بغیر تکلیف کے فوراً — (اور) بغیر کاروبار کیے نفع سے دامن بھر لے

[1] ہست۔ حضرت داؤدؑ کے نغمے پر چرند پرند جمع ہو جاتے تھے۔ ہیچکس۔ لحن اور نغمہ کا معجزہ صرف حضرت داؤدؑ کو ملا تھا۔ ارغنوں۔ مشہور باجا ہے۔ کہ بہر وعظے۔ حضرت داؤدؑ جب وعظ میں خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے سینکڑوں آدمی وجد میں آکر بیہوش اور بعض جاں بحق ہو جاتے تھے۔ شیر و آہو۔ نغمہ کو سُن کر شیر اور ہرن جمع ہو جاتے تھے اور وجد کے عالم میں ایک دوسرے سے بیخبر رہتا تھا۔

[2] کوہ۔ حضرت داؤدؑ کے نغمے پہاڑ اور جنگل کی گونج اُن کی ہم آواز ہو جاتی تھی۔ رسائل۔ شریکِ کار۔ بے جہات۔ یعنی حضرت داؤدؑ کے چہرے کا نور مطلق بھی تھا اور مقید بھی تھا۔

[3] بے زرہ۔ حضرت داؤدؑ لوہے کی زرہیں بنا کر اپنی روزی کماتے تھے۔ مخذول۔ رسوا، ذلیل۔ مُدبر۔ بدبخت۔ پایش فرو۔ یعنی چلتے پھرتے اُس کو خزانہ مل جائے اور اُس میں اُس کا پاؤں دھنس جائے۔ سُود۔ نفع۔

اینچنیں[1] گیجے نیامد در جہاں — کہ برآیم بر فلک بے نردباں

(ایسا کوئی احمق دنیا میں نہیں ہوا (جو، کہے) — کہ میں آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھوں گا

ایں ہمی گفتش بتسخر مُرنگ بگیر — کہ رسیدت روزی و آمد بشیر

(کوئی) اس سے مذاق میں کہتا یہ لے لے — کہ تیری روزی آگئی اور خوشخبری دینے والا آگیا

واں ہمی خندید مارا ہم بدہ — زانچہ یابی ہدیہ اے سالارِ دِہ

کوئی ہنستا کہ ہمیں بھی دینا — اے چودھری! اس عطیہ میں سے جو تجھے ملے

او ازیں تشنیعِ مردم ویں فسوس — کم نمیکرد از دعا و چاپلوس

وہ لوگوں کی اس طعنہ زنی اور ملامت سے — دعا اور خوشامد میں کمی نہ کرتا تھا

تا کہ شد در شہر معروف و شہیر — کو ز انبانِ تہی جوید پنیر

یہاں تک کہ وہ شہر میں معروف اور مشہور ہو گیا — کہ وہ خالی تھیلے میں پنیر تلاش کرتا ہے

شد مثل در خام طمعی آں گدا[2] — او ازیں خواہش نمی آمد جدا

وہ فقیر بیکار لالچ میں ضرب المثل بن گیا — (لیکن) وہ اس خواہش سے جدا نہ ہوا

کم نمی کرد از دعا و ابتہال — کرد اجابت مستعانِ ذوالجلال

اس نے دعا اور زاری ختم نہ کی — (اللہ تعالیٰ) مستعان اور ذوالجلال نے اس کی دعا قبول کرلی

دویدن گاو در خانہ آں دعا کنندہ بالحاح قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُلِحِّیْنَ فِی الدُّعَاءِ زیرا کہ عین خواستِ حق سبحانہ وتعالیٰ ست الحاح خواہندہ را بہ است از آنچہ میخواہد از وے و معذرت گفتن[3] ناظم کنندہ و مدد خواستن

اس عاجزی کے ساتھ دعا کرنے والے کے گھر میں ایک گائے کا دوڑ کر آنا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا میں عاجزی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے کیونکہ عاجزی اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز ہے اور مانگنے والے کیلئے عاجزی اس سے بھی زیادہ اچھی ہے جو وہ اس سے مانگتا ہے اور ناظم کا عذر کرنا اور مدد چاہنا

تا کہ روزے ناگہاں در چاشتگاہ — ایں دعا می کرد با زاری و آہ

یہاں تک کہ ایک دن چاشت کے وقت اچانک — وہ یہ دعا زاری اور آہ کے ساتھ کر رہا تھا

ناگہاں در خانہ اش گاوے دوید — شاخ زد بشکست در بند و کلید

اچانک اسکے گھر میں ایک گائے دوڑ آئی — اس نے سینگ مار کنڈی اور کھٹکا توڑ ڈالا

---

[1] اینچنیں یعنی اچانک خزانہ مل جانے کی تمنا تو ایسی ہی ہے جیسے کہ کوئی آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھ جانے کی تمنا کرے۔ ایں ہمی کوئی مذاق میں کہتا کہ روزی آگئی کوئی کہتا کہ اس میں سے ہمیں بھی دینا۔ بشیر۔ خوشخبری دینے والا۔ سالارِ دِہ۔ گاؤں کا سردار، چودھری۔ شہیر۔ مشہور۔ انبان۔ تھیلا۔

[2] شد مثل۔ یعنی یہ فقیر اپنے بیکار لالچ میں ضرب المثل بن گیا۔ مستعان۔ وہ جس سے مدد طلب کی جائے، اللہ تعالیٰ۔ الحاح۔ زاری و عاجزی۔ ملح۔ زاری کرنیوالا۔

[3] عذر گفتن۔ آئندہ اشعار میں مولانا نے اپنی مثنوی کے اتمام کی دعا شروع کی ہے۔ دربند۔ بند کنندۂ در۔

گاوِ گستاخ اندراں خانہ بجست
گائے بے باکی سے گھر میں گھس آئی

مرد برجست و قوائمہاش ببست[1]
(وہ) شخص لپکا اور اُس نے اُسکے پاؤں باندھ دیئے

پس گلوی گاو ببرید آں زماں
فوراً گائے کو ذبح کر دیا

بے توقف بے تامل بے اماں
بغیر توقف، بے تامل، امن دیئے بغیر

چوں سرش ببرید شد سوی قصاب
جب اُس کو ذبح کر دیا قصاب کے پاس گیا

تا اہابش برکند در دم شتاب
تاکہ وہ فوراً اُس کی کھال اتار دے

اے تقاضا گر درونِ ہمچو جنیں
اے پیٹ کے بچہ کیطرح باطن میں تقاضا کرنیوالے!

چوں تقاضا می کنی اتمامِ ایں
جبکہ تو اس (مثنوی) کی تکمیل کا تقاضا کر رہا ہے

سہل گرداں رہ نما توفیق دہ
آسان فرمادے، راہنمائی کردے توفیق عطا فرما

یا تقاضا را بہل بر ما منہ
یا تقاضے کو چھوڑ دے ہم پر بار نہ رکھ

چوں ز مفلس زر تقاضا میکنی
جبکہ تو مفلس سے روپے کا تقاضا کرتا ہے

زر ببخشش در سر اے شاہِ غنی
اے شاہ، بے نیاز! در پردہ اُس کو روپیہ بخشدے

بے تو نظم و قافیہ شام و سحر
تیری مدد کے، بغیر نظم اور قافیہ، صبح و شام

زہرہ کے دارد کہ آید در نظر
کب طاقت رکھتے ہیں کہ وہ (نظم و قوافی) جلوہ گر ہوں

نظم و تجنیس و قوافی اے علیم
اے داتا! نظم اور تجنیس اور قافیے

بندۂ امرِ تواند از ترس و بیم
ڈر اور خوف سے تیرے غلام ہیں

چوں مسبح کردۂ ہر چیز را
جبکہ تو نے ہر چیز کو تسبیح خواں بنایا ہے

ذاتِ بے تمییز و با تمییز را
باشعور، اور بے شعور ذات کو

ہر یکے تسبیح بر نوعِ دگر
ہر ایک، ایک دوسرے قسم کی تسبیح

گوید و از حالِ آں ایں بیخبر
کرتا ہے اور یہ اُس کے حال سے بے خبر ہے

آدمی منکر ز تسبیح جماد
جمادات کی تسبیح سے آدمی منکر ہے

واں جماد اندر عبادت اوستاد
حالانکہ جمادات عبادت میں ماہر ہیں

بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر یکے
بلکہ بہتّر فرقوں میں سے ہر ایک

بے خبر از یکدگر و اندر شکے
ایک دوسرے سے بیخبر ہے اور شک میں ہے

چوں دو ناطق را ز حالِ ہمدگر
جبکہ دو بولنے والے ایکدوسرے کے حال سے

نیست آگہ چوں بود دیوار و در
آگاہ نہیں ہیں تو در و دیوار کے بارے میں (آگاہی کیونکر ہو)

[1] قوائم۔ پاؤں۔ اِہاب چمڑا، کھال۔ ے تقاضا چونکہ پہلے اشعار میں روزی طلب کرنیوالے کی دعا کی مقبولیت کا ذکر تھا اسلئے اس قصہ کو چھوڑ کر مثنوی کی تکمیل کیلئے دعا شروع کردی ہے جنین۔ پیٹ کا بچہ۔ یعنی جس طرح پیٹ میں بچہ چھپا ہوا ہے اسیطرح باطن میں خدا کی جانب سے کاموں کی تکمیل کا تقاضا چھپا ہوا ہے۔ بر ما منہ۔ یعنی مجھ پر مثنوی کے اتمام کا بار نہ ڈال۔ چوں ز مفلس یعنی مجھے مثنوی کے معانی و دقائق عنایت فرمادے۔ بے تو۔ تیری مدد کے بغیر صبح و شام یعنی زمانہ کی کیا طاقت ہے کہ وہ کسی شعر کہلا سکے تجنیس۔ دو لفظوں کا لفظی یا معنوی اعتبار سے باہمی مشابہ ہونا۔

ے چوں مسبح۔ پہلے اشعار میں چونکہ نظم و قوافی کو اللہ کے حکم کا غلام قرار دیا تھا اب مولانا غیر ذی روح چیزوں کے تابع فرمانِ الٰہی ہونے کو بیان کرتے ہیں۔ ہر یکے۔ دنیا کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے لیکن ہر چیز کے تسبیح کرنے کا طریقہ جدا گانہ ہے۔ ے آدمی۔ انسان جمادات یعنی پتھر وغیرہ کی تسبیح کو نہیں سمجھ پاتا اسلئے وہ انکی تسبیح خوانی کا انکار کر دیتا ہے۔ بلکہ مشہور ہے کہ دنیا میں مذہبی ۷۳ فرقے ہیں جن میں سے ۷۲ گمراہ ہیں ایک فرقہ درست ہے۔ ہر فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی تسبیح کرتا ہے دوسرے لوگ اُس سے واقف نہیں ہوتے ہیں چوں دو ناطق۔ دو

چوں من از تسبیحِ ناطق[۱] غافلم
جب میں بولنے والے کی تسبیح سے غافل ہوں

چوں بداند سُبحۂ صامت دِلم
تو میرا دل بے زبان کی تسبیح کو کیسے سمجھے؟

ہست سُنّی را یکے تسبیحِ خاص
سُنّی کی ایک خاص تسبیح ہے

ہست جبری را ضدِ آں در مَناص
نجات پانے میں جبری (کی تسبیح) اُسکے خلاف ہے

سُنّی از تسبیحِ جبری بے خبر
سُنّی، جبری کی تسبیح سے بے خبر ہے

جبری از تسبیحِ سُنّی بے اثر
جبری، سُنّی کی تسبیح سے بے نشان ہے

ایں ہمی گوید کہ آں ضال ست و گم
یہ کہتا ہے کہ وہ گمراہ ہے اور بھٹکا ہوا ہے

بے خبر از حالِ اُو وز امرِ قُم
اُس کے حال سے اور قُم کے حکم سے بے خبر ہے

واں ہمی گوید کہ ایں را چہ خبر
وہ یہ کہتا ہے کہ اُس کو کیا پتہ

جنگ شاں افگند یزداں از قدر
اللہ (تعالیٰ) نے تقدیر سے اُنہیں جنگ پیدا فرما دی ہے

گوہرِ ہر یک ہویدا می کُند
ہر ایک کی اصل کو ظاہر کر رہا ہے

جنس از ناجنس پیدا می کند
جنس کو ناجنس سے واضح کر رہا ہے

قہر را[۲] از لطف داند ہر کسے
قہر کو مہر سے ہر شخص جُدا سمجھتا ہے

خواہ دانا خواہ ناداں یا خسے
خواہ وہ دانا ہو خواہ ناداں یا کمینہ

لیک لطفے قہر در پنہاں شدہ
لیکن وہ مہر جو قہر میں پوشیدہ ہے

یا کہ قہرے در دلِ لطف آمدہ
یا وہ قہر جو مہر کے اندر ہے

کم کسے داند مگر ربّانیے
اُسکو، سوائے اُس باخدا انسان کے کوئی نہیں جانتا ہے

کش بُود در دل محکِ جانیے
جس کے دل میں رُوح کی کسوٹی ہو

باقیاں[۳] زیں دو گمانے می بَرند
باقی لوگ اُن دونوں میں شک کرتے ہیں

سوئے لانہ خود بیک پر می پرند
اپنے آشیانہ کیجانب ایک بازو سے اُڑتے ہیں

دربیانِ آنکہ علم را دو پر و گمان را یک پر ست

اس کا بیان کہ علم کے دو بازو ہیں اور شک کا ایک بازو ہے

علم را دو پر گماں را یک پر ست
علم کے دو بازو ہیں، شک کا ایک بازو ہے

ناقص آمد ظن بپرواز ابتر ست
شک اُڑنے میں ناقص ہے اور دُم کٹا ہے

مرغِ یک پر زود افتد سرنگوں
ایک بازو کا پرندہ، جلد اوندھا گرتا ہے

باز بر پرد دو گامے یا فزوں
پھر دو قدم یا کچھ زیادہ اُڑتا ہے

[۱] ناطق۔ بولنے والا، کائنات خاموش۔ نہ بولنے والا۔ بہت سنی سُنّی فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے تو جبری فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے اور ایک دوسرے کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہیں۔ ایں ہمی۔ یہ جبری کہتا ہے کہ سنی گمراہ ہے۔ امرِ قُم۔ جہاں جہاں قرآن میں انسان کو قُم کا حکم ہوا ہے جسکے معنے ہیں تو کھڑا ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فعل انسانی انسان کی قدرت میں ہے ورنہ اُسکو یہ حکم نہ دیا جاتا۔ یہ جبری عقیدہ کے خلاف دلیل ہے لیکن جبری اس دلیل سے بیخبر ہے۔ قدر۔ ازل میں یہ اختلافات مقدر کر دیئے گئے تھے تاکہ حق و باطل کا فیصلہ ہو سکے۔

[۲] قہر را از لطف بعض خاص قہر اور خالص مہر ہیں ایسے قہر اور مہر کو ہر شخص سمجھ لیتا ہے لیکن بعض وہ مہر ہیں جو قہر میں پوشیدہ ہوتی ہیں جیسا کہ باپ کا بچہ پر تعلیم کیلئے سختی کرنا یا اللہ تعالیٰ کا کسی مؤمن کو کسی مرض میں مبتلا کرنا اسیطرح بعض قہر وہ ہیں جو مہر میں پوشیدہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کافروں کیلئے دنیاوی نعمتوں میں فراخی پیدا کرنا اس کو صرف خاصانِ خدا سمجھتے ہیں۔

[۳] باقیاں۔ عام لوگ مہر میں پوشیدہ قہر اور قہر میں پوشیدہ مہر کے بارے میں دو طرح کا خیال کرتے ہیں یعنی اُنکی حقیقت میں مشکوک ہوتے ہیں علم یعنی حقائق تک پہنچنے میں یقین کی پرواز ...

اُفت وخیزاں می رود مرغِ گماں
گمان کا پرندہ گرتا پڑتا روانہ ہوتا ہے

با یکے پر بر اُمیدِ آشیاں
ایک بازو سے، آشیانہ کی اُمید پر

چوں ز ظن وارست علمش رُو نمود
جب وہ گمان سے نجات پا گیا اُسکا علم رُونما ہوا

شُد دو پر آں مرغ و پرہا بر گشود
(اب) وہ پرندہ دو بازو کا ہوگیا اور بازو کھول دئیے

بعد ازاں یمشی سویاً مستقیم
اُس کے بعد ٹھیک سیدھا روانہ ہوتا ہے

نے علیٰ وجہہٖ مُکبّاً اَو سقیم
نہ اپنے چہرے کے بل اوندھا یا بیمار

با دو پر بر می پرد چوں جبرئیل
جبرئیلؑ کی طرح دو بازوؤں سے اونچا اُڑتا ہے

بے گماں بے مکر و بے قال و قیل
بغیر گمان، بغیر مکر اور بغیر چناں وچنیں کے

گر ہمہ عالم بگویندش توئی
اگر تمام دنیا اُس سے کہے کہ تو ہی

بر رہِ یزداں و دینِ مُستوی
خدائی راستہ اور سیدھے دین پر ہے

اُو نگردد گرم تر از گفتِ شاں
وہ اُن کی باتوں سے جوش میں نہیں آتا

جانِ طاقِ اُو نگردد جُفتِ شاں
اُس کی یکتا روح اُن کی ساتھی نہیں بنتی ہے

ور ہمہ گویند اُورا گمرہی
اور اگر سب اس سے کہیں کہ تو گمراہ ہے

کوہ پنداری و تو برگِ کہی
خود کو پہاڑ سمجھتا ہو حالانکہ تو گھاس کا تنکا ہے

اُو نیفتد در گماں از طعنِ شاں
اُن کی طعنہ زنی سے وہ شک میں نہیں پڑتا ہے

اُو نگردد دردمند از طعنِ شاں
اُن کی طعنہ زنی سے وہ رنجیدہ نہیں ہوتا ہے

بلکہ گر دریا و کوہ آید بگفت
بلکہ اگر سمندر اور پہاڑ بولنے لگیں

گویدش با گمرہی گشتی تو جُفت
اُس سے کہیں تو گمراہی کا ساتھی ہے

ہیچ یک ذرّہ نیفتد در خیال
وہ ایک ذرّہ (بھی)، گمان میں مبتلا نہیں ہوتا

نے بطعنِ طاعناں رنجور حال
نہ طعنہ زنوں کی طعنہ زنی سے رنجیدہ ہوتا ہے

مطمئن و مُوقن و بے احتیال
مطمئن اور صاحب یقین اور بے حیلہ ہوگا

کاینچنیں باشد مگر در کُل حال
شاید ہر حالت میں ایسا ہی ہوتا ہوگا

مثال رنجور شدنِ آدمی بوہمِ تعظیمِ خلق و رغبتِ مُشتریاں بوے و حکایتِ معلمِ کودکاں

انسان کا لوگوں کی تعظیم کرنے اور معتقدین کی اُس کی طرف رغبت کے وہم سے بیمار پڑنا اور بچوں کے اُستاد کا قصہ

۱۵ اُفت وخیزاں۔ شک وگمان حقیقت تک پہنچنے کے لئے گرتا پڑتا چلتا ہے آشیاں۔ گھونسلا یعنی مقصد چوں ز ظن یعنی جب انسان مرتبۂ یقین تک پہنچ جاتا ہے تو پھر اُس کی پرواز درست ہوتی ہے۔ بعد ازاں۔ یقین کا مرتبہ حاصل ہوجانے کے بعد سیدھی اور سچی اڑان ہوتی ہے انسان ٹھوکریں نہیں کھاتا ہے۔ بادو پر۔ انسان کو معرفت حقیقی حاصل ہوجاتی ہے تو اُس کی پرواز جبرئیلؑ کی طرح ہوتی ہے۔ ۲۵ گر ہمہ۔ انسان کو جب علم کا اعلیٰ مرتبہ حاصل ہوجاتا ہے تو لوگوں کی مدح اور قدح سے بے نیاز ہوجاتا ہے نہ مدح اس میں مؤثر ہوتی ہے نہ قدح۔ کوہ پنداری۔ خود کو پنداری۔ برگ کہی۔ برگ کاہ ہستی۔ طعن۔ طعنہ زنی، نیزہ بازی۔ یک ذرہ۔ کامل الیقین خوشامدیوں اور حاسدوں کی باتوں سے قطعاً متاثر نہیں ہوتا ہے ۳۵ مطمئن۔ علم کے اعلیٰ مراتب حاصل ہوجانے پر انسان بہر حال مطمئن رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ لوگوں کی مدح اور قدح تو ہر حال میں جاری ہی رہتی ہے۔ رنجور شدن۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ جن کو علم الیقین نہیں ہوتا وہ کانوں کے کچے ہوتے ہیں اور مدح و قدح سے متاثر ہوتے ہیں۔

کودکانِ مکتبے از اوستاد — رنج دیدند از ملال و اجتہادؔ[1]

ایک مکتب کے بچے استاد کی جانب سے — تھکن اور محنت کی وجہ سے رنجیدہ ہو گئے

مشورت کردند در تعویقِ کار — تا معلّم درفتد در اضطرار

کام کو ٹالنے کے لئے انھوں نے مشورہ کیا — تاکہ اُستاد پریشانی میں مبتلا ہو جائے

چوں نمی آید وَرا رنجورِیے — کہ بگیرد چند روز اُو دوریے

اُس کو کوئی بیماری کیوں نہیں لگتی! — کہ وہ چند دن دور رہے

تا رہیم از حبس و از تنگی کار — ہست اُو چوں سنگِ خارا برقرار

تاکہ ہم قید اور کام کی دشواری سے چھٹ جائیں — وہ تو سنگِ خارا کی طرح جما ہوا ہے

آں یکے زیرکترؔ[2] ایں تدبیر کرد — کہ بگوید اوستا چونی تو زرد

ایک زیادہ ذہین نے یہ تدبیر کی — کہ وہ کہے گا، اُستاد آپ زرد کیوں ہیں!

خیر باشد رنگِ تو برجا نیست — ایں اثر یا از ہوا یا از تپے ست

اللہ خیر کرے آپ کی رنگت ٹھیک نہیں ہے — یہ اثر ہوا یا بخار کی وجہ سے ہے

اندکے اندر خیال افتد ازیں — تو برادر ہم مدد کُن ایں چنیں

اس سے وہ تھوڑا سا وہم میں پڑ جائے گا — بھائی تو بھی اسی طرح مدد کرنا

چوں درآئی از درِ مکتب بگو — خیر باشد اوستا احوالِ تو

جب تو دروازہ سے مکتب میں داخل ہو، کہنا — اللہ خیر کرے، استاد آپ کے مزاج کیسے ہیں؟

آں خیالش اندکے افزوں شود — کز خیالے عاقلے مجنوں شود

اس کا وہ وہم تھوڑا بڑھ جائے گا — وہم کی وجہ سے عقلمند پاگل بن جاتا ہے

آں سوم واں چارم و پنجم چنیں — در پئے ما غم نمایند و حنیں

تیسرا اور چوتھا اور ایسے ہی پانچواں — ہمارے بعد غم کا اظہار کرے اور روئے

تا چو سیؔ[3] کودک پیاپے ایں خبر — متفق گویند یابد مستقر

جب اس بات کو تیس بچے پے در پے — بالاتفاق کہیں گے تو وہ جم جائے گی

ہر یکے گفتش کہ شاباش اے ذکی — باد بختت بر عنایت متکی

ہر بچے نے اُس سے کہا اے ذہین! شاباش ہے — خدا کرے تیرے نصیبہ کا (اللہ کی) مہربانی پر سہارا ہو

متفق گشتند در عہدِ وثیق — کہ نگرداند سخن را یک رفیق

مضبوط عہد میں سب متفق ہو گئے — کہ کوئی ساتھی بات کو نہ بدلے گا

---

[1] اجتہاد: محنت کرنا، مشقت برداشت کرنا۔ تعویقِ کار: یعنی اُستاد کے محنت اور مشقت کرانے کو ٹالنا۔ چوں نمی آید: چونکہ وہ قدرتی طور پر بیمار نہیں ہوتا ہے اور مکتب میں برابر حاضر ہوتا ہے لہٰذا ہمیں کوئی فرضی کارروائی کرنی چاہیئے۔ برقرار: یعنی اُستاد پتھر کی طرح مکتب میں جما ہوا ہے۔

[2] آں یکے: سب سے ذہین بچے نے یہ تدبیر سوچی کہ وہ اُستاد سے جا کے کہے گا کہ آپ کا رنگ پیلا کیوں ہو رہا ہے، شاید کچھ بخار ہو گیا ہے۔ اس سے استاد کو کچھ وہم پیدا ہوگا پھر دوسرا بچہ بھی کہے تو اُستاد کو بیماری کا خیال اور بڑھے گا اسی طرح مُسلسل دوسرے بچے کہیں گے اور اُستاد کو اپنی بیماری کا یقین ہو جائیگا۔ اوستا: اُستاد کا مخفف ہے۔

[3] تا چو سی: تیس بچے مسلسل اُستاد کے رنگ کے زرد ہو جانے کو کہیں گے تو یہ بات اُستاد کے دل میں جم جائے گی بہرحال اس تدبیر پر ہر بچے نے اُس ذہین بچے کو شاباش کہا اور دعا دی۔ عہدِ وثیق: مضبوط عہد۔ کہ نگرداند: یعنی سب یہی بات کہیں کوئی بچہ اس بات میں تبدیلی نہ کرے۔

بعد ازاں سوگند داد او جملہ را — تاکہ غمازے[1] نگوید ماجرا

اُس کے بعد اُس نے سب کو قسم دی — تاکہ کوئی چغلخور (صحیح) بات نہ بتائے

رائے آں کودک بچربید از ہمہ — عقلِ اُو در پیش می رفت از رمہ

اس بچہ کی رائے سب سے بڑھ گئی — اُس کی عقل گلہ سے آگے چلتی تھی

آں تفاوت ہست در عقلِ بشر — کہ میانِ شاہداں اندر صُوَر

انسانوں کی عقل میں ایسا ہی فرق ہے — جیسا کہ معشوقوں کی صورتوں میں

دربیانِ آنکہ عقولِ خلق متفاوِت ست در اصلِ فطرت و نزدِ معتزلہ

اس کا بیان کہ اصل فطرت میں لوگوں کی عقلوں میں فرق ہے اور معتزلہ کے نزدیک

متساویست و تفاوتِ عقول بسببِ تجربہ و تحصیلِ علم ست

سب برابر ہیں اور عقلوں کا فرق تجربہ اور علم حاصل کر لینے کی وجہ سے ہے

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَمَالُ الرَّجُلِ فَصَاحَۃُ لِسَانِہٖ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کا حسن اس کی زبان کی فصاحت ہے

زیں قبل فرمود احمدؐ در مقال — در زباں[2] پنہاں بود حسنِ رجال

اسی سلسلہ میں آنحضورؐ نے گفتگو میں فرمایا — انسانوں کا حسن زبان میں پوشیدہ ہوتا ہے

اختلافِ عقلہا در اصل بود — بر وفاقِ سُنّیاں باید شنود

عقلوں کا فرق اصل سے تھا — سُنّیوں (کے قول) کے مطابق سننا چاہیے

برخلافِ قولِ اہلِ اعتزال — کہ عقول از اصل دارند اعتدال

معتزلہ کے اُس قول کے خلاف — کہ عقلیں اصل میں یکسانیت رکھتی ہیں

تجربہ و تعلیم بیش و کم کند — تا یکے را از یکے اعلم کند

تجربہ اور تعلیم گھٹاتے اور بڑھاتے ہیں — یہاں تک کہ ایک کو ایک سے زیادہ عالم بنا دیتے ہیں

باطل[3] ست ایں زانکہ رائِ کودکے — کہ ندارد تجربہ در مسلکے

یہ غلط ہے، کیونکہ بچے کی رائے — جس کو کسی مسلک کا کوئی تجربہ نہیں ہے

بگذرد ز اندیشۂ مردانِ کار — عاجز آمد کارِ شاں در اضطرار

تجربہ کار لوگوں کی رائے سے بڑھ جاتی ہے — اُن لوگوں کا کام پریشانی میں عاجز آ جاتا ہے

بر دمید اندیشۂ زاں طفلِ خُرد — پیر با صد تجربہ بوئے نبُرد

اُس چھوٹے بچے سے وہ خیال ظاہر ہوا — جس کی سو تجربہ والے بوڑھے کو خوشبو بھی نہ آئی

[1] غماز: چغلخور۔ ماجرا: قصہ۔ یعنی یہ کہ ہم نے فرضی طور پر یہ سازش کی ہے۔ رمہ: یعنی بچوں کی جماعت۔ آں تفاوت: جس طرح اس بچے اور دوسرے بچوں کی عقل میں فرق تھا اسی طرح انسانوں کی عقل میں فرق ہے جیسا کہ سب انسانوں کا ظاہر یکساں نہیں ہے باطنی حواس بھی یکساں نہیں ہیں۔ نزدِ معتزلہ: معتزلہ تمام انسانوں کی عقل کو اصل فطرت میں یکساں مانتے ہیں اور فرق محض تجربہ اور تعلیم کی بنیاد پر مانتے ہیں۔

[2] در زباں: حدیث میں ہے اَلْمَرْءُ مَخْبُوْءٌ تَحْتَ لِسَانِہٖ یعنی انسان کی خوبی اُس کی زبان میں چھپی ہوئی ہے۔ اعتدال: یکسانیت۔ اعلم: زیادہ جاننے والا۔

[3] باطل ست: مولانا فرماتے ہیں معتزلہ کا یہ قول باطل ہے۔ بگذرد: وہ بچہ جس کو نہ کوئی تجربہ ہے نہ تعلیم اُس کی رائے اور تدبیر تجربہ کار لوگوں سے بڑھ جاتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عقلوں کا تفاوت فطری ہے۔ طفلِ خُرد: وہی مکتب کا ذہین بچہ۔

خود فزوں ۱ آں بہ کہ آں از فطرت ست — باز افزوں کو ز جہد و فکرت ست

عقل کی، وہ زیادتی جو فطرت کیطرف سے ہے بہتر ہے — پھر وہ زیادتی ہے جو کوشش اور فکر کی وجہ سے ہے

تو بگو دادہ خدا بہتر بود — یا کہ لنگے راہوارانہ رود

تو بتا، اللہ کا دیا ہوا بہتر ہوتا ہے — یا وہ لنگڑا جو تیز رو گھوڑے کی طرح چلے

در وہم افگندن کودکاں اُستاد را بمکر

مکاری سے بچوں کا اُستاد کو وہم میں ڈال دینا

روز گشت و آمدند آں کودکاں — بر ہمیں ۲ فکرت سُوئے مکتب رواں

دن نکلا، اور وہ بچے آئے — اسی تدبیر کے مطابق مکتب کیجانب روانہ ہوئے

جملہ استادند بیروں منتظر — تا در آید اوّل آں یارِ مُمکِر

سب باہر منتظر کھڑے ہو گئے — تا کہ وہ مکّار دوست پہلے اندر جائے

زانکہ منبع اُو بُدست ایں رائے را — سَر امام آمد ہمیشہ پائے را

اس لئے کہ اس تدبیر کا وہی سرچشمہ تھا — سَر، ہمیشہ پاؤں کا پیشوا ہوتا ہے

اے مقلّد تو مجو پیشی بر آں — کو بود منبع ز نورِ آسماں

اے پیچھے چلنے والے! تو اس سے آگے نہ بڑھ — جو آسمانی نور کا سرچشمہ ہے

اُو در آمد گفت اُستا را سلام — خیر باشد رنگِ رُویت زرد فام

وہ آیا، بولا اُستاد کو سلام ہے — خدا خیر کرے آپکے چہرے کی رنگت پیلی ہے

گفت اُستا نیست رنجے مر مرا — تو برو بنشیں مگو یاوہ ۳ ہلا

اُستاد نے کہا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے — تو جا، بیٹھ جا، خبردار! بک بک نہ کر

نفی کرد اما غبارِ وہم بد — اندکے اندر دلش ناگاہ زد

انکار کر دیا لیکن بُرے خیال کا وہم — تھوڑا سا اچانک اس کے دل میں رُونما ہوا

اندر آمد دیگرے گفت ایں چنیں — اندکے آں وہم افزوں شد بریں

دوسرا اندر آیا، اس نے بھی ایسا ہی کہا — اس پر تھوڑا سا وہ وہم بڑھا

ہم چنیں تا وہم اُو قوت گرفت — ماند اندر حالِ خود بس در شگفت

اسی طریقہ پر یہاں تک کہ وہم نے قوت پکڑی — وہ (اُستاد) اپنے معاملہ میں حیرانی میں پڑ گیا

رنجور شدنِ فرعون بوہم از تعظیمِ خلقاں

فرعون کا لوگوں کی تعظیم کے وہم سے بیمار ہونا

۱ خود فزوں۔ عقل کی وہ زیادتی جو فطری ہے وہ اس سے بہتر ہے جو کوشش اور تعلیم سے حاصل ہو۔ تو بگو۔ ظاہر ہے کہ اللہ کا عطیہ بہتر ہے۔ یا کہ۔ عقل کی فوقیت اگر فطری نہ ہو بلکہ کسبی ہو تو اس کی مثال یہ ہے کہ لنگڑا گھوڑا تیز روی اختیار کرے۔

۲ ہمیں فکرت۔ اُستاد کو فریب دینے کی تدبیر پر مکتب سے باہر یار کر وہی ذہین لڑکا۔ اے مقلد۔ یہ مولانا کی مرید کو نصیحت ہے کہ تو یعنی شیخ۔

۳ یاوہ۔ بکواس۔ ہلا حرفِ تنبیہ ہے۔ نفی کرد۔ یعنی اُستاد نے بیمار ہونے کا انکار کر دیا۔

سجدۂ خلق از زن و از طفل و مرد — زد[1] دلِ فرعون را رنجور کرد

عورتوں کا اور بچوں کا اور مردوں کے سجدے والے نے — اثر کیا، فرعون کے دل کو بیمار کر دیا

گفتنِ ہر یک خداوند و ملِک — آنچناں کردش ز وہمِ منہلک

ہر ایک کے مالک اور شاہ کہنے نے — برباد کر دینے والے وہم کی وجہ سے اُسکو ایسا بنا دیا

کہ بدعوائے الٰہی شُد دلیر — اژدہا گشت و نمی شُد ہیچ سیر

کہ خدائی کے دعوے پر دلیر ہو گیا — اژدہا بنا، اور کبھی اُس کا پیٹ نہ بھرا

عقلِ جزوی آفتش وہم ست و ظن — زانکہ در ظلمات شُد او را وطن

وہم اور گمان، ناقص عقل کیلئے مصیبت ہے — کیونکہ اُس کا ٹھکانا تاریکیوں میں ہے

بر زمیں[2] گر نیم گز راہے بود — آدمی بے وہم ایمن می رود

زمین پر اگر آدھے گز کا راستہ ہو — آدمی بغیر وہم کے مطمئن ہو کر چلتا ہے

بر سرِ دیوارِ عالی گر روی — گر دو گز عرضش بُود کژ میشوی

اگر تو اونچی دیوار پر چلے — اگر دو گز کی چوڑائی ہو، تو اوندھا ہو جاتا ہے

بلکہ می افتی ز لرزِ دل بوہم — ترس و وہمے را نکو بنگر بفہم

بلکہ وہم کی وجہ سے دل کے لرزنے سے تو گر پڑیگا — عقل کے ذریعہ خوف اور وہم کو خوب سمجھ لے

رنجور شدنِ اُستاد معلم بوہم و خیال

وہم اور خیال کی وجہ سے پڑھانے والے استاد کا بیمار پڑنا

گشت اُستا سخت سُست از وہم و بیم — بر جہید و می کشانید او گلیم

وہم اور ڈر سے استاد بہت سست ہو گیا — اٹھا اور اس نے کمبل کھینچی

خشمگیں با زن کہ مہرِ او سست است — من بدیں حالم نپرسید او نخست

بیوی پر غصہ تھا کہ اس کی محبت کم ہے — میں اس حالت میں ہوں اور اس نے پہلے نہ پوچھا

خود مرا آگہ نہ کرد از رنگِ من — قصد دارد تا رہد از ننگِ[3] من

اس نے مجھے میری رنگت سے آگاہ نہ کیا — اس کا تو ارادہ ہے کہ میری ذلت سے نجات پائے

او بحُسن و جلوہ خود مست گشت — بیخبر کز بامِ من افتاد طشت

وہ اپنے حسن اور جلوے میں مست ہو گئی ہے — اس سے بے خبر کہ طشت میرے بالاخانہ سے گرا ہو

آمد و در را بہ تندی وا کُشاد — کودکاں اندر پئے آں اوستاد

(گھر) آیا اور سختی سے دروازہ کھولا — بچے اُس استاد کے پیچھے تھے

---

[1] زد یعنی اثر کرد۔ رنجور کرد۔ یعنی فرعون کو خدائی کے وہم کی بیماری میں مبتلا کر دیا۔ اژدہا۔ یعنی فرعون اقتدار نگلنے میں اژدہا بنا پھر بھی اُس کا پیٹ نہ بھرا۔ عقل جزوی۔ عقل ناقص عقل انسانی اُس کے بالمقابل عقل کل ہے جس سے جبرئیل یا حقیقت محمدیہ مراد لیتے ہیں۔

[2] بر زمین۔ وہم کو خلاق مانا جاتا ہے۔ انسان زمین پر تیزی سے بھاگا چلا جاتا ہے اور کبھی نہیں گرتا۔ زمین پر بھاگنے میں جس قدر زمین اُن کے استعمال میں آتی ہے اگر اُس سے دوگنا راستہ کسی بلند دیوار پر ہو تو اُس پر کبھی نہیں بھاگ سکتا کیونکہ اُس کو وہم ہوتا ہے کہ وہ گر جائیگا اور اس قوت واہمہ کی بناء پر وہ گر پڑتا ہے۔ خشمگیں۔ استاد گھر جاتے وقت یہ باتیں سوچ رہا تھا۔

[3] ننگ من یعنی وہ یہ سوچتی ہے کہ مر جاؤں تو اُسکو مجھ سے نجات ملے۔ بام من۔ طشت از بام افتادن محاورہ ہے جس کے معنی ہیں بات کا مشہور ہو جانا۔

گفت زن خیرست چون زود آمدی — کہ مبادا ذاتِ نیکت را بدی

بیوی نے کہا خیر ہے آپ جلد کیوں آ گئے؟ خدا نہ کرے آپ کی نیک ذات کو کوئی تکلیف پہنچے

گفت کوری رنگ و حالِ من ببیں — از غمم بیگانگاں[1] اندر حَنیں

اُس نے کہا تو اندھی ہے میری رنگت اور حالت دیکھ، میرے غم میں دوسرے رو رہے ہیں

تو درونِ خانہ از بغض و نفاق — می نہ بینی حالِ من در احتراق

تو گھر کے اندر بغض اور نفاق کی وجہ سے جلنے میں میری حالت نہیں دیکھتی ہے

گفت زن اے خواجہ رنجے نیستت — وہم و ظن و فکرِ بے معنیستت

بیوی نے کہا اے جناب! آپ کو کوئی بیماری نہیں ہے آپ کا وہم اور گمان اور فکر بلا وجہ ہے

گفت اے غر تو ہنوزی در لجاج — می نہ بینی ایں تغیر وارتجاج

اُس (شوہر) نے کہا اے بیوقوف تو ابھی جھگڑے میں ہے اس تغیر اور کپکپی کو نہیں دیکھ رہی ہے

گر تو کور و کر شدی مارا چہ جرم — ما دریں رنجیم و در اندوہ و کرم[2]

اگر تو اندھی اور بہری ہو گئی ہے تو ہمارا کیا قصور ہے ہم تو اس رنج اور غم اور ضیق میں ہیں

گفت اے خواجہ بیارم آئینہ — تا بدانی کہ ندارم من گنہ

اُس نے کہا اے جناب! میں آئینہ لاتی ہوں تاکہ آپ سمجھ لیں کہ میری کوئی خطا نہیں ہے

گفت رو رو چہ تو چہ آئینہ ات — دائماً در بغض و کینی و عنت

اُس نے کہا جا، جا تو کیا، تیرا آئینہ کیا تو ہمیشہ بغض اور کینہ اور سرکشی میں مبتلا ہے

جامۂ خواب[3] مرا زو گستراں — تا بخسپم کہ سرِ من شد گراں

جلد میرا بستر بچھا دے تاکہ میں سو جاؤں، مجھے سر گرانی ہے

زن توقف کرد و مردش بانگ زد — کاے عدو زو تر ترا ایں می سزد

بیوی نے دیر کی، اور مرد اُس پر چیخا کہ اے دشمن جلدی کر تیرے لئے یہ مناسب ہے؟

در جامۂ خواب افتادنِ اُستاد و نالیدنِ اُو بوہمِ رنجوری

اُستاد کا بستر میں لیٹ جانا اور بیماری کے وہم سے اُس کا رونا

جامۂ خواب آورد و گسترد ش عجوز — گفت امکاں نے و باطن پُر ز سوز

بڑھیا بستر لائی، اور اس کے لئے بچھا دیا (بڑھیا کے لئے) بولنا ممکن نہیں، اور دل میں جلن

گر بگویم متہم دارد مرا — ور نگویم جد شود ایں ماجرا

اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ مجھ پر تہمت دھریگا اگر کچھ نہیں بولتی ہوں تو یہ قصہ حقیقی بنجائیگا

---

[1] بیگانگاں یعنی بچے جو غیر ہیں وہ رو رہے ہیں۔ احتراق۔ جلنا، بخار۔ غر۔ غین کے کسرہ کے ساتھ، ناتجربہ کار، غین کے فتح کے ساتھ زنِ فاحشہ۔ ارتجاج۔ لرزہ، کپکپی۔

[2] کرم۔ کاف کے ضمہ کے ساتھ، اندوہ، غم، تابکاری۔ آئینہ دیکھ کر تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ تم بیمار نہیں ہو اور میرا کہنا درست ہے۔ عنت۔ فساد، ہلاکت۔

[3] جامۂ خواب۔ سونے کا بستر۔ می سزد۔ یہ تاخیر تیرے لئے مناسب ہے۔ عجوز۔ بوڑھی یعنی اُستاد کی بیوی۔ گفت امکاں نے یعنی بیوی کا بولنا ممکن نہ تھا ورنہ اور بُرے بھلے سنتی لیکن غلط بات پر اُس کا دل جل رہا تھا۔ جد شود۔ یعنی یہ وہمی بیماری حقیقی بیماری بن جائیگی۔

فالِ بد رنجور گرداند ہمے — آدمی را کہ نبودستش غمے

بُری فال، بیمار بنا دیتی ہے — اُس آدمی کو بھی، جس کو کوئی غم نہ ہو

قولِ پیغمبر قبولُہٗ یُفرضُ — اِنْ تَمَارَضْتُمْ لَدَیْنَا تَمْرَضُوْ

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننا فرض کردیگئی ہے — اگر ہمارے سامنے بتکلف مریض بنوگے مریض بنجاؤگے

گر بگویم[1] اُو خیالِ بد زند — فعل دارد زن کہ خلوت می کند

اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ بُرا خیال کریگا — کہ بیوی کو کوئی کام ہے تنہائی چاہتی ہے

مر مرا از خانہ بیروں می کُند — بہرِ فسقے فعل و افسوں میکند

مجھے گھر سے بھگانا چاہتی ہے — بدی کے لئے کوشش اور تدبیر کرتی ہے

جامہ خواب افگند و اُستاد اوفتاد — آہ آہ و نالہ از وے می براد

اُس نے بستر بچھایا اور اُستاد لیٹ گیا — آہ، آہ اور رونا شروع کردیا

کودکاں آنجا نشستند و نہاں — درس میخواندند با صد اندہاں

بچے وہاں بیٹھ گئے، اور آہستہ سے — سینکڑوں غموں کے ساتھ سبق پڑھنے لگے

کایں[2] ہمہ کردیم و ہم زندانییم — بد بنائے بود و ما بد بانییم

کہ ہم نے سب کچھ کیا اور پھر بھی ہم قیدی ہیں — بُری عمارت تھی اور ہم بُرے بنانیوالے ہیں

ہیں دِگر اندیشۂ باید نمود — تا ازیں محنت فرح یابیم زود

خبردار! دوسری تدبیر کرنی چاہئے — تاکہ ہم اس مصیبت سے جلد راحت پائیں

دوم بار در وہم افگندن کودکاں اُستاد را کہ اُو را از قرآن خواندن صُداع آید و دردِ سَر افزاید

بچوں کا اُستاد کو دوبارہ وہم میں مبتلا کردینا کہ قرآن پڑھنے سے اُس کے سر میں درد پیدا ہوجائیگا اور سر کا درد بڑھ جائیگا

گفت[3] آں زیرک کہ اے قومِ پسند — درس خوانید و کُنید آوا بلند

اُس ذہین بچے نے کہا اے دوستو! — سبق پڑھو، اور آواز بلند کرو

چوں ہمی خواندند گفت اے کودکاں — بانگِ ما استاد را دارد زیاں

جب انھوں نے اِسطرح پڑھا تو بولا اے بچو! — ہماری آواز سے اُستاد کو تکلیف ہوتی ہے

دردِ سَر افزاید اُستا را ز بانگ — ارزد ایں کو درد یابد بہرِ دانگ

آواز سے اُستاد کے سر میں درد بڑھتا ہے — کیا یہ مناسب ہے کہ دمڑی کیلئے انکے سر میں درد ہو؟

[1] گر بگویم۔ اگر میں یہ کہتی ہوں کہ تم بیمار نہیں ہو تو دل میں یہ سوچے گا کہ مجھے کوئی بُرا کام کرنا ہے جس کی وجہ سے میں اس کو گھر سے نکالنا چاہتی ہوں۔ با صد اندہاں۔ چونکہ اس تدبیر سے بھی انھیں چھٹی نہ ملی تھی۔

[2] کایں ہمہ۔ یعنی اُستاد کو بیمار بنانے کی بنیاد ہم نے ڈالی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ دگر اندیشہ۔ کوئی دوسری تدبیر۔ فرح۔ خوشی، راحت۔ صداع۔ دردِ سر۔

[3] گفت۔ یعنی اسی پہلے ذہین بچے نے یہ تدبیر سوچی کہ بچے زور زور سے سبق پڑھیں۔ آوا۔ آواز۔ زیاں۔ نقصان۔ اُستا۔ استاد۔ دانگ۔ درہم کا چھٹا حصہ، ہر بچہ اُستاد کو ہر مہینہ ایک دانگ دیتا ہوگا۔

خلاصی یافتن کودکاں از مکتب بدیں مکر و سوال مادران از ایشاں

اس مکاری کی وجہ سے بچوں کا چھٹکارا حاصل کرنا اور ماؤں کا اُن سے پوچھنا

گفت[1] اُستاد راست می گوید وید
اُستاد نے کہا وہ ٹھیک کہتا ہے جاؤ

دردِ سر افزوں شدم بیروں شوید
میرے سر میں درد بڑھ گیا، باہر چلے جاؤ

سجدہ کردند و بگفتند اے کریم
بچوں نے سجدہ کیا اور کہا، اے جناب!

دور بادا از تو رنجوری و بیم
خدا کرے بیماری اور ڈر آپ سے دور ہو جائے

پس بروں جستند سوئے خانہا
پھر وہ گھروں کی جانب باہر کو بھاگے

ہمچو مرغاں در ہوائے دانہا
جیسا کہ دانہ کی خواہش میں پرندے

مادراں شاں خشمگیں گشتند و گفت
اُن کی مائیں خفا ہوئیں اور کہا

روزِ کتاب[2] و شما با لہو جفت
مکتب کا دن ہے اور تم کھیل کے ساتھی ہو

وقت تحصیل ست اکنون و شما
یہ حاصل کرنے کا وقت ہے، اور تم

می گریزید از کتاب و اوستا
کتاب اور اُستاد سے بھاگتے ہو

عذر آوردند کاے مادر تو ایست
انھوں نے عذر کیا کہ اے اماں تو ٹھہر

ایں گناہ از ما و از تقصیر نیست
یہ ہماری خطا اور کوتاہی کی وجہ سے نہیں ہے

عذر آوردند ایشاں در زماں
انھوں نے فوراً عذر کیا

کیں گنہ از ما نبود اے مادراں
اے ماؤں! یہ ہمارا قصور نہ تھا

از قضائے آسماں اُستادِ ما
آسمانی قضا سے ہمارا اُستاد

گشت رنجور و سقیم[3] و مبتلا
رنجور اور بیمار اور مبتلا ہو گیا

مادراں گفتند مکر ست و دروغ
ماؤں نے کہا مکاری اور جھوٹ ہے

صد دروغ آرید بہر طمع دوغ
چھاچھ کے لالچ میں تم تو جھوٹ بول رہے ہو

ما صباح آئیم پیشِ اوستا
ہم صبح کو اُستاد کے پاس جائیں گے

تا بہ بینیم اصلِ ایں مکرِ شما
تاکہ ہمیں تمہارے اس مکر کی اصل معلوم ہو جائے

کودکاں گفتند بسم اللہ روید
بچوں نے کہا، بسم اللہ جاؤ

بر دروغ و صدقِ ما واقف شوید
ہمارے جھوٹ اور سچ سے واقف ہو جاؤ

رفتنِ مادرانِ کودکاں بامداد بعیادتِ اُستاد

صبح کو بچوں کی ماؤں کا اُستاد کی مزاج پرسی کے لئے جانا

---

[1] گفت۔ ذہین بچے کے کہنے پر اُستاد نے کہا، ہاں میرے سر میں تمہاری آوازوں سے درد بڑھ گیا، باہر چلے جاؤ۔ دور بادا یعنی بچے یہ دعا دیتے ہوئے گھروں کو چل دیئے۔ ہمچو مرغاں۔ یعنی جس طرح چڑیاں دانہ کی طرف اُڑ کر جاتی ہیں۔

[2] کتاب۔ مکتب۔ لہو کھیل کود۔ جفت۔ ساتھی جوڑا۔ تحصیل۔ حاصل کرنا یعنی علم حاصل کرنا۔ ایست ٹھہر۔ تقصیر۔ کوتاہی گناہ۔

[3] سقیم۔ بیمار۔ مبتلا۔ آزمائش میں پڑا ہوا بیمار۔ دوغ۔ دہی، چھاچھ۔ صباح۔ صبح۔ عیادت۔ مزاج پرسی۔

بامداداں آمدند آں مادراں
صبح کو مائیں پہنچ گئیں

پُرسشِ اُستا ز ہر گوشہ رواں
ہر جانب سے روانہ ہو کر اُستاد کی مزاج پرسی کیلئے

خفتہ اُستا ہمچو بیمارِ گراں[1]
اُستاد سخت بیمار کی طرح سویا ہوا تھا

دردِ سَر را سَر بہ بستہ چوں زناں
عورتوں کی طرح دردِ سَر کی وجہ سے سَر کو باندھے ہوئے

ہم عرق کردہ ز بسیاری لحاف
لحافوں کی کثرت کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا

سَر بہ بستہ رُو کشیدہ در سجاف
سَر کو باندھے ہوئے پردے میں منہ چھپائے ہوئے

آہ آہے می کند آہستہ اُو
چپکے چپکے، آہ آہ کرتا تھا

جملگاں گشتند ہم لاحول گو
سب لاحول پڑھنے لگے

خیر باشد اوستاد ایں دردِ سَر
اے استاد! خدا خیر کرے، یہ دردِ سر

جانِ تو ما را نبودہ زیں خبر
تیری جان کی قسم ہمیں اس کی خبر نہ تھی

گفت[2] من ہم بیخبر بودم ازیں
اُس نے کہا میں بھی اِس سے بے خبر تھا

آگہم ایں کودکاں کردند ہیں
ہاں، ان بچوں نے مجھے بتایا

من بُدم غافل بشغلِ قال و قیل
میں پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھا

بُودہ در باطن چنیں رنجے ثقیل
اندر اس قدر بھاری مرض تھا

چوں بجد مشغول باشد آدمی
جب انسان پورا مشغول ہوتا ہے

اُو ز دیدِ رنجِ خود باشد عمی
تو وہ اپنی تکلیف کو دیکھنے سے اندھا ہوتا ہے

از زنانِ مصر و یوسفؑ شُد سَمَر
مصر کی عورتوں اور یوسفؑ کا قصہ ہے

کز مشغولی بشُد ز ایشاں خبر
کہ مشغولیت کی وجہ سے اُن کو پتہ نہ چلا

پارہ پارہ کرد ساعد ہائے خویش
اُنھوں نے اپنے گٹے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے

روحِ والہ کہ نہ پس بیند نہ پیش
کیونکہ عاشق کی روح آگا دیکھتی ہے نہ پیچھا

اے[3] بسا مردِ شجاع اندر حراب
لڑائی میں بہت سے بہادر ہوتے ہیں

کہ ببرد دست و پایش را ضراب
کہ تلوار کی مار ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیتی ہے

اُو ہماں دست آورد در گیر و دار
وہ پکڑ دھکڑ میں اسی ہاتھ کو استعمال کرتے ہیں

بر گمانِ آنکہ ہست اُو برقرار
اس خیال سے کہ وہ ٹھیک ہے

خود نہ بیند دستِ رفتہ در ضرر
وہ خرابی میں مبتلا ہاتھ کو نہیں دیکھتا ہے

خوں ازو بسیار رفتہ بے خبر
بے خبری میں اُس سے بہت خون بہہ جاتا ہو

[1] بیمارِ گراں۔ سخت بیمار۔ عرق۔ پسینہ۔ سجاف۔ پردہ۔ جانِ تو۔ تیری جان کی قسم۔

[2] گفت۔ استاد نے کہا اپنے بیمار ہو جانے کا مجھے بھی پتہ نہ تھا بچوں نے بتایا ہے۔ قال وقیل۔ سوال و جواب۔ ثقیل۔ بھاری۔ چوں بجد۔ استاد نے کہا زیادہ مصروفیت میں بیماری کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ عمی۔ اندھا۔ سمر۔ قصہ یعنی مشہور قصہ ہے کہ زنانِ مصر حضرت یوسفؑ کے حسن میں ایسی محو ہو گئی تھیں کہ انھوں نے ترنج کی بجائے اپنے ہاتھ تراش لیے تھے۔ والہ۔ عاشق حیران۔

[3] اے بسا۔ بہادر لڑائی میں ایسا مصروف ہوتا ہے کہ اُس کو ہاتھ پاؤں کٹنے کی خبر ہی نہیں ہوتی اور خون بہہ جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ہاتھ سالم ہے اور اس سے وہ کام کرلیتا ہے۔

دربیانِ آنکہ تن روح راچوں لباسے ست وایں دست آستین

اس کا بیان کہ جسم، روح کے لئے بمنزلہ لباس کے ہے، اور یہ ہاتھ روح کے ہاتھ کی آستین

دستِ روح ست وایں پائے موزہ پائے روح

ہے، اور یہ پاؤں روح کے پاؤں کا موزہ ہے

تابدانی کہ تن آمد چوں لبیس[1] | رَو بجُو لابس، لباسے را مَلیس
خبردار! تو سمجھ لے کہ جسم لباس کی مانند ہے | جا، پہننے والے کو تلاش کر، لباس کو نہ چاٹ

روح را توحیدِ اللہ خوشتر ست | غیرِ ظاہر دست و پائے دیگرست
روح کے لئے اللہ کی توحید بہت بہتر ہے | ظاہر کے علاوہ (اسکے) دوسرے ہاتھ پاؤں ہیں

دست و پا در خواب بینی وائتلاف | آں حقیقت داں مداں آں را گزاف
تو خواب میں ہاتھ اور پاؤں اور انکا جوڑ دیکھتا ہے | اس کو حقیقت سمجھ اس کو لغو نہ سمجھ

آں توئی کہ بے بدن داری بدن | پس مترس از جسمِ جاں بیروں شدن
تو وہ ہے کہ (اس) بدن کے علاوہ بدن رکھتا ہو | تو جان کے جسم سے نکل جانے سے نہ ڈر

روح دارد[2] بے بدن بس کاروبار | مُرغ باشد در قفس بس بیقرار
روح کے بدن کے بغیر بہت سے مشغلے ہیں | پرندہ پنجرے میں بہت بیقرار رہتا ہے

باش تا مُرغ از قفس آید بروں | تا بہ بینی ہفت چرخ اُو را زبوں
ٹھہر جا کہ پرندہ، پنجرے سے باہر آئے | تاکہ تو ساتوں آسمانوں کو اس کا فرمانبردار دیکھے

یک حکایت[3] گویمت گر بشنوی | در حقیقت بر حقیقت بگروی
اگر تو سنے تو میں تجھ سے ایک قصہ بیان کروں | حقیقتاً، تو اصلیت پر گرویدہ ہو جائے گا

حکایت آں درویشے کہ در کوہ خلوت کردہ بود و بیانِ حلاوتِ

اس درویش کا قصہ جو پہاڑ میں خلوت نشین ہو گیا تھا، اور (لوگوں سے) جدائی

انقطاع و خلوت و داخل شدن دریں منقبت کہ انا

اور خلوت کی شیرینی کا بیان اور اس فضیلت میں داخل ہو جانا، کہ میں اس کا

جَلِیسُ مَنْ ذَکَرَنِی وَاَنِیسُ مَنِ اسْتَانَسَ بِی

ہمنشین ہوں، جو مجھے یاد کرے اور میں اس کا دوست ہوں، جو مجھ سے اُنسیت کرے۔

گر باہمہ چوں بے منی بے ہمہ | ور بے ہمہ چوں بامنی با ہمہ
اگر تو سب کے ساتھ ہے جبکہ میرے بغیر ہے تو سب سے جدا ہے | اگر تو سب کے بغیر ہے جبکہ میرے ساتھ ہے تو سب کے ساتھ ہے

---

[1] لبیس۔ لباس۔ لابس لباس پہننے والا یعنی روح۔ ملیس، مت چاٹ۔ لیسیدن مصدر کا صیغہ امر ہے۔ دیگرست۔ یعنی روح کے ہاتھ پاؤں جو نظر نہیں آتے ہیں۔ دست و پا بخواب میں انسان جن ہاتھ پاؤں کو دیکھتا ہے وہ اس مادی جسم کے نہیں ہیں کیونکہ یہ تو آنکھ سے نظر آتے ہیں وہ جسم مثالی کے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔ دارد بدن یعنی جسم مثالی۔

[2] روح دارد۔ روح کو جسم عنصری سے نکلنے کے بعد بہت سے معاملات پیش آتے ہیں۔ مرغ۔ اس عنصری جسم میں روح ایک پرندہ کی طرح ہے جو پنجرے میں بند ہو۔ باش۔ عنصری جسم سے نکلنے پر روح بلند پرواز بن جاتی ہے۔

[3] حکایت۔ چونکہ مولانا یہ سمجھا رہے تھے کہ جسم عنصری کے نقصان سے روح میں نقصان نہیں آتا ہے۔ اب اس حکایت سے یہ بتاتے ہیں کہ ان بزرگ کا ہاتھ کٹ جانے کے باوجود، بطور کرامت کام کرنے لگتا تھا۔

بود درویشے بکہسارے مقیم
ایک درویش ایک پہاڑ میں مقیم تھا

خلوت[1] اُو را بود ہمخواب و ندیم
خلوت، اُس کی دن رات کی ساتھی تھی

چوں ز خالق می رسید اُو را شمول
چونکہ اُس تک اللہ تعالیٰ کی بو پہنچتی تھی

بود از انفاسِ مرد و زن ملول
وہ مرد و عورت کے سانسوں سے تنگ تھا

ہمچناں کہ سہل شُد مارا حضر
جیسا کہ ہمارے لئے اقامت آسان ہے

سہل شُد ہم قومِ دیگر را سفر
دوسروں کے لئے سفر بھی آسان ہے

آنچناں کہ عاشقی بر سروری
جیسا کہ تو سرداری پر عاشق ہے

عاشق ست آں خواجہ بر آہنگری
وہ خواجہ (سردار) لوہا پیٹنے پر عاشق ہے

ہر[2] کسے را بہرِ کارے ساختند
ہر ایک کو ایک کام کے لئے بنایا ہے

میلِ آنرا در دلش انداختند
اُس کا رجحان اُس کے دل میں ڈال دیا ہے

دست و پابے میل جنباں کے شود
بغیر رجحان کے ہاتھ اور پاؤں کب ہلتے ہیں؟

خار و خس بے آب و بادے کے رود
کوڑا کرکٹ ہوا اور پانی کے بغیر کب روانہ ہوتا ہے؟

گر بہ بینی میلِ خود سوئے سما
اگر تو اپنا رجحان آسمان کی طرف دیکھے

پرِ دولت بر کشا ہمچوں ہما
ہُما کی طرح خوش نصیبی کے پر کھول دے

ور بہ بینی میلِ خود سوئے زمیں
اگر تو اپنا رجحان زمین کی طرف دیکھے

نوحہ می کن ہیچ منشیں از حنیں
رو، رونے سے (تھک کر) کبھی نہ بیٹھ

عاقلاں[3] خود نوحہا پیشیں کنند
عقلمند، پہلے سے رو لیتے ہیں

جاہلاں آخر بسر برمی زنند
جاہل، آخر میں سر پیٹتے ہیں

ز ابتدائے کار آخر را ببیں
کام کے شروع میں انجام کو دیکھ لے

تا نہ باشی تو پشیماں یومِ دیں
تاکہ تو قیامت کے دن پشیمان نہ ہو

دیدنِ زرگر عاقبتِ کار را و سخن بر وفقِ عاقبت گفتن با مستعیرِ ترازو
سُنار کا انجام کار کو دیکھنا، اور ترازو مانگنے والے سے انجام کے مطابق بات کہنا

آں یکے آمد بہ پیشِ زرگرے
ایک صاحب ایک سُنار کے پاس آئے

کہ ترازو دہ کہ بر سنجم زرے
کہ ترازو دیدے میں سونا تولوں گا

گفت رو خواجہ مرا غربال نیست
اُسنے کہا جناب! جائیے میرے پاس چھلنی نہیں ہے

گفت میزاں دہ بریں تسخر مایست
اُسنے کہا ترازو دیدے، اِس مسخرے پن میں مت پڑ

[1] خلوت۔ یعنی گوشہ تنہائی اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ندیم۔ ہم مجلس۔ شمول۔ شین کے زبر کے ساتھ، شمالی ہوا۔ انفاس۔ نفس کی جمع ہے، سانس۔ حضر۔ اقامت۔ سروری۔ سرداری۔ آہنگری۔ لوہارپن۔

[2] ہر کسے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَہٗ۔ ہر شخص کے لئے وہ کام سہل ہے جس کیلئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ دست و پا۔ انسان کے ہاتھ پاؤں کسی کام میں تب ہی حرکت میں آتے ہیں جبکہ اُس کام کی دلی خواہش ہوتی ہے۔ گر بہ بینی۔ عالمِ بالا کی طرف میلان سعادت کی علامت ہے اور نیک کاموں کے صدور کا سبب ہے۔ دنیاوی کاموں کی طرف میلان تباہی کا سبب ہے۔

[3] عاقلاں۔ عقلمند وہ ہے جو تباہی سے قبل تباہی کے اسباب کی اصلاح کرے۔ جاہل تباہی کے بعد روتا ہے جو بے سود ہوتا ہے۔ ز ابتداء۔ دنیاوی زندگی میں اگر آخرت کی رسوائیوں سے نجات حاصل کریگا تو حشر میں نادم نہ ہوگا۔ دیدن زرگر۔ سنار نے انجام پر نظر کی تو پریشانی سے بچ گیا۔ غربال۔ چھلنی، اُس نے سونا تولنے کا کانٹا مانگا تھا، سنار نے چھلنی سے انکار کیا۔ میزان دہ۔ اُسنے دوبارہ کانٹا مانگا تو سُنار

گفت جاروبے ندارم در دکان
اُس نے کہا میری دکان میں جھاڑو نہیں ہے

گفت بس بس ایں مضاحک را بماں
اُس نے کہا بس بس، یہ تمسخر رہنے دے

من ترازوئے کہ میخواہم بدہ
میں جو ترازو مانگتا ہوں وہ دیدے

خویشتن را کر[۵۱] مکن ہر سُو مجہ
اپنے آپ کو بہرا نہ بنا ہر طرف گریز نہ کر

گفت بشنودم سُخن کر نیستم
اُس نے کہا میں نے بات سُن لی ہے میں بہرا نہیں ہوں

تا نہ پنداری کہ بے معنیستم
تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ میں مہمل ہوں

ایں شنیدم لیک پیری مرتعش
یہ میں نے سُن لیا، لیکن تو رعشہ والا بڑھا ہے

دست لرزاں جسمِ تو نا منتعش
تیرا ہاتھ لرزتا ہے تیرا جسم نہ اُٹھنے والا ہے

فہم کردم[۵۲] لیک پیری ناتواں
میں سمجھ گیا لیکن تو کمزور بوڑھا ہے

دستت از ضعف ست لرزاں ہر زماں
ہر وقت کمزوری سے تیرا ہاتھ کانپتا ہے

واں زرِ تو ہم قُراضہ خُرد و مُرد
تیرا سونا بھی ذرہ ذرہ کترن ہے

دست لرزد پس بریزد زرِ خُرد
ہاتھ کانپے گا، سونے کے ریزے گر جائینگے

پس بگوئی خواجہ جاروبے بیار
پھر تو کہے گا جناب! جھاڑو لا دیجئے

تا بجویم زرِ خود را در غبار
تاکہ میں مٹی میں اپنا سونا تلاش کرلوں

چوں بروبی خاک را جمع آوری
جب تو جھاڑو لگاکر مٹی کو اکٹھا کرے گا

گویم غربال خواہم اے جَری
مجھ سے کہے گا اے بھلے! میں چھلنی چاہتا ہوں

تا بہ بیزم خاک وزر جویم ازاں
تاکہ میں مٹی کو چھانوں اور اُس میں سونا تلاش کروں

کے بُود غربال ما را در دکاں
ہماری دکان میں چھلنی کہاں ہوگی؟

من ز اول[۵۳] دیدہ ام آخر تمام
میں نے شروع میں انجام دیکھ لیا ہے

جائے دیگر رو ازینجا والسّلام
یہاں سے دوسری جگہ چلا جا، والسّلام

ہر کہ اوّل بیں بُود اعمیٰ بُود
جو شروع پر نظر کرنیوالا ہوتا ہے اندھا ہوتا ہے

ہر کہ آخر بیں چہ با معنیٰ بُود
جو انجام کو دیکھنے والا ہوتا ہے کسقدر معقول ہوتا ہے

ہر کہ اوّل بنگرد پایانِ کار
جو شروع میں انجام کو دیکھ لیتا ہے

اندر آخر اُو نگردد شرمسار
آخر میں وہ شرمندہ نہیں ہوتا ہے

حکم چوں بر عاقبت اندیشی ست
حکم چونکہ انجام بینی پر ہے

بادشاہی بندۂ درویشی ست
شاہی، درویشی کی غلام ہے

---

۵۱ کُر - بہرا. ہر سُو یعنی میں کانٹا مانگتا ہوں تو چھلنی اور جھاڑو کی بات کرتا ہے۔
بے معنی - لایعنی، بیوقوف، مہمل۔ مرتعش - رعشہ کا بیمار جس کی وجہ سے ہاتھ پیر لرزتے ہیں۔ منتعش - گر کر اُٹھ جانے والا۔

۵۲ فہم کردم - یعنی میں سمجھ گیا ہوں کہ تو سونا تولنے کے لئے کانٹا مانگ رہا ہے۔
قُراضہ - قینچی کی کترن۔ خرد و مرد - ریزہ ریزہ - لیکن یعنی جب وہ سونے کے ریزے گر جائیں گے تو ان کو سونے کے لئے جھاڑو مانگے گا اور مٹی اور ریت جمع کرکے اُسکو چھاننے کیلئے چھلنی مانگے گا۔
جَری - لائق۔

۵۳ من ز اول - میں پہلے ہی یہ ساری باتیں سمجھ گیا ہوں اور تیرے معاملہ کا انجام مجھے نظر آگیا ہے لہٰذا میں نے انجام پر نظر کرکے تجھے جوابات دئیے تھے ہر کہ - جو ابتداء کار کو دیکھے اور انجام پر نظر نہ کرے وہ اندھا ہے عقلمند وہی ہے جو آغاز میں انتہا پر نظر کرے۔ حکم چوں - جبکہ مدار آخر پر ہے اور بادشاہی کا انجام بھی دنیا سے تہیدست جانا ہے اور درویش پہلے ہی سے دنیا سے دستبردار ہو جاتا ہے لہٰذا درویشی بادشاہی سے افضل ہے

عاقبت بیناں بوند اہلِ رشاد | ورنگر واللہ اعلم بالسداد
ہدایت یافتہ انجام کو دیکھنے والے ہوتے ہیں | خوب سمجھ لے، خدا راستی کو خوب جانتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد راز گو | قصۂ آں مردِ زاہد باز گو
اس بات کا آخیر نہیں ہے، راز بتا | اس زاہد مرد کا قصہ پھر کہہ

گن تمام اکنوں حدیثِ شیخ فرد | کاندراں کہسار بودش خواب و خورد
اب یکتا شیخ کی بات پوری کر | جس کا رہن سہن اور کھانا پینا پہاڑ میں تھا

بقیۂ قصۂ آں زاہدِ کوہی کہ نذر کردہ بود کہ میوہ کوہی از درخت

پہاڑ میں رہنے والے اس عبادت گذار کا بقیہ قصہ جس نے منت مان لی تھی کہ میں

باز نگیرم و درخت را نفشانم و کسے را نگویم بصریح و کنایت

درخت سے پہاڑی میوہ نہ توڑوں گا اور درخت کو نہ جھاڑوں گا اور کسی سے صاف اور

کہ بیفشاں و آں را بخورم کہ باد از درخت افگندہ باشد

اشارہ میں نہ کہوں گا کہ تو جھاڑ دے اور اسکو کھاؤں گا جس کو ہوا درخت سے گرا دے گی

اندراں کہ بود اشجار[1] و ثمار | سیب و امرود و انارِ بے شمار
اس پہاڑ میں درخت اور پھل تھے | بے شمار سیب، اور امرود، اور انار تھے

قوتِ آں درویش بود آں میوہا | غیر آں چیزے نخوردے دائما
اس درویش کی خوراک وہ پھل تھے | انکے علاوہ وہ کبھی کوئی چیز نہ کھاتا

گفت آں درویش یارب با تو من | عہد کردم کہ نچینم در زمن
اس درویش نے کہا، اے اللہ! میں نے تجھ سے | عہد کیا ہے کہ میں کسی وقت (بھی پھل) نہ توڑوں گا

خود نچینم میوہ را در کل حین | نیز غیرے را نگویم کہ بچیں
میں کسی وقت (بھی) خود پھل نہ توڑوں گا | دوسرے سے بھی نہ کہوں گا کہ تو توڑ دے

جز ازاں میوہ کہ باد انداز دش | من نچینم از درخت منتعش
اس پھل کے علاوہ جس کو ہوا گرا دے | میں کھڑے درخت سے نہ توڑوں گا

مدتے بر نذرِ خود بودش وفا | تا درآمد امتحاناتِ قضا
ایک زمانہ تک وہ اپنے عہد کا پابند تھا | یہاں تک کہ قضاءِ خداوندی سے آزمائشیں آ گئیں

زیں سبب فرمود استثنا[2] کنید | گر خدا خواہد بہ پیماں برزنید
اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ استثنا کر لو | "اگر خدا نے چاہا" عہد میں لگا لو

[1] اشجار۔ شجر کی جمع ہے، درخت۔ ثمار۔ ثمرۃ کی جمع ہے، پھل۔ دائما۔ ہمیشہ۔ نچینم۔ یعنی میں درخت سے پھل نہ توڑوں گا۔ حین۔ کسی وقت۔ منتعش۔ قایم کھڑا۔

[2] استثنا۔ وعدہ اور عہد میں لفظ ان شاء اللہ کہنا۔ گر خدا خواہد۔ یا ان شاء اللہ کا ترجمہ ہے۔

زانکہ حکمِ کار در دستِ من ست
کیونکہ معاملہ کا فیصلہ میرے ہاتھ میں ہے

اختیارِ جملگاں پستِ[۵۱] من ست
سب کا اختیار میرے ماتحت ہے

ہر زماں دل را دگر میلے دہم
میں ہر وقت دل میں ایک دوسری خواہش پیدا کردیتا ہوں

ہر نفس بر دل دگر داغے نہم
ہر سانس میں دل پر ایک دوسرا داغ لگا دیتا ہوں

کُلَّ اِصْبَاحٍ لَنَا شَانٌ جَدِیْد
ہر صبح کو ہماری نئی شان ہے

کُلُّ شَیْءٍ عَنْ مُرَادِیْ لَا یَحِیْد
کوئی چیز میرے ارادہ سے انحراف نہیں کرتی ہے

در حدیث آمد کہ دل ہمچوں پرِ یست
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ دل پَر کی طرح ہے

در بیابانے اسیرِ صرصریست
(جو) میدان میں آندھی کا پابند ہے

باد پَر را ہر طرف راند گزاف
ہوا پَر کو خواہ مخواہ ہر طرف لے جاتی ہے

گہ چپ و گہ راست با صد اختلاف
سینکڑوں مختلف طریقوں سے کبھی بائیں کبھی دائیں

در حدیثِ دیگر[۵۲] ایں دل داں چناں
دوسری حدیث (میں ہے) اس دل کو ایسا سمجھ

کآب جوشاں ز آتش اندر قازغاں
جیساکہ دیگ میں جوش مارتا ہوا پانی

ہر زماں دل را دگر رائے بود
ہر لمحہ دل کی ایک دوسری رائے ہوتی ہے

آں نہ از وے لیک از جائے بود
وہ اس کی جانب سے نہیں بلکہ دوسری جگہ سے ہوتی ہے

پس چرا ایمن شوی بر رائے دل
تو، تو دل کی رائے پر کیوں مطمئن ہوتا ہے؟

عہد بندی تا شوی آخر خجل
تو عہد کر لیتا ہے تاکہ آخیر میں شرمندہ ہو

ایں ہم[۵۳] از تاثیر حکم ست و قدر
یہ بھی (اللہ کے) حکم اور تقدیر کی تاثیر کی وجہ سے ہے

چاہ می بینی و نتوانی حذر
تو کنواں دیکھتا ہے اور بچ نہیں سکتا ہے

نیست خود از مرغِ پرّاں ایں عجب
کیا اُڑنے والے پرندے سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے؟

کو نہ بیند دام و افتد در عطب
کہ وہ جال نہیں دیکھ پاتا اور ہلاکت میں گرتا ہے

ایں عجب کہ دام بیند ہم وتد
یہ تعجب ہے کہ وہ جال اور کھونٹی دیکھتا ہے

گر بخواہد ور نخواہد می فتد
خواہ چاہے یا نہ چاہے، پھنس جاتا ہے

چشم باز و گوش باز و دام پیش
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور کان کھلے ہوئے ہیں اور سامنے جال

سوئے دامے می پرد با پرِ خویش
اپنے ہی بازوؤں سے جال کی جانب پرواز کرتا ہے

---

۵۳ ایں ہم۔ یعنی بغیر انشاء اللہ کے عہد کرنا اور پھر اس کے ٹوٹنے پر شرمندہ ہونا۔ وتد۔ وہ کھونٹی جس میں جال کا سرا باندھتے ہیں۔ چشم باز۔ پرندے کے سب ہوش و حواس درست ہوتے ہیں اور پھر اپنے اختیار سے جال میں پھنستا ہے۔

۵۱ پست۔ ماتحت۔ ہر زماں۔ حدیث میں ہے۔ اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ آدَمَ کُلَّھَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَّاحِدٍ یُصَرِّفُہٗ کَیْفَ یَشَاءُ یعنی انسانوں کے سب قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان اس طرح سے ہیں جیسا کہ ایک قلب اُن کو جس طرح چاہتا ہے اُلٹتا پلٹتا ہے۔ کل اصباح۔ قرآن پاک میں ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ یعنی ہر دن اللہ کی ایک نئی شان ہے۔ در حدیث آمد۔ حدیث شریف ہے۔ مَثَلُ الْقَلْبِ کَرِیْشَۃٍ فِیْ فَلَاۃٍ تُقَلِّبُھَا الرِّیَاحُ کَیْفَ تَشَاءُ یعنی دل کی مثال میدان میں پڑے ہوئے پَر کی سی ہے جس کو ہوائیں جس طرف کو چاہتی ہیں پلٹ دیتی ہیں۔

۵۲ در حدیث دیگر۔ حدیث شریف ہے۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ اَشَدُّ غَلَیَانًا مِنَ الْقِدْرِ۔ مومن کا دل ہانڈی سے بھی زیادہ جوش کھاتا ہے یعنی ایک حال پر نہیں رہتا کبھی اس میں اُبال آتا ہے کبھی ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ قازغان۔ اور کزغان ترکی لفظ ہے کڑھائی اور دیگ کو کہتے ہیں۔ جائے بود۔ یعنی قلب میں یہ کیفیات اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ یا کسی دیگر بزرگ کا قول ہے عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ یعنی میں نے اپنے خدا کو ارادوں کی تبدیلی سے پہچانا۔

تشبیہ بندِ دامِ قضا بصورتِ پنہاں و اثر پیدا

قضا (ئے خداوندی) کے جال کی تشبیہ جو ظاہر میں پوشیدہ ہے اور اثر ظاہر ہے

بنگر اندر دلق مہتر زادہ — سر برہنہ در بلا افتادہ
ایک امیر زادہ کو گدڑی کے اندر دیکھ — ننگے سر ہے، مصیبت میں پڑا ہے

در ہوائے یک نگارے سوختہ — اَقمشہ و اَملاکِ خود بفروختہ
وہ ایک معشوق کے عشق میں تباہ ہے — اپنا سامان، اور جائداد بیچ چکا ہے

خوار گشتہ در میانِ قومِ خویش — مرہمش نایاب و دل ریش از مریش
اپنی قوم میں ذلیل ہو گیا ہے — اور دل اس کے جھگڑے سے زخمی اور اس کا مرہم نایاب ہے

خان و مال رفتہ شدہ بدنام و خوار — کامِ دشمن می رود ادبار وار
گھر بار جا چکا ہے، وہ بدنام اور ذلیل ہو گیا ہے — نحوس دشمن کے مقصد کے مطابق چلن اختیار کئے ہوئے

زاہدے بیند بگوید اے کیا — ہمتے می دار از بہرِ خدا
کسی بزرگ کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے اے بزرگ! — خدا کے لئے توجہ دیجئے

کاندریں ادبارِ زشت افتادہ ام — مال و زر و نعمت از کف دادہ ام
کہ میں اس بُری نحوست میں پھنسا ہوں — مال و زر اور نعمت ہاتھ سے دے چکا ہوں

ہمتے تا بو کہ من زیں وارہم — زیں گلِ تیرہ بود کہ برجہم
توجہ دیجئے، شاید میں اس سے نجات پا جاؤں — ہو سکتا ہے کہ میں اس کالی کیچڑ سے نکل جاؤں

ایں دعا می خواہد او از عام و خاص — تا کہ یابد یک دمے ز غم خلاص
وہ ہر خاص و عام سے یہ دعا چاہتا ہے — تاکہ تھوڑی دیر کے لئے غم سے نجات حاصل کرے

دست باز و پائے باز و بند نے — نے موکل بر سرش نے آہنے
ہاتھ کھلے ہوئے اور پاؤں کھلے ہوئے اور کوئی قید نہیں ہے — نہ اس کے سر پر کوئی سپاہی ہے نہ بیڑی

از کدامیں بند می جوئی خلاص — وز کدامیں حبس می خواہی مناص
تو کس بیڑی سے خلاصی کا جویاں ہے؟ — اور تو کونسی قید سے چھٹکارا چاہتا ہے؟

بندِ تقدیر و قضائے مختفی — کہ نہ بیند آں بجز جانِ صفی
تقدیر کی بیڑی، اور پوشیدہ تقدیر — جس کو برگزیدہ ہستی کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا

گرچہ پیدا نیست آں در مکمن ست — بر تر از زندان و بندِ آہن ست
اگرچہ وہ ظاہر نہیں ہے، پوشیدہ ہے — (لیکن) قید خانہ اور بیڑی سے بڑھ کر ہے

لہ تشبیہ۔ قضاءِ خداوندی پوشیدہ ہے اور اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے اسی طرح عشق کا معاملہ ہے۔ دلق۔ گدڑی۔ بلا۔ یعنی عشق۔ نگار۔ معشوق، نقش۔ اقمشہ۔ قماش بضم قاف کی جمع ہے گھر کا سامان، ریشمین قیمتی کپڑا۔

لہ مریش۔ یہ لفظ شین ضمیر ہے جو کہ مہتر زادہ کی طرف لوٹتی ہے اور مِرے جو کہ مِرا کا امالہ ہے اور جھگڑے کے معنی میں آتا ہے سے مرکب یعنی اس مہتر زادہ سے ہر شخص اختلاف اور نزاع کرتا تھا اس وجہ سے اس کا دل اور زخمی تھا۔ کام۔ مراد مقصد۔ ادبار وار۔ بدبختانہ کیا۔ بزرگ۔ معظم۔ ہمت۔ بزرگوں کی روحانی توجہ۔

لہ دست باز۔ یعنی اس مہتر زادے کے نہ ہاتھ میں بیڑی تھی نہ پاؤں میں زنجیر۔ عشق کی نا پدید بیڑیاں تھیں۔ موکل مقرر کردہ شخص، سپاہی۔ مناص۔ بچاؤ کی جگہ۔ مختفی۔ پوشیدہ۔ صفی۔ برگزیدہ۔ مکمن۔ چھپنے کی جگہ۔ برتر۔ عشق کی زنجیریں لوہے کی زنجیروں سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہیں اور عشق کا قید خانہ عام قید خانوں سے زیادہ سخت ہے لوہے کی زنجیر کو لوہار کاٹ سکتا ہے اور عام قید خانوں میں نقب لگایا جا سکتا ہے لیکن عشق کے معاملہ میں یہ ممکن نہیں ہے۔

زانکہ آہنگر مر آں را بشکند
کیونکہ لوہار اُس کو توڑ دیتا ہے
حفرہ گر ہم خشتِ زنداں بر کند
کو بھی لگانے والا قیدخانہ کی اینٹ اکھاڑ دیتا ہے

اے عجب ایں بندِ پنہانِ گراں
تعجب ہے، یہ پوشیدہ بھاری بیڑی
عاجز از تکسیرِ[1] آں آہنگراں
اس کے کاٹنے سے لوہار عاجز ہیں

دیدنِ آں بند احمدؐ را رسد
اس پھندے کو دیکھنے کا احمدؐ کو حق ہے
بر گلوئے بستہ حَبْلٌ مِّنْ مَّسَد
جو مونج کی رسّی گلے میں بندھی ہوئی ہے

دید بر پشتِ عیالِ بولہب
انھوں نے ابولہب کی بیوی کی کمر پر دیکھا
تنگِ ہیزم گفت حَمَّالَةَ الْحَطَب
ایندھن کا گٹھر، فرمایا ایندھن اٹھانیوالی ہے

حبل و ہیزم را جز آں چشمے ندید
رسّی اور گٹھر کو اس آنکھ کے سوا کسی نے نہ دیکھا
کہ پدید آید بر و ہر ناپدید
جس کے لئے ہر پوشیدہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے

باقیانش جملہ تاویلے[2] کنند
ان کے سوا سب تاویل کرتے ہیں
کایں[3] ز بیہوشیست و ایشاں ہوشمند
کیونکہ یہ (دید) بیہوشی میں ہوتی ہے اور وہ ہوشمند ہیں

لیک[4] از تاثیرِ آں پشتش دوتو
لیکن اُس کی تاثیر سے اُس کی کمر دوہری
گشتہ و نالاں شدہ در پیشِ اُو
ہو رہی ہے اور وہ اُس کے سامنے رو رہا ہے

کہ دعائے ہمتے تا وا رہم
کہ دعا، توجہ، تاکہ میں چھوٹ جاؤں
تا ازیں بندِ نہاں بیروں جہم
تاکہ اس پوشیدہ بیڑی سے میں باہر نکل آؤں

آنکہ بیند ایں علامتہا پدید
جو اِن علامتوں کو کھلا دیکھتا ہے
چوں نداند او شقی را از سعید
وہ بدبخت اور نیک بخت کو کیوں نہ دیکھیگا؟

داند و پوشد بامرِ ذوالجلال
وہ جانتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے چھپاتا ہے
کہ نباشد کشفِ رازِ حق حلال
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کے راز کھولنا جائز نہیں ہے

ایں سخن پایاں ندارد آں فقیر
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ درویش
از مجاعت شد زبون و تن اسیر
بھوک سے کمزور ہو گیا اور جسم قیدی (تھا)

مضطر شدنِ آں فقیر نذر کنندہ بکندنِ امرود از درخت

اُس عہد کرنے والے درویش کا درخت سے امرود توڑنے پر مجبور ہونا

و گوشمالِ حق تعالیٰ رسیدن بے مہلت برو

اور بغیر تاخیر کے اُس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے گوشمالی کا پہنچنا

---

[1] تکسیر۔ توڑنا۔ دیدنِ آں بند یعنی مخفی بند کو آنحضور علیہ السلام اور اولیاء دیکھ سکتے ہیں، آنحضورؐ اُس رسّی کو جو اُمِّ جمیل ابولہب کی بیوی کی گردن میں تھی اور اُس گٹھر کو جو اُسکی کمر پر تھا دیکھ رہے تھے حَمَّالَةَ الْحَطَب۔ سورۂ تبّت میں ابولہب کی بیوی اُمِّ جمیل بنت حرب کے بارے میں حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ آیا ہے یعنی وہ لکڑیوں کا گٹھر اٹھانے والی ہے اُسکے گلے میں مونج کی رسّی ہے، مفسّرین نے اسکی مختلف تاویلیں کی ہیں مولانا فرماتے ہیں تاویلوں کی ضرورت نہیں آنحضورؐ کو یہ چیزیں نظر آتی تھیں۔

[2] تاویل۔ مفسّرین نے گٹھر سے بارِ گناہ یا چغلخوری اور رسّی سے جہنّم کا طوق مُراد لیا ہے۔ کایں۔ اِن چیزوں کا دیدار اُس وقت ہوتا ہے جبکہ انسان دنیوی حواس ختم کر کے خود فراموشی اختیار کرے۔ و ایشاں۔ اِن تاویل کرنیوالوں کے ظاہری ہوش و حواس ہیں۔

[3] لیک۔ یہاں سے پھر امیر زادہ کا حال شروع کیا ہے۔ پیشِ او۔ زاہد کے سامنے آنکہ۔ جنکو اللہ تعالیٰ نے نورِ بصیرت عطا فرمایا ہے وہ سب علامتیں دیکھ لیتے ہیں اور شقی و سعید میں فرق کر لیتے ہیں۔ داند۔ لیکن اصحابِ بصیرت اللہ کے راز ظاہر نہیں کرتے ہیں حکمتاً۔

پنجروز[۱] آں باد امرودے نریخت
ہوا نے پانچ دن تک کوئی امرود نہ گرایا

زآتشِ جُوعش صَبُوری می گریخت
اُس کی بھوک کی آگ سے صبر بھاگتا تھا

بر سرِ شاخِ مرودے چند دید
اُس نے ایک شاخ پر کئی امرود دیکھے

باز صبرے کرد و خود را در کشید
پھر صبر کیا، اور اپنے آپ کو روکا

باد آمد شاخ را سر زیر کرد
ہوا چلی، شاخ کو نیچے جھکا دیا

طبع را بر خوردنِ آں چیر کرد
طبیعت کو اُس کے کھانے پر غالب کر دیا

جوع و ضعف و قوتِ جذبِ قضا
بھوک اور کمزوری اور قضا کی کشش کی طاقت نے

کرد زاہد را ز نذرش بیوفا
زاہد کو عہد سے بے وفا بنا دیا

چونکہ از امرود بُن[۲] میوہ شکست
جب امرود کے درخت سے پھل توڑا

گشت اندر نذر و عہدِ خویش سُست
اپنی مَنّت اور عہد میں کمزور پڑ گیا

ہم دراں دم گوشمالِ حق رسید
فوراً اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے گوشمالی ہوئی

چشمِ اُو بکشاد و گوشِ اُو کشید
جس نے اُس کی آنکھیں کھولدیں اور کان کھینچے

مُخلِصاں باشند دائم در خطر
مخلصین، ہمیشہ خطرے میں ہوتے ہیں

امتحانہا ہست در راہ اے پسر
اے صاحبزادے! راہ میں آگے بہت امتحان ہیں

عہد را باید وفا اے جانِ من
اے جانِ من! عہد کو پورا کرنا چاہیئے

تا نمانی شرمسار و مُمتحَن
تاکہ تو شرمندہ اور مصیبت میں مبتلا نہ ہو

یا مکُن نذرے کہ نتوانی وفا
یا وہ عہد ہی نہ کر جس کو تو پورا نہ کر سکے

بر خطر منشین و بیروں جہ بلا
خبردار! خطرے میں نہ پڑ اور باہر نکل

نذر را باید وفا در راہِ حق
اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں عہد پورا کرنا چاہیئے

لیک[۳] حق تا خود کرا بدہد سبق
لیکن دیکھو اللہ (تعالیٰ) کس کو سبقت (کرنیکی توفیق) دیتا ہے

عہدہا بستیم بس در کارہا
ہم نے بہت سے کاموں کے عہد کئے

نذرہا کردیم در سِر بارہا
بارہا پوشیدہ طور پر منّتیں مانیں

قوتِ آں کو کہ پایاں آوریم
وہ طاقت کہاں ہے، کہ ہم پورا کریں

عاجزیم و ناتوان و مضطریم
ہم تو عاجز اور ناتواں اور مجبور ہیں

گر نہ فضلت دستگیرِ ما شود
(اے اللہ) اگر تیری مہربانی ہماری دستگیری نہ کرے

وائے بر ما زانکہ رُسوائی بُود
ہم پر افسوس ہے، کیونکہ رُسوائی ہوگی

---

[۱] پنجروز۔ پانچ دن بھوکا رہنے سے اُن میں صبر کی طاقت نہ رہی۔ در کشید یعنی امرود توڑنے سے اپنے آپ کو باز رکھا۔ طبع یعنی طبیعت غالب آگئی اور صبر مغلوب ہوگیا۔ بیوفا۔ اُن بزرگ نے عہد کیا تھا کہ کوئی پھل خود توڑ کر نہ کھائیں گے۔

[۲] امرود بُن۔ امرود کا درخت۔ بکشاد اُنھیں اپنی غلطی نظر آگئی۔ مخلصاں۔ مشہور مقولہ ہے "نزدیکاں را بیش بُود حیرانی" جو بارگاہ کے مقرب ہوتے ہیں اُن کی بڑی آزمائش ہوتی ہیں۔ ممتحن مُبتلا

[۳] لیک۔ عہد کی وفا ضروری ہے لیکن یہ بھی خداوندی توفیق ہی سے ہوسکتا ہے۔ عہدہا۔ یہاں سے مولانا نے اپنے عہدوں کی وفا کی دعا شروع کردی ہے پایاں۔ یعنی عہدوں کو انجام تک پہنچانا۔ مضطر۔ مجبور۔ گر نہ فضلت۔ اگر عہد کو پورا کرنے کے لئے اللہ کا فضل شاملِ حال نہ ہوگا تو لامحالہ رسوائی ہوگی۔

نذرِ ما را با وفا پیوستہ دار — عہدِ ما را از کرم دار اُستوار

ہمارے نذر کو وفا سے جوڑ دے — کرم کرکے ہمارے عہد کو مضبوط کر دے

باز گشتم سوئے قصّہ کاں فقیر — عہد چوں بشکست در دم شد اسیر

قصّہ کی طرف میں پھر پلٹا، کہ اُس درویش نے — جیسے ہی عہد توڑا فوراً قیدی بن گیا

غیرتِ حق گوشمالش داد زود — زانکہ فرمودست اَوفُوا بالعُقُود

اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے فوراً اُس کو سزا دی — کیونکہ اُس نے فرمایا ہے "عہدوں کو پورا کرو"

جمعے از دزداں بُدند آنجا[1] مگر — درمیاں آوردہ بے مر سیم و زر

وہاں چوروں کا ایک گروہ تھا، شاید — وہ لاتعداد چاندی اور سونا لائے تھے

اتفاقاً دزد چندے تاختند — واندراں کہسار مسکن ساختند

اتفاقاً چند چور بھاگے — اور اُس پہاڑ میں انھوں نے ٹھکانا بنا لیا

مُتہم کردن آں شیخ را با دزداں و بریدن دستش را

اُس درویش کو چوروں کے ساتھ متہم کرنا اور اُس کا ہاتھ کاٹنا

بیست از دزداں بُدند آنجا و بیش — بخش می کردند مسروقات خویش

وہاں بیس اور کچھ زیادہ چور تھے — (اپنی چوری) کا مال بانٹ رہے تھے

شحنہ را غماز آگہ کردہ بود — مردمِ شحنہ دَر افتادند زود

کوتوال کو مخبر نے خبر دیدی تھی — کوتوال کے آدمی جلد آ پہنچے

شحنہ[2] حالی عزمِ آں کہسار کرد — جملہ را بگرفت و بست آں شیر مرد

کوتوال نے فوراً اُس پہاڑ کا قصد کیا — اُس شیر مرد نے سب کو گرفتار کر لیا اور باندھ لیا

پس بفرمود از غضب جلاد را — دست و پایِ ہر یکے از تن کُن جدا

پھر غصہ سے جلاد کو حکم دیا — ہر ایک کے ہاتھ اور پاؤں بدن سے جُدا کر دے

ہم بدانجا پائے چپ و دستِ راست — جملہ را ببرید و غوغائے بخاست

اُسی جگہ بایاں پاؤں اور داہنا ہاتھ — سب کا کاٹ دیا اور شور برپا ہو گیا

دستِ زاہد ہم بُریدہ شد غلط[3] — پاش را می خواست ہم کردن سقط

غلطی سے شیخ کا ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا — پاؤں کو بھی اُس نے بیکار کرنا چاہا

درزماں آمد سوارے بس گزیں — بانگ زد بر عواں کاے سگ بہ بیں

فوراً ایک معزز سوار آیا — سپاہی پر چیخا اے کتے! دیکھ (خبردار)

[1] آنجا یعنی اُس علاقہ میں۔ بے مر۔ بے حد۔ مسروقات۔ چُرائی ہوئی چیزیں۔ شحنہ۔ کوتوال۔ غماز۔ چغلخور، مخبر۔

[2] شحنہ۔ کوتوال نے سب ڈاکوؤں کو پکڑ کر باندھ لیا۔ جلاد۔ سزاؤں کو جاری کرنے والا۔ ہم۔ یعنی جلاد نے فوراً ہر ایک کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا۔ غوغا۔ شور و غل۔

[3] غلط۔ یعنی اس شبہ میں کہ وہ بھی چور ہے۔ سقط۔ بیکار چیز۔ درزماں۔ فوراً۔ عواں۔ جلاد سپاہی پر چیخا۔

ایں فلاں شیخ ست و ابدالِ[1] خدا
یہ فلاں بزرگ، اور خدا کے ابدال میں سے ہے

دستِ او را تو چرا کردی جدا
تونے اس کا ہاتھ کیوں جدا کیا!

آں عواں بدرید جامہ تیز رفت
اس سپاہی نے کپڑے پھاڑے (اور) تیزی سے بھاگ

پیشِ شحنہ داد آگاہیش تفت
کوتوال کے پاس، اس کو فوراً مطلع کیا

شحنہ آمد پا برہنہ عذر خواہ
کوتوال ننگے پاؤں معافی مانگنے آیا

کہ ندانستم خدا بر من گواہ
کہ مجھے علم نہ تھا، خدا میرا گواہ ہے

ہیں بحل کن مر مرا زیں کارِ زشت
اس برے کام کی مجھے ضرور معافی دیدیجئے

اے کریم و سرورِ اہلِ بہشت
اے بزرگ اور جنتیوں کے سردار!

گفت[2] می دانم سبب ایں نیش را
انھوں نے کہا میں اس زخم کا سبب جانتا ہوں

می شناسم من گناہِ خویش را
میں اپنے گناہ کو جانتا ہوں

من شکستم حرمتِ ایمانِ او
میں نے اس کی قسموں کی حرمت کو توڑا

پس یمینم برد دادِ ستانِ او
اسلئے اس کے محکمۂ انصاف نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا

من شکستم عہد و دانستم بدست
میں نے اس کا عہد توڑا اور میں جانتا تھا برا ہے

تا رسید آں شومیِ جرأت بدست
اس جرأت کی نحوست ہاتھ کو پہنچی

دستِ ما و پایِ ما و مغز و پوست
ہمارے ہاتھ اور ہمارے پاؤں اور مغز و پوست

بادا اے والی فدائے حکمِ دوست
اے حاکم! دوست کے حکم پر قربان ہیں

قسمِ[3] من بود ایں ترا کردم حلال
یہ میرا نصیبہ تھا، میں نے تجھے معاف کیا

تو ندانستی ترا نبود وبال
تو نہ سمجھا، تجھ پر وبال نہ ہوگا

وانکہ او دانست او فرمانرواست
وہ جو جانتا تھا، کہ وہ حاکم ہے

با خدا سامانِ پیچیدن کراست
خدا سے الجھنے کا کس کو حوصلہ ہے؟

اے بسا مرغِ پرندہ دانہ جو
بسا اوقات دانہ تلاش کرنے والے پرندے

کہ بریدہ حلقِ او ہم حلقِ او
حلق ہی نے اس کا گلا کاٹا ہے

اے بسا مرغے ز معدہ و مغص
بسا اوقات پرندے معدے اور آنتوں کی، اینٹھن سے

بر کنارِ بامِ محبوسِ قفص
بالاخانے کے کنارے پر پنجرے کا قیدی ہے

اے بسا ماہی در آبِ دور دست
بسا اوقات مچھلی گہرے پانی میں

گشتہ از حرصِ گلو ماخوذِ شست
حلق کی حرص کی وجہ سے کانٹے میں پھنسی ہے

۱ ابدال۔ اولیاء کی ایک خاص جماعت ہے۔ جدا۔ یعنی کاٹ کر۔ عوان سپاہی۔ تفت۔ گرم۔ بحل کن معاف کردے۔

۲ گفت۔ شیخ نے کہا ہاتھ کٹنے کا اصل سبب میں جانتا ہوں۔ ایمان یمین کی جمع ہے، قسم، عہد، یمین۔ داہنا ہاتھ۔ بدست۔ پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی برا ہے اور دوسرے کے آخر میں بدست بمعنی ہاتھ۔

۳ قسم۔ حصہ۔ فرماں روا۔ یعنی خدا تعالیٰ۔ کہ بریدہ یعنی حلق کی خواہش، گلا کٹنے کا سبب بنی ہے۔ مغص۔ پیٹ کا درد، اینٹھن، مغص۔ صاد اور سین دونوں سے صحیح ہے۔ دور دست۔ دور دراز، گہرا۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔

اے بسا مستور در پردہ بُدہ ــــ شومیِ فرج و گلو رسوا شُدہ

بسا اوقات (عورت) پردے میں چھپی ہوئی ــــ شرمگاہ، اور حلق کی بدبختی سے رسوا ہوئی ہے

اے بسا قاضیِ حبرِ نیک خُو ــــ از گلوی رشوتے اُو زرد رُو

بسا اوقات نیک عادت، علّامہ، قاضی ــــ رشوت خوری حلق کی وجہ سے وہ شرمندہ ہوا ہے

اے بسا حاجی بحج رفتہ لعشق ــــ وقت باز آمد شُدہ اُو یارِ فسق

بسا اوقات عشق کی وجہ سے حج میں گیا ہوا حاجی ــــ واپسی کے وقت فسق (و فجور) کا ساتھی بنا ہے

بلکہ در ہاروت و ماروت آں شراب ــــ از عروجِ چرخ شاں شد سدِ باب

بلکہ ہاروت و ماروت کے لئے وہ نشہ ــــ آسمان پر چڑھنے سے اُنکے لئے مانع بنا

بایزیدؒ از بہرِ ایں کرد احتراز ــــ دید در خود کاہلی اندر نماز

بایزیدؒ نے اسی لئے پرہیز کیا ــــ کہ اُنھوں نے اپنے اندر نماز میں سُستی دیکھی

از سبب اندیشہ کرد آں ذو لباب ــــ دید علّت خوردن از بسیار آب

اُن عقلمند نے سبب سوچا تو ــــ زیادہ پانی پینے کو سبب سمجھا

گفت تا سالے نخواہم خورد آب ــــ آنچناں کرد و خدایش داد تاب

کہا میں ایک سال تک پانی نہ پیوں گا ــــ ایسا ہی کیا، اور خدا نے اُنکو طاقت عطا فرمائی

ایں کمینہ جہدِ اُو بُد بہرِ دیں ــــ گشت اُو سلطان و قطب العارفیں

دین کے لئے یہ اُنکی معمولی کوشش تھی ــــ وہ شاہ اور قطب العارفین بنے

چوں بریدہ شُد برای حلق دست ــــ مردِ زاہد را درِ شکوی بہ بست

جب حلق کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا ــــ بزرگ انسان کے لئے شکوے کا دروازہ بند ہوگیا

اینچنیں باشد چو یک در بستہ شُد ــــ صد درِ دیگر براو اشکستہ شُد

ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب ایک دروازہ بند ہوتا ہے ــــ اُس پر دوسرے سینکڑوں دروازے کھل جاتے ہیں

کرامتِ شیخ اقطع و زنبیل بافتنِ اُو بدو دست در خلوت

کٹنڈے شیخ کی کرامت اور تنہائی میں اُن کا دونوں ہاتھوں سے جھولی بننا

شیخ اقطع گشت نامش پیشِ خلق ــــ کرد معروفش بدیں آفاتِ حلق

لوگوں میں اُن کا نام ٹنڈا شیخ ہو گیا ــــ اُن کو حلق کے مصائب نے اِس نام سے مشہور کر دیا

گر تو نامِ اولش خواہی رواں ــــ ہیں برو بو الخیر تینا تیش خواں

اگر تو اُن کا پہلا نام لینا چاہے ــــ جا، ابو الخیر تیناتی کہدے

---

۵۱ مستور: پوشیدہ۔ حبر: یہودی عالم، بڑا عالم۔ سدِ باب: دروازے کی روک، مانع۔

۵۲ بایزید بسطامیؒ کو ایکبار نماز میں سُستی کا احساس ہوا؟ اسکے سبب پر غور کیا تو پانی پینے کی کثرت کو سمجھا چنانچہ عہد کر لیا کہ ایک سال پانی نہ پیونگا۔ ذو لباب: عقلمند۔ تاب: طاقت۔ ایں کمینہ: دین کی خاطر انھوں نے یہ ادنیٰ سی بات کی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُنپر ایسا فضل کیا کہ اُنکو قطب العارفین کا درجہ دے دیا۔

۵۳ چوں بریدہ: پھر اُن ہی بزرگ کا تذکرہ شروع کیا ہے کہ چونکہ وہ جانتے تھے کہ اُن کی عہد شکنی کی یہ سزا ہے لہٰذا انھیں کوئی شکوہ نہ ہوا۔ اینچنیں: قدرت ایک ذریعہ بند کرتی ہے تو سو دیگر ذرائع پیدا فرما دیتی ہے۔ اقطع یعنی دست بریدہ، ٹنڈا۔ گر تو: یہ بزرگ شیخ اقطع کہلانے لگے تھے اُن کا اصل نام ابو الخیر تھا اور تینات گاؤں کے رہنے والے تھے۔

در عریشش[۱] اُو را یکے زائر بیافت
جھونپڑی میں ایک ملاقاتی نے اُن کو پایا

کو بہر دو دستِ خود زنبیل بافت
کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے جھولی بُن رہے ہیں

گفت او را کاے عدوِّ جانِ خویش
انھوں نے اُس سے کہا اے اپنی جان کے دشمن

در عریشم آمدی سر کردہ پیش
تو منہ اُٹھائے میری جھونپڑی میں چلا آیا

ایں چرا کردی شتاب اندر سباق
آگے بڑھنے میں تو نے جلدی کیوں کی؟

گفت از افراطِ مہر و اشتیاق
اُسنے کہا کہ اشتیاق اور محبت کی زیادتی کی وجہ سے

پس تبسم کرد و گفت اکنوں بیا
تو وہ ہنسے، اور فرمایا اب آجا

لیک مخفی دار ایں[۲] را اے کیا
لیکن اے بزرگ! اِس کو پوشیدہ رکھ

تا نمیرم من مگو ایں با کسے
جب تک میں نہ مروں یہ کسی سے نہ کہنا

نے قرینے نے حبیبے نے خسے
نہ ساتھی سے، نہ دوست سے، نہ کسی کمینے سے

بعد ازاں قومِ دگر از روزنش
اِسکے بعد دوسرے لوگ اُن کے گھر کے سوراخ کے ذریعہ

مُطلع گشتند بر بافیدنش
اُن کے بُننے سے باخبر ہوگئے

گفت حکمت را تو دانی کردگار
اُنھوں نے فرمایا اے خدا! تو حکمت کو جانتا ہے

من کنم پنہاں تو کردی آشکار
میں نے چھپایا تو نے ظاہر کر دیا

آمد الہامش کہ یک چندے بُدند
اُن کو الہام ہوا، کچھ لوگ تھے

کاندریں غم بر تو منکر می شُدند
جو اِس غم میں تمہارے منکر ہوگئے ہیں

کہ مگر سالوس بُود اُو در طریق
کہ شاید وہ طریقت میں مکار تھا

کہ خدا رسواش کرد اندر فریق
کہ خدا نے لوگوں میں اُس کو رُسوا کیا ہے

من[۳] نخواہم کاں رمہ کافر شوند
میں نے نہ چاہا کہ وہ جماعت منکر ہو

وز ضلالت در گمانِ بد روند
گمراہی کی وجہ سے بدگمانی میں مبتلا ہوں

ایں کرامت را بکردیم آشکار
ہم نے یہ کرامت ظاہر کر دی

کہ دہیمت دست اندر وقتِ کار
کہ ہم کام کے وقت تجھے ہاتھ دیتے ہیں

تا کہ ایں بیچارگانِ بدگماں
تاکہ یہ بدگمان، بیچارے

رد نگردند از جنابِ آسماں
آسمانی درگاہ سے مردود نہ بنیں

من ترا بے ایں کرامتہا ز پیش
میں نے تمہیں پہلے ہی سے ان کرامتوں کے بغیر

خود تسلی دادہ ام از ذاتِ خویش
اپنی ذات کے بارے میں تسلی دیدی ہے

---

[۱] عریش۔ جھونپڑی، زنبیل۔ تھیلا جس میں فقراء اپنا کھانا وغیرہ رکھتے ہیں۔ سر کردہ پیش۔ منہ اٹھائے۔ شتاب۔ جلد۔ سباق۔ بڑھنا۔ افراط۔ زیادتی۔

[۲] ایں۔ یعنی یہ کرامت کہ تنہائی میں دونوں ہاتھ ہو جاتے ہیں۔ بافیدنش۔ یعنی تنہائی میں وہ دونوں ہاتھوں سے بنتے ہیں۔ یک چندے کچھ لوگ۔ غم۔ یعنی ہاتھ کٹنے کا غم۔ منکر یعنی بزرگی کے منکر۔ سالوس۔ مکار۔ طریق۔ طریقت۔ فریق۔ جماعت۔

[۳] من نخواہم۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے الہام میں فرمایا کہ ہم نے یہ پسند نہ کیا کہ ہمارے بندے تم سے بدگمان ہوں لہٰذا یہ کرامت ظاہر کر دی۔ رمہ۔ جماعت۔ دست یعنی کٹا ہوا ہاتھ۔ رد۔ یعنی یہ لوگ اگر بدگمانی کی حالت میں مرے تو ہماری بارگاہ سے مردود ہو جائیں گے۔ من ترا۔ تنہائی اور ضرورت کے وقت کٹا ہوا ہاتھ پیدا کرنا تمہاری تسلی کے لئے نہیں ہے تمہیں تو ہماری ذات سے پہلے ہی تسلی حاصل ہے۔

ایں کرامت بہرِ ایشاں دادمت
میں نے تمہیں یہ کرامت اُن کے لئے دی ہے

واِیں چراغ از بہرِ آں بنہادمت
اور یہ چراغ میں نے اُن کے لئے رکھا ہے

تو ازاں بگذشتۂ کز مرگِ تن
تم تو اس سے ترقی کر چکے ہو کہ بدن کے مرنے سے

ترسی از تفریقِ اجزائے بدن
بدن کے اجزاء کے ٹکڑے ہو جانے سے ڈرو

وہم تفریقِ سر و پائے از تو رفت
سر اور پاؤں کے جدا ہونے سے تمہارا وہم ختم ہو گیا

دفعِ وہم اسپر رسیدت نیک زفت
وہم کے دفعیہ کی اچھی موتی سپر تمہیں مل گئی ہے

سببِ جرأتِ ساحرانِ فرعون بر قطعِ دست و پا

فرعون کے جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کٹ جانے پر جرأت کا سبب

ساحراں را نے کہ فرعونِ لعیں
کیا ایسا نہیں ہے کہ فرعون ملعون نے جادوگروں کو

کرد تہدید و سیاست بر زمیں
میدان میں دھمکی اور تنبیہ کی

کہ ببرّم دست و پاتاں از خلاف
کہ میں تمہارا دایاں بایاں ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا

پس در آویزم ندارم تاں معاف
پھر تمہیں لٹکا دوں گا، تمہیں معاف نہ کروں گا

اُو ہمی پنداشت کایشاں در ہماں
وہ سوچتا تھا، کہ وہ اسی

وہم و تخویف اند و وسواس و گماں
وہم اور ڈر اور وسوسوں اور گمان میں ہیں

کہ بُود شاں لرزہ و تخویف و ترس
کہ ان پر لرزہ، اور خوف اور ڈر ہو گا

از توہمہا و تہدیداتِ نفس
جان کی دھمکیوں اور توہمات سے

اُو نمی دانست کایشاں رستہ اند
وہ نہ جانتا تھا کہ وہ آزاد ہو چکے ہیں

بر دریچہ نورِ دل بنشستہ اند
دل کے نور کی کھڑکی پر جا بیٹھے ہیں

سایۂ خود را ز خود دانستہ اند
اپنے آپ سے اپنے سایہ کو ممتاز کر چکے ہیں

چابک و چست و گُش و برجستہ اند
تیز اور چست اور خوش اور ہوشیار ہو گئے ہیں

ہاونِ گردوں اگر صد بار شاں
اگر سو بار (بھی) آسمان کی اوکھلی

خُرد کوبد اندریں گلزار شاں
اُن کو اس خاکدان میں ریزہ ریزہ کر دے

اصلِ ایں ترکیب را چوں دیدہ اند
چونکہ انہوں نے اس بناوٹ کی اصل کو دیکھ لیا ہے

از فروغِ وہم کم ترسیدہ اند
وہم کی زیادتی سے وہ کم ڈرتے ہیں

ایں جہاں خوابست اندر ظن مایست
یہ دنیا خواب ہے، شک میں نہ پڑ

گر رود در خواب دستے باک نیست
اگر خواب میں ہاتھ کٹ جائے کوئی پروا نہیں ہے

لے چراغ۔ یعنی کرامت۔ تو ازاں۔ تم اس مقام سے آگے بڑھ گئے ہو کہ ان جسمانی ہاتھ پاؤں کو اصل سمجھو اور ان کے فنا ہونے سے ڈرو۔ اسپر۔ سپر، ڈھال۔ نیک زفت۔ خوب موٹی۔ ساحراں۔ فرعون نے جادوگروں کی جان لینے کی دھمکی دی تھی جبکہ وہ حضرت موسیٰؑ پر ایمان لے آئے تھے۔ زمین۔ یعنی وہ میدان جہاں وہ حضرت موسیٰؑ کا مقابلہ کرنے آئے تھے۔

۲ اُو نمی دانست۔ جادوگروں کا دل نورِ ایمان سے منور ہو چکا تھا اور وہ اس جسم اور زندگی کو عارضی سمجھ چکے تھے۔ سایہ۔ دنیاوی جسم اور اخروی جسم کی مثال جسم اور سایہ کی سی ہے۔ آون۔ اوکھلی گلزار۔ اگر گاف کے زیر سے ہے تو خاکدان کے معنی میں ہے اور اگر گاف کے پیش سے تو زمین کے معنی میں ہے۔ اصل۔ چونکہ وہ سمجھ چکے ہیں کہ اس جسم عنصری کی اصل در حقیقت روح ہے لہٰذا وہ اس عارضی وجود کے فنا ہونے کے وہم سے بے خوف ہیں۔

۳ ایں جہاں۔ جسم عنصری کو اس جسم سے تشبیہ دے کر جو انسان عالمِ خواب میں دیکھتا ہے پھر یہ سمجھایا ہے کہ اگر عالمِ خواب میں نظر آنے والے جسم کے ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھے جائیں تو اس سے اصل جسم پر کوئی ضرر نہیں پہنچتا ہے اسی طرح جسم عنصری کے ٹکڑے ہو جانے سے اصل جسم کو کوئی نقصان نہیں

گر بخواب اندر سرت ببرید گاز[1] — ہم سرت برجاست ہم عمرت دراز

اگر خواب میں قینچی تیرا سر کاٹ دے — تیرا سر بھی اپنی جگہ ہے، تیری عمر دراز ہو

گر ببینی خواب در خود را دو نیم — تندرستی چونکہ خیزی بے سقیم

اگر تو خواب میں اپنے دو ٹکڑے دیکھے — جب تو اٹھے گا بغیر کسی بیماری کے تندرست ہے

حاصل اندر خواب نقصان بدن — نیست باکے از دو صد پارہ شدن

خلاصہ یہ ہے کہ خواب میں بدن کا نقصان — دو سو ٹکڑے ہو جانے سے کوئی پروا نہیں ہے

ایں جہاں را کہ بصورت قائم ست — گفت پیغمبرؐ کہ حُلم نائم ست

اس دنیا کو، جو بظاہر قائم ہے — پیغمبرؐ نے فرمایا ہے، کہ سونے والے کا خواب ہے

از رہِ تقلید[2] تو کردی قبول — سالکاں ایں دیدہ پیدا بے رسول

تو نے تقلید کے راستے سے تسلیم کیا ہے — سالکوں نے بغیر کسی پیغام دینے والے کے ظاہر دیکھ لیا ہے

روز در خوابی[3] مگو کایں خواب نیست — سایہ فرع ست اصل جز مہتاب نیست

تو دن میں بھی خواب میں ہے، نہ کہہ کہ یہ خواب نہیں ہے — سایہ فرع ہے چاند کے علاوہ کوئی اصل نہیں ہے

خواب و بیداریت آں داں اے عضد — کہ ببیند خفتہ کو در خواب شد

اے معتمد! تو اپنے سونے اور جاگنے کو یہ سمجھ — کہ کوئی سویا ہوا دیکھے کہ وہ سو گیا ہے

او گماں بردہ کہ ایں دم خفتہ ام — بیخبر زاں کوست در خواب دوم

وہ سمجھا کہ میں سویا ہوا ہوں — اس سے بے خبر ہے کہ وہ دوسری نیند میں ہے

کوزہ گر[4] گر کوزۂ را بشکند — چوں بخواہد باز خود قائم کند

کمہار، اگر کسی پیالہ کو توڑتا ہے — جب چاہے گا اس کو بنا دے گا

کور را ہر گام باشد ترسِ چاہ — با ہزاراں ترس می آید براہ

اندھے کو ہر قدم پر کنوئیں کا ڈر ہوتا ہے — وہ ہزاروں ڈر کے ساتھ راستہ طے کرتا ہے

مردِ بینا دید عرضِ راہ را — پس بداند او مغاک و چاہ را

بینا انسان نے راستہ کی چوڑائی دیکھ لی ہے — تو وہ گڑھے، اور کنوئیں کو جانتا ہے

پا و زانویش نہ لرزد ہر دمے — رو ترش کے دارد او از ہر غمے

اس کا پاؤں اور ران کسی وقت نہیں کپکپاتے ہیں — وہ کسی غم سے رنجیدہ کب ہوتا ہے!

---

[1] گاز۔ قینچی۔ عمرت دراز۔ عوام میں مشہور ہے کہ اگر انسان خواب میں اپنے آپ کو مُردہ دیکھے تو اس کی تعبیر عمر کی درازی ہے۔ گفت پیغمبرؐ۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ دنیا کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا سونے والے کا خواب ہے۔ پھر اس نے دریافت کیا کہ دنیا اور آخرت میں کتنا فاصلہ ہے فرمایا پلک جھپکنے کی بقدر فاصلہ ہے۔

[2] از رہِ تقلید۔ عام انسان تقلیدی طور پر دنیا کی ناپائیداری تسلیم کرتا ہے اور اولیا آنکھ سے دیکھتے ہیں۔

[3] روز در خوابی۔ نیند کی حالت صرف شب ہی میں نہیں بلکہ دن کی بیداری میں بھی خواب ہی ہے حضورؐ نے فرمایا ہے لوگ نیند میں ہیں جب مریں گے بیدار ہو جائیں گے۔ سایہ۔ عالم دنیا اور اُس کے موجودات سب وجود باری کی فرع اور سایہ ہیں۔ خوابِ بیداری۔ مولانا نے دنیا کی بیداری کو خواب بتایا تو شبہ ہوتا ہے کہ جب بیداری خواب ہے تو اُس کے بعد حالتِ خواب کو کیا کہا جائیگا۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ انسان حالتِ خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ وہ بیدار تھا اور اب سو لیا ہے تو جس طرح خواب میں خواب کو دیکھتا ہے اسی طرح اس عالم کی بیداری اور خواب کو سمجھو۔

[4] کوزہ گر۔ خدا جسم کا بنانے والا ہے اگر وہ اس جسم کو فنا کرتا ہے تو جب چاہتا ہے پھر بنا دیتا ہے۔ کور۔ اندھا خطرات سے ڈرتا ہے بینا بے نیاز ہوتا ہے اسی طرح جن کو چشمِ بصیرت حاصل ہے وہ دنیا کے خطرات سے نہیں ڈرتے ہیں۔ مغاک۔ گڑھا۔

خیز[1] فرعونا کہ ما آں نیستیم — کہ بہر بانگے ز غولے بیستیم

اے فرعون! کھڑا ہو جا کیونکہ ہم وہ نہیں ہیں — کہ چھلاوے کی ہر آواز پر ہم ٹھہریں

خرقۂ ما را بدر، دوزندہ ہست — ورنہ ما را خود برہنہ تن بہ است

ہماری گدڑی پھاڑ دے، سینے والا موجود ہے — ورنہ، ہمارے لئے ننگا بدن بہتر ہے

بے لباس ایں خواب را اندر کنا — خوش بگیریم اے عدوِ نابکار

بغیر لباس کے، اس نیند کو بغل میں — خوشی سے لیں گے اے نالائق دشمن!

خوشتر از تجرید از تن و زمزاج — نیست اے فرعون بے الہام گیج

بدن اور مزاج سے جدا ہو جانا خوشگوار — نہیں ہے، بغیر الہام کے اے احمق فرعون!

شکایت[2] کردن اُستر پیش شتر کہ من بسیار در روئے می افتم و تو نمی اُفتی اِلا بنادر و جواب گفتن آں

اونٹ سے خچر کا شکایت کرنا کہ میں منہ کے بل بہت گرتا ہوں اور تو نہیں گرتا مگر بہت کم اور اُس کا جواب دینا

گفت اُستر با شتر کاے خوش رفیق — در فراز و شیب و در راہِ دقیق

خچر نے اونٹ سے کہا، اے اچھے ساتھی! — اونچے، اور نیچے، اور تنگ راستے میں

تو نیائی در سر و خوش می روی — من ہمی آیم بسر در چوں غوی

تو منہ کے بل نہیں گرتا ہے، اچھی طرح چلتا ہے — میں گمراہ کی طرح سر کے بل گرتا ہوں

ایں سبب را باز گو با من کہ چیست — تا بدانم من کہ چوں باید بزیست

مجھے اس کا سبب بتا کس وجہ سے ہے؟ — تاکہ میں جان لوں، کہ کس طرح جینا چاہئے؟

گفت[3] از چشم تو چشم من یقیں — بیگماں روشن ترست و تیز بیں

اُس نے کہا میری آنکھ تیری آنکھ سے یقیناً — بلاشک زیادہ روشن اور تیز دیکھنے والی ہے

بعد ازاں ہم از بلندی ناظرم — زیں سبب در رو نیفتم حاضرم

اُس کے علاوہ میں اونچائی سے دیکھ لینے والا ہوں — اس سبب سے میں منہ کے بل نہیں گرتا ہوں میں موجود ہوں

گفت چشم من ز تو روشن ترست — بعد ازاں ہم از بلندی ناظرست

اُس نے کہا میری آنکھیں تیری آنکھوں کی زیادہ روشن ہیں — اُس کے علاوہ اونچائی سے دیکھنے والی ہیں

چوں برآیم بر سرِ کوہِ بلند — آخرِ عقبہ بہ بینم ہوشمند

میں جب بلند پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتا ہوں — عقلمندی سے گھاٹی کے آخر کو دیکھ لیتا ہوں

---

[1] خیز فرعونا۔ پھر مولانا نے جادوگروں کی بات شروع کی ہے۔ غول۔ چھلاوے کی آواز بے حقیقت ہوتی ہے۔ تجرد۔ یعنی یہ جسم عنصری جو روح کا لباس ہے۔ ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ جسم عنصری نہ عنایت فرماتا تو روحانی وجود ہی بہتر ہے۔ بے لباس۔ پہلے شعر کے ثانی مصرعہ کی علت ہے یعنی ہم بغیر جسم کے روح سے بغلگیر ہونگے۔ خوشتر۔ یعنی روحانی زندگی ہمارے لئے الہام خداوندی کی وجہ سے خوشتر ہو گئی ہے۔

[2] شکایت۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ جنکو چشم بصیرت حاصل ہو جاتی ہے وہ دنیاوی خطرات میں مبتلا نہیں ہوتے ہیں۔ اب اِس قصہ سے اسکی وضاحت فرماتے ہیں۔ اُستر۔ خچر۔ غوی۔ گمراہ۔

[3] گفت۔ اونٹ نے جواب دیا کہ میں پیش بینی سے کام لیتا ہوں اور انجام پر نظر رکھتا ہوں اس لئے ٹھوکریں نہیں کھاتا ہوں۔ یہی صورت اُن لوگوں کی ہے جنکو چشم بصیرت حاصل ہو جاتی ہے وہ آخرت پر نظر رکھتے ہیں۔ حاضرم۔ یعنی میں موجود ہوں، دیکھ لے میری حالت سے میری بات کی تصدیق ہو جائے گی۔ از بلندی۔ اونٹ گردن اُٹھا کر دیکھ لیتا ہے۔ عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔

پس ہمہ پستی و بالائیِ راہ ۔۔۔ دیدہ ام را وا نماید ہم اِلٰہ

پھر راستہ کی سب نیچائی اور اونچائی ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) میری آنکھ کو دکھا دیتا ہے

ہر قدم من از سرِ بینش نہم ۔۔۔ از عِثار[1] و اوفتادن وارہم

میں ہر قدم، دیکھ بھال کر رکھتا ہوں ۔۔۔ ٹھوکر کھانے اور گرنے سے نجات پا جاتا ہوں

تو بہ بینی پیشِ خود یک دو سہ گام ۔۔۔ دانہ بینی و نہ بینی رنجِ دام

تو اپنے آگے ایک دو تین قدم دیکھتا ہے ۔۔۔ دانہ کو دیکھ لیتا ہے جال کی تکلیف کو نہیں دیکھتا ہے

یستوی الاعمیٰ لدیکم والبصیر ۔۔۔ فی المقامِ والنزولِ والمسیر

تمہارے نزدیک اندھا اور بینا برابر ہے ۔۔۔ ٹھہرنے، اور اُترنے، اور چلنے میں

چون جنین[2] را در شکم حق جان دہد ۔۔۔ جذبِ اجزا در مزاجِ او کند

جب اللہ (تعالیٰ) پیٹ کے بچہ میں جان ڈالتا ہے ۔۔۔ اس کی طبیعت میں اجزاء کو جذب (کرنے کی) طاقت پیدا کر دیتا ہے

از خورش او جذبِ اجزا می کند ۔۔۔ تار و پودِ جسمِ خود را می تند

وہ خوراک سے اجزاء جذب کرتا ہے ۔۔۔ اپنے جسم کا تانا بانا تنتا ہے

تا چہل سالش بجذبِ جزوہا ۔۔۔ حق حریصش کردہ باشد در نما

چالیس سال تک اجزا کے جذب کرنے کا ۔۔۔ (نشو) نما میں اللہ (تعالیٰ) اس کو حریص کر دیتا ہے

جذبِ اجزا روح را تعلیم کرد ۔۔۔ چون نداند جذبِ اجزا شاہِ فرد

اس نے روح کو اجزاء جذب کرنے کی تعلیم کی ۔۔۔ یکتا شاہ اجزاء کو جذب کرنا کیوں نہ جانے گا؟

جامعِ[3] این ذرہا خورشید بود ۔۔۔ بے غذا اجزات را داند ربود

ان ذروں کو جمع کرنے والا سورج تھا ۔۔۔ وہ بغیر غذا کے تیرے اجزاء کو چھین لینا جانتا ہے

آن زمانے کاندر آئی تو ز خواب ۔۔۔ ہوش و حسِ رفتہ را خواند شتاب

جس وقت تو خواب سے (نکل کر اپنے) اندر آئیگا ۔۔۔ وہ گئے ہوئے ہوش و حواس کو فوراً بلا لیگا

تا بدانی کان ازو غائب نشد ۔۔۔ باز آید چون بفرماید کہ عُد

حتیٰ کہ تو جان لے گا کہ وہ اس سے غائب نہیں ہے ۔۔۔ وہ واپس آ جائیگا جب وہ (اللہ تعالیٰ) فرمائیگا کہ لوٹ آ

انسان جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو زائل شدہ حواس فوراً لوٹ آتے ہیں اسی طرح حشر میں اجزائے بدن فوراً لوٹ آئیں گے۔ عُد۔ امر کا صیغہ ہے، لوٹ آ۔

[1] عِثار۔ ٹھوکر کھانا۔ دانہ۔ یعنی تیری نظر انجام پر نہیں ہے لیکن میرے لئے اچھا برا سب یکساں ہے میں ہر چیز میں امتیاز کر لیتا ہوں، غرضیکہ اہلِ اللہ اور عوام کی مثال خچر اور اونٹ کی سی ہے۔

[2] چون جنین۔ مولانا نے پھر پہلے مضمون کی طرف رجوع کیا ہے جادوگروں کو جسموں کے دوبارہ حشر کا یقین ہو گیا تھا تو اب مولانا حشر میں جسم کے دوبارہ موجود ہونے کو ثابت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ شکمِ مادر میں بچہ میں یہ کیفیت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ غذا کے اجزا کو جذب کرنے لگتا ہے جس سے اس کا نشو و نما ہوتا ہے۔ تا چہل سال۔ چالیس سال کی عمر تک انسان کے جسم میں نشو و نما ہوتا رہتا ہے۔ روح۔ جس طرح اس جسم میں اللہ تعالیٰ جذب کرنے کی قوت فرما دیتا ہے روح میں بھی اجزاء کو جذب کرنے کی قوت فرما دیگا۔

[3] جامع۔ اِن اجزاءِ بدن کو غذا کے ذریعہ جمع کرنے کی طاقت جس طرح اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اسی طرح وہ غذا کے واسطے کے بغیر بھی اجزاءِ بدن کو جمع فرما سکتا ہے۔ آں زمانے

اجتماعِ اجزاءِ خرِ عزیر علیہ السلام بعد بوسیدنش باذن اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کے حکم سے بوسیدہ ہو جانے کے بعد عزیر علیہ السلام کے گدھے کے اجزاء

و درہماں دم مرکب شدن پیش چشم عزیر علیہ السلام

کا جمع ہو جانا، اور فوراً عزیر علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے جڑ جانا

ہیں عزیزا در نگر اندر خرت
ہاں اے عزیرؑ! اپنے گدھے کو دیکھ

کہ بپوسیدست و ریزیدہ برت
کہ تیرے سامنے گلا سڑا اور ریزہ ریزہ ہو

پیشِ تو گرد آورم اجزاش را
میں تیرے سامنے اس کے اجزاء کو جمع کروں گا

آں سر و دُم و دو گوش و پاش را
سر اور دُم، اور دونوں کان، اور پاؤں کو

دست نے و جزو برہم می نہد
ہاتھ نہیں ہے اور اجزا کو جمع کر دیتا ہے

پارہ ہا را اجتماعے می دہد
ٹکڑوں کو جوڑ دیتا ہے

در نگر در صنعتِ پارہ زنے
پیوند لگانے والے کی کاریگری کو دیکھ

کو ہمی دوزد کہن بے سوزنے
کہ وہ پرانے کو بغیر سوئی کے سی دیتا ہے

ریسمان و سوزنے نے وقت خرز
سیتے وقت، نہ دھاگا ہے نہ سوئی

آنچناں دوزد کہ پیدا نیست درز
اس طرح سی دیتا ہے کہ ٹانکہ کا پتہ نہیں چلتا ہو

چشم بکشا حشر را پیدا بہ بیں
آنکھ کھول حشر کو کھلے طور پر دیکھ لے

تا نماند شبہات در یوم دیں
تاکہ تجھے قیامت کے بارے میں شبہ نہ رہے

تا بہ بینی جامعیم را تمام
تاکہ تو میرے جمع کرنے کو پورا دیکھ لے

تا نہ لرزی وقتِ مُردن ز اہتمام
تاکہ تو مرتے وقت غم سے نہ لرزے

ہمچناں کہ وقتِ خفتن ایمنی
جس طرح تو سونے کے وقت مطمئن ہے

از فواتِ جملہ حسہائے تنی
اپنے جسم کے تمام حواس کے فوت ہو جانے سے

بر حواسِ خود نہ لرزی وقتِ خواب
سوتے وقت تو حواس کے ختم ہونے پر نہیں لرزتا

گرچہ می گردد پریشان و خراب
اگرچہ وہ متفرق اور برباد ہو جاتے ہیں

جزع ناکردنِ شیخِ بزرگوار بر مرگ فرزندانِ خویش

ایک شیخ بزرگوار کا اپنی اولاد کے مرنے پر گھبراہٹ کا اظہار نہ کرنا

بود شیخے رہنمائے پیش ازیں
اب سے پہلے ایک راہنما شیخ تھے

آسمانی شمع بر روئے زمیں
جو روئے زمین پر آسمانی شمع تھے

لے اجتماع۔ قیامت میں انسان کے جسم کے بوسیدہ اجزاء اسطرح جمع ہو جائینگے جیسے کہ حضرت عزیرؑ کے گدھے کے اجزاء جمع ہو گئے تھے۔ عزیرؑ۔ ایک پیغمبر تھے جن کا ذکر سورۂ بقر کی آیتوں اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ الخ میں ہے۔ یہ ایک ویران بستی پر سے گذرے تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو اسکو کیسے آباد کریگا تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر اور اُن کے گدھے پر فوراً موت طاری کر دی سو برس تک وہ مردہ حالت میں رہے اور پھر انکو زندہ کر دیا اس عرصہ میں گدھا بالکل سڑ گل چکا تھا۔ حضرت حق نے اسکے اجزاء کو جمع کر دیا اور وہ پھر زندہ ہو گیا تو فرمایا اسیطرح میں اس بستی کو آباد کر دونگا۔

سے خرت۔ یعنی تو اپنے گدھے کو دیکھ کہ گل سڑ چکا تھا پھر بھی وہ زندہ کر دیا گیا۔ دست نے۔ حضرت حق کا انسانوں کا سا ہاتھ نہیں ہے۔ پارہ زن۔ پیوند لگانیوالا یعنی خدا تعالیٰ۔ خرز۔ سینا۔ درز۔ ٹانکہ۔ حشر قیامت کے میدان میں جمع ہونا۔ یوم دین۔ قیامت کا دن۔

سے جامعیم۔ یعنی میں قیامت میں اجزاء کو کس طرح جمع کرونگا۔ اہتمام فکر میں پڑنا۔ ہمچنانکہ۔ انسان جب سوتا ہے تو اسکے ہوش و حواس جاتے رہتے ہیں لیکن انسان سونے سے نہیں ڈرتا ہے کیونکہ اسکو یقین ہے کہ بیدار ہوتے ہی وہ واپس آجائینگے اسیطرح اگر قیامت کی

چوں پیمبر درمیانِ امتاں
امتوں میں پیغمبر کی طرح

درکشائے روضۂ دار الجناں
جنت کے باغ کا در کھولنے والے

گفت پیغمبر کہ شیخِ رفتہ پیش
آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ پیشرو شیخ

چوں نبی باشد میانِ قومِ خویش
اپنی قوم میں نبی کی طرح ہوتا ہے

یک صباحے گفتش اہلِ بیتِ او
اُن سے اُن کی گھر والی نے ایک صبح کو کہا

سخت دل چونی بگو اے نیک خو
اے نیک عادت! بتایئے آپ سخت دل کیوں ہیں

ما ز ہجر و مرگِ فرزندانِ تو
آپ کی اولاد کی موت اور جُدائی کی وجہ سے ہم

نوحہ می آریم باپشتِ دوتو
باوجود دُہری کمر ہو جانے کے روتے ہیں

تو نمی گریٔ نمی زاری چرا
آپ کیوں گریہ و زاری نہیں کرتے؟

یا کہ رحمت نیست در دل اے کیا
اے بزرگ کیا آپکے، دل میں شفقت (کا مادہ) نہیں ہے؟

چوں ترا رحمے نہ باشد در دروں[2]
جب آپ کے اندر رحم نہیں

پس چہ امید ستماں از تو کنوں
تو اب ہمیں آپ سے کیا اُمید ہے؟

ما بامیدِ تو ایم اے پیشوا
اے پیشوا! ہمیں آپ سے آس ہے

کہ نہ بگذاری تو مارا در فنا
کہ آپ ہمیں ہلاکت میں نہ چھوڑیں گے

چوں بیار ایند روزِ حشر تخت
جب حشر کے دن تخت آراستہ کریں گے

خود شفیعِ ما توئی آں روزِ سخت
تو اس سخت دن آپ ہمارے سفارش کرنیوالے ہونگے

در چناں روز و شبِ بے زینہار[3]
ایسے بے پناہ، روز و شب میں

ما باکرامِ تو ہیم امیدوار
ہم آپ کے کرم کے امیدوار ہیں

دستِ ما و دامنِ تست آں زماں
اُس وقت ہمارا ہاتھ، اور آپ کا دامن ہوگا

کہ نماند ہیچ مجرم را اماں
جبکہ کسی مجرم کے لئے امان نہ رہے گی

گفت پیغمبر کہ روزِ رستخیز
پیغمبر نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن

کے گزارم مجرماں را اشک ریز
میں مجرموں کو روتا کب چھوڑوں گا؟

من شفیعِ عاصیاں باشم بجاں
میں (دل و) جان سے گنہگاروں کا سفارشی ہونگا

تا رہانمشاں ز اشکنجۂ گراں
تاکہ اُن کو بھاری شکنجہ سے چھڑا دوں

عاصیاں و اہلِ کبائر را بجہد
گنہگاروں اور کبیرہ (گناہ) والوں کو کوشش سے

وا رہانم از عتابِ نقضِ عہد
عہد کے توڑنے کے غصہ سے نجات دلاؤنگا

[1] چوں پیمبر۔ اولیاء اللہ بھی نبوت کے کامل اتباع کی وجہ سے امت میں نبیوں کی طرح ہوتے ہیں جو لوگوں کی بخشش کا سبب ہوتے ہیں۔ دار الجناں۔ جنت۔ صباح۔ صبح۔ اہلِ بیت۔ گھر والے، بیوی۔

[2] چوں ترا۔ جب تم میں رحم کا مادہ ہی نہیں ہے تو اب ہم آپ سے کیا توقع رکھیں۔ بیار آیند۔ فرشتے حشر میں عرش آراستہ کریں گے۔

[3] بے زینہار۔ بے اماں۔ رستخیز۔ قیامت۔ نقضِ عہد۔ ازل میں عبودیت کا عہد کیا تھا گناہوں کا ارتکاب اُس عہد کو توڑنا ہے۔

صالحانِ امتم خود فارغ[1] اند — از شفاعتہائے من روزِ گزند
میری امت کے نیک خود فارغ ہیں — مصیبت کے دن میری سفارشوں سے

بلکہ ایشاں را شفاعتہا بود — گفتِ شاں چوں حکمِ نافذ میرود
بلکہ (خود) اُن کی سفارشیں ہونگی — اُن کی بات جاری حکم کی طرح چلے گی

ہیچ وازر وزرِ غیرے برنداشت — من نیَم وازر خدایم برفراشت
کسی بوجھ اُٹھانے والے نے غیر کا بوجھ نہیں اُٹھایا — میں بوجھ اُٹھانے والا نہیں ہوں، خدا نے مجھے بلند کر دیا ہے

آنکہ بے وزر است شیخ است اے جواں — در قبولِ حق چو اندر[2] کف کماں
اے جوان! جو بغیر بوجھ کے ہے وہ شیخ ہے — (وہ) اللہ کا مقبول ہونے میں ایسا ہے جیسا کہ ہاتھ میں کمان

شیخ کہ بُود پیر یعنی مو سپید — معنیِ ایں مو بداں اے نا امید
شیخ کون ہوتا ہے، بوڑھا یعنی سفید بالوں والا — اے نا امید! اِس بال کے معنیٰ سمجھ لے

ہست آں موئے سیہ ہستیِ او — تا ز ہستیش نماند تارِ مو
وہ کالا بال اُس کی ہستی ہے — تاکہ اُس کی ہستی کا ایک بال کا تار نہ رہے

چونکہ ہستیش نماند پیر اوست — گر سیہ مو باشد و یا خود دو موست
جب اُس کی ہستی نہ رہی، وہ بوڑھا ہے — خواہ وہ سیاہ بالوں والا ہو یا کھچڑی بالوں والا

ہست آں موئے سیہ وصفِ[3] بشر — نیست آں مُو موئے ریش و موئے سر
کالا بال، بشری صفات ہیں — وہ داڑھی کا بال اور سر کا بال نہیں ہے

عیسیٰ اندر مہد بردارد نفیر — کہ جواں ناگشتہ ما شیخیم و پیر
حضرت عیسیٰؑ گہوارے میں اعلان کرتے ہیں — کہ ہم جوان ہوئے بغیر شیخ اور پیر ہیں

چوں یکے موئے سیہ کاں وصفِ ماست — نیست بر وے شیخ و مقبولِ خداست
جبکہ ایک کالا بال جو ہماری صفت ہے — اُس میں نہیں ہے، (وہ) شیخ اور خدا کا مقبول ہے

چوں بُود مویش سپید ار با خود است — اُو نہ پیر است و نہ خاصِ ایزد است
جب اُس کے سفید بال ہوں اگر اُس میں خودی ہے — وہ نہ پیر ہے اور نہ اللہ (تعالیٰ) کا مقبول ہے

جو بوڑھا ہو یعنی اُس کے بال سفید ہو گئے ہوں کالے نہ ہوں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ کالے بال سے مراد اُس کا وجود اور ہستی ہے یعنی وہ اپنی ہستی کو فنا کر چکا ہو۔ دو مو یعنی جس کے بال کالے اور سفید ملے ہوں —— ۳ وصف۔ بشریت کے اوصاف۔ عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ بچپن میں شیخ و پیر تھے۔ چوں بود۔ اگر انسان میں خودی ہے تو خواہ بال سفید ہوں وہ شیخ اور پیر نہیں ہے "بزرگی بعقلت نہ بسال"۔

۱ فارغ اند یعنی نیک لوگوں کو اس کی ضرورت نہ ہوگی کہ انھیں عذاب سے بچانے کیلئے شفاعت کی جائے۔ ہاں شفاعت سے اُن کے مراتب بڑھیں گے۔ گفتِ شاں یعنی جناب باری میں اُن کی عرض ضرور مقبول ہو گی۔ وازر۔ بوجھیلا۔ وزر۔ بوجھ، گناہ۔ من نیم وازر۔ گزشتہ اشعار میں انبیاء کو رحمۃ للعالمین کہا تھا اور اُن کی شفاعت کا ذکر تھا، اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ شفاعت میں تو دوسرے کی ذمہ داری اپنے اوپر لینا ہے اور یہ آیت وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کے منافی ہے کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانیوالا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا ہے۔ مولانا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اس شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ آیت کا مفہوم تو یہ ہے کہ کوئی بوجھیلا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا میں تو بوجھیلا نہیں ہوں، خدا نے میرا مرتبہ بلند کیا ہے لہٰذا میں دوسروں کا بوجھ اٹھا لوں گا، در اصل آیت کا یہ مفہوم نہیں ہے جو مولانا نے بیان کیا یہ محض ایک نکتہ ہے ورنہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مثلاً زید نے گناہ کیا ہو اور عمرو کو اسکی سزا ملے یہ نہیں ہوگا۔
۲ اندر کف۔ جس طرح کمان ہاتھ کے تابع ہوتی ہے اسی طرح شیخ اللہ کی مرضی کے تابع ہے۔ ہستی او یعنی شیخ اسکو کہتے ہیں

گر رہید از بعضِ اوصافِ بشر
اگر وہ بعض بشری اوصاف سے بچا ہے

شیخ نبود کہل باشد اے پسر
اے صاحبزادے! وہ شیخ نہ ہوگا، ادھیڑ ہوگا

ور سرِ موی ز وصفش باقی ست
اگر اُسکا بال برابر وصف باقی ہے

نیست از عرش و سما آفاقی ست
وہ آسمانی اور عرشی نہیں ہے، دنیادار تو ہے

ما ہمہ امیدوارانِ تو ایم
ہم سب آپ کے امیدوار ہیں

ریزہ چینِ رحم و احسانِ تو ایم
آپ کے رحم اور احسان کے ریزہ چین ہیں

لیک با ایں جملہ چوں بے شفقتی[1]
لیکن اِس سب کے باوجود آپ بے شفقت کیوں ہیں؟

بہرِ فرزنداں چرا بے رقتی[1]
اولاد کے بارے میں بے رقّت کیوں ہیں؟

یا مگر خود دل نمی سوزد ترا
یا شاید آپ کا دل نہیں جلتا ہے

باز گو اے شیخ با ما ماجرا
اے شیخ! ہمیں قصہ بتائیے

عذر گفتنِ شیخ بہرِ ناگریستن بر مرگِ فرزندان

اولاد کی موت پر نہ رونے سے متعلق شیخ کا عذر بیان کرنا

شیخ گفت او را مپندار اے رفیق[1]
شیخ نے اُس سے کہا اے ساتھی! یہ نہ سمجھ

کہ ندارم رحم و مہر و دل شفیق
کہ مجھ میں رحم اور محبت اور شفقت کرنیوالا دل نہیں ہے

بر ہمہ کفار ما را رحمت ست
تمام کافروں پر ہمیں رحم آتا ہے

گرچہ جانِ جملہ کافر نعمت ست
اگرچہ سب کی جان (اللہ کی) نعمت کی کافر ہے

بر سگانم رحمت و بخشایش ست
میرا کتوں پر بھی رحم اور ترس ہے

کہ چرا از سنگہاشاں مالش ست
کہ پتھروں سے کیوں اُن کی پٹائی ہوتی ہے؟

آں سگے[2] کہ می گزد گویم دعا
وہ کتا جو کاٹتا ہے اُس کے لئے دعا کرتا ہوں

کہ ازیں خو وار ہانش اے خدا
کہ اے خدا اِس عادت سے اُس کو بچا

ایں سگاں را ہم دراں اندیشہ دار
اِن کتوں کو بھی ایسا خیال عطا فرما

کہ نباشند از خلائق سنگسار
کہ لوگوں سے سنگسار نہ بنیں

زاں[3] فرستاد انبیا را بر زمیں
اسی لئے (اللہ تعالیٰ نے) زمین پر انبیاء بھیجے

تا کندشاں رحمۃً للعالمین
تاکہ اُن کو جہان والوں کے لئے رحمت بنائے

خلق را خواند سوی درگاہِ خاص
وہ لوگوں کو خاص دربار کی طرف بلاتے ہیں

حق را خواند کہ وافر کن خلاص
اللہ (تعالیٰ) سے عرض کرتے ہیں کہ نجات کو عام کرے

---

[1] رقّت ۔ یعنی دل کی نرمی۔ رفیق ۔ یعنی گھر والا جس نے سوال کیا تھا۔ بر ہمہ ۔ یعنی ہمیں تو کافروں پر بھی رحم آتا ہے۔ اگرچہ وہ اللہ کی نعمتوں کے کافر ہیں۔ بر سگاں ۔ لوگ کتوں کو مارتے ہیں تو ہمیں کتوں پر بھی ترس آتا ہے۔

[2] آں سگے ۔ چونکہ کتا کاٹتا ہے اس لئے وہ ڈھیلا کھاتا ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا اُس کی یہ بد عادت چھڑادے اور اُس میں ایسا خیال پیدا کردے جس کے نتیجہ میں وہ سنگسار نہ ہو۔

[3] زاں ۔ انبیاء سب کے لئے رحمت ہوتے ہیں مخلوق کو اللہ کی طرف اُن کے فائدہ کے لئے بلاتے ہیں دوسری طرف اللہ سے اُن کے لئے توفیق کی دعا کرتے ہیں۔

جہد بنماید ازیں سو بہرِ پند — چوں نشد گوید خدایا در مبند[1]

اِس جانب نصیحت کے لئے کوشش کرتا ہے — جب (مفید) نہیں ہوتی تو کہتا ہے اے خدا دروازہ (بند نہ کر)

رحمتِ جزوی بود مر عام را — رحمتِ کلی بود ہمام را

عام (انسانوں) میں جزوی رحمت ہوتی ہے — غمخوار میں کلی رحمت ہوتی ہے

رحمتِ جزوش قریں گشتہ بکل — رحمتِ دریاست ہادیِ سبل

اُس کی جزوی رحمت کل سے وابستہ ہو گئی ہو — دریا کی رحمت راستوں کی ہدایت کرنیوالی ہے

رحمتِ جزوی بکل پیوستہ شو — رحمتِ کل را تو ہادی بین و رو

تو جزوی رحمت ہے کل کے ساتھ جڑ جا — کلی رحمت کو تو ہادی سمجھ اور چل پڑ

تا کہ جزو ست او نداند راہِ بحر[2] — ہر غدیرے را کند اشباہِ بحر

جب تک جزوی (رحمت) ہے وہ سمندر کا راستہ نہیں (جانتا) — ہر تالاب کو سمندر کے مشابہ بنا دیتا ہو

چوں نداند راہِ یم کے رہ برد — سوی دریا خلق را چوں آورد

جب وہ سمندر کا راستہ نہیں جانتا ہے راستہ کیسے ملے — دریا کی جانب لوگوں کو کیسے لائے؟

متصل گردد بہ بحر آنگاہ او — رہ برد تا بحر ہمچوں سیل و جو

وہ سمندر سے اُس وقت وابستہ ہوگا — (جبکہ) بہاؤ اور نہر کی طرح سمندر تک راستہ طے کرے

ور کند دعوت بتقلیدے بود — نز عیان و وحی و تائیدی بود

اگر وہ دعوت کرے تو (محض) تقلیدی ہوگا — مشاہدہ اور وحی اور تائید (خداوندی) سے نہ ہوگا

گفت پس چوں رحم داری بر ہمہ — ہمچو چوپانی بگردِ ایں رمہ

اُس نے کہا، جبکہ تمہیں سب پر رحم (آتا) ہے — تم اِس ریوڑ کے چاروں طرف گڈریے کی طرح ہو

چوں نداری نوحہ بر فرزندِ خویش — چونکہ فصادِ اجل شاں زد بہ نیش

آپ اپنی اولاد پر کیوں نہیں روتے ہیں؟ — جبکہ موت کے فصاد نے اُن کے نشتر مارا ہے

چوں گواہِ رحم اشکِ دیدہ است[3] — دیدۂ تو بے نم و گریہ چراست

جبکہ رحم کے گواہ، آنکھوں کے آنسو ہیں — آپ کی آنکھیں بغیر آنسو اور گریہ کے کیوں ہیں

شیخ دانا زیں عتابش گرم شد — در سخن یک بارہ بے آزرم شد

عقلمند شیخ اُس کے اِس غصہ سے گرم ہو گئے — بات کرنے میں یکبارگی بے قابو ہو گئے

رو بزن کرد و بگفتش اے عجوز — خود نباشد فصلِ دے ہمچوں تموز

بڑھیا کی طرف رخ کیا اور اُس سے کہا اے بڑھیا — موسمِ خزاں موسمِ بہار کی طرح نہیں ہوتا ہے

[1] در مبند یعنی اے خدا تو توفیق کا دروازہ بند نہ کر۔ رحمتِ جزوی۔ ہر انسان کے دل میں تھوڑی سی رحمت ضرور ہوتی ہے۔ ہمام یعنی شیخ جو امت کا درد مند ہوتا ہے اُس میں کلی رحمت ہوتی ہے۔ قریں گشتہ۔ رحمت کلی دراصل اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن شیخ نے چونکہ اپنے آپ کو بالکلیہ اللہ تعالیٰ سے وابستہ کر دیا ہے لہٰذا اُس کی رحمت بھی رحمتِ کلی ہے۔ بکل پیوستہ شو۔ یعنی کسی شیخ سے اپنے آپ کو وابستہ کرے۔

[2] تا کہ جزو ست۔ جب انسان میں جزوی رحمت ہے وہ رحمتِ کلی کو نہیں سمجھتا ہر کس و ناکس کو رحمتِ کلی سمجھتا ہے۔ غدیر۔ تالاب۔ سوئے دریا۔ یعنی رحمتِ کلی۔ ور کند۔ اگر ناقص شیخ کچھ کریگا بھی تو وہ محض تقلید ہوگی حق کا مشاہدہ نہ ہوگا۔ وحی۔ مولانا وحی بولکر الہام مراد لیتے ہیں۔ گفت۔ شیخ کی بیوی نے کہا۔ فصاد۔ رگ کھولنے والا۔ اجل۔ موت۔ نیش۔ نشتر۔

[3] گواہِ رحم۔ آنکھ کے آنسوؤں سے دل کی رحمت کا پتہ چلتا ہے۔ عتابش۔ بیوی کے اعتراضات۔ بے آزرم بے تحمل۔ خود نباشد یعنی سب انسان یکساں نہیں ہیں۔

جملہ[1] گر مُردند ایشاں ور حے اند — غائب و پنہاں زچشمِ دل کے اند
وہ سب (اولاد) خواہ مُردہ، ہوں یا زندہ — دل کی آنکھ سے وہ غائب اور پوشیدہ کب ہیں؟

من چو بینم شاں مُعیّن پیشِ خویش — از چہ رُو رُو را کنم ہمچوں تو ریش
میں جب اُن کو اپنے سامنے مجسّم دیکھتا ہوں — تو کس وجہ سے تیری طرح چہرے کو زخمی کروں؟

گرچہ بیروں اند از دورِ زماں — با من اند و گردِ من بازی کناں
اگرچہ وہ زمانے کے چکّر سے باہر نکل گئے ہیں — وہ کھیلتے ہوئے میرے پاس اور میرے چاروں طرف ہیں

گریہ از ہجراں بود یا از فراق — با عزیزانم وصال ست و عناق
رونا تو چھوٹ جانے اور جُدائی کی وجہ سے ہوتا ہے — میرا تو عزیزوں سے وصال اور معانقہ ہے

خلق[2] اندر خواب می بینند شاں — من بہ بیداری ہمی بینم عیاں
لوگ اُن کو خواب میں دیکھتے ہیں — میں اُن کو بیداری میں اچھی طرح دیکھتا ہوں

زیں جہاں خود را دمے پنہاں کنم — برگِ حِس را از درخت افشاں کنم
میں کبھی اپنے آپ کو اس دنیا سے غائب کر دیتا ہوں — حواس کے پتّوں کو درخت سے جھاڑ دیتا ہوں

حِس اسیرِ عقل باشد اے فلاں — عقل اسیرِ روح باشد ہم بداں
اے فلاں! حواس عقل کے پابند ہیں — سمجھ لے! عقل روح کی پابند ہے

دستِ بستہ عقل را جاں باز کرد — کارہائے بستہ را ہم ساز کرد
رُوح نے جکڑی ہوئی عقل کو آزاد کر دیا — اُلجھے ہوئے کاموں کو سُلجھا دیا

حِسہا و اندیشہ بر آبِ صفا — ہمچو خس بگرفتہ روی آب را
حواس اور افکار نے صاف پانی پر — تنکوں کی طرح پانی کی سطح کو گھیر لیا ہے

دستِ عقل آں خس بیک سو می برد — آب[3] پیدا می شود پیشِ خرد
عقل کا ہاتھ اُس کوڑے کو ایک طرف ہٹا دیتا ہے — عقل کے سامنے پانی کھل جاتا ہے

خس بس انبہ بود بر جو چوں حباب — خس چو یک سو رفت پیدا گشت آب
نہر پر بلبلوں کی طرح کوڑا بہت سا تھا — کوڑا جب ہٹا پانی کھل گیا

چونکہ دستِ عقل نگشاید خدا — خس فزاید از ہوا بر آبِ ما
جب تک اللہ (تعالیٰ) عقل کے ہاتھ نہ کھولے — ہمارے پانی پر ہوا (و ہوس) کی وجہ سے کوڑا بڑھ جاتا ہے

آب را ہر دم کند پوشیدہ او — آں ہوا خنداں و گریاں عقلِ تو
وہ ہر وقت پانی کو چھپائے رکھتا ہے — وہ ہوا (و ہوس) مسکراتی ہے اور تیری عقل روتی ہے

---

[1] جملہ۔ دل کی آنکھیں مُردوں اور زندوں سب کو دیکھتی ہیں۔ من چو بینم۔ میں مُردوں کو بھی مجسّم اپنی نگاہوں سے دیکھتا ہوں تو پھر نوحہ کیسے کروں۔ گریہ۔ رونے کی وجہ ہجر و فراق ہے جبکہ میری اولاد میرے گرد کھیل کود رہی ہے تو پھر رونے کی کیا وجہ ہے۔

[2] خلق۔ عام لوگوں کو مُردے خواب میں نظر آتے ہیں مجھے بیداری میں بھی نظر آتے ہیں۔ زیں جہاں۔ نیند کی حالت میں ظاہری حواس بیکار ہو جاتے ہیں تو مُردے نظر آنے لگتے ہیں میں بیداری میں اپنے ظاہری حواس کو معطّل کر لیتا ہوں تو وہ نظر آجاتے ہیں۔ حِس۔ حواس عقل کے پابند ہیں اور عقل رُوح کے تابع ہے، عقل مقیّد ہوتی ہے، جب روح اسکے موانع زائل کر دیتی ہے تو پھر اس میں جلا پیدا ہو جاتی ہے، روح پر جب تک دنیوی خیالات کا غلبہ رہتا ہے وہ ادراکات سے محروم رہتی ہے جب دنیوی خیالات کے خس و خاشاک سے صاف ہو جاتی ہے تو اُس کو باطنی ادراکات حاصل ہونے لگتے ہیں۔

[3] آب۔ یعنی روحانی ادراکات۔ حباب۔ بُلبلہ۔ چونکہ۔ اگر خدا کی توفیق شاملِ حال نہ ہو تو نفسانی خواہشات ادراکات سے مانع رہتی ہیں۔ آں ہوا۔ انسان تباہ ہوتا ہے خواہشات مسکراتی ہیں

چونکہ تقویٰ بست دو دستِ ہوا — حق گشاید ہر دو دستِ عقل را
جب پرہیزگاری نے ہوا (و ہوس) کے دونوں ہاتھ باندھ دیئے — اللہ تعالیٰ عقل کے دو ہاتھ کھول دیتا ہے

پس حواسِ چیرہ محکومِ تو شُد — چوں خرد سالار و مخدومِ تو شُد
غالب حواس تیرے محکوم بن جاتے ہیں — جب عقل تیری سردار اور مخدوم بن جاتی ہے

حس را بے خواب خواب اندر کُند — تا کہ غیبتہا ز جاں سر بر زند
وہ (عقل) حواس کو بغیر نیند کے سُلا دیتی ہے — یہاں تک کہ ان دیکھی باتیں روح میں سے سر اُبھارتی ہیں

ہم بہ بیداری بہ بیند خوابہا — ہم ز گردوں بر کشاید بابہا
وہ بیداری میں بھی خواب دیکھ لیتا ہے — آسمان کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں

قصۂ خواندنِ شیخِ ضریر قرآن را از روی مصحف و در وقتِ خواندنِ قرآن بینا شُدن باذنِ اللہ تعالیٰ

ایک نابینا شیخ کا قرآن پڑھتے وقت قرآن کو دیکھ کر پڑھنا اور قرآن پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے بینا ہو جانا

دید در بغداد یک شیخِ فقیر — مصحفے در خانۂ پیرے ضریر
ایک فقیر شیخ نے بغداد میں — ایک نابینا پیر کے گھر میں قرآن دیکھا

گشت ضیفش در تموزِ پُر ز سُوز — ہر دو زاہد جمع باہم چند روز
جھلستی گرمی کے زمانے میں اُس کا مہمان بن گیا — دونوں بزرگ چند روز کے لئے اکٹھے ہو گئے

گفت اینجا اے عجب مصحف چرا ست — چونکہ نابیناست ایں درویش راست
اُسنے (دل میں) کہا تعجب ہے! یہاں قرآن کیوں ہے؟ — کیونکہ یہ درویش تو بالکل نابینا ہے

اندریں اندیشہ تشویشش فزود — کہ جز او را نیست اینجا باش بود
اس خیال سے اُس کی تشویش بڑھ گئی — کہ اس جگہ تو اور کسی کا رہن سہن نہیں ہے

اوست تنہا مصحفے آویختہ — من نیم گستاخ یا آمیختہ
وہ تنہا ہے، قرآن آویزاں ہے — میں شوخ، یا گھلا ملا نہیں ہوں

تا بپرسم نے خمش صبرے کنم — تا بصبرے بر مُرادے بر زنم
کہ دریافت کروں، یا خاموش رہ کر صبر کروں — تاکہ صبر کے ذریعہ مقصد حاصل کر لوں

صبر کرد و بود چندے در حرج — کشف شد کالصبر مفتاح الفرج
اُس نے صبر کر لیا اور کچھ دن پریشان رہا — (معاملہ) کھل گیا کیونکہ صبر کرنا کشادگی کی چابی ہے

لہ پس۔ جب انسان عقل کے تابع ہوتا ہے تو حواسِ ظاہری اسکے محکوم بنجاتے ہیں۔ حس۔ انسان کو نیند کی حالت میں خواب اسی لئے نظر آتے ہیں کہ حواسِ ظاہری معطل ہو جاتے ہیں اور انسان غائب از نظر چیزوں کو دیکھنے لگتا ہے پھر جب عقل کا غلبہ ہو جاتا ہے تو وہ بیداری میں بھی حواس کو معطل کر دیتی ہے اور وہ چیزیں اُس کو بیداری میں نظر آنے لگتی ہیں جو کہ وہ خواب میں دیکھ سکتا تھا۔

لہ قصہ۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حواسِ ظاہری کے نہ ہوتے ہوئے بھی حواسِ ظاہری کے مدرکات حاصل ہو جاتے ہیں۔ ضریر۔ نابینا۔ تموز گرمی کا مہینہ ہے۔ مصحف۔ قرآن پاک۔ راست صحیح، بالکل یہ نابینا کی تاکید ہے۔

لہ اندیشہ۔ یعنی یہ خیال کہ نابینا کے گھر میں قرآن کیوں؟ آمیختہ۔ یعنی میں اسقدر گھلا ملا نہیں ہوں کہ بے تکلفی سے سوال کر سکوں۔ حرج۔ تنگی۔ فرج۔ کشادگی۔

صبر گنج ست اے برادر صبر کن | تا شفا یابی تو زیں رنج کہن

اے بھائی! صبر خزانہ ہے، صبر کر | تاکہ تو اس پرانے غم سے شفا حاصل کرے

صبر[1] تلخ ست و برِ او شکر ست | صبر سوئے کشف ہر سر رہبر ست

صبر کڑوا ہے، اس کا پھل شکر ہے | صبر، ہر راز کے کھلنے کا راہبر ہے

صبر کردن لقمان علیہ السلام چوں دید کہ داؤد علیہ السلام حلقہا از آہن ساختہ می کرد از سوال بایں نیت کہ صبر از سوال موجب فرح و راحت ست

لقمان علیہ السلام کا سوال سے صبر کرنا جبکہ انھوں نے دیکھا کہ حضرت داؤدؑ لوہے کے حلقے بنا رہے ہیں، اس نیت سے کہ سوال کرنے سے صبر کرنا خوشی اور راحت کا سبب ہے

رفت لقمانؑ سوی داؤدِ نبی | حلقہ می کرد او ز پولادِ ابی[2]

(حضرت) لقمانؑ، داؤد نبی کے یہاں گئے | وہ سخت فولاد کے حلقے بنا رہے تھے

جملہ را بایک دگر در می فگند | زآہن و پولاد آں شاہِ بلند

سب (حلقوں) کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے | لوہے اور فولاد سے، وہ شاہِ عالی

صنعتِ زرّاد او کم دیدہ بود | در تحیر ماند و وسواسش فزود

اُن (لقمانؑ) نے زرہ بننے والے کی کاریگری نہ دیکھی تھی | وہ حیران رہ گئے اور وسوسے بڑھ گئے

کایں چہ شاید بود و ایں پرسم زِ و | کہ چہ می سازد ز حلقہ تو بتو

کہ یہ کیا بنے گا، اُن سے پوچھوں | کہ وہ مسلسل حلقوں سے کیا بنا رہے ہیں؟

باز با خود گفت صبر اولیٰ تر ست | صبر با مقصود زوتر رہبر ست

پھر اپنے آپ سے کہا کہ صبر زیادہ مناسب ہے | صبر، مقصد کا تیز راہنما ہے

چوں نہ پرسی زود تر کشفت شود | مرغِ صبر از جملہ پراں تر زود

اگر تو نہ پوچھے گا جلد تجھ پر ظاہر ہو جائیگا | صبر کا پرندہ، تمام پرندوں سے تیز اُڑتا ہے

ور[3] بہ پرسی دیر تر حاصل شود | سہل از بے صبریت مشکل شود

اگر تو پوچھے گا، دیر میں حاصل ہوگا | تیری بے صبری سے آسان بھی مشکل ہو جائیگا

چونکہ لقماں تن بزد ہم در زماں | شد تمام از صنعتِ داؤد آں

چونکہ لقمان اُس وقت خاموش ہو گئے | وہ (کام حضرت) داؤدؑ کی کاریگری سے مکمل ہو گیا

پس زرہ سازید و در پوشید او | پیشِ لقمانِ کریمِ صبر خو

تب اُنھوں نے زرہ بنائی اور اُسکو پہنا | صابر و دانا لقمانؑ کے سامنے

[1] صبر تلخ ست۔ صبر تلخ ست ولیکن بر شیریں دارد۔ صبر کردن۔ اِس قصّہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لقمانؑ نے صبر کیا تو جو دل میں سوال پیدا ہوا تھا وہ خود بخود حل ہو گیا۔

[2] ابی۔ انکار کرنے والا یعنی وہ سخت فولاد تھا۔ در می فگند۔ یعنی حضرت داؤدؑ اُن حلقوں کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے۔ زرّاد۔ زرہ بنانے والا۔ ایں چہ۔ یعنی یہ کیا بنایا جا رہا ہے۔ زوتر۔ زود تر۔

[3] ور بہ پرسی۔ بے صبری سے کام بگڑ جاتا ہے۔ تن بزد۔ خاموش رہا۔ صنعت۔ کاریگری۔

گفت ایں نیکو لباس ست اے فتیٰ
فرمایا اے جوان! یہ اچھا لباس ہے

در مصافِ خصم دفعِ زخم را
لڑائی کے میدان میں زخم کی روک کیلئے

گفت لقمانؑ صبر نیکو ہمدمیست
لقمانؑ نے فرمایا کہ صبر اچھا ساتھی ہے

کو پناہ و دافعِ ہر جا غمیست
کیونکہ وہ ہر مقام پر غم کی پناہ اور دافع ہے

صبر را با حق قریں کرد اے فلاں
اے فلاں! صبر کو حق کا ساتھی بنایا ہے

آخرِ وَالْعَصْرؔ را آگہ بخواں[1]
ہوش سے "وَالْعَصْر" کا آخر پڑھ لے

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید
اللہ (تعالیٰ) نے لاکھوں کیمیا پیدا کی ہیں

کیمیائے ہمچو صبر آدمؑ ندید
صبر جیسی کیمیا، آدمؑ نے نہیں دیکھی ہے

بقیۂ قصۂ نابینا و مصحف خواندن آں بنظر
نابینا اور اس کے دیکھ کر قرآن پڑھنے کے قصہ کا بقیہ

مردِ مہماں صبر کرد و ناگہاں
مہمان شخص نے صبر کیا، اور اچانک

کشف گشتش حالِ مشکل در زماں
اس پر مشکل کا حال، فوراً کھل گیا

نیم شب آوازِ قرآں را شنید
آدھی رات کو قرآن کی آواز سنی

جست از خواب آں عجائب را بدید
یہ نیند سے اٹھا، اور عجائب دیکھے

کہ ز مصحف[2] کور می خواند درست
کہ نابینا قرآن کو دیکھ کر صحیح پڑھ رہے ہیں

گشت بے صبر و ازو آں حال جست
بے صبر ہوگیا، اور ان سے اس حال کی جستجو کی

گفت چوں کوری عجب بے چشمِ نور
کہا جبکہ آپ نابینا ہیں، بغیر آنکھ اور روشنی کے

چوں ہمی خوانی و می بینی سطور
آپ کیسے پڑھتے ہیں اور سطریں دیکھتے ہیں؟

آنچہ می خوانی برآں افتادہ
جو کچھ آپ پڑھتے ہیں، اسی پر ہوتے ہیں

دست را بر حرفِ آں بنہادہ
ہاتھ کو اس کے حروف پر رکھتے ہیں

اصبعت در سیر پیدا می کند
رفتار میں آپ کی انگلی ظاہر کرتی ہے

کہ نظر بر حرف داری مستند
کہ آپ صحیح طور پر حرف پر نظر رکھتے ہیں

گفت اے گشتہ ز جہلِ تن جدا[3]
انھوں نے کہا اے وہ کہ جو جسمانی جہالت سے جدا ہوگیا ہے

ایں عجب داری تو از صنعِ خدا
تو اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری پر تعجب کرتا ہے

من ز حق درخواستم کاے مستعاں
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی کہ اے مددگار!

بر قرآت من حریصم ہمچو جاں
مجھے قرآن پڑھنے سے جان کی برابر محبت ہے

[1] وَالْعَصْر۔ اس سورہ کے آخیر میں وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ آیا ہے انھوں نے باہمی حق کی وصیت کی اور صبر کی وصیت کی یعنی اس سے معلوم ہوا کہ صبر کی نگہداشت ایسی ہی ضروری ہے جیسی کہ حق کی نگہداشت ضروری ہے۔ کیمیا کیمیا تانبے کی حقیقت کو بدل دیتی ہے اسی طرح صبر مصائب کو راحتوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

[2] کہ ز مصحف۔ وہ نابینا دیکھ کر قرآن پڑھ رہے تھے اور جو آیت پڑھتے تھے اس پر صحیح انگلی رکھتے ہوئے پڑھتے تھے۔ اصبعت در سیر۔ ناظرہ خواں عموماً پڑھنے میں آیت پر انگلی رکھتے چلے جاتے ہیں۔

[3] ز جہلِ تن جدا یعنی مادی جسم کی جہالتیں تجھ سے دور ہو چکی ہیں پھر خدا کی اس قدرت سے تجھے کیا پریشانی ہے۔ مستعان۔ وہ جس سے مدد چاہی جائے۔

نیستم حافظ مرا نورے بدہ
میں حافظ نہیں ہوں، مجھے روشنی عطا کر دے

در دو دیدہ وقتِ خواندن بے گرہ [۲]
دونوں آنکھوں میں بغیر رکاوٹ کے، پڑھتے وقت

باز دہ دو دیدہ ام را آں زماں
اُس وقت میری دونوں آنکھیں مجھے لوٹا دے

کہ بگیرم مُصحف و خوانم عیاں
جبکہ میں قرآن اٹھاؤں اور دیکھ کر پڑھوں

آمد از حضرت ندا کاے مردِ کار [۱]
بارگاہِ خداوندی سے آواز آئی، اے باعمل!

اے بہر رنجے بما اُمّیدوار
اے وہ کہ ہر تکلیف میں ہم سے امیدوار ہے

حُسنِ ظن ست و امیدے خوش ترا
یہ تیرا حُسنِ ظن ہے، اور اچھی امید

کہ ترا گوید بہر دم بر تر آ
جو تجھ سے کہتی ہے کہ ہر سانس میں ترقی کر

ہر زماں کہ قصدِ خواندن باشدت
جس وقت تیرا پڑھنے کا ارادہ ہوگا

یا ز مُصحفہا قرأت بایدت
یا قرآنوں سے (دیکھ کر) تو پڑھنا چاہیگا

من دراں دم وادہم چشمت ترا
میں اُس وقت تیری آنکھیں لوٹا دوں گا

تا فرو خوانی مُعظّم جوہرا [۲]
تاکہ تو خوب پڑھ لے، اے بڑے جوہر!

ہمچناں کرد و ہر آنگاہے کہ من
اُس (اللہ تعالےٰ) نے ایسا ہی کیا اور جبکہ میں

وا کُشایم مُصحف اندر خواندن
پڑھنے میں قرآن کھولتا ہوں

آں خبیرے کو نشُد غافل ز کار
تو وہ خبیر جو کام سے غافل نہیں ہے

آں گرامی بادشاہِ کردگار
وہ عزیز، کردگار، بادشاہ

باز بخشد بینشم آں شاہِ فرد
وہ یکتا شاہ، میری بینائی دوبارہ عنایت کر دیتا ہے

در زماں ہمچوں چراغِ شب نورد
فوراً، تاریکی کو لپیٹ دینے والے چراغ جیسی

زیں سبب نبود ولی را اعتراض
اسی لئے ولی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے

ہر چہ بستاند فرستد اعتیاض
(کیونکہ) جو کچھ وہ لیتا ہے، بدلہ بھیج دیتا ہے

گر بسوزد باغت انگورے دہد
اگر وہ تیرا باغ جلاتا ہے، انگور دیدیتا ہے

در میانِ ماتمے سُورے دہد
رنج کے دوران خوشی دے دیتا ہے

آں شَل بے دست را دستے دہد
وہ ہاتھ کٹے لُنجے کو، ہاتھ دے دیتا ہے

کانِ غمہا را دلِ مستے دہد
غموں کی کان کو مست دل دیدیتا ہے

لَا نُسَلِّم [۳] و اعتراض از ما برفت
ہم نہیں مانتے ہیں (کہنا)، اور اعتراض ہم سے رخصت ہو گیا ہے

چوں عوض می آید از مفقود زفت
جبکہ گم شدہ کا بھاری بدلہ آجاتا ہے

---

[۱] مردِکار باعمل انسان۔ حُسنِ ظن۔ حدیثِ قدسی ہے أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي یعنی میں وہی کرتا ہوں جو میرا بندہ میرے بارے میں سوچتا ہے اگر اللہ کے ساتھ اچھا گمان ہوگا تو خیر حاصل ہوگی، بُرا گمان ہوگا تو شر حاصل ہوگا۔

[۲] مُعظّم جوہرا۔ اِس سے بعض صاحبان نے اُن نابینا کی ذات مُراد لی ہے بعض نے اِس کو خوانی کا مفعول سمجھ کر قرآن کریم مراد لیا ہے کردگار۔ اللہ تعالےٰ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اِس میں کرد بمعنی فعل اور گار بمعنی صاحب ہے۔ اِعتیاض۔ عوض لینا۔ اللہ تعالیٰ عوض ضرور عنایت فرمادیتا ہے، خواہ وہ تمہاری منشا کے مطابق نہ ہو۔ گر بسوزد۔ مولانا نے اِس شعر میں اِسی امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اِس عوض کا اُس کی جنس سے ہونا ضروری نہیں جو تم نے لی ہے۔ ماتم۔ مجلسِ غم۔ سُور۔ محفلِ شادی۔ دِلِ مستے۔ دل کی مستی میں انسان غم کو بھول جاتا ہے۔

[۳] لَا نُسَلِّم۔ یہ جملہ عموماً مباحثہ میں فریقِ ثانی کی بات کے انکار کے وقت بولا جاتا ہے۔ مفقود گم شدہ۔ زَفت، مُوٹا، بھاری۔

چونکہ[1] بے آتش مرا گرمی رسد — راضیم گر آتشِ ما را کُشد

جبکہ بغیر آگ کے ہمیں گرمی ملتی ہے — میں راضی ہوں، اگر وہ ہماری آگ بجھا دے

چونکہ بے چشمے بہ بخشد دیدنے — نیستِ غمگین کور بیچشم روشنے

جبکہ وہ بغیر آنکھ کے دیکھ لینا عطا فرما دیتا ہے — ایسا اندھا بھی روشن آنکھ ہے

بے چراغے چوں دہد او روشنی — گر چراغت شد چہ افغاں میکنی

جبکہ وہ بغیر چراغ کے روشنی عطا فرما دیتا ہے — اگر تیرا چراغ بجھ جائے تو کیوں شکایت کرتا ہے؟

صفتِ بعضِ اولیا کہ راضی اند باحکامِ الٰہی ولابہ نکنند

بعض اولیاء کا بیان جو خدائی احکام پر راضی ہیں اور اللہ (تعالیٰ) سے اصرار

بخدائے تعالیٰ کہ خدایا ایں حکم را بگرداں

نہیں کرتے ہیں کہ اے خدا یہ حکم لوٹا لے

بشنو[2] اکنوں قصۂ آں رہرواں — کہ ندارند اعتراضے در جہاں

اب اُن راہنماؤں کا قصہ سُن — جو دنیا میں کوئی اعتراض نہیں کرتے ہیں

ز اولیا اہلِ دعا خود دیگرند — گہ ہمی دوزند و گاہے می درند

دُعا کرنے والے اولیاء میں سے دوسرے ہیں — جو کبھی سیتے ہیں، اور کبھی پھاڑتے ہیں

قومِ دیگر می شناسم ز اولیا — کہ دہاں شاں بستہ باشد از دعا

میں اولیاء میں سے دوسری قوم کو بھی جانتا ہوں — جن کا منہ دعا سے بند رہتا ہے

از رضا کہ ہست رامِ آں کرام — جُستنِ دفعِ قضاشاں شد حرام

چونکہ رضا اُن بھلوں کا معمول ہے — قضا کے فیصلہ کو روکنے کی جستجو اُن پر حرام ہے

در قضا[3] ذوقے ہمی بینند خاص — کفرِ شاں آید طلب کردن خلاص

وہ قضا میں خاص مزہ محسوس کرتے ہیں — خلاصی چاہنا اُن کو کفر محسوس ہوتا ہے

حُسنِ ظنّے بر دلِ ایشاں کشود — کہ نہ پوشند از عزا جامہ کبود

اُن کے دل پر حُسنِ ظن اعلیٰ طاری ہو گیا ہے — کہ وہ غم میں کالا کپڑا نہیں پہنتے ہیں

ہر چہ آید پیشِ ایشاں خوش بود — آبِ حیواں گردد ار آتش بود

جو اُن کو پیش آتا ہے اچھا لگتا ہے — اگر آگ ہو تو آبِ حیات بن جاتا ہے

زہر در حلقومِ شاں شکر بود — سنگ اندر راہِ شاں گوہر بود

اُن کے گلے میں زہر شکر ہو جاتا ہے — اُن کے راستہ کا پتھر جوہر ہو جاتا ہے

---

[1] چونکہ۔ ہمیں مقصد کی طلب ہے خواہ اُس کا سبب کچھ بھی ہو۔ چشمِ روشنے۔ آنکھ سے مقصد دیکھنا ہے جب وہ بغیر آنکھ کے حاصل ہو تو آنکھ نہ ہونے سے ہمیں کیا شکوہ ہو سکتا ہے۔

[2] بشنو۔ اب تک یہ سمجھایا تھا کہ بعض اولیاء تو ایسے ہیں کہ مقصود جب حاصل ہوتا ہے تو سبب کے موجود نہ ہونے پر شکوہ نہیں کرتے ہیں اب یہ بتاتے ہیں کہ کچھ بزرگ ایسے ہیں کہ وہ کسی حالت میں بھی شکوہ پسند نہیں کرتے ہیں اور اللہ کی قضا کے خلاف دعا کو بھی حرام سمجھتے ہیں واضح رہے کہ یہ حالت مغلوب الحال اولیاء کی ہوتی ہے ورنہ انبیاءؑ دعائیں نہ کرتے۔ اصل کمال یہ ہے کہ راضی برضا ہوتے ہوئے دعا کی جائے۔ راقم۔ معمول۔

[3] در قضا۔ مصائب کو مرضیٔ خدا سمجھ کر اس میں لذت حاصل کرتے ہیں ضربُ الحبیب زبیبٌ، معشوق کی مار کشمش ہے یہ ان کا مقولہ ہوتا ہے۔ عزا۔ ماتمی لباس کالا ہوتا ہے۔ آبِ حیواں یعنی ہر تکلیف اُن کے لئے باعثِ راحت بن جاتی ہے۔

جملگی یکساں بود شاں نیک و بد[1] | از چہ باشد ایں ز حسنِ ظنِ خود
ان کے لئے اچھا بُرا سب یکساں ہوتا ہے | یہ کیوں ہوتا ہے؟ اپنے حسنِ ظن سے ہوتا ہے
کفر باشد نزد شاں کردن دعا | کاے الٰہ از ما بگرداں ایں قضا
دعا کرنا ان کے نزدیک کفر ہوتا ہے | کہ اے خدا! اس قضا کو ہم سے لوٹا دے

سوال کردنِ بہلولؒ آں درویشِ ولی را
(حضرت) بہلولؒ کا اُس ولی درویش سے دریافت کرنا

گفت بہلولؒ آں یکے درویش را | چونی اے درویش واقف کن مرا
(حضرت) بہلولؒ نے اُس ایک درویش سے کہا | اے درویش! تو کیسا ہے مجھے بتا دے
گفت[2] چوں باشد کسیکہ جاوداں | بر مرادِ او رود کارِ جہاں
اُس نے کہا وہ شخص کیسا ہوگا، کہ ہمیشہ | جس کے ارادے کے مطابق دنیا کے کام چلتے ہوں
سیل و جوہا بر مرادِ او روند | اختراں زاں ساں کہ او خواہد شوند
سیلاب اور نہریں اسکے ارادہ کے مطابق جاری ہوں | ستارے، جس طرح وہ چاہے ہو جائیں
زندگی و مرگ سرہنگانِ او | بر مرادِ او روانہ کو بہ کو
زندگی اور موت اُس کے سپاہی ہوں | جو اسکے ارادہ کے مطابق کوچہ بکوچہ رواں ہوں
ہر کجا خواہد فرستد تعزیت | ہر کجا خواہد ببخشد تہنیت
وہ جہاں چاہے تعزیت کو روانہ کرے | وہ جہاں چاہے مبارکبادی بخش دے
سالکانِ[3] راہ ہم بر گامِ او | ماندگاں از راہ ہم در دامِ او
راہ کے سالک بھی اُسکے (نقش) قدم پر ہوں | راہ سے عاجز بھی اُس کے جال میں ہوں
ہیچ دندانے نہ خندد در جہاں | بے رضا و امرِ آں فرماں رواں
دنیا میں کوئی دانت نہ مسکرائے | اُس فرماں روا کی رضا اور حکم کے بغیر
بے رضائے او نیفتد ہیچ برگ | بے قضائے او نیاید ہیچ مرگ
اُس کی منشا کے بغیر کوئی پتّا نہ جھڑے | اُس کے حکم کے بغیر کوئی موت نہ آئے
بے مرادِ او نجنبد ہیچ رگ | در جہاں ز اوجِ ثریا تا سمک
اُس کے ارادہ کے بغیر کوئی رگ نہ پھڑکے | دنیا میں ثریا کی بلندی سے مچھلی تک
گفت اے شہ راست گفتی ہمچنیں | در فر و سیمائے تو پیدا است ایں
(حضرت بہلولؒ نے) کہا اے شاہ! تم نے سچ کہا، ایسا ہی | آپ کے چہرے اور شان سے یہ ظاہر ہے

[1] نیک و بد۔ وہ سمجھتے ہیں کہ "ہر چہ از دوست می رسد نیکوست"، دوست کی جانب سے جو آئے وہ اچھا ہی ہے۔ سوال کردن۔ حضرت بہلولؒ نے ایسے ہی بزرگ کے مزاج پوچھے جو راضی بقضاءِ خداوندی تھے اور کوئی دعا کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ چونی۔ آپ کے کیسے مزاج ہیں؟

[2] گفت۔ اُس ولی نے حضرت بہلولؒ کو جواب دیا کہ جس شخص کی منشار کے مطابق ساری دنیا کا کاروبار چل رہا ہو اور کوئی چیز اُس کی منشار کے خلاف نہ ہو تو ایسے شخص سے مزاج دریافت کرنے کا کیا مطلب ہے۔ زندگی۔ یعنی لوگوں کی موت و حیات اُس کی مراد کے مطابق ہو۔ تعزیت۔ میت کا پُرسا۔ تہنیت۔ مبارکبادی۔

[3] سالکاں۔ راستہ چلنے والے مسافر اُس کے نقشِ قدم پر چلیں، منزل تک نہ پہنچنے والے اُسی کے ارادہ سے منزل سے محروم ہوں۔ ہیچ ہر شخص کی خوشی اُس کے حکم سے ہے۔ بے مرادِ او۔ دنیا کی ہر حرکت اور سکون اسکے ارادہ سے ہے۔ گفت حضرت بہلولؒ نے کہا جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ ضرور درست ہے لیکن مجھے ذرا تفصیل سے سمجھایئے تاکہ میں پورا مطلب سمجھ جاؤں۔

این چنین صد چند نی اے صادق و لیک — شرح گو ایں را بیاں کن نیک نیک

لے بچے! آپ ایسے ہی اور اس سے سینکڑوں گنا ہیں لیکن — اِس کی تشریح کر دیجئے اور صاف صاف بیان کر دیجئے

آنچناں کہ فاضل و مردِ فضول[1] — از دل و از جاں کُند اور ا قبول

ایسے طریقے پر کہ فاضل اور جاہل — اُس کو دل و جان سے قبول کرلے

آنچنانش شرح کن اندر کلام — کہ ازاں ہم بہر یابد عقلِ عام

گفتگو میں اِس کی اِس طرح شرح کر دیجئے — کہ اُس سے عوام کی عقل بھی حصّہ حاصل کرلے

ناطقِ کامل[1] چو خواں باشے بُوَد — بر سرِ خوانش ز ہر آشے بُوَد

کامل مقرر، جب خوان والا ہوتا ہے — اُس کے خوان پر ہر قسم کا کھانا ہوتا ہے

تا نماند ہیچ مہماں بینوا — ہر کسے یابد غذائے خود جُدا

تاکہ کوئی مہمان بے سہارا نہ رہے — ہر شخص اپنی علیٰحدہ غذا حاصل کرلے

ہمچو قرآں[1] کو بمعنی ہفت[1] توست — خاص را و عام را مطعم درو ست

جیسا کہ قرآن (پاک) جو معانی کے اعتبار سے سات تہوں — اُس میں خاص اور عام کی غذا ہے

گفت[2] ایں بارے یقیں شد پیشِ عام — کہ جہاں در امرِ یزداں ست رام[3]

اُنھوں نے کہا یہ تو اب سب کو یقین ہے — کہ دنیا خدا کے حکم کی فرماں بردار ہے

ہیچ برگے در نیفتد از درخت — بے قضا و حکمِ آں سُلطانِ تخت

درخت سے کوئی پتّا نہیں جھڑتا — بغیر عرش کے اُس شاہ کے فیصلے اور حکم کے

از دہاں لقمہ نشد سوئے گلو — تا نگوید لقمہ را حق کادخلوا

لقمہ منہ سے گلے میں نہیں جاتا — جب تک اللہ (تعالیٰ) نہ فرمائے داخل ہو جا

میل و رغبت کاں زمامِ آدمی ست — جنبشِ آں رامِ امرِ آں غنی ست

میلان اور رغبت جو آدمی کی باگ ہے — اُس کی حرکت اُس بے نیاز کے حکم کی فرمانبردار ہے

در زمینہا و آسمانہا ذرّہٴ — پَر نجنباند نگردد پَرّہٴ

کوئی ذرّہ، زمینوں اور آسمانوں میں — پَر نہیں مارتا، کوئی تنکا گردش نہیں کرتا

جز بفرمانِ قدیمِ نافذش — شرح نتواں کرد و جلدی نیست خوش

بغیر اُس کے جاری ہونیوالے ازلی حکم کے — (جس کی) شرح نہیں کی جا سکتی اور ہمّت کرنا اچھا نہیں ہے

کہ اثمر و برگِ درختاں را تمام — بے نہایت کے شود در نطق رام

درختوں کے سب پتّوں کو کون گن سکتا ہے؟ — لامحدود، گفتگو کے تابع کب ہو سکتا ہے؟

---

[1] مردِ فضول۔ نااہل شخص۔ ناطقِ کامل۔ اچھے مقرر کا یہ کمال ہوتا ہے کہ اُس کی تقریر سے عوام و خواص دونوں لطف اُٹھاتے ہیں۔ ہمچو قرآں۔ قرآن کے معانی اور مطالب سے ہر شخص اپنی فہم کے مطابق پورا فائدہ اُٹھاتا ہے۔ ہفت۔ ممکن ہے مولانا نے اُنزِلَ القرآنُ علیٰ سَبعةِ اَحرُفٍ کے یہ معنی لئے ہوں کہ اس میں تہ بہ تہ سات معنی ہیں۔

[2] گفت۔ اس ولی نے حضرت بہلول کو جواب دیا کہ یہ سب مانتے ہیں کہ دنیا کے ذرّے ذرّے پر اللہ کی حکمرانی ہے اور کائنات کی ہر حرکت و سکون اُس کے حکم سے ہے تو جب بندہ بالکل راضی بقضائے الٰہی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا ہر حکم اور فعل اُس کی مراد بن جائیگا اور یہ سمجھا جائیگا کہ عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے گویا وہ اُس بندے کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔

[3] رام۔ فرمانبردار۔ سُلطانِ تخت۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ میل و رغبت۔ انسان کی خواہش اور محبت انسان سے اپنے مطابق کام کراتی ہے جیسے بہادری، ہمت۔ کہ اثمر و۔ درختوں کے پتے جو لامتناہی ہیں اُن کی شمار ناممکن ہے تو غیر متناہی کی تفصیل کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔

ایں قدر بشنو کہ چوں کلی کار
اتنا سن لے، کہ جب تمام کام
می نگردد جز بامر کردگار
بغیر خدا کے حکم کے نہیں ہوتے

چوں[1] قضائے حق رضائے بندہ شد
جب اللہ (تعالیٰ) کا حکم بندہ کی رضامندی بنگیا
حکم اورا بندہ خواہندہ شد
بندہ اس کے حکم کا چاہنے والا بن گیا

بے تکلف نے پئے مزد و ثواب
بغیر کسی تکلف کے نہ کہ بدلا اور ثواب کیلئے
بلکہ طبع او براں شد مستطاب
بلکہ اس کی طبیعت اس پر خوش ہو گئی

زندگی خود نخواہد بہر خود
وہ اپنی زندگی اپنی خاطر نہیں چاہتا
بلکہ خواہد از پئے حکم احد
بلکہ اللہ (تعالیٰ) کے حکم کی وجہ سے چاہتا ہے

ہر[2] کجا امر قدم را مسلکے ست
جہاں کہیں قدیم امر کا مسلک ہے
زندگی و مردگی پیشش یکے ست
اس کے سامنے زندگی اور موت ایک ہے

بہر یزداں می زید نے بہر گنج
وہ خدا کے لئے جیتا ہے نہ کہ خزانہ کیلئے
بہر یزداں می مرد نز خوف و رنج
وہ خدا کے لئے مرتا ہے نہ کہ ڈر اور تکلیف سے

ہست ایمانش برائے خواہ او
اس کا ایمان اس (اللہ) کی رضامندی کیلئے ہے
نے برائے جنت و اشجار و جو
نہ کہ جنت اور (جنت کے) درختوں اور نہروں کیلئے

ترک کفرش ہم برائے حق بود
اس کا کفر کو چھوڑنا بھی اللہ کے لئے ہے
نے ز بیم آنکہ در آتش رود
نہ کہ اس ڈر سے کہ وہ جہنم میں جائے گا

اینچنیں آمد ز اصل آں خوی او
یہ اس کی عادت اصل سے ایسی ہی آئی ہے
بے ریاضت نے بجست و جوی او
بغیر کسی مجاہدے کے، نہ کہ اس کی کوشش ہے

آنگہاں خندد کہ او بیند رضا
وہ اس وقت ہنستا ہے جبکہ رضا (حق) دیکھتا ہے
ہمچو حلوا و شکر او را قضا
اللہ کا حکم اس کے لئے حلوے اور شکر کی طرح ہے

بندہ[3] کش خوی و خلقت ایں بود
وہ بندہ جس کی عادت اور خصلت یہ ہو
نے جہاں بر امر و فرمانش رود
کیا جہان اسکے حکم اور فرمان کے مطابق نہیں چلے گا

پس چرا لابہ کند او یا دعا
تو وہ کیوں خوشامد اور دعا کرے؟
کہ بگرداں اے خداوند ایں قضا
کہ اے اللہ! اس حکم کو واپس لے لے

مرگ او و مرگ فرزندان او
اس کی موت اور اس کی اولاد کی موت
بہر حق پیشش چو حلوا در گلو
اللہ کیلئے اسکے نزدیک ایسی ہے جیسا کہ منہ میں حلوا

---

[1] چوں۔ جب اللہ کے تمام فیصلوں اور احکام پر بندہ راضی ہو گیا ہے تو اللہ کے تمام احکام اس کا مطلب بن گئے ہیں بے تکلف۔ یعنی یہ رضا اس کی طبعی بات بن گئی ہے اس میں کوئی اجر و ثواب بھی اس کے پیش نظر نہیں ہے۔ زندگی۔ اپنی زندگی بھی اپنی خاطر نہیں چاہتا بلکہ اس لئے چاہتا ہے کہ اللہ کا حکم یہی ہے۔

[2] ہر کجا یعنی جو بھی خدا کا ازلی حکم ہے وہی راستہ اس کو پسند ہے خواہ وہ زندگی ہو یا موت ہست ایمانش۔ اس کا ایمان بھی محض مولا کی رضامندی کے لئے ہے نہ کہ جنت کے لالچ کی وجہ سے اور کفر سے نفرت بھی رضائے مولا کی وجہ سے ہے نہ کہ دوزخ کے ڈر سے۔ ہمچو حلوا۔ اللہ کا ہر حکم اس کو ایسا مرغوب ہے جیسا کہ حلوا مرغوب ہوتا ہے۔

[3] بندہ کش۔ جب احکام خداوندی پر رضا کی یہ کیفیت ہو تو یقیناً یہ کہا جائیگا کہ دنیا کے سب کام اس بندہ کے حکم سے چل رہے ہیں۔

نزعِ فرزنداں برآں باوفا
اُس وفادار کے لئے اولاد کا نزع

چوں قطائف پیشِ شیخ بینوا
(ایسا ہے) جیسے مُفلس بوڑھے کے لئے پھل،

پسؔ[1] چرا گوید دعا اِلّا مگر
تو وہ کیوں دعا کرے، ہاں اگر

در دُعا بیند رضائے داد گر
وہ دعا میں اللہ (تعالیٰ) کی رضامندی دیکھے

آںؔ[2] شفاعت واں دُعا نز رحمِ خود
وہ سفارش اور وہ دعا اپنے اوپر رحم کرنے کے لئے نہیں

می کُند آں بندہ صاحب رَشَد
کرتا ہے، وہ ہدایت یافتہ بندہ

رحمِ خود را اُو ہماں دم سوختست
اپنے رحم کو اُس نے اُسی وقت پھونک دیا ہے

کہ چراغِ عشقِ حق افروختست
جبکہ اُس نے عشق کا چراغ روشن کیا ہے

دوزخِ اوصافِ اُو عشق است و اُو
عشق اُس کے اوصاف کی دوزخ ہے اور اُس نے

سوختست مر اوصافِ خود را مُو بمُو
اپنے اوصاف کو بالکل جلا دیا ہے

ہر طروقی ایں فروقے کے شناخت
ہر سالک اس فرق کو کب سمجھتا ہے؟

چوں دقوقی کو دریں دولت بتاخت
جیسا کہ دقوقی جو اس دولت میں نہ دوڑے

قصہ دقوقیؒ و کراماتش

دقوقیؒ اور اُن کی کرامات کا قصہ

آں دقوقی داشت خوش دیباجۂ
دقوقیؒ ایک اچھا چہرہ رکھتے تھے

عاشق و صاحب کرامت خواجۂ
عاشق اور کرامت والے خواجہ تھے

بر زمیں می شد چو مہ بر آسماں
زمین پر وہ اس طرح تھے جیسے چاند آسمان پر

شب روِاں را گشتہ زو روشن رواں
تاریکی میں چلنے والے اُنکی وجہ روشنی میں چلنے والے ہو گئے

درؔ[3] مقامے مسکنے کم ساختے
وہ ایک جگہ، کم ٹھہرتے

کم دو روز اندر دہے انداختے
ایک گاؤں میں دو روز سے کم (ڈیرہ) ڈالتے

گفت در یک خانہ گر باشم دو روز
اُنھوں نے کہا اگر میں دو روز ایک گھر میں ہونگا

عشقِ آں مسکن کند در من فروز
اُس گھر کی محبت مجھ میں روشن ہو جائیگی

عِزَّۃُ الْمَسْکَنِ اُحَاذِرُھَا اَنَا
میں اقامت کی عزت سے بچتا ہوں

اُنْقُلِیْ یَا نَفْسُ سَافِرْ لِلْعَنَا
اے نفس! منتقل ہو جا مشقت کی خاطر سفر کر

لَا اُعَوِّدُ خُلْقَ قَلْبِیْ بِالْمَکَانِ
میں اپنے دل کے اخلاق کو مکان کا عادی نہیں بناتا ہوں

کَیْ یَکُوْنَ خَالِصًا فِی الْاِمْتِحَانِ
تاکہ آزمائش میں خالص بن جائے

---

[1] پس چرا۔ جب دنیا کے سب کام اُس کی مرضی کے مطابق ہیں تو دعا اور خوشامد بے معنی چیز ہے قطائف۔ پچھنے ہوئے پھل۔ در دعا۔ یہ شخص دعا بھی جب ہی کرتا ہے جب اُس کو یہ معلوم ہو کہ مولا کی مرضی بھی ہے۔

[2] آں شفاعت۔ ایسے انسان کی دعا بھی اپنے اوپر رحم کے لئے نہیں ہوتی ہے محض خدا کی مرضی پر عمل کرنے کے لئے ہوتی ہے، وہ اپنے رحم سے اسی وقت دستبردار ہو گیا تھا جبکہ اس نے عشق خداوندی کا دم بھرا تھا قطع ایسا انسان اپنے تمام اوصاف اور ذاتی خواہشیں عشق کی بھٹی میں جھونک چکا ہے۔ ہر طروقی۔ اس فرق کو کہ دعا بھی اگر ہو تو محض اللہ کی مرضی کو پورا کرنے کیلئے ہو اپنی ذاتی غرض کیلئے نہ ہو ہر سالک نہیں سمجھ سکتا۔ دقوقی جیسے بزرگ بھی اس کو سمجھ سکے۔ دیباجہ۔ چہرہ۔ بر زمیں جس طرح لوگ چاند سے روشنی اور رہنمائی حاصل کرتے ہیں اسی طرح دقوقی سے حاصل کرتے تھے۔

[3] در مقامے۔ دقوقی اس خیال سے کہ کسی مقام اور مسکن سے اُنکو محبت پیدا نہ ہو جائے سفر میں رہتے تھے عزۃ المسکن انسان وطن میں عزیز ہوتا ہے سفر میں اجنبی ہونے کی وجہ سے مشقتیں برداشت کرتا ہے۔ عنا: مشقت تکلیف فی الامتحان

روز اندر سیر بُد شب در نماز
دن کو سفر میں، رات کو نماز میں
چشم[1] اندر شاہ باز او ہمچو باز
آنکھ شاہ (کے دیدار) میں کھلی ہوئی وہ باز کی طرح (تھے)

منقطع از خلق نے از بدخوئی
مخلوق سے جدا (تھے) بدمزاجی کی وجہ سے نہیں
منفرد از مرد و زن نے از دوئی
مرد و زن سے اکیلے تھے، منافرت کی وجہ سے نہیں

مشفقے بر خلق و نافع ہمچو آب
مخلوق پر مہربان اور پانی کی طرح نفع رساں (تھے)
خود شفیعے بُد دعایش مستجاب
وہ خود سفارشی اور اُن کی دعا مقبول (تھی)

نیک و بد را مہربان و مستقر
بھلے اور بُرے کے لئے مہربان اور ٹھکانا (تھے)
بہتر از مادر شہی تر از پدر
ماں سے زیادہ بہتر اور باپ سے زیادہ مرغوب (تھے)

گفت[2] پیغمبر شما را اے مہان
پیغمبرؐ نے فرمایا اے سردارو!
چوں پدر ہستم شفیق و مہربان
میں (تمہارے لئے) باپ کی طرح شفیق اور مہربان

زاں سبب کہ جملہ اجزائے منید
کیونکہ تم سب میرے اجزا ہو
جزو را از کل چرا بر می کنید
جزو کو کل سے کیوں جدا کرتے ہو

جزو از کل قطع شد بیکار شد
جزو کل سے کٹا، تو بیکار ہو گیا
عضو از تن قطع شد مردار شد
عضو بدن سے کٹا، تو مردہ ہو گیا

تا نہ پیوندد بہ کل بار دگر
جب تک وہ (عضو) دوبارہ کل سے نہ جڑے
مردہ باشد نبودش از جان خبر
مُردہ رہتا ہے اُس کو جان کا پتہ نہیں رہتا

ور بجنبد نیست آں را خود سند
اگر وہ حرکت کرتا ہے تو وہ (زندگی کی) دلیل نہیں ہے
عضو نو ببریدہ ہم جنبش کند
نیا کٹا ہوا عضو بھی حرکت کرتا ہے

جزو[3] ایں کل گر برد یکسو رود
اِس کل کا جزو اگر کٹے، ایک طرف چلا جائے
ایں نہ آں کل ست کو ناقص شود
یہ وہ کل نہیں ہے جو ناقص ہو جائے

قطع و وصل او نیاید در مقال
اُس سے جدا ہونا اور جڑنا بیان نہیں کیا جا سکتا
چیز ناقص گفتہ شد بہر مثال
مثال کے لئے ایک ناقص بات کہدی گئی ہے

مر علی را بر مثال شیر خواند
حضرت، علیؓ کو شیر کی مانند کہا
شیر مثل او نباشد گرچہ راند
شیر اُن جیسا نہیں ہوتا ہے اگرچہ (یہ مثال) جاری ہو گئی ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسد اللہ کہا جاتا ہے یعنی اُن کو شیر کی مثل قرار دیا گیا ہے لیکن اُن میں اور شیر میں بہت فرق ہے۔ مثال اور مثل میں بالکلیہ مشابہت نہیں ہوتی ہے۔ اِسی طرح آنحضورؐ کے کل اور امتیوں کے اجزاء ہونے کی یہ مثال بھی ایسی ہی ہے۔

[1] چشم۔ اُن کے پیشِ نظر ذاتِ باری رہتی تھی اور وہ باز کی طرح معارف و اسرارِ الٰہی کا شکار کرتے تھے۔ منقطع۔ وہ صرف اللہ کے لئے خلوت کو پسند کرتے تھے ورنہ وہ نہ بدمزاج تھے نہ انہیں لوگوں سے منافرت تھی۔ مشفقے۔ تمام انسانوں سے ان کا محبت اور شفقت کا معاملہ تھا۔ مستجاب۔ قبول شدہ۔ مستقر۔ ٹھکانا۔ شہی۔ مرغوب۔

[2] گفت۔ چونکہ وہ پیغمبرؐ کے پیرو تھے اور پیغمبرؐ نے امت کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ میں تم پر باپ کی طرح مہربان ہوں۔ جملہ اجزاء۔ چونکہ امت کی حیات اور بقا نبی سے وابستہ ہوتی ہے۔ جزو۔ جزو کل سے کٹ کر بیکار ہو جاتا ہے، عضو بدن سے کٹ کر مردار ہو جاتا ہے۔ ور بجنبد۔ اگر نبی سے کٹ کر کچھ آثارِ حیات بھی اس میں نظر آئیں تو اسکو حیات نہ سمجھو اس کی وہ حرکت مذبوحی ہے جانور کا عضو کٹ کر بھی کچھ دیر تک تڑپتا رہتا ہے۔

[3] جزو ایں کل۔ نبی سے جو کٹے گا وہ خود اپنا نقصان کرے گا نبی میں اُس کے جدا ہونے سے کوئی نقص پیدا ہو گا۔ قطع و وصل۔ نبی سے جڑنے اور کٹنے کی یہ ایک ناقص مثال ہم نے دی ہے ورنہ اس حقیقت کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ مر علی۔

بازگشتن بقصۂ دقوقی علیہ الرحمۃ
دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ کی طرف رجوع

از مثال و مثل و فرقِ آں بِراں — جانبِ قصۂ دقوقیؒ اے جواں
مثال اور مثل اور اس کے فرق سے آگے بڑھ — اے جوان! دقوقیؒ کے قصے کی جانب

آنکہ[1] در فتویٰ امامِ خلق بُود — گوئے تقویٰ از فرشتہ می ربود
وہ (دقوقیؒ) جو فتویٰ میں مخلوق کے امام تھے — تقوے میں فرشتے سے بازی لے جاتے تھے

آنکہ اندر سیر مہ را مات کرد — ہم ز دینداریِ اُو دیں رشک خورد
وہ جنھوں نے چلنے میں چاند کو ہرا دیا — جن کی دینداری پر خود دین نے رشک کیا

با چنیں تقویٰ و اوراد و قیام — طالبِ خاصانِ حق بُودے مدام
باوجود ایسے تقوے اور وظائف اور نماز کے — وہ ہمیشہ خاصانِ خدا کے طالب رہتے تھے

در سفر[2] معظم مرادش آں بُدے — کہ دمے بر بندۂ خاصی زدے
سفر میں اُن کی بڑی مراد یہ ہوتی — کہ تھوڑی دیر کسی خاص بندہ سے ملیں

ایں ہمی گفتے چو می رفتے براہ — کُن قرینِ خاصگانم اے اِلٰہ
جب سفر میں جاتے تو یہ کہتے — اے خدا! مجھے مخصوص (بندوں) کا ساتھی بنادے

یا رب آنہا را کہ بشناسد دلم — بندہ و بستہ میاں چوں مُحلم
اے خدا! جن کو میرا دل پہچان لیتا ہے — (اُن کیلئے) میں غلام کمربستہ اور کجاوہ کی طرح ہوں

وانکہ نشناسم تو اے یزدانِ جاں — بر منِ محجوب شاں کُن مہرباں
اور جن کو میں نہیں پہچانتا ہوں تو اے جان کے مالک — اُن کو مجھ ناواقف پر مہربان کردے

حضرتش گفتے کہ اے صدرِ مہیں — ایں چہ عشق ست و چہ استسقا ایں
دربارِ خداوندی اُنسے کہتا اے صدرِ اعظم! — یہ کیسا عشق اور یہ کیسی پیاس ہے؟

مہرِ[3] من داری چہ می جوئی دِگر — چوں خدا با تست چوں جوئی بشر
تم میری محبت رکھتے ہو دوسرے کی محبت کیوں؟ — جبکہ خدا تمہارے ساتھ ہے انسان کی کیوں تلاش کرتے ہو

اُو بگفتے یا رب اے دانائے راز — تو کشودی در دلم راہِ نیاز
وہ جواب دیتے اے خدا! اے راز کو جاننے والے! — تو نے میرے دل میں نیازمندی کا راستہ کھول دیا ہے

در میانِ بحر اگر بنشستہ ام — طمع در آبِ سبو ہم بستہ ام
اگرچہ میں سمندر میں بیٹھا ہوں — گھڑے کے پانی سے بھی میں نے لالچ وابستہ کیا ہے

---

[1] آنکہ۔ یعنی وہ علوم ظاہری میں بھی امامِ وقت تھے اور نیکی میں فرشتوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ سَیر۔ یعنی سیرالی اللہ۔ ہم ز دینداری۔ یعنی انتہائی دیندار تھے۔ اوراد۔ یعنی وظائف۔ قیام۔ یعنی نوافل نماز۔ مدام۔ ہمیشہ

[2] در سفر۔ باوجود تمام بزرگیوں کے دقوقیؒ ہمیشہ بزرگوں کی جستجو اور ملاقات کے متمنی رہتے تھے۔ ہمی گفتے۔ یعنی یہ دعا کرتے تھے۔ یا رب۔ یعنی جن بزرگوں کو میں جان لوں گا اُن کا تو خادم ہوں جو بزرگ ایسے ہیں کہ میری اور اُنکی جان پہچان نہیں ہے ملاقات کے وقت اُن کو بھی مجھ پر مہربان کردینا۔ استسقاء۔ پیاس، پانی کی طلب۔

[3] مہرِ من۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میری محبت کے ہوتے ہوئے اور کیا چاہتا ہے جبکہ تجھے حق کی معیت میسر ہے دوسرے کی معیت کی کیا ضرورت ہے۔ راہِ نیاز یعنی جن بزرگوں سے ملنے کی مجھے تمنا ہے اُن بزرگوں کیلئے نیازمندی۔ بحر یعنی ذاتِ باری۔ سبو۔ یعنی وہ بزرگ جن سے ملنے کی تمنا ہے

ہمچو داؤدم نود نعجہ مراست ۔۔۔ طمع در نعجہ حریفم ہم بجاست

(حضرت) داؤدؑ کی طرح میرے پاس ننانوے بھیڑیں ہیں ۔۔۔ ساتھی کی بھیڑ کا لالچ بھی مناسب ہے

حرص اندر عشقِ تو فخرست و جاہ ۔۔۔ حرص اندر غیرِ تو ننگ و تباہ

تیرے عشق میں لالچ فخر اور مرتبہ ہے ۔۔۔ تیرے غیر میں لالچ ذلت اور تباہی ہے

شہوت و حرصِ نراں پیشی بود ۔۔۔ وآں حیزاں ننگ و بدکیشی بود

مردوں کی شہوت اور لالچ بڑھاؤ ہوتا ہے ۔۔۔ ہیجڑوں کی خواہش ذلت اور بدفعلی ہوتی ہے

حرصِ مرداں از رہِ پیشی بود ۔۔۔ در مخنث حرص سوئے پس رود

مردوں کی حرص آگے کے راستہ سے ہوتی ہے ۔۔۔ ہیجڑے کی حرص پچھلی جانب ہوتی ہے

آں یکے حرص از کمالِ مردی ست ۔۔۔ وآں دگر حرص افتضاح و سرد یست

وہ ایک حرص مردی کے کمال کی وجہ سے ہے ۔۔۔ دوسری حرص، رسوائی اور سستی ہے

آہ سرے ہست اینجا بس نہاں ۔۔۔ کہ سوئے خضرے شود موسیٰ دواں

آہ! یہاں ایک راز پوشیدہ ہے ۔۔۔ کہ حضرت موسیٰؑ حضرت خضرؑ کی طرف دوڑ رہے تھے

ہمچو مستسقی کز آبش سیر نیست ۔۔۔ بر ہر آنچہ یافتی باللہ مایست

استسقاء کے بیمار کی طرح جس کو پانی سے سیرابی نہیں ہوتی ۔۔۔ خدا کی قسم، جو تو نے حاصل کر لیا ہے اس پر نہ ٹھہر

چوں گذشتی زاں دگر نو تر رسد ۔۔۔ آں یکے بالا تر از وے در رسد

جب تو اس سے آگے بڑھے گا دوسری نئی (چیز) آئے گی ۔۔۔ اُس سے اوپر اور چیز ملے گی

بے نہایت حضرتست ایں بارگاہ ۔۔۔ صدر را بگذار صدرِ تست راہ

یہ بارگاہ لامحدود دربار ہے ۔۔۔ صدر کو چھوڑ، تیرا صدر راستہ ہے

سِرِّ طلب کردنِ موسیٰ خضر را علیہما السلام با کمالِ نبوت و قربت

قرب اور نبوت کے باوجود حضرت موسیٰؑ کا حضرت خضرؑ کو تلاش کرنے کا راز

از کلیمِ حق بیاموز اے کریم ۔۔۔ ہیں چہ میگوید ز مشتاقی کلیم

اے بھلے! کلیم اللہ سے سیکھ لے ۔۔۔ آگاہ! کلیمؑ شوق میں کیا کہہ رہے ہیں؟

با چنیں جاہ و چنیں پیغمبری ۔۔۔ طالبِ خضرم ز خود بینی بری

ایسے رتبے اور ایسی پیغمبری کے ہوتے ہوئے ۔۔۔ میں خضرؑ کا طالب ہوں خود بینی سے بری ہوں

موسیا تو قوم خود را ہشتۂ ۔۔۔ در پئے نیکو پئے سرگشتۂ

اے موسیٰؑ! تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے ۔۔۔ ایک نیک خصلت کے پیچھے حیران ہو

۱؎ داؤدؑ۔ غلط طور پر یہ روایت مشہور ہو گئی ہے کہ حضرت داؤدؑ کی ننانوے بیویاں تھیں پھر بھی اُن کو سپاہی کی بیوی سے محبت ہو گئی تھی جس کو انھوں نے مختلف طریقوں سے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ مولانا نے اسی مشہور غلط قصہ کی بنیاد پر یہ شعر فرمادیا ہے۔ حرص۔ یعنی تیرے مقبول بندوں سے عشق تیرے ہی عشق کی حرص کا اثر ہے۔ پیشی یعنی جو راہِ سلوک کے مرد ہیں ان کی حرص مقامات میں ترقی کے لئے ہوتی ہے، نامردوں کی حرص بُرے اعمال کی طرف ہوتی ہے۔ مرداں۔ راہِ سلوک کے مرد۔ مخنث یعنی دنیادار۔ افتضاح۔ رسوائی

۲؎ آہ۔ حضرت دقوقیؒ کی دوسرے اولیاء سے ملاقات کی تمنا ایسی ہی ہے جیسی کہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ سے ملاقات کی تمنا کی اور ان کی ملاقات کیلئے سرگرداں بنے۔ مستسقی۔ استسقا کی بیماری کا مریض جس کو پانی سے کبھی سیرابی نہیں ہوتی ہے۔ مایست۔ سیرابی اللہ کی کوئی انتہا نہیں ہے انہیں جو مقام بھی حاصل ہو اس سے اونچے مقام کی طلب جاری رہنی چاہئے۔

۳؎ صدر۔ غلط فہمی سے اگر کسی مقام کو صدر سمجھ رہے ہو تو وہ صدر مقام نہیں ہے وہ تو راہ کی ایک منزل ہے۔ کلیم۔ بات کرنیوالا۔ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر بغیر واسطہ حضرت حق نے گفتگو کی اسلئے ان کا لقب کلیم اللہ پڑگیا۔ تو گیا حضرت موسیٰ جبکہ حضرت خضر کی تلاش میں چلے تو انکی قوم نے یہ باتیں اُن سے کہیں۔ نیکو پے یعنی حضرت خضرؑ۔

کیقبادی رستہ از خوف و رجا ؎۱ — چند گردی چند جوئی تا کجا
تم شاہ ہو، امید و بیم سے آزاد ہو — کب تک گھومو گے کب تک جستجو کرو گے کہاں تک؟

آنِ تو با تست و تو واقف بریں — آسمانا چند پیمائی زمیں
تمہارا مطلوب تمہارے پاس ہے تم اس سے واقف ہو — اے آسمان! کب تک زمین کی پیمائش کرو گے

گفت موسیٰؑ ایں ملامت کم کنید — آفتاب و ماہ را رہ کم زنید
حضرت موسیٰؑ نے فرمایا، یہ ملامت نہ کرو — سورج، اور چاند کا راستہ نہ روکو

میروم تا مجمع البحرین من — تا شوم مصحوبِ سلطانِ زمن
میں مجمع البحرین تک جاؤں گا — تاکہ شاہِ زمانہ کا ساتھی بنوں

اَجْعَلُ الْخِضْرَ لِاَمْرِیْ سَبَبًا — ذَالِکَ اَوْ اَمْضِیْ وَاَسْرِیْ حُقُبًا
میں حضرت خضرؑ کو اپنے معاملہ کا ذریعہ بناؤں گا — یہ ہو گیا ایک عرصۂ دراز تک چلتا اور پھرتا رہوں گا

سالہا پرّم بہ پرّ و بالہا — سالہا چہ بود ہزاراں سالہا
میں پر و بال کے ساتھ سالوں اُڑتا رہوں گا — (چند) سال کیا ہوتے ہیں، ہزاروں سال

میروم ؎۲ یعنی نمی ارزد بداں — عشقِ جاناں کم مداں ز عشقِ ناں
میں چلتا رہوں گا یعنی یہ چلنا، اُس (محبوب) کی برابر نہیں — محبوب کے عشق کو روٹی کے عشق سے کم نہ سمجھ

ایں سخن پایاں ندارد اے عمو — داستانِ آں دقوقیؒ باز گو
اے چچا! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے — اُن دقوقیؒ کی بات پھر بتا

بازگشتن بقصۂ دقوقی علیہ الرحمۃ

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ کی طرف رجوع

آں دقوقی رحمۃ اللہ علیہ — گفت سافرتُ مُدًی فی خافقیہ
دقوقی رحمۃ اللہ علیہ نے — فرمایا میں نے ایک مدت تک مشرق و مغرب کا

سال و مہ رفتم سفر از عشقِ ماہ ؎۳ — بیخبر از راہ و حیراں در اِلٰہ
چاند کے عشق میں سالوں اور مہینوں میں نے سفر کیا — راستے سے بیخبر تھا اور اللہ (تعالیٰ) میں محو تھا

پا برہنہ رفتہ ام در خاک و سنگ — زانکہ من حیرانم و بیخویش و دنگ
مٹی اور پتھروں میں ننگے پاؤں چلا ہوں — کیونکہ میں محو، اور بے خود اور حیران تھا

تو مبیں ایں پا بہار ابر زمیں — زانکہ بر دل میرود عاشق یقیں
تو ان پاؤں کو زمین پر نہ سمجھ — کیونکہ عاشق واقعۃً دل کے بل پر چلتا ہے

؎۱ خوف و رجا۔ حضرت موسیٰؑ کو قربِ الٰہی کا وہ رتبہ حاصل تھا جس میں اُمید و بیم کا درجہ ختم ہو جاتا ہے۔ آنِ تو یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہے آسمانا۔ یعنی اے موسیٰؑ تم مرتبے کے لحاظ سے آسمان ہو۔ زمین پیمودن۔ پریشان ہونا۔ آفتاب و ماہ۔ یعنی میری اور خضرؑ کی ملاقات قرانُ السعدین ہے مجمع البحرین۔ قرآن کریم میں ہے وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰہُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا۔ جب کہا موسیٰؑ نے اپنے جوان کو میں نہ ہٹوں گا جب تک نہ پہنچ جاؤں جہاں ملتے ہیں دو دریا یا چلا جاؤں قرنوں۔ حقبا۔ زمانہ دراز۔

؎۲ میروم یعنی جستجو کی یہ مشقت اُس مطلوب کے بالمقابل ہیچ ہے۔ عشقِ ناں۔ روٹی کمانے کے لئے آدمی مارا مارا پھرتا ہے۔ خافقین۔ مغرب و مشرق۔ ماہ۔ یعنی ذاتِ الٰہی۔ حیراں۔ یعنی مقامِ تحیر۔

؎۳ بر زمیں۔ عاشق کی سیر ایک درجہ میں جسمانی نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ روحانی ہوتی ہے۔

از رہ و منزل ز کوتاہ و دراز / دل[1] چہ داند کوست مستِ دلنواز

راستہ، اور منزل اور نزدیک اور دور کو / دل کیا جانے، کیونکہ وہ دلنواز کا مست ہے

ایں دراز و کوتہ اوصافِ تن ست / رفتنِ ارواح دیگر رفتن ست

لمبا اور مختصر جسم کے اوصاف ہیں / روحوں کا چلنا، دوسرا چلنا ہے

تو سفر کردی ز نطفہ تا بعقل / نے بگامے بود منزل نے بنقل

تو نے نطفے سے عقل تک سفر کیا / یہ منزل نہ قدم سے طے ہوئی نہ منتقل ہونے سے

سیرِ جاں بیچوں بود در دور و دیر / جسمِ[2] ما از جاں بیاموزید سیر

روح کی سیر مسافت اور زمانہ میں بے کیف ہوتی ہے / ہمارے جسم نے روح سے سیر سیکھی ہے

سیرِ جاں ہر کس نہ بیند جانِ من / لیک سیرِ جسم باشد بر علن

اے جانِ من! روح کی سیر ہر شخص نہیں دیکھتا ہے / ہاں جسم کی سیر علی الاعلان ہوتی ہے

سیرِ[3] جسمانہ رہا کرد او کنوں / می رود بیچوں نہاں در شکلِ چوں

(جسم کی) جسمانی سیر چھوڑ دی، وہ اب / پوشیدہ طور پر کیف کی شکل میں بے کیف چلتا ہے

گفت روزے می شدم مشتاق وار / تا ببینم در بشر انوارِ یار

(دقوقیؒ نے) فرمایا ایک روز میں مشتاقانہ روانہ ہوا / تاکہ کسی انسان میں یار کے انوار دیکھوں

تا ببینم قلزمے در قطرہ / آفتابے درج اندر ذرہ

تاکہ میں ایک قطرے میں سمندر کو دیکھوں / سورج کو ذرے میں داخل (دیکھوں)

نمودن مثالِ ہفت شمع سوئے ساحل

ساحل کی جانب سات شمع جیسی نظر آنا

چوں رسیدم سوئے یک ساحل بگام / بود بیگہ گشتہ روز و وقتِ شام

جب میں پیدل ایک ساحل کی جانب پہنچا / دن بے وقت ہو گیا تھا اور شام کا وقت تھا

بعد ازاں ناگہ چہ دیدم گویمت / تا بدانی سرِ آں افزویمت

اسکے بعد اچانک میں نے کیا دیکھا، میں تجھے بتاتا ہوں / تاکہ تو اس کا راز جان لے، میں بڑھ کر بیان کرتا ہوں

ہفت شمع از دور دیدم ناگہاں / اندراں ساحل شتابیدم بداں

ہم نے دور سے اچانک سات شمعیں دیکھیں / ان کی وجہ سے میں اس ساحل کی طرف لپکا

نور و شعلہ ہر یکے شمعے ازاں / بر شدہ خوش تا عنانِ آسماں

ان میں سے ہر ایک شمع کا نور اور شعلہ / آسمان کی فضا تک، بہت اونچا تھا

---

[1] دل چہ داند۔ دل کی سیر میں قریب و بعید کوئی چیز نہیں ہوتی ہے۔ تو سفر جس طرح انسان کی سیر نطفہ سے لے کر عقل آنے کے زمانے تک کی ہے اسی طرح روح کی سیر ہے کہ نہ اس میں تھکن ہوتی ہے نہ دوریٔ منزل کا تصور آتا ہے۔

[2] جسمِ ما۔ عاشقوں کی سیر در اصل روحانی ہے، جسمانی سیر محض اس کے تابع ہے لہٰذا جسمانی سیر کے عوارض ان پر طاری نہیں ہوتے ہیں۔ سیرِ جاں۔ روحانی سیر کو ہر شخص محسوس نہیں کر سکتا جسمانی رفتار اور سیر کو سب دیکھ لیتے ہیں۔

[3] سیرِ جسمانہ۔ عاشق کی سیر اگرچہ بشکلِ جسمانی ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ روحانی سیر کرتا ہے جو کہ بے کیف ہوتی ہے۔ تا ببینم۔ تاکہ دریائے وحدت کو جسمِ انسانی میں مشاہدہ کروں اور آفتاب کو ذرہ میں دیکھوں۔ بگام۔ قدم۔ عنانِ۔ فضا۔

خیرہ گشتم خیرگی ہم خیرہ گشت
میں حیران رہ گیا، حیرانی بھی حیران ہو گئی

موجِ حیرت عقل را از سر گذشت
حیرت کی موج عقل کے اوپر سے گزر گئی

کایں[1] چگونہ شمعہا افروختہ است
کہ یہ شمعیں کس طرح سے روشن ہیں؟

کہ دو دیدہ خلق زینہا دوختہ است
کہ مخلوق کی دونوں آنکھیں اُن سے بند ہیں

خلق جویانِ چراغے گشتہ بُود
مخلوق چراغ کی جستجو میں تھی

پیشِ آں شمعے کہ بر مہ می فزود
اُن شمعوں کے ہوتے ہوئے جو چاند سے بڑھی ہوئی تھیں

چشم بندی بُد عجب بر دیدہا
آنکھوں پر عجیب چشم بندی تھی

بندشاں میکرد یہدی من یشا
اُن کی بندش وہ کر رہا تھا جو جس کو چاہے ہدایت دے

شدنِ آں ہفت شمع بر مثالِ یک شمع
اُن ساتوں شمعوں کا ایک شمع جیسا ہو جانا

باز میدیدم کہ شُد آں ہفت یک
پھر میں نے دیکھا کہ وہ ساتوں شمعیں ایک ہو گئیں

می شگافد نورِ اُو جیبِ[2] فلک
اُس کا نور آسمان کا گریبان پھاڑ رہا تھا

باز آں یک بارِ دیگر ہفت شُد
پھر وہ ایک دوبارہ سات ہو گئی

مستی و حیرانی من زفت شُد
میری مستی اور حیرانی سخت ہو گئی

اتصالاتے میانِ شمعہا
شمعوں میں وہ جوڑ تھا

کہ نیاید بر زبان و گفتِ ما
جو کہ زبان اور گفتگو میں نہیں آسکتا

آنکہ یک دیدن کُند ادراک آں
ایک نظر جو کچھ محسوس کر لیتی ہے

سالہا نتواں نمودن از زباں
زبان سے اُس کو سالوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا

آنکہ یکدم[3] بیندش ادراکِ ہوش
جس کو علم و ہوش ایک دم دیکھ لیتا ہے

سالہا نتواں شنیدن آں بگوش
اُس کو کانوں کے ذریعہ سالوں میں نہیں سنا جا سکتا

چونکہ پایانے ندارد رو الیک
چونکہ یہ بات لامحدود ہے، جا پھر یہ ہٹ

زانکہ لَا اُحْصِی ثَنَاءً مَا عَلَیکَ
اسلئے کہ میں تھوڑی سی تعریف کا بھی تیرے لئے احاطہ نہیں کر سکتا

پیشتر رفتم دواں کاں شمعہا
میں دوڑتا ہوا آگے بڑھا، کہ وہ شمعیں

تا چہ چیز است از نشانِ کبریا
اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کیا چیز ہیں؟

می شدم بیہوش و بیخویش و خراب
میں بے ہوش اور بے خود اور خستہ ہو گیا

تا بیفتادم ز تعجیل و شتاب
یہاں تک کہ میں عجلت اور جلدی میں گر پڑا

---

[1] کایں چگونہ۔ دراصل وہ سات شمعیں اُن سات اولیاً کا نور تھا جس کو صاحبِ باطن ہی دیکھ سکتا تھا عوام کو وہ نظر نہ آتا تھا۔ یہدی من یشاء۔ یعنی ذاتِ خداوندی۔

[2] جیب۔ گریبان۔ اتصالاتے۔ اُن شمعوں کے باہمی اتصال کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے۔ آنکہ۔ یہ اُن کا باہمی اتصال محض دیدنی ہے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

[3] یک دم۔ علم و ہوش جس چیز کو تھوڑی دیر میں سمجھ جاتا ہے اُس کو سالوں میں بھی سننا ممکن نہیں ہے۔ لَا اُحصِی۔ اُن بزرگوں کا یہ نور تجلیاتِ رب تھیں اُن کی تعریف ممکن نہیں ہے۔ تعجیل۔ عجلت۔

ساعتے بیہوش و بے عقل اندریں — اوفتادم بر سرِ خاکِ زمیں
تھوڑی دیر بیہوش اور بے عقل اس حالت میں — میں زمین کی خاک پر پڑا رہا

بازؔ باہوش آمدم برخاستم — در روشِ گوئی نہ سر نے پاستم
پھر میں ہوش میں آیا، اٹھا — رفتار میں گویا نہ میرے سر تھا نہ پاؤں

نمودن آں شمعہا در نظرِ آں شیخ ہفت مرد
اُن شیخ کی نظر میں اُن شمعوں کا سات مرد ظاہر ہونا

ہفت شمع اندر نظر شد ہفت مرد — نورِ شاں می شد بسقفِ لاجورد
دیکھنے میں سات شمعیں سات مرد بن گئے — اُن کا نور نیلگوں چھت (آسمان) تک پہنچ رہا تھا

پیشِ آں انوار نورِ روز دُرد — از صلابت نورہا را می سترد
اُن نوروں کے سامنے دن کا نور بھی ماند تھا — شدت کی وجہ سے (اور) نوروں کا صفایا کر رہا تھا

بازؔ حیراں گشتم اندر صنعِ ربّ — کاں چنیں چوں شد چگونہ ست اے عجب
میں پھر خدا کی کاریگری میں حیران ہو گیا — تعجب ہے کہ یہ کیسے ہوا، کیسے ہے؟

پیشتر رفتم کہ نیکو بنگرم — تا چہ حال ست اینکہ میگردد سرم
میں آگے گیا، تاکہ اچھی طرح دیکھوں — کہ یہ کیا حال ہے کہ میرا سر چکرا رہا ہے؟

باز شدنِ آں شمعہا ہفت درخت
اُن شمعوں کا پھر سات درخت بن جانا

باز ہر یک مرد شد شکلِ درخت — چشم از سبزیِّ ایشاں نیکبخت
پھر ہر مرد ایک درخت کی شکل ہو گیا — اُن کی سبزی سے آنکھ بہرہ مند تھی

ز انبہی برگ پیدا نیست شاخ — برگ ہم گم گشتہ از میوہ فراخ
پتوں کی کثرت سے، شاخ نظر نہیں آتی — میوے کی کثرت سے پتے بھی گم ہو گئے تھے

ہر درختے شاخ بر سدرہ زدہ — سدرہؔ چہ بُود از خلا بیروں شدہ
ہر درخت نے شاخ سدرہ تک پہنچائی ہے — سدرہ کیا ہوتا ہے خلاء سے بھی باہر نکل گئی ہے

بیخ ہر یک رفتہ در قعرِ زمیں — زیر تر از گاو و ماہی بُد یقیں
ہر ایک کی جڑ زمین کی گہرائی میں تھی — جو یقیناً مچھلی اور گائے سے بھی نیچے تھی

بیخِ شاں از شاخ خنداں روئے تر — عقل ازاں اشکالِ شاں زیر و زبر
ان کی جڑ شاخ سے بھی زیادہ پُر رونق اور تر و تازہ تھی — ان کی شکلوں سے عقل درہم برہم تھی

لہ بازؔ: یعنی ہوش میں آ کر میں ان شمعوں کی طرف بے تحاشا بھاگا۔ لاجورد: نیلا یعنی آسمان۔ دُرد: گدلا۔ آز صلابت: وہ نور اس قدر تیز تھا کہ دوسرے نور اس کے بالمقابل ہیچ تھے۔

لہ بازؔ حیراں: میں حیران تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کیا کاریگری ہے کہ وہ شمعیں انسانی صورت اختیار کر رہی ہیں۔ چشم: یعنی اُن درختوں کی سبزی اس قدر دیدہ زیب تھی جو آنکھوں کے لئے ایک نعمت تھی۔ زانبہی: پتے اس قدر گھنے تھے کہ شاخ نظر نہ آتی تھی پھل اس قدر زیادہ تھے کہ انہیں پتے چھپ گئے تھے۔

لہ سدرہ: سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر ایک بیری کے درخت جیسا درخت ہے جو حضرت جبرئیل کی پرواز اور مخلوق کے علم کی انتہا ہے۔ خلا: یعنی سدرۃ المنتہیٰ سے بالائی حصہ۔ گاو و ماہی: مولانا نے عوام کے عقیدہ کے مطابق یہ شعر فرمایا ہے عوام میں یہ ایک غلط عقیدہ قائم ہو گیا ہے کہ زمین ایک گائے کے سینگ پر قائم ہے اور وہ گائے مچھلی کی پشت پر کھڑی ہے۔ بیخ شاں: جڑ میں تری و تازگی نہیں ہوتی لیکن اُن درختوں کی جڑ بھی پُر رونق اور تر و تازہ تھی۔

میوہ کر بشگافیدے ز زور[۱] — ہمچو آب از میوہ جستے برق نور
زور میں آکر جو پھل پھٹتا تھا — پانی کی طرح نور کے کوندے پھل سے نکلتے تھے

مخفی بودن آں درختاں از چشمِ خلق

اُن درختوں کا لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہونا

ایں عجب تر کہ بر ایشاں می گذشت — صد ہزاراں خلق از صحرا و دشت
یہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز تھا کہ ان پر گذرتے — جنگل اور میدان سے لاکھوں انسان

زآرزوئے سایہ جاں می باختند — از گلیمے سائباں می ساختند
سایہ کی تمنا میں جان کی بازی لگاتے تھے — کمبلوں کے سائبان بناتے تھے

سایۂ آں را نمی دیدند ہیچ — صد تفو بر دیدہائے ہیچ پیچ
وہ اُن (درختوں) کا سایہ بالکل نہ دیکھتے تھے — ایسی کج آنکھوں پر سو بار تُف ہے

ختم کردہ[۲] قہرِ حق بر دیدہا — کہ نہ بیند ماہ را بیند سُہا
اللہ تعالیٰ کے قہر نے آنکھوں پر مہر لگا دی تھی — کہ چاند کو نہ دیکھیں، سُہا کو دیکھ لیں

ذرہ را بیند و خورشید نے — لیک از لطف و کرم نومید نے
ذرہ کو دیکھ لیں، اور سورج کو نہ دیکھیں — لیکن لطف اور کرم سے نا امید بھی نہیں

کاروانہا بے نوا ویں میوہا — پختہ می ریزد چہ سحر ست اے خدا
قافلے مفلس، اور یہ پھل — پکے گر رہے ہیں اے اللہ! یہ کیسا جادو ہے؟

سیب پوسیدہ ہمی چیدند خلق — در ہم افتادہ بہ یغما خشک حلق
لوگ سڑے ہوئے سیب چُن رہے تھے — لوٹ مار میں، پیاسے باہم لڑ رہے تھے

گفت[۳] ہر برگ و شگوفہ آں غصون — دمبدم یا لیت قومی یعلمون
اُن شاخوں کا ہر پتہ اور کلی کہہ رہی تھی — ہر وقت، کاش میری قوم جان لیتی

بانگ می آمد ز سُوئے ہر درخت — سُوئے ما آئید خلقِ شور بخت
ہر درخت کی جانب سے آواز آرہی تھی — بدبخت لوگو! ہماری طرف آؤ

بانگ می آمد زغیرت بر شجر — چشمِ شاں بستیم کلا لا وزر
درخت کو غیرت (خداوندی) کی جانب سے آواز آئی — ہم نے اُن کی آنکھیں بند کر دی ہیں ہرگز ٹھکانا نہیں ہے

گر کسے می گفت شاں کیں سُو روید — تا ازیں اشجار مستسعد شوید
اگر ان سے کوئی کہتا تھا کہ اس جانب جاؤ — تاکہ تم اِن درختوں سے مستفیع ہو

[۱] میوہ۔ پھل خوب پک کر پھٹنے لگتا ہے۔ اتنی عجب۔ لاکھوں انسان وہاں سے گذر رہے تھے لیکن وہ اُن درختوں کو نہیں دیکھ پاتے تھے۔ زآرزو۔ یہ بھی نہیں تھا کہ اُن لوگوں کو سایہ کی ضرورت نہ ہو۔

[۲] ختم کردہ۔ اُن لوگوں کے اُن درختوں کو نہ دیکھ سکنے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کی نگاہوں پر مُہریں لگا دی تھیں۔ سُہا۔ بنات النعش کا ایک چھوٹا سا ستارہ ہے یعنی وہ معمولی چیز کو دیکھ لیتے تھے لیکن اس قدر منور چیز کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لیک۔ یعنی یہ لوگ اولیاء سے ملنے کی جدوجہد بھی نہیں کرتے ہیں اور اپنی آنکھوں کے مُہریں زائل کرنے کی تدبیر بھی نہیں کرتے ہیں اور خواہ مخواہ امیدوار بھی ہیں۔ سیب پوسیدہ۔ یعنی علوم و اسرار خداوندی کی طرف توجہ نہیں کرتے اور دنیاوی علوم کے حصول میں دست و گریباں ہیں۔

[۳] گفت۔ اس نور کا ہر جز اس کی تمنا کرتا تھا کہ کاش قوم اس کو پہچان لے اور اس کے ذریعہ راہ نجات پر چل پڑے۔ بانگ۔ اس نور کی پکار پر غیرت خداوندی کی طرف سے آواز آئی کہ انکو دعوت نہ دے اُن کی آنکھوں پر مُہر لگا دی گئی ہے اُن کیلئے اب کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ مستسعد سعادت حاصل کرنے والا۔

جملہ[1] میگفتند کایں مسکینِ مست | از قضاء اللہ دیوانہ شُدست
سب کہتے تھے، کہ یہ بیچارہ مدہوش | اللہ کے حکم سے، دیوانہ ہوگیا ہے

مغزِ ایں مسکیں ز سودائے دراز | وز ریاضت گشتہ فاسد چوں پیاز
اِس بیچارے کا دماغ طویل وہم سے | اور مجاہدے سے پیاز کی طرح سڑ گیا ہے

اُو عجب می ماند یا رب حال چیست | خلق را ایں پردہ و ضلال چیست
وہ تعجب میں رہ جاتا ہے اے خدا! یہ کیا حال ہے؟ | لوگوں (کی عقل) پر یہ پردہ اور گمراہی کیسی ہے؟

خلق گوناگوں با صد رائے و عقل | یک قدم آں سُو نمی آرند نقل
مختلف قسم کے لوگ سینکڑوں رائے اور عقل کے ہوتے ہوئے | اس جانب ایک قدم نہیں بڑھاتے ہیں

عاقلان و زیرکاں شاں ز اتفاق | گشتہ منکر زاینچنیں باغے و عاق
اُن میں سے سمجھدار اور ذہین بالاتفاق | ایسے باغ کے مُنکر اور نافرمان بن گئے

یا منم[2] دیوانہ و حیراں شدہ | دیو چیزے مر مرا بر سر زدہ
یا میں ہی دیوانہ اور پاگل ہوگیا ہوں | شیطان نے کچھ مجھ پر مسلط کر دیا ہے

چشم می مالم بہر لحظہ کہ من | خواب بینم یا خیال اندر زمن
میں ہر دم آنکھیں ملتا ہوں کہ میں | دنیا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا خیال (محض) ہے

خواب[3] چہ بُود بر درختاں میروم | میوہاشاں می خورم چوں نگروم
خواب کیا ہوتا ہے، میں درختوں پر گھوم رہا ہوں | میں اُنکے پھل کھا رہا ہوں گرویدہ کیسے نہ ہوں!

باز چوں من بنگرم در منکراں | کہ ہمی گیرند زیں بُستاں کراں
پھر جب میں منکروں کو دیکھتا ہوں | کہ وہ اِس باغ سے کنارہ کر رہے ہیں

با کمالِ احتیاج و افتقار | ز آرزوئے نیم غورہ جاں سپار
پوری احتیاج، اور ضرورت کے باوجود | ادھ کچرے پھلوں کی آرزو میں جان کھوتے ہوئے

ز اشتیاق و حرصِ یک برگ درخت | میزنند ایں بے نوایاں آہِ سخت
درخت کے ایک پتے کے شوق اور حرص میں | یہ بے سہارا سخت آہیں بھر رہے ہیں

در ہزیمت زیں درخت و زیں ثمار | ایں خلائق صد ہزار اندر ہزار
اِن درختوں اور پھلوں سے پیچھے ہٹتے ہوئے | یہ لوگ لکھو کھا

باز می گویم عجب من بیخودم | دست در شاخِ خیالی در زدم
پھر میں کہتا ہوں (کہ) میں عجیب بیہوش ہوں | ایک خیالی شاخ کو پکڑ رہا ہوں

[1] جملہ۔ دعوت الی اللہ کے جواب میں منکرین کیجانب سے داعی کو بھی جواب ملتا ہے۔ ریاضت چونکہ اس داعی نے مشقتیں برداشت کی ہیں اور مجاہدے کئے ہیں لہٰذا دماغ میں خشکی آگئی ہے۔ او عجب۔ داعی کو تعجب ہوتا ہے کہ باوجود اسقدر واضح علامتوں کے یہ لوگ دعوت کو کیوں نہیں قبول کرتے ہیں۔ عاقلاں۔ دنیا کے معاملات میں سب عقلمند ہیں لیکن اس روحانی چمنستان کے بے عقلی سے منکر بن رہے ہیں۔

[2] یا منم۔ منکرین کے انکار سے داعی میں خود اپنے بارے میں وسوسے پیدا ہونے لگتے ہیں۔

[3] خواب چہ۔ وہ داعی پھر سوچتا ہے کہ خواب تو بالکل نہیں ہے کیونکہ میں نفس الامر میں اِن چیزوں کو دیکھ رہا ہوں اور اُن سے نفع اندوز ہو رہا ہوں۔ باز۔ غرضیکہ داعی کے سامنے ایک طرف حقیقتیں ہوتی ہیں اور دوسری طرف منکرین کا بالاتفاق انکار، تو اُس کو شکوک و شبہات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ ز اشتیاق۔ یعنی یہ بھی نہیں کہ اُن چیزوں کی اُن کو طلب و احتیاج نہ ہو۔

هین بخواں استیأس الرسل[1] اے عمو — تا بظنوا انہم قد کذبوا
ہاں اے چچا! استیأس الرسل پڑھ — ظنوا انہم قد کذبوا تک

ایں قرأت خواں کہ تخفیفِ کذب — ایں بود کہ خویش بیند محتجب
یہ قرأت پڑھ کیونکہ کذب کو تخفیف سے پڑھنا — یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو محجوب دیکھے

درگماں افتاد جانِ انبیاء — زاتفاقِ منکری اشقیا
انبیاء کی جان، شک میں پڑ گئی — بدبخت منکروں کے باہم متفق ہوجانے سے

جاءھم بعد التشکک نصرنا — ترکِ شاں[2] گو بر درختِ جاں برآ
شک میں پڑ جانے کے بعد اُنکے پاس ہماری مدد پہنچی — اُن کو چھوڑ، روح کے درخت پر آ

میخور و میدہ بلا کش روزی ست — ہر دم و ہر لحظہ سحر آموزی ست
کھا اور اس کو دے جس کا مقدر ہے — ہر وقت اور ہر لحظہ عجائب کا سکھانا ہے

خلق[3] گویاں اے عجب ایں بانگ چیست — چونکہ صحرا از درخت و بر تہی ست
لوگ کہتے تھے اے تعجب یہ آواز کیسی ہے؟ — جبکہ جنگل، درختوں اور پھلوں سے خالی ہے

کیج گشتیم از دمِ سودائیاں — کہ بنزدیک شما باغ ست و خواں
ہم (ان) دیوانوں کی باتوں سے احمق بن گئے — کہ تمہارے نزدیک باغ اور خوان ہے

چشم می مالیم و اینجا باغ نیست — یا بیابانیست یا مشکل رہیست
ہم آنکھیں ملتے ہیں اور اس جگہ باغ نہیں ہے — یا تو جنگل ہے، یا دشوار گذار راستہ ہے

اے عجب چندیں دراز ایں ماجرا — چوں بود بیہودہ و ہزل و خطا
تعجب ہے، اس قدر طویل قصہ — بیہودہ اور مذاق اور غلط کیسے ہوسکتا ہے؟

من ہمیگویم چو ایشاں اے عجب — ایں چنیں مہرے چرا زد صنعِ رب
میں بھی اُن کی طرح کہتا ہوں تعجب ہے — اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری نے ایسی مُہر کیوں لگائی ہے

---

[1] ہین۔ مولانا نے یہ مضمون بیان فرمایا کہ منکروں کے انکار سے خود داعی میں اپنے اور حقائق کے بارے میں شک پیدا ہو جاتے ہیں اب اس مضمون کی تائید میں اس آیت سے استدلال کرتے ہیں قرآن پاک میں ہے حتیٰ اذا استیأس الرسل و ظنوا انہم قد کذبوا جاءھم نصرنا۔ اس آیت میں لفظ کذبوا میں دو قرأتیں ہیں ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرأت ہے وہ اس لفظ کو کذّبوا دال کی تشدید کے ساتھ پڑھتی تھیں اس قرأت پر ترجمہ یہ ہوگا۔ یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہوگئے اور اُن کو یقین ہوگیا کہ اُنکی قوم نے انکو جھٹلایا تو انکے پاس ہماری مدد آ پہنچی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس لفظ کو کُذِبُوا پڑھتے تھے اس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ اُن رسولوں کو یہ دھوکہ آنے لگا کہ اُن سے مدد کا وعدہ غلط کیا گیا تھا۔ مولانا اپنے مناسب مضمون کی مطابقت میں اس لفظ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق پڑھ کر ترجمہ کرتے ہیں محتجب۔ یعنی یہ بدگمانی اس وقت ہونے لگتی ہے جب وہ داعی اپنے آپ کو اللہ کی مدد سے روکا گیا سمجھنے لگتا ہے۔

[2] ترکِ شاں۔ یعنی اس داعی کو اللہ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ اُن منکروں سے قطع نظر کرے اور خود اُن غیبی اسرار و معارف سے فائدہ اٹھا اور ان لوگوں کو فائدہ پہنچا جن کے مقدر میں فائدہ ہے۔ سحر آموزی۔ یعنی اولیاء اللہ سے ہر وقت عجائب و غرائب کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔

[3] خلق گویاں۔ منکر کہتے ہیں کہ یہاں نہ باغ ہے نہ پھل یہ شخص کیوں اُن کی دعوت دے رہا ہے۔ کیج گشتیم۔ اور وہ منکر یہ بھی کہتے ہیں کہ ان دیوانے داعیوں نے ہمیں دیوانہ بنا دیا ہے۔ مگر یہ داعی یہ کہتے رہتے ہیں۔ چشم مالیم۔ منکر کہتے ہیں ہم اچھی طرح دیکھ رہے ہیں، ہمیں کچھ نظر نہیں آتا، صرف بیابان اور مشکل راستہ ضرور نظر آتا ہے۔ اے عجب۔ داعی کہتے ہیں کہ اس قدر طویل واقعات اور حقائق غلط اور وہم کیسے ہوسکتے ہیں اللہ نے اُن کے مُہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے یہ اندھے بہرے ہیں نہ کچھ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔

زیںؔ[1] تنازعہا محمدؐ در عجب
(انہی قسم کے) اختلافات سے محمدؐ تعجب میں تھے

در تعجب نیز ماندہ بولہب
ابولہب بھی تعجب میں پڑا ہوا تھا

زیں عجب تا آں عجب فرقیست ژرف
اِس تعجب اور اُس تعجب میں گہرا فرق ہے

تا چہ خواہد کرد سلطانِ شگرف
دیکھو عظیم شہنشاہ کیا کرے گا

اے دقوقی تیز تر راں ہیں خموش
اے دقوقی تیز چلا خبردار! چُپ ہو جا

چند گوئی چند چوں قحط ست گوش
جبکہ (سمجھنے والے) کان کا قحط ہے کتنا کہے گا

یک درخت شدن آں ہفت درخت در نظرِ او
اُن کی نگاہ میں اُن سات درختوں کا ایک درخت بن جانا

گفت راندم پیشتر من نیکبخت
(دقوقیؒ نے) فرمایا میں سعادتمند آگے بڑھا

باز شد آں ہفت جملہ یک درخت
پھر وہ سب سات (درخت)، ایک ہو گئے

ہفتؔ[2] می شد فرد می شد ہر دمے
وہ کبھی سات ہو جاتے، کبھی ایک

من چساں می گشتم از حیرت ہمے
میرا بھی حیرت سے، عجب حال تھا

بعد ازاں دیدم درختاں در نماز
اسکے بعد میں نے درختوں کو نماز کی حالت میں دیکھا

صف کشیدہ چوں جماعت کردہ ساز
صف بنائے ہوئے جماعت کیطرح ساز و سامان کئے

یک درخت از پیش مانند امام
امام کی طرح ایک درخت آگے

دیگراں اندر پسِ او در قیام
دوسرے اُس کے پیچھے قیام میں

آںؔ[3] قیام و آں رکوع و آں سجود
وہ قیام، وہ رکوع، وہ سجدہ

از درختاں بس شگفتم می نمود
درختوں سے مجھے بہت عجیب معلوم ہوا

یاد کردم قولِ حق را آں زماں
اُس وقت مجھے اللہ (تعالیٰ) کا قول یاد آیا

گفت وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ
فرمایا ہے، بیلیں اور درخت سجدہ کرتے ہیں

ایں درختاں را نہ زانو نے میاں
اِن درختوں کے نہ زانو ہے نہ کمر

ایں چہ ترتیبِ نماز ست آنچناں
اِس طرح نماز کی یہ کیا ترتیب ہے؟

آمد الہامِ خدا کاے با فروز
خدا کا الہام آیا، کہ اے پُرنور!

ایں عجب داری ز کارِ ما ہنوز
تجھے اب تک ہمارے کام پر تعجب ہے

ہفت مرد شدن آں ہفت درخت
اُن سات درختوں کا سات مرد بن جانا

---

[1] زیں تنازعہا۔ اسی قسم کے جھگڑے آنحضورؐ کے ساتھ قریش نے کئے اس طرف اُن کے انکار پر آنحضورؐ کو تعجب ہوتا تھا دوسری طرف آنحضورؐ کی دعوت پر ابولہب کو تعجب ہوتا تھا۔ اس عجب یعنی داعی کا قوم کے انکار پر تعجب اور منکرین کا داعی کی دعوت پر تعجب اِن دونوں میں انجام کے اعتبار سے بہت بڑا فرق ہے

[2] ہفت۔ اِن سات درختوں کا کبھی ایک بننا کبھی سات بن جانا میرے لئے انتہائی حیرت کا سبب تھا۔ بعد ازاں۔ اِس کیفیت کے بعد اُن سات درختوں نے نماز کی صف بندی کی اور اُن میں سے ایک امام بن گیا۔

[3] آں قیام۔ درختوں کی نماز پر مجھے بڑا تعجب ہوا پھر مجھے قرآن کی یہ آیت یاد آئی وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ یعنی زمین وغیرہ پر پھیلنے والی بیلیں اور درخت اللہ کو سجدے کرتے ہیں۔ نہ زانو۔ نماز میں کھڑا ہوا جاتا ہے اور التحیات میں زانو کے بل بیٹھا جاتا ہے، اِن درختوں کے نہ کمر ہے کہ یہ کھڑے ہو سکیں نہ زانو ہے کہ اُس کے بل بیٹھ سکیں تو یہ کیسی نماز ہے۔

بعد دیرے[1] گشتہ آنہا ہفت مرد ... جملہ در قعدہ پَئے یزدانِ فرد
تھوڑی دیر کے بعد وہ (درخت) سات مرد بن گئے ... اللہ اَحد کے لئے سب قعدہ میں تھے

چشم می مالم کہ آں ہفت ارسلاں ... تا کیانند و چہ دارند از جہاں
میں آنکھیں مَلتا تھا کہ وہ سات شیر (مرد) ... کون ہیں اور دنیا سے کیا (مرتبہ) رکھتے ہیں؟

چوں بہ نزدیکی رسیدم من ز راہ ... کردم ایشاں را سلام از انتباہ
جب میں راستے سے (ان کے) قریب پہنچا ... ہوش سے میں نے ان کو سلام کیا

قوم گفتندم جوابِ آں سلام ... اے دقوقی مفخر و تاجِ کرام
قوم نے مجھ سے اس سلام کے جواب میں کہا ... اے دقوقی بزرگوں کے لئے باعثِ فخر اور تاج

گفتم آخر چوں مرا بشناختند[2] ... پیش ازیں بر من نظر ننداختند
میں نے (دل میں) کہا وہ مجھے کیسے پہچان گئے؟ ... اس سے پہلے انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہے

از ضمیرِ من بدانستند زود ... یک دگر را بنگریدند از فرود
وہ میرے دل کی بات فوراً سمجھ گئے ... نیچی نظروں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا

پاسخم دادند کاے جانِ عزیز ... چوں بپوشیدست اینہا بر تو نیز
انھوں نے مجھے جواب دیا کہ اے پیارے! ... یہ تم پر بھی کیوں پوشیدہ ہے؟

بر دلے کو در تحیر با خداست ... کے شود پوشیدہ رازِ چپ و راست
اُس دل پر جس کو خدا کے ساتھ تحیر ہے ... دائیں اور بائیں کا راز کب پوشیدہ ہوتا ہے؟

گفتمے[3] ار سوئے حقائق بشگفید ... چوں ز حرف و اسمِ رسمی واقفید
میں نے کہا حقائق کی جانب اگر تم شگفتہ ہو ... رسمی نام اور حرف سے کیسے واقف ہو؟

ایں سخن چوں آمد از من در خطاب ... آں شہاں در حال گفتندم جواب
جب گفتگو میں میری جانب سے یہ بات آئی ... اُن شاہوں نے فوراً مجھے جواب دیا

گفت اگر اسمے شود غیب از ولی ... آں ز استغراق داں نز جاہلی
کہا اگر ولی سے، کوئی نام غائب ہو ... تو وہ استغراق کی وجہ سے سمجھ، نہ کہ لاعلمی سے

بعد ازاں گفتند ما را آرزو ... ہست بر تو اقتدا اے خوبرو
اُس کے بعد انھوں نے کہا، ہماری تمنا ... تیری اِقتداء کرنے کی ہے اے حسین!

گفتم آرے لیک یک ساعت کہ من ... مشکلاتے دارم از دورِ زمن
میں نے کہا ہاں، لیکن تھوڑی دیر بعد، کیونکہ میں ... زمانہ کے انقلاب کی وجہ سے کچھ مشکلات رکھتا ہوں

[1] بعد دیرے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ سات درخت پھر سات انسان بن گئے اور قعدہ میں ہیں یعنی التحیات بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔ ارسلان۔ بشیر۔ چہ دارند۔ یعنی اُن کا دنیا میں کس قدر اونچا مرتبہ ہے۔ انتباہ۔ آگاہی۔ مفخر۔ جائے فخر۔

[2] بشناختند۔ چونکہ انہوں نے نام لیا تھا۔ فرود یعنی نیچی نگاہوں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا۔ بر دلے جس قلب کو اللہ کے ساتھ مقامِ حیرت کا قرب حاصل ہوتا ہے اُس پر سب مخفی باتیں منکشف ہوجاتی ہیں۔

[3] گفتمے۔ میں نے ان بزرگوں سے کہا کہ اولیاء کی حقیقتوں کی طرف توجہ ہوتی ہے اور وہ صرف اُن کا ادراک کرتے ہیں رسمی نام کی طرف متوجہ نہیں ہوتے نہ اُن کو اُس کا ادراک ہوتا ہے تو آپ نے میرا نام دقوقی کیسے جان لیا۔ آں ز استغراق۔ چونکہ ولی معرفتِ حق میں مستغرق رہتا ہے اس لئے رسمی ناموں کا ذہول ہو جاتا ہے یہ نہیں ہے کہ اُن کو باطنی توجہ کے ذریعہ نام معلوم کرلینے کی قدرت نہیں ہے۔ اقتداء۔ نماز میں مقتدی بننا۔

تا شود آں حل بہ صحبتہائے پاک[1]

تاکہ پاک صحبتوں سے، وہ حل ہو جائیں

کز بہ صحبت روید انگورے زخاک

کیونکہ صحبت سے مٹی سے انگور اُگتا ہے

دانۂ پُر مغز باخاکِ دژم

پُر مغز دانہ نے، افسردہ مٹی کو

خلوتی و صحبتی کرد از کرم

کرم سے خلوتی اور ساتھی بنا لیا ہے

خویشتن در خاک کُلّی محو کرد

(دانہ نے) اپنے آپ کو بالکلیہ مٹی میں ملا دیا

تا نماندش رنگ و بُو و سُرخ و زرد

حتیٰ کہ اُس کا رنگ بُو اور سُرخ و زرد باقی نہ رہا

از پسِ آں محو قبض اُو نماند

اُس کے بعد اُس کا سمٹاؤ باقی نہ رہا

بر گشاد و بسط شد مرکب براند

کُھل گیا اور پھیل گیا، سواری بڑھا دی

پیشِ اصلِ[2] خویش چوں بیخویش شد

جب وہ اپنی اصل کے سامنے بیخود ہو گیا

رفت صورت جلوۂ معنیش شد

صورت ختم ہو گئی اُسکے باطن کا جلوہ نمودار ہو گیا

سر چنیں کردند ہیں فرماں تراست

انھوں نے سر اس طرح کیا، ہاں جو تیرا حکم ہو

تف دل از سر چنیں کردن بجاست

اس طرح سر کرنے سے دل سے ایک شعلہ نکلا

ساعتے با آں گروہِ مجتبے

تھوڑی دیر کے لئے اُس برگزیدہ گروہ کے ساتھ

چوں مراقب گشتم و از خود جدا

جب میں مراقب اور اپنے سے جُدا ہوا

ہمدر آں ساعت ز ساعت رست جاں

اُسی وقت روح زمانہ سے آزاد ہو گئی

زانکہ ساعت پیر گرداند جواں

کیونکہ زمانہ جوان کو بوڑھا بنا دیتا ہے

جملہ[3] تلوینہا ز ساعت خاستست

سارے تغیرات زمانہ سے پیدا ہوئے ہیں

رست از تلویں کہ از ساعت برست

جسکو زمانہ سے نجات مل گئی وہ تغیر سے نجات پا گیا

ساعتے بیروں شو از ساعت دلا

اے دل! تھوڑی دیر کیلئے زمانے سے باہر ہو جا

تا ز چونی وا رہی و از چرا

تاکہ تو چون و چرا سے نجات پالے

چوں ز ساعت ساعتے بیروں شوی

جب تو تھوڑی دیر کے لئے زمانہ سے باہر ہو جائیگا

چوں نماند محرمِ بیچوں شوی

چون ختم ہو جائیگی، تو بے چون کا محرم راز بن جائیگا

ساعت از بے ساعتی آگاہ نیست

زمانہ، بے زمانہ پن سے واقف نہیں ہے

زانکہ آں سو جز تحیر راہ نیست

کیونکہ اُس جانب تحیر کے علاوہ کسی کا راستہ نہیں ہے

ہر نفر را ہر طویلہ خاصِ اُو

ہر شخص کو اُس کے خاص اصطبل پر

بستہ اند اندر جہانِ جُستجو

تگ و دو کی دنیا میں باندھ دیا ہے

[1] تا شود۔ صحبت میں بڑی تاثیر ہے۔ بیج مٹی اور پانی کی صحبت اختیار کرتا ہے تو انگور بن کر اُبھرتا ہے۔ دژم۔ افسردہ، اندوہگیں۔ خویشتن۔ دانہ بالکلیہ مٹی میں مل گیا اپنا رنگ و بو سب ختم کر دیا۔ قبض۔ سمٹاؤ۔ بسط۔ پھیلاؤ۔

[2] پیشِ اصل۔ یعنی دانے نے اپنے آپ کو مٹی میں ملا دیا تو اُس کا ظاہر ختم ہو گیا اور اُس کے باطن نے جلوہ گری شروع کر دی۔ سر چنیں یعنی انھوں نے سر سے ایسا اشارہ کیا جس کا مطلب تھا کہ ہم تمہارا کہنا مانیں گے۔ مجتبیٰ۔ منتخب۔ ہمدر آں یعنی مراقبہ کرتے ہی میں دورِ زمانہ سے باہر نکل گیا۔

[3] جملہ۔ یعنی عالم کے سارے تغیرات دورِ زمانہ کی وجہ سے ہیں جو شخص دورِ زمانہ سے بالاتر ہو جائے اُس میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ تا ز چونی۔ انسان اگر دورِ زمانہ سے بالاتر ہو جائے تو کم اور کیف سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ چوں نماند۔ جب انسان چون و چرا سے آزاد ہو جائے تو وہ خدائے بیچون کا ہمراز بنجاتا ہے۔ ساعت۔ جو لوگ زمانہ میں مقید ہیں وہ لازمانی ذاتِ باری کیطرف راہ یاب نہیں ہو سکتے۔ ہر نفر۔ طلب و جستجو میں ہر سالک اور غیر سالک کی ایک حد مقرر ہے موکلانِ غیب مقرر ہیں کہ اُس کو اسی مقام پر رکھیں۔ طویلہ۔ اصطبل۔

منتصب بر ہر طویلہ رائضے[1] | جز بدستوری نیاید رافضے
ہر اصطبل پر ایک چابک سوار مقرر ہے | اجازت کے بغیر کوئی نافرمان باہر نہیں آ سکتا

از ہوس گر از طویلہ بگسلد | در طویلہ دیگراں سر بر کند
اگر ہوس کی وجہ سے اصطبل سے نکلے | (اور) دوسروں کے اصطبل میں گھسے

در زماں آخر چیانِ چست و خوش | گوشۂ افسارِ او گیرند و کش
فوراً چست، اور ہوشیار سائیس | اسکی پچھاڑی کا سرا پکڑتے ہیں اور کھینچ لیتے ہیں

حافظاں را گر نہ بینی اے عیار | اختیارت را بہ بیں بے اختیار
اے مکرے! اگر تو نگہبانوں کو نہیں دیکھتا ہے | اپنے اختیار کو بے اختیار دیکھ لے

اختیارے می کُنی و دست و پا | بر کشادستت چرا حبسی چرا
تو (ایک چیز) اختیار کرتا ہے اور تیرے ہاتھ پاؤں | کھلے ہوئے ہیں، تو رکا ہوا کیوں ہے؟

رُوئے در انکارِ حافظ بُردہٗ | نامِ تہدیداتِ[2] نفسش کردہٗ
تُو نے محافظ کے انکار کا رخ کر لیا ہے | اس کا نام تو نے نفس کی تہدیدات رکھ لیا ہے

پیش رفتنِ دقوقیؒ بامامتِ آں قوم

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کا اس قوم کی امامت کے لئے آگے بڑھنا

ایں سخن پایاں ندارد تیز دَو | ہیں نماز آمد دقوقیؒ پیش شو
اِن باتوں کا خاتمہ نہیں ہے تیز دوڑ | خبردار! نماز (کا وقت) آ گیا، آگے ہو جا

اے یگانہ ہیں دوگانہ بر گذار | تا مزیّن گردد از تو روزگار
اے یکتا! دو رکعتیں ادا کر | تاکہ زمانہ تیری وجہ سے بارونق بن جائے

اے امام[3] چشم روشن در صلوٰۃ | چشم روشن می بباید پیشوات
اے نماز میں روشن چشم والے، امام | تیرا امام روشن چشم ہونا چاہیے

در شریعت ہست مکروہ اے کیا | در امامت پیش کردن کور را
اے بزرگ! شریعت میں مکروہ ہے | اندھے کو امامت میں آگے بڑھانا

گرچہ حافظ باشد و چست و فقیہ | چشم روشن بہ وگر باشد سفیہ
(وہ اندھا) اگرچہ حافظ اور ہوشیار اور فقیہ ہو | روشن چشم والا بہتر ہے خواہ اَن پڑھ ہو

کور را پرہیز نبود از قذر | چشم باشد اصل پرہیز و حذر
اندھے کا گندگی سے بچاؤ نہیں ہوتا ہے | بچاؤ اور پرہیز کی بنیاد آنکھ ہوتی ہے

---

[1] رائض۔ گھوڑے کو سدھانے والا۔ رافض۔ نافرمان، سرکش۔ آخرچیاں۔ آخرچی، گھوڑے کا سائیس۔ افسار۔ پچھاڑی۔ حافظاں۔ اگر انسان اپنے اِن نگہبان غیبی کو نہیں دیکھ سکتا تو اُس کے وجود کو اس سے سمجھے کہ انسان ہر چند کوشش کرتا ہے اور ہر طرح سے کوشش کرنے کے لئے آزاد ہوتا ہے لیکن مقصد تک نہیں پہنچ پاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کوئی نہ کوئی غیبی بندش ہوتی ہے۔

[2] نامِ تہدیدات۔ یعنی تم اِس سے انکار کرتے ہو کہ یہ رکاوٹ محافظ غیبی کی وجہ سے ہے اور یہ کہنے لگتے ہو کہ انسان کو رکاوٹ نفس کے ارادہ کی وجہ سے پیش آ جاتی ہے

[3] اے امام۔ یعنی تم ایسے امام ہو جس کی باطنی چشم کھلی ہوئی ہے اور امامت کیلئے ایسا ہی شخص مناسب ہے جو روشن ضمیر ہو۔ ورنہ شریعت۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ چشمِ روشن۔ روشن ضمیر امام بہتر ہے خواہ اس کی ظاہری تعلیم نہ ہو۔ قذر۔ نجاست۔

اُو پلیدی را نہ بیند در عبورؔ[1] | ہیچ مؤمن را مبادا چشم کور

وہ گذرنے میں گندگی کو نہیں دیکھ سکتا ہے | خدا کرے کسی مومن کی آنکھ اندھی نہ ہو

کوریِ باطن بُوَد کانِ شرور[1] | زانکہ اندر فعل و قولش نیست نور

باطن کا اندھاپن برائیوں کی کان ہے | کیونکہ اسکے فعل اور قول میں نور نہیں ہوتا ہے

کورِ ظاہر در نجاست ظاہر ست | کورِ باطن در نجاساتِ سر ست

ظاہری اندھا، ظاہر نجاست میں ہے | باطن کا اندھا، باطنی نجاستوں میں ہے

ایں نجاست ظاہر از آبے رَوَد | واں نجاست باطن افزوں میشود

یہ ظاہری نجاست، پانی سے دور ہو جاتی ہے | باطن کی نجاست بڑھتی رہتی ہے

جز بآبِ[2] چشم نتواں شستن آں | چوں نجاساتِ بواطن شد عیاں

اسکو آنکھ کے پانی کے سوا نہیں دھویا جاسکتا | جبکہ باطنوں کی نجاستیں واضح ہو جائیں

چوں نجس خواندہ است کافر را خدا | ایں نجاست نیست بر ظاہر وَرا

جبکہ خدا نے کافر کو نجس کہا ہے | یہ نجاست اس کے ظاہر پر نہیں ہے

ظاہرِ کافر ملوّث نیست زیں | آں نجاست ہست در اخلاق و دیں

کافر کا ظاہر اس سے ملوث نہیں ہے | وہ نجاست اخلاق اور دین میں ہے

ایں نجاست بُویش آید بیست گام | واں نجاست بُویش از رَے تا بشام

اس نجاست کی بدبو بیس قدم سے آتی ہے | اس نجاست کی بدبو رَے سے شام تک ہے

بلکہ بُویش آسمانہا بر رَوَد | بر دماغِ حور و رضواں بر شود

بلکہ اس کی بدبو آسمانوں تک جاتی ہے | حور اور رضوان کے دماغ پر چھا جاتی ہے

آنچہ[3] میگویم بقدرِ فہمِ تست | مُردم اندر حسرتِ فہمِ دُرست

یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں تیری سمجھ کی بقدر ہے | پوری سمجھ کی حسرت میں مَیں مَرا

فہم آب ست و وجودِ تو سبو | چوں سبو بشکست ریزد آب زو

تیری سمجھ پانی ہے اور تیرا وجود ٹھلیا ہے | جب ٹھلیا ٹوٹ جاتی ہے پانی اس سے بہہ جاتا ہے

ایں سبو را پنج سوراخ ست ژرف | اندرو نے آب ماند خود نہ برف

اس ٹھلیا میں پانچ گہرے سوراخ ہیں | اس میں نہ پانی ٹھہرے، نہ برف

اَمرِ غُضُّوا غَضَّۃً اَبْصَارَکُمْ | ہم شنیدی راست ننہادی تو سُم

تو نے "اپنی نگاہوں کو پست رکھو" کا حکم | بھی سُنا، تو نے صحیح کان نہ دھرا

[1] عبور۔ گذرنا، چلنا پھرنا۔ کوریِ باطن۔ اگر انسان دل کا اندھا ہے تو وہ مجسّم شر ہے۔ کورِ ظاہر۔ ظاہری اندھے پر تو ظاہری نجاست ہوتی ہے جس کا ازالہ آسان ہے لیکن باطن کے اندھے میں باطنی نجاست ہے جس کا ازالہ بڑا دشوار ہے۔

[2] جز بآبِ چشم۔ ظاہری نجاست پانی سے دھودی جاتی ہے لیکن باطنی نجاست صرف آنسوؤں سے دھلتی ہے۔ کافر۔ خدا نے کافر کو نجس، باطنی نجاست کی وجہ سے قرار دیا ہے۔ ایں نجاست۔ ظاہری نجاست کی بدبو تھوڑی دور تک پھیلتی ہے لیکن باطنی نجاست کی بدبو بہت دُور تک پھیلتی ہے۔ بلکہ باطنی نجاست کی بو صرف دنیا ہی تک نہیں آسمانوں تک پھیلتی ہے۔ رضوان۔ داروغۂ جنت۔

[3] آنچہ می گویم۔ میں نے جو کچھ بتائے وہ تیری عقل کی بقدر بتائے ہیں کوئی پورا سمجھدار ملیگا تو تفصیل بیان کرونگا مجھے اسکی تمنا ہے۔ فہم۔ انسان کے بدن اور فہم کی مثال گھڑے اور اس کے پانی کی سمجھو۔ ایں سبو۔ بدن کے ٹھلیا میں حواسِ خمسہ بمنزلہ پانچ سوراخوں کے ہیں اگر ٹھلیا کے سوراخ نہ بند کئے جائیں تو ٹھلیا میں نہ برف رہیگا جس سے پانی بنتا ہے نہ پانی، اسیطرح اگر حواسِ خمسہ کی حفاظت نہ کیجائیگی تو فہم

از دہانت[1] نطق فہمت را برد — گوش چوں ریگ آبِ فہمت را خورد
تیرے منھ کی گفتگو تیری سمجھ کو برباد کر دیتی ہے — کان ریت کی طرح تیری سمجھ کے پانی کو پی جاتا ہے

ہمچنیں سوراخہائے دیگرت — می کشاند آبِ فہمِ مضمرت
اسی طرح تیرے دوسرے سوراخ — تیری چھپی ہوئی سمجھ کے پانی کو کھولتے رہتے ہیں

گر ز دریا آب را بیروں کنی — بے عوض آں بحر را ہاموں کنی
اگر تو دریا سے پانی باہر نکالے — بغیر بدلے کے اس دریا کو جنگل بنا دے

بیگہ است ارنے بگویم حال را — مدخلِ اعواض را و ابدال را
بے موقع ہے، ورنہ میں تجھے حال بتاتا — عوضوں اور بدلوں کے داخل ہونے کا

کاں[2] عوضہا واں بدلہا بحر را — از کجا آید ز بعدِ خرجہا
وہ عوض، اور وہ بدلے، دریا میں — خرچ کے بعد کہاں سے آتے ہیں؟

صد ہزاراں جانور زو می خورند — ابرہا ہم از برونش می برند
اس میں سے لاکھوں جانور پیتے ہیں — ابر بھی (پانی)، اس میں سے باہر لے جاتے ہیں

باز دریا آں عوضہا می کشد — از کجا دانند اصحابِ رشد
پھر دریا اُن بدلوں کو حاصل کر لیتا ہے — کہاں سے؟ ہدایت یافتہ جانتے ہیں

قصہا آغاز کردیم از شتاب — ماند بے مخلص درونِ ایں کتاب
جلدی میں ہم نے بہت سے قصے شروع کر دیئے — اس کتاب (مثنوی) کا باطن بے مقصد رہ گیا

اے[3] ضیاء الحق حسام الدین راد — کہ فلک و ارکان چو تو شاہے نزاد
اے عقلمند، ضیاء الحق، حسام الدین! — کہ آسمان اور عناصر نے تجھ جیسا شاہ نہ جنا

تو بنادر آمدی در جان و دل — اے دل و جان از قدوم تو خجل
تم دل و جان میں ندرت سے آئے — تمہاری تشریف آوری سے دل و جان شرمندہ ہیں

چند کردم مدحِ قومِ ما مضٰے — قصدِ من زانہا تو بودی اقتضا
میں نے گذشتہ قوم کی بہت تعریفیں کیں — تقاضائے طبع! اے تم ہی ان سے میرا مقصود تھے

خانہ خود را شناسد خود دعا — تو بنامِ ہر کہ خواہی کن ثنا
دعا اپنے مقام کو خود پہچان لیتی ہے — تو چاہے جس کا نام لے کر تعریف کر

بہرِ کتمانِ مدیح از نامحل — حق نہادست ایں حکایات و مثل
تعریف کو نااہل سے چھپانے کے لئے — اللہ (تعالٰی) نے یہ حکایتیں اور مثالیں بنا دی ہیں

---

[1] از دہانت۔ یعنی بیہودہ گفتگو سے بھی فہم برباد ہوتی ہے۔ گوش۔ کان سے غلط باتیں سنیگا تو فہم برباد ہوگی۔
گر ز دریا۔ اولیاء کے حواس خمسہ کے ذریعہ بھی فہم حق کا گھاؤ ہوتا ہے لیکن وہ اس کا عوض اور بدل حاصل کر لیتے ہیں۔
بیگہ۔ وقت نہیں ہے ورنہ میں بتاتا کہ اولیاء کو یہ عوض اور بدل کہاں سے حاصل ہوتا رہتا ہے۔

[2] کاں عوضہا۔ جیسے دریا کا پانی خرچ ہوتا رہتا ہے اور بادل دریاؤں سے پانی حاصل کرتے ہیں سمندر کا پانی بخارات میں تبدیل ہو کر ابر بنتا ہے۔
قصہا۔ میں نے اس کتاب میں قصہ بیان کرنا شروع کر دیئے

[3] اے ضیاء الحق۔ اس مصرع کا تعلق بارھویں شعر کے آخری مصرع بر نویس سے ہے درمیان میں ضیاء الحق کی تعریف ہے
راد۔ عقلمند، بزرگ۔ نادر۔ یعنی ضیاء الحق کی شخصیت نادر زمانہ ہے۔ خجل۔ چونکہ میرا دل تیرے شایانِ شان نہیں ہو
اقتضا۔ یعنی میری طبیعت کا تقاضہ یہی ہے کہ تیرا ذکر در حدیث دیگراں کرتا رہوں۔
بہر کتمان۔ اصل شخص کو مخفی رکھنے کیلئے اس کو کسی مثال کے ذریعہ ذکر کیا جاتا ہے۔

گرچہ آں مدح از تو ہم آمد خجل — لیک بپذیرد خدا جہد المقل
اگرچہ وہ تعریف بھی تم سے شرمندہ ہے — لیکن اللہ (تعالیٰ) نادار کی کوشش قبول فرما لیتا ہے

حق پذیرد کسرۂ دارد معاف — کز دو دیدہ کور دو قطرہ کفاف
اللہ (تعالیٰ) ٹکڑا قبول کر لیتا ہے (زیادہ سے) معاف رکھتا ہے — دو اندھی آنکھوں سے دو قطرے کافی ہیں

مرغ و ماہی داند آں ابہام را — کہ ستودم مجمل ایں خوش نام را
اس اجمال کو پرندے اور مچھلی سمجھتے ہیں — کہ میں نے مجملاً اس پیارے نام کی تعریف کی ہے

تا بر و آہِ حسوداں کم وزد — تا خیالش را بدنداں کم گزد
تاکہ حاسدوں کی آہ اُن پر نہ نکلے — تاکہ اُن کے خیال کو دانتوں سے نہ کاٹیں

خود خیالش را کجا یابد حسود — در وثاقِ موش طوطی کے غنود
اُن کے خیال کو حاسد کب پائے گا؟ — چوہے کے بِل میں طوطی کب سوئی ہے؟

آں خیالِ او بود از احتیال — موئے ابروئے ویست آں نہ ہلال
وہ اُس کا بناوٹی خیال ہے — وہ اُس کی ابرو کا بال ہے، نہ کہ چاند

مدح تو گویم برول از پنج و ہفت — بر نویس اکنوں دقوقی پیش رفت
میں تمہاری تعریف پانچ اور سات سے زیادہ کروں گا — اب لکھو (کہ) دقوقی آگے ہو گئے

پیش رفتن دقوقیؒ بامامت آں قوم غیبی
اُس غیبی قوم کی امامت کے لئے دقوقیؒ کا آگے بڑھنا

در تحیات و سلامِ صالحین — مدحِ جملہ انبیا آمد عجین
التحیات اور نیکوں پر سلام میں — سب نبیوں کی تعریف گندھی ہوئی ہے

مدحہا شد جملگی آمیختہ — کوزہا در یک لگن در ریختہ
سب کی رلی ملی تعریف ہو گئی — پیالوں کو ایک طشت میں ڈال دیا

زانکہ خود ممدوح جز یک بیش نیست — کیشہا زیں روئے جز یک کیش نیست
اس لئے کہ خود ممدوح ایک کے علاوہ نہیں ہے — اس اعتبار سے مذاہب (بھی) ایک کے علاوہ نہیں

دانکہ ہر مدحے بنورِ حق رود — بر صور و اشخاص عاریت بود
سمجھ لے کہ ہر تعریف اللہ (تعالیٰ) کے نور کی طرف جاتی ہے — صورتوں اور شخصوں کے لئے عارضی ہوتی ہے

صُوَر۔ اشخاص اور صورتیں چونکہ اُسی نورِ حق سے کسبِ فیض کرلیتی ہیں لہٰذا وہ قابلِ مدح سمجھی جاتی ہیں۔

ل گرچہ۔ میری تعریفیں تیرے مرتبے سے کم ہیں لیکن تو روٹی کا ٹکڑا ایک گدا سے اللہ تعالیٰ روٹی کا ایک ٹکڑا بھی قبول فرما لیتا ہے اور زیادہ مقدار کے صدقے کا اُس سے مطالبہ نہیں ہوتا ہے۔ کز دو دیدہ۔ اللہ کے یہاں آنکھوں کے دو آنسوؤں کی وہ قدر ہے جو بڑے سے بڑے مال کی قدر نہیں ہے۔ ابہام۔ یعنی میں نے جو تعریفیں کی ہیں اُن سے مقصود... ضیاء الحق ہیں۔ تا بر و۔ ضیاء الحق کا نام صراحۃً اس لئے نہیں لیا تاکہ حاسد اُن پر حسد نہ کریں۔

ل خود خیالش۔ ضیاء الحق کا تصور حاسدوں کے دماغ میں نہیں آسکتا۔ اُنکے تصور اور حاسدوں کے دماغوں کی مثال طوطی اور چوہے کے بل کی ہے۔ احتیال۔ اُن حاسدوں کے ذہن میں... ضیاء الحق کا حقیقی تصور نہیں ہے بلکہ بناوٹی ہے جیسا کہ بعض چاند دیکھنے والوں کو اپنی ابرو کا بال چاند کی صورت میں نظر آجاتا ہے پنج یعنی پانچوں حواس ہفت یعنی ساتوں آسمان۔

ل در تحیات۔ التحیات میں جب کوئی السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین کہتا ہے تو اُس میں مجملاً سب انبیاء اور نیک بندوں پر سلامتی کی دعا ہو جاتی ہے۔ ممدوح۔ حقیقی تعریف صرف خدا کی ہے۔

مادحا جز مستحق را کے کنند
(لوگ) مستحق کے علاوہ کسی کی کب تعریف کرتے ہیں؟

لیک بر پنداشت گمرہ[1] می شوند
لیکن (ناسد) گمان کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں

ہمچو نورِ تافتہ بر حائطے
جس طرح کہ نور دیوار پر پڑتا ہے

حائط آں انوار را چوں رابطے
(اور) دیوار اُن نوروں کے لئے واسطہ ہے

لاجرم چوں نور سوئے اصل راند
لامحالہ جب نور اصل کی طرف سمٹ جائے

ضال مہ گم کرد وز استائش بماند
گمراہ نے چاند کو گم کر دیا اور تعریف سے رُک گیا

یا ز چاہے عکسِ ماہے وانمود
یا کسی کنویں میں چاند کا عکس نمودار ہوا

سر بہ چہ می کرد واں را می ستود
کنویں میں سر جھکایا اور اُس کی تعریف کرتا ہے

در حقیقت مادحِ ماہست او
حقیقتاً وہ چاند کی تعریف کرنے والا ہے

گرچہ جہلِ او بعکسش کرد رو
اگرچہ اُسنے نادانی سے عکس کی طرف منہ کر رکھا ہو

مدحِ او مہ راست نے آں عکس را
اسکی تعریف چاند کیلئے ہے نہ کہ عکس کے لئے

کفر شد آں چوں غلط شد ماجرا
جب معاملہ غلط ہو گیا کفر ہو گیا

کز شقاوت[2] گشت گمراہ آں دلیر
کیونکہ وہ جری بدبختی سے گمراہ ہو گیا ہے

مہ ببالا بود او پنداشت زیر
چاند اوپر تھا، وہ نیچے سمجھا

زیں بتاں خلقاں پریشاں می شوند
ان بتوں کی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہیں

شہوتے راندہ پشیماں می شوند
شہوت پوری کر کے شرمندہ ہوتے ہیں

زانکہ شہوت با خیالے راندہ است
کیونکہ شہوت رانی ایک خیال سے کی ہے

در حقیقت دور تر وا ماندہ است
درحقیقت (اصل سے) بہت دور جا پڑتے ہیں

با خیالے[3] میلِ تو چوں پر بود
خیال کی جانب تیرا جھکاؤ پر کی طرح ہوتا ہے

تا بداں پر بر حقیقت بر شود
تاکہ تو اُس پر کے ذریعہ حقیقت تک پہنچے

چوں براندی شہوتے پرت بریخت
جب تو نے شہوت رانی کی تو تیرا پر جھڑ گیا

لنگ گشتی واں خیال از تو گریخت
تو لنگڑا ہو گیا اور وہ خیال تجھ سے بھاگ گیا

پر نگہدار و چنیں شہوت مراں
پر کی حفاظت کر اور ایسی شہوت رانی نہ کر

تا پرِ میلت برد سوئے جناں
تاکہ میلان کا پر تجھے جنتوں کی طرف لیجائے

خلق پندارند عشرت می کنند
لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ عیش کر رہے ہیں

بر خیالے پرِ خود بر می کنند
ایک خیال پر اپنے پر اکھاڑ رہے ہیں

---

[1] گمراہ۔ اگر کوئی اُن صورتوں اور اشخاص کو اصل سمجھ بیٹھے تو گمراہ ہے۔ جیسے نور۔ دیوار پر جو چاندنی ہے وہ اسکی اپنی نہیں ہے بلکہ وہ چاند کی ہے۔ اب اگر کوئی دیوار پر چاندنی ہونے سے چاند کی تعریف چھوڑ بیٹھے تو اس کی گمراہی ہے۔ یا ز چاہے۔ پانی میں جو عکس ہے اسکی تعریف چاند کی تعریف ہے گرچہ۔ اگر کوئی بالکلیہ اصل تعریف اُس عکس کی کرے تو اُس کی گمراہی ہے۔

[2] کز شقاوت۔ تمام خوبیوں کا منبع تو ذاتِ خداوندی ہے اگر کوئی مخلوق کو اصل سمجھ بیٹھے تو یہ اسکی بدبختی ہے۔ زیں بتاں یعنی مجازی معشوقوں کے عشق کا نتیجہ محض شہوت پرستی ہو۔ خیالے یعنی عارضی حسن دیوار کی چاندنی جیسا ہے۔

[3] با خیالے۔ خیال المعشوق سے اگر عشق بھی ہو تو حقیقت تک پہنچنے کیلئے ہو جیسا کہا گیا ہے المجاز قنطرة ... الحقیقة۔ عشق مجازی حقیقی عشق کا پل ہے۔ پر۔ یہ جذبۂ عشق ایک پر ہے اُس کو حقیقت تک پرواز کا ذریعہ بنانا چاہئے تھا۔ لوگ عشق مجازی میں شہوت رانی کر کے اپنے اس پر کو جو حقیقت تک پرواز کا سبب بن سکتا تھا برباد کر دیتے ہیں۔

واملہ دار شرح ایں نکتہ شدم — مہلتم دہ معسرم زاں تن زدم
میں اس نکتہ کی تشریح کا قرضدار ہو گیا ہوں — میں مفلس ہوں مجھے مہلت دو اسی لئے میں خاموش ہو گیا ہوں

باز گشتم زانکہ شد قصہ دراز — وقت تنگ و قوم موقوف نماز
میں لوٹتا ہوں، کیونکہ قصہ دراز ہو گیا — وقت تنگ ہے اور لوگ نماز میں کھڑے ہیں

اقتدا کردن آں قوم از پسِ دقوقیؒ
اُس قوم کا دقوقیؒ کے پیچھے اقتدا کرنا

پیش در شد آں دقوقیؒ در نماز — قوم ہمچوں اطلس آمد او طراز
نماز میں دقوقیؒ آگے ہو گئے — قوم اطلس کی طرح تھی وہ نقش و نگار جیسے

اقتدا کردند آں شاہاں قطار — در پئے آں مقتدائے نامدار
اُن شاہوں نے قطار بنا کر اقتدا کی — اُس نامدار، مقتدا کے پیچھے

چونکہ با تکبیرہا مقروں شدند — ہمچو قرباںؑ از جہاں بیروں شدند
جیسے ہی وہ تکبیروں سے وابستہ ہوئے — قربانی کی طرح دنیا سے باہر نکل گئے

معنیِ تکبیر اینست اے امیم — کاے خدا پیشِ تو ما قرباں شدیم
اے امام! تکبیر کے معنی یہ ہیں — کہ اے خدا! ہم تیرے سامنے قربان ہو گئے

وقتِ ذبح اللہ اکبر میکنی — ہمچنیں در ذبحِ نفسِ کشتنی
ذبح کے وقت، تو اللہ اکبر پڑھتا ہے — اسی طرح گردن زدنی نفس کے ذبح میں

ق

گوئی اللہ اکبر و آں شوم را — سر ببر تا وارہد جاں از فنا
تو اللہ اکبر پڑھ، اور اس بدبخت کا — سر کاٹ دے تاکہ روح ہلاکت سے نجات پا جائے

تنؑ چوں اسمٰعیلؑ و جاں ہمچوں خلیلؑ — کرد جاں تکبیر بر جسمِ نبیل
جسم اسمٰعیلؑ کی طرح اور روح خلیل اللہؑ کی طرح ہو — روح نے شاندار جسم پر تکبیر پڑھ دی

گشت کشتہ تن ز شہوتہا و آز — شد بہ بسم اللہ بسمل در نماز
جسم شہوتوں، اور حرص سے مردہ ہو گیا — بسم اللہ کے ذریعہ نماز میں بسمل ہو گیا

چوں قیامت پیشِ حق صفہا زدہ — در حساب و در مناجات آمدہ
قیامت (کے دن) کی طرح اللہ (تعالیٰ) کے سامنے صفیں — حساب اور سوال و جواب میں لگے ہیں

ایستادہ پیشِ یزداں اشک ریز — بر مثالِ راست خیزِ رستخیز
اللہ (تعالیٰ) کے سامنے کھڑے ہوئے آنسو گرا رہے ہیں — قیامت میں سیدھے کھڑے ہونیوالوں کی طرح

لہ وامم۔ اس نکتہ کی تفصیل پھر کسی وقت بتا دیا جائیگی۔ معسرم۔ تنگ دست مقروض کو مہلت دی جاتی ہے۔ قوم۔ یعنی وہ غیبی قوم سبز رنگ ریشمین کپڑے کے تھی اور دقوقیؒ اُس کے نقش و نگار کی طرح تھے۔ چونکہ۔ جیسے ہی اُن بزرگوں نے تکبیر تحریمہ پڑھی دنیا و مافیہا سے غافل ہو گئے۔

ٹلہ ہمچو قرباں۔ قربانی کے جانور پر جب تکبیر کہکر چھری چلا دی جاتی ہے تو وہ اِس دنیا سے منقطع ہو جاتا ہے۔ معنی تکبیر۔ تکبیر تحریمہ کا مطلب بھی یہی ہے کہ نمازی دربارِ خداوندی میں اپنے نفس کی قربانی پیش کرتا ہے۔ گوئی۔ لہذا جب تم تکبیر کہو تو فوراً نفسِ امارہ کو ذبح کر ڈالو۔

ٹلہ تن چو اسماعیل۔ تکبیر تحریمہ کے وقت روح کو منزلہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بناؤ اور جسم کو منزلہ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کے بناؤ۔ گشت کشتہ۔ اللہ اکبر کے ذریعہ جسم شہوت اور حرص کے اعتبار سے مردہ ہو جانا چاہئے اور بسم اللہ کے ذریعہ جسم بسمل سر بریدہ ہو جانا چاہئے۔ چوں قیامت۔ نماز کی جماعت اور حالت کو ایسا سمجھو جیسا کہ قیامت میں حضرت حق کے دربار میں صفیں باندھ کر کھڑے ہونگے اور حساب و کتاب اور سوال و

حق ہمیگوید[1] چہ آوردی مرا　　اندریں مہلت کہ دادم مر ترا

اللہ (تعالیٰ)، فرماتا ہے تو میرے لئے کیا لایا ہے؟　　اِس وقفہ میں جو میں نے تجھے دیا

عمرِ خود را در چہ پایاں بردہ　　قوت و قوت در چہ فانی کردہ

اپنی عمر کس چیز میں ختم کی ہے؟　　روزی اور طاقت کس چیز میں ختم کی ہے؟

گوہرِ دیدہ کجا فرسودہ　　پنج حس را در کجا پالودہ

آنکھ کے گوہر کو کہاں گھسا ہے؟　　پانچوں حواس کا کس جگہ صفایا کیا ہے؟

چشم و گوش و ہوش و گوہر ہائے عرش　　خرچ کردی چہ خریدی تو ز فرش

آنکھیں اور کان اور حواس عرش کے جواہر ہیں　　تو نے (ان کو) خرچ کیا، زمین سے کیا خریدا؟

دست و پا دادمت چوں بیل و کلند　　من بہ بخشیدم ز خود آں کے شدند

میں نے تجھے ہاتھ اور پاؤں پھاؤڑے اور کلہاڑے　　وہ میں نے دیئے خود بخود کہاں ہوئے؟

ہمچنیں پیغامہائے دردگیں　　صد ہزاراں آید از حضرت چنیں

اسی طرح کے دردناک پیغام　　دربار سے لاکھوں آتے ہیں

در قیام[2] ایں گفتہا دارد رجوع　　وز خجالت شد دوتا اندر رکوع

قیام (کی حالت) میں یہ باتیں آتی ہیں　　شرمندگی سے رکوع میں دوہرا ہو جاتا ہے

ایستادن را نماندہ قوتے　　در رکوع آمد ز شرم او ساعتے

کھڑے رہنے کی قوت نہیں رہتی　　وہ تھوڑی دیر کے لئے رکوع میں ہو جاتا ہے

قوتِ استادن از خجلت نماند　　در رکوع از شرم تسبیحے بخواند

شرمندگی کی وجہ سے کھڑے رہنے کی طاقت نہیں　　شرم سے رکوع میں تسبیح پڑھنے لگا

باز فرماں[3] در رسد بردار سر　　از رکوع و پاسخِ حق بر شمر

پھر حکم ہوتا ہے، سر اٹھا　　رکوع سے، اور اللہ (تعالیٰ) کا جواب شمار کر

سر بر آرد از رکوع او شرمسار　　باز اندر رو فتد آں خامکار

وہ شرمندگی کی حالت میں رکوع سے سر اٹھاتا ہے　　پھر وہ ناقص العمل منہ کے بل گر پڑتا ہے

باز فرماں آیدش بردار سر　　از سجود و وادہ از کردہ خبر

پھر اس کو حکم ہوتا ہے، سر اٹھا　　سجدے سے اور (اپنے) عمل کی بات بتا

سر بر آرد او دگر رہ شرمسار　　اندر افتد باز در رو ہمچو مار

وہ شرمندہ، دوبارہ سر اٹھاتا ہے　　پھر سانپ کی طرح منہ کے بل گر پڑتا ہے

---

[1] حق ہمی گوید۔ اب نماز میں جب تم قیام میں ہو تو گویا اللہ تعالیٰ تم سے سوال کرتا ہے کہ تم کو جو زندگی کی مہلت دی ہے اس میں تم نے میرا کیا کام کیا ہے۔ قوت قوت۔ میں نے تجھے روزی اور طاقت دی وہ کس کام میں صرف ہوئی ہے۔ چشم و گوش۔ حواس خمسہ دیئے ہاتھ پاؤں میں نے ہی دیئے ان کو کس کام میں لایا ہے۔

[2] در قیام۔ نماز میں قیام کی حالت میں جب یہ سوالات سنتا ہے تو رکوع میں چلا جاتا ہے گویا شرمندگی سے جھک جاتا ہے۔ ایستادن۔ اب اس میں اتنی سکت نہیں رہتی کہ کھڑا رہ سکے تو شرمندہ ہو کر جھک کر تسبیح پڑھنے لگتا ہے۔

[3] باز فرماں۔ پھر گویا اس کو اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ سر اٹھا اور جواب دے تو وہ قومہ میں کھڑا ہو جاتا ہے اور پھر شرمندگی سے سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ باز فرماں۔ پھر سجدہ کی حالت میں اس کو سر اٹھانے کا حکم ہوتا ہے وہ سجدہ سے سر اٹھا لیتا ہے لیکن شرمندگی سے پھر دوسرے سجدہ میں گر پڑتا ہے۔

بازگوید سر برآرد باز گو — کہ بخواہم جست از تو مو بمو

پھر اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے، سر اٹھا اور بتا — میں تجھ سے ذرہ ذرہ کی جستجو کروں گا

قوتِ یا ایستادن نبودش — کہ خطاب ہیبتے بر جاں زدش

اس میں کھڑے رہنے کی طاقت نہیں ہوتی ہے — کیونکہ ہیبتناک خطاب نے اس کی جان پر حملہ کیا

پس نشیند قعدہ زاں بارِ گراں — حضرتش گوید سخن گو با بیاں

اس بھاری بوجھ کی وجہ سے وہ قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے — اللہ (تعالیٰ) اس سے فرماتا ہے مفصل بات کہہ

نعمتت دادم بگو شکرت چہ بود — دادمت سرمایہ ہیں بنمائے سود

میں نے تجھے نعمتیں دیں بتا تیرا شکریہ کیا تھا؟ — میں نے تجھے سرمایہ دیا اس کا نفع دکھا؟

چوں نہ سرمایہ بود او را نہ سود — شافعے خواہد کہ گوید عذر زود

چونکہ اس کے پاس نہ سرمایہ ہوتا ہے نہ نفع — (اسلئے) وہ سفارشی چاہتا ہو تاکہ جلدی عذر خواہی کرے

بیانِ اشارتِ سلام سوئے دست راست در قیامت از ہیبت محاسبہ حق تعالیٰ و از انبیاء استعانت و شفاعت خواستن

اللہ تعالیٰ کے محاسبہ کی ہیبت کی وجہ سے داہنی جانب سلام کا اشارہ اور انبیاء سے مدد اور شفاعت چاہنے کا بیان

رو بدستِ راست آرد در سلام — سوئے جانِ انبیاء و آں کرام

سلام میں داہنی جانب کو رُخ کرتا ہے — انبیاء اور بزرگوں کی روح کی جانب

انبیاء را او سلامی می کند — استعانت را طلب کردن مدد

وہ انبیاء کو سلام کرتا ہے — استعانت اور مدد طلب کرنے کیلئے

یعنی اے شاہاں شفاعت کایں لئیم — سخت در گِل ماندہ اش پائے و گلیم

یعنی اے شاہو (شفاعت کرو) کیونکہ یہ کمینہ — اس کا پاؤں اور کملی دلدل میں پھنسی ہے

انبیاء گویند روزِ چارہ رفت — چارہ آنجا بود و دست افراز رفت

انبیاء کہیں گے تدبیر کا وقت جاتا رہا — تدبیر اور کافی سامان وہاں (دنیا میں تھا)

مرغ بیوقتی تو اے بدبخت رو — ترکِ ما گو خونِ ما اندر مشو

تو مرغِ بے ہنگام ہے اے بدبخت! چلا جا — ہمیں معاف کر ہماری جان کے درپے نہ ہو

رو بگرداند بسوئے دستِ چپ — در تبار و خویش گویندش کہ خب

وہ بائیں جانب رُخ کرتا ہے — خاندان اور اپنوں میں سے اُس سے کہتے ہیں کہ خاموش

۱۔ بازگوید۔ دوسرے سجدہ میں پھر اُس کو حکم ملتا ہے کہ سر اٹھا اور جواب دے تو اُس میں اتنی طاقت نہیں رہتی کہ وہ کھڑا ہو سکے لہٰذا قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے ۔ نعمتت۔ قعدہ کی حالت میں گویا اللہ تعالیٰ اُس سے فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے نعمتوں کا سرمایہ دیا تھا اُس سرمایہ کا نفع دکھا کہاں ہے۔ چوں نہ سرمایہ۔ اب وہ دیکھتا ہے کہ نہ اُس کے پاس سرمایہ ہی ہے نہ نفع تو گھبرا کر سفارش کرنے والے کی تلاش شروع کر دیتا ہے

۲۔ بیان۔ یعنی اب وہ داہنی جانب سلام کرتا ہے تو گویا انبیاء اور کراماً کاتبین سے اپنی سفارش کی استدعا کرتا ہے

۳۔ یعنی۔ دائیں جانب سلام کرنے سے گویا اُس کا مدعا انبیاء سے سفارش چاہنا ہے۔ انبیاء۔ انبیاء اُس کو جواب دینگے وقت نکل گیا اب کوئی تدبیر نہیں ہے اِس وقت بے موقع چیخ اور پکار ہے۔ رو بگرداند۔ اب وہ گویا مایوس ہو کر بائیں جانب سلام کر کے اپنے رشتہ داروں سے مدد کا خواہاں ہوتا ہے۔

ہیں[۱] جوابِ خویش گو با کردگار
خبردار! اپنا جواب اللہ (تعالیٰ) کو دے

ما کریمیم اے خواجہ دست از ما بدار
ہم کرم کرتے ہیں، اے جناب ہمیں معاف کیجیے

نے ازیں سو نے ازاں سو چارہ شُد
(جب) نہ اِدھر سے نہ اُدھر سے کوئی تدبیر ہوئی

جانِ آں بیچارہ دل صد پارہ شُد
اُس بے چارے کی جان سو ٹکڑوں والا دل بنی

از ہمہ نومید شُد مسکیں کیا
وہ بھلا مسکین ہر طرف سے مایوس ہو گیا

پس برآرد ہر دو دست اندر دُعا
تو دعا میں دونوں ہاتھ اُٹھاتا ہے

کز ہمہ نومید گشتم اے خدا
کہ اے خدا! میں سب سے مایوس ہو گیا ہوں

اوّل و آخر توئی و منتہا
اوّل اور آخر تو ہی ہے، اور (تو ہی) منتہا ہے

ہست امیدے کہ عنایت دیر رسد
(اب) اُمید ہے کہ مہربانی ہو جائے

گردد اُو ایمن ز حبلٍ من مسد
وہ مونجھ کی رسّی سے محفوظ ہو جائے

در نماز ایں خوش اشارتہا ببیں
نماز میں اِن اچھے اشاروں کو سمجھ لے

تا بدانی کایں بخواہد شُد یقیں
تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ یہ یقیناً ہو گا

معنیِ[۲] تسلیم ایں اے مقتدی
اے مقتدی! اطاعت کے یہی معنیٰ ہیں

کہ توئی حق ہادی و ما مُہتدی
کہ اے اللہ تو ہی ہدایت دینے والا ہے اور ہم ہدایت پانے والے ہیں

ہرچہ فرمائی تو منقادیم ما
تو جو حکم دے ہم تابعدار ہیں

با قضائے[۳] جُرم گو شادیم ما
کہہ دے، جُرم کی سزا پر ہم راضی ہیں

بچّہ بیروں آر از بیضۂ نماز
نماز کے انڈے سے بچّہ باہر نکال

سر مزن چوں مُرغ بے تعظیم و ساز
بغیر تعظیم اور ادب کے مُرغ کی طرح ٹھونگیں نہ مار

شنیدنِ آں دقوقیؒ در نماز افغانِ اہلِ کشتی را در غرق شدن
نماز کی حالت میں دقوقیؒ کا کشتی والوں کی ڈوبنے میں فریاد سننا

آں دقوقیؒ در امامت کرد ساز
دقوقیؒ نے امامت شروع کر دی

اندر آں ساحل درآمد در نماز
اسی ساحل پر انھوں نے نماز شروع کی

واں جماعت درپئے اُو در قیام
وہ جماعت اُن کے پیچھے قیام میں (تھی)

اینت زیبا قوم و برگزیدہ امام
خوب ہے! اچھی قوم اور برگزیدہ امام

ناگہاں چشمش سوئے دریا فتاد
اچانک اُن کی نگاہ دریا کی جانب پڑی

چوں شنید از سوئے دریا داد داد
جب دریا کی جانب سے انھوں نے فریاد فریاد سُنا

[۱] ہیں۔ رخنہ دار بھی اُس کو مایوس کر دیتے ہیں نے ازیں سو۔ جب وہ دونوں جانبوں سے مایوس ہو جاتا ہے تو اب دل شکستہ ہو کر دربارِ خداوندی میں دستِ دعا دراز کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ سب جگہ سے مایوس ہو کر تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ ہست۔ جب وہ اللہ سے دعا کرتا ہے تو اُمید پڑتی ہے کہ خدا اُس پر رحم کر دے اور اُس کی گلو خلاصی ہو جائے۔

[۲] معنیِ تسلیم۔ اوپر کے اشعار میں نماز کے جو اشارے ہیں وہ تو ہر نمازی کیلئے ہیں اب جماعت میں مقتدی بننے کا اشارہ یہ سمجھو کہ وہ امام کے حرکات اور سکنات پر سرِ تسلیم خم کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کی ہر ہدایت پر عمل پیرا ہونے کا اشارہ ہے۔

[۳] با قضائے جرم۔ یہاں تک کہ وہ اپنی خطاؤں کی سزا پر اظہارِ رضا کرتا ہے۔ بچّہ۔ ہم نے نماز کے ارکان کے جو اشارے سمجھائے اُن سے نتیجہ نکال لے اور نماز میں محض ٹھونگے نہ مار۔ ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔ اینت۔ خوب ہے، یعنی مقتدی بھی بہترین تھے اور امام بھی۔ داد داد۔ یعنی کشتی والوں کی فریاد۔

درمیانِ موج دید اُو کشتئے ‌‌ ‌ ‌ ‌ در قضا و در بلا و زِشتئے
اُنھوں نے موجوں میں ایک کشتی دیکھی ‌ ‌ ‌ قضا میں، اور بلا میں، اور تباہی میں

ہم شب و ہم ابر و ہم موجِ عظیم ‌ ‌ ‌ آن سہ تاریکی و از غرقاب بیم
رات بھی، اور ابر بھی، اور بڑی موج بھی ‌ ‌ ‌ تین اندھیریاں اور ڈوبنے کا ڈر

تُند بادے ہمچو عزرائیل خاست ‌ ‌ ‌ موجہا آشوفت اندر چپ و راست
ملک الموت کی طرح تیز ہوا اٹھی ‌ ‌ ‌ (جس نے) دائیں اور بائیں موجیں پھیلا دیں

اہلِ کشتی از مہابت کاستہ[1] ‌ ‌ ‌ نعرہ و واویلہا برخاستہ
کشتی والے خوف سے سکڑے ہوئے ‌ ‌ ‌ نعرے اور واویلا بلند کئے ہوئے

دستہا در نوحہ بر سر میزدند ‌ ‌ ‌ کافر و ملحد ہمہ مخلص شُدند
رونے میں ہاتھ سر پر مار رہے تھے ‌ ‌ ‌ کافر اور بددین سب مخلص ہوگئے تھے

باخدا[2] با صد تضرُّع آں زماں ‌ ‌ ‌ عہدہا و نذرہا کردہ بجاں
اُس وقت سینکڑوں عاجزیوں سے خدا سے ‌ ‌ ‌ دل وجان سے عہد اور منّتیں مانتے تھے

سر برہنہ در سجود آنہا کہ ہیچ ‌ ‌ ‌ روئے شاں قبلہ ندیدا ز پیچ پیچ
ننگے سر، سجدہ میں وہ لوگ (بھی) کہ کبھی ‌ ‌ ‌ اُنکے منھ نے قبلہ نہ دیکھا تھا اینچ پینچ کی وجہ سے

گفتہ کہ بیفائدست ایں بندگی ‌ ‌ ‌ آں زماں دیدہ دراں صد زندگی
(پہلے) وہ کہتے تھے، یہ عبادت بیکار ہے ‌ ‌ ‌ اُس وقت اُس میں سینکڑوں زندگیاں دیکھتے تھے

از ہمہ امید بُریدہ تمام ‌ ‌ ‌ دوستان و خال و عمّ و باب و مام
سب، سب سے اُمید منقطع کرچکے تھے ‌ ‌ ‌ دوستوں اور ماموں اور چچا اور باپ اور ماں سے

زاہد[3] و فاسق شُد آں دم متّقی ‌ ‌ ‌ ہمچو در ہنگامِ جان کندن شقی
زاہد اور بدکار اُس وقت متّقی ہوگئے تھے ‌ ‌ ‌ جیسا کہ بدبخت، نزع کی حالت میں

نے ز چپ شاں چارہ بود و نے ز راست ‌ ‌ ‌ حیلہا چوں مُرد ہنگامِ دُعاست
اُنکے لئے نہ دائیں سے کوئی تدبیر تھی نہ بائیں سے ‌ ‌ ‌ تدبیریں جب فنا ہوں، دعا کا وقت ہے

در دُعا ایشان و در زاری و آہ ‌ ‌ ‌ بر فلک زِ ایشاں شدہ دُود سیاہ
وہ عاجزی اور آہ اور دعا میں مصروف تھے ‌ ‌ ‌ اُنکی (آہوں کا) کالا دُھواں آسمان پر پہنچ گیا تھا

دیو آں دم از عداوت بین بین ‌ ‌ ‌ بانگ زد کائے سگ پرستاں علتین
شیطان اُس وقت عداوت کی وجہ سے پریشان تھا ‌ ‌ ‌ پکار کر کہا اے کتّے کے پرستارو! دُہرا نقصان ہے

---

[1] کاستہ یعنی دبے سمٹے ہوئے۔ کافر و ملحد مشہور ہے۔ جب یاس نے گھیروں نے تو خدا یاد آیا قرآن نے بھی کہا ہے کہ ایسی حالت میں سب مخلص بنجاتے ہیں۔

[2] باخدا۔ گرداب میں پھنس کر سب کشتی سوار مخلص بنجاتے ہیں اور خدا سے دعا مانگنے لگتے ہیں۔ قبلہ ندید جن لوگوں نے تمام عمر بھی سجدہ نہ کیا ہو وہ سجدے کرنے لگتے ہیں گفتہ۔ تمام عمر عبادت کو بیکار بتاتے رہے تھے۔ دوستاں۔ دنیا کے تمام وسیلے ختم ہوجاتے ہیں تو خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

[3] زاہد۔ نزع کے وقت فرعون بھی ایمان لانے لگا تھا حیلہا۔ انسان کی فطرت ہے کہ سب تدبیریں ختم ہوجانے کے بعد خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ دود سیاہ۔ انکی آہوں کا کالا دھواں۔ دیو۔ بدکار جو کہ شیطان کے پرستار ہیں جب وہ پریشانی کے وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں تو شیطان گھبرا اٹھتا ہے اور اُن کو پکار کر کہتا ہے اللہ کی طرف رجوع نہ کرو ورنہ دو خرابیوں میں مبتلا ہوجاؤ گے توبہ کے بعد بدعہدی اور گناہ۔ بین بین۔ یعنی تذبذب بعض نسخوں میں تیز بین یعنی شیطان اُن کو گھور رہا تھا۔

مرگ و جسک[1] اے اہلِ انکار و نفاق — عاقبت خواہد بُدن ایں اتفاق

اے انکار اور نفاق والو! موت، اور درد — انجام کار اِس کا اتفاق ضرور ہوگا

چشمِ تاں تر باشد از بعدِ خلاص — کہ شوید از بہرِ شہوت دیو خاص

خلاصی کے بعد (کیا) تمہاری آنکھ نم ہوگی؟ — کیونکہ شہوت پرستی کی وجہ سے تم خاص شیطان بن جاؤ

یادتاں ناید کہ روزے در خطر — دستِ تاں بگرفت یزداں از قدر

تمہیں یاد بھی نہ آئے گا کہ خطرے کے دن — قدرت سے خدا نے تمہاری دستگیری کی ہے

ایں ہمی آمد ندا از دیو لیک — ایں سخن را نشنود جز گوشِ نیک

شیطان کی یہ آواز آرہی تھی، لیکن — اِس کو نیک کان کے علاوہ کوئی نہیں سن رہا تھا

راست[2] فرمودست با ما مصطفٰےؐ — قطب و شاہنشاہ و دریائے صفا

ہم سے مصطفٰےؐ نے سچ فرمایا ہے — جو قطب اور شہنشاہ اور صفا کے دریا ہیں

کانچہ جاہل دید خواہد عاقبت — عاقلاں بینند ز اوّل مرتبت

کہ نادان جو کچھ انجام پر دیکھے گا — عقلمند اُس کو پہلے مرتبہ میں دیکھ لیتا ہے

کارہا زآغاز گر غیب ست و سِر — عاقل اوّل دید و آخر آں مُصر

کام (کا انجام) اگرچہ شروع میں پوشیدہ اور راز ہے — عقلمند نے شروع میں دیکھ لیا اور جاہل نے آخر میں

اوّلش پوشیدہ باشد و آخراں — عاقل و جاہل بہ بینند در عیاں

اُسکے شروع (میں انجام) پوشیدہ ہوتا ہے، اُسکو آخر میں — عقلمند اور نادان آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے

گر نہ بینی واقعہ غیب اے عنود — حزم را سیلاب کے اندر ربود

اے سرکش! اگر تو غیب کے واقعات نہیں دیکھتا ہے — (تو) احتیاط کو سیلاب کب بہالے گیا ہے؟

تصوّراتِ مردِ حازم

محتاط انسان کے خیالات

حزم[3] چہ بود بدگمانی در جہاں — دمبدم دیدن بلائے ناگہاں

احتیاط کیا ہوتی ہے، دنیا میں بدگمانی — لمحہ بہ لمحہ ناگہانی بلا دیکھنا

آنچنانکہ ناگہاں شیرے رسید — مرد را بربود و در بیشہ کشید

اِس طرح کہ اچانک ایک شیر آیا — اُسنے ایک شخص کو پکڑا اور کچھار میں کھینچ لے گیا

اُو چہ اندیشد دراں بُردن ببیں — تو ہماں اندیش اے اُستادِ دیں

اُس لے جانے میں وہ کیا سوچتا ہے، غور کر — اے دین کے اُستاد، تو بھی وہی سوچ

---

[1] جسک۔ جسم کے نحو کے ساتھ، اور درد، رنج چشم تاں۔ یعنی نجات پانے کے بعد تم نہ کبھی روؤ گے اور نہ یہ یاد کرو گے کہ خدا نے تمہاری دستگیری کی تھی۔ نشنود۔ یعنی صرف نیک لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ شیطانی آواز محض نیکی سے روکنے کیلئے ہے۔

[2] راست۔ اس واقعہ سے آنحضورؐ کے قول کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ جاہل کو جو کچھ انجام کار میں کرنا پڑتا ہے وہ عقلمند ابتداءِ کار میں کر گزرتا ہے کہ کشتی نشین عشاق نے بالآخر وہی گریہ و زاری کی جو اولیاء اللہ ابتدا میں کر لیتے ہیں۔ کانچہ۔ مشہور ہے۔ آنچہ دانا کند کند ناداں لیک بعد از خرابیِ بسیار

مُصر۔ اپنی جہالت پر مُصر۔ گر نہ بینی۔ اگر ایک عام آدمی بھی پیش آنے والی بات کو نہیں دیکھ پاتا تو حزم اور احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ مصائب میں پھنسنے سے ڈرتا رہے اور توبہ و استغفار کرتا رہے۔

[3] حزم۔ احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان کبھی مطمئن نہ ہو اور ہر وقت بلائے ناگہانی سے بچنے کی تدبیر کرتا رہے۔ آنچنانکہ۔ حزم کے معنی اس مثال سے سمجھ لو کہ مثلاً ایک آدمی جس کو شیر چپٹ گیا ہے جو وہ اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچتا ہے تم شیر کے حملہ سے پہلے ہی وہ سوچ لو۔

می کشد شیرِ قضا در بیشہا | جانِ ما مشغولِ کار و پیشہا
قضا کا شیر کچھاروں میں گھسیٹ کر لیجا رہا ہے | ہماری جان، کام اور پیشوں میں لگی ہے

آنچناں کز فقر می ترسند خلق | زیرِ آبِ شور رفتہ تا بہ حلق
جس طرح لوگ فقر سے ڈرتے ہیں | (گویا کہ) کھارے پانی میں گلے تک ڈوبے ہوئے ہیں

گر بترسندے ازاں فقر آفریں | گنجہا شاں کشف گشتے در زمیں
اگر وہ فقر کے پیدا کرنے والے سے ڈرتے | (تو) زمین میں (گڑے ہوئے) خزانے اُن پر منکشف ہو جاتے

جملہ شاں از خوفِ غم در عینِ غم | در پئے ہستی فتادہ در عدم
وہ سب غم کے ڈر سے بعینہٖ غم میں (مبتلا) ہیں | ہستی کی تلاش میں عدم میں پھنسے ہیں

دُعا و شفاعتِ دقوقیؒ در خلاصِ آں کشتی

اس کشتی کی نجات کیلئے دقوقیؒ کی دعا اور سفارش

چوں دقوقیؒ آں قیامت را بدید | رحمِ اُو جوشید و اشکِ اُو دوید
دقوقیؒ نے جب اس قیامت کو دیکھا | ان کا رحم جوش میں آیا اور ان کے آنسو بہہ نکلے

گفت یا رب منگر اندر فعلِ شاں | دستِ شاں گیر اے شہِ نیکو نشاں
فرمایا اے خدا اِن کے اعمال کو نہ دیکھ | اے شاہِ نیک نشان! اِن کی دست گیری فرما

خوش سلامت شاں بساحل باز بر | اے رسیدہ دستِ تو در بحر و بر
انہیں بہترین سلامتی کے ساتھ ساحل پر لوٹا دے | اے (وہ ذات) کہ تیرا دستِ (قدرت) بحر و بر پر ہے

اے کریم و اے رحیمِ سرمدی | در گذار از بدسگالاں ایں بدی
اے کریم اور اے ابدی رحم کرنے والے | بد عقیدہ لوگوں کی اس بدی سے درگزر کر

اے بدادہ رائیگاں صد چشم و گوش | نے ز رشوت بخش کردہ عقل و ہوش
اے وہ کہ جس نے سینکڑوں آنکھیں اور کان مفت دیئے ہیں | عقل و ہوش بھی، رشوت سے نہیں بخشے ہیں

پیش از استحقاق بخشیدہ عطا | دیدہ از ما جملہ کفران و خطا
مستحق ہونے سے پہلے ہی بخشش کی | ہم سب کی نافرمانی اور خطا کو دیکھتے ہوئے

اے عظیم از ما گناہانِ عظیم | تو توانی عفو کردن در حریم
اے بزرگ! ہمارے بڑے گناہوں کو | حرم میں تو (ہی) معاف کر سکتا ہے

ما ز آز و حرص خود را سوختیم | ویں دعا را ہم ز تو آموختیم
ہم نے حرص و ہوس میں اپنے آپکو جلا ڈالا ہے | یہ دعا بھی ہم نے تجھ (ہی) سے سیکھی ہے

۱؎ می کشد۔ لیکن ہم غفلت برتتے ہیں اور شیرِ قضا سے نجات کی تدبیر نہیں کرتے۔ آنچناں۔ لوگ فقر سے ڈرتے ہیں اور اسقدر اسکے خوف میں مبتلا ہیں جیسا کہ سمندر میں ڈوبتا ہوا خوف میں مبتلا ہوتا ہے اگر فقر پیدا کرنیوالے خدا سے اس طرح ڈریں تو اُنپر زمین کے خزانے منکشف ہو جائیں اور فقر کا کوئی احتمال بھی باقی نہ رہے۔ جملہ شاں۔ انسانوں کی یہ بے عقلی ہے کہ موہوم غم کی بنا پر عین غم میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور شخص فقر کے غم کی وجہ سے اپنے اوپر غم طاری کر لیتے ہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص زندگی کی تلاش میں اپنے اوپر موت طاری کرے۔

۲؎ آں قیامت یعنی کشتی کے ڈوبنے کے احوال تھاں۔ یعنی کشتی میں سوار گنہگار۔ ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔ بحر و بر۔ خشکی اور تری۔ سرمدی۔ ابدی۔ بدسگال۔ بد عقیدہ۔

۳؎ اے بدادہ۔ اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی حواس مفت عنایت فرمائے ہیں۔ حریم۔ جرم و خطا۔ ویں دعا۔ اپنی خطاؤں پر بھلا دعا مانگنا بھی تیری تعلیم و عطا ہے

حُرمتِ آں کہ دُعا آموختی — در چنیں ظلمت[۱] چراغ افروختی

اس کے طفیل کہ تو نے دُعا سکھائی ہے — ایسی تاریکی میں چراغ روشن کر دیا ہے

دستگیر و رہنما توفیق دہ — جُرم بخش و عفو کُن بکشا گرہ

دستگیری فرما، اور رہنمائی عطا فرما — خطا بخش دے، اور معاف کر دے اور گرہ کھول دے

ہمچنیں می رفت بر لفظش دُعا — آں زماں چوں مادرانِ باوفا

دعا اُن کے الفاظ میں اس طرح جاری تھی — اُس وقت جیسا کہ باوفا ماؤں (کے الفاظ میں)

اشک می رفت از دو چشمش و آں دعا — بیخود از وے می بر آمد بر سما

اُن کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اور وہ دعا — بے خودی میں اُن سے آسمان پر پہنچ رہی تھی

آں دُعائے بیخوداں خود دیگر است — آں دُعا زو نیست گفتِ داور است

بیخودوں کی دعا دوسری (ہی چیز) ہے — وہ دعا اُن کی نہیں ہے، خدا کی بات ہے

آں دُعا حق میکند چوں او فناست — آں دُعا و آں اجابت از خداست

جبکہ وہ (بیخود مقام) فنا میں تھے وہ دعا اللہ فرماتا ہے — وہ دعا اور وہ قبولیت خدا کی جانب سے ہے

واسطہ[۲] مخلوق نے اندر میان — بیخبر زاں لابہ کردن جسم و جان

درمیان میں مخلوق کا واسطہ نہیں ہے — اُس خوشامد سے جسم و جان بے خبر ہوتے ہیں

بندگانِ حق رحیم و بُردبار — خوئے حق دارند در اصلاحِ کار

اللہ (تعالیٰ) کے رحیم اور بُردبار بندے — معاملہ کی اصلاح میں اللہ (تعالیٰ) کی خو اختیار کرتے ہیں

مہربان بے رشوتاں یاریگراں — مُشفقاں و مُستعاں غمخوارگاں

مہربان، بغیر رشوت کے مددگار (ہوتے ہیں) — مُشفق اور غمزدوں کے مددگار (ہوتے ہیں)

از ترحّم[۳] دستگیراں شافعاں — در مقامِ سخت و در روزِ گراں

رحم کھانے کی وجہ سے دستگیر اور سفارشی (ہوتے ہیں) — سخت جگہ اور بھاری دن میں

ہیں بجو ایں قوم را اے مُبتلا — ہیں غنیمت دار شاں پیش از بلا

اے مصیبت زدہ! اِس قوم کو تلاش کر لے — خبردار ابتلا ہونے سے پہلے ہی اُن کو غنیمت سمجھ

رست کشتی از دمِ آں پہلوان — واہلِ کشتی را بجہدِ خود گماں

اُس پہلوان کی دُعا سے کشتی نجات پا گئی — کشتی والوں کو اپنی کوشش کا گمان تھا

کہ مگر بازوئے ایشاں در حذر — بر ہدف انداخت تیرے از قدر

کہ شاید بچاؤ میں انہی کی بازو نے — صحیح اندازے سے نشانہ پر تیر چلایا ہے

۱؎ ظلمت یعنی خطا کاری۔ چراغ یعنی دعا کی تعلیم۔ ہمچنیں۔ جس طرح ماں بے چین ہو کر بچے کے لئے دعا کرتی ہے تو اُن کی یہی حالت تھی۔ بے خود۔ یعنی دعا میں ایسے مصروف تھے کہ اُن کو اپنا ہوش نہ تھا۔ آں دعا۔ انسان بے خود ہو کر دعا کرتا ہے تو چونکہ وہ خود فنا فی اللہ ہو اسلئے وہ دعا اُس کی طرف منسوب نہ ہوگی بلکہ خدا کی جانب سے ہوگی۔ اجابت۔ فانی کی دعا بھی اللہ کی جانب سے ہے اور اس کی قبولیت بھی اللہ کی جانب سے ہے۔

۲؎ واسطہ جبکہ دعا کرنے والا فانی ہے تو درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہے فانی کے جسم و جان کو دعا کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے۔ بندگانِ حق۔ خاصانِ خدا چونکہ خدائی اخلاق سے متصف ہوتے ہیں اور اُن کی حالت ایسی ہی ہو جاتی ہے کہ رحمتِ حق بہانہ می جوید۔

۳؎ از ترحّم۔ وہ محض اپنی صفت رحم کی وجہ سے سفارشی اور دستگیر بن جاتے ہیں۔ جن اولیاء اللہ سے دعا کا تعلق مصیبت میں مبتلا ہونے پر بھی اور مصیبت میں مبتلا ہونے سے پہلے بھی رکھنا چاہیے۔ رست کشتی۔ کشتی و ترقی (بچی) کی دعا سے بچی۔ کشتی والے سمجھ کر اُن کی قوتِ بازو سے بھنور سے نکلی۔

پائے[1] رہاند روبہاں را در شکار
شکار میں لومڑیوں کو، پاؤں بچاتے ہیں

واں زدُم دانند روباہاں غرار
وہ دھوکے میں مبتلا لومڑیاں دُم کی وجہ سے سمجھتی ہیں

عشقہا با دُم خود بازند کیں
وہ دم سے محبت کرتی ہیں، کہ اُس نے

میرہاند جانِ ما را از کمیں
ہماری جان کو ہلاکت سے بچایا

از ضلالت بوسہا بر دُم دہند
نادانی سے دُم کو چومتی ہیں

رقص گیرند و زشادی برجہند
ناچتی ہیں اور خوشی سے کودتی ہیں

روبہا پا را نگہدار از حجر
اے لومڑی! پتھر سے پاؤں کا بچاؤ کر

پا چو نبود دُم چہ سود اے خیرہ سر
اگر پاؤں نہ ہو تو اے بیوقوف! دُم سے کیا فائدہ ہے

ما چو روباہیم پائے ما کرام
ہم لومڑی کی طرح ہیں ہمارے پاؤں بزرگ ہیں

می رہاندماں زصد گون انتقام
ہمیں سینکڑوں قسم کی سزا سے نجات دیتے ہیں

حیلۂ باریکِ ما چوں دُمِ ماست
ہماری نازک تدبیر ہماری دُم کی طرح ہے

عشقہا بازیم با دُم چپ و راست
ہم دائیں بائیں سے دُم سے عشق بازی کرتے ہیں

دُم بجنبانیم ز استدلال و مکر
ہم محبت بازی اور مکر کی دم ہلاتے ہیں

تا کہ حیراں ماند از ما زید و بکر
تاکہ ہم سے زید اور بکر حیران ہو جائیں

طالبِ حیرانی خلقاں شدیم
ہم لوگوں کی حیرانی کے طلبگار بنے ہیں

دستِ طمع اندر اُلوہیت زدیم
ہم نے خدائی میں لالچ کا ہاتھ ڈالا ہے

تا بافسوں[2] مالکِ دلہا شویم
تاکہ فریب کے ذریعہ ہم دلوں کے مالک بن جائیں

ایں نمی بینیم ما کاندر گویم
ہم یہ نہیں دیکھتے، کہ ہم گڑھے میں ہیں

در گوی و در چہی اے قلتباں
اے بے غیرت! تو گڑھے اور کنویں میں ہے

دست وادار از سبالِ دیگراں
دوسروں کی مونچھوں سے ہاتھ ہٹا

چوں بہ بستانے رسی زیبا و خوش
جب تو کسی اچھے اور خوشنما باغ میں پہنچے

بعد ازاں دامانِ خلقاں گیر و کش
اس کے بعد لوگوں کا دامن پکڑ، اور کھینچ

اے مقیم[3] حبسِ چار و پنج و شش
اے چار اور پانچ اور چھ کے قید خانے میں مقیم

نغز جائے دیگراں را ہم بکش
کیا اچھی جگہ ہے، دوسروں کو بھی کھینچ لے

[3] اے مقیم جبکہ خود انسان چار عناصر اور پانچ حواس اور چھ جہتوں میں پھنسا ہوا ہے یعنی اُسکی پہنچ صرف سفلیات تک ہے اور علویات سے اُس کا کوئی علاقہ نہیں ہے تو دوسروں کو اس مقام کی دعوت دینا کونسی انسانیت ہے۔ نغز جائے۔ یہ بطور طنز کے فرمایا ہے۔

[1] پائے رہاند۔ اسکی مثال یہ ہے کہ لومڑی شکاری کی گرفت سے اپنے پاؤں کے ذریعہ بچی لیکن وہ اپنی مکاری سے سمجھتی ہے کہ دُم کی وجہ سے بچی ہے۔ غرار۔ دھوکے میں مبتلا کمینی شکاری کی گھات۔ دم پا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جو نجات کا اصل ذریعہ ہے اُس کی حفاظت کرو۔ خیرہ سر۔ بددماغ۔ کرام یعنی ہماری نجات کا ذریعہ بزرگانِ دین ہیں۔ حیلۂ باریک۔ یعنی ہم خود جو اپنی نجات کی تدبیریں کرتے ہیں اُنکی مثال لومڑی کی دُم کی سی ہے جس کو اُس نے باعثِ نجات سمجھا تھا۔ استدلال و مکر۔ یعنی ہم اپنے استدلال اور تدبیر کو ذریعہ نجات بتاتے ہیں۔ ایسی تقریریں کرتے ہیں جس سے لوگ حیران ہو جائیں۔ مطلب یعنی انسان اپنی تدابیر اور مکاری کا بیان کرکے لوگوں کو مرعوب کرنا چاہتا ہے اور گویا اُن کو مرعوب کرکے اپنی خدائی جتانا چاہتا ہے۔

[2] تا بافسوں۔ یہاں مکار اپنے فریب کے ذریعہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرنا چاہتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ خود عجز کے گڑھے میں گرا ہوا ہے۔ در گو۔ جبکہ خود گڑھے میں ہے تو دوسروں کو معتقد بنا کر کیوں گڑھے میں گراتا ہے۔ چوں۔ ہاں اگر تجھے خود کوئی اعلیٰ مقام حاصل ہے تو بیشک دوسروں کو معتقد بنا کر اُس مقام پر کھینچ لا۔

اے[1] چو خر بندہ حریفِ کونِ خر
اے وہ کہ جو گدھے والے کی طرح گدھے کی مقعد کا یار ہے
بوسہ گاہے یافتی ما را ببر
تونے اچھی بوسہ گاہ پائی ہے؟ ہمیں بھی لے چل

چوں ندادت بندگیِ دوست دست
جبکہ دوست کی غلامی تیرے ہاتھ نہیں آئی ہے
میلِ شاہی از کجایت خاستست
تو تجھ میں شاہی کی تمنا کہاں سے آئی ہے؟

در ہوائے آنکہ گویندت زہے
اس خواہش میں کہ لوگ تجھے واہ واہ کہیں
بستہ در گردنِ جانت زہے
تونے اپنی گردن میں پھندا ڈالا ہے

روبہا ایں دُمِ حیلت را بہل
اے لومڑی! تو اس تدبیر کی دُم کو چھوڑ دے
وقف کن دل بر خداوندانِ دل
دل والوں پر دل کو وقف کردے

در پناہِ[2] شیر کم ناید کباب
شیر کی پناہ میں کبابوں کی کمی نہیں ہوتی ہے
روبہا تو سوئے جیفہ کم شتاب
اے لومڑی! تو مُردار کی طرف نہ دوڑ

تو دلا منظورِ حق آنگہ شوی
اے پیارے! تو اس وقت اللہ (تعالیٰ) کا منظورِ نظر بنے گا
کہ چو جزوے سوئے کُل خود روی
جبکہ تو جزو کی طرح اپنے کُل کی طرف چلا جائیگا

حق ہمی گوید نظر ماں بر دل ست
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے ہماری نظر دل پر ہے
نیست بر صورت کہ آں آب و گل ست
صورت پر نہیں ہے کیونکہ وہ تو پانی اور مٹی ہے

تو ہمی گوئی مرا دل نیز ہست
تو کہتا ہے، میرے بھی دل ہے
دل[3] فرازِ عرش باشد نے بہ پست
دل عرش کی بلندی پر ہوتا ہے نہ کہ پستی میں

در گِلِ تیرہ یقیں ہم آب ہست
کالی کیچڑ میں بھی یقیناً پانی ہے
لیک ازاں آبت نشاید آب دست
لیکن اس پانی سے وضو (یا استنجا) مناسب نہیں ہے

زانکہ گر آب ست مغلوبِ گل ست
کیونکہ وہ اگرچہ پانی ہے لیکن مٹی سے مغلوب ہے
پس دلِ خود را مگو کایں ہم دل ست
تو اپنے دل کو یہ نہ کہہ کہ وہ بھی دل ہے

آں دلے کز آسمانہا برتر ست
وہ دل جو آسمانوں سے بھی بلند ہے
آں دلِ ابدال یا پیغمبر ست
وہ ابدال کا دل، یا پیغمبر کا دل ہے

پاک گشتہ آں ز گِل صافی شدہ
وہ پاک ہوگیا ہے مٹی سے صاف ہوگیا ہے
در فزونی آمدہ وافی شدہ
ترقی میں آکر بھرپور ہوگیا ہے

زانکہ کیچڑ میں کا پانی حقیقی پانی نہیں ہے اسی طرح آلودہ دل 'دل' نہیں ہے۔ آں دلے جس دل کے بارے میں یہ طے ہے کہ وہ آسمانوں سے بھی بالاتر ہے تو وہ اولیاء اور پیغمبروں کا دل ہے لہٰذا اپنے دل کو منظورِ خدا نہ سمجھ اور اولیاء سے جُڑ جا۔

---

[1] اے چو خر - جب تک انسان عالمِ سفلی میں پھنسا ہے تو اسکی مثال اُس گدھے والے کی سی ہے جو گدھے کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور اُسکو گدھے کی مقعد سے قرب رہتا ہے گدھے والا دوسروں کو گدھے کی مقعد کو بوسہ دینے کی دعوت دے تو کونسی اچھی بات ہے۔ بوسہ گاہے۔ یہ بھی بطور طنز کے کہا گیا ہے۔ زہے پہلے مصرع میں بمعنی تعجب ہے، دوسرے مصرع میں زہ بمعنی کمان کا چلّہ ہے جس کا ترجمہ ہم نے پھندے سے کیا ہے یعنی تانت کا پھندا۔

[2] در پناہ۔ جو کچھ تو اپنی تدبیروں سے حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اولیاء کی دعاؤں سے بدرجۂ اولیٰ حاصل ہوجائیگا۔ جزوی یعنی تیرا دل ناقص ہے کُل یعنی اولیاء کا دل۔ حق ہمی گوید بیشک خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم دل پر نظر رکھتے ہیں، لیکن دراصل تیرا دل ہی وہ نہیں ہے جو منظورِ نظر بن سکے۔

[3] دل۔ بیشک دل میں یہی صفت ہے لیکن جبکہ حقیقتاً وہ دل ہو جو عالمِ مجردات کی چیز ہے اگر وہ آب و گل میں مبتلا ہے تو پھر اُس میں اور صورت میں کوئی فرق نہیں ہے اور صورت منظورِ خدا نہیں ہے۔ در گِل۔ جو دل آب و گل سے آلودہ ہے اسکی مثال اُس پانی کی سی ہے جو کالی کیچڑ میں ہے تو یہ اگرچہ پانی ہے لیکن وہ پانی کی جگہ کام نہیں آسکتا، اسی طرح آلودہ دل، دل نہیں ہے۔

ترکِ[1] گِل کردہ سوئے بحر آمدہ
مٹی کو چھوڑ کر، سمندر کی طرف آگیا ہے
رُستہ از زندانِ گِل بحرے شُدہ
وہ مٹی کی قید سے آزاد ہو کر سمندر بن گیا ہے

آبِ ما محبوسِ گِل ماندست ہاں
خبردار! ہمارا پانی مٹی میں پھنسا ہوا ہے
بحرِ رحمت جذب کُن مارا زطیں
اے رحمت کے سمندر! ہمیں مٹی سے جذب کر لے

بحر گوید من ترا در خود کشم
سمندر کہتا ہے، میں تجھے کھینچ تو لوں
لیک می لافی کہ من آبِ خوشم
لیکن تو شیخی بگھارتا ہے کہ میں صاف پانی ہوں

لافِ تو محروم میدارد ترا
تیری شیخی، تجھے محروم رکھتی ہے
ترکِ آں پندار کُن در من درآ
اس غرور کو چھوڑ دے، میرے اندر آجا

آبِ گِل خواہد کہ در دریا رود
مٹی میں کا پانی چاہتا ہے کہ سمندر میں چلا جائے
گِل گرفتہ پائے آب و می کشد
مٹی پانی کا پاؤں پکڑتی ہے اور اس کو کھینچتی ہے

گر رہاند پائے خود از دستِ گِل
اگر وہ اپنا پاؤں مٹی سے چھڑا لے
گِل بماند خشک و او شد مستقل
مٹی خشک رہ جائے، وہ مستقل بن جائے

آں کشیدن[2] چیست از گِل آب را
مٹی کا پانی کو کھینچنا کیا ہے؟
جذبِ تو نقل و شرابِ ناب را
تیرا چھینا اور خالص شراب کو جذب کرنا

ہمچنیں ہر شہوتے اندر جہاں
اسی طرح دنیا کی ہر شہوت
خواہ مال و خواہ جاہ و خانماں
خواہ مال اور خواہ مرتبہ اور خواہ گھر اور مال

خواہ باغ و مرکب و تیغ و مجن
خواہ باغ، اور سواری، اور تلوار اور ڈھال
خواہ ملک و خانہ و فرزند و زن
خواہ سلطنت، اور گھر، اور اولاد، اور بیوی

ہر یکے زینہا ترا مستی کند
ان میں سے ہر ایک چیز تجھے مدہوش کر دیتی ہے
چوں نیابی آں خمارت میزند
جب تجھے وہ نہیں ملتی ہے تو تجھ میں اینٹھن پیدا کرتی ہے

ایں خمارِ[3] غم دلیلِ آں شُدست
یہ غم کی اینٹھن، اس کی دلیل ہے
کہ بداں مفقود مستی آت بدست
کہ اس گم شدہ سے تجھ میں مدہوشی تھی

جز باندازہ ضرورت زو مگیر
قدر ضرورت کے سوا اس کو نہ لے
تا نہ گردد غالب و بر تو امیر
تاکہ وہ تجھ پر غالب اور حاکم نہ بنے

سر کشیدی تو کہ من صاحبدلم
تو نے اس کے سرکشی کی کہ میں خود صاحبِ دل ہوں
حاجتِ غیرے ندارم واصلم
مجھے دوسرے کی ضرورت نہیں ہے میں خود واصل بھی ہوں

[1] ترکِ گِل۔ اولیاء اور انبیاء کے دل عالمِ ناسوت کی آلودگی سے پاک ہیں۔ سوئے بحر یعنی بحرِ وحدت۔ آبِ ما۔ یہاں مولانا نے مناجات شروع کر دی ہے۔ زطیں یعنی عالمِ ناسوت۔ بحر گوید۔ اولیاء عوام کے دل کو اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں لیکن عوام کی انانیت مانع بنتی ہے۔ آں پندار یعنی اپنے دل کی صفائی۔ آبِ گِل یعنی عوام کا دل اولیاء کے دل سے وابستگی کا خواہاں ہے لیکن عالمِ ناسوت کی آلائش مانع بنتی ہیں۔ گر رہاند۔ دل کو مستقل بنانے کا یہی طریقہ ہے کہ لذائذِ دنیوی سے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔

[2] آں کشیدن۔ مٹی جو پانی کو اپنی طرف کھینچتی ہے اس کی وجہ عالمِ ناسوت کی لذتیں ہیں۔ ہمچنیں۔ صرف شراب کباب ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر چیز دل کے مستقل ہونے کے لئے مانع ہو سکتی ہے۔ دنیا کی ہر چیز انسان کو مدہوش بناتی ہے اور شراب کا کام کرتی ہے چنانچہ دنیا کی محبوب چیز حاصل نہ ہونے سے وہ اینٹھن پیدا ہوتی ہے جو شرابی کو شراب نہ ملنے سے ہوا کرتی ہے۔

[3] ایں خمار۔ لذائذِ دنیوی نہ حاصل ہونے سے بدن میں اینٹھن پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس لذت میں شراب کا سا اثر تھا۔ جز باندازہ۔ مناسب ہے کہ دنیا کی چیزوں کا بقدرِ ضرورت استعمال کیا جائے ان کی کثرت نہ کی جائے۔ سرکشیدی۔ اولیاء سے وابستگی سے سرکشی محض اس بنا پر ہے کہ تو

آنچناں[1] کہ آب در گِل سر کشد
(یہ) ایسا ہی ہے کہ پانی مٹی میں سرکشی کرے

کہ منم آب و چرا جویم مدد
کہ میں تو پانی ہوں، میں کیوں مدد چاہوں؟

دل تو ایں آلودہ را پنداشتی
تو نے اس گندے دل کو دل سمجھ لیا ہے

لاجرم دل زاہلِ دل برداشتی
اسی لئے تو لامحالہ صاحبِ دل سے دل برداشتہ ہے

خود روا داری کہ آں دل باشد ایں
(کیا) تو خود مناسب سمجھتا ہے کہ یہ دل وہ دل ہو

کو بود در عشقِ شیر و انگبیں
جو کہ دودھ اور شہد کے عشق میں مبتلا ہے

لطفِ[2] شیر و انگبیں عکسِ دل ست
دودھ اور شہد کا لُطف دل (کے لُطف) کا عکس ہے

ہر خوشے را آں خوش از دل حاصل ست
ہر مزیدار چیز کی مزیداری دل سے حاصل ہوتی ہے

پس[3] بود دل جوہر و عالم عرض
تو دل جوہر ہوتا ہے، اور عالم عَرَض

سایۂ دل چوں بود دل را غرض
دل کا سایہ، دل کا مقصد کیسے ہو سکتا ہے؟

آں دِلے کو عاشقِ مال ست و جاہ
وہ دل جو مال، اور مرتبہ کا عاشق ہے

یا زبونِ ایں گِل و آبِ سیاہ
یا اس مٹی اور سیاہ پانی سے مغلوب ہے

یا خیالاتے کہ در ظلمات او
یا اُن خیالات سے (مغلوب ہے)، اندھیرے میں

می پرستد شاں برائے گفتگو
جنکو وہ پوجتا ہے (ایسا دل) محض کہنے کو دل ہو

دل نباشد غیرِ آں دریائے نور
دل دریائے نور کا غیر نہیں ہوتا ہے

دل نظرگاہِ خدا و آنگاہ کور
دل خدا کا مطمحِ نظر ہو؟ اور پھر اندھا ہو!

نے دل اندر صد ہزاراں خاص و عام
لاکھوں خاص اور عام (انسانوں) میں دل نہیں ہوتا ہے

در یکے باشد کدام ست آں کدام
کسی ایک میں ہوتا ہے، وہ کون ہے کون؟

ریزۂ دل را بہل دل را بجو
دل کے ریزے کو چھوڑ، دل کو تلاش کر

تا شود آں ریزہ چوں کوہے ازو
تاکہ ریزہ اس کی وجہ سے پہاڑ بن جائے

دل محیط ست اندریں خطۂ وجود
اس عالمِ وجود میں دل ایک سمندر ہے

زر ہمی افشاند از احسان و جود
احسان اور سخاوت سے چاندی بکھیرتا ہے

از سلامِ حق سلامتہا نثار
اللہ (تعالیٰ) کی سلامتی سے سلامتیاں نچھاور

میکند بر اہلِ عالم ز اختیار
کرتا رہتا ہے دنیا والوں پر اپنے اختیار سے

دنیا میں ایک سمندر ہوتا ہے جو لوگوں پر زر افشانی کرتا ہے۔ از سلام۔ اللہ کی جانب سے سلامتیاں اُس کو عطا کر دی جاتی ہیں اور وہ اپنے اختیار سے دنیا والوں کو سلامتی تقسیم کرتا ہے۔

[1] آنچناں۔ عالمِ ناسوت میں پھنسنے کے باوجود واصل ہونے کا دعویٰ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کیچڑ کا پانی اپنے آپ کو خالص پانی سمجھے۔ خود روا داری تو خود انصاف کر یہ تیرا دل، دل کہلانے کے قابل ہے تیرا دل تو دنیاوی لذتوں کا عاشق ہے اور اُس کو دودھ اور شہد سے لذت حاصل ہوتی ہے۔

[2] لُطف۔ حالانکہ دنیا کی ہر لذیذ چیز کی لذت دل کے تابع ہو اگر دل میں لذت ہے تو اُس چیز میں لذت ہے ورنہ نہیں تو جو دل کسی چیز کی لذت سے لذت حاصل کرے وہ دل اصل نہیں ہے۔

[3] پس۔ جب کہ اصل دل کی لذت ہے اور دوسری چیزوں میں اُس سے لذت پیدا ہوتی ہے تو دل جوہر ہے اور دنیا کی لذتیں ذاتی نہیں ہیں تو دل کا مقصود خود اُس کی عطا کردہ چیز کیسے ہو سکتی ہے۔ آں دلے جو دل دنیا کی چیزوں کا عاشق ہو اور دنیا کی لذتوں اور اپنی غلط تمناؤں سے مغلوب ہو وہ برائے گفتن دل ہے۔ حقیقتاً دل نہیں ہے۔ کدام۔ حقیقی دل اولیاء کا دل ہو۔ ریزہ۔ تیرا دل، دل نہیں ہو دل کا ریزہ ہے اولیاء کا دل مکمل دل ہے اُن سے وابستگی کرے تیرا ریزہ پہاڑ بن بن جائے گا۔

[4] دل۔ یعنی اولیاء کا دل

ہر کرا[1] دامن درست ست و مُعد — آں نثارِ دل برآنکس میرسد

جس کا دامن درست اور تیار ہے — دل کا وہ بکھاور اُسی کو پہنچتا ہے

دامنِ تو آں نیاز ست و حضور — ہیں مَنِہ در دامن آں سنگِ فجور

تیرا دامن، نیاز مندی اور حاضری ہے — خبردار! دامن میں بدکاری کا پتھر رکھ

تا ندرد دامنت زاں سنگہا — تا بدانی نقد را از رنگہا

تاکہ اُن پتھروں سے تیرا دامن نہ پھٹے — خبردار! کھرے اور کھوٹوں کو سمجھ لینا

سنگ[2] پُر کردی تو دامن از جہاں — ہم ز سنگِ سیم و زر چوں کودکاں

تو نے دنیا قیمتی، دامن پتھروں سے بھر لیا — بچوں کی طرح چاندی اور سونے کے پتھروں سے

آں خیالِ سیم و زر چوں زر نبُود — دامنِ صدقت درید و غم فزود

یہ خیالی چاندی اور سونا چونکہ سونا نہ تھا — اُس نے تیرا سچائی کا دامن پھاڑ دیا اور غم بڑھا دیا

کے نماید کودکاں را سنگ سنگ — تا نگیرد عقل دامنِ شان بچنگ

بچوں کو پتھر، پتھر کب نظر آتا ہے؟ — جب تک عقل پنجے سے اُن کا دامن نہ تھام لے

پیر[3] عقل آمد نہ آں موئے سفید — مُو نمی گنجد دریں بحث و اُمید

پیر عقل ہوتی ہے نہ کہ وہ سفید بال — اِس بحث اور اُمید میں بالوں کی گنجائش نہیں ہے

انکار کردنِ آں جماعت بر دُعا و شفاعتِ دقوقیؒ و ناپیدا شُدن در پردۂ غیب و حیران شدنِ دقوقیؒ کہ ایشاں بہوا رفتند یا بزمین پنہاں شدند

اُن لوگوں کا دقوقیؒ کی سفارش اور دعا سے انکار کرنا اور غیب کے پردے میں اُن کا غائب ہوجانا اور دقوقیؒ کا حیران ہونا کہ وہ ہوا میں چلے گئے یا زمین میں چھپ گئے

چوں رہید آں کشتی و آمد بکام — شُد نمازِ آں جماعت ہم تمام

جب کشتی نجات پاگئی اور مقصد تک پہنچ گئی — اُن لوگوں کی نماز بھی پوری ہوگئی

فجفجے افتادِ شاں باہمدگر — کیں فضولی را کہ کرد از ما زشر

اُن میں آپس میں کھس پھس ہوئی — کہ شرارت کی وجہ سے یہ بیکار کام ہم میں سے کس نے کیا ہے؟

ہر یکے با ہمدگر گفتند سِر — از پسِ پشتِ دقوقیؒ مستتر

ہر ایک نے دوسرے سے آہستہ سے کہا — دقوقیؒ کے پیٹھ پیچھے پوشیدہ طور پر

[1] ہر کرا۔ جو اپنا درست دامن پھیلائے گا اُس کے دامن میں وہ سونا آجائیگا۔ دامن۔ یہاں دامن سے کپڑے کا دامن مراد نہیں ہے بلکہ اولیاء کی جناب میں نیاز مندی اور حاضری مراد ہے۔ ہیں منہ۔ پہلے شعر میں درست دامن کہا تھا درستگی کا مطلب یہ ہے کہ فسق و فجور نہ کر۔ تا بدانی۔ لیکن عقیدت کا تعلق سمجھ کر کرنا چاہیے۔

[2] سنگ۔ دنیادار اپنے دامن میں سونا چاندی بھرتا ہے یہ سونا اور چاندی بھی پتھر ہیں اور اُس دنیادار کا کام طفلانہ ہے۔ زر نبود۔ اِس سونے چاندی سے دامن چاک ہوتا ہے اور غم میں اضافہ ہوتا ہے۔ کے نماید۔ دنیادار بھی پیر نابالغ ہے جسکو عقل نہیں ہے جس طرح بچے حقیقی پتھر دامن میں بھر کر دامن کو پھاڑ لیتے ہیں اور پتھر کو پتھر نہیں سمجھتے اِسی طرح دنیادار دنیا کی دولت سمیٹتا ہے جو کہ بے حقیقت پتھر کی طرح ہے۔

[3] پیر یعنی پیر بمعنی عقلمند تو وہ ہے جس میں عقل ہو اگر محض بال سفید ہیں تو اُسکو پیر نہیں کہا جاسکتا ہے یعنی بزرگی اور پیری میں بالوں کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بکام۔ یعنی کشتی ساحل پر آگئی۔ فجفج۔ کھُس پھُس۔ فضولی۔ ایسا کام کرنا جس کا اُس کو اختیار نہ تھا۔ وہ شخص جو ایسا کام کرے یعنی دعا جسکی وجہ سے کشتی بھی بچ گئی

گفت ہر یک من نکردستم کنوں
ہر ایک نے کہا میں نے نہیں کی ہے، اب

گفت ما ناؔ کایں امام ماز درد
کہا یقیناً ہمارے اس امام نے درد کی وجہ سے

گفت آں دیگر کہ اے یارانِ یقیں
دوسرے نے کہا، اے دوستو! یقیناً

او فضولی بودہ است انقباض
انقباض کی وجہ سے وہ فضول بنا ہے

چوں نگہ کردم سپس تا بنگرم
اس کے بعد جب میں نے نگاہ ڈالی کہ دیکھوں

یک ازایشاں راندیدم در مقام
موقع پر میں نے انہیں سے ایک کو بھی نہ دیکھا

نے بچپ نے راست نے بالا نہ زیر
نہ بائیں، نہ دائیں، نہ اوپر، نہ نیچے

دُرہا بودند گوئی آب گشت
گویا موتی تھے، پانی بن گئے

در قبابِ حق شدند آں دم ہمہ
وہ سب اس وقت اللہ کے قُبّوں میں چلے گئے

در تحیر ماندم کایں قوم را
میں حیرانی میں پڑ گیا، کہ اس قوم کو

آنچناں پنہاں شدند از چشم او
وہ ان کی آنکھوں سے اس طرح چھپ گئے

سالہا در حسرتِ ایشاں بماند
وہ سالوں ان کی حسرت میں رہے

تو بگوئی مردِ حق اندر نظر
تو کہے گا، مرد خدا، نگاہ میں

ایں دُعا نے از بروں نے از دروں
یہ دعا، نہ بظاہر، نہ بباطن

بو الفضولانہ مناجاتے بکرد
فضولیوں کی طرح دعا کی ہے

مر مرا ہم مینماید ایں چنیں
مجھے بھی ایسا ہی نظر آتا ہے

کرد بر مختارِ مطلق اعتراض
اس نے مختارِ مطلق پر اعتراض کیا ہے

کہ چہ میگویند ایں اہلِ کرم
یہ اہل کرم کیا کہہ رہے ہیں؟

رفتہ بودند از مقام خود تمام
اپنی جگہ سے سب جا چکے تھے

چشمِ تیزِ من نشد بر قوم چیر
(اس) قوم پر میری تیز نگاہ نے قابو نہ پایا

نے نشانِ پائے و نے گردے بدشت
نہ پاؤں کے نشان تھے، جنگل میں گرد تھی

در کدامیں روضہ رفتند آں رمہ
وہ جماعت کون سے باغ میں چلی گئی!

چوں بپوشانید حق بر چشمِ ما
اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھوں سے کیسے چھپا لیا؟

مثلِ غوطہ ماہیاں در آبجو
جیسے کہ مچھلیوں کا نہر کے پانی میں غوطہ

عمرہا در شوقِ ایشاں اشک راند
ایک عرصہ تک ان کے شوق میں روتے رہے

کے در آرد با خدا ذکرِ بشر
خدا کے ساتھ انسان کی یاد کو کب لاتا ہے؟

لہ ما ناؔ۔ تحقیقاً۔ بوالفضول۔ وہ شخص جو غیر اختیاری کام کرے۔ مناجات۔ دعا۔ انقباض۔ یعنی کثرتِ گریہ کے ڈر سے ان کو دل گرفتگی پیدا ہوئی۔ اعتراض۔ اللہ کے فعل کے خلاف دعا کرنا گویا اللہ پر اعتراض کرنا ہے۔

لہ چوں نگہ یعنی دقوقیؒ نے کہا۔ اس کے بعد میں نے تعجب یعنی میں نے چاروں طرف دیکھا۔ انکو کہیں نہ پایا۔ آب گشت۔ یعنی موتی تھے جو دریا میں جا کر گم ہو گئے۔ گرد سے چلنے سے گرد اٹھتی ہے۔

لہ در قباب یعنی اللہ تعالیٰ کے قرب خیموں میں چلے گئے۔ آنچناں۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی وہ بزرگ دقوقیؒ کی آنکھوں سے اس طرح چھپ گئے جیسا کہ مچھلیاں غوطہ مار کر دریا میں چھپ جاتی ہیں۔ سالہا۔ دقوقیؒ ان کے دیدار کی حسرت میں سالوں روتے رہے۔ تو بگوئی۔ دقوقیؒ کے ان بزرگوں کے فراق میں رونے پر تو یہ اعتراض کریگا کہ دقوقیؒ جبکہ بزرگ تھے تو ان انسانوں کی یاد میں کیوں روتے تھے۔

خر ازیں می خُسپد اینجا اے فلاں — کہ بشر دیدی تو ایشاں را نہ جاں

اے فلاں! اِس مقام پر گدھا اِس لئے سوجاتا ہے — کہ تونے اُن کو بشر سمجھا، نہ کہ جان

کار ازیں ویراں شدست اے مردِ خام — کہ بشر دیدی مر ایشاں را چو عام

اے ناقص انسان! کام اِسی وجہ سے تباہ ہوا — کہ تونے اُنکو عام (انسانوں) جیسا بشر سمجھا

تو ہماں دیدی کہ ابلیسِ لعیں — گفت من از آتشم آدم ز طیں

تونے وہی دیکھا، جو ملعون شیطان نے — کہا کہ میں آگ کا ہوں، آدمؑ مٹی کا ہے

چشمِ ابلیسانہ را یک دم بہ بند — چند بینی صورت آخر چند چند

شیطانی آنکھ کو فوراً بند کرلے — صورت کو کتنا دیکھے گا، آخر کتنا، کتنا؟

اے دقوقیؒ با دو چشمِ ہمچو جُو — ہیں مَبُر امید و ایشاں را بجُو

اے دقوقیؒ! نہر جیسی دو آنکھوں سے — خبردار مایوس نہ ہو، اور اُن کو تلاش کر

ہیں بجُو کہ رکنِ دولت جُستن ست — ہر گشادے در دل اندر بستن ست

خبردار، تلاش کر کیونکہ دولت کی اصل تلاش کرنا ہے — ہر کشادگی، دل بستگی کی وجہ سے ہے

از ہمہ کارِ جہاں پرداختہ — کُو و کُو می گو بجاں چوں فاختہ

دنیا کے ہر کام سے فارغ ہوکر — فاختہ کی طرح (دل و) جان سے کُو اور کُو کہتا رہ

نیک بنگر اندریں اے محتجب — کہ دعا را بست حق بر استجب

اے محجوب! اِس میں اچھی طرح غور کر — کہ اللہ نے اَسْتَجِبْ کو دعا سے وابستہ کیا ہے

ہر کرا دل پاک باشد ز اعتلال — آں دُعایش می رَوَد تا ذوالجلال

بیماری سے جس کا دل پاک ہوگیا — اُس کی دعا اللہ تعالےٰ تک پہنچتی ہے

باز شرح کردنِ حکایتِ آں طالبِ روزیِ حلال بے کسب و رنج در عہدِ داؤد علیہ السلام و مستجاب شدنِ دعائے او

حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بغیر مشقت حلال روزی طلب کرنیوالے کی حکایت کی دوبارہ تشریح اور اُس کی دعا کا قبول ہونا

یادم آمد آں حکایت کاں فقیر — روز و شب میکرد افغان و نفیر

مجھے وہ قصہ یاد آیا، کہ وہ فقیر — دن، رات فریاد اور زاری کرتا تھا

وز خدا می خواست روزیِ حلال — بے شکار و کسب و رنج و انتقال

اور خدا سے حلال روزی مانگتا تھا — بغیر شکار اور کمائی اور تکلیف اور چلنے پھرنے کے

۱۔ خر خسپیدن یعنی ویری غفلت اور غلطی ہونا کہ بشر۔ یعنی معترض کی غلطی در غلطی یہ ہے کہ وہ اُن کو صرف بشر سمجھا حالانکہ جب روحانی فی اللہ تھے تو وہ خواص بشری سے منزہ اور روحِ محض تھے۔

۲۔ تو ہماں۔ ہر انسان کو محض بشر سمجھنا اور اُس کے باطنی فضائل کی طرف نظر نہ کرنا یہ شیطانی نظر ہے شیطان نے آدم کی صورت ظاہری کو دیکھا اُن کے باطنی اوصاف پر نظر نہ کی۔ چند بینی۔ ظاہر بینی کو چھوڑ کر انسان کے باطن کو دیکھا کرو۔ اے دقوقیؒ مولانا فرماتے ہیں معترض کا اعتراض بالکل غلط ہے۔ اے دقوقی تم اس کی پرواہ نہ کرو اور اُن بزرگوں کے فراق میں خوب آنسو بہاؤ۔ ہیں بجو۔ تلاش اور جستجو ہر کشادگی کا سبب ہے کو کو۔ فاختہ گویا اپنے محبوب کے بارے میں کہتی ہے کہاں ہے کہاں ہے۔

۳۔ کہ دعا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ مجھ سے مانگو میں قبول کرونگا ہر کرا۔ جو اِن نفسانی بیماریوں سے خالی ہوتا ہے تو اُس کی دعا ضرور بارگاہِ الہٰی تک پہنچتی ہے۔ انتقال یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا اچلنا پھرنا۔

پیش ازیں گفتیم بعض احوالِ او
اس کے کچھ احوال ہم نے پہلے بتا دیئے ہیں
لیک تعویق[1] آمد و شُد بیچ تو
لیکن رکاوٹ آگئی اور بیچ گوئی ہو گئی

ہم بگویمش کجا خواہد گریخت
میں تجھ سے وہ قصہ کہوں گا وہ کہاں بچے گا
چوں زا برِ فضلِ حق حکمت بریخت
جبکہ اللہ (تعالیٰ) کے فضل کے ابر سے دانائی ٹپک رہی ہے

صاحبِ گاوش بدید و گفت ہین
گائے والے نے اس کو دیکھا اور کہا خبردار!
اے بظلمت گاوِ من گشتہ رہین
اے وہ کہ تیرے ظلم میں میری گائے پھنس گئی

ہیں چرا کُشتی بگو گاوِ مرا
خبردار! بتا تو نے میری گائے کیوں ماری
ابلہِ طرار انصاف اندر آ
(اے) بیوقوف گنٹھ کٹے انصاف میں آ

گفت من روزی ز حق میخواستم
اس نے کہا میں اللہ (تعالیٰ) سے روزی مانگتا تھا
قبلہ[2] را از لابہ می آراستم
قبلہ کو آہ و زاری سے سجاتا تھا

سالہا بود ست کارِ من دُعا
میرا کام سالوں دعا کرنا رہا ہے
تا کہ بفرستاد گاوے را خدا
یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ایک گائے بھیجدی

چوں بدیدم گاو را برخاستم
جب میں نے گائے دیکھی میں اٹھا
روزیِ من بود کشتم می خواستم
میری روزی تھی جو میں مانگتا تھا

آں دعائے کہنہ ام شد مستجاب
وہ میری پرانی دعا قبول ہو گئی
روزیِ من بود کُشتم نک جواب
وہ میری روزی تھی میں نے اس کو ذبح کر دیا یہ جواب ہے

رفتنِ ہر دو خصم پیشِ داؤد علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام
دونوں فریق کا حضرت داؤد ؑ (ہمارے نبی اور ان پر صلوٰۃ و سلام ہو) کے سامنے جانا

اوز[3] خشم آمد گریبانش گرفت
وہ غصہ میں آیا اس کا گریبان پکڑا
چند مشتے زد بروئش ناشگفت
بے تحاشا اس کے منہ پر چند مکے مارے

می کشیدش تا بداؤدِ نبی
اس کو داؤد ؑ نبی کے پاس کھینچ کر لے گیا
کہ بیا اے ظالمِ گیجِ غبی
کہ آ، اے احمق بیوقوف ظالم!

حجتِ بارد رہا کن اے دغا
اے دغا باز! ٹھنڈی حجت چھوڑ
عقل در تن آور و با خویش آ
اپنے جسم میں عقل پیدا کر اور ہوش میں آ

ایں چہ میگوئی دعا چہ بود مخند
یہ کیا کہتا ہے دعا کیا ہوتی ہے، مذاق نہ اڑا
بر سر و ریشِ من و خویش اے قوند
اے بیباک! میرے اور اپنے سر اور داڑھی کا

---

[1] تعویق۔ رکاوٹ۔ بیچ۔ یعنی میں وہ قصہ ضرور سناؤنگا اس میں بہت سی حکمت کی باتیں ہیں۔ اے بظلمت یعنی جب گائے اس دعا کرنے والے کے گھر میں گھس آئی اور اس نے اس کو پکڑ کر ذبح کر ڈالا تو مالک نے آکر کہا۔ طرار۔ جیب تراش۔

[2] قبلہ را۔ یعنی قبلہ رُو ہو کر میں بہت رویا ہوں۔ کُش۔ کراش۔ مستجاب۔ مقبول۔ ہر دو خصم۔ یعنی دعا کرنے والا اور گائے کا مالک۔

[3] اوز خشم۔ گائے کے مالک کو فقیر کے بیان پر غصہ آیا اس نے اس کا گریبان پکڑا اور منہ پر چند طمانچے مارے۔ گیج۔ احمق۔ دغا۔ دغا باز۔ حجت بارد۔ ٹھنڈی دلیل یعنی ایسی دلیل جو دعوے کو ثابت نہ کر سکے۔ ایں چہ۔ کیا دعا کرنے سے کسی دوسرے کا مال حلال ہو جاتا ہے۔ قوند۔ ق کے زبر اور واؤ کے زیر کے ساتھ، بیباک، وہ جو نہ اللہ سے شرمائے نہ مخلوق سے۔

گفت من با حق دعاہا کردہ ام — اندریں لابہ بسے خوں خوردہ ام

اُس نے کہا میں نے اللہ سے بہت دعائیں کی ہیں — اِس خوشامد میں اپنا بہت خون پیا ہے

من یقیں دانم دعا شد مستجاب[۱] — سر بزن بر سنگ اے منکر خطاب

میں یقینی (طور پر) جانتا ہوں دعا قبول ہوتی ہے — اے بدگو! پتھر پر سر مار

گفت گرد آئید ہاں اے مسلمیں — ژاژ بینید و فشارِ ایں مہیں

اُس نے کہا اے مسلمانو! جمع ہو جاؤ — اِس ذلیل کی بکواس اور ہٹ دھرمی دیکھو

اے دعا تا چند خائی ژاژ را — حجتِ قاطع بگو چہ بود دعا

اے دعا باز! کتنی بکواس کرے گا؟ — فیصلہ کن دلیل لا، دعا کیا ہوتی ہے؟

اے مسلماناں دعا مالِ مرا — چوں ازآنِ او کند بہرِ خدا

اے مسلمانو! دعا میرے مال کو — کیسے اُس کی ملکیت بنا دیگی؟ خدا کے لئے

گر چنیں بودے ہمہ عالم بدیں — یک دعا املاک بردندے بکیں

اگر ایسا ہوتا (تو) تمام لوگ اِس — ہر ایک دعا سے جبراً جائدادیں مار لیتے

گر چنیں بودے گدایانِ ضریر — محتشم گشتہ بدندے و امیر

اگر ایسا ہو سکتا تو اندھے بھکاری — باحشمت اور امیر ہو جاتے

روز و شب اندر دعا اند و ثنا — لابہ گویاں کہ تو ماں دہ اے خدا

(وہ) دن، رات دعا اور تعریف میں — خوشامدانہ کہتے ہیں کہ اے خدا! تو ہمیں دے

تا تو ندہی[۲] ہیچکس ندہد یقیں — اے گشایندہ تو بگشا بند ایں

جب تک تو نہ دے گا یقیناً کوئی نہ دیگا — اے کھولنے والے! اِس بند کو کھول دے

مکسبِ کوراں بود لابہ و دعا — جز لبِ نانے نیابند از عطا

اندھوں کی کمائی کا ذریعہ خوشامد اور دعا ہے — وہ کوئی عطا روٹی کے ٹکڑے کے علاوہ نہیں پاتے ہیں

خلق گفتند ایں مسلماں راست گوست — ویں فروشندہ دعاہا ظلم جوست

مسلمانوں نے کہا، یہ مسلمان سچ کہتا ہے — اور یہ دعا فروش ظالم ہے

ایں دعا[۳] کے باشد از اسبابِ ملک — کے کشد ایں را شریعت خود بسلک

یہ دعا ملکیت کے اسباب میں سے کب ہوتی ہے؟ — اِسکو شریعت لڑی میں کب پروتی ہے؟

بیع و بخشش یا وصیت یا عطا — یا ز جنسِ ایں شود ملکے ترا

فروخت اور بخشش، یا وصیت، یا عطا — یا اِس جیسی (چیز) سے تیری ملکیت (کا سبب) ہو سکتی ہے

---

۱ مستجاب۔ مقبول۔ فشار۔ گالی، بیہودہ بات۔ ژاژ۔ ایک کانٹے دار گھاس ہے۔ ژاژ خائیدن۔ بکواس کرنا۔ اے مسلماناں۔ گائے والے نے مسلمانوں کے مجمع سے کہا اِس کی دعا سے میرا مال اُس کا کیسے ہو گیا اگر ایسا ہو سکتا کہ دعا سے کوئی دوسروں کے مال کا مالک بنا کرتا تو دنیا دعا کر کے دوسروں کے مال کی مالک بن جایا کرتی۔ غریب اندھے فقیر دعا کر کے صاحبِ حشمت و دولت بن جایا کرتے۔

۲ تا تو ندہی یعنی فقرا دعا میں یہ بھی کہتے ہیں کہ اے خدا جب تک تو نہ دیگا کوئی کچھ نہ دیگا تو ہی اِفلاس کے اِس بند کو کھول دے۔ مکسب۔ اندھے فقیروں کی کمائی کا ذریعہ دعا ہے جب اُنہیں کوئی روٹی کا ٹکڑا دیتا ہے۔ خلق۔ تمام لوگوں نے سلا تقریر سن کر کہا گائے والا سچ کہتا ہے اور یہ فقیر ظالم ہے۔

۳ ایں دعا۔ ایک انسان دوسرے انسان کی چیز کا مالک محض اللہ سے دعا کرنے سے نہیں ہو سکتا ہے۔ جمع۔ انسان مالک جب بنتا ہے، جب کوئی دوسرا اُس کے ہاتھ اپنی چیز فروخت کر دے یا مفت دیدے یا وصیت کر دے کہ میرے مرنے کے بعد وہ مالک ہوگا۔ یا ز جنس ایں۔ مثلاً وراثت۔

درکدامین دفترست این شرعِ تو
تیری یہ شریعت کس کتاب میں (لکھی) ہے؟

گاؤ را تو باز دہ یا حبس رو
تو گائے واپس کر یا قید میں جا

اندر آ در حبس و در زندانِ او
قید اور اس کے جیل خانہ میں آ جا

ورنہ گاوش را بدہ حجت مگو
ورنہ اس کی گائے دیدے حجت (بازی) نہ کر

او بسوئے آسماں میکرد رو
وہ آسمان کی طرف منہ اٹھاتا

کاے خداوندِ کریم لطف خو
کہ اے کریم خدا، رحیم مزاج!

من دعاہا کردہ ام زیں آرزو
میں نے اس تمنا سے دعائیں کیں

واقعہ ما را نداند غیرِ تو
ہمارے معاملہ کو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے

در دلِ من تو دعا انداختی
تو نے میرے دل میں دعا ڈالی

صد امید اندر دلم افراختی
تو نے میرے دل میں سینکڑوں امیدیں ابھار دیں

من[۲] نمیکردم گزافہ آں دعا
میں وہ دعائیں خواہ مخواہ نہیں کرتا تھا

ہمچو یوسفؑ دیدہ بودم خوابہا
میں نے حضرت یوسفؑ کی طرح بہت خواب دیکھے

دید یوسفؑ آفتاب و اختراں
حضرت یوسفؑ نے سورج اور ستاروں کو دیکھا

پیشِ او سجدہ کناں چوں چاکراں
اپنے سامنے نوکروں کی طرح سجدہ کرتے ہوئے

اعتمادش بود بر خوابِ درست
ان کو سچے خواب پر بھروسہ تھا

در چہ و زنداں بجز آں را می نجست
کنویں اور قید خانہ میں اس (خواب کی تعبیر) کے علاوہ کچھ نہ جستجو کی

ز اعتمادِ آں نبودش ہیچ غم
اس کے بھروسے ان کو کوئی غم نہ تھا

از غلامی وز ملام بیش و کم
غلامی اور (لوگوں کی) کم و بیش ملامت سے

اعتمادے داشت او بر خوابِ خویش
وہ اپنے خواب پر بھروسہ کرتے تھے

کہ چو شمعے می فروزیدش ز پیش
جو ان کے سامنے شمع کی طرح روشن تھا

چوں درافگندند یوسف را بچاہ
جب انھوں نے یوسف کو کنویں میں گرا دیا

بانگ[۳] آمد سمعِ او را از الٰہ
انکے کان میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے آواز آئی

کہ تو روزے شہ شوی اے پہلواں
اے جوانمرد! تو ایک دن بادشاہ (یا) وزیر بنے گا

تا بمالی ایں جفا بر روئے شاں
یہاں تک کہ اس ظلم کو ان کے منہ پر مارے گا

قائلِ ایں بانگ نامد در نظر
یہ آواز دینے والا نظر نہ آیا

لیک دل بشناخت قائل را ز اثر
لیکن دل نے علامت کے ذریعہ کہنے والے کو پہچان لیا

---

[۱] درکدامین۔ یہ مسئلہ کونسی کتاب میں لکھا ہے کہ تو اللہ سے دعا کرے اور دوسرے کے مال کا مالک بن جائے۔ حبس۔ یہ غضب ہے جس کی سزا جیل خانہ ہے آہ۔ اس فقیر نے لوگوں کی باتوں سے عاجز آ کر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے مناجات شروع کر دی۔

[۲] من نمیکردم۔ یعنی میری دعا کا یہ اثر ہوا کہ میں نے خواب دیکھا کہ دعا ضرور قبول ہوگی۔ اور مجھے خواب پر ایسا ہی بھروسہ ہوا جیسا کہ حضرت یوسفؑ کو اپنے خواب پر ہوا تھا۔ دید۔ حضرت یوسفؑ نے خواب میں دیکھا تھا کہ انکو سورج اور ستارے سجدہ کر رہے ہیں تو انکو اس کی تعبیر سے یقین ہو گیا تھا کہ وہ لامحالہ بادشاہ یا وزیر بنیں گے۔ در چہ۔ بھائیوں کے کنویں میں ڈالا، زلیخا کی وجہ سے قید خانہ بھگتا لیکن ان کو اپنے خواب پر اعتماد تھا کہ ایک دن یقیناً برائی حاصل ہوگی لہٰذا یہ ساری تکالیف ان کی نگاہ میں ہیچ تھیں۔

[۳] بانگ۔ قرآن میں ہے وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْہِ لَتُنَبِّئَنَّھُمْ بِاَمْرِھِمْ ھٰذَا وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ یعنی ہم نے یوسفؑ کو وحی بھیجی کہ تو ان بھائیوں کے کرتوتوں سے انکو خبردار کرے گا وہ سمجھ نہیں رہے ہیں۔ قائل۔ یعنی یہ وحی براہِ راست آئی تھی انکے آثار سے یوسفؑ سمجھ گئے

قوتے و راحتے و مسندے
قوت، اور راحت، اور سہارا
درمیانِ جان فتادش زاں ندے [1]
اس آواز سے اُن کی جان میں پیدا ہو گیا

چاہ شد بر وے بداں بانگِ جلیل
اس عظیم آواز سے اُن پر کنواں بن گیا
گلشن و بزمے چو آتش بر خلیل
گلشن اور محفل، جیسا کہ خلیل اللہ پر آگ

ہر جفا کہ بعد از انش می رسید
اس کے بعد جو ظلم ہوا
اُو بداں قوت بشادی می کشید
انھوں نے اس قوت کی وجہ سے خوشی سے برداشت کیا

ہمچنانکہ [2] ذوق آں بانگِ الست
جیسے کہ الست کی آواز کا ذوق
در دلِ ہر مومنے تا حشر ہست
ہر مومن کے دل میں حشر تک کیلئے ہے

تا نباشد در بلاشاں اعتراض
تاکہ آزمائش میں انھیں کوئی اعتراض نہ ہو
نے ز امر و نہیِ حق شان انقباض
نہ اللہ (تعالیٰ) کے امر و نہی میں انھیں انقباض ہو

لقمۂ تلخے چو شکر می شود
کڑوا لقمہ شکر جیسا ہو جاتا ہے
خار ریحاں سنگ گوہر می شود
کانٹا ریحان، پتھر گوہر بن جاتا ہے

لقمۂ حکمے کہ تلخی می نہد
جس حکم کا لقمہ تلخی پیدا کرتا ہے
گلشکر آں را گوارش می دہد
(ذوق کا) گلقند اسمیں خوشگواری پیدا کر دیتا ہے

گلشکر [3] آں را کہ نبود مستند
جس کے لئے گلقند کا سہارا نہ ہو
لقمہ را ز انکارِ اُو قے میکند
اُسکے ناگوار ہونے کی وجہ سے وہ لقمہ کو اگل دیتا ہے

ہر کہ خوابے دید از روزِ الست
جس نے الست کے دن کا خواب دیکھ لیا ہے
مست باشد در رہِ طاعات مست
وہ عبادات کی راہ میں پورا مست ہوتا ہے

میکشد چوں اُشتر مست ایں جوال
وہ مست اونٹ کی طرح اس گونے کو اٹھاتا ہے
بے فتور و بے گمان و بے ملال
بغیر سستی اور بغیر گمان اور بغیر تکلیف کے

کفک تصدیقش بگرد پوزِ او
اس کے منہ کے گرد اس کی تصدیق کے جھاگ
شد گواہِ مستیِ دلسوزِ او
اُس کی دل سوز مستی کے گواہ ہیں

اشتر از قوت چو شیر نر شدہ
طاقت کی وجہ سے اونٹ نر شیر بن گیا
زیرِ ثقلِ بار اندک خور شدہ
بوجھ کے بھاری پن کے نیچے کم خوراک ہو گیا

زآرزوئے ناقہ صد فاقہ برو
اونٹنی کی تمنا میں اس پر سینکڑوں فاقے ہیں
می نماید کوہ پیشش تارِ مو
پہاڑ اُس کو بال نظر آتا ہے

[1] ندے - ندا کا امالہ ہے یعنی اس آواز سے انھیں طاقت اور سہارا حاصل ہو گیا۔ چاہ شد یوسف کے لئے قید خانہ ایسا ہی خوشگوار ہو گیا تھا جیسا کہ حضرت ابراہیم کے لئے نمرود کی آگ۔

[2] ہمچنانکہ حضرت یوسف کے لئے وہ وحی خداوندی ایسی ہی ثابت ہوئی جس طرح ہر مومن کے دل میں عہدِ الست کی آواز گونجتی ہے جس کی وجہ سے انکے لئے تمام دنیاوی مصائب آسان ہو جاتے ہیں اور احکام خداوندی بجالانے میں انکو انقباض طاری نہیں ہوتا ہے۔ لقمہ۔ اللہ تعالیٰ کا سخت سے سخت فرمان خوشگوار بن جاتا ہے۔ ریحان، ہر خوشبودار گھاس۔ گلشکر یعنی عہدِ الست کا ذوق۔

[3] گلشکر جس میں عہدِ الست کا وہ ذوق نہ ہو گا وہ احکام خداوندی کی پابندی نہ کر سکے گا۔ می کشد۔ وہ عہدِ الست کے ذوق کی مستی میں حکم اسی طرح برداشت کرے گا جیسا کہ مست اونٹ بے تکان بڑے بوجھ کو اٹھا لیتا ہے۔ کفک۔ مست اونٹ کے منہ میں جھاگ آتے رہتے ہیں اسی طرح عہدِ الست کے مست کے منہ میں اسکے تصدیقی کلمات مستی کے جھاگ ہیں۔ ز آرزو۔ مستی کی حالت میں نر اونٹ اونٹنی کی تمنا میں کھانا بھی کم کر دیتا ہے اور اسمیں بہت زیادہ

درالست آنکو چنیں خوابے ندید — اندریں دنیا نشد بندہ و مرید
جس نے الست میں ایسا خواب نہیں دیکھا ہے — وہ اس دنیا میں بندہ اور ارادتمند نہ بنا

ور بشد اندر تردد صد دلہ — یک زماں شکرستش و سالے گلہ
اگر مرید بنا بھی تو تذبذب میں سو دل والا ہے — ایک وقت اس کے لئے شکر ہے اور ایک سال شکوہ

پائے پیش و پائے پس در راہِ دیں — می نہد با صد تردد بے یقیں
دین کے راستہ میں ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے — بغیر یقین کے تردد (کی حالت) میں رکھتا ہے

وامِ دارِ شرحِ ایم بک گرو — ور شتابست از الم نشرح شنو
میں اس کی شرح کا مقروض ہوں یہ گروی ہے — اگر جلدی ہے الم نشرح سن لے

چوں ندارد شرح ایں معنی کراں — خر بسوئے مدعی گاؤ راں
چونکہ اس معنی کی شرح کا کنارہ نہیں ہے — گائے کے مدعی کی جانب گدھا ہانک دے

گفت کورم خواندزیں جرم آں دغا — بس بلیسانہ قیاس ست اے خدا
اُس نے کہا، اس دغا باز نے مجھے اس جرم میں اندھا کہا — اے اللہ! یہ تو شیطانی قیاس ہے

من دعا کورانہ کے می کردہ ام — جز بخالق کدیہ کے آوردہ ام
میں نے اندھا دھند دعا کب کی ہے؟ — اللہ کے سوا میں نے کب بھیک مانگی ہے؟

کور از خلقاں طمع دارد ز جہل — من ز تو کز تست ہر دشوار سہل
اندھا نادانی کی وجہ سے مخلوق سے طمع کرتا ہے — میں تجھ سے کہ تجھ سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے

آں یکے کورم ز کوراں بشمرید — او نیاز جان و اخلاصم ندید
اس نے مجھے اندھوں میں سے ایک اندھا گنا — اس نے میری جان کی نیازمندی اور اخلاص نہ دیکھا

کوریِ عشق ست ایں کوریِ من — حب یعمی و یصم ست اے حسن
میرا اندھا پن عشق کا اندھا پن ہے — اے بھلے! یہ محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے (کا مصداق ہے)

کورم از غیر خدا بینا بدو — مقتضائے عشق ایں باشد بگو
میں خدا کے غیر سے نابینا اور خدا کا بینا ہوں — بتا، عشق کا یہی مقتضا ہے

برابری انفیلت سمجھا حضرت آدمؑ کے باطنی اوصاف کو اُس نے نہ دیکھا اسی طرح اُس شخص نے میرے ظاہر اور فقر کو دیکھ کر مجھے اندھے فقیروں میں سے سمجھا حالانکہ میر افتقرالی اللہ تھا۔

۵۳ من دعا۔ اندھے فقیر تو انسان سے بھیک مانگتے ہیں میں نے تو اللہ سے بھیک مانگی۔ او نیاز یعنی اُس ظالم نے میرے اوصاف کو نہ دیکھا۔ کوری یعنی چونکہ میں عشقِ الٰہی میں معروف ہوں اور مجھے اللہ کے عشق نے اندھا اور بہرا بنا رکھا ہے لہٰذا میرا نابینا ہونا دنیا کے اعتبار سے ہے نہ کہ خدا کے معاملہ میں۔

۵۱ مرید جس شخص نے عہد الست کے معاملہ میں کوئی خواب نہ دیکھا ہو اُس میں بندگی اور ارادتمندی کا مادہ نہیں ہوتا ہے۔ ور بشد ایسے شخص میں کچھ ارادت مندی بھی اگر ہوتی ہے تو وہ بھی تذبذب کے ساتھ ہوتی ہے اُس کی زبان پر کبھی بشکر خدا آتا ہے تو اُس سے زیادہ وہ شکوے کرتا رہتا ہے

۵۲ وام دار۔ مولانا فرماتے ہیں کہ عہدِ الست کے ذوق کی مزید تشریح میرے ذمہ قرض ہے وہ ادا کروں گا..... فی الحال مجھ سے کوئی چیز لے کر گروی رکھ لے تاکہ قرض کی ادائگی کا اطمینان ہو جائے ور شتاب۔ اگر زیادہ جلدی ہے تو الم نشرح پڑھ لے یعنی الم نشرح سورہ میں آنحضورؐ کے شرح صدر ہو جانے کا بیان ہے شرح صدر کے بعد ہر راز خود حل ہو جاتا ہے اللہ تیرا بھی شرح صدر کر دے گا اور یہ مضمون تیری سمجھ میں خود آجائیگا، یا یہ مطلب ہے کہ حضورؐ کی شرح صدر کا یہی مطلب تھا کہ آپ میں عہدِ الست کا پورا ذوق تھا اسی کے ذریعہ اللہ نے آپ کا بوجھ کم کر دیا تھا اور تمام احکام شرعی آپ پر آسان ہو گئے تھے۔ گفت۔ اس فقیر نے کہا۔ آں دغا یعنی گائے کا مالک بس بلیسانہ۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کے ظاہر کو دیکھا اور اُسی بنیاد

تو کہ بینائی ز کورانم مدار / دائرم بر گردِ لطفت اے مدار

(اے خدا) تو کہ بینا ہے مجھے نابیناؤں میں نہ رکھ / اے مدار! میں تیری مہربانی کے گرد گھومتا ہوں

آنچناں۱ کہ یوسفِ صدیق را / خواب بنمودی و گشتش متکا

جس طرح کہ یوسفِ صدیق کو / تونے خواب دکھایا، اور وہ اُن کا سہارا بنا

مر مرا ہم لطفِ تو خوابے نمود / ایں دعائے بیحدم بازی نبود

مجھے بھی تیری مہربانی نے ایک خواب دکھایا / میری یہ لامحدود دعا کھیل نہ تھی

می ندانند خلق اسرارِ مرا / ژاژ می دانند گفتارِ مرا

لوگ میرے راز نہیں جانتے ہیں / میری گفتگو کو بکواس سمجھتے ہیں

حق شان ست کہ داند رازِ غیب / غیرِ علامِ سر و ستارِ عیب

(یہ) اُن کے مناسب ہے اور غیب کا راز کون جانتا ہے؟ / سوائے راز کے جاننے والے اور عیب کے چھپانے والے کے

خصم۲ گفتش حق بگو اے تند خو / از چہ سوئے آسماں کردی تو رو

(اسکے) مخالف نے اس سے کہا اے بدعادت! سچ بتا / تونے آسمان کی طرف منہ کیوں کر لیا؟

شید می آری غلط می افگنی / لافِ عشق و لافِ قربت میزنی

تو مکر کرتا ہے، غلطی میں مبتلا کرتا ہے / عشق اور قرب (الٰہی) کی بکواس کرتا ہے

با کلا میں روئے چوں دل مردہ / روئے سوئے آسمانہا کردہ

جب کہ تو مردہ دل ہے، کس منہ سے / آسمانوں کی جانب منہ کیا ہے؟

غلغلے در شہر افتادہ ازیں / آں مسلماں می نہد رو بر زمیں

اِس سے شہر میں بڑا شور مچ گیا / وہ مسلمان زمین پر منہ رکھتا تھا

کاے خدا ایں بندہ را رسوا مکن / گر بدم۳ ہم سرِ من پیدا مکن

کہ اے خدا اس غلام کو رسوا نہ فرما / اگر میں بُرا بھی ہوں، میرا راز فاش نہ کر

تو ہمی دانی کہ شبہائے دراز / کہ ہمی خواندم ترا با صد نیاز

تو جانتا ہے کہ لمبی راتوں میں / میں تجھے سینکڑوں نیازمندیوں کیساتھ پکارتا تھا

پیشِ خلق ایں را اگر خود قدر نیست / پیشِ تو ہمچوں چراغِ روشنیست

اگر مخلوق کے نزدیک اس کی قدر نہیں ہے / تیرے نزدیک تو روشن چراغ کی طرح ہے

گاؤ می خواہند از من اے خدا / چوں فرستادی نکردم من خطا

اے اللہ! وہ مجھ سے گائے مانگتے ہیں / جبکہ تونے بھیجی، تو میں نے غلطی نہیں کی

۱ــ آنچناں۔ جس طرح حضرت یوسفؑ کو خواب پر بھروسہ تھا اور وہ اُن کا سہارا بن گیا اسی طرح مجھے بھی خواب کی بنیاد پر اعتماد تھا کہ ضرور دعا قبول ہوگی۔ ایں دعا میری گریہ وزاری کھیل کود نہ تھی یقیناً اس کو مقبول ہونا تھا۔ می ندانند۔ لوگ اس راز سے واقف نہیں ہیں اور میری باتوں کو بکواس سمجھ رہے ہیں۔ حق شاں۔ جبکہ لوگوں کو حقیقتِ حال معلوم نہیں تو ان کا کہنا برحق ہے

۲ــ خصم۔ یعنی گائے کے مالک نے کہا کہ سچ بات کہ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر مکاری کیوں کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے عشق و قرب کی ڈینگیں کیوں مارتا ہے۔ با کلامیں۔ تیرا منہ اس قابل نہیں کہ اللہ کے سامنے کرے۔ آں مسلماں۔ یعنی گائے ذبح کرنے والا فقیر سجدہ میں گرا ہوا تھا۔ کاے خدا۔ اللہ سے سجدہ کی حالت میں یہ دعائیں کر رہا تھا۔

۳ــ گر بدم۔ اگر میں بُرا بھی ہوں تو اس وقت تو مجھے رسوا نہ کر۔ قدر نیست۔ میری دعاؤں کی اگر لوگوں کو قدر نہیں ہے تیرے سامنے تو بات واضح ہے۔ چوں فرستادی۔ جب اے اللہ تونے خود اس گائے کو میرے گھر میں بھیجا تو میرا ذبح کرنا غلطی نہ تھی۔

بیروں شدنِ داؤد نبی علیہ السلام و شنیدن از ہر دو خصم

حضرت داؤد نبی علیہ السلام کا باہر نکل کر آنا، اور دونوں فریق کی بات سُننا، اور

و سوال کردن از مدعیٰ علیہ و جوابِ او

مدعیٰ علیہ سے سوال کرنا، اور اُس کا جواب

چونکہ داؤدِ نبی آمد بروں — گفت[۱] ہیں چونست ایں احوالِ چوں

جب داؤدؑ نبی، باہر آئے — فرمایا ہاں، یہ کیا احوال ہیں؟

مدعی گفت اے نبی اللہ داد — گاوِ من در خانۂ او در فتاد

مدعی نے کہا، اے اللہ کے نبی! فریاد ہے — میری گائے اسکے گھر میں گھس گئی

کُشت گاوم را بپرسش کہ چرا — گاوِ من کُشت او بیاں کن ماجرا

اُس نے میری گائے ذبح کر دی اُس سے پوچھئے کیوں؟ — میری گائے ذبح کی، وہ واقعہ بتائے

گفت داؤدش بگو اے بوالکرم — چوں تلف کردی تو مِلکِ محترم

اُس سے داؤدؑ نے فرمایا اے بھلے مانس! — تُو نے محترم ملکیت کو کیوں برباد کیا؟

ہیں پراگندہ مگو حجت بیار — تا[۲] بیک سو گردد ایں دعویٰ و کار

خبردار! بیہودہ بات نہ کر، دلیل بیان کر — تاکہ یہ دعویٰ اور معاملہ یکسو ہو جائے

گفت اے داؤدؑ بودم ہفت سال — روز و شب اندر دعا و در سوال

اُس نے کہا اے داؤدؑ! میں سات سال تک تھا — دن، رات دعا اور سوال میں

ایں ہمی جستم ز یزداں کاے خدا — روزیِ خواہم حلال و بے عنا

میں اللہ (تعالیٰ) سے چاہتا تھا کہ اے خدا! — میں حلال روزی بے مشقت چاہتا ہوں

مرد و زن بر نالۂ من واقف اند — کودکاں ایں ماجرا را واصف اند

مرد و عورت میری فریاد سے واقف ہیں — بچے اس قصہ کو بیان کرتے ہیں

تو بپرس از ہر کہ خواہی ایں خبر — تا بگوید بے[۳] شکنجہ و بے ضرر

آپ جس سے چاہیں یہ بات دریافت کرلیں — تاکہ وہ بغیر دباؤ اور بغیر تکلیف کے بتادے

ہم ہویدا پرس و ہم پنہاں ز خلق — کہ چہ میگفت ایں گدائے ژندہ دلق

لوگوں سے علی الاعلان اور خفیہ طور پر دریافت کر لیجیے — کہ یہ پھٹی گدڑی والا فقیر کیا کہا کرتا تھا؟

بعد ازیں جملہ دعا و ایں فغاں — گاو اندر خانہ دیدم ناگہاں

اِس تمام دعا اور فریاد کے بعد — اچانک میں نے اپنے گھر میں گائے دیکھی

---

[۱] گفت۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا سب احوال بتاؤ۔ او بیان کن۔ یعنی اُس کو فرمایئے کہ وہ بیان کرے۔

[۲] تا بیک سو۔ یعنی میں معاملہ کو سمجھ کر فیصلہ کر سکوں۔ عنا۔ مشقت۔ مرد۔ یعنی یہ سارا قصہ عورت، مرد، بچے بوڑھے سب ہی کو معلوم ہے۔

[۳] بے شکنجہ۔ یعنی بغیر کسی دباؤ کے۔ ہم ہویدا۔ یعنی اس معاملہ کی کھُلی اور چھپی تحقیقات کر لیجیے۔

چشمِ من تاریک شُد نے بہرِ لوت[1] | شادیٔ آں کہ قبول آمد قنوت
میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا نہ کہ کھانے کے لئے | اِس خوشی میں کہ دعا قبول ہو گئی

کُشتم ایں را تا دہم در شُکر آں | کہ دُعائے مَن شنید آں غیب داں
میں نے اس کو ذبح کر دیا تا کہ اس شکریہ میں بانٹ دوں | کہ اُس غیب کے جاننے والے نے میری دعا سن لی

حکم کردنِ داؤد علیہ السّلام بر کُشندہ گاؤ

گائے ذبح کرنے والے کے خلاف، حضرت داؤدؑ کا فیصلہ

گفت داؤدؑ ایں سُخنہا را بشُو | حُجتِ شرعی دریں دعوے بگو
(حضرت) داؤدؑ نے فرمایا ان باتوں کو دل سے دھو دے | اس دعوے پر کوئی شرعی دلیل بیان کر

تو روا داری کہ من بے حُجتے | بنہم اندر شرع باطل سُنتے
تو اس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر دلیل کے | میں شرع میں ایک غلط رسم جاری کر دوں

اینکہ بخشیدت خریدی وارثی[2] | ریع را چوں می ستانی حارثی
یہ گائے، تجھے کس نے بخشی تو نے خریدی، تو وارث ہے؟ | پیداوار تو کیوں لیتا ہے، تو کاشتکار ہے؟

کسب را[3] ہمچوں زراعت داں عمو | تا نہ کاری دخل نبُود آن تو
اے چچا! کمائی کو کھیتی کی طرح سمجھ | جب تک تو کھیتی نہ کرے پیداوار تیری ملکیت نہیں ہے

آنچہ کاری بدرُوی آں آنِ تست | ورنہ ایں بیداد بر تو شُد دُرست
جو تو بوئے، کاٹے وہ تیری ملکیت ہے | ورنہ یہ ظلم تیرے ذمے لگ گیا ہے

رَو بدہ مالِ مُسلماں کژ مگو | رَو بجُو وام و بدہ باطل مجُو
جا، مسلمان کا مال دے، ٹیڑھی بات نہ کر | جا، قرض لے، اور دیدے، غلط نہ چاہ

گفت[4] اے شہ تو ہم ایں میگوئیم | کہ ہمیگویند اصحابِ ستم
اُسنے کہا اے شاہ! آپ بھی مجھے وہی کہہ رہے ہیں | جو ظالم لوگ کہہ رہے ہیں

تضرّع کردنِ آں شخص از داوری داؤد علیہ السّلام نزدِ خدا

اُس شخص کا داؤدؑ کے فیصلے پر خدا کے سامنے فریاد کرنا

پس ز دل آہے برآورد و بگفت | کاے خُدائے ہر کجا طاقے و جُفت
تو اُس نے دل سے آہ نکالی اور کہا | اے ہر اُس جگہ کے خدا جہاں کوئی طاق اور جُفت ہے

سجدہ کرد و گفت کاے دانا سُوز | در دلِ داؤدؑ انداز آں فروز
اُس نے سجدہ کیا اور کہا اے سوزش کے جاننے والے | وہ روشنی داؤدؑ کے دل میں ڈال دے

---

[1] لوت۔ مرغن غذا۔ کشتم۔ میں نے گائے اس لئے ذبح کی کہ دعا کی قبولیت کے شکرانے میں اسکو غریبوں میں بانٹ دوں۔ تو روا داری۔ کیا تو اس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر کسی شرعی دلیل کے تیرے حق میں فیصلہ کر کے ایک غلط طریقہ رائج کر دوں۔

[2] ایں۔ یہ گائے تجھے کس نے بخشی تھی تو نے خریدی تھی کیا تو نے کاشت کی تھی جو پیداوار کا مالک بنا۔

[3] کسب۔ کمائی اور کھیتی ایک چیز ہے جو بوتا ہے کھیتی اُس کی ملکیت ہوتی ہے۔ ورنہ۔ دوسرے کی ملکیت میں تصرف کرنا ظلم ہے۔ کژ۔ غلط باتیں نہ کر اگر تیرے پاس ہے تو اُس گائے کی قیمت ادا کر دے ورنہ قرض لے کر اس کو دیدے۔

[4] گفت۔ گائے ذبح کرنے والے نے کہا کہ آپ بھی وہی باتیں کرنے لگے جو سب کر رہے تھے اور پھر اللہ کے سامنے اُس نے گریہ و زاری شروع کر دی۔

درد[1] ِلش نہ آنچہ تو اندر دِلم — اندر افگندی برازاے مُفضِلم

اُس کے دل میں ڈال دے جو کہ تو نے میرے دل — میں راز ڈالا ہے اے میرے محسن!

ایں بگفت و گریہ در شد ہائے ہائے — تا دلِ داؤدؑ بیروں شد زجائے

یہ کہا اور ہائے ہائے کرکے رونا شروع کردیا — یہاں تک کہ حضرت داؤدؑ کا دل دھڑکنے لگا

گفت ہیں امروز اے خواہانِ گاؤ — مُہلتم دِہ ویں دعاوی را مکاو

فرمایا خبردار! اے گائے کے تمنّی! آج — مجھے مُہلت دے اِن دعووں کو نہ کُرید

تا روم من سوئے خلوت در نماز — پُرسم ایں احوال از دانائے راز

تاکہ میں نماز میں تنہائی میں چلا جاؤں — رازوں کے جاننے والے سے یہ احوال دریافت کرلوں

خوے[2] دارم در نماز آں التفات — معنئِ قُرَّۃُ عَیْنِی فِی الصَّلوٰۃ

میں نماز میں اُس توجّہ کی عادت رکھتا ہوں — جو معنی ہیں قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلوٰۃ کے

روزنِ جانم کُشادست از صفا — میرسد بے واسطہ نامہ خدا

صفائی کی وجہ سے میری جان کا سوراخ کھلا ہوا ہے — بغیر واسطے کے خدا کا پیغام پہنچتا ہے

نامہ و باران و نور از روزنم — می فتد در خانہ ام از معدنم

پیغام اور بارش اور نور میرے سوراخ سے — میری معدن سے میرے گھر میں پہنچتا ہے

دوزخ[3] ست آں خانہ کاں بے روزن ست — اصلِ دیں اے بندہ روزن کردن ست

وہ گھر دوزخ ہے جو بے سوراخ ہے — اے بندے! دین کی اصل سوراخ کرلینا ہے

تیشہ در ہر بیشہ کم زن بیا — تیشہ زن در کندنِ روزن ہلا

ہر جھاڑی پر کلہاڑی نہ مار — ہاں سوراخ کرنے کے لئے کُدال مار

یا نمی دانی کہ نورِ آفتاب — عکسِ خورشیدِ بروں ست از حجاب

یا تو نہیں جانتا کہ سورج کا نور — اُس سورج کا عکس ہے جو پردے سے باہر ہے

نور ایں دانی کہ حیواں دید ہم — پس چہ کرّمنا بود بر آدمم

تو اسکو نور سمجھتا ہے جس کو حیوان بھی دیکھتا ہے — تو میرے آدمی ہونے پر کرّمنا کیسے (صادق) ہوگا؟

[1] دردِلش۔ اے خدا حضرت داؤدؑ کے دل میں وہی بات پیدا کردے جو تو نے میرے دل میں پیدا کی تھی جس سے میں اُس گائے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہوگیا تھا۔ مفضل محسن۔ ایں بگفت۔ گائے ذبح کرنے والے نے اِس گفتگو کے بعد آہ و زاری شروع کردی اور ایسا رویا کہ حضرت داؤدؑ کا دل بے چین ہوگیا۔ گفت۔ حضرت داؤدؑ نے مُدّعی سے کہا کہ کل جاؤ کل فیصلہ ہوگا۔ تا روم۔ میں تنہائی میں نماز پڑھوں گا اور اللہ سے دعا کروں گا تاکہ راز کھل جائے۔

[2] خوے دارم۔ مجھے نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف وہی توجہ ہوتی ہے جس کے بارے میں آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلوٰۃ حدیث شریف میں ہے جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلوٰۃ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ روزن۔ روح کا دریچہ کھلا ہوا ہے جس کے ذریعہ بغیر واسطے کے میرے پاس خدائی احکام آتے ہیں۔ باراں یعنی بارانِ رحمت۔ معدن یعنی ذاتِ باری تعالیٰ۔

[3] دوزخ۔ جس روح کا دریچہ اللہ تعالیٰ کی جانب کھلا ہوا نہیں ہے وہ روح دوزخی ہے۔ اصل۔ دین کی بنیاد تعلق مع اللہ پر ہے۔ تیشہ۔ لکڑیاں کاٹنے کیلئے تیشہ چلانا کوئی معنی نہیں رکھتا اصل کام مجاہدات کے تیشہ سے روح میں دریچہ کھولنا ہے۔ یا نمی دانی۔ تو جو روح کا دریچہ کھولنے کیلئے مجاہدات نہیں کرتا ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ تو نہیں سمجھتا کہ اصل نور ذاتِ باری کا نور ہے سورج کا نور تو اُس کا ایک عکس ہے۔ نور ایں۔ اگر تیری نگاہ میں صرف یہی ظاہری نور ہے تو تجھ میں اور حیوانات میں کیا فرق ہے اس ظاہری نور کو تو ہر حیوان دیکھ لیتا ہے تیری کیا خصوصیت ہے۔ کرّمنا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ "ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی" تو اگر انسان میں اور جانور میں کوئی فرق نہیں ہے تو یہ آیت اُس پر کیسے صادق آسکتی ہے۔

من[1] چو خورشیدم درونِ نور غرق | من ندانم کرد خویش از نور فرق

میں سورج جیسا ہوں نور میں ڈوبا ہوا ہوں | میں اپنے آپ میں اور نور میں فرق کرنا نہیں جانتا ہوں

رفتنم سوئے نماز و آن خلا | بہرِ تعلیم ست رہ مر خلق را

میرا اُس خلوت، اور نماز کی جانب جانا | مخلوق کو راستہ کی تعلیم دینے کے لئے ہے

کژ نہم تا راست گردد ایں جہاں | حَربُ خدعہ ایں بود اے پہلواں

میں ٹیڑھا (قدم) رکھتا ہوں تاکہ مخلوق سیدھی ہو جائے | اے بہادر! "جنگ دھوکہ ہے" یہی ہے

نیست[2] دستورے وگرنہ ریختے | گرد از دریائے راز انگیختے

اجازت نہیں ہے، ورنہ وہ بہا دیتے | راز کے دریا سے، گرد اُڑا دیتے

ہمچنیں میگفت داؤد ایں نسق | خواست گشتن عقلِ خلقاں محترق

اِس طور پر حضرت، داؤد ایسا ہی کہتے رہے | مخلوق کی عقل نے جل جانا چاہا

پس گریبانش کشید از پس یکے | کہ ندارم در یکی اَش من شکے

تو ایک نے پیچھے سے اُن کا گریبان کھینچا | کہ میں اُس کی وحدانیت میں کوئی شک نہیں رکھتا ہوں

رفتنِ داؤد علیہ السلام در خلوت تا آنچہ حق ست پیدا شود

(حضرت) داؤدؑ کا تنہائی میں چلا جانا، تاکہ جو صحیح بات ہے واضح ہو جائے

باخود آمد گفت را کوتاہ کرد | لب بہ بست و عزمِ خلوتگاہ کرد

(حضرت) سنبھلے، بات کو مختصر کیا | خاموش ہو گئے، اور خلوت خانہ کا قصد کیا

در فرو بست و برفت آنگہ شتاب | سوئے محراب و دعائے مستجاب

دروازہ بند کیا اور فوراً روانہ ہوئے | محراب، اور مقبول دعا کی جانب

حق[3] نمودش آنچہ بنمودش تمام | گشت واقف بر سزائے انتقام

حق نے اُن کو جو کچھ دکھایا (اس میں) سب کچھ دکھا دیا | وہ بدلے کی سزا سے واقف ہو گئے

دید احوالے کہ کس واقف نبود | رازِ پنہانے کہ حیرانی فزود

انھوں نے وہ احوال دیکھے جن سے کوئی واقف نہ تھا | وہ چھپے ہوئے راز جنھوں نے حیرانی بڑھا دی

روزِ دیگر جملہ خصمان آمدند | پیشِ داؤدِ پیمبر صف زدند

دوسرے دن سب فریق آئے | (حضرت) داؤد پیغمبرؑ کے روبرو صف بستہ ہو گئے

ہمچناں آں ماجرا باز رفت | زود زود آں مدعی تشنیع زفت

اُسی طرح وہ قصہ پھر چلا | اُس مدعی نے جلد سخت بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا

---

[1] من چو خورشیدم۔ میں ذاتِ باری میں فنا ہوں اب میں اپنے میں اور ذاتِ باری میں کوئی امتیاز اور دوئی نہیں پاتا ہوں۔ رفتنم۔ باوجود اس اتحاد کے میرا نوافل اور خلوت میں جانا دوسروں کو تعلیم دینے کے لئے ہے۔ کژ نہم۔ عام لوگوں کی ہدایت کیلئے میں کبھی غیر ضروری بات کرنے لگتا ہوں اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسی کہ جنگ کے موقع پر غیر واقعی بات ظاہر کی جاتی ہے۔ حرب خدعہ۔ جنگ میں ایک غیر واقعی چال سے کامیابی ہو جاتی ہے۔

[2] نیست۔ وحدت کا راز فاش کرنے کی اجازت نہیں ورنہ حضرت داؤدؑ سارے راز فاش کر دیتے اور ایسے اسرار بیان کر دیتے کہ دریائے اسرار خشک ہو جاتا۔ پس۔ فوراً غیب نے حضرت داؤدؑ کا گریبان کھینچ کر اُن کو اسرار بیان کرنے سے روکا۔ باخود۔ یعنی حضرت داؤد کی مستی زائل ہوئی۔ محراب۔ یعنی مصلیٰ

[3] حق نمودش۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پر بات واضح کر دی اور گائے ذبح کرنے کی سزا سے واقف کر دیا۔ زود زود۔ یعنی گائے والے نے فوراً اُس تقریر پر لعن طعن شروع کر دی۔

زود گاوم را بده اے نابکار — از خدائے خویشتن شرمے بدار
اے نابکار! میری گائے جلد دے — اپنے خدا سے کچھ شرما

کاینچنیں ظلمِ صریح ناسزا — می رود در عہدِ پیغمبر ہلا
کہ ایسا نامناسب، صاف ظلم — خبردار! پیغمبر کے دور میں ہو رہا ہے

گاو کشتہ خوردہ بے ترسے و بیم — در جواب افزودہ تزویراں لئیم
گائے ذبح کر کے ڈر اور خوف کے بغیر کھا کر — اُس نالائق نے جواب میں مکاری زیادہ شروع کر دی

کہ چندیں سال بودم در دعا — من طلب کردم ز حق داد او مرا
کہ میں کتنے سال سے دعا میں لگا رہا ہوں — میں نے اللہ (تعالیٰ) سے مانگا اس نے مجھے دیا

اے رسولِ حق چنیں باشد روا — مِلکِ من بد گاو چوں دادش خدا
اے اللہ کے رسولؑ! کیا یہ جائز ہو سکتا ہے؟ — گائے میری ملکیت تھی، خدا نے اسکو کیسے دیدی؟

حکم کردنِ داؤد علیہ السلام بر صاحبِ گاو کہ از سرِ گاو بگذر
داؤد علیہ السلام کا گائے کے مالک کے خلاف فیصلہ کرنا، کہ گائے کے خیال

و تشنیع صاحبِ گاو بر داؤد علیہ السلام
سے درگذر کرے، اور گائے والے کا داؤد علیہ السلام کو ملامت کرنا

گفت داؤدش خمش کن رو بہل — ایں مسلماں را ز گاوت کن بحل
(حضرت) داؤدؑ نے اس سے فرمایا چپ جا، چھوڑ — اس مسلمان کو اپنی گائے معاف کر دے

چوں خدا پوشید بر تو اے جواں — رو خمش کن حقِ ستاری بداں
اے جوان! جب اللہ تعالیٰ نے تیری پردہ پوشی کی ہے — جا، چپ ہو جا، پردہ پوشی کے حق کو سمجھ

گفت و اویلا چہ حکم ست ایں چہ داد — از پئے من شرعِ نو خواہی نہاد
اُسنے کہا ہائے ہائے یہ کیا فیصلہ ہے یہ کیا انصاف ہے؟ — میرے لئے آپ نئی شریعت بنائیں گے

رفتہ است آوازۂ عدلت چناں — کہ معطر شد زمین و آسماں
آپ کے انصاف کا تو ایسا شہرہ ہے — کہ اس سے، کہ زمین اور آسمان معطر ہیں

بر سگانِ کور ایں استم نرفت — زیں تعدی سنگ و کہ بشگافت تفت
اندھے کتوں پر (بھی)، یہ ظلم نہیں ہوا ہے — اس ظلم سے پتھر اور پہاڑ جلد پھٹ گئے

ہمچنیں تشنیع می زد بر ملا — کالصلا ہنگامِ ظلم ست الصلا
وہ اس طرح علی الاعلان ملامت کرتا رہا — آؤ، آؤ ظلم کا وقت ہے

لہ زود۔ کہنے لگا کہ فوراً میری گائے دے اور خدا سے شرم کر۔ می رود حضرت داؤدؑ نبی کے دور میں ایسا ظلم ہوا ہے۔ تزویر۔ یعنی خدارسیدہ ہونے کی باتیں۔

لہ کہ چندیں۔ یعنی تو یہ کہتا ہے کہ میں نے دعا کی اور اللہ نے مجھے گائے عنایت کر دی۔ تشنیع۔ ملامت۔ کن بحل۔ معاف کر دے۔

لہ چوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے تیری پردہ پوشی کی ہے تو اب معاملہ کو نظر انداز کر دے ورنہ رسوائی ہو گی۔ از پئے من۔ یعنی میرے معاملہ میں آپ نئی شریعت برت رہے ہیں۔ بر سگاں۔ اندھے کتوں پر پتھر مارتے ہیں۔ بر ملا۔ علی الاعلان۔ الصلا۔ لوگوں کو ظلم دکھانے کی دعوت دینے لگا۔

اینچنیں ظلم و ستم بر من مکن — یا نبی اللہ مگو زیناں سخن
ایسا ظلم و ستم مجھ پر نہ کیجئے — اے اللہ کے نبی! ایسی باتیں نہ کیجئے

حکم کردنِ داؤدؑ بر صاحب گاو کہ جملہ مالِ خود بوے بخش
حضرت داؤدؑ کا گائے والے کو حکم دینا کہ اپنا سارا مال اس کو بخش دے

بعد ازاں داؤدؑ گفتش کاے عنود — جملہ مالِ خویش اورا بخش زود
اسکے بعد (حضرت) داؤدؑ نے اس سے کہا اے سرکش! — اپنا سب مال اس کو جلد بخش دے

ورنہ کارت سخت گردد گفتمت — تا نگردد ظاہر از وے اَشمت[1]
ورنہ تیرا معاملہ مشکل ہو جائیگا۔ میں نے تجھ سے کہہ دیا — تاکہ تیرا ظلم اس سے ظاہر نہ ہو

خاک بر سر کرد و جامہ بر درید — کہ بہر دم میکنی ظلمے مزید
اس نے سر پر خاک ڈالی اور کپڑے پھاڑ لئے — کہ آپ تو ہر دم ایک مزید ظلم کر رہے ہیں

یک دمے دیگر بدیں تشنیع راند — باز داؤدش بہ پیشِ خویش خواند
اس نے پھر یہ ملامت شروع کر دی — پھر (حضرت) داؤدؑ نے اس کو اپنے سامنے بلایا

گفت چوں بختت نبود اے ناصبور — ظلمت آمد اندک اندک در ظہور
فرمایا اے بے صبرے چونکہ (پردہ پوشی) تیرا نصیب نہ تھی — تیرا ظلم رفتہ رفتہ ظہور میں آیا

دیدۂ آنگاہ صدر و پیشگاہ — اے دریغ از چوں تو خر خاشاکِ راہ
تو نے اس وقت صدر اور پیشگاہ کو — راستہ کا کوڑا سمجھا، ہائے افسوس تجھ جیسے گدھے پر

زیں سخن[2] داؤدؑ زو شد خشمناک — گفت تا خود را نگردانی ہلاک
ان باتوں سے (حضرت) داؤدؑ اس پر غضبناک ہوگئے — فرمایا، خبردار اپنے آپ کو تباہ نہ کر

رو کہ فرزندانِ تو با جفتِ تو — بندگانِ او شدند اے تند خو
جا کہ تیری اولاد مع تیری بیوی کے — اے بد مزاج! اس کے غلام ہوگئے

سنگ بر سینہ ہمی زد با دو دست — می دوید از جہلِ خود بالا و پست
وہ دونوں ہاتھوں سے سینہ پر پتھر مارتا تھا — اپنی نادانی سے اوپر نیچے بھاگ رہا تھا

خلق[3] ہم اندر ملامت آمدند — کز ضمیرِ کارِ او غافل بدند
لوگوں نے بھی ملامت شروع کر دی — کیونکہ وہ اس کے پوشیدہ کام سے ناواقف تھے

ظالم از مظلوم کے داند کسے — کو بود سخرہ ہوا ہمچوں خسے
وہ شخص ظالم اور مظلوم میں کب امتیاز کرتا ہے؟ — جو کہ تنکے کی طرح ہوا کے تابع ہو

[1] اشمت۔ ستم تو بخت۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تو پردہ پوشی کی لیکن تیرے نصیب میں نہ تھی اب تو رفتہ رفتہ خود اپنا ظلم ظاہر کرنے پر تلا ہوا ہے اگر وہ حضرت داؤدؑ کے ابتدائی فیصلے مان لیتا تو پورا معاملہ نہ کھلتا۔ ہر فیصلے تھے انکا سے معاملہ کھلتا چلا گیا۔ دیدہ۔ یعنی تو آرام سے تھا اور مال و دولت سے مزے اڑا رہا تھا لیکن تو نے اس کی قدر نہ کی اور اسکو گرد راہ سمجھا۔

[2] زیں سخن۔ جب وہ حضرت داؤدؑ کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور واویلا کرنے لگا تو حضرت داؤدؑ کو ناگوار گذرا۔ آخر اب فیصلہ یہ ہے کہ صرف گائے کی معافی اور مال بخشنا کافی نہیں ہے بلکہ تیری اولاد اور بیوی سب اسکے غلام ہیں۔

[3] خلق۔ جو لوگ جمع ہو گئے تھے وہ بھی حضرت داؤدؑ کے ان فیصلوں کو ظلم سمجھتے ہوئے حضرت داؤدؑ کو ملامت کرنے لگے۔ ضمیر۔ پوشیدہ۔ سخرہ۔ تابعدار۔

ظالم[1] از مظلوم آں کس پے برد / کو سرِ نفسِ ظلومِ خود برد

ظالم اور مظلوم کا وہ شخص پتہ لگا لیتا ہے / جو اپنے ظالم نفس کا سر قلم کر دے

ورنہ آں ظالم کہ نفس ست اندروں / خصمِ ہر مظلوم باشد از جنوں

ورنہ وہ ظالم کہ جس کے اندر نفس ہے / جنون کی وجہ سے ہر مظلوم کا مخالف ہوتا ہے

سگ ہمارہ حملہ بر مسکیں کند / تا تواند زخم بر مسکیں زند

کتا ہمیشہ غریب پر حملہ کرتا ہے / جب تک بھی ہو سکے غریب کو کاٹتا ہے

شرم[2] شیراں است نے سگ را بداں / کو نگیرد صید از ہمسایگاں

سمجھ لے شرم شیروں میں ہوتی ہے نہ کہ کتے میں / وہ پڑوسیوں سے شکار نہیں چھینتا ہے

عامۂ مظلوم کش ظالم پرست / از کمیں سگ ساں سوئے داؤد جست

مظلوم کو مارنے والے ظالم پرست، عوام / کمینگاہ سے کتے کی طرح (حضرت) داؤدؑ پر دوڑ پڑے

روئے در داؤدؑ کردند آں فریق / کاے نبیِ مجتبیٰ بر ما شفیق

ان لوگوں نے (حضرت) داؤدؑ کی طرف رخ کیا / کہ اے منتخب نبی! ہم پر مہربان

ایں نشاید از تو کیں ظلم ست فاش / قہر کردی بیگناہے را بلاش

آپ کیلئے یہ مناسب نہیں کیونکہ یہ تو کھلا ظلم ہے / آپ نے بے وجہ ایک بے قصور پر ظلم کیا ہے

عزم کردن داؤد علیہ السلام بخواندن خلق براں صحرا کہ راز را آشکارا کند

(حضرت) داؤد علیہ السلام کا لوگوں کو اس جنگل کی طرف بلانے کا ارادہ کرنا جہاں راز ظاہر کر دیں

گفت اے یاراں زمانِ آں رسید / کاں سرِ[3] مکتومِ او گردد پدید

فرمایا اے دوستو! اس کا وقت آگیا ہے / کہ اس کا پوشیدہ راز ظاہر ہو جائے

جملہ برخیزید تا بیروں رویم / سوئے صحرا و بداں ہاموں شویم

سب اٹھو! تاکہ ہم باہر چلیں / جنگل کی طرف اور اس جنگل میں پہنچیں

مرد و زن از خانہا بیروں روید / تا براں سرِ نہاں واقف شوید

مرد اور عورت گھروں سے باہر چلو / تاکہ اس پوشیدہ راز سے واقف ہو جاؤ

در فلاں صحرا درختے ہست زفت / شاخہایش انبہ و بسیار جفت

فلاں جنگل میں، ایک موٹا درخت ہے / اسکی شاخیں بہت گھنی اور بہت جڑی ہوئی ہیں

سخت راسخ خیمہ گاہ و میخِ او / بوئے خوں می آیدم از بیخِ او

خیمہ گاہ اور اس کا کھونٹا بہت مضبوط ہے / اس کی جڑ سے مجھے خون کی بو آ رہی ہے

---

[1] ظالم۔ چونکہ انسان کا نفس خود ظالم ہے لہٰذا وہ فطری طور پر ظالم کی حمایت کرتا ہے۔ ہاں اگر انسان اپنے نفس کا سر قلم کر دے تو وہ ظالم اور مظلوم میں امتیاز کر سکتا ہے۔ سگ۔ نفس ایک کتا ہے اور کتے کی عادت ہے کہ غریب اور کمزور پر حملہ کرتا ہے۔

[2] شرم۔ حیا اور شرم شیروں میں ہوتی ہے جو کبھی اپنے ہمسایہ کا شکار چھین کر نہیں کھاتے ہیں۔ عامہ۔ عوام جو ظالم کی حمایت کے عادی ہوتے ہیں کتوں کی طرح ان کے فیصلے کے خلاف ہو کر ان کی طرف دوڑ پڑے۔ بلاش۔ بلا تفتیش یعنی بلا وجہ۔

[3] سرِ مکتوم۔ چھپا ہوا راز۔ ہاموں۔ جنگل۔ زفت۔ موٹا۔ جفت۔ یعنی شاخیں آپس میں گھی ہوئی ہیں۔ سخت۔ یعنی اس درخت کی چھتری جو خیمہ کی طرح ہے اور جڑ جو خیمہ کی میخ کی طرح ہے بہت مضبوط ہے۔

خوں شدست اندر بُنِ آں خوش درخت — خواجہ را کُشتست ایں منحوس بخت

اُس اچھے درخت کی جڑ میں خون ہوا ہے — اِس بدبخت نے آقا کو قتل کیا ہے

مال را بر داشت ست ایں قلتباں[1] — وین غلام اُوست اے آزادگاں

اِس دیّوث نے مال اُڑا لیا ہے — اے آزاد لوگو! یہ اُس کا غلام ہے

ایں جوانِ مرخواجہ را باشد پسر — طفل بُود و اُو ندارد زیں خبر

یہ جوان، آقا کا پوتا ہے — بچہ تھا اِس کو اُس کا پتہ نہیں

تاکنوں حلمِ خدا پوشید آں — آخر از ناشکریِ ایں قلتباں

اب تک اللہ کے حلم نے اُس کو چھپایا — بالآخر اِس دیّوث کی ناشکری سے

کہ عیالِ خواجہ را روزے ندید — نے بہ نوروز و بموسمہائے عید

کہ اُس نے ایک دن بھی آقا کے بچوں کی دیکھ بھال نہ کی — نہ نوروز پر، اور نہ عید کے موسموں میں

بے نوایاں را بیک لقمہ نجُست — یاد ناورد اُو ز حقہائے نخست

محتاجوں کی ایک لقمہ سے دلداری نہ کی — اُس نے پہلے حقوق کو یاد نہ کیا

تاکنوں از بہرِ یک گاؤ ایں لعیں — می زند فرزند اُو را بر زمیں

یہاں تک یہ مردود ایک گائے کی وجہ سے — اُس کے پوتے کو زمین پر پٹخ رہا ہے

اُو بخود بر داشت پردہ از گناہ — ورنہ می پوشید جُرمش را الٰہ

اُس نے خود گناہ سے پردہ اُٹھایا — ورنہ خدا اُس کے جرم کو چھپا رہا تھا

کافر و فاسق دریں دورِ گزند[2] — پردہٴ خود را بخود بر می دَرند

اِس فتنہ کے زمانے میں، کافر اور فاسق — اپنے پردے کو خود چاک کر رہے ہیں

ظلم مستور[3] ست در اسرارِ جاں — می نہد ظالم بہ پیشِ مردماں

روح کے رازوں میں ظلم چھپا ہوا ہے — ظالم (اُسکو) لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے

کہ بہ بینیدش کشیدہ شاخہا — گاوِ دوزخ را بہ بینید از مَلا

کہ اِس ظلم کو سینگ نکالتے ہوئے دیکھو — برملا دوزخ کی گائے کو دیکھو

گواہی دادنِ دست و پا و زبان بر سرِ ظالم ہم در دُنیا

ظالم پر دنیا میں بھی ہاتھ پاؤں، اور زبان کا گواہی دینا

پس ہمیں جا دست و پایت بے گزند — بر ضمیرِ تو گواہی میدہند

تو اسی جگہ تیرے ہاتھ پاؤں بغیر نقصان کے — تیرے باطن پر گواہی دیتے ہیں

---

[1] قلتبان۔ دیّوث بے غیرت مولانا نے آئندہ اشعار میں مقتول کو جوان کا دادا بتایا ہے اسلئے ہم نے پسر اور فرزند کا ترجمہ پوتا کیا ہے۔ حلم۔ بُردباری۔ عیال۔ بال بچے۔ نوروز۔ ایرانیوں کی عید ہے۔ حقہائے۔ یعنی اُس پر جو اُس کے آقا کے پہلے حقوق تھے۔

[2] گزند۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو پردہ داری فرماتا ہے لیکن کافر اور فاسق خود اپنی پردہ دری کرتے ہیں۔

[3] مستور۔ پوشیدہ۔ شاخ۔ یعنی سینگ۔ از ملا یعنی برملا علی الاعلان۔ گواہی یعنی ظالم کے ہاتھ پاؤں آخرت میں اسکے خلاف گواہی دیں گے اور دنیا میں بھی گواہی دیتے ہیں۔ ضمیر۔ پوشیدہ راز۔

چوں موکّل[1] می شود بر تو ضمیر — کہ بگو تو اعتقادت وامگیر
باطن تیرے اوپر موکّل کی طرح ہو جاتا ہے — کہ تو کہدے، اپنے اعتقاد کو نہ چھپا

خاصہ در ہنگامِ خشم و گفتگو — میکند ظاہر سرت را مو بمو
خصوصاً غصہ، اور گفتگو کے وقت — تیرے راز کو ذرہ ذرہ ظاہر کر دیتا ہے

چوں موکّل می شود ظلم و جفا — کہ ہویدا کن مرا اے دست و پا
ظلم اور زیادتی موکّل کی طرح ہو جاتی ہے — کہ اے ہاتھ پاؤں! مجھے ظاہر کردے

چوں ہمی گیرد گواہِ سر لگام — خاصہ وقتِ جوشِ خشم و انتقام
سر کا گواہ کس طرح لگام پکڑ لیتا ہے — خصوصاً غصہ کے جوش اور بدلہ لینے کے وقت

پس ہماں کس کیں موکّل میکند — تا لوائے راز بر صحرا زند
تو وہی ذات، جو یہ مسلّط کرتی ہے — تاکہ راز کا جھنڈا، جنگل میں گاڑ دے

پس موکّلہائے دیگر روزِ حشر — ہم تواند آفرید از بہرِ نشر
تو حشر کے دن دوسرے موکّل — بھی (راز) کھولنے کے لئے پیدا کر سکتی ہے

اے بدہ دست آمدہ در ظلم و کیں — گوہرت پیداست حاجت نیست[2] ایں
اے وہ کہ جو دس ہاتھوں سے ظلم اور کینہ میں لگا ہوا — تیرا جوہر کھلا ہوا ہے، اِس کی ضرورت نہیں ہے

نیست حاجت شہرہ گشتن در گزند — بر ضمیرِ آتشینت واقف اند
نقصان رسانی میں مشہور ہونے کی ضرورت نہیں ہے — تیرے آتشی باطن سے، سب، باخبر ہیں

نفسِ تو ہر دم بر آرد صد شرار — کہ بہ بینیدم منم ز اصحابِ نار
تیرا نفس ہر وقت سینکڑوں چنگاریاں اگل رہا ہے — کہ مجھے دیکھو میں دوزخیوں میں سے ہوں

جزوِ نارم سوئے کُل خود روم — من نہ نورم کہ سوئے حضرت روم
میں آگ کا جزو ہوں اپنے کُل کی جانب جاتا ہوں — میں نور نہیں ہوں کہ (اللہ کے) دربار کی طرف جاؤں

ہمچناں[3] کایں ظالمِ حق ناشناس — بہرِ گاوے کرد چندیں التباس
جیسا کہ حق نہ پہچاننے والے اِس ظالم نے — ایک گائے کے لئے اِس قدر مکر کئے

او ازیں صد گاو بُرد و صد شتر — نفس اینست اے پدر از وے بِبُر
وہ اِس کی سو گائیں اور سو اونٹ لے بھاگا — اے باوا! نفس یہی ہے اُس سے قطع تعلق کر

نیز روزے با خدا زاری نکرد — یاربے نامد از و یک دم بدرد
اس نے خدا سے ایک دن بھی عاجزی نہ کی — کسی وقت بھی درد کے ساتھ اُس سے یارب نہ نکلا

[1] موکّل۔ وہ شخص جس کے کام سپرد کر دیا گیا ہو۔ ظلم و جفا۔ مشہور ہے کہ خون سر پر چڑھ کر بولتا ہے۔ خاصہ۔ انتقام کے جوش میں قاتل خود اقرار کر لیتا ہے۔ پس۔ جو ذات خود دنیا میں تمہارے اعضاء کو تم پر مسلّط کر کے اقرار کرا دیتی ہے وہ حشر میں دوسرے موکّل پیدا فرما دیگی جو تم سے خود تمہارے جرموں کا اقرار کرائیں گے۔ دہ دست۔ یعنی بہت سے ہاتھ، بعض نسخوں میں دو دست ہے۔

[2] نیست۔ اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے کہ تیرا ظلم مشہور ہو جب ہی جانا جا سکے، تیری افتادِ طبع سے تیرا ظلم واضح ہو جاتا ہے۔ نفس۔ تو تیرا نفس خود اپنی ظالمانہ طبیعت اور مزاج کو ظاہر کر رہا ہے۔ جزو نارم۔ آتشیں مزاج جہنم کا جزو ہے جو جہنم کی طرف جاتا ہے۔

[3] ہمچناں۔ اس گائے والے نے ایک گائے کا بدلہ لینے کے لئے کیسے مکر کئے۔ اور حالانکہ اس نے اسی گائے کے ذبح کرنے والے کا وہ سب مال اڑا لیا تھا جو اس کو ورثہ میں ملا تھا۔ نیز اس نے جو ظلم کئے تھے اگر وہ زاری کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے آقا سے معاف کرا دیتا۔

کاے خدا خصمِ مرا خوشنود کُن[1]
کہ اے خدا! میرے مقابل کو خوش کر دے

گر منش کردم زیاں تو سُود کُن
اگر میں نے اُس کا نقصان کیا ہے تو فائدہ کر دے

گر خطا کُشتم دِیت بر عاقلہ است
اگر میں نے غلطی سے مارا ہے تو دیت عاقلہ پر ہے

عاقلہ جانم تو بُودی از اَلَست
اَلَست سے تو میری جان کا عاقلہ ہے

سنگ میگردد باستغفار دُر
توبہ کرنے سے پتھر موتی بن جاتا ہے

ایں بُود انصافِ نفس اے جانِ حُر
اے آزاد جان! نفس کا انصاف یہ ہوتا ہے

بیروں رفتنِ خلائق بسُوئے آں دَرخت
لوگوں کا اُس درخت کی طرف باہر جانا

چوں بروں رفتند سُوئے آں دَرخت
جب لوگ اس درخت کی جانب باہر نکل گئے

گفت[2] دستش را بپس بندید سخت
فرمایا اُس کے ہاتھ پیچھے کر مضبوط باندھ دو

تاگناہ و جرم اُو پیدا کنم
تاکہ میں اُس کا گناہ اور جرم ظاہر کر دوں

تا لوائے عدل بر صحرا زنم
تاکہ انصاف کا جھنڈا جنگل میں گاڑ دوں

گفت اے سگ جدِّ ایں را کُشتۂ
فرمایا اے کُتّے! تو نے اِسکے دادا کو قتل کیا ہے

تو غلامی خواجہ زیں رُو گشتۂ
تو غلام ہے اِس طور پر تو آقا بن بیٹھا ہے

خواجہ را کُشتی و بُردی مالِ اُو
تو نے آقا کو قتل کیا اور اُس کا مال اُڑا لیا

کرد یزداں آشکارا حالِ اُو
خدا نے اُس کا حال ظاہر فرما دیا

آں زنت اُو را کنیزک بُودہ است
وہ تیری بیوی اُس کی لونڈی تھی

با ہمیں خواجہ جفا بنمودہ است
اِس آقا پر اِس نے (بھی) ظلم کیا ہے

ہر چہ[3] زو زائید مادہ یا کہ نر
جو اُس سے پیدا ہوا، مادہ ہو یا نر

مِلکِ وارث باشد آں کُل سربسر
وہ سب کا سب وارث کی مِلک ہوگا

تو غلامی کسب و کارت مِلکِ اُوست
تو غلام ہے تیری کمائی اور کار (وبار) اُسکی ملک ہے

شرع جُستی شرع بستاں و نکوست
تو نے شرع کا فیصلہ چاہا شرعی فیصلہ لیجا بہت اچھا ہے

خواجہ را کُشتی باستم زار زار
تو نے بڑے بڑے ظلم سے آقا کو قتل کیا

ہم بر اینجا خواجہ گویان زینہار
اِسی جگہ آقا "الامان" کہتا تھا

کارد از اِشتاب کردی زیرِ خاک
تو نے جلدی سے چھری زمین میں گاڑ دی

از خیالے کہ بدیدی سہمناک
اُس تصور کی وجہ سے جو تجھے خوفناک نظر آیا

---

[1] خوشنود کُن۔ اللہ تعالیٰ صاحبِ حق کو راضی کر کے حقوق العباد معاف کرا سکتا ہے۔ خطا کُشتم۔ اگر قتل خطا ہوتا ہے تو اُس کا بدلا اور دیت عاقلہ یعنی رشتہ داروں سے دلوایا جاتا ہے۔ اَلَست۔ عہدِ اَلَست میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ بندوں نے کہا تھا بَلٰی یعنی کیوں نہیں آپ ہمارے رب ہیں۔ سنگ۔ استغفار ماہیت تبدیل کر دیتی ہے اور سیئات حسنات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

[2] گفت۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا اُسکی مشکیں کس دو۔ لوا۔ جھنڈا۔ جدِّ ایں۔ یعنی گائے ذبح کرنے والے کا دادا۔ تو غلامی۔ تو اُس مقتول کا غلام تھا۔ آں زنت۔ تیری بیوی دراصل اُس مقتول کی لونڈی تھی۔

[3] ہر چہ۔ لونڈی کی اولاد اُس شخص کی ملکیت ہوتی ہے جس کی وہ لونڈی مملوک ہے۔ وارث۔ یعنی گائے ذبح کرنے والا۔ تو غلامی۔ جبکہ تو خود اُس گائے ذبح کرنیوالے کا غلام ہے تو تیری ساری کمائی بھی اُس کی ملکیت ہے۔ ہم برِ اینجا۔ یعنی تیرا آقا تجھ سے پناہ چاہ رہا تھا تاکہ تو اُس کو قتل نہ کرے۔ اِشتاب۔ شتاب، جلدی۔

بلکہ سرش با کارد در زیرِ زمیں[1] — باز کاوید ایں زمیں را ہمچنیں
یہ اُس کا سر مع چھری کے زمین میں ہے — پھر اسی طرح اُس زمین کو کھودو

نامِ ایں سگ ہم نوشتہ کارد بر — کرد با خواجہ چنیں مکر و ضرر
چھری پر اُس کتّے کا نام بھی لکھا ہوا ہے — اُس نے آقا کیساتھ ایسی مکاری اور ضرر رسانی کی ہے

ہمچناں کردند و چوں بشگافتند — در زمیں آں کارد با سر یافتند
انھوں نے ایسا ہی کیا اور جب اُنھوں نے کھودا — زمین میں چھری مع سر کے پائی

ولولہ افتاد در خلق آں زماں — ہر یکے زنّار ببرید از میاں
اُس وقت لوگوں میں شور مچ گیا — ہر ایک نے کمر سے جنیو کاٹ ڈالا

جملہ[2] از داؤدؑ گشتہ عذر خواہ — زانکہ بدظن گشتہ بودند و تباہ
سب (حضرت) داؤدؑ سے معذرت چاہنے والے بن گئے — اس لئے کہ وہ بدگمان اور تباہ ہوگئے تھے

قصاص فرمودنِ داؤد علیہ السلام خونی را بعد از الزامِ حجت کردن

دلیل قائم کرنے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کا قاتل پر قصاص کا حکم فرمانا

بعد ازاں گفتش بیا اے داد خواہ — دادِ خود بستاں تو از ایں رُو سیاہ
اُسکے بعد انھوں نے اُس (گلے ذبح کرنیوالے) سے کہا اے (مدعی) — اِس رو سیاہ سے اپنا بدلہ لے

ہم بداں تیغش بفرمود او قصاص — کے کُند مکرش ز علمِ حق خلاص
اُس کی اُسی تلوار سے اُنھوں نے قصاص لینے کا حکم فرمایا — اُس کا مکر اللہ تعالیٰ کے علم سے کب بچا سکتا ہے؟

حلمِ حق گرچہ مواسا ہا کُند — چونکہ از حد بگذرد رسوا کُند
اللہ تعالیٰ کی بُردباری اگرچہ بہت غمخواری کرتی ہے — جب معاملہ حد سے گذر جاتا ہے تو وہ رُسوا کر دیتی ہے

خوں نخسپد[3] در فتد در ہر دلے — میلِ جُستِ و جُوئے و کشفِ مُشکلے
خون نہیں سوتا، ہر دل میں پیدا ہوتی ہے — جستجو کی خواہش اور مشکل کا کھولنا

اقتضائے داوری رَبِّ دیں — سر بر آرد از ضمیر آن و ایں
بدلے کے ربّ کے انصاف کا تقاضہ — اِس اور اُس کے دل میں سر اُبھارتا ہے

کاں فلاں چوں شد چہ شد حالش گذشت — ہمچناں کہ جوشد از گلزار کشت
کہ فلاں کا کیا ہوا کیسے ہوا، اُسکی کیا حالت ہوئی؟ — اِس طرح جیسے کہ گلزار سے برپا ہوا جوش مارتا ہے

جوششِ خوں باشد آں جُستہا — خارشِ دلہا و بحث و ماجرا
خون کا جوش ہوتی ہیں وہ جستجوئیں — دلوں کی خارش اور بحث اور معاملہ

---

[1] بلکہ سرش۔ اس مقتول کا سر اور چھری اِس زمین میں دفن ہے۔ نام۔ اُس قاتل کا نام چھری پر کندہ ہے بت زنّار۔ یعنی کافر مومن بن گیا۔

[2] جملہ۔ حضرت داؤدؑ کے جس قدر معترضین تھے چونکہ وہ بدظنی کر کے تباہ ہوئے تھے سب نے عذر خواہی شروع کردی۔ قصاص یعنی قاتل کو مقتول کے عوض قتل کرنا۔ دادخواہ جس پر گلے والے نے دعویٰ کیا تھا۔ بداں تیغش۔ وہی چھری جس سے اُس نے اُس کے دادا کو قتل کیا تھا۔ مکرش۔ اُس قاتل کا مکر اللہ تعالیٰ کے علم سے پوشیدہ نہ تھا۔

[3] خوں نخسپد۔ مشہور ہے کہ خون نہیں چھپتا قاتل کے سر پر چڑھ کر بولتا ہے۔ اقتضا۔ اللہ تعالیٰ کے انصاف کا تقاضہ ہر انسان کے دل میں مقتول کے بارے میں جستجو پیدا کر دیتا ہے۔ ضمیر دل، باطن۔ جوشش خوں۔ وہی مقتول کا خون لوگوں کے دل میں جوش مارتا ہے اور دل میں جستجو کا تقاضہ پیدا کر دیتا ہے۔

چونکہ پیدا گشت سرِ کارِ او — معجزۂ داؤدؑ شد فاش و دوتو[1]
جب اس کے کارنامہ کا راز ظاہر ہو گیا — (حضرت) داؤدؑ کا معجزہ مشہور اور مضبوط ہو گیا

خلق جملہ سر برہنہ آمدند — سر بسجدہ بر زمینہا می زدند
تمام لوگ ننگے سر آئے — سر کو سجدے میں زمینوں پر رکھتے تھے

ما ہمہ کورانِ اصلی بودہ ایم — وانچہ می فرمودۂ نشنودہ ایم
ہم سب اصلی اندھے تھے — اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نے نہ سنا

لیک معذوریم چوں بے دیدہ ایم — از تو ما صد گوں عجائب دیدہ ایم
لیکن ہم معذور ہیں چونکہ بغیر آنکھوں کے ہیں — ہم نے آپ سے سینکڑوں قسم کے عجائب دیکھے ہیں

سنگ[2] با تو در سخن آمد شہیر — کز برائے غزوِ طالوتم بگیر
پتھر نے آپ سے بات کی (یہ) مشہور ہے — کہ مجھے طالوت سے جہاد کرنے کے لئے لے لیجئے

تو بہ سہ سنگ و فلاخن آمدی — صد ہزاراں مرد را برہم زدی
آپ تین پتھر اور گوپھن لے کر آ گئے — لاکھوں انسانوں کو تباہ کر دیا

سنگہایت صد ہزاراں پارہ شد — ہر یکے مر خصم را خونخوارہ شد
آپ کے (تین)، پتھر لاکھوں ٹکڑے بن گئے — ہر ایک دشمن کے لئے خونخوار ہو گیا

آہن اندر دستِ تو چوں موم شد — چوں زرہ سازی ترا معلوم شد
آپ کے ہاتھ میں لوہا موم جیسا ہو گیا — جب آپ زرہ بنانا جان گئے

کوہہا[3] با تو رسائل شد شکور — با تو میخوانند چوں مقری زبور
پہاڑ شکر گزاری میں آپ کے ہم آواز ہو گئے — آپ کے ساتھ (ملکر) قاری کی طرح زبور پڑھتے ہیں

صد ہزاراں چشم دل بکشادہ شد — از دمِ تو غیب را آمادہ شد
لاکھوں دلوں کی آنکھیں کھل گئیں — آپ کے ارشاد سے غیب پر آمادہ ہو گئیں

واں قوی تر از ہمہ کہ دائم ست — زندگی بخشی کہ سرمد قائم ست
اور وہ سب سے زیادہ قوی جو دائمی ہے — آپ وہ زندگی بخشتے ہیں کہ جو ابد تک قائم ہے

جانِ جملہ معجزات اینست خود — کو بہ بخشد مردہ را جانِ ابد
یہ خود تمام معجزوں کی جان ہے — کہ وہ مردے کو ابدی جان بخشتا ہے

کشتہ شد ظالم جہانے زندہ شد — ہر یکے از نو خدا را بندہ شد
ظالم قتل کیا گیا، ایک عالم زندہ ہو گیا — ہر ایک از سر نو خدا کا بندہ بن گیا

[1] دوتو۔ دوہرا، مضبوط۔ خلق۔ حضرت داؤدؑ کے اس معجزے کو دیکھ کر سب لوگ ننگے سر دوڑ کر ان کے سامنے سربسجود ہو گئے۔ ما ہمہ۔ چونکہ ہم کور باطن تھے اسلئے ہم ابتداءً آپ کے فرمان کو نہ سمجھ سکے۔ از تو۔ ہم نے پہلے آپ کے بہت سے معجزے دیکھے ہیں۔

[2] سنگ۔ جب طالوت جالوت کے مقابلے کے لئے نکلے تھے تو حضرت داؤدؑ کو ساتھ لیکر گئے تھے، راستہ میں پتھروں نے حضرت داؤدؑ سے کہا تھا کہ ہمیں لیکر چلئے طالوت کی موت کا سبب بنیں گے۔ فلاخن۔ گوپھن جس کے ذریعہ دشمن پر سنگباری کی جاتی ہے۔ سنگہایت۔ وہ تین پتھر تھے لیکن پھینکنے پر ان کے ہزاروں ٹکڑے بنکر جالوت کی فوج پر لگے۔ آہن۔ حضرت داؤد زرہیں بناتے تھے اور لوہا ان کے ہاتھ میں آکر موم بن جاتا تھا۔

[3] کوہہا۔ جب حضرت داؤدؑ زبور پڑھتے تھے تو پہاڑ ان کے ہم آواز ہو کر زبور کی تلاوت کرنے لگتے تھے۔ صد ہزاراں۔ حضرت داؤدؑ کے ہاتھ پر لاکھوں کافر مومن بنے۔ غیب۔ یعنی عالمِ غیب۔ واں۔ آپ کا سب سے زیادہ قوی معجزہ یہ ہے کہ آپ انسانوں کو ابدی حیات بخشتے ہیں۔ کشتہ شد۔ قرآن نے فرمایا قاتل کو قتل کرنے میں

دربیانِ آنکہ نفسِ آدمی بجائے آں خونیست کہ مدعی گاوِ

اس کے بیان میں کہ آدمی کا نفس اس قاتل کی جگہ پر ہے، جو ذبح شدہ گائے

کشتہ بود و آں کشندہ گاو عقل ست و داؤد حق ست یا شیخ

کا مدعی بنا تھا اور وہ گائے ذبح کرنے والا عقل کی جگہ پر ہے اور حضرت داؤدؑ، حضرت

کہ نائبِ حق ست کہ بقوت و یاریِ او تواند ظالم را کشتن

حق (تعالیٰ)، یا شیخ کی (جگہ پر ہیں) جو حق کا نائب ہوتا ہے جس کی قوت اور مدد سے ظالم

و توانگر شدن بروزے بے کسب و بے حساب

کو قتل کیا جاسکتا ہے، اور ایک دن میں بغیر کمائی اور بغیر حساب کے مالدار ہوا جاسکتا ہے

نفسِ خود را کش جہاں را زندہ کن
اپنے نفس کو مار، جہان کو زندہ کر

خواجہ را کشتست او را بندہ کن
اس نے آقا کو قتل کیا ہے، اس کو غلام بنا

مدعیِ گاو نفسِ تست ہیں
خبردار! گائے کا مدعی تیرا نفس ہے

خویشتن را خواجہ کردست و مہین
اس نے اپنے آپ کو آقا اور سردار بنایا ہے

آں کشندہ گاو عقلِ تست رو
وہ گائے ذبح کرنے والا تیری عقل ہے، جا

بر کشندہ گاوِ تن منکر مشو
جسم کی گائے کو ذبح کرنے والے کا منکر نہ بن

عقل اسیر ست و ہمی خواہد ز حق
عقل (نفس کی) قیدی ہے اور اللہ تعالیٰ سے چاہتی ہے

روزیِ بے رنج و نعمت بر طبق
بغیر مشقت روزی اور طباق بھری نعمت

روزیِ بے رنج او موقوف چیست
اس کی بے مشقت روزی کس چیز پر موقوف ہے؟

آنکہ بکشد گاو را کاصلِ بدیست
یہ کہ وہ گائے کو ذبح کر دے کیونکہ وہ برائی کی جڑ ہے

نفس گوید چوں کشی تو گاوِ من
نفس کہتا ہے تو میری گائے کو کیوں ذبح کرتا ہے؟

زانکہ گاوِ نفس باشد نقشِ تن
کیونکہ جسم کی صورت نفس کی گائے ہے

خواجہ زادہ عقل ماندہ بے نوا
عقل جو آقا سے پیدا ہوئی بے سروسامان ہو گئی

نفسِ خونی خواجہ گشت و پیشوا
قاتل نفس آقا اور پیشوا بن گیا

روزیِ بے رنج میدانی کہ چیست
تو جانتا ہے بلا مشقت روزی کیا ہے؟

قوتِ ارواح ست و ارزاقِ نبی ست
روحوں کی روزی ہے اور نبی کے (عطا کردہ) رزق ہیں

لیک موقوف ست بر قربانِ گاو
لیکن وہ گائے کی قربانی پر موقوف ہے

گنج قتلِ گاو داں اے گنج کاو
گائے کے ذبح کرنے کو خزانہ سمجھ اے خزانہ کھودنے والے

۱ے دربیان۔ پہلے قصہ سے مولانا نصیحت کیلئے کچھ نتیجے اخذ کر کے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گائے ذبح کرنے والے کی مثال عقل ہے اور گائے کا بدلہ لینے والے کی مثال نفس ہے حضرت داؤدؑ کی مثال اللہ تعالیٰ ہے یا وہ شیخ کامل جو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ نفسِ خود جس طرح گائے کے مدعی کے قتل سے عالم زندہ ہوا، تو اپنے نفس کو قتل کر عالم زندہ ہو جائیگا اس نفس نے تیری عقل کو فنا کر رکھا ہے اور خود آقا بن بیٹھا ہے اس کو عقل کا غلام بنا۔

۲ے مدعی۔ نفس نے عقل کو فنا کیا اور خود آقا بن بیٹھا، حالانکہ وہ عقل کا غلام تھا۔ منکر۔ تمام لوگ ابتداءً گائے ذبح کرنیوالے کے مخالف ہو گئے تھے عقل۔ وہ نوجوان ہے جس نے گائے ذبح کی تھی اور اللہ تعالیٰ سے بغیر محنت روزی کا طالب بنا تھا۔ روزی۔ عقل کے روح اس وقت حاصل ہوگی جب تن کشی کرو گے جو کہ بمنزلہ گائے کے ہے۔

۳ے نفس۔ بدن نفس کیلئے ایسا ہی ہے جیسا کہ گائے کے مدعی کیلئے گائے تھی۔ خواجہ زادہ۔ جس طرح وہ نوجوان گائے کے مدعی کے آقا کا پوتا تھا اسی طرح نفس کے اعتبار سے عقل کو سمجھو۔ نفس۔ نفس عقل کا قاتل ہے۔ ارزاق نبی یعنی نبی کی شریعت اور احکام۔ قربانِ گاو۔ یعنی بدن کو مجاہدات کے ذریعہ قربان کرنا

دوشؔ چیزے خوردہ ام ورنہ تمام
میں نے کل کچھ پی لیا ہے، ورنہ پوری

دادمے در دستِ فہمِ تو زِمام
باگ تیری سمجھ کے ہاتھ میں دے دیتا

دوش چیزے خوردہ ام افسانہ است
کل میں نے کوئی چیز پی لی ہے (یہ) کہنے کی بات ہے

ہر چہ می آید ز پنہاں خانہ است
(ورنہ) جو چیز آتی ہے وہ عالمِ غیب سے ہے

چشم بر اسباب از چہ دوختم
میں نے اسباب پر نظر کیوں جمائی؟

کہ ز خوش چشماں کرشم آموختم
اسلئے اچھی آنکھوں والوں سے میں نے ادا سیکھی ہے

ہست بر اسباب اسبابِ دگر
اسباب (دنیوی) سے اوپر دوسرے اسباب ہیں

در سبب منگر دراں افگن نظر
(دنیوی) اسباب کو نہ دیکھ، اُن پر نظر ڈال

انبیاء در قطعِ اسباب آمدند
انبیاء قطعِ اسباب میں ہیں

معجزاتِ خویش بر کیواں زدند
انھوں نے اپنے معجزے زحل پر قائم کئے ہیں

بے سببؔ مر بحر را بشگافتند
انھوں نے بلا سبب (ظاہری)، کے دریا کو پھاڑا ہے

بے زراعت چاشؔ گندم یافتند
انھوں نے بغیر کھیتی کے گیہوں کا ڈھیر پایا ہے

ریگہا ہم آرد شد از سعیِ شاں
اُن کی کوشش سے ریتے آٹا بنے ہیں

پشمِ بُز ابریشم آمد کش کشاں
بھیڑ کی اُون کھنچے دار ریشم بنی ہے

جملہ قرآن ہست در قطعِ سبب
پورا قرآن (قطعِ اسباب) پر ناطق ہے

عزِّ درویشؔ و ہلاکِ بولہب
درویش کی عزت، اور ابولہب کی ہلاکت

مرغؔ باپیلے دو سہ سنگ افگند
پرند، ہاتھی پر دو تین کنکریاں گراتا ہے

لشکرِ زفتِ حبش را بشکند
حبش کے بھاری لشکر کو شکست دیدیتا ہے

پیل را سوراخ سوراخ افگند
ہاتھی کے سوراخ سوراخ کر ڈالتی ہے

سنگِ مرغے کو ببالا پر زند
پرند کی کنکری جو اوپر کو اڑتا ہے

دُمِ گاوؔ کشتہ بر مقتول زن
ذبح شدہ گائے کی دُم مقتول پر مار

تا شود زندہ ہماں دم در کفن
تاکہ وہ اسی وقت کفن میں زندہ ہو جائے

حلق ببریدہ جہد از جائے خویش
گلا کٹا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ پڑے گا

خونِ خود جوید ز خونِ پالائے خویش
اپنے خون بہانیوالے سے اپنے خون کا مطالبہ کریگا

ملے دوش۔ مے عشق سے مدہوشی طاری ہونے لگی ہے۔ ورنہ میں غذائے روح حاصل کرنے کی پوری بات بتاتا۔ افسانہ است یعنی سرور کا سبب میں نے اپنا فعل بتایا یہ محض کہنے کی بات ہے ورنہ ہر چیز خزانۂ غیب سے آتی ہے اور اس کا سبب ذات خداوندی ہے۔ چشم بر اسباب۔ اگرچہ ہر چیز کا حقیقی سبب ذات خداوندی ہے لیکن اسباب ظاہری اختیار کرنا میں نے انبیاء سے سیکھا ہے لہٰذا میں نے بھی ظاہری سبب کی طرف دھیان کر لیا تھا خوش چشمان یعنی انبیاء کرام ہست۔ اسباب کے علاوہ ایک ذات مُسبب الاسباب ہے۔ انبیاء۔ انبیاء نے معجزات دکھا کر ثابت کر دیا ہے کہ اسباب ظاہری کے علاوہ بھی اور اسباب ہیں۔ کیواں۔ زحل جس کی بلندی مشہور ہے۔

ملے بے سبب۔ بغیر کسی ظاہری سبب کے حضرت موسیٰؑ کے لئے دریائے نیل پھٹ گیا۔ چاش۔ غلہ کا ڈھیر، حضرت موسیٰؑ کیلئے من و سلویٰ اُترتا تھا۔ ریگہا۔ حضرت ابراہیمؑ کے لئے ریت آٹا بن گیا تھا۔ پشم۔ حضرت موسیٰؑ کی والدہ کیلئے اُون ریشم بن گیا تھا۔ جملہ قرآن۔ قرآن بتاتا ہے کہ بہت سی مہمیں بغیر ظاہری اسباب کے سر ہوئی ہیں۔ درویش۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر ظاہری اسباب کے عزت حاصل ہوئی

اور ابولہب باوجود تمول کے تباہ ہوا ——— ملے مرغ۔ ابرہہ حبشی کا ہاتھیوں کا لشکر ابابیلوں کی کنکریوں سے تباہ ہوا۔ پیل۔ ہاتھی پر کنکری گرتی تھی اور اسکے بدن کو چھلنی کر دیتی تھی۔ دمِ گاو۔ اس واقعہ کیطرف اشارہ ہے جو سورۂ بقرہ میں مذکور ہے حضرت موسیٰؑ نے ایک گائے ذبح کر کے اسکا گوشت یا دم مقتول پر ماری تو اُسنے زندہ ہو کر قاتل کا پتہ بتادیا۔

ہمچنیں[۱] ز آغازِ قرآں تا تمام
اسی طرح قرآن کے شروع سے آخیر تک

رفضِ اسبابست و علت والسلام
اسباب و علت کا ترک (مذکور ہے) والسلام

کشفِ ایں نز عقلِ کارافزا شود
اس کا کشف کار افزا عقل سے نہیں ہوتا ہے

بندگی کن تا ترا پیدا شود
بندگی کر تاکہ تجھ پر ظاہر ہو جائے

بندِ[۲] معقولات آمد فلسفی
فلسفی، معقولات کا پابند ہے

شہسوارِ عقلِ عقل آمد صفی
منتخب (انسان)، عقلِ کل کا شہسوار ہے

عقلِ عقلت مغز و عقلِ تست پوست
تیری عقل کی عقل مغز ہے اور تیری عقل چھلکا ہے

معدۂ حیواں ہمیشہ پوست جوست
حیوان کا معدہ ہمیشہ چھلکے تلاش کرنیوالا ہے

مغز جو از پوست دارد صد ملال
مغز کا تلاش کرنے والا چھلکے سے نفرت کرتا ہے

مغزِ نغز آں را حلال آمد حلال
اچھا مغز اس کے لئے حلال ہی حلال ہے

چونکہ قشرِ عقل صد برہاں دہد
عقل کا چھلکا جبکہ سینکڑوں دلائل پیدا کر دیتا ہے

عقلِ کل کے گام بے ایقاں نہد
(تو) کلی عقل بغیر یقین کے کب قدم اٹھائے گی؟

عقل[۳] دفترہا کند یکسر سیاہ
عقل دفتروں کو بالکل سیاہ کر دیتی ہے

عقلِ عقل آفاق دارد پُر زماہ
کلی عقل دنیا کے اطراف کو چاند سے پُر کر دیتی ہے

از سیاہی و سفیدی فارغست
(کلی عقل) سیاہی اور سفیدی سے بے نیاز ہے

نورِ ماہش بر دل و جاں بازغست
اسکے چاند کی چاندنی دل اور جان پر طلوع کرتی ہے

ایں سیاہ و ایں سفید ار قدر یافت
اس کالے اور اس سفید نے اگر کوئی مرتبہ پایا ہے

زاں شبِ قدرست کاختروار تافت
تو اس شبِ قدر سے (پایا)، جو ستارے کیطرح چمکتی ہے

قیمتِ ہمیان و کیسہ از زرست
ہمیانی اور تھیلی کی قدر سونے کی وجہ سے ہے

بے زر آں ہمیان و کیسہ ابترست
وہ ہمیانی اور تھیلی بغیر سونے کے ناقص ہے

ہمچناں کہ قدرِ تن از جاں بود
جس طرح کہ جسم کی قدر جان کی وجہ سے ہے

قدرِ جاں از پرتوِ جاناں بود
جان کی قدر جاناں کے پرتو کی وجہ سے ہے

گر بدے جاں زندہ بے پرتو کنوں
اگر بے پرتو کی جان زندہ ہوتی

ہیچ گفتے کافراں را میتوں
(تو) کبھی وہ (خدا) کافروں کو کہتا کہ وہ مردے ہیں؟

ہیں بگو کہ ناطقہ جو می کند
ہاں کہدے کہ (قوتِ) گویائی نہر کھود رہی ہے

تا بقرنے بعدِ ما آبے رسد
تاکہ ہمارے ایک قرن بعد اس میں پانی آئے

---

۱ ہمچنیں. قرآن اس کی تعلیم دیتا ہے کہ اسباب میں تاثیر مسبب الاسباب کیوجہ سے ہے. کشف. مسبب الاسباب کا موثر ہونا دنیاوی عقل سے سمجھ میں نہ آئیگا اس کیلئے مجاہدوں کی ضرورت ہے.

۲ بند. یعنی فلسفی محض دنیاوی عقل میں مقید ہے. صفی. برگزیدہ یعنی ولی اللہ. عقلِ عقل. یعنی وہ نورِ حق جو عقل کو نور بخشتا ہے. معدۂ حیوان. حیوانات عموماً چھلکے کھاتے ہیں لہٰذا جس پر حیوانیت کا غلبہ ہے وہ دنیاوی عقل کیطرف مائل ہوتا ہے جو کہ بمنزلہ چھلکے کے ہے. چونکہ. دنیاوی عقل سینکڑوں دلائل پیش کر دیتی ہے جس سے یقین کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے تو عقلِ کل بدرجۂ اولیٰ یقینی دلائل پر عمل کرتی ہے.

۳ عقل. یعنی عقل دنیوی. عقلِ عقل. یعنی نورِ حق. سیاہی. یعنی روشنائی. سفیدی. یعنی کاغذ. نورِ ماہش. نورِ حق انسانوں کے دلوں پر طلوع کرتا ہے. بازغ. چمکنے والا. خت قدر. یعنی نورِ حق. قیمت. عقل کی مثال ہمیانی کی سی ہے اور نورِ حق کی مثال سونے کی سی ہے. قدرِ جاں. اگر روح پر پرتوِ خداوندی نہیں ہے تو وہ روح مردہ ہے اسی لئے قرآن نے کافروں کو مردہ قرار دیا ہے. ہیں. مولانا فرماتے ہیں کہ فی الحال اگر میری باتیں سمجھنے والے نہیں ہیں تو ناگفتہ

گرچہ[1] ہر قرنے سخن آرے بود — لیک گفت سالفاں یارے بود
اگرچہ ہر دور میں بات کہنے والا ہوگا — لیکن پہلے لوگوں کا کہا ہوا سہارا ہوگا

نے کہ ہم توریت و انجیل و زبور — شد گواہِ صدقِ قرآں اے شکور
کیا ایسا نہیں ہے کہ توریت اور انجیل اور زبور بھی — اے شکر گذار! قرآن کی صداقت کے گواہ بنے ہیں

روزی بے رنج جوئی و بے حسیب — کز بہشت آورد جبرئیل سیب
بے مشقت اور ان گنت روزی طلب کر — تاکہ جبرئیلؑ تیرے لئے بہشت سے سیب لائیں

بلکہ رزقے از خداوندِ بہشت — بے صداعِ باغباں بے رنجِ کشت
بلکہ بہشت کے مالک کی جانب سے رزق (ملیگا) — باغبان کی دردسری اور کھیتی کی مشقت کے بغیر

زانکہ نفعِ ناں دراں ناں دادِ اوست — بدہدت آں نفع بے توسیطِ پوست
کیونکہ اس روٹی میں روٹی کا نفع خدا کی دین ہے — تجھے وہ نفع بغیر چھلکے (روٹی) کی وساطت کے دیگا

ذوقِ پنہاں نقشِ ناں چوں سفرہ ایست — نانِ بے سفرہ ولی را بہرہ ایست
نفع پوشیدہ ہے روٹی کی صورت دسترخوان جیسی ہے — بغیر دسترخوان کی روٹی، ولی کا حصہ ہے

رزقِ جانی[2] کے بری با سعی و جست — جز بعدلِ شیخ کو داؤدِ تست
تو روحانی رزق (کب) کوشش اور جستجو سے کب حاصل — شیخ کے انصاف کے بغیر جو تیرے لئے (بمنزلہ حضرت) داؤدؑ ہے

نفس چوں با شیخ بیند گامِ تو — از بنِ دنداں شود او رامِ تو
نفس جب تیرا قدم شیخ کے ساتھ دیکھے گا — تو مجبوراً تیرا فرمانبردار ہو جائے گا

صاحبِ[3] آں گاؤ رام آنگاہ شد — کز دمِ داؤد او آگاہ شد
گائے کا مدعی، اس وقت فرمانبردار بنا — جب وہ (حضرت) داؤدؑ کے حکم سے واقف ہو گیا

عقل گاہے غالب آید در شکار — بر سگِ نفست کہ باشد شیخ یار
شکار میں عقل اس وقت غالب آئیگی — تیرے نفس کے کتے پر جبکہ شیخ ساتھی ہوگا

نفس اژدرہاست با صد زور و فن — روئے شیخ او را زمرد دیدہ کن
نفس سینکڑوں مکر اور فن والا اژدہا ہے — شیخ کا چہرہ اسکے لئے آنکھیں کا اڑانے والا زمرد ہے

گر تو صاحب گاؤ را خواہی زبوں — چوں خراں سیخش کن آں سو اے حرو
اگر تو گائے کے مدعی کو مغلوب کرنا چاہتا ہے — اے سرکش! اسکو گدھوں کیطرح کھینچ کر اس طرف لیجا

---

[1] گرچہ۔ وہ آنیوالے سمجھدار خود بھی یہ اسرار بیان کرسکینگے لیکن مثنوی کی باتوں سے انکو تقویت حاصل ہوگی۔ نے کہ۔ پہلی کتابوں نے قرآن کی تصدیق کی، اسی طرح بعد میں آنیوالوں کے اقوال کی میری مثنوی تصدیق کریگی۔ روزی۔ اب پھر مولانا پہلے مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جس طرح اس نوجوان نے خدا سے بغیر محنت کی روزی طلب کی تھی تم بھی طلب کرو۔ بلکہ۔ ایک وقت ایسا آئیگا کہ تمہیں بغیر واسطہ فیض خداوندی حاصل ہونے لگے گا۔ زانکہ۔ روٹی میں جو مخفی نفع ہے وہ محض اللہ کی عطا ہے وہ نفع اللہ تعالیٰ روٹی کے واسطہ کے بغیر بھی عطا فرما دیتا ہے۔ ذوق۔ لذت اور نفع روٹی میں مخفی چیز ہے اور روٹی کی شکل اسکے لئے ایسی ہی ہے جیسا کہ روٹی کیلئے دسترخوان تو وہ طاقت اللہ تعالیٰ بغیر روٹی کی ظاہری شکل کے اپنے اولیاء کو عنایت فرما دیتا ہے۔

[2] رزق جانی۔ یعنی روحانی رزق شیخ کے ذریعہ حاصل ہوگا جیسا کہ اس نوجوان کو حضرت داؤدؑ کے انصاف سے رزق حاصل ہوا۔ نفس۔ شیخ کی صحبت نفس کو رام کردیتی ہے۔ از بن دنداں۔ یعنی جبراً وقہراً۔

[3] صاحب آں گاؤ۔ گائے کے مدعی کی مثال نفس کی سی ہے وہ تب ہی مطیع بنا جب اس نے حضرت داؤدؑ کا فیصلہ سنا اسی طرح نفس شیخ کی صحبت سے مطیع ہوگا۔ عقل۔ عقل نفس کا شکار جب کرے گی جب شیخ یار بن جائے۔ زمرد۔ مشہور ہے اگرچہ غلط ہے کہ زمرد کی تاثیر سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے تو شیخ کا وجود نفس کو اندھا کرنے میں زمرد کی تاثیر رکھتا ہے۔ چوں خراں۔ نفس کو گدھے کی طرح کھینچ کر شیخ کے پاس لیجا

گر تو خواہی ایمنی از اژدہا ‎— دستش از داماں مکن یکدم رہا

اگر تو اژدہے سے مطمئن ہونا چاہتا ہے ‎— کسی وقت بھی ہاتھ کو اس کے دامن سے جدا کر

خاک شو در پیشِ شیخِ باصفا ‎— تا ز خاکِ تو بروید کیمیا

صاحب باطن شیخ کے سامنے خاک بن جا ‎— تاکہ تیری خاک سے کیمیا پیدا ہو

صد زباں[1] در ہر زبانش صد لغت ‎— زرق و دستانش نیاید در صفت

(نفس کے) سو زبانیں ہیں اور سو لغتیں ہر زبان میں ‎— اس کا مکر اور حیلہ بازی بیان نہیں ہو سکتی ہے

چوں بنزدیکِ ولی اللہ شود ‎— آں زبانِ صد گزش کوتہ شود

جب وہ اللہ کے ولی کے نزدیک ہوتا ہے ‎— اس کی سو گز لمبی زبان چھوٹی ہو جاتی ہے

مدعیِ گاو نفس[2] آمد فصیح ‎— صد ہزاراں حجت آرد ناصحیح

گائے کا مدعی نفس زبان دراز ہے ‎— غلط قسم کی لاکھوں دلیلیں بیان کرتا ہے

شہر را بفریبد الا شاہ را ‎— رہ نتاند زد شہِ آگاہ را

شاہ کے علاوہ، شہر کو فریب دیتا ہے ‎— باخبر شاہ کی راہ زنی نہیں کر سکتا

نفس را تسبیح و مصحف در یمیں ‎— خنجر و شمشیر اندر آستیں

نفس کے داہنے ہاتھ میں تسبیح اور قرآن ہے ‎— آستین کے اندر خنجر اور تلوار ہے

مصحفِ سالوسِ او باور مکن ‎— خویش با او ہمسر و ہمسر مکن

اس کے مکر کے قرآن پر اعتماد نہ کر ‎— اپنے آپ کو اس کا ہمراز اور ہم رتبہ نہ بنا

سوئے حوضت آورد بہرِ وضو ‎— واندر اندازد ترا در قعرِ او

وہ وضو کرانے کے لئے تجھے حوض کی جانب لاتا ہے ‎— اور تجھے اس کے اندر اس کی گہرائی میں پھینکتا ہے

عقل نورانی و نیکو طالب است ‎— نفس ظلمانی برو چوں غالب است

عقل نورانی اور بہترین طلبگار ہے ‎— تاریک نفس اس پر کیوں غالب ہے

زانکہ او در خانہ عقلِ تو بروں ‎— گرچہ ملکِ اوست لیکن شد زبوں

کیونکہ وہ گھر میں ہے، تیری عقل باہر ہے ‎— (گھر) اگرچہ اس کی ملک ہے لیکن وہ مغلوب ہے

زانکہ او در خانہ عقلِ تو غریب ‎— بر درِ خود سگ بود شیرِ مہیب

کیونکہ وہ گھر میں ہے اور تیری عقل مسافر ہے ‎— اپنے دروازے پر کتا خوفناک شیر ہوتا ہے

باش[3] تا شیراں سوئے بیشہ روند ‎— ویں سگانِ کور آنجا بگروند

ٹھہر، کہ شیر کچھار میں پہنچیں ‎— یہ اندھے کتے وہاں مطیع ہو جائیں گے

---

[1] صد زباں: نفس بہت ہی بات بنانا اور مکار ہے اس کے مکروں کی تفصیل ممکن نہیں ہے۔ گزدو: نفس کی زبان شیخ کی صحبت میں کوتاہ ہو جاتی ہے پھر وہ مکاری کی باتیں نہیں کر سکتا۔ مدعی: نفس گائے کے مدعی کی طرح ہے۔ اس مدعی نے بہت سی غلط دلیلیں پیش کر دیں، شہر کے مدعی کی تقریروں سے تمام لوگ دھوکے میں آ گئے تھے حضرت داؤد فریب میں نہ آئے تھے۔

[2] نفس: نفس بگلا بھگت ہے بظاہر نیک معلوم ہوتا ہے لیکن بباطن بہت فریبی ہے۔ مصحف: اس کی ظاہری حالت دیکھ کر اس کا ہمراز اور ہمدم نہ بن۔ سوئے حوض: نیکی کی دعوت دیتا ہے لیکن اس میں بھی فریب ہوتا ہے۔ عقل نورانی: عقل جیسی شریف چیز پر کیسے نفس کا غلبہ اس وجہ سے ہو جاتا ہے کہ تو عقل سے بیگانہ ہو گیا ہے اور اس کو تو نے اپنے سے دور کر دیا اور اپنے اندر نفس کو بسا لیا ہے اب وہ نفس کا کتا اپنے گھر پر رہ کر شیر ہو گیا ہے اور عقل ماری ماری پھرتی ہے۔

[3] باش: عقلیں جب اپنے اصل مقام پر مقیم ہوں گی تب ان کتوں پر اس کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

مکرِ نفس و تن نداند عامِ شہر | اُو نگردد جز بوحی القلب قہر
نفس اور جسم کے مکر کو شہر کے عوام نہیں جانتے | وہ دل کی وحی کے بغیر مغلوب نہیں ہوتا

ہر کہ جنسِ اوست یارِ اُو شود | جز مگر داؤدؑ کو شیخت بود
جو اُس کا ہم جنس ہے اُس کا دوست بنا رہا ہے | مگر سوائے داؤدؑ کے جو تیرا شیخ ہے

کو مبدّل گشت و جنسِ تن نماند | ہر کرا حق در مقامِ دل نشاند
جو بدل گیا ہے اور جسم کا ہم جنس نہیں رہا ہے | جس کو اللہ تعالیٰ نے دل کی جگہ بٹھایا ہے

خلق جملہ علّتی اند از کمیں | یارِ علت می شود علت یقیں
تمام لوگ اندر سے بیمار ہیں | یقیناً مرض، مرض کا مددگار ہوتا ہے

ہر خسے دعویٔ داؤدی کند | ہر کہ بے تمییز کف در وے زند
ہر کمینہ داؤدؑ ہونے کا دعویٰ کر دیتا ہے | جو بے تمیز ہے اُس سے وابستہ ہوجاتا ہے

چوں ز صیادے شنید آوازِ طیر | مرغِ ابلہ میکند آں سوئے سیر
جب شکاری سے پرندکی بولی سُنتا ہے | بیوقوف پرندہ اُس جانب اُڑان بھرتا ہے

نقد را از نقل نشناسد غویست | ہیں ازو بگریز اگرچہ معنویست
جو کھرے کو کھوٹے سے نہ پہچانے گمراہ ہے | خبردار! اُس سے گریز کر خواہ وہ نکتہ رس ہو

رستہ و بربستہ پیشِ اُو یکے ست | گر یقیں دعوے کند اُو در شکے ست
آزاد اور گرفتار اُس کے نزدیک یکساں ہے | اگرچہ یقین کا دعویٰ کرے وہ شک میں (مبتلا) ہے

اینچنیں کس گر ذکی مطلق ست | چونکش ایں تمییز نبود احمق ست
ایسا شخص خواہ پورا ذہین ہے | جب اُس کو یہ تمیز نہ ہو وہ احمق ہے

ہیں ازو بگریز چوں آہو ز شیر | سوئے اُو مشتاب اے دانا دلیر
خبردار! اُس سے ایسا بھاگ جیسے شیر سے ہرن | اے عقلمند بہادر! اُس کی جانب نہ جا

گریختن عیسٰی علیہ السّلام بر فرازِ کوہ از احمقان و
بیوقوفوں کی وجہ سے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا پہاڑ کی بلندی پر بھاگ کر

شخصے در پے اُو رفتن و سوال کردن
جانا اور ایک شخص کا اُن کے پیچھے جانا اور سوال کرنا

۱؎ اُو۔ نفس بھی دل کی وحی سے مغلوب ہوتا ہے جیسا کہ مُدعی گاؤ حضرت داؤدؑ کی قلبی وحی سے مغلوب ہوا اور شہر والے اُس کو سچا سمجھ رہے تھے۔ ہر کہ۔ جو نفس کا ہم جنس ہوتا ہے وہ اُس کی بات کو سچا سمجھ لیتا ہے، شیخ چونکہ داؤدؑ کی طرح ہے وہ اُس کے فریب میں نہیں آتا ہے۔ کو مبدّل۔ شیخ کامل وہ ہے جو جسمیت کو ختم کر کے مجسّم رُوح بن جائے اور اس طرح سے مظہرِ خدا بن جائے جس طرح دل مظہرِ خدا ہے۔
۲؎ خلق۔ عوام باطنی مریض ہیں اور بیماری بیماری کی مددگار ہوتی ہے لہٰذا عوام ظالم کی حمایت کیا کرتے ہیں۔ ہر خسے۔ دنیا میں بہت سے مکّار اور فریبی ہیں جو شیخ ہونے کے مدعی بن جاتے ہیں اگر انسان میں پہچاننے کی قوت نہیں ہوتی ہے تو وہ اُن کے مکر میں پھنس جاتا ہے۔ چوں۔ یہ احمق جنہیں سچے اور جھوٹے پیر کی پہچان نہیں ہے اُس بیوقوف پرند کی طرح ہیں جو شکاری کی سیٹی کو اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ لیتا ہے اور پھنستا ہے۔ نقد۔ اِن احمقوں میں کھرے کھوٹے کی تمیز نہیں ہے ایسے احمقوں سے گریز چاہیئے خواہ وہ کتنا ہی نکتہ رس اور ذہین ہو۔
۳؎ رستہ۔ ایسے احمقوں کو یہ تمیز نہیں ہوتی کہ کون جنتی ہے اور کون جہنمی، اگر ایسے احمق یقین کا دعویٰ کریں تو وہ یقیناً مشکوک ہے۔ اینچنیں۔ ایسا احمق خواہ کتنا ہی ذہین ہو اُس کو احمق سمجھو اور اُس سے اِس طرح بھاگو جس طرح ہرن شیر سے بھاگتا ہے۔ گریختن۔ اِس قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ حماقت کا مرض عذابِ الٰہی اور لا علاج ہے۔

عیسیٔ مریمؑ بکوہے می گریخت — شیر گوئی خونِ او میخواست ریخت

حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ ایک پہاڑ کی طرف بھاگ رہے تھے — گویا، شیر اُن کا خون بہانا چاہتا ہے

آں یکے در پے دوید و گفت خیر — در پئے تو کس نیست چہ گریزی چو طیر

ایک شخص پیچھے دوڑا اور بولا خیریت ہے — آپ کے پیچھے کوئی نہیں ہے پرندہ کی طرح آپ کیوں دوڑ رہے ہیں؟

با شتاب او آنچناں میتاخت جفت — کز شتابِ خود جواب او نگفت

جلدی میں وہ اس طرح چُست بھاگ رہے تھے — کہ اپنی جلدی میں اُس کو جواب نہ دیا

یک دو میداں در پئے عیسیٰؑ براند — پس بجدِ جہد عیسیٰؑ را بخواند

وہ ایک دو میدان (حضرت) عیسیٰؑ کے پیچھے بھاگا — پھر کوشش سے (حضرت) عیسیٰؑ کو پکارا

کز پئے مرضاتِ حق یک لحظہ ایست[1] — کہ مرا اندر گریزت مشکلے ست

کہ خدا کی خوشنودی کے لئے تھوڑی دیر ٹھہرئیے — کیونکہ آپ کے بھاگنے میں میرے لئے مشکل درپیش ہے

از کہ ایں سو می گریزی اے کریم — نے پئے تو شیر و نہ خوف خصم و بیم

اے صاحبِ کرم! ادھر کو آپ کس سے بھاگ رہے ہیں؟ — آپ کے پیچھے نہ شیر ہے نہ دشمن کا ڈر اور خوف

گفت از احمق گریزانم برو — می رہانم خویش را بندم مشو

فرمایا جا میں بیوقوف سے بھاگ رہا ہوں — میں اپنے آپ کو چھڑا رہا ہوں، مجھے نہ روک

گفت آخر آں مسیحا نہ توئی — کہ شود کور و کر از تو مستوی

اُس نے کہا آخر آپ وہی مسیحا نہیں ہیں — کہ آپ کے ذریعہ اندھا اور بہرا تندرست ہو جاتا ہے

گفت[2] آرے گفت آں شہ نیستی — کہ فسونِ غیب را ماویستی

انھوں نے فرمایا ہاں، اُسنے کہا آپ وہ شاہ نہیں ہیں؟ — کہ آپ غیبی منتر کے ماویٰ (و ملجا) ہیں

چوں بخوانی آں فسوں بر مُردہ — بر جہد چوں شیرِ صید آوردہ

آپ جب وہ منتر کسی مُردے پر پڑھتے ہیں — وہ (مُردہ) شکاری شیر کی طرح کود پڑتا ہے

گفت آرے آں منم گفتا کہ تو — نے ز گلِ مرغاں کنی اے خوبرو

انھوں نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں اُس نے کہا کہ — اے حسین! کیا مٹی سے پرندے نہیں بناتے

بر دمی در وے سبک تا جاں شود — در ہوا اندر زماں پرّاں شود

آپ اُس میں آہستہ سے پھونک مارتے ہیں تو وہ زندہ ہو جاتا ہے — (اور) فوراً ہی ہوا میں اڑنے لگتا ہے

گفت آرے گفت پس اے روحِ پاک — ہرچہ خواہی میکنی از کیست باک

انھوں نے فرمایا ہاں، اُسنے کہا، تو اے پاک روح! — آپ جو چاہتے ہیں کر لیتے ہیں پھر کس کا ڈر ہے

[1] عیسیٰ۔ عیسیٰ ابن مریمؑ اس طرح پہاڑ کی جانب بھاگے جا رہے تھے جیسے کہ گویا کوئی شیر اُن کے خون کے درپے ہے۔ ایک شخص اُن کے پیچھے دوڑا اور بھاگنے کا سبب پوچھنے لگا لیکن وہ اس قدر تیز بھاگ رہے تھے کہ اُسکو جواب دے سکے۔

[1] کز پئے مرضات۔ اُس شخص نے بھاگ کر اور اُن سے قریب ہو کر کہا خدا کے لئے رُک جائیے اور میرا جواب دیجئے۔ گفت۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا میں ایک احمق سے بھاگ رہا ہوں تو مجھے نہ روک۔ گفت۔ اُس شخص نے کہا آپ کے دم کرنے سے تو اندھے بہرے اچھے ہو جاتے ہیں آپ احمق کی حماقت سے اس قدر خوفزدہ کیوں ہیں؟

[2] گفت آرے۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ تیرا کہنا درست ہے۔ گفت آں شہ۔ پیچھے بھاگنے والے نے کہا آپ تو وہی شاہ ہیں جنکو اسم اعظم آتا ہے جب وہ آپ مُردے پر پڑھتے ہیں تو وہ شکاری شیر کی طرح زندہ ہو جاتا ہے۔ گفت۔ انھوں نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں جو تو کہتا ہے تو اُس نے کہا آپ تو مٹی سے پرند بنا کر اڑا دیتے ہیں انھیں پھونک مار دیتے ہیں تو اڑنے لگتا ہے۔ گفت آرے۔ انھوں نے اقرار کیا تو اُسنے پھر کہا جب آپکے پاس ایسے معجزے ہیں

با چنیں برہاں کہ باشد در جہاں — کہ نباشد مر ترا از بندگان

ایسی دلیلوں کے ہوتے ہوئے دنیا میں کون ہوگا؟ — جو آپ کے غلاموں میں سے نہ ہو

گفت[1] عیسیٰؑ کہ بذاتِ پاکِ حق — مبدعِ تن خالقِ جاں در سبق

(حضرت) عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اللہ کی پاک ذات کی قسم — جو کہ جسم کا پیدا کرنیوالا ازل میں روح کا خالق ہے

حرمتِ ذات و صفاتِ پاکِ او — کہ بود گردوں گریباں چاکِ او

اس کی پاک ذات اور صفات کی قسم — جس کے لئے آسمان گریبان پھاڑے ہوئے ہے

کاں فسون و اسمِ اعظم را کہ من — بر کر و بر کور خواندم شد حسن

کہ وہ منتر اور اسمِ اعظم جو میں نے — بہرے اور اندھے پر پڑھا وہ اچھا ہوگیا

بر کہِ سنگیں بخواندم شد شگاف — خرقہ را بدرید بر خود تا بناف

پتھریلے پہاڑ پر میں نے پڑھا وہ شق ہوگیا — اس نے ناف تک پیرہن پھاڑ ڈالا

بر[2] تنِ مردہ بخواندم گشت حی — بر سرِ لاشی بخواندم گشت شی

میں نے مُردہ جسم پر پڑھا وہ زندہ ہوگیا — میں نے ناچیز پر پڑھا وہ چیز ہوگیا

خواندم آں را بر دلِ احمق بہ وُد — صد ہزاراں بار و درمانے نشد

میں نے محبت سے اس کو بیوقوف کے دل پر پڑھا — لاکھوں بار، اور کوئی علاج نہ ہوا

سنگ خارا گشت و زاں خو بر نگشت — ریگ شد کز وے نروید ہیچ کشت

سنگ خارا بن گیا اور اس عادت سے نہ ہٹا — ریت بن گیا جس سے کوئی کھیتی نہ اگے

گفت[3] حکمت چیست کانجا اسمِ حق — سود کرد اینجا نبود آں را سبق

اس نے کہا کیا راز ہے کہ وہاں اسمِ اعظم نے — فائدہ کیا، اِس جگہ وہ نہ چلا

آں ہماں رنجست و ایں رنجے چرا — او نشد ایں را و آں را شد دوا

وہ بھی بیماری ہے، اور یہ بھی بیماری کیوں — وہ اس کیلئے (دوا) نہ ہوا اور اُسکے لئے دوا بن گیا؟

گفت رنجِ احمقی قہرِ خداست — رنج کوری نیست قہر آں ابتلاست

فرمایا، بیوقوفی کی بیماری خدا کا عذاب ہے — اندھے پن کی بیماری عذاب نہیں ہے وہ آزمائش ہے

ابتلا رنجیست کاں رحم آورد — احمقی رنجیست کاں زخم آورد

آزمائش وہ بیماری ہے جو رحم لاتی ہے — بیوقوفی وہ بیماری ہے جو زخم پیدا کرتی ہے

بر سر آرد زخم رنجِ احمقی — رحم نبود چارہ جوئی آں شقی

بیوقوفی کا مرض سر کو زخمی کرتا ہے — اس بدبخت کی چارہ جوئی رحم سے نہیں ہوتی

---

[1] گفت۔ اس سوال کرنیوالے کے جواب میں فرمایا۔ مبدع۔ ایجاد کرنیوالا۔ سبق۔ ازل۔ گریبان چاک۔ یعنی عاشق۔ کاں۔ بیشک اس اسم اعظم کا بھی اثر ہے کہ اس سے اندھے بہرے اچھے ہوجاتے ہیں۔ ہرگز۔ پہاڑ اس کی عظمت و ہیبت سے پھٹ جاتے ہیں۔

[2] بر تن۔ اسم اعظم مُردے پر پڑھا جائے تو وہ زندہ ہوجاتا ہے۔ لاشی۔ یعنی اسم اعظم پڑھنے سے معدوم موجود ہوجاتا ہے۔ وُد۔ محبت۔ سنگ خارا۔ یعنی احمق پر اسم اعظم پڑھنے سے کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ اُلٹا اثر ہوا کہ وہ اور سخت ہوگیا۔ خو۔ یعنی حماقت کی عادت۔

[3] گفت۔ اس سوال کرنے والے نے کہا اس میں کیا راز اور حکمت ہے کہ احمق پر اسم اعظم بھی اثر نہیں کرتا۔ گفت۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ حماقت عذاب الٰہی ہے اور اندھا پن ایک آزمائش ہے۔ آزمائش میں جو مبتلا ہوتا ہے اس پر رحم کیا جاتا ہے اور احمق پر جوتے برسائے جاتے ہیں۔ احمقی۔ حماقت پر ہر شخص کو غصہ آتا ہے۔

آنچہ داغِ اوست مُہر او کردہ است[1] — چارہ بر وے نیارد بُرد دست

جو اس کا داغ ہے (گویا اللہ تعالیٰ) نے مُہر لگا دی ہے — کوئی تدبیر اس پر قابو نہیں پا سکتی

ز احمقاں بگریز چوں عیسیٰؑ گریخت — صحبتِ احمق بسے خونہا کہ ریخت

بیوقوفوں سے اس طرح بھاگ جیسے حضرت عیسیٰؑ بھاگے — احمق کی صحبت نے بہت خون بہائے ہیں

اندک اندک آب را دزدد ہوا — ہمچنیں دزدد ہم احمق از شما

ہوا پانی کو تھوڑا تھوڑا چُراتی ہے — اسی طرح بیوقوف تم میں سے چُراتا ہے

گرمیت را دزدد و سردی دہد — ہمچناں کو زیرِ خود سنگے نہد

وہ تیری گرمی کو چُراتا ہے اور سردی پیدا کرتا ہے — جس طرح کہ وہ اپنے نیچے پتھر رکھتا ہے

آں گریزِ عیسوی نز بیم بود — ایمن ست او از پے تعلیم[2] بود

(حضرت) عیسیٰؑ کا بھاگنا خوف سے نہ تھا — وہ محفوظ تھے، تعلیم دینے کے لئے تھا

زمہریر ار پُر کند آفاق را — چہ غم آں خورشیدِ با اشراق را

اگر سردی تمام دنیا کو بھر دے — روشن سورج کو کیا غم ہے!

ہر کرا گرمی بود از نورِ حق — او چہ غم دارد ز سردیہائے لق

جس کو اللہ تعالیٰ کے نور کی گرمی حاصل ہو — اس کو خشک بارش کی سردی کا کیا غم ہے!

قصۂ اہلِ سبا و حماقتِ ایشاں و اثر ناکردنِ پند و نصیحتِ انبیاء در ایشاں

اہلِ سبا اور ان کی بے وقوفی اور انبیاء کی نصیحت کا اُن پر اثر نہ کرنے کا قصہ

یادم آمد قصۂ اہلِ سبا[3] — کز دمِ احمق صباشاں شد وبا

مجھے اہلِ سبا کا قصہ یاد آگیا — احمقانہ باتوں سے صبا ہوا اُن کیلئے وبا بن گئی

آں سبا ماند بشہرے بس کلاں — در فسانہ بشنوی از کودکاں

وہ سبا بہت بڑے شہر جیسا تھا — تو نے بچوں سے قصہ میں سُنا ہوگا

کودکاں افسانہا می آورند — درج در افسانہ شاں صد گونہ پند

بچے قصے بیان کرتے ہیں — ان کے افسانوں میں سو قسم کی نصیحت درج ہوتی ہے

ہزلہا گویند در افسانہا — گنج می جُو در ہمہ ویرانہا

افسانوں میں مذاق کی باتیں کہتے ہیں — تو ہر ویرانے میں خزانہ تلاش کر

---

[1] آنچہ - حماقت کا اثر اللہ تعالیٰ کی ایک مُہر ہے جس پر کوئی تدبیر موثر نہیں ہوتی ہے۔ ز احمقاں — بیوقوفوں سے اسی طرح بھاگو جس طرح حضرت عیسیٰؑ بھاگے تھے۔ اندک - جس طرح ہوا تھوڑا تھوڑا پانی چُراتی رہتی ہے اور حوض خشک ہو جاتی ہے اسی طرح بیوقوف کی صحبت تیرے اچھے اوصاف چُراتی رہتی ہے۔ گرمیت - بھلائیوں کے لئے گرم جوشی کو اُس کی صحبت سردی اور کاہلی سے تبدیل کر دیتی ہے۔

[2] پے تعلیم - حضرت عیسیٰؑ کا احمق سے بھاگنا دوسروں کی تعلیم کے لئے تھا۔ زمہریر - اگر تمام دنیا میں سردی پھیلی ہوئی ہو تب بھی سورج کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ہر کرا - حضرت عیسیٰؑ کو نورِ حق کی گرمی حاصل تھی کسی احمق کی حماقتوں سے وہ متاثر نہیں ہو سکتے تھے

[3] سبا - ایک شہر کا نام ہے۔ صبا - پُروا ہوا۔ وبا - بیماری۔ کودکاں - بچوں کی کہانیوں اور افسانوں میں بھی ایک نصیحت کا پہلو ہوتا ہے۔ ہزلہا - افسانوں میں عموماً مذاق کی باتیں ہوتی ہیں لیکن حکمت کے خزانے کے تلاش کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ ہر ویرانہ میں خزانہ تلاش کرے۔

بود شہرے بس عظیم و مہ وے — قدر او چوں قدر سکرہ بیش نے
وہ (سبا) بہت بڑا اور عظیم شہر تھا لیکن — اس کا رتبہ سکرہ کے رتبہ سے زیادہ نہ تھا

بس عظیم و بس فراخ و بس دراز — سخت زفت و زفت اندازہ پیاز
بہت بڑا، بہت وسیع، اور بہت لمبا — پیاز کی طرح بہت تہ بہ تہ

مردم دہ شہر مجموع اندرو — لیک جملہ سہ تن ناشستہ رو
اس میں دس شہروں کے انسانوں کا مجموعہ تھا — لیکن سب مل کر تین گندے شخص (تھے)

اندرو نوع خلائق بے شمار — لیک آں جملہ سہ خام پختہ خوار
اس میں بے شمار مخلوق کی قسمیں تھیں — لیکن وہ سب تین شخص، ناقص بھی پکی کھانے والے

جان ناکردہ بجاناں تاختن — گر ہزاران ست باشد نیم تن
جان کو جاناں کی طرف نہ کر کے دوڑنا — اگرچہ وہ ہزاروں ہوں آدھا شخص ہوں گے

آن یکے بس دور بین و دیدہ کور — از سلیماں کور و دیدہ پائے مور
انہیں سے ایک اندھا تیز آنکھوں والا اور دور تک دیکھنے والا — سلیمانؑ کے بارے میں اندھا اور چیونٹی کا پاؤں دیکھنے والا

واں دگر بس تیز گوش و سخت کر — گنج و در وے نیست یک جو سنگ زر
دوسرا بہت تیز کان والا، اور سخت بہرا — خزانہ اور اس میں ایک جو کے وزن کا سونا نہیں ہے

واں دگر عور و برہنہ لاشہ تاز — لیک دامنہائے جامہ او دراز
دوسرا ننگا اور برہنہ، مریل ٹٹو دوڑانے والا — لیکن اس کے کپڑوں کے دامن بہت لمبے

گفت کور اینک سپاہے میرسند — من ہمی بینم کہ چہ قوم اند و چند
اندھے نے کہا یہ سپاہی پہنچ رہے ہیں — میں دیکھ رہا ہوں، کہ وہ کونسی قوم اور کس قدر ہیں

گفت کر آرے شنیدم بانگ شاں — کہ چہ میگویند پیدا و نہاں
بہرے نے کہا ہاں میں نے ان کی آواز سن لی — کہ وہ آہستہ اور زور سے کیا کہہ رہے ہیں

آں برہنہ گفت ترساں زیں منم — کہ ببرند از درازی دامنم
ننگا بولا، میں اس سے خوف زدہ ہوں — کہ لمبائی کی وجہ سے میرا دامن نہ کاٹ لیں

کور گفت اینک بنزدیک آمدند — خیز بگریزیم پیش از زخم و بند
اندھے نے کہا اب وہ قریب آگئے ہیں — اٹھو ہم پکڑے جانے اور پٹنے سے پہلے بھاگ جائیں

کر ہمی گوید کہ آرے مشغلہ — می شود نزدیک تر یاراں ہلہ
بہرا کہہ رہا تھا، کہ ہاں شور و غل — خبردار، اے دوستو! بہت نزدیک آرہا ہے

---

۱ بود شہرے۔ سبا بہت بڑا شہر تھا لیکن اللہ کے نزدیک اس کا رتبہ مٹی کے پیالے سے زیادہ نہ تھا۔ سخت زفت۔ اوپر نیچے پیاز کے چھلکوں کی طرح تھا اور انہیں آبادی تھی۔ مردم۔ آبادی کی تعداد تو دس شہروں کی آبادی کی تعداد کے برابر تھی لیکن سب لوگ ان میں گندے قسم تھے سہ خام۔ وہ تینوں بھی عقل کے کچے اور کھانے کے پکے تھے۔

۲ جان ناکردہ۔ ایسے لوگ جن کی روح محبوب حقیقی سے وابستہ نہ ہو اگر لاکھوں بھی ہیں تو آدھا شخص ہیں۔ آں یکے۔ ایک قسم تو یہ تھی کہ آخرت کے معاملہ میں اندھے اور دنیا داری میں بڑے دور بین۔ سلیمانؑ۔ یعنی اللہ کے معاملہ میں نہ سمجھ پائے۔ مور۔ دنیا کی معمولی سے معمولی بات کے بڑے بینا۔ واں دگر۔ دوسری قسم وہ تھی جو نیک بات سننے میں بہری اور بری بات سن لینے میں کان کی بہت تیز تھی۔ گنج۔ وہ شہر سبا دنیوی مال و دولت کے اعتبار سے خزانہ تھا لیکن نیکی اور بھلائی انہیں ذرہ برابر نہ تھی۔ واں دگر۔ تیسری قسم ایسے لوگوں کی تھی جن کا ظاہری لباس لمبا چوڑا لیکن تقوے کے لباس سے ننگے تھے۔

۳ گفت کر۔ بہرا بولا وہ جو کچھ باتیں کر رہے ہیں میں سب سن رہا ہوں۔ آں برہنہ۔ ننگے نے کہا مجھے ڈر ہے کہ میرے دراز دامن نہ کاٹ لیں۔ کور گفت

آں برہنہ گفت آوہ[1] دامنم — از طمع بُرّند و من نا ایمنم

ننگے نے کہا، ہائے میرا دامن! — لالچ میں کاٹ لیں گے، اور میں محفوظ نہیں ہوں لا

شہر را ہشتند و بیروں آمدند — وز ہزیمت در دہے اندر شدند

انھوں نے شہر چھوڑ دیا اور باہر نکل آئے — اور پسپائی سے وہ ایک گاؤں میں گھس گئے

اندراں دہ مرغ فربہ یافتند — لیک ذرہ گوشتے بروے نزند

انھوں نے اس گاؤں میں ایک موٹا مرغ پایا — لیکن اس پر ذرہ برابر گوشت نہ تھا، لاغر تھا

کور دید و آں کر آوازش شنید — عور بگرفت و بداماں در کشید

اندھے نے اس کو دیکھا اور بہرے نے اس کی آواز سنی — ننگے نے اس کو پکڑ لیا اور دامن میں چھپا لیا

مرغ مردہ خشک از زخم کلاغ — استخوانہا زار گشتہ چوں پناغ

مرغ مردہ کوّے کی ٹھونگوں سے خشک (تھا) — ہڈیاں دھاگے کی طرح لاغر تھیں

پس طلب کردند و دیگے یافتند — بے سر و بے بن بُتک بشتافتند

انھوں نے تلاش کیا، اور ایک دیگچی پائی — جس کے نہ سر تھا نہ تلی، جلدی دوڑے

بر سر[2] آتش نہادند آں سہ تن — مرغ فربہ را بدیگ اندر زفن

ان تینوں نے آگ پر رکھا — موٹے مرغ کو دیگچی میں ہنرمندی سے

آتشش کردند چنداں اے پسر — کاستخواں شد پختہ لحمش بیخبر

اے بیٹا! انھوں نے اس قدر پکایا — کہ ہڈیاں پک گئیں، اس کے گوشت کو پتہ نہ ہوا

زاں ہمی خوردند چوں از صید شیر — ہر یکے از خوردنش چوں پیل سیر

انھوں نے اس کو اس طرح کھایا جس طرح شیر شکار کو — ان کے کھانے سے ہر ایک ہاتھی کی طرح پیٹ بھرا ہوگیا

ہر سہ[3] زاں خوردند بس فربہ شدند — چوں سہ پیلے بس بزرگ و مہ شدند

تینوں نے اس میں سے کھایا، بہت موٹے ہو گئے — تینوں موٹے، اور بڑے، ہاتھیوں کی طرح ہو گئے

آنچناں کز فربہی ہر یک جواں — در نگنجیدے ز زفتی در جہاں

ایسے کہ ہر ایک جوان موٹاپے کی وجہ سے — بھاری پن سے، دنیا میں نہ سماتا تھا

با چنیں گبزی و ہفت اندام زفت — از شگاف در بروں جستند تفت

ایسے موٹاپے اور ساتوں موٹے اعضا کے باوجود — تیزی سے دروازے کی درز سے باہر نکل گئے

راہ مرگ خلق ناپیدا رہی ست — در نظر ناید کہ آں بیجا رہی ست

مخلوق کی موت کا راستہ پوشیدہ راستہ ہے — وہ دکھائی نہیں دیتا ہے کیونکہ لامکانی راستہ ہے

---

[1] آوہ۔ افسوس۔ آمین۔ مطمئن۔ شہر را۔ تینوں شہر چھوڑ کر بھاگے اور ایک گاؤں میں پہنچے۔ ہزیمت۔ پسپائی۔ نزند۔ لاغر، پژمردہ۔ زخم کلاغ۔ کوّے کا ٹھونگے مارنا۔ پناغ۔ کچا دھاگا، مکڑی کا جالا۔ بے سر۔ یعنی ان کو ایسی ہانڈی ملی جس کا نہ گلا تھا نہ تلا۔

[2] بر سر آتش۔ یعنی اس مردہ مرغ کو ہانڈی میں ڈال کر پکانا شروع کیا۔ آتشش۔ یعنی اس کو اس طرح پکایا کہ ہڈی گل گئی اور گوشت کچا ہی رہا۔ زاں۔ اس مردہ مرغ کو انھوں نے اس طرح کھایا جس طرح شیر اپنا شکار کھاتا ہے اور اس طرح پیٹ بھر لیا جیسا کہ ہاتھی پیٹ بھرتا ہے۔

[3] ہر سہ۔ تینوں اس مردہ مرغ کو کھا کر ہاتھیوں کی طرح بن گئے۔ آنچناں۔ ان میں سے ہر ایک ایسا پھولا کہ دنیا میں نہیں سما رہا تھا۔ با چنیں۔ لیکن اس موٹاپے کے باوجود وہ کواڑوں کی درز سے نکل بھاگے۔ گبز۔ فربہ۔ ہفت اندام۔ سر، سینہ، پشت، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں۔ شگاف۔ درز۔ راہ مرگ۔ کواڑ کی درز سے موت کا راستہ مراد ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا ہے۔ بیجا۔ لامکانی۔

نکِ پیاپے کاروانہا مُقتفی ¹
قافلے پے در پے آگے پیچھے جارہے ہیں

زیں شگافِ در کہ ہست آں مُختفی
دروازے کی اِس دَرز سے جو پوشیدہ ہے

بر درار جوئی نیابی آں شگاف
اگر تو دروازے میں تلاش کریگا وہ درز نہ پائیگا

سخت ناپیدا وزو چندیں زفاف
بالکل پوشیدہ ہے اور اُس میں سے ستقدر روانگی ہے

اے ضیاء الحق حُسام الدیں عیاں
اے ضیاء الحق حُسام الدین، واضح (طور پر)

باز باید کرد شرحِ ایں بیاں
اِس بیان کی پھر شرح کرنی چاہیے

اے پسر ہر مختصر افسانہ نیست
اے بیٹا! ہر مختصر افسانہ نہیں ہے

آشنا را روئے در بیگانہ نیست
جاننے والے کا رخ بیگانہ کی طرف نہیں ہے

شرحِ آں کورِ دُور بین و آں کرِ تیز شنو و آں برہنہ دراز دامن

اُس کورِ دُور تک دیکھنے والے اندھے اور اُس تیز سننے والے بہرے اور لمبے دامن والے ننگے کی شرح

کر اَمل را داں کہ مرگِ ما شنید ²
بہرا، امید کو سمجھ کہ اُس نے ہماری موت کی خبر سُنی

مرگِ خود نشنید و نقلِ خود ندید
اپنی موت کو نہیں سنا اور اپنے منتقل ہونے کو نہ دیکھا

حرص نابیناست بیند مُو بمُو
لالچ اندھا ہے، بال بال دیکھتا ہے

عیبِ خلقاں اُو بگوید کو بکو
لوگوں کا عیب کوچہ بکوچہ بیان کرتا ہے

عیبِ خود یک ذرہ چشمِ کورِ اُو
اُس کی اندھی آنکھ اپنا عیب ذرہ برابر بھی

می نہ بیند گرچہ ہست اُو عیب جُو
نہیں دیکھتی، اگرچہ وہ عیب جُو ہے

عُور می ترسد کہ دامانش بُرند
ننگا، ڈرتا ہے کہ اُس کا دامن کاٹ لینگے

دامنِ مردِ برہنہ کے دَرند
(حالانکہ) ننگے انسان کا دامن کب پھاڑتے ہیں؟

مردِ دنیا مُفلس ست و ترسناک ³
دنیا دار انسان مُفلس ہے اور خوفزدہ ہے

ہیچ اُو را نیست از دُزداں باک
اُس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اُسکو چوروں کا کیا ڈر؟

اُو برہنہ آمد و عُریاں رَوَد
وہ ننگا آیا، اور ننگا جائے گا

وز غمِ دُزدش جگر خوں میشود
اور چور کے غم سے اُس کا جگر خون ہوتا ہے

وقتِ مرگش کہ بُود صد نوحہ پیش
اُسکے مرنے کیوقت جبکہ سینکڑوں نوحے پیش ہوتے

خندہ آید جانش را زیں ترسِ خویش
اُس کی جان کو اپنے اِس خوف سے ہنسی آتی ہے

آں زماں داند غنی کش نیست زر
اُسوقت مالدار جان جاتا ہے کہ اُسکے پاس مال نہیں ہے

ہم ذکی داند کہ اُو بُد بے ہُنر
(اور) ذہین بھی جان لیتا ہے کہ وہ بے ہُنر تھا

---

¹ مُقتفی۔ پیچھے۔ مختفی۔ پوشیدہ۔ بر در۔ کواڑوں کا وہ شگاف نظر نہیں آتا ہے۔ زفاف۔ دلہن کو دولہا کے پاس بھیجنا یعنی انسانوں کی دارِ آخرت کی طرف روانگی۔ اے پسر۔ ہر قصہ محض افسانہ نہیں ہوتا جو معارف کو جانتے ہیں اُس سے اچھے نتائج نکال لیتے ہیں۔ بیگانہ یعنی اہلِ دل کے لئے وہ قصہ بیکار نہیں ہوتا ہے

² کر۔ اس قصہ میں بہرے سے انسان کی تمنائیں مُراد ہیں، تمنا اور اُمید دوسروں کی موت کی خبر سنتی ہے اپنی موت کی خبر سے بہری ہوتی ہے اور دنیا سے اپنے منتقل ہونے کو نہیں دیکھتی۔ حرص۔ اِس قصہ میں اندھے سے مُراد انسان کی حرص ہے جو اپنے عیوب سے اندھی ہے اور دوسروں کا عیب خوب دیکھتی ہے۔ عُور۔ ننگے سے مُراد وہ شخص ہے جو نیک اعمال سے خالی اور آخرت کی دولت سے مُفلس ہے۔

³ مردِ دنیا۔ دنیا دار مُفلس ہے اِسلئے کہ دنیوی دولت آخرت میں کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔ اُو برہنہ۔ دنیا دار ننگا پیدا ہوا اور تقوے کے لباس سے ننگا مرے گا۔ وقتِ مرگ جب اِس دنیا کی دولت کی حقیقت کھل جائیگی جس پر چوروں کا خوف کھاتا تھا تو اپنے اوپر ہنسے گا۔ آں زماں۔ جب دنیاوی دولت

چوں [۱] کنارِ کودکے پُر از سِفال
جیسا کہ بچہ کی گود جو ٹھیکروں سے بھری ہوئی ہے

کو بَراں لرزاں بود چوں رَبِّ مال
جو اُن کے لئے ایسا لرزتا ہے جیسا کہ مالدار

گر سِتانی پارۂ گریاں شَوَد
اگر تو اُس کا ٹھیکرا لے لے تو وہ رونے لگے

پارہ گر بازش دہی خنداں شَوَد
اگر تو اُس کو ٹھیکرا دوبارہ دیدے تو وہ ہنسنے لگے

چوں نباشد طفل را دانش دِثار
چونکہ بچے کو عقل کا لباس حاصل نہیں ہے

گریہ و خندش ندارد اعتبار
اُس کا رونا اور ہنسنا اِعتبار نہیں رکھتا ہے

مُحتشم [۲] چوں عاریت را مِلک دید
مالدار نے چونکہ مانگی ہوئی چیز کو مِلکیت سمجھا

پس براں مالِ دروغیں می طپید
اس لئے اس غلط مال پر تڑپتا ہے

خواب می بیند کہ اُو را ہست مال
خواب دیکھتا ہے کہ اُس کا مال ہے

ترسد از دُزدے کہ بُر باید جوال
چور سے ڈرتا ہے کہ تھیلا اُڑا لے جائیگا

چوں ز خوابش بر جہاند گوش کش
جب کان کھینچنے والا اُس کو نیند سے اٹھاتا ہے

پس ز ترسِ خویش تسخر آیدش
تو اپنے خوف سے اُس کو ہنسی آتی ہے

ہمچناں لرزانیِ ایں عالِماں
اسی طرح کا اِن ہنرمندوں کا خوف ہے

کہ بُوَد شاں علم و عقلِ ایں جہاں
جن کو اس دنیا کا علم و عقل ہے

از پئے ایں عاقلانِ ذُوفنون
انہی ہنرمند عقلمندوں کے لئے

گفت ایزد در نُبے لَا یَعْلَمُوْن
قرآن میں (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا "وہ نہیں جانتے"

ہر یکے ترساں ز دُزدیِ کسے
ہر شخص کسی کے چرا لینے سے ڈرتا ہے

خویشتن را علم پندارد بسے
اپنا علم بہت سمجھتا ہے

گوید [۳] اُو کہ روزگارم می بَرَد
کہتا ہے کہ وہ میرا وقت برباد کرتا ہے

خود ندارد روزگارِ سُودمند
حالانکہ وہ خود مُفید وقت نہیں رکھتا ہے

گوید از کارم بر آوردند خلق
کہتا ہے لوگ مجھے بیکار بناتے ہیں

غرقِ بیکاریست جانش تا بحلق
حالانکہ اُسکی جان حلق تک بیکاری میں غرق ہے

عُور ترساں کہ منم دامن کشاں
ننگا ڈرتا ہے کہ میں دامن گھسیٹنے والا ہوں

چوں رہانم دامن ز چنگالِ شاں
اُن کے چنگل سے اپنا دامن کسطرح چھڑاؤں

صد ہزاراں فضل داند از علوم
علوم کی لاکھوں فضیلتیں جانتا ہے

جانِ خود را می نداند آں ظلوم
وہ ظالم اپنی جان کو نہیں جانتا ہے

---

[۱] چوں کنار - اس دنیادار کی حالت اُس بچہ کی سی ہے جس نے گود میں کنکریاں جمع کر رکھی ہوں اور انکو دولت سمجھ رہا ہو اُن کنکریوں کے لٹنے سے ڈرتا ہو اور اگر کوئی ایک کنکری لے لے تو رونے لگے اور انکو واپس دیدو تو ہنسنے لگے۔ دِثار - اوپر کا لباس۔

[۲] مُحتشم - دنیا اور دولت وحشمت والا۔ عاریت - دنیا کی دولت اُس کے پاس عارضی ہے۔ خواب - یہ دولت ایسی ہے جیسے کہ کوئی خواب میں دولت کو دیکھتا ہے۔ چونکہ جو شخص اپنے خواب کے مال پر چوروں سے ڈر رہا تھا بیدار ہونے پر اُس کو اپنے اوپر ہنسی آئیگی یہی حال آخرت میں دنیادار کا ہوگا۔ از پئے - دنیادار عقلمندوں کو قرآن نے بے علم کہا ہے۔ ہر یکے - ہر دنیا دار اپنے علم کے بارے میں چور سے ڈرتا ہے۔

[۳] گوید - دنیا دار عالم کہتا ہے کہ لوگ میرا وقت ضائع کرتے ہیں جس سے میرے علم کو خطرہ ہوتا ہے حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اسکا وقت اُس کیلئے قطعاً غیر مفید ہے۔ گوید - وہ کہتا ہے لوگ آکر مجھے بیکار بناتے ہیں حالانکہ جو اُس کی مصروفیتیں ہیں وہ خود بیکاری کے مرادف ہیں۔ عُور - یہ دنیا دار علوم آخرت سے خالی ہے لیکن سمجھ یہ رہا ہے کہ دوسرے

داند اُو[1] خاصیتِ ہر جوہرے
وہ ہر جوہر کی خاصیت جانتا ہے

در بیانِ جوہرِ خود چوں خرے
اپنے جوہر کے معاملے میں گدھے کی طرح ہے

کہ ہمی دانم یجوز و لایجوز
کہ میں یجوز، اور لایجوز کو جانتا ہوں

خود ندانی تو یجوزی یا عجوز
تو خود نہیں جانتا کہ تو یجوزی ہے یا بڑھیا

ایں روا آں ناروا دانی ولیک
تو یہ جانتا ہے، یہ جائز ہے وہ ناجائز ہے لیکن

تو روا یا ناروائی بیں تو نیک
تو غور کر، تو خود جائز ہے، یا ناجائز

قیمتِ ہر کالہ میدانی کہ چیست
تو ہر سودے کی قیمت جانتا ہے کہ کیا ہے

قیمتِ خود را ندانی احمقیست
تو اپنی قیمت نہیں جانتا، یہ حماقت ہے

سعدہا[2] و نحسہا دانستہ
تو سعادتوں، اور نحوستوں کو جانتا ہے

ننگری سعدی تو یا ناشستہ
تو یہ غور نہیں کرتا، کہ تو سعد ہے یا میلا

جانِ جملہ علمہا اینست ویں
تمام علوم کی جان در اصل یہی ہے

کہ بدانی من کییم در یوم دیں
کہ تو جان لے کہ قیامت کے دن میں کون ہوں

جانِ جملہ علمہا اینست خود
خود تمام علوم کی جان یہ ہے

کہ بہ بخشد جملہ را جانِ ابد
کہ وہ سب کو ابدی جان عطا کر دے

آں اصولِ[3] دیں بدانستی تو لیک
تو نے دین کے اصول جان لئے لیکن

بنگر اندر اصلِ خود گو ہست نیک
اپنی اصل پر غور کر کہ وہ اچھی ہے

از اصولیت اصولِ خویش بہ
تیرے اصولی ہونے سے اپنے اصول بہتر ہیں

کہ بدانی اصلِ خود اے مردِمہ
اے بڑے شخص! کہ تو اپنی اصل کو جان لے

صفتِ خرمی شہرِ سبا و ناشکری ایشان

سبا شہر کی خوشحالی اور ان کی ناشکری کا بیان

اصلِ شاں بد بود آں اہلِ سبا
ان اہلِ سبا کی اصل، بُری تھی

می رمیدندے ز اسبابِ بقا
وہ بقا کے اسباب سے بھاگتے تھے

دادشاں چنداں ضیاع و باغ و راغ
انکو (اللہ نے) اِسقدر جائداد اور باغ اور چراگاہ دی

از چپ و از راست از بہر فراغ
دائیں، اور بائیں سے فراغت کے لئے

---

[1] داند۔ دنیا کی چیزوں کی اصلیت کو سمجھتا ہے اپنے جوہر (روح) کے بارے میں گدھے پن کا ثبوت دیتا ہو۔ کہ ہمی۔ دنیادار عالم اس کا دعویٰ کرتا ہے کہ میں مفتی ہوں اور میں جائز اور ناجائز کو جانتا ہوں۔ خود ندانی یعنی اس مفتی کو خود یہ علم نہیں کہ وہ مفتی ہے یا نادان بڑھیا۔ یجوزی یعنی جائز و ناجائز کا فتویٰ دینے کے قابل۔ عجوز۔ بوڑھی عورت جو عموماً دلائل سے ناواقف ہوتی ہے۔ ایں۔ یعنی فقیہ اتنا تو جانتا ہے کہ یہ بات جائز ہے اور یہ بات ناجائز ہے لیکن اس کو اپنا کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس حالت میں ہے۔ قیمت۔ دوسروں کے احوال سے واقف ہونا اور اپنے احوال سے غافل ہونا حماقت ہے۔

[2] سعدہا۔ دنیادار عالم نجوم، ستاروں اور چیزوں کی نحوست اور سعادت سے واقفیت رکھتا ہے لیکن اپنے بارے میں وہ کچھ نہیں سمجھتا کہ خود نیک بخت ہے یا بدبخت ہے۔ جانِ جملہ۔ تمام علوم کی اصل تو یہ ہے کہ انسان اپنے بارے میں یہ علم حاصل کرے کہ قیامت کے دن اس کا کیا حال ہونا ہے۔

[3] اصولِ دین۔ دین کے اصول تو جاننا ضروری ہیں لیکن اس سے زیادہ یہ ضروری ہے کہ اپنی روح کے بارے میں غور کرے کہ وہ نیک ہے یا نہیں۔ از اصولیت۔ اصولِ فقہ کے جاننے سے یہ بہتر ہے کہ انسان اپنی اصل یعنی روح کو پہچانے۔

خرمی۔ خوشحالی۔ بقا۔ یعنی ابدی زندگی۔ ضیاع۔ جائداد۔ راغ۔ چراگاہ۔ فراغ یعنی فارغ البالی۔

بسکہ می افتاد از پُرّی[1] ثمار
کثرت کی وجہ سے پھل بہت گرتے تھے

تنگ می شد معبرہ بر رہگذار
چلنے والوں پر راستہ تنگ ہو جاتا تھا

آں نثارِ میوہ رہ را می گرفت
پھلوں کی بکھیر راستہ روک دیتی تھی

از پُری میوہ رہرو در شگفت
پھلوں کی کثرت سے مسافر تعجب میں تھے

سلّہ بر سر در درختستانِ شاں
اُن کے باغوں میں سر پر کی ٹوکری

پُر شدے ناخواست از میوہ فشاں
بغیر خواہش کے پھلوں کے جھڑنے سے بھر جاتی

باد آں میوہ فشاندے بے کسے
بغیر کسی شخص کے، ہوا پھل جھاڑتی

پُر شدے زاں میوہ دامنہا بسے
اُن پھلوں سے بہت سے دامن بھر جاتے

خوشہ ہائے زفت تا زیر آمدہ
موٹے خوشے نیچے کو لٹکے ہوئے

بر سر و روئے روندہ می زدہ
چلنے والے کے سر اور منہ کو لگتے

مردِ گلخن تاب از پُری زر
بھٹی جلانے والا سونے کی کثرت سے

بستہ بودے بر میاں زرّیں کمر
کمر پر زرّیں پیٹی باندھے رہتا ہے

سگ کلیچہ[2] کوفتے در زیرِ پا
کتے پاؤں کے نیچے ٹکیے روندتے

تخمہ بودے گرگِ صحرا از نوا
غذا کی کثرت سے جنگل کے بھیڑیوں کو بدہضمی ہو جاتی

گشتہ ایمن شہر و دہ از دزد و گرگ
شہر اور گاؤں، چور اور بھیڑیے سے محفوظ ہو گئے تھے

بز نترسیدے ہم از گرگِ سترگ[3]
موٹے بھیڑیے سے بکری بھی نہ ڈرتی تھی

جامۂ ایشاں اگر چرکیں شُدے
اگر اُن کے کپڑے میلے ہو جاتے

آتشِ سوزندہ شاں صابون بُدے
جلانے والی آگ اُن کا صابون ہوتا

در تنور انداختندے جامہ را
وہ کپڑوں کو تنور میں ڈال دیتے

بعد یک ساعت شُدے خوش با صفا
تھوڑی دیر کے بعد وہ اچھا صاف ہو جاتا

گر بگویم شرحِ نعمتہائے قوم
اگر میں قوم کی نعمتوں کی شرح کروں

کہ زیادت می شُد آں یوماً فیوم
جو روز بہ روز بڑھ رہی تھیں

مانع آید از سخنہائے مُہم
تو وہ ضروری باتوں سے مانع بنے گی

انبیاء بُردند امرِ فاستقم
انبیاء فاستقم کا حکم لے کر گئے

چوں ز حد بُردند ناشکری چُناں
جب اُنھوں نے اِس طرح کی ناشکری حد سے زیادہ کی

غیرتِ حق کارگر شُد در زماں
اُس وقت اللہ (تعالیٰ) کی غیرت کام میں لگ گئی

[1] پُری۔ کثرت۔ ثمار ثمرہ کی جمع، پھل۔ معبر۔ گذرگاہ، راستہ۔ رہگذار۔ مسافر۔ نثار۔ بکھیر۔ شگفت۔ تعجب۔ سلّہ۔ ٹوکرا۔ ناخواست۔ بغیر چاہے۔ بے کسے۔ یعنی بغیر جھاڑنے والے کے۔ گلخن تاب۔ حمامی۔ کمر۔ پیٹی۔

[2] کلیچہ۔ ٹکیہ۔ تخمہ۔ بدہضمی۔ گشتہ۔ مال و خوراک کی کثرت کی وجہ سے نہ چور کو چوری کی ضرورت رہی تھی نہ بھیڑیے کو کسی کے پھاڑنے کی

[3] سترگ۔ موٹا۔ چرکین۔ میلا۔ آتش۔ آگ کے ذریعہ کپڑے دھونے کی کوئی خاص ترکیب ہوگی۔ انبیاء یعنی انبیاء کو حکم ہوا کہ وہ اُن کو راست روی کا حکم دیں۔

آمدن پیغمبراں بہ نصیحت اہل سبا

اہل سبا کی نصیحت کے لئے پیغمبروں کا آنا

سیزدہ پیغمبر آنجا آمدند
تیرہ پیغمبر وہاں آئے
گمرہاں را جملہ رہبر می شدند
گمراہوں کے سب رہبر بنے

کہ ہلا نعمت فزوں شد شکر گو
کہ خبردار! نعمت بہت ہو گئی ہے، شکر کر
مرکب شکر ار بخسپد حرکو
اگر شکر کی سواری سو گئی ہے (اس کو) چلاؤ

شکر منعم واجب آمد در خرد
عقلی اعتبار سے انعام دینے والے کا شکر ضروری ہے
ورنہ بکشاید در خشم ابد
ورنہ ابدی ناراضی کا دروازہ کھل جائے گا

ہیں کرم بینید و ایں خود کس کند
ہاں کرم دیکھو، اور یہ خود کون کرتا ہے؟
کز چنیں نعمت بشکرے بس کند
کہ اس قدر نعمتوں پر ایک شکر پر اکتفا کرے

سر بہ بخشد شکر خواہد سجدہ
وہ سر عنایت کرتا ہے سجدہ کا شکر چاہتا ہے
پا بہ بخشد شکر خواہد قعدہ
پاؤں بخشتا ہے، بیٹھنے کا شکر چاہتا ہے

شکر نعمت نعمت افزوں کند
نعمت کا شکر، نعمت کو زیادہ بڑھاتا ہے
صد ہزاراں گل زخارے سر کند
لاکھوں پھول کانٹے سے سر ابھارتے ہیں

قوم گفتہ شکر ما را برد غول
قوم نے کہا، ہمارا شکر بھوت لے گیا
ما شدیم از شکر و از نعمت ملول
ہم تو شکر اور نعمت سے عاجز ہیں

ما چناں پژمردہ گشتیم از عطا
ہم بخشش سے ایسے پژمردہ ہو گئے ہیں
کہ نہ طاعت ماں خوش آید نے خطا
کہ نہ ہمیں عبادت اچھی لگتی ہے، نہ گناہ

ما نمی خواہیم نعمتہا و باغ
ہم نعمتیں اور باغ نہیں چاہتے
ما نمی خواہیم اسباب و فراغ
ہمیں ذرائع اور فراغت کی خواہش نہیں ہے

نعمتے چہ سیر شد جاں ما ازیں
نعمت کیا چیز ہے، اس سے ہماری طبیعت بھر گئی
شکر چہ گوئیم بر گوئید ہیں
کاہے کا شکر کریں، ہاں بتاؤ؟

انبیاء گفتند در دل علتے ست
انبیاء نے فرمایا، دل میں بیماری ہے
کہ ازاں در حق شناسی آفتے ست
کہ اس کی وجہ سے حق کے پہچاننے میں نقصان ہے

نعمت از وے جملگی علت شود
اس کی وجہ سے سب نعمتیں بیماری بن جاتی ہیں
طعمہ در بیمار کے قوت شود
کھانا بیمار میں قوت کب پیدا کرتا ہے؟

۱ حرگو: یعنی تم شکر کے گھوڑے کو بیدار کر کے چلاؤ۔ در خرد: عقلاً بھی انعام دینے والے کا شکریہ ضروری ہے۔ ہیں: اللہ کا یہ بھی کرم ہے کہ اس قدر نعمتوں پر محض ایک شکریہ کا طالب ہے۔

۲ سر: اللہ نے سر عطا فرمایا ہے تو اس کا شکریہ یہ ہے کہ اس سر سے اس کو سجدہ کیا جائے۔ پا: اللہ نے پاؤں بخشے ہیں تو اس کا شکریہ یہ ہے کہ اس کے لئے عبادت میں قیام و قعود کیا جائے۔ صد ہزاراں: مصائب نعمتوں سے بدل جائیں گے۔ غول: بھوت شیطان۔ ماشدیم: اہل سبا نے کہا ہم تو ان نعمتوں سے تنگدل ہیں اور ہمارے لئے اب نہ طاعت میں لذت ہے نہ گناہ میں۔

۳ نعمتے: یعنی جب نعمت ہمارے لئے باعث زحمت ہے تو ہم شکر کس چیز کا ادا کریں۔ انبیاء: انبیاء نے اہل سبا سے کہا تمہارے دل میں مرض پیدا ہو گیا ہے جس نے حق شناسی کو تباہ کر دیا ہے اور تم نعمتوں کو زحمت سمجھنے لگے ہو۔ بیمار کو اگر صحیح غذا بھی دی جاتی ہے تو وہ بیماری میں اضافہ کر دیتی ہے۔

چند خوش پیشِ تو آمد اے مُصِر
اے ضدی! تیرے سامنے بہت سی اچھی چیزیں آئیں
جملہ ناخوش گشت و صافِ او کدر
سب ناقص اور ان میں سے صاف، مکدر ہو گئیں

تو عدوِ[۱] ایں خوشیہا آمدی
تو ان خوشیوں کا دشمن بن گیا
گشت ناخوش ہر چہ بر وے کف زدی
جس چیز پر تو نے ہاتھ دھرا، وہ ناگوار ہو گئی

ہر کہ او شد آشنا و یارِ تو
جو تیرا واقف، اور یار بنا
شد حقیر و خوار در دیدارِ تو
تیری نظر میں وہ حقیر اور ذلیل ہو گیا

ہر کہ او بیگانہ باشد با تو ہم
وہ جو تجھ سے بیگانہ بھی ہو
پیشِ تو او بس مہ است و محترم
وہ تیرے لئے بہت بڑا اور باعزت ہے

ایں ہم از تاثیرِ آں بیماری ست
یہ بھی اسی بیماری کی تاثیر ہے
زہرِ او در جملہ خلقاں ساری ست
اس کا زہر تمام لوگوں میں پھیلا ہوا ہے

دفعِ آں علت بباید کرد زود
اس بیماری کو فوراً، دفع کرنا چاہیئے
شکر با آں ہم حدث خواہد نمود
کہ اس کے ہوتے ہوئے شکر بھی گندگی نظر آتی ہے

ہر خوشی[۲] کاید بتو ناخوش شود
جو اچھی چیز تیرے پاس آتی ہے بری ہو جاتی ہے
آبِ حیواں گر رسد آتش شود
اگر آب حیات آتا ہے آگ بن جاتا ہے

کیمیائے مرگ و جسک ست آں صفت
یہ صفت، موت اور بے چینی کی کیمیا ہے
مرگ گردد زاں حیاتت عاقبت
بالآخر اس کی وجہ سے تیری زندگی موت بن جاتی ہے

بس غذائے کز وے دل زندہ شد
بہت سی غذائیں ہیں جن سے دل زندہ ہوتا ہے
چوں بیامد در تنِ تو گندہ شد
وہ جب تیرے جسم میں آتی ہیں گندی ہو جاتی ہیں

بس عزیزے کہ بناز اشکار شد
بہت سے پیارے ہیں جو لاڈ پیار میں شکار ہوئے
چوں شکارت شد بر تو خوار شد
جب تیرا شکار بن گئے تیرے نزدیک ذلیل ہو گئے

آشنائی[۳] عقل با عقل از صفا
عقل کی عقل سے شناسائی خلوص سے
چوں شود ہر دم فزوں باشد ولا
جب ہو جاتی ہے ہر لمحہ دوستی بڑھتی ہے

آشنائی نفس با ہر نفس پست
نفس کی ذلیل نفس سے شناسائی
تو یقیں می داں کہ ہر دم کم تر ست
تو یقین کر ہر دم گھٹتی ہے

زانکہ نفسش گردِ علت می تند
کیونکہ اس کا نفس کسی غرض کا چکر کاٹتا ہے
معرفت را زود فاسد میکند
جان پہچان کو بہت جلد خراب کر دیتا ہے

---

[۱] تو عدو۔ اسی لئے تم نعمتوں کے دشمن بن گئے ہو۔ ہر کہ۔ اسی بیماری کا یہ اثر ہے کہ جو تمہارے خیر خواہ ہیں وہ تمہارے نزدیک حقیر اور ذلیل ہیں اور جو بیگانے ہیں وہ تمہارے پیارے ہیں۔ تم ہر او۔ اس بیماری میں پوری قوم مبتلا ہے۔ شکر با آں۔ اسی بیماری کا اثر ہے کہ تم شکر کو گندی چیز سمجھتے ہو۔

[۲] ہر خوشی۔ اس بیماری سے ہر اچھی چیز بری بن جاتی ہے، آب حیات زہر کا کام کرتا ہے۔ کیمیا۔ یہ مرض موت اور درد کا سبب ہے اور اس سے آخرت کی زندگی موت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ بس۔ اس بیماری کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہے کہ جو شخص تمہاری محبت اور پیار کی وجہ سے تمہارا شکار اور گرویدہ ہے تم اسکو ذلیل سمجھتے ہو۔

[۳] آشنائی۔ جو دوستی عقل کی بنیاد پر ہوتی ہے اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جو دوستی نفسانی غرض پر مبنی ہوتی ہے وہ برابر گھٹتی رہتی ہے۔ زانکہ نفسانی دوستی غرض کی وجہ سے ہوتی ہے۔

گر نخواہی[۱] دوست را فردا نفیر — دوستی با عاقل و با عقل گیر

اگر تو کل (قیامت) کو کسی دوست کو قابلِ نفرت نہیں (چاہتا) — عقلمند اور عقل سے دوستی کر

از سمومِ نفس چوں با علتی — ہر چہ گیری تو مرض را آلتی

چونکہ تو نفس کی زہریلی ہوا سے بیمار ہے — تو جو بھی لے گا، مرض کا آلہ (کار) ہے

گر بگیری گوہرے سنگے شود — ور بگیری مہرِ دل جنگے شود

اگر تو موتی لے گا، وہ پتھر ہو جائیگا — اگر تو دل کی محبت اختیار کریگا، وہ دشمنی ہو جائیگی

ور بگیری نکتۂ بکرِ لطیف — بعدِ درکت گشت بے ذوق و کثیف

اگر تو نیا پاک نکتہ حاصل کریگا — تیرے پا لینے کے بعد وہ بے ذوق اور گندہ ہو جائیگا

کہ من ایں را بس شنیدم کہنہ شد — چیزِ دیگر گو بجز ایں اے عضد

کہ میں نے اس کو بہت سنا ہے، پرانا ہو گیا ہے — اے یار! اس کے علاوہ کچھ کہہ

چیزِ دیگر تازہ و نو گفتہ گیر — باز فردا زاں شوی سیر و نفیر

فرض کر لو کہ دوسری کوئی تازہ اور نئی بات کہی ہوئی ہو — پھر تو کل کو اس سے بھی دل بھرا اور متنفر ہوگا

دفعِ[۲] علت کن چو علت خو شود — ہر حدیثِ کہنہ پیشت نو شود

کیونکہ بیماری عادت بن جاتی ہے، بیماری کو دفع کر — ہر پرانی بات تیرے لئے نئی ہو جائے گی

تا کہ از کہنہ برآرد برگِ نو — بشکفاند کہنہ صد خوشہ ز گو

حتیٰ کہ پرانی (بات) نئے پتے نکالے گی — پرانی (بات)، گڑھے میں سے سینکڑوں خوشے کھلائیگی

ما طبیبانیم و شاگردانِ حق — بحرِ قلزم دید ما را فانفلق

ہم اللہ (تعالیٰ) کے شاگرد ہیں اور طبیب ہیں — ہمیں بحرِ قلزم نے دیکھا، تو وہ پھٹ گیا

آں طبیبانِ طبیعت دیگرند — کہ بدل از راہِ نبضے بنگرند

جسمانی طبیب دوسرے ہیں — جو دل کو نبض کے راستے سے دیکھتے ہیں

ما بدل[۳] بے واسطہ خوش بنگریم — کز فراست ما بعالی منظریم

ہم بغیر واسطے کے دل کو خوب دیکھتے ہیں — کیونکہ فراست کی وجہ سے ہم بلند مقام پر ہیں

آں طبیبانِ غذایند و ثمار — جانِ حیوانی بدیشاں استوار

وہ غذاؤں، اور پھلوں کے طبیب ہیں — حیوانی روح ان سے ٹھیک ہوتی ہے

ما طبیبانِ فعالیم و مقال — ملہمِ ما پرتوِ نورِ جلال

ہم قولوں، اور فعلوں کے طبیب ہیں — اللہ (تعالیٰ) کا نور ہم پر الہام کرنیوالا ہے

---

۱ گر نخواہی۔ اگر ایسا دوست بنانا چاہتے ہو جس سے کل کو نفرت نہ ہو تو عقل کی بنیاد پر عقلمند سے دوستی کرو۔ از سموم۔ انسان جب نفسانی اغراض کی بیماری میں مبتلا ہے تو اس کا ہر کام اسکی بیماری میں اضافہ کریگا۔ ور بگیری۔ نفسانی مریض کا علمی ذوق فنا ہو جاتا ہے عمدہ قسم کے علمی نکتے بھی اس کو برے لگتے ہیں۔ چیز دیگر۔ اگر اور کوئی نکتہ بھی بیان کیا جائیگا تو کل کو اس سے بھی نفرت ہو جائے گی۔

۲ دفع۔ اگر طبعی بیماری کا علاج ہو جائے تو پرانی باتوں میں نئے نکتے نظر آئیں گے۔ بحر قلزم۔ حضرت موسیٰؑ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ طبیبان طبیعت یعنی انسانی مزاج کے طبیب۔ نبضے۔ جسمانی طبیب نبض دیکھ کر مرض کی تشخیص کرتا ہے۔

۳ ما بدل۔ انبیاء اور اولیاء بلاواسطہ دل کو دیکھ لیتے ہیں۔ فراست۔ مخفی علامتوں سے کسی چیز کی پہچان لینا۔ جانِ حیوانی۔ جسمانی اطباء کا کام روحِ حیوانی کو ٹھیک کرنا ہے۔ ما طبیبان۔ یہ انبیاء کا مقولہ ہے یعنی ہم انسان کو یہ بتاتے ہیں کہ تیرا کونسا فعل اور قول مہلک ہے اور کونسا نافع ہے۔ ملہم۔ دل میں بات ڈالنے والا۔

کاینچنیں فعلے ترا نافع بود
کہ ایسا فعل تیرے لئے نافع ہو گا

وانچناں فعلے زرہ قاطع شود
اور ایسا فعل راہِ (حق) سے جُدا کرنے والا ہو گا

اینچنیں قولے ترا پیش آورد
ایسی بات تجھے آگے بڑھائے گی

وانچناں قولے ترا نیش آورد
اور ایسی بات تیرے ڈنک مارے گی

آنچنان وانچنیں از نیک و بد
ایسا، اور ویسا، اچھا، اور بُرا

پیش تو بنہیم و بنمائیم جد
ہم تیرے سامنے رکھتے ہیں اور اچھی طرح دکھاتے ہیں

گر تو خواہی ایں گزیں ور خواہی آں
اگر تو چاہے اسکو اختیار کر، تو چاہے، اُس کو

زہر و شکر سنگ و گوہر شد عیاں
زہر اور شکر پتھر اور جوہر واضح ہو گیا

واں طبیباں را بود بوئے دلیل
ان طبیبوں کو دلیل سے سراغ ملتا ہے

ویں دلیلِ ما بود وحیِ جلیل
اور ہماری دلیل اللہ (تعالیٰ) کی وحی ہوتی ہے

دست مزدے می نخواہیم از کسے
ہم کسی سے مزدوری نہیں چاہتے ہیں

دستِ مزدِ ما رسد از حق بسے
ہمیں اللہ (تعالیٰ) سے بہت مزدوری ملتی ہے

ہیں صلا بیماریِ ناسور را
آگاہ! ناسور کی بیماری کے لئے پکار ہے

دارُوئے ما یک بیک رنجور را
ہماری دوا، ہر ہر بیمار کے لئے ہے

معجزہ خواستنِ قوم از پیغمبران علیہم السلام

قوم کا پیغمبروں سے (اُن پر سلام ہو) معجزہ مانگنا

قوم گفتند اے گروہِ مدعی
قوم نے کہا، اے دعوے دارو!

کو گواہِ علم و طبِّ نافعی
نفع رساں طب، اور علم کا کون گواہ ہے؟

چوں شما بستۂ ہمیں خواب و خورید
جبکہ تم بھی اسی سونے اور کھانے کے پابند ہو

ہمچو ما باشید در دہ می چرید
ہماری طرح بنو اور گاؤں میں کھاؤ پیو

چوں شما در دامِ ایں آب و گلید
جبکہ تم اسی پانی اور مٹی کے جال میں ہو

کے شما صیادِ سیمرغِ دلید
تو تم دل کے سیمرغ کے شکاری کہاں ہو؟

حُبِّ جاہ و سروری دارد برآں
رتبہ اور سرداری کی محبت اُس پر آمادہ کرتی ہے

کہ شمارد خویش از پیغمبراں
کہ اپنے آپ کو پیغمبروں میں شمار کرے

ما نخواہیم ایں چنیں لاف و دروغ
ہم اس طرح کی شیخی اور جھوٹ نہیں چاہتے

کردن اندر گوش و افتادن بدوغ
سُننا، اور چھاچھ میں گرنا

لہ اینچنیں۔ یعنی انسان کو کونسے افعال واقوال اللہ سے قریب کرتے ہیں اور کونسے راستہ روکتے ہیں۔ آنچنان۔ انسانوں کے لئے نیکی اور بدی کو خوب واضح کر کے بیان کرتے ہیں۔ گر تو خواہی۔ اس کے بعد پھر انسان کو اختیار ہے کہ وہ بدی کا راستہ اختیار کرے یا بھلائی کا۔ واں طبیباں۔ جسمانی طبیب عقلی دلائل سے کام لیتے ہیں، ہم وحیِ الٰہی سے رہبری حاصل کرتے ہیں۔

لہ دست مزدے۔ تمام انبیاء یہی کہتے ہیں لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ یعنی ہم تم سے اس کام کی مزدوری نہیں مانگتے ہیں ہماری مزدوری اللہ کے ذمہ ہے۔ ناسور۔ یعنی دشوار گذار مرض۔ کو گواہ۔ ان لوگوں نے انبیاء سے کہا اپنے دعوے پر گواہ لاؤ۔ چوں شما۔ کفار نے انبیاء پر ہمیشہ اسی قسم کا اعتراض کیا ہے۔ مَالِهٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ یعنی یہ کیسے انبیاء ہیں کہ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں۔

لہ چوں شما یعنی کفار نے انبیاء سے کہا کہ تم خود جبکہ آب و گل سے بنے ہوئے ہو تو تم دوسروں کی کیا اصلاح کر سکتے ہو۔ محبتِ جاہ۔ کفار نے یہ بھی کہا کہ بڑا بننے کا شوق پیغمبری

انبیاؑ گفتند کایں زاں علت ست — مایۂ کوری حجابِ رؤیت ست
انبیاء نے کہا یہ (باتیں) اسی بیماری کی وجہ سے ہیں — اندھے پن کا سرمایہ، دیدار کا پردہ ہے

دعویٔ ما را شنیدید و شما — می نہ بینید ایں گہر در دستِ ما
تم نے ہمارا دعویٰ سن لیا، اور تم — ہمارے ہاتھ میں اس جوہر کو نہیں دیکھتے ہو؟

امتحان ست ایں گہر مر خلق را — ماش گردانیم گردِ چشمہا
یہ جوہر، لوگوں کی آزمائش ہے — ہم اس کو آنکھوں کے گرد گھما رہے ہیں

ہر کہ گوید کو گوا گفتش گواست — کو نمی بیند گہر، حبسِ عماست
جو (یہ) کہے کہ گواہ کہاں ہے؟ اُس کی بات (خود) گواہ ہے — کہ وہ جوہر کو نہیں دیکھ رہا ہے اندھے پن کا قیدی ہے

آفتابے در سخن آید کہ خیز — کہ بر آمد روز، و برجہ کم ستیز
سورج کہے، کہ اُٹھ — دن نکل آیا، اُٹھ جا مخالفت نہ کر

تو بگوئی آفتابا کو گواہ — گویدت اے کور از حق دیدہ خواہ
تو کہے، اے آفتاب! گواہ کہاں ہے؟ — تجھ سے وہ کہیگا اے اندھے! اللہ تعالیٰ سے آنکھ مانگ

روزِ روشن[2] ہر کہ او جوید چراغ — عینِ جستن کوریش باشد بلاغ
جو شخص روشن دن میں چراغ ڈھونڈے — یہ ڈھونڈنا ہی اُس کے اندھے پن کا اعلان ہے

ور نمی بینی گمانے بُردہ — کہ صباح ست و تو اندر پردہ
اگر تو نہیں دیکھتا ہے، تو نے (محض) ایک گمان کیا ہے — کہ صبح ہوگئی ہے اور تو پردے میں ہے

کوریٔ خود را مکن زیں گفت فاش — خامش و در انتظارِ فضل باش
اس گفتگو سے اپنے اندھے پن کو ظاہر نہ کر — چپ رہ اور (اللہ کے) فضل کا انتظار کر

فضلِ بے علت مگر دریابدت — زیں شقاوت روئے دل بر تابدت
شاید بے غرض فضل تجھے حاصل ہو جائے — اس بدبختی سے تیرے دل کا رُخ موڑ دے

ورنہ[3] ماندی در چنیں کوریٔ بد — آئینہ پنہاں شد از تو در نمد
ورنہ تو ہمیشہ ایسے ہی اندھے پن میں رہیگا — آئینہ تجھ سے نمدے میں چھپ گیا ہے

در میانِ روز گفتن روز کو — خویش رسوا کردن ست اے تند خو
دن میں کہنا کہ دن کہاں ہے؟ — اے بدمزاج! اپنے آپ کو رُسوا کرنا ہے

صبر و خاموشی جذوبِ رحمت ست — ویں نشاں جستن نشانِ علت ست
صبر اور خاموشی رحمت کو کھینچنے والی ہے — اور یہ دلیل طلب کرنا بیماری کی علامت ہے

---

[1] انبیاء۔ انبیاء نے کافروں سے کہا کہ تم ہماری نبوت کو نہیں دیکھتے ہو یہ تمہارا اندھاپن ہے۔ دعویٰ۔ یعنی نبوت کا دعویٰ۔ ایں گہر یعنی نبوت و رسالت۔ ماش گردانیم یعنی اپنی نبوت سب کو دکھا رہے ہیں۔ ہر کہ گوید۔ جو شخص ہماری رسالت کو نہیں دیکھتا ہے اور گواہ طلب کرتا ہے یہ بات خود اس کی گواہ ہے کہ وہ اندھا ہے۔ آفتابے۔ اگر آفتاب کسی سے کہے کہ میں موجود ہوں اور دوسرا کہے کہ اپنے وجود پر گواہ لا تو یہ اس کہنے والے کے اندھے ہونے کی دلیل ہے آفتاب خود اپنے وجود کی دلیل ہوتا ہے۔

[2] روز۔ جو شخص دن میں چراغ تلاش کرے۔ ور نمی بینی۔ یعنی اگر کسی کو آفتابِ رسالت نظر بھی نہ آئے تو وہ کم از کم اس قدر کرے کہ یہ گمان کرے کہ شاید وہ نکلا ہو اور میں خود پردے میں ہوں اس لئے مجھے نظر نہیں آتا ہے فضلِ بے علت۔ یعنی فضلِ خداوندی۔ زیں شقاوت۔ یعنی آفتابِ رسالت کا نظر نہ آنا

[3] ورنہ۔ اگر علی الاعلان مخالفت کریگا تو ہمیشہ کے لئے بدبختی میں مبتلا ہو جائیگا اور اسکا آئینۂ رسالت میں اپنا چہرہ نظر نہ آئے گا۔ در میان۔ اگر کوئی شخص دن میں یہ کہے کہ دن کہاں ہے تو وہ خود اپنے اندھے پن کو ظاہر کرکے رسوائی مول لے رہا ہے۔ جذوب۔ کھینچنے والا۔ نشان جستن یعنی معجزہ طلب کرنا۔

اَنصِتُوا بپذیر تا بر جانِ تو ¹ — آید از جاناں جزائے اَنصِتُوا
اَنصِتُوا کو قبول کرلے تاکہ تیری جان پر — محبوب کی طرف سے اَنصِتُوا کا بدلہ آئے

گر نخواہی نکس پیشِ ایں طبیب — بر زمیں زن زود سر را اے کئیب
اگر تو (بیماری کی) پلٹ نہیں چاہتا ہے، اس طبیب کے سامنے — اے ذہین انسان! سر کو جلد زمین پر رکھ دے

گفت افزوں را تو بفروش و بخر — بذلِ جان و بذلِ جاہ و بذلِ زر
زیادہ گفتگو کو بیچ ڈال، اور خرید لے — جان کی قربانی اور رتبہ کی قربانی اور مال کی قربانی

تا ثنائے تو بگوید فضلِ ھُو — کہ حسد آرد فلک بر جاہِ تو
تاکہ اللہ (تعالیٰ) کا فضل تیری ایسی تعریف کرے — کہ تیرے رتبے پر آسمان حسد کرے

چوں طبیباں را نگہدارید دل — خود بہ بینید و شوید از خود خجل
جب تم طبیبوں کے دل کی نگہداشت کروگے — خود دیکھ لوگے اور خود شرمندہ ہوگے

دفعِ ایں کوری بدستِ خلق نیست ² — لیک اکرامِ طبیباں از ہدیست
اس اندھے پن کو دفع کرنا مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہے — لیکن طبیبوں کی عزت کرنا اسبابِ ہدایت میں سے ہے

ایں طبیباں را بجاں بندہ شوید — تا بمُشک و عنبر آگندہ شوید
ان طبیبوں کے دل سے غلام بنو — تاکہ مشک اور عنبر سے پُر ہو جاؤ

مُتہم داشتنِ قوم انبیاء را علیہم السّلام

قوم کا انبیاء علیہم السّلام پر تہمت لگانا

قوم گفتند ایں ہمہ زرق ست و مکر — کے خدا نائب کند از زید و بکر
قوم نے کہا یہ سب فریب اور مکر ہے — خدا زید اور بکر کو کب قائم مقام بناتا ہے؟

ہر رسولِ شاہ باید جنسِ اُو — آب و گل کو خالقِ افلاک کو
بادشاہ کا قاصد اس کا ہم جنس ہونا چاہیے — پانی اور مٹی کہاں اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا کہاں؟

مغزِ خر خوردیم تا ما چوں شما ³ — پشہ را داریم ہمرازِ ھُما
ہم نے گدھے کا بھیجا کھایا ہے کہ ہم تم جیسے — مچھروں کو ھما کا ہمراز سمجھیں

کو ھُما کو پشہ کو گل کو خدا — ز آفتابِ چرخ چہ بود ذرّہ را
کہاں ھما کہاں مچھر کہاں مٹی کہاں اللہ — ذرّہ کو آسمان کے سورج سے کیا واسطہ

ایں چہ نسبت ایں چہ پیوندی بود — تا کہ در عقل و دماغے در رود
یہ کیا نسبت ہے یہ کیا تعلق ہے؟ — جو عقل اور دماغ میں آسکے

¹ اَنصِتُوا۔ قرآن پاک میں ہے: وَاِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو تم کان لگاؤ اور خاموشی سے سنو تاکہ تم پر رحم کردیا جائے۔ گر نخواہی نکس۔ یعنی اگر تو مرض کے پلٹنے کا خواہشمند نہیں ہے۔ طبیب۔ یعنی رسول۔ گفت۔ انبیاء اور رسولوں کے سامنے زیادہ گفتگو مناسب نہیں ہے ان کیلئے ہر طرح کی قربانی کرنی چاہیئے تاکہ انسان کی قربانیوں پر اللہ تعالیٰ ایسی تعریف فرمائیگا کہ آسمان کو اس پر حسد آئیگا۔ چوں۔ جب ان اطباء کی دلداری کی جائیگی تو انسان پر خود اپنی حقیقت کھل جائے گی۔

² دفع۔ رسالت نظر نہ آنے کے مرض کا دفعیہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور ان لوگوں کی توقیر کرنا اس مرض کے دفعیہ کا سبب ہے۔ قوم۔ یعنی اہلِ سبا۔ کے خدا۔ بھلا انسان کو اللہ تعالیٰ اپنا خلیفہ کب بناسکتا ہے۔ ہر رسول۔ شاہ اور اس کے قاصد کا ہم جنس ہونا ضروری ہے، انسان جو آب و گل سے بنا ہے اسکو اللہ سے کیا مناسبت ہے

³ مغز خر۔ گدھے کا مغز کھانے سے انسان گدھا بنجاتا ہے۔ پشہ یعنی انسان۔ ھما۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ کرمنا۔ اللہ تعالیٰ

تا کجا این گفت بیہودہ کجا
یہ بیہودہ گفت گو کب تک؟

این چہ زرق ست و چہ شید ست و دغا
یہ کیا مکر ہے، یہ کیا فریب اور دغا ہے؟

خود کجا کو آسمان کو ریسمان
یہ خود کہاں ہے، کہاں آسمان کہاں کچا دھاگا!

می نگیرد مغز ما این داستان
اس افسانے کو ہماری عقل قبول نہیں کرتی

غالباً ما عقل داریم این قدر
غالباً ہم اتنی تو عقل رکھتے ہیں

گندنا را می شناسیم از گزر
کہ گندنے کو گاجر سے پہچان لیں

حکایت خرگوشاں کہ خرگوشے را برسالت پیش فیل فرستادند کہ بگو کہ من رسول ماہ آسمانم در پیش تو کہ ازیں چشمہ آب حذر کن چنانچہ در کتاب کلیلہ و دمنہ آمدہ

ان خرگوشوں کا قصہ کہ ایک خرگوش کو ہاتھی کے پاس قاصد بنا کر بھیجا کہ تو جا کر کہہ، کہ میں آسمان کے چاند کا تیرے لئے قاصد ہوں، کہ تو پانی کے اس چشمے سے پرہیز کر، جیسا کہ کلیلہ اور دمنہ کتاب میں مذکور ہے

این بداں ماند کہ خرگوشے بگفت
یہ تو ایسا ہی ہے کہ ایک خرگوش نے کہا

من رسول ماہم و با ماہ جفت
میں چاند کا قاصد ہوں اور چاند کا ساتھی

کز رمہ پیلاں ازاں چشمہ زلال
کیونکہ ہاتھیوں کے جھنڈ سے اس صاف چشمہ پر

جملہ نخچیراں بدند اندر وبال
تمام جنگلی جانور مصیبت میں تھے

جملہ محروم و ز خوف از چشمہ دور
سب محروم تھے اور ڈر کی وجہ سے چشمے سے دور تھے

حیلہ کردند چوں کم بود زور
چونکہ طاقت کم تھی انھوں نے تدبیر کی

از سر کہ بانگ زد خرگوش زال
ایک بوڑھے خرگوش نے پہاڑ پر سے آواز دی

سوئے پیلاں در شب غرہ ہلال
ہاتھیوں کو چاند رات میں

شاہ پیلاں من رسولم پیش بایست
اے ہاتھیوں کے بادشاہ! سامنے کھڑا ہو جا، میں قاصد ہوں

بر رسولاں بند و زجر و خشم نیست
قاصدوں پر پابندی اور دھمکی اور غصہ مناسب نہیں

ماہ میگوید کہ اے پیلاں روید
چاند کہہ رہا ہے کہ اے ہاتھیو! بھاگ جاؤ

چشمہ آن ماست زیں یکسو شوید
چشمہ ہماری ملکیت ہے اس سے ہٹ جاؤ

ورنہ من تاں کور گردانم ستم
ورنہ میں تمہیں اندھا کردوں گا، ظلم

گفتم از گردن برون انداختم
میں نے بتا دیا، اپنا فرض ادا کر دیا

۱ تاکجا۔ اہل سبا نے انبیاء سے یہ کہا۔ ریسمان: پنڈیا کا کچا دھاگا۔ غالباً۔ ہم میں اتنی عقل تو ہے کہ گندنے اور گاجر میں فرق کرلیں۔ گندنا عربی میں اس کو کراث کہتے ہیں ایک بدبودار بیل ہے جو کھائی جاتی ہے۔ حکایت۔ اہل سبا نے یہ قصہ نقل کیا کہ تمہاری تو وہی مثال ہے جیسا کہ خرگوش چاند کا رسول بنا تھا۔ من رسول۔ خرگوش نے کہا میں چاند کا قاصد اور پیامبر ہوں اور چاند کا ہمراز ساتھی ہوں۔

۲ کز۔ یہ خرگوش فرضی طور پر چاند کا رسول اسلئے بنا تھا کہ تمام جانور چشمے پر ہاتھیوں کے آنے سے تنگ تھے اور سب نے ملکر یہ ایک سازش کی تھی کہ ہاتھی اس چشمے پر آنا چھوڑ دیں۔ نخچیر۔ جنگلی۔ کے سب جانور ہاتھیوں کے ڈر سے اس چشمہ کے پانی سے محروم ہوگئے تھے چونکہ لڑنے میں تو کمزور تھے اس لئے انھوں نے یہ تدبیر سوچی تھی۔ زال۔ بڑھیا۔ غرہ۔ پہلی رات کا چاند۔

۳ شاہ۔ ہاتھیوں کے بادشاہ کو خرگوش نے حکم دیا کہ ٹھہرے اور پھر کہا کہ میں چاند کا قاصد ہوں۔ ماہ میگوید۔ میں چاند کیطرف سے پیغام لایا ہوں چاند نے کہا ہے کہ یہ پانی کا چشمہ میری ملکیت ہے تم اس پر نہ آیا کرو۔ ورنہ۔ اگر کہنا نہ مانو گے تو اندھا بنادوں گا۔

ترکِ ایں چشمہ بگوئید و روید — تا ز زخمِ تیغِ من ایمن شوید

یہ چشمہ چھوڑ دو، اور چلے جاؤ — تاکہ میری تلوار کے زخم سے محفوظ ہو جاؤ

نکؔ نشاں آنست کاندر چشمہ ماہ — مضطرب گردد ز پیلِ آب خواہ

دیکھو علامت یہ ہے، کہ چاند پانی میں — پانی پینے والے ہاتھی سے پریشان ہوتا ہے

کہ بیا رابع عشر اے شاہِ پیل — تا درونِ چشمہ یابی زیں دلیل

اے ہاتھیوں کے بادشاہ! چودھویں کو آ — تاکہ چشمے میں تو اس کی دلیل حاصل کرلے

آں فلاں شب حاضر آ اے شاہِ پیل — تا درونِ چشمہ یابی آں دلیل

اے ہاتھیوں کے شاہ! فلاں رات کو آجا — تاکہ چشمے میں تو وہ دلیل پالے

چوں دو ہفتہ از مہِ نو بگذرید — شاہِ پیل آمد ز چشمہ می چرید

جب نئے چاند پر دو ہفتے گذر گئے — ہاتھیوں کا بادشاہ آیا چشمے سے (پانی) پینے لگا

چونکہ زد خرطوم پیل آں شب در آب — مضطرب شد آب و مہ کرد اضطراب

اُس رات کو جب ہاتھی نے پانی میں سونڈ ڈالی — پانی ہلا، اور چاند ہلنے لگا

پیلؔ باور کرد از وے آں خطاب — چوں درونِ چشمہ مہ کرد اضطراب

ہاتھی نے اس کی بات کا یقین کر لیا — جب پانی میں چاند ہلا

ترس ترساں باز گشتند آں رمہ — بعد ازاں نامد یکے زیشاں ہمہ

وہ جھنڈ، خوف کھا کر واپس ہو گیا — اس کے بعد ان میں سے کوئی نہ آیا

مانہ زاں پیلانِ گولیم اے گروہ — کاضطراب ماہ آرد ماں شکوہ

اے گروہ! ہم ان بیوقوف ہاتھیوں میں نہیں ہیں — کہ چاند کا ہلنا ہم پر دبدبہ قائم کرے

جواب گفتن انبیاء طعنِ ایشاں را و مثل آوردن ایشاں را

انبیاء کا اُن کے اعتراض کا جواب دینا اور اُن کی ایک مثال بیان کرنا

انبیاؔ گفتند آوہ پندِ ماں — سخت تر کرد اے سفیہاں بندِ تاں

انبیاء نے فرمایا افسوس ہماری نصیحت نے — اے بیوقوفو! تمہاری بیڑی کو اور سخت کر دیا

اے دریغا کہ دوا از رنجِ تاں — گشت زہرِ جاں قہر آہنج تاں

ہائے افسوس! تمہارے مرض کی وجہ سے دوا — جان کا زہر، تمہارا قاتل قہر بن گیا

ظلمت افزود ایں چراغ آں چشم را — چوں خدا بگماشت پردہ خشم را

یہ چراغ آنکھ کے اندھیرے کو اور بڑھا دیتا ہے — جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے غضب کا پردہ ڈال دیا ہے

لہ نکؔ نشان۔ خرگوش نے کہا میرے سچا ہونے کی علامت ہے کہ جب کوئی ہاتھی پانی پیتا ہے تو وہ چاند پریشانی میں ہلنے لگتا ہے۔ کہا کہ اگر یقین نہیں ہے تو چودھویں شب کو آنا اور میرے اس دعوے کی دلیل آنکھوں سے دیکھ لینا۔ چوں دو ہفتہ۔ جب چاند کے نکلنے پر دو ہفتے گزر گئے کہ ہوئے تو ہاتھیوں کا بادشاہ چشمہ پر پانی پینے آیا۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔

ؔ۲ پیل۔ جب پانی میں چاند کا عکس ہلا تو ہاتھی کو خرگوش کی بات کا یقین آگیا۔ ترس ترساں۔ ڈر کر جب ہاتھیوں کا بادشاہ بھاگا تو سارے ہاتھی بھاگ پڑے اور پھر کوئی ہاتھی چشمہ پر نہ آیا۔ مانہ زاں۔ یہ قصہ سنا کر اہلِ سبا نے کہا ہم ایسے بیوقوف نہیں ہیں کہ ہاتھیوں کی طرح تمہاری باتوں میں آجائیں۔

ؔ۳ انبیاء۔ ان کی اس تقریر پر انبیاء نے اُن سے کہا کہ ہماری نصیحت سے تمہارے انکار کی بیڑیاں اور سخت ہو گئیں اور دوا نے زہر کا کام کیا۔ ظلمت۔ جب کسی پر غضبِ خداوندی ہوتا ہے تو نورِ ہدایت اس کے لئے مزید اندھیرے کا سبب بنتا ہے۔

چہ رئیسی جست خواہیم از شما — کہ ریاست ماں فزون ست از سما
ہم، تم سے کیا سرداری چاہیں گے — ہماری سرداری تو آسمان سے بڑھی ہوئی ہے

چہ شرف یابد ز کشتی بحر دُر — خاصہ کشتی ز سرگیں گشتہ پُر
موتیوں کا سمندر کشتی سے کیا شرافت حاصل کریگا؟ — خصوصاً اُس کشتی سے جو گوبر سے بھری ہوئی ہے

اے دریغ آں دیدۂ کور و کبود — کافتابے اندرو ذرہ نمود
اُس اندھی اور تاریک آنکھ پر افسوس ہے — جس میں سورج ایک ذرہ نظر آئے

کادمے کو بود بے مثل و فرید — دیدۂ ابلیس جز طینے ندید
جیسا کہ آدمؑ، جو کہ بے مثل اور یکتا تھے — شیطان کی آنکھ نے مٹی کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

چشمِ دیوانہ بہارش دے نمود — زاں طرف جنبید کو را خانہ بود
شیطانی آنکھ نے (موسم) بہار کو خزاں دکھایا — اُسی طرف گئی جو اُس کا مقام تھا

اے بسا دولت کہ آید گاہ گاہ — پیشِ بے دولت بگردد او ز راہ
بہت سی دولتیں ہیں جو کبھی کبھی حاصل ہوتی ہیں — بدبخت کے لئے وہ راستہ سے لوٹ جاتی ہیں

اے بسا معشوق کاید ناشناخت — پیشِ بدبختے نداند عشق باخت
بہت سے معشوق ہیں جو بغیر جان پہچان آجاتے ہیں — ایک بدبخت کے سامنے جو عشقبازی نہیں جانتا ہے

احمقاں را ایں چنیں حرماں چراست — می قساز د گمرہاں را راہِ راست
بیوقوفوں کی ایسی محرومی کیوں ہے؟ — گمراہوں کو سیدھا راستہ موافق نہیں آتا ہے

ایں غلط دہ دیدہ را حرمانِ ماست — ویں مقلبِ قلب اسوء القضاست
آنکھ کو غلط دکھانے والی ہماری محرومی ہے — اور یہ ہمارے دل کو پھیرنے والی بُری تقدیر ہے

چوں بُتِ سنگیں شمارا قبلہ شد — لعنت و کوری شمارا ظلہ شد
جب پتھر کا بُت تمہارا قبلہ بن گیا — لعنت اور اندھاپن تمہارا سائبان بن گیا

چوں بشاید سنگ تاں انبازِ حق — چوں نشاید عقل و جاں ہمرازِ حق
تمہارے پتھر کا اللہ (تعالیٰ) کا شریک ہونا کیسے مناسب ہوا — عقل اور روح کو اللہ (تعالیٰ) کا ہمراز بنانا کیوں؟ (نہ مناسب ہوا)

پشہ مُردہ ہما را شد شریک — چوں نشاید زندہ ہمرازِ ملیک
مرا ہوا مچھر، ہُما کا شریک بن گیا — زندہ کا اللہ (تعالیٰ) کا ہمراز ہونا کیوں مناسب نہ ہوا؟

بُت کو تو اللہ کا شریک سمجھ رہے ہو لیکن عقل اور جان کو اللہ کا ہمراز سمجھنے میں تمہیں اشکال پیش آرہا ہے۔ پشہ مُردہ۔ یعنی پتھر کا بُت۔ ہما۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ ملیک۔ اللہ تعالیٰ۔

ا۔ چہ۔ جس کو اللہ کے تقرب سے وہ مرتبہ حاصل ہو جو آسمان سے بھی بلند ہے وہ تمہاری سرداری کا کیا خواہشمند ہو سکتا ہے۔ چہ شرف جس سمندر میں موتی بھرے ہوں اُس کو گوبر بھری کشتی سے کیا شرافت حاصل ہو سکتی ہے۔ اے دریغ۔ وہ آنکھ قابلِ افسوس ہے جس کو آفتاب ذرہ نظر آئے۔ کادمے۔ یہ شیطانی آنکھ ہے کہ اس نے حضرت آدمؑ کے پتلے کی مٹی کو دیکھا اور اُن کے باطنی اوصاف کو نہ دیکھا۔

٢۔ چشمِ دیوانہ۔ شیطان کو شیطانی آنکھ نے حقیقت کے خلاف دکھایا حضرت آدمؑ جو بمنزلہ بہار تھے وہ اُس کو خزاں نظر آئے خود ذلیل تھا اُس کی نگاہ ذلیل چیز پر پڑی۔ اے بسا۔ بدبختوں کو قیمتی دولت حاصل نہیں ہوتی۔ ناشناخت۔ ناقدروں کو دولت ملتی ہے لیکن وہ اُس کی قدر نہیں کرتے۔ حرماں۔ یعنی احمقوں کی محرومی کا سبب اُن کی حرمان نصیبی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُن پر مسلط ہے۔

٣۔ چوں۔ انبیاء نے اہلِ سبا سے کہا چونکہ تم بت پرستی میں مبتلا ہوگئے ہو اس لئے لعنت اور اندھاپن تم پر مسلط ہو گیا ہے۔ چوں بشاید۔ تمہارے اندھے پن کی یہ علامت ہے کہ پتھر کے

آں[1] بُتِ مُردہ تراشیدہ شماست | پیکرِ زندہ تراشیدہ خداست

وہ مُردہ بُت، تمہارا گھڑا ہوا ہے | زندہ پیکر، خدا کا بنایا ہوا ہے

عاشقِ خویش اند و صنعتِ کردِ خویش | دُمِّ ماراں را سرِ مارست کیش

وہ اپنے اور اپنی دستکاری کے عاشق ہیں | سانپوں کی دُم کا مذہب سانپ کا سَر ہے

نے دراں دُم دولتے و نعمتے | نے دراں سَر راحتے و لذّتے

نہ اُس دُم میں کوئی دولت اور نعمت ہے | نہ اُس سَر میں کوئی راحت اور لذت ہے

گِردِ سَر گرداں بُوَد آں دُمِّ مار | لائق اند و درخورند آں ہر دو یار

وہ سانپ کی دُم سَر کے چاروں طرف گھومتی رہتی ہے | وہ دونوں دوست لائق اور مناسب ہیں

آنچناں[2] گوید حکیمِ غزنوی | در الٰہی نامہ گر خوش بشنوی

غزنوی دانا، ایسا ہی فرماتے ہیں | الٰہی نامہ میں اگر تو اچھی طرح سُنے

کم فضولی کن تو در حکمِ قدر | درخور آمد شخصِ خر با گوشِ خر

تقدیر کے فیصلے میں تو بکواس نہ کر | گدھے کا جسم گدھے کے کان کے لائق ہے

شد مناسب عضوہا و بدانہا | شد مناسب وصفہا با جانہا

اعضا، اور بدن مناسبت سے بنے ہیں | اوصاف، جانوں کے مناسب ہیں

وصف[3] ہر جانے مناسب باشدش | بیگماں با جاں کہ حق بتراشدش

ہر روح کی صفت اس کے مناسب ہوتی ہے | یقیناً اللہ تعالیٰ، اُس کو روح کے مناسب پیدا کرتا ہے

چوں صفت با جاں قرین کرد ست او | پس مناسب دانش ہمچوں چشم و رو

جبکہ اُس نے صفت کو روح کا ساتھی بنایا ہے | تو اُس کو چہرے اور آنکھ کی طرح مناسب سمجھ

شُد مناسب وصفہا در خوب و زشت | شُد مناسب حرفہا کہ حق نوشت

اچھائی اور بُرائی میں مناسب صفتیں پیدا ہوئی ہیں | جو حروف اللہ تعالیٰ نے لکھے وہ مناسب ہیں

دیدہ و دل ہست بینَ الاصبعین | چوں قلم در دستِ کاتب اے حسین

آنکھ اور دل دو انگلیوں کے درمیان ہیں | اے حسین! جیسا کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم

اِصبعِ لطف ست و قہرے در میان | کِلکِ دل با قبض و بسطے زیں بنان

مہر اور قہر کی انگلی ہے، درمیان میں | ان سرانگشت سے دل کا قلم تنگی اور کشادگی میں ہے

---

[1] آں بت۔ بُت جو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے تراشا وہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہو گیا لیکن تمہارے نزدیک انسان جو اللہ کا بنایا ہوا ہے وہ اللہ کا ہمراز نہیں ہو سکتا۔ عاشق۔ تو تم دراصل اپنے اور اپنی مصنوعات کے عاشق ہو۔ دُمِّ ماراں۔ سانپ کی دُم سانپ کے سَر کی اطاعت کرتی ہے، مثل مشہور ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔ گرد سَر۔ جس جانب منہ جائیگا اُسی جانب اُس کی دُم جائیگی۔ دو یار یعنی سانپ کی دُم اور سَر۔

[2] آنچناں۔ حکیم سنائی غزنوی نے الٰہی نامہ میں جو باتیں سمجھائی ہیں اُن کو بیان کر کے یہ بات بتاتے ہیں کہ کفار کی محرومی اور اُن کی عجیب عقل پر تعجب کی ضرورت نہیں ہے اُس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں مضمر ہیں وہی اپنی حکمتوں کو خوب سمجھتا ہے۔ کم فضولی۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں زیادہ باتیں بنا بیکار ہیں اُس نے ہر کام مناسبت سے کیا ہے عضوہا۔ اللہ تعالیٰ نے سارے اعضاء اور بدنوں میں خاص تناسب رکھا ہے ہر روح میں اسکے مناسب اوصاف پیدا فرمائے ہیں۔

[3] وصف۔ ہر جان کے اوصاف اسکے مناسب پیدا فرمائے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے ایک روح کیلئے صفت کفر پیدا فرمائی ہے تو وہی صفت اُسکے مناسب تھی۔ شد مناسب۔ قلمِ تقدیر نے جو حرف لکھے وہی اس شخص کے مناسب تھے۔ دیدہ و دل۔ انسان کا دل اور آنکھ قدرت کی دو انگلیوں کے قبضہ میں ہیں وہ جس طرف چاہتی ہیں انکا رُخ موڑ دیتی ہیں۔ اِصبع۔ جن دو انگلیوں کے درمیان میں قلمِ دل ہے وہ ایک قہر کی انگلی ہو دوسری لطف کی انگلی ہو۔ بنان۔ بنانۃ کی جمع سرِانگشت

اے قلم بنگر گر اجلالیستی — کہ میانِ اصبعین کیستی

اے قلم! اگر تو خدائی ہے تو خیال رکھ — کہ تو کس کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے؟

جملہ قصد و جنبشت زیں اصبع ست — فرقِ تو بر چار راہِ مجمع ست

تیرا سب ارادہ اور حرکت اس انگلی سے ہے — تیرا فرق مجمع کے چوراہے پر ظاہر ہونیوالا ہے

ایں حروفِ حالہات از نسخِ اوست — عزم و فسخت ہم ز عزم و فسخِ اوست

تیرے احوال کے حروف اس کی تحریر کے ہیں — تیرا ارادہ اور اسکو فسخ کرنا اسی کے ارادے اور فسخ کرنے سے ہے

جز نیاز و جز تضرع راہ نیست — زیں تقلب ہر قلم آگاہ نیست

دعا اور عاجزی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے — اس گردش سے ہر قلم باخبر نہیں ہے

ایں قلم داند و لے بر قدرِ خود — قدرِ خود پیدا کند در نیک و بد

اسکو قلم جانتا ہے لیکن اپنے مرتبہ کی بقدر — اچھائی اور برائی میں اپنا مرتبہ سمجھ لیتا ہے

انچہ در خرگوش و پیل آویختند — تا ازل را با حیل آمیختند

وہ جو کچھ خرگوش اور ہاتھی کے قصے سے متعلق کیا — حتیٰ کہ حکمت ازلی کو (دنیاوی) حیلوں سے ملا دیا

بیانِ آنکہ ہر کس را نرسد مثل آوردن خاصّہ در کارِ الٰہی

اس کا بیان کہ ہر شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ مثال بیان کرے خصوصاً اللہ تعالےٰ کے کام کی

کے رسد تا ایں مثلہا ساختن[5] — سوئے آں درگاہِ پاک انداختن

ان کو کیا حق تھا کہ انھوں نے یہ مثالیں گھڑیں — اس پاک دربار کی جانب منسوب کیں

آں مثل آوردن آں حضرت ست — کہ بعلمِ سر و جہر او آیت ست

مثال دینا اس دربار کا (حق) ہے — کہ جس کا غیب اور شہادت کا علم واضح ہے

تو چہ دانی سرِ چیزے تا تو کل — تا بزلف و یا برخ آری مثل

تو کسی چیز کا راز کیا جانے جب تک تو گونگا ہے — تا کہ تو زلف یا رخسار کی مثال بیان کرے

موسیٰؑ آں را کہ عصا دید و نبود — اژدہا بُد سرِ او لب می کشود

موسیٰؑ نے جس کو عصا دیکھا اور وہ عصا نہ تھا — اژدہا تھا اس کے راز کو ہونٹ کھولتا تھا

وہ خیال ہے اس سے اس کو پوری واقفیت ہو۔ کلّ۔ گونگا اگر زلف اور رخ کی مثالیں بیان کرے تو لامحالہ غلط ہوں گی کیونکہ وہ خود زلف کی حقیقت سے ناواقف ہے۔ موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ جیسا نبی اپنے عصا کی حقیقت سے ناواقف تھے وہ اس کو محض لاٹھی سمجھے حالانکہ وہ اژدھا تھا اس نے ہونٹ چلائے تو ان پر راز منکشف ہوا تو جب حضرت موسیٰؑ کا علم بھی ناقص ہے تو تم ان نفسانی خواہشوں کی حقیقت جو کہ دراصل شیطانی دام و دانہ ہیں کیا سمجھ سکتے ہو۔

[1] اے قلم۔ دل کو ہمیشہ اس کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے کہ وہ کس ذات کے قبضہ میں ہے۔ جملہ۔ انسان کے تمام حرکات و سکنات اس انگلی کی وجہ سے ہیں انسان اور انسان میں جو فرق ہے وہ قیامت کے چوراہے پر ظاہر ہوگا۔ ایں حروف۔ انسان کو جو حالات پیش آتے ہیں وہ قلم تقدیر کے لکھے ہوئے ہیں۔ عزم۔ بعض بزرگوں نے کہا ہے۔ عَرَفْتُ رَبِّی بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ میں نے اپنے پروردگار کو اپنے ارادوں کے فسخ ہونے سے پہچانا۔ جز نیاز۔ علم تقدیر کے لکھے ہونے سے نجات کا راستہ صرف عاجزی اور گریہ ہے تقلب۔ یعنی حالات کا تغیر۔

[2] قلم۔ یعنی انسان کا دل۔ ایں قلم۔ کچھ لوگ اپنے دل کے احوال سے اپنی اچھائی اور برائی کا اندازہ لگالیتے ہیں۔ آنچہ۔ اب مولانا نے پھر اہل سبا کے قصہ کی طرف رخ کیا ہے اہل سبا نے رسولوں اور خدا کو کلیلہ و دمنہ کے قصہ میں خرگوش اور ہاتھی سے تشبیہ دی تھی۔ آزلی۔ یعنی ازلی حکمت۔ حیل۔ یعنی دنیاوی حیلے۔

[5] کے رسد۔ اہل سبا کو یہ حق نہ تھا کہ وہ اس طرح کی مثالیں جناب باری تعالیٰ کے لئے گھڑیں۔ آں مثل۔ صحیح مثال وہی دے سکتا ہے جس کو خیال اور جس کے لئے

چوں چناں شاہے نداند سر چوب
جبکہ ایسا شاہ، لکڑی کے راز کو نہ سمجھے

تو چہ دانی سرّ ایں دام و حبوب
تو اس جال اور دانوں کے راز کو کیا سمجھے گا؟

چوں غلط شد چشم موسیٰؑ در مثل
جب مثال دینے کے معاملہ میں حضرت موسیٰؑ کی آنکھ کو غلطی ہو گئی

چوں کند موشے فضولی[1] مدخل
تو فضول چوہا اس میں کیا سوراخ بنا سکتا ہے؟

آں مثالت را چو اژدرہا کند
وہ تیری مثال کو اژدہا جیسا بنا دیتا ہے

تا بپاسخ جزو جزوت بر کند
تاکہ جواب میں تیرے جزو جزو اکھاڑ دے

ایں مثال آورد ابلیس لعیں
ملعون شیطان، یہ مثال لایا

تا کہ شد ملعون حق تا یوم دیں
یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے قیامت تک کے لئے ملعون ہو گیا

ایں مثال آورد قاروں[2] از لجاج
قارون جھگڑے سے یہ مثال لایا

تا فرو شد در زمیں با تخت و تاج
یہاں تک کہ تخت و تاج کے ساتھ زمین میں دھنس گیا

ایں مثال آورد نمرودِ جہول
جاہل نمرود، یہ مثال لایا

تا کہ پشّہ مغز سر خوردش عجول
یہاں تک کہ مچھر نے جلدی سے اس کے سر کا مغز کھا لیا

ایں مثال آورد فرعون از غلط
فرعون غلطی سے یہ مثال لایا

تا کہ اندر آبِ دریا شد سقط
یہاں تک کہ دریا کے پانی میں بیکار بن گیا

ایں مثال اندیش گشتہ قومِ عاد[3]
قومِ عاد، یہ مثال سوچنے والی بنی

کاستخواں شاں خرد و مرد آمد بباد
کہ ان کی ہڈیاں ہوا سے ریزہ ریزہ ہو گئیں

ایں مثال آورد ہر بدبختِ دوں
ہر بدبخت کمینہ یہ مثال لایا

تا کہ شد در قعرِ دوزخ سرنگوں
یہاں تک کہ دوزخ کی گہرائی میں اوندھا ہو گیا

ایں مثالت را چو زاغ و بوم داں
تو اس مثال کو کوّا اور اُلّو سمجھ

کاز ایشاں پست شد صد خانداں
کہ ان کی وجہ سے سینکڑوں خاندان تباہ ہو گئے ہیں

مثلہا زدن قومِ نوحؑ باستہزا در زمان کشتی ساختن او

قومِ نوحؑ کا حضرت نوحؑ کے کشتی بنانے کے وقت مذاق میں مثال بیان کرنا

نوحؑ اندر بادیہ کشتی بساخت
حضرت نوحؑ نے جنگل میں کشتی بنائی

صد مثل گو از پئے تسخر بتاخت
سینکڑوں مثال دینے والے مذاق کیلئے دوڑے

زاغ و بوم۔ یہ تباہی اور نحوست کی علامتیں ہیں۔ مثلہا۔ اوپر بتایا تھا کہ غلط دلائل سے قومیں تباہ ہوئی ہیں اب اس کو مثال سے سمجھاتے ہیں۔ بادیہ جنگل۔

[1] فضولی۔ بغیر اختیار کے کام کرنے والا۔ مدخل۔ سوراخ، گھسنے کی جگہ۔ آں مثالت۔ غلط مثالیں دینا خود مثال دینے والے کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے کہا۔ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ "اے اللہ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اس آدم کو مٹی سے" لہٰذا میں اس سے افضل ہوں تو اس کو سجدہ کیوں کروں۔

[2] قارون۔ قارون سے کہا گیا کہ اللہ نے تجھے جو دولت دی اس کے ذریعہ آخرت کا طالب بن تو اس نے کہا اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ یعنی یہ دولت میرے علم اور تدبیر سے مجھے حاصل ہوئی ہے اس میں کسی کا کیا دخل ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ نمرود۔ نمرود نے خدائی کا دعویٰ کیا اور کہا اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ یعنی لوگوں کی موت اور زندگی میرے قبضہ میں ہے۔ عجول۔ جلد باز۔ فرعون۔ فرعون نے کہا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی میں تمہارا بڑا خدا ہوں۔ سقط۔ بیکار چیز۔

[3] قومِ عاد۔ حضرت ہودؑ کے ساتھ اُن لوگوں نے غلط باتیں کیں تو آندھی سے ہلاک ہو گئے۔ دیں مثالت۔ یعنی غلط مثالوں اور غلط دلائل سے قومیں تباہ ہوئی ہیں۔ تسخر۔ مذاق۔

دَر بیابانے کہ چاہ و آب نیستؔ[1] — می کُنَد کشتی چہ ناداں ابلہیست
اُس جنگل میں جہاں کنواں اور پانی نہیں ہے — وہ کشتی بنا رہا ہے، کس قدر ناداں اور بیوقوف ہے

آں یکے میگفت ایں کشتی بتاز — واں یکے میگفت پّرش ہم بساز
ایک کہتا تھا کہ اس کشتی کو دوڑا — اور ایک کہتا تھا کہ اس کے پر بھی لگا

آں[2] یکے میگفت دُنبالش کژ است — واں یکے میگفت پشتش کژ مژ است
ایک کہتا تھا کہ اس کا دُنبالہ ٹیڑھا ہے — ایک کہتا تھا کہ اس کی پشت ٹیڑھی میڑھی ہے

آں یکے میگفت پالانش کجاست — واں یکے میگفت پایش کج چراست
ایک کہتا تھا کہ اس کا پالان کہاں ہے؟ — ایک کہتا تھا کہ اس کا پایہ ٹیڑھا کیوں ہے؟

آں یکے میگفت کایں مشکِ تہی ست — واں یکے میگفت ایں خر بہر کیست
ایک کہتا تھا کہ یہ خالی مشکیزہ ہے — ایک کہتا تھا کہ یہ گدھا کس کے لئے ہے

آں یکے میگفت بیکاری مگر — یا شدی فرتوت و عقلت شد ز سر
ایک کہتا تھا کہ شاید تو بیکار ہے — یا تو کھوسٹ ہو گیا ہے اور تیرے سر سے عقل نکل گئی ہے

او ہمی گفت ایں بفرمانِ خداست — ایں بچربکہا نخواہد گشت کاست
وہ کہتے تھے، کہ یہ خدا کے حکم سے ہے — یہ ٹھٹھول سے نہ گھٹے گی

حکایتِ[3] آں دُزد کہ پرسیدند چہ میکُنی دَر نیم شب دَر زیرِ ایں دیوار، گفت دُہل می زنم

اُس چور کی حکایت جس سے دریافت کیا کہ تو آدھی رات میں اس دیوار کے پاس کیا کر رہا ہے؟ اُس نے کہا ڈھول بجا رہا ہوں

ایں مثل بشنو کہ شب دُزدِ عنید — دَر بُنِ دیوار حفرہ می بُرید
یہ مثال سن، کہ رات میں ایک سرکش چور — دیوار کی جڑ میں گڑھا کھود رہا تھا

نیم بیدارے کہ او رنجور بود — طقطقِ آہستہ اش رامی شنود
ایک ادھ کچری نیند والا جو کہ بیمار تھا — اُس کی آہستہ کھٹ کھٹ کو سن رہا تھا

رفت بر بام و فرو آویخت سر — گفت اُورا دَر چہ کاری اے پدر
وہ کوٹھے پر چڑھا اور سر کو جھکایا — اس سے کہا بابا! تو کس کام میں لگا ہے؟

خیر باشد نیم شب چہ میکُنی — تو کئی گفتا دُہل زن اے سنی
خیر تو ہے، آدھی رات میں تو کیا کر رہا ہے؟ — تو کون ہے؟ اُس نے کہا اے بزرگ! ڈھول بجانے والا (ہوں)

---

[1] آب نیست..... کشتی کی وہاں ضرورت ہوتی ہے جہاں دریا ہو یہاں خشک جنگل ہے اس میں نوحؑ کشتی کیوں بنا رہے ہیں۔ بتاؤ یعنی یہ کشتی خشکی میں دوڑانے کی ہے لہٰذا اس کو جنگل میں دوڑا۔ پرش اس کشتی کے پر لگا تاکہ اڑ سکے پانی تو موجود نہیں کہ اس میں چلے گی۔

[2] آں یکے۔ مذاق میں کوئی حضرت نوحؑ سے کہتا کہ اس کشتی کا پچھلا حصہ ٹیڑھا ہے کوئی کہتا کہ اس کی پشت ٹیڑھی ہے کوئی مذاق میں کہتا کہ اس گدھے کا پالان کہاں ہے کوئی کہتا کہ اس کا پایہ ٹیڑھا ہے۔ مشک۔ کوئی کشتی کو مشک بتاتا کوئی اس کو گدھا قرار دیتا۔ او ہمی حضرت نوحؑ جواب میں فرماتے کہ یہ کشتی خدا کے حکم سے بنا رہا ہوں اور تمہارے مذاق اڑانے سے اس میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔

[3] حکایت حضرت نوحؑ نے قوم سے فرمایا تھا۔ اِن تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون یعنی جس طرح آج تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو آئندہ دیکھنا ہم تمہارا مذاق اڑائیں گے۔ اسی مناسبت سے مولانا نے یہ حکایت نقل کی ہے عنید جھگڑالو۔ حفرہ گڑھا طقطق کھٹ کھٹ گفت اُورا اُس بیمار گھر والے نے چور سے کہا خیر باشد یعنی

در چہ کاری گفت می کوبم دُہل
توکس کام میں (مصروف) ہے اُسنے کہا ڈھول بجا رہا ہوں

گفت کو بانگِ دُہل اے بوُشبل[1]
اُسنے کہا اے مختلف طریقوں والے ڈھول کی آواز کہاں ہے

گفت فردا بشنوی ایں بانگ را
اُس نے کہا تو اس آواز کو کل سُن لے گا

نعرہ یا حسرتا وا ویلتا
یا حسرتا واویلا کا نعرہ

من چو رفتم بشنوی بانگِ دُہل
میں جب چلا جاؤں گا تو ڈھول کی آواز سُن لیگا

آن زماں واقف شوی بر جزو و کل
اُس وقت تو جزو و کل سے واقف ہو جائے گا

در غلط افتادہ اے نیم خام
اے ادھ کچرے! تو غلطی میں پڑا ہوا ہے

پختہ شو در آتشِ حق والسلام
اللہ (کے عشق) کی آگ میں پختہ بن والسلام

آن دروغ ست و کژ و بر ساختہ
وہ (مثال) جھوٹی اور ٹیڑھی اور بناوٹی ہے

سرِّ آن کژ را تو ہم نشناختہ
اُس ٹیڑھی کے راز کو بھی تو نے نہیں پہچانا ہے

جوابِ آن مثل کہ منکران گفتند از رسالت خرگوش

خرگوش کے قاصد بننے کی مثال جو منکروں نے بیان کی اُس کا جواب

سرِّ آں خرگوش داں دیو فضول
اُس خرگوش کا راز سمجھ کہ وہ نالائق شیطان ہے

کہ بہ پیش نفس[2] تو آمد رسول
جو کہ تیرے نفس کے سامنے قاصد بن کر آیا

تا کہ نفسِ گول را محروم کرد
یہاں تک کہ احمق نفس کو اُس نے محروم کر دیا

ز آبِ حیوانے کہ از وے خضر خورد
اُس آبِ حیات سے جو خضر نے پیا

باز گونہ کردہ معنیش را
تو نے اس کے معنیٰ کو اُلٹ دیا

کفر گفتی مستعد شو بیش را
تو نے کفر کیا، سزا کے لئے تیار ہو جا

اضطراب ماہ گفتی در زلال
صاف پانی میں تو نے چاند کا حرکت کرنا بیان کیا

کہ بترسانید پیلاں را شغال
جس سے گیدڑ نے ہاتھیوں کو ڈرایا

قصۂ خرگوش و پیل آری و آب
تو خرگوش اور ہاتھی اور پانی کا قصہ بیان کرتا ہے

خشیتِ پیلان ز مہ در اضطراب
چاند کے ہلنے سے ہاتھیوں کا ڈرنا (بیان کرتا ہے)

ایں[3] چہ ماند آخر اے کوران خام
اے اندھو (عقل کے)، بچو! یہ کیا مشابہت رکھتا ہے؟

با مہے کہ شد زبونش خاص و عام
اُس چاند سے جس کے خاص و عام تابع ہیں

مخلوقات وہ خالق کے کیسے مشابہ ہو سکتی ہیں۔ تمام جہاں اُس کا محکوم ہے۔

[1] بوشبل۔ مختلف طریقوں والا ہو گھبوں والا۔ نعرہ یعنی تیرا سب ٹٹ جائیگا اور تو واویلا کریگا تو وہ میرے ڈھول کی آواز ہوگی جو تو سُن لیگا۔ حق یعنی جب میں چلا جاؤنگا تب تجھے سب یہ معلوم ہو جائیگا۔ در غلط۔ یہ انبیاء کا مقولہ ہے کہ تم لوگ غلط مثالیں دے رہے ہو ایک غلطی تو یہ ہے کہ وہ مثال خود فرضی ہے پھر غلطی یہ ہے کہ اس افسانے اور فرضی قصہ کی حقیقت نہیں سمجھے جواب۔ اب مولانا اس قصہ کا واقعی مطلب سمجھاتے ہیں۔ خرگوش۔ اس سے مراد شیطان ہے۔

[2] پیش نفس۔ احمق سے مراد نفس انسانی ہے۔ آب۔ پانی سے مراد وہ آبِ حیات ہے جو خضر نے حاصل کر لیا تھا یعنی شیطان نفس کو گمراہ کر کے آبِ حیات سے محروم کرتا ہے۔ گول۔ احمق۔ باز گو۔ اہلِ سبا نے اس قصہ کو اُلٹ کر خرگوش سے انبیاء مراد لئے۔ کفر۔ انبیاء کو دھوکہ باز خرگوش سے تشبیہ دینا کفر ہے۔ بیش یعنی سزا۔ زلال۔ صاف پانی۔ شغال یعنی گیدڑ۔

[3] ایں چہ۔ یعنی اس قصہ میں تم نے آسمان کے چاند کو اللہ سے تشبیہ دی یہ تشبیہ انتہائی غلط ہے، آسمان کا چاند اللہ تعالےٰ سے کیا مشابہ ہو سکتا ہے۔ جملہ مخلوقات خواہ چاند ہو یا سورج یا دیگر

چہ مہ وچہ آفتاب وچہ فلک — چہ عقول وچہ نفوس وچہ ملک

کیا چاند، اور کیا سورج، اور کیا آسمان — کیا عقلیں، اور کیا جانیں، اور کیا فرشتہ

چہ وحوش وچہ طیور وچہ جماد — چہ ملوک وچہ گدا چہ کیقباد

کیا وحشی جانور، اور کیا پرندے اور کیا پتھر — کیا بادشاہ، اور کیا فقیر، کیا شہنشاہ

چہ بلاد وچہ جبال وچہ بحار — چہ مہ وچہ سال وچہ لیل ونہار

کیا شہر، اور کیا پہاڑ، اور کیا سمندر — کیا مہینہ، اور کیا سال، اور کیا رات اور دن

چہ[1] تراب وآب وچہ باد وچہ نار — چہ خریف وصیف وچہ دے وچہ بہار

کیا مٹی اور پانی، اور کیا ہوا، اور کیا آگ — کیا جاڑا اور گرمی، اور کیا خزاں، کیا بہار

جملہ اندر حکم و در فرمانِ او — ہمچو گوئے در خمِ چوگانِ او

سب اس کے حکم اور فرمان میں ہیں — جیسا کہ گیند، بلّے کے خم میں

آفتابِ آفتابِ آفتاب — ایں چہ میگویم مگر ہستم بخواب

سورج کے سورج کا سورج (ہے) — میں یہ کیا کہہ رہا ہوں؟ شاید میں نیند میں ہوں

صد ہزاراں شہر را خشمِ شہاں — سر نگوں کردست اے بدگوہراں

شاہوں کے غصہ نے، لاکھوں شہر — اے بد اصلو! اوندھے کردیئے ہیں

کوہ بر خود میشگافد صد شکاف — آفتابے چوں خراسے در طواف

پہاڑ خود سینکڑوں ٹکڑے بن جاتا ہے — سورج پنچکی کے گدھے کی طرح چکر میں ہے

خشمِ مرداں[2] خشک گرداند سحاب — خشمِ دلہا کرد عالمہا خراب

مردانِ (خدا) کا غصہ ابر کو خشک کر دیتا ہے — دلوں کے غصہ نے جہانوں کو تباہ کر دیا ہے

بنگرید اے مردگانِ بے حنوط — در سیاستگاہ شہرستانِ لوط

اے خوشبو نہ ملے ہوئے مُردو! دیکھ لو — لوط کے شہر کی عذاب گاہ کو

پیل[3] خود چہ بود کہ سہ مرغِ پراں — کوفتند آں پیلگاں را استخواں

ہاتھی خود کیا ہے کہ تین (چار) اڑنے والے پرندوں نے — ان ہاتھیوں کی ہڈیاں توڑ دیں

اضعفِ مرغاں ابابیل ست و او — پیل را بدرید و نپذیرد رفو

ابابیل کمزور ترین پرندہ ہے، اور اس نے — ہاتھی کو ایسا پھاڑا جس کا رفو نہیں ہو سکتا

کیست کو نشنید آں طوفانِ نوح — یا مصافِ لشکرِ فرعون و روح

کون ہے جس نے طوفانِ نوحؑ کے بارے میں نہ سنا ہو — یا فرعون اور حضرت جبرئیلؑ کا معرکہ

۱ چہ تراب۔ یعنی چاروں عنصر۔ خریف۔ موسم بہار، فصل خزاں۔ آفتاب۔ پہلا یعنی آفتابِ حقیقت دوسرا یعنی روشنی تیسرا یعنی خورشید فلک۔ ہستم بخواب۔ یعنی یہاں ذاتِ حق کو آفتاب سے تعبیر کرنا بھی درست نہیں ہے۔ صد ہزاراں۔ اب مولانا اہلِ سبا کی گستاخی پر انکو تنبیہ کرتے ہیں کہ تمہاری تو کیا حقیقت ہے انبیاء کی ناراضی بہت سے شہروں کی تباہی کا سبب بنی ہے اُس کی وجہ سے پہاڑ شق ہوئے ہیں سورج پنچکی کے گدھے کی طرح اُن کا طواف کرتا ہے

۲ مرداں۔ انبیاء۔ سحاب۔ ابر۔ دلہا۔ یعنی انبیاء کے دل۔ حنوط۔ ایک مرکب خوشبو ہے جو مُردے کے بدن پر مل دی جاتی ہے۔ لوطؑ۔ حضرت لوطؑ کی ناراضی سے بستیاں ویران ہوئیں۔

۳ پیل خود چہ۔ ابرہہ کے ہاتھیوں کا لشکر ابابیلوں کی کنکریوں سے ہلاک ہوا۔ نوحؑ۔ حضرت نوحؑ کی ناراضی سے قوم پر پانی کا طوفان آیا۔ لشکرِ فرعون۔ حضرت موسیٰؑ کی ناراضی سے قوم فرعون کو جبرئیل نے دریا میں غرق کر دیا۔

روحِ شاں بشکست و اندر آب ریخت
حضرت جبرئیلؑ نے انکو شکست دی اور پانی میں بہا دیا
ذرہ ذرہ آبِ شاں بر می گسیخت
پانی اُن کو ذرہ ذرہ کرتا تھا

کیست کو نشنید احوالِ ثمود[1]
کون ہے جس نے ثمود کے احوال نہ سُنے ہوں؟
وانکہ صرصر عادیاں را می ربود
اور یہ کہ عاد والوں کو آندھی اُچک رہی تھی

چشم باری در چناں پیلاں گشا
اب آنکھ ایسے ہاتھیوں میں کھول
کہ بُدندے پیل کُش اندر وغا
جو ہاتھیوں کو جنگ میں مار ڈالنے والے تھے

آنچناں پیلان و شاہانِ ظلوم
ایسے ہاتھی اور ظالم بادشاہ
زیرِ خشمِ دل ہمیشہ در رجوم[2]
(صاحب) دل کے غصہ کے ماتحت ہمیشہ سنگباری میں ہیں

تا ابد از ظلمتے در ظلمتے
ہمیشہ کے لئے ظُلم کی وجہ سے اندھیرے میں
میروند و نیست غوث و رحمتے
جا رہے ہیں، اور کوئی فریاد اور رحمت نہیں ہے

نامِ نیک و بد مگر نشنیدہ اید
شاید تم نے نیک اور بد کا نام نہیں سُنا ہو
جملہ دیدند و شما نادیدہ اید
سب نے دیکھ لیا ہے اور تم نے نہیں دیکھا ہو

دیدہ را نادیدہ می آرید و لیک
دیکھے ہوئے کو اَن دیکھا تصور کر رہے ہو لیکن
چشمِ تاں را واکشاید مرگ نیک
موت تمہاری آنکھ کو اچھی طرح کھول دے گی

گر دو عالم پُر بود خورشید و نور
اگر دونوں جہان سورج اور نور سے پُر ہوں
چوں روی در ظلمتے مانندِ کور
ق جبکہ تو اندھوں کی طرح اندھیرے میں چلے

بے نصیب آئی ازاں نورِ عظیم
اُس عظیم نور سے تو بہرہ ور نہ ہو گا
بستہ روزن باشی از ماہِ کریم
اس عظیم چاند کی طرف سے تیرا روشندان بند ہو گا

تو درون چاہ رفتستی[3] ز کاخ
تو محل سے گر کر کنوئیں میں چلا گیا ہے
چہ گنہ دارد جہانہائے فراخ
وسیع جہانوں کی کیا خطا ہے

جاں کہ اندر وصفِ گرگی ماند او
وہ جان جو بھیڑیئے پن میں رہی
چوں ببیند روئے یوسف را بگو
بتا، وہ یوسفؑ کا چہرہ کیسے دیکھے گی؟

لحنِ داؤدی بسنگ و کہ رسید
(حضرت) داؤدؑ کا نغمہ پتھر اور پہاڑ تک پہنچ گیا
گوشِ آں سنگیں دلانش کم شنید
اُن سنگدلوں کے کان نے نہ سُنا

آفریں بر عقل و بر انصاف باد
عقل اور انصاف کو شاباش ہے
ہر زماں واللہ اعلم بالرشاد
ہر دور میں، اور خدا ہدایت کو زیادہ جانتا ہے

[1] ثمود۔ حضرت صالحؑ کی اونٹنی کو ذبح کرنے کی وجہ سے چیخ کے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ عادیاں۔ حضرت ہودؑ کی نافرمانی سے تباہ ہوئے۔ پیلاں۔ وہ کفار جو طاقتور ہاتھیوں کی طرح تھے۔ وغا۔ جنگ۔

[2] رجوم۔ سنگساری۔ ظلمت۔ ظُلم۔ ظلمت۔ تاریکی۔ غوث۔ مدد۔ دیدہ را۔ یعنی تم ان تمام دیکھی بھالی چیزوں کو ان دیکھا بنا رہے ہو۔ کشاید نیک۔ اچھی طرح کھول دے گی۔ گر دو عالم۔ جبکہ انسان خود اپنے آپ کو اندھا بنا لے تو وہ نور سے محروم رہتا ہے۔ روزن۔ روشندان۔

[3] تو درون۔ اگر کوئی خود اپنے آپ کو کنوئیں میں گرا لے اور دنیا کی وسعت سے محروم ہو جائے تو اس میں دنیا کا کیا قصور ہے۔ کاخ۔ محل۔ وصفِ گرگی۔ یعنی نفسانی عیب حرص طمع وغیرہ۔ یوسفؑ۔ یعنی انبیاء و اولیاء۔ لحنِ داؤدی۔ یعنی انبیاء کے معجزات سے غیر ذی روح تک متاثر ہوئے ہیں لیکن سنگدل انسان متاثر نہیں ہوتا۔ آفریں۔ عقل و انصاف ہو تو انسان حقیقت کو سمجھ لیتا ہے، اہلِ سبا عقل و انصاف سے بے بہرہ ہیں۔

صَدِّقُوا رُسُلاً کِرَاماً یَا سَبَا — صَدِّقُوا رُوحاً سَبَاہَا مَنْ سَبَا
اے سبا (والو)! شریف رسولوں کی تصدیق کرو — اُس رُوح کی تصدیق کرو جس کو قید کیا ہے جس نے بھی قید کیا ہے

صَدِّقُوہُمْ ہُمْ شُمُوسٌ طَالِعَہ — یُؤْمِنُوکُمْ مِنْ مَخَازِی الْقَارِعَہ
اُن کی تصدیق کرو وہ طلوع کرنے والے سورج ہیں — وہ تمہیں قیامت کی رُسوائیوں سے امن دلائیں گے

صَدِّقُوہُمْ ہُمْ بُدُورٌ زَاہِرَہ — قَبْلَ اَنْ یَلْقُوکُمْ بِالسَّاہِرَہ
اُن کی تصدیق کرو، وہ روشن چاند ہیں — اِس سے پہلے کرو کہ تم سے میدانِ قیامت میں ملاقات کریں

صَدِّقُوہُمْ ہُمْ مَصَابِیحُ الدُّجیٰ — اَکْرِمُوہُمْ ہُمْ مَفَاتِیحُ الرَّجَا
اُن کی تصدیق کرو، وہ تاریکی کے چراغ ہیں — اُن کی عزت کرو وہ اُمید کی کنجیاں ہیں

صَدِّقُوا مَنْ لَّیْسَ یَرْجُو خَیْرَکُمْ — لَا تَضِلُّوا لَا تُصِدُّوا غَیْرَکُمْ
اُس کی تصدیق کرو جو تمہارے مال کا اُمیدوار نہیں ہے — گمراہ نہ ہو، اپنے غیر کو نہ روکو

پارسی گوئیم ہیں تازی بہل — ہندوی آں ترک باش اے آب و گل
ہم فارسی بولنے والے ہیں خبردار اعربی کو چھوڑ دے — اے پانی اور مٹی (سے بنے ہوئے)! اس ترک کا غلام بن جا

ہیں گواہی ہائے شاہاں بشنوید — بگرویدند آسمانہا بگروید
آگاہ! بادشاہوں کی شہادتیں سنو — آسمان اُنکے گرویدہ ہیں تم بھی، گرویدہ بنو

یا بحالِ اوّلیناں بنگرید — یا سُوئے آخر بحزمے بر پرید
یا گزشتہ لوگوں کا حال دیکھو — یا آخرت کی طرف احتیاط سے پرواز کرو

بیانِ معنی حزم و مثالِ مردِ حازم
بختہ کاری کے معنی کا بیان اور بختہ کار انسان کی مثال

حزم چہ بود در دو تدبیر احتیاط — از دو آں گیری کہ دور است از خباط
بختہ کاری کیا ہوتی ہے دو چیزوں میں احتیاط کی تدبیر — تو دونوں میں سے وہ اختیار کر جو لغزش سے دور ہے

آں یکے گوید دریں رہ ہفت روز — نیست آب و ہست ریگِ پا سوز
ایک کہتا ہے کہ اس راستہ میں سات دن تک — پانی نہیں ہے اور پاؤں جلانے والا ریت ہے

آں دگر گوید دروغ است ایں بدا — کہ بہر شب چشمۂ بینی رواں
دوسرا کہتا ہے جھوٹ ہے، یہ سمجھ لے — کہ تو ہر رات کو بہتا چشمہ دیکھے گا

بختہ کاری احتیاط اور ہوشیاری برتو۔ حزم۔ حاء کے فتح سے، پختہ کاری، ہوشیاری احتیاط۔ خُباط۔ خبطی پن، لغزش۔

ا؎ صَدِّقُوا۔ پیغمبر ہُود؈ اہلِ سبا کو خطاب کرتے ہیں کہ ان شریف رسولوں کا کہنا مانو یہ عاشقانِ خدا ہیں اِن کی تصدیق کرو۔ یہ مجسّم نور ہیں اِن کا اتباع قیامت کی رسوائیوں سے بچائے گا۔ قَبْلَ اَنْ۔ الخ قیامت کے دن ہمیں اُن لوگوں کا سامنا کرنا ہے اگر دنیا میں کہنا نہ مانو گے تو وہاں کام نہ چلے گا۔

۲؎ مَنْ لَّیْسَ۔ یہ رسول اِس قدر مخلص ہیں کہ تم سے کسی دنیا کی دولت نہیں مانگتے ہیں لیکن تم خود گمراہ ہو اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہو۔ پارسی۔ تم یہ اعتراض کرو گے کہ ہم فارسی بولنے والے ہیں، ہم عربی زبان نہیں سمجھتے تو لو میں عربی میں نصیحت کرنا بند کرتا ہوں اور فارسی ہی میں نصیحت کرتا ہوں۔ ہندوی۔ ہندو بمعنی غلام، ترک۔ معشوق یعنی ذاتِ حق۔ ہیں۔ انبیاء جو کچھ خدا کے بارے میں گواہی دے رہے ہیں اُنکو سنو آسمان تک اُس کے تابع فرمان ہے تم بھی اس کے تابع بن جاؤ۔

۳؎ یا بحال۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ پہلے نافرمانوں کا انجام دیکھ لو یا آخرت کے معاملہ میں

حزم آں باشد کہ بر گیری تو آب | تا رہی از ترس[1] و باشی بر صواب

پختہ کاری یہ ہوگی کہ تو پانی لے لے | تاکہ تو خوف سے نجات پا جائے اور تو صحیح راستہ پر ہو

گر بود در راہ آب ایں را بریز | ور نباشد وائے بر مردِ ستیز

اگر راستہ میں پانی ہو اُس کو بہا دے | اگر نہ ہوا تو جھگڑا کرنے والے پر افسوس ہے

اے خلیفہ[2] زادگاں دادے کنید | حزم بہر روزِ میعادے کنید

اے خلیفہ زادو! انصاف کرو | قیامت کے دن کیلئے پختہ کاری سے کام لو

آں عدوے کز پدرتاں کیں کشید | سوئے زندانش ز علیین کشید

وہ دشمن جس نے تمہارے باپ سے کینہ کشی کی | علیین سے اُس کو قید خانہ میں کھینچ لایا

آں شہِ شطرنجِ دل را مات کرد | از بہشتش سخرۂ آفات کرد

اُس نے دل کے شاہِ شطرنج کو مات دیدی | اُس کو بہشت سے نکالکر مصیبتوں کا پابند کردیا

چند جا بندش گرفت اندر نبرد | تا بکشتی در فگندش روئے زرد

معرکے میں چند جگہ اُس پر پیچ ڈالا | یہاں تک کہ رسوائی کے ساتھ اُسکو کشتی میں پچھاڑ دیا

اینچنیں کرد ست با آں پہلواں | سُست ستش منگرید اے دیگراں

اُس بہادر کے ساتھ یہ کیا | اے بیگانو! اُس کو حقیر نہ سمجھو

مادر و بابائے ما را آں حسود | تاج و پیرایہ بچالاکی ربود

اُس حاسد نے ہماری ماں اور باپ کا | تاج اور لباس چالاکی سے اُچک لیا

کردشاں آنجا برہنہ خوار و زار | سالہا بگریست آدمؑ زار زار

اُس جگہ اُن کو ننگا ذلیل اور بدحال کردیا | آدمؑ سالوں زار زار روئے

کز[3] اشکِ چشمِ او روئید نبت | کہ چرا اندر جریدہ لاست ثبت

کہ اُنکی آنکھوں کے آنسو سے گھاس اُگ آئی | کہ کیوں اعمال نامے میں اِنکار لکھا ہے؟

تو قیاسے گیر طراریش را | کہ چناں سرور کند زو ریش را

تو اُس کی چالاکی کا قیاس کرلے | کہ ایسا سردار اُس کی وجہ سے داڑھی نوچتا ہے

الحذر اے گِل پرستاں از شرش | تیغ لاحول زنید اندر سرش

اے مٹی کے پجاریو! اُس کے شر سے بچو | اُس کے سر پر لاحول کی تلوار مارو

مانا، لا اثر بابا کا حکم۔ طراری۔ جیب تراشی، مکاری۔ سرور۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام۔ ریش۔ ریش کندن غم و غصہ کرنا۔ گل پرست۔ تن پرست۔

[1] از ترس۔ یعنی پانی نہ ملنے کا خوف۔ حزم و احتیاط اور حزم کا تقاضا یہی ہے کہ آخرت کے لئے اعمالِ صالحہ کا توشہ لے اگر نعوذ باللہ آخرت کا معاملہ افسانہ بھی ہو تو اعمالِ صالحہ کر لینے میں کوئی مضرت بہر حال نہیں ہے اور اگر آخرت کا معاملہ حقیقت ثابت ہوا تو یہ اعمالِ صالحہ کام آجائیں گے اور اگر قیامت حقیقتاً ہوئی اور اعمالِ صالحہ نہ ہوئے تو لامحالہ تباہی ہے لہٰذا حزم یہی ہے کہ نیک کام کرتے جائیں، یہی مضمون حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے ایک دہریہ کے مقابلہ میں پیش کیا تھا۔

[2] خلیفہ۔ یعنی حضرت آدمؑ روزِ میعاد۔ روزِ قیامت۔ زنداں۔ یعنی دنیا۔ علیین۔ جنت کے اعلیٰ طبقہ کا نام ہے۔ شہِ شطرنج دل۔ یعنی حضرت آدمؑ۔ بند۔ پیچ۔ نبرد۔ جنگ۔ پہلواں۔ یعنی حضرت آدمؑ۔ مادر۔ یعنی حواؑ۔ بابا۔ حضرت آدمؑ۔ پیرایہ۔ لباس۔

[3] کز اشک۔ یعنی حضرت آدمؑ اپنی لغزش پر اس قدر روئے کہ آنسو گرنے سے زمین پر گھاس اُگ آئی۔ جریدہ۔ میں ثابت یعنی وہ وجود آدمؑ جو قبل تخلیقِ آدمؑ علمِ الٰہی میں تھا، دفتر یعنی لوحِ محفوظ۔ لا۔ یعنی کہنا نہ

کو ہمی بیند شمارا از کمیں
کیونکہ وہ تمہیں گھات میں سے دیکھتا ہے

کہ شما او را نمی بینید ہیں
خبردار! اگر تم اُسے نہیں دیکھتے ہو

دائما صیاد ریزد دانہا
شکاری ہمیشہ دانہ ڈالتا ہے

دانہ پیدا باشد و پنہاں دغا
دانہ ظاہر، اور مکر چھپا ہوا ہوتا ہے

ہر کجا دانہ بدیدی الحذر
تو جہاں دانہ دیکھے بچ

تا نہ بندد دام بر تو بال و پر
تاکہ جال تیرے بال و پر نہ باندھ دے

چونکہ دیدی دانہ بگریز اے حمام
اے کبوتر! جب تو دانہ دیکھے، بھاگ جا

ورنہ چوں خوردی در افتادی بدام
ورنہ جیسے ہی تو نے کھایا، جال میں پھنسا

زانکہ ہر مرغے کہ ترکِ دانہ کرد
کیونکہ جس پرندے نے دانہ چھوڑا

دانہ از صحرائے بے تزویر خورد
بے مکر جنگل سے دانہ چگ لیا

شاد مرغے کو بترکِ دانہ گفت
وہ پرندہ بھلا ہے جس نے دانہ چھوڑا

در ریاضِ قدس بہرش گل شگفت
اور قدس کے باغوں میں اسکے لئے پھول کھلے

ہم بداں قانع شد و از دام جست
اسی دانہ پر کفایت کرلی اور جال سے چھوٹ گیا

ہیچ دامے پر و بالش را نہ بست
کسی جال نے اُس کے بال و پر نہ باندھے

وخامتِ حال آں مرغ کہ ترکِ حزم کرد از حرص و ہوا
اُس پرندے کے حال کی تباہی جس نے حرص اور لالچ سے پختہ کاری چھوڑ دی

باز مرغے فوقِ دیوارے نشست
پھر وہ پرندہ، جو ایک دیوار پر بیٹھا

دیدہ سوئے دانہ و دامے ببست
آنکھ، دانہ اور جال پر جما دی

یک نظر او سوئے صحرا می کند
وہ جنگل کی جانب ایک نگاہ کرتا ہے

یک نظر حرصش بدانہ می کشد
(اور) ایک نظر میں اسکو حرص دانہ کیطرف کھینچتی ہے

ایں نظر با آں نظر چالیش کرد
اس نظر نے اُس نظر سے مقابلہ کیا

ناگہانی از خرد خالیش کرد
اچانک اُس کو عقل سے خالی کر دیا

رفت دانہ خورد و اندر دام ماند
وہ اُڑا، دانہ کھایا اور جال میں پھنس گیا

صائدش کشت و بخورد و کام راند
شکاری نے اسکو ذبح کیا اور کھالیا اور مقصد کو پورا کیا

باز مرغے کاں تردد را گذاشت
پھر وہ پرندہ جس نے تردد کو چھوڑا

زاں نظر بر کند و بر صحرا گماشت
اُس نے اُس سے نظر ہٹالی اور جنگل پر لگادی

۱؎ کو ہمی بیند۔ چونکہ وہ تمہیں نظر نہیں آتا لہٰذا اُس کے مارنے کے لئے صرف لاحول کی تلوار کام دے سکتی ہے۔ دائما۔ شیطان بھی اسی طرح شکار کھیلتا ہے کہ نفسانی شہوات کے دانے ڈال دیتا ہے اور خود چھپا رہتا ہے ہر کجا۔ یہ ناممکن ہے کہ دانہ چگ لو اور جال میں نہ پھنسو لہٰذا دانہ دیکھ کر ہی بھاگ جاؤ۔

۲؎ زانکہ۔ جو شیطانی لذتوں سے بچے گا وہ جنت کے باغوں سے غذائیں حاصل کرے گا۔ شاد۔ وہ انسان قابلِ مبارکباد ہے جو شیطان کے داؤں سے بچ گیا۔

۳؎ باز مرغے۔ اس قصہ میں دو پرندوں کی حالت بیان کی ہے ایک تو وہ جو حرص ولالچ میں عقل کھو بیٹھا اور دانہ کے لالچ میں جال میں پھنس گیا اُس کا انجام تو یہ ہے کہ وہ شکاری کے پیٹ میں گیا دوسرا وہ پرندہ ہے جس نے دانہ کا لالچ نہ کیا اور جال سے نجات پا گیا لہٰذا انسان کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے ورنہ وہی حال ہوگا جو لالچی پرندہ کا ہوا۔ چالیش۔ چالش، جنگ، ناز سے چلنا۔ صائد، شکاری۔

شاد پرّ و بالِ اُو بخّاً لہٗ
اس کے بال و پر جلتے ہیں، اسکے لئے خوبی ہے

تا امامِ جملہ آزاداں شُد اُو
یہاں تک کہ وہ تمام آزادوں کا امام بن گیا

ہر کہ اُو را مقتدا سازد برست
جس نے اُس کو مقتدا بنایا، نجات پا گیا

در مقامِ امن و آزادی نشست
امن اور آزادی کے مقام پر بیٹھ گیا

زانکہ شاہِ حازماں آمد دلش
کیونکہ اُس کا دل، پختہ کاروں کا بادشاہ ثابت ہوا

تا گلستان و چمن شُد منزلش
یہاں تک کہ گلستان اور چمن اسکی منزل بنا

حزم ازو راضی و او راضی ز حزم
پختہ کاری اُس سے خوش اور وہ پختہ کاری سے خوش

اینچنیں کُن گر کنی تدبیر و عزم
اگر کرتا ہے تو ایسی تدبیر، اور ارادہ کر

بارہا در دامِ حرص افتادہٗ
تو بارہا لالچ کے جال میں پھنسا ہے

حلقِ خود را در بُریدن دادہٗ
تو نے اپنا گلا کٹنے کے لئے دے دیا ہے

باز تِت آں توّابِ[۲] لطف آزاد کرد
پھر تجھے اُس (مجسم) مہر، توبہ قبول کرنے والے نے آزاد کر دیا

توبہ پذرفت و شمارا شاد کرد
اُس نے توبہ قبول کر لی اور تمہیں خوش کر دیا

گفت اِن عُدتُّم کذا عُدنا کذا
فرمایا اگر تم اس طرح پلٹے ہم اس طرح پلٹیں گے

نحن زوّجنا الفعالَ بالجزا
ہم نے کاموں کا بدلہ کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے

چونکہ جُفتے را برِ خود آورم
جبکہ ایک جوڑ والے کو اپنے پاس لاتا ہوں

آید آں جفتش دوانہ لاجرم
اُس کا جوڑا لامحالہ دوڑتا ہوا آتا ہے

جُفت کردیم ایں عمل را با اثر
ہم نے اس کام کا نتیجہ کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے

چوں رسد جُفتے رسد جُفتے دگر
جب جوڑے میں کا ایک آتا ہے دوسرا آجاتا ہے

چوں[۳] رُباید غارتے از جفت شوئے
جبکہ کوئی غارتگر جوڑے میں سے نر کو کھینچ لیتا ہے

جُفت می آید پئے او شوئے جوئے
مادہ اسکے پیچھے نر کو تلاش کرتی ہوئی آتی ہے

بارِ دیگر سوئے ایں دام آمدید
تم پھر اس جال کی طرف آ گئے

خاک اندر دیدۂ توبہ زدید
تم نے توبہ کی آنکھوں میں دھول جھونک دی

باز تاں توّاب بکشاد آں گرہ
توبہ قبول کرنے والے نے پھر وہ گرہ کھولدی

گفت ہیں بگریز رو ایں سُو منہ
فرمایا خبردار! بھاگ اِدھر کا رُخ نہ کر

باز چوں پروانۂ نسیاں رسید
پھر جب بھول کا پروانہ آیا

جانِ تاں را جانبِ آتش کشید
اُس نے تمہاری جان کو آگ کی جانب کھینچ لیا

---

[۱] تا امام۔ یعنی یہ نجات پانے والا پرندہ دوسرے پرندوں کا سردار بن جاتا ہے۔ ہر کہ اُو۔ جو پرندہ اس ہوشیار پرندہ کو امام بنالیگا اس کو امن اور آزادی حاصل ہوگی۔ زانکہ۔ اس پرندہ کا دل پختہ کاروں کا شاہ ثابت ہوا۔ اینچنیں۔ انسان کو بھی اس عقلمند پرندے کی طرح کام کرنا چاہیئے۔

[۲] توّاب۔ توبہ قبول کرنے والا، اللہ تعالے۔ لطف۔ مہربانی یہ توّاب کی صفت ہے۔ گفت۔ اللہ تعالے کا حکم ہے جیسا کروگے ویسا بھروگے۔ نحن۔ اللہ تعالے نے ہر کام کے ساتھ اسکے بدلے کا جوڑ لگا دیا ہے۔ جُفتے۔ نر، مادہ میں سے اگر ایک کو بلاؤ گے دوسرا خود تمہارے پاس آجائے گا۔

[۳] چوں۔ اگر کوئی شخص نر کو گرفتار کرے اس کی مادہ، نر کی تلاش میں خود پہنچ جاتی ہے۔ بار دیگر۔ انسان توبہ کرنے کے بعد پھر گناہ کرتا ہے اور توبہ کو توڑ دیتا ہے۔ باز۔ اللہ تعالٰی پھر توبہ قبول کر لیتا ہے۔

ہم کن اے پروانہ[1] نسیان و شکے — **در پر سوزیدہ بنگر تو یکے**

اے پروانے! بھول اور شک نہ کر — ایک بار اپنے جلے ہوئے پر کو دیکھ لے

چوں رہیدی شکر آں باشد کہ ہیچ — **سُوئے آں دانہ نداری پیچ پیچ**

جب تو بچ گیا اس کا شکریہ ہے کہ کبھی — اس دانہ کی جانب سوڑ توڑ نہ کرے

تا ترا چوں شکر گوئی بخشد او — **روزئی بے دام و بے خوفِ عدو**

تاکہ جب تو شکر کرے تو وہ تجھے عطا کرے — وہ روزی جو بغیر جال اور بغیر دشمن کے خوف کے ہے

شکر آں نعمت کہ تاں آزاد کرد — **نعمتِ حق را بباید یاد کرد**

اُس نعمت کے شکریے میں کہ تمہیں اُس نے آزاد کر دیا — اللہ (تعالیٰ) کی نعمت کو یاد کرنا چاہیئے

چند اندر رنجہا و در بلا — **گفتی از دامم رہا کن اے خدا**

کتنی بار تکلیفوں اور مصیبت میں — تو نے کہا ہے اے خدا! مجھے جال سے چھڑا دے

تا چنیں[2] خدمت کنم احساں کنم — **خاک اندر دیدہ شیطاں کنم**

تاکہ میں ایسی خدمت کروں، احسان کروں — شیطان کی آنکھ میں دھول جھونکوں

چوں خلاصی داد حقت ز امتحاں — **ہمچنانستی کہ بودی ہمچناں**

جب اللہ تعالیٰ نے تجھے آزمائش سے نجات دیدی — تو ویسا ہی ہے، جیسا کہ تھا

چوں رہا کردت فرامش کردیش — **جانِ خود را مست و بیہش کردیش**

جب اُسنے تجھے رہائی دیدی تو نے اُسکو بھلا دیا — اپنی جان کو مست اور بے ہوش کر لیا

حکایت نذر کردنِ سگاں ہر زمستاں کہ چوں تابستاں

حکایت کتوں کا ہر جاڑے میں منت ماننا کہ جب گرمی آئے گی تو ہم

آید خانہ بسازیم از بہر زمستاں

جاڑوں کے لئے گھر بنائیں گے

سگ[3] زمستاں جمع گردد استخوانش — **زخمِ سرما خرد گرداند چنانش**

جاڑے میں کتے کی ہڈیاں اکٹھی ہو جاتی ہیں — جاڑے کی تکلیف اُس کو ایسا مختصر بنا دیتی ہے

کو بگوید کاینقدر تن کہ منم — **خانۂ از سنگ باید کردنم**

کہ وہ کہتا ہے کہ ایسے جسم کو جیسا کہ میں ہوں — پتھر کا گھر بنانا چاہیئے

چونکہ تابستاں بیاید من بچنگ — **بہرِ سرما خانۂ سازم ز سنگ**

جب گرمی آجائے گی میں جنگل سے — جاڑے کے لئے پتھر کا گھر بناؤں گا

---

[1] پروانہ۔ پروانہ روشنی کا عاشق ہوتا ہے۔ اے پروانہ۔ یعنی وہ شخص جو گناہوں پر فریفتہ ہے اُس کو تباہ شدہ قوموں کو دیکھ لینا چاہیئے۔ چوں رہیدی۔ توبہ کا شکریہ تو یہ ہے کہ پھر کبھی معصیت کی طرف رُخ نہ کیا جائے۔ تا ترا بشکر۔ مزید نعمت کا سبب ہے۔ نعمت۔ سزا سے رہائی کی نعمت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔

[2] تا چنیں۔ انسان جب توبہ کرتا ہے تو خدا کو پکارتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں عبادت کروں گا اور اس میں صفت احسان پیدا کروں گا۔ کہ بودی۔ لیکن جب معصیت سے نجات مل جاتی ہے پھر پہلے کی طرح بدکار بن جاتا ہے۔ حکایت۔ اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ بدکار کی یہ عادت کتے کی عادت کے مشابہ ہے۔

[3] سگ۔ کتے جاڑے میں سردی کی تکلیف سے دُبلے ہو جاتے ہیں۔ تو جاڑے میں کتا سوچتا ہے کہ اب کی گرمی میں اپنے لئے پتھر کا گھر بنالوں گا تاکہ آئندہ جاڑے سے محفوظ رہوں۔

چونکہ تابستاں بیاید از کُشاد ¹ — استخوانہا پہن گردد پوست شاد
جب گرمی آجاتی ہے، خوشی سے — ہڈیاں پھیل جاتی ہیں، کھال کھل جاتی ہے

زَفت گردد پا کشد در سایۂ — کاہلے سیرے غرے خود رایۂ
وہ موٹا ہوجاتا ہے سایہ میں پاؤں پھیلا دیتا ہے — کاہل، پیٹ بھرا، غافل، خود رائے (ہوجاتا ہے)

گویدا و چوں زَفت بیند خویش را — در کدامیں خانہ گنجم اے کیا
جب اپنے آپ کو موٹا دیکھتا ہے وہ کہتا ہے — اے بزرگ! میں کس گھر میں سما سکتا ہوں

گویدش دل خانۂ ساز اے عمو — گوید او در خانہ کے گنجم بگو
اُس کا دل کہتا ہے اے چچا! گھر بنالے — وہ کہتا ہے بتا میں کسی گھر میں کب سما سکتا ہوں؟

استخوان حرصِ تو در وقتِ درد — درہم آید خُرد گردد در نورد
مصیبت کے وقت تیرے حرص کی ہڈیاں — درہم (برہم) ہوجاتی ہیں لپٹ کر چھوٹی ہوجاتی ہیں

سازم ² از توبہ بگوئی خانۂ — در زمستاں باشدم کاشانۂ
تو کہتا ہے کہ میں توبہ کا ایک گھر بناؤں گا — جو جاڑوں میں میرا گھر ہوگا

چوں بشد درد و شدت آں حرص رفت — ہمچو سگ سودائے خانہ از تو رفت
³ جب مصیبت جاتی رہی اور تیری وہ حرص ہوتی ہوگئی — کتے کی طرح گھر کا خیال تجھ سے جاتا رہا

شکرِ نعمت خوشتر از نعمت بُوَد — شکر بارہ کے سوئے نقمت رَوَد
نعمت کا شکر نعمت سے زیادہ اچھا ہوتا ہے — شکر سوار، عذاب کی طرف کب جاتا ہے؟

شکر جانِ نعمت و نعمت چو پوست — زانکہ شکر آرد ترا تا کوئے دوست
شکر، نعمت کی روح اور نعمت کھال کی طرح ہو — کیونکہ شکر تجھے دوست کے کوچہ تک لیجاتا ہے

نعمت آرد غفلت و شکر انتباہ — صید نعمت کن بدامِ شکرِ شاہ
نعمت غفلت پیدا کرتی ہے اور شکر آگاہی — شاہ کے شکر کے جال سے نعمت کا شکار کر

نعمتِ شکرت کند پُر چشم و میر — تا کُنی صد نعمت ایثارِ فقیر
نعمت کا شکر تجھے بے نیاز اور بڑا بنادیگا — تاکہ تو سینکڑوں نعمتیں فقیر کو بخشے

سیر نوشی از طعام و نقلِ حق — تا رَوَد از تو شکم خواری و دق
اللہ (تعالیٰ) کے کھانے اور نُقل سے تو پیٹ بھر کر کھائیگا — یہاں تک کہ تجھ سے شکم پُری اور سوال جاتا رہیگا

شکر کی نعمت عطا فرما دیتا ہے وہ بڑا اور بے نیاز بن جاتا ہے دولت کو فقیروں پر تقسیم کرتا ہے اللہ کی جانب سے ایسی غذائیں حاصل کرتا ہے جن کی وجہ سے وہ تن پروری اور لوگوں کا دروازہ کھٹکھٹانے سے مبرا ہوجاتا ہے۔ دق۔ یعنی دقّ الباب، دروازہ کھٹکھٹانا۔

¹ چونکہ۔ گرمی کے زمانہ میں جاڑے کی تکلیف ختم ہوجاتی ہے پھر ہڈیوں اور کھال میں جان پیدا ہوجاتی ہے۔ زفت۔ گرمی کے زمانہ میں کتا موٹا ہوجاتا ہے تو سایہ میں آرام سے سوتا ہے۔ غرے۔ غافل۔ گوید۔ اب اُس کتے کے خیالات بدل جاتے ہیں اور سوچنے لگتا ہے میں تو ایسا موٹا ہوں کہ کسی گھر میں نہ سما سکوں گا۔ استخواں۔ انسان کا حال بھی اسی کتے کا سا ہے۔

² سازم۔ جب انسان مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو توبہ کے ذریعہ آرامگاہ بنانے کی سوچتا ہے۔ چوں بشد۔ لیکن مصیبت سے نجات پانے کے بعد پھر اپنی توبہ کو فراموش کردیتا ہے۔ شکر نعمت۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اُس کا شکریہ ادا کرنا نعمت سے بھی زیادہ اچھا ہے، شکر گذار بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرلیتا ہے۔

³ شکر۔ شکر اور نعمت میں وہی نسبت ہے جو بدن اور روح میں ہے۔ نعمت۔ نعمت کا خاصہ تو غفلت ہے اور شکر کا خاصہ خدا آگاہی ہے۔ صید نعمت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ "اگر تم شکر کروگے ہم نعمتوں میں اضافہ کردینگے"۔ نعمت شکرت۔ اللہ تعالیٰ جس کو

نعمتِ وہاب را شکرے کنید — تا سرِ منحوسِ خود را نشکنید
اللہ (تعالیٰ) کی نعمت کا شکر ادا کرو — تاکہ اپنے منحوس سر کو نہ پھوڑو

شکر[1] جذبِ نعمت او فر کند — کفرِ نعمت شخص را کافر کند
شکر زیادہ نعمت کو کھینچتا ہے — نعمت کا کفر انسان کو کافر بناتا ہے

منع کردنِ منکراں انبیا را علیہم السلام از نصیحت کردن
منکروں کا انبیاء علیہم السلام کو نصیحت کرنے سے روکنا اور جبریوں

و حجت آوردن بطریقہ جبریان و نامعقول گفتن انبیا علیہم السلام
کی طرح دلیل بیان کرنا اور انبیاء علیہم السلام کو نامناسب کہنا

قوم گفتند اے نصوحاں بس بود — آنچہ گفتید ار دریں دہ کس بود
قوم نے کہا، اے نصیحت کرنیوالو! کافی ہوتا — جو کچھ کہ تم نے کہا اگر اس گاؤں میں کوئی با اختیار ہوتا

قفل بر دلہائے ما بنہاد حق — کس نداند جبر بر خالق سبق
اللہ (تعالیٰ) نے ہمارے دلوں پر تالے چڑھا دیئے ہیں — اللہ (تعالیٰ) سے کوئی بازی نہیں جیت سکتا

نقشِ[2] ما ایں کرد آں تصویر گر — ایں نخواہد شد بگفت و گو دگر
تصویر ساز نے ہماری یہی تصویر بنائی ہے — یہ گفتگو سے نہیں بدل سکتی

سنگ را صد سال گوئی لعل شو — کہنہ را صد بار گوئی باش نو
تو پتھر سے سینکڑوں سال کہے کہ تو لعل بن جا — پرانے سے تو سینکڑوں بار کہے کہ تو نیا بن جا

خاک را گوئی صفاتِ آب گیر — آب را گوئی عسل شو یا کہ شیر
تو مٹی سے کہے، کہ پانی کی صفات اختیار کر — تو پانی سے کہے، کہ شہد یا دودھ بن جا

نار را گوئی کہ نورِ محض شو — پشہ را گوئی کہ سوئے باد رو
تو آگ سے کہے، کہ تو خالص نور بن جا — تو مچھر سے کہے، کہ ہوا کی طرف چلا جا

قلب را گوئی کہ عینِ پاک شو — یا کہ اکسیرے شو و چالاک شو
تو کھوٹے سے کہے، کہ مجسّم صاف بن جا — یا یہ کہ اکسیر بن، اور تیز ہو جا

ہیچ[3] ازاں اوصاف دیگر گوں شوند — آب کے گردد عسل اے ارجمند
کبھی اُن اوصاف سے وہ بدلیں گے؟ — اے بانصیب! پانی کب شہد بنے گا؟

خالقِ افلاک و ہم افلاکیاں — خالقِ آب و تراب و خاکیاں
آسمانوں اور آسمان والوں کے پیدا کرنیوالے — پانی اور مٹی اور خاک سے پیدا ہونیوالوں کے پیدا کرنیوالے تھے

---

[1] شکر۔ شکر مزید نعمتوں کا سبب ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر انسان کو کافر بنا دیتا ہے۔ جبریان۔ وہ فرقہ جو انسان کو اپنے افعال میں مجبور و مضطر قرار دیتا ہے۔ نصوح۔ بہت نصیحت کرنے والا۔ بس بود یعنی اگر ہم اپنے اختیار میں ہوتے تو تمہاری نصیحت بہت کافی تھی۔ قفل۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو اللہ پر کون غالب آسکتا ہے۔

[2] نقش۔ جب خدا نے ہمیں منکر بنایا ہے تو اب ہم کسی کی گفتگو سے مومن کیسے بن سکتے ہیں۔ سنگ۔ اگر کوئی پتھر سے لعل بننے کو کہے، پرانے سے نیا بننے کو کہے، مٹی کو پانی بن جانے کا حکم دے، پانی کو شہد یا دودھ بننے کو کہے، کھوٹے کو خالص بننے کو کہے یا اکسیر اور قیمتی بننے کو کہے تو یہ سب کہنا بالکل بیکار ہے۔

[3] ہیچ ازاں۔ جن صفات پر اللہ نے جن چیزوں کو پیدا فرمایا ہے ان میں تبدیلی ناممکن ہے۔ خالق۔ اللہ نے آسمان میں گھومنے اور صفائی کی صفت پیدا فرمائی ہے پانی اور مٹی میں کدورت اور نشوونما کی صفت پیدا فرمائی ہے۔

آسماں را داد دوران و صفا — آب و گِل را تیرہ رُوئی و نما

آسمان کو گھومنا اور صفائی عنایت کی — پانی اور مٹی کو گدلا پن اور نمو (عطا فرمایا)

کے[1] تواند آسماں دُردی گزید — کے تواند آب و گِل صفوت خرید

آسمان تیرگی کب اختیار کر سکتا ہے؟ — پانی اور مٹی صفائی کب حاصل کر سکتے ہیں؟

قسمتے کردست ہر یک را رہے — کے کُہے گردد بجہدت چوں کہے

ہر ایک کیلئے ایک راستہ تقسیم کر دیا ہے — تیری کوشش سے پہاڑ گھاس جیسا کب بن سکتا ہے؟

جواب انبیا علیہم السّلام جبریاں را

جبریوں کو انبیاء علیہم السّلام کا جواب دینا

انبیا گفتند کارے آفرید — وصفہائے کہ نتاں زاں سر کشید

انبیاء نے کہا کہ ہاں اس نے پیدا فرمائے — ایسے اوصاف کہ تم اُن سے رُوگردانی نہیں کر سکتے

وآفرید اُو وصفہائے عارضی — کہ کُہے مبغوض میگردد رضی

اس نے ایسے عارضی اوصاف بھی پیدا فرمائے ہیں — کہ ناپسندیدہ، کبھی پسندیدہ بن جاتا ہے

سنگ[2] را گوئی کہ زر شو بیہدست — مِس را گوئی کہ زر شو راہ ہست

تو پتھر سے کہے کہ سونا بن، بیہودہ بات ہے — تو تانبے سے کہے کہ سونا بن (اس کا) راستہ ہے

ریگ را گوئی کہ گِل شو عاجز است — خاک را گوئی کہ گِل شو جائز است

تو ریت سے کہے کہ پھول بن جا (وہ) عاجز ہے — تو مٹی سے کہے، کہ پھول بن جا ممکن ہے

رنجہا دادست کاں را چارہ نیست — آں بمثلِ لنگی و فطس و عمی ست

اُس نے ایسے مرض پیدا کئے ہیں جنکا کوئی علاج نہیں ہے — وہ مثلاً گونگا پن، ناک کا چپٹا پن اور اندھا پن ہے

رنجہا دادست کاں را چارہ ہست — آں بمثلِ لقوہ و دردِ سر ست

(کچھ) امراض دیئے ہیں، جن کا علاج ہے — وہ مثلاً لقوہ، اور دردِ سر ہے

ایں[3] دواہا ساخت بہرِ ائتلاف — نیست ایں درد و دواہا از گزاف

یہ دوائیں موافقت کرنے کے لئے بنائی ہیں — یہ درد، اور دوائیں لغو نہیں ہیں

بلکہ اغلب رنجہا را چارہ ہست — چوں بجد جوئی بیاید آں بدست

بلکہ عموماً مرضوں کا علاج ہے — جب تو کوشش سے تلاش کریگا ہاتھ آ جائیگا

مکرر کردنِ آں منکراں حجتہائے جبریانہ را

منکروں کا جبریوں کی دلیلوں کو دہرانا

---

[1] کے تواند۔ آسمان مکدر نہیں ہو سکتا پانی اور مٹی مُصفّا نہیں ہو سکتے۔ قسمتے۔ ہر چیز کا ایک حصّہ مقرر کر دیا ہے اُس کو وہی حاصل ہو گا تیری کوشش سے پہاڑ کب بنے گا۔ انبیاء۔ انبیاء نے فرمایا صفات دو قسم کی ہیں ایک میں تبدیلی ناممکن ہے اور دوسری میں تبدیلی ممکن ہے۔ کُہے۔ ایک چیز میں مبغوض ہونے کی صفت ہوتی ہے پھر وہی چیز محبوب بنجاتی ہے تو یہ اسکی صفت بدل گئی۔

[2] سنگ۔ پتھر اپنا پتھر پن چھوڑ کر سونا بنجائے یہ ممکن نہیں ہے ہاں تانبہ سونا بن سکتا ہے۔ ریگ۔ ریت میں گُل و گلزار بننے کی صلاحیت نہیں ہے مٹی گُل و گلزار بن سکتی ہے۔ رنجہا۔ اسی طرح بعض امراض لاعلاج ہیں بعض امراض قابلِ علاج ہیں پیدائشی گونگا پن یا چپٹی ناک یا پیدائشی اندھا پن ناقابلِ علاج ہے۔ چارہ ہست۔ لقوے اور دردِ سر کا علاج ہو سکتا ہے۔

[3] ایں دواہا۔ یہ دوائیں امراض کا ازالہ کرتی ہیں ان دواؤں اور مرض میں مناسبت ہے۔ چوں بجد۔ حدیث شریف ہے مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ دَوَاءً خدا نے کوئی بیماری ایسی نہیں بنائی جس کا علاج نہ ہو تلاش اور جستجو ضروری ہے۔

قوم گفتند اے گروہ ایں رنج ما[1] — نیست زاں رنجے کہ بپذیرد دوا

قوم نے کہا، اے جماعت! ہمارا یہ مرض — وہ مرض نہیں ہے جو دوا کا اثر قبول کرے

سالہا گفتید زیں افسون و پند — سخت تر می گشت زاں ہر لحظہ بند

تم نے سالوں یہ منتر اور نصیحت کی — اس سے ہر دم، روک سخت ہوتی گئی

گر دوا را ایں مرض قابل بدے — آخر از وے ذرہ زائل شدے

اگر یہ مرض دوا کو قبول کرنے والا ہوتا — بالآخر اس سے کوئی ذرہ زائل ہوتا

سُدّہ چوں شد آب ناید در جگر[2] — گر خورد دریا رود جائے دگر

جب سُدّہ پڑ جاتا ہے جگر میں پانی نہیں پہنچتا ہے — اگر دریا بھی پئے وہ دوسری جگہ چلا جاتا ہے

لاجرم آماس گیرد دست و پا — تشنگی را نشکند آں استقا

لامحالہ ہاتھ پاؤں متورم ہو جاتے ہیں — وہ پانی پینا پیاس کو نہیں بجھاتا ہے

باز جواب انبیاء علیہم السلام جبریاں را

انبیاء کا پھر جبریوں کو جواب دینا

انبیا گفتند نومیدی بدست — فضل و رحمتہائے باری بیحدست

انبیاء نے کہا، نا امیدی بری ہے — اللہ (تعالیٰ) کا فضل اور رحمتیں لا انتہا ہیں

از چنیں محسن نشاید ناامید — دست در فتراک ایں رحمت زنید

ایسے محسن سے ناامید نہ ہونا چاہیئے — اس رحمت کے شکار بند کو دست آویز بنالو

اے بسا کاریکہ اول صعب گشت[3] — بعد ازاں بکشادہ شد سختی گذشت

بہت سے کام ہیں جو ابتداءً سخت بنے — اُس کے بعد کھل گئے، سختی رفع ہو گئی

بعد نومیدی بسے امیدہاست — از پس ظلمت بسے خورشیدہاست

مایوسی کے بعد بہت سی امیدیں ہیں — اندھیری کے بعد بہت سے سورج ہیں

خود گرفتم کہ شما سنگیں شدید — قفلہا بر گوش و بر دل بر زدید

میں مانتا ہوں کہ تم پتھر بن گئے ہو — تم نے کان اور دل پر قفل چڑھائے ہیں

ہیچ ما را با قبولی کار نیست — کار ما تسلیم و فرمان بردنیست

ہمیں ماں لینے سے (سروکار) نہیں ہے — ہمارا کام ماننا اور حکم بجا لانا ہے

سنگدل بن گئے ہو اور تم نے دل اور کان پر قفل لگائے ہیں۔ ہیچ۔ لیکن یہ بھی سمجھ لو کہ تبلیغ رسالت میں ہمیں تمہارے قبول کرنے اور انکار سے کوئی بحث نہیں ہے ہم تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

[1] قوم گفتند۔ اہل سبا نے کہا کہ اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ بعض اوصاف میں تبدیلی اور بعض مرضوں کا علاج ممکن ہے تو ہمارا وصف اور مرض ناقابل علاج ہے۔ سالہا۔ ہمارے مرض کے لاعلاج ہونے کی علامت یہ ہے کہ سالہا سال سے تم لوگ نصیحتیں کر رہے ہو لیکن ہمارے دل تو اور زیادہ سخت ہوتے جا رہے ہیں اگر یہ مرض قابل علاج ہوتا تو کچھ تو فائدہ ہوتا۔

[2] سُدّہ۔ جب جگر میں بند لگ جاتا ہے تو پانی جگر تک نہیں پہنچ پاتا پانی پینے سے پانی اور طرف چلا جاتا ہے اور پیاس نہیں بجھتی ہاتھ پاؤں پر ورم آجاتا ہے تو پانی بجائے پیاس بجھانے کے اور مرض میں اضافہ کرتا ہے۔ انبیاء گفتند۔ انبیاء نے اہل سبا سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی بری چیز ہے۔ فتراک۔ وہ تھیلا جس میں شکار کرکے رکھا جاتا ہے۔

[3] اے بسا۔ بہت سے معاملے شروع میں دشوار نظر آتے ہیں پھر آسان ہو جاتے ہیں ناامیدی کے بعد امیدیں پیدا ہو جاتی ہیں، تاریکیوں کے بعد روشنیاں نمودار ہو جاتی ہیں۔ خود گرفتم۔ ہمیں بھی تسلیم ہے کہ تم

اُو بفرمودست ماں ایں بندگی | نیست مارا از خود ایں گویندگی

اس نے اِس اطاعت کا ہمیں حکم دیا ہے | ہمارا کہنا اپنی جانب سے نہیں ہے

جانؔ[1] برائے امرِ اُو داریم ما | گر بریگے گوید اُو کاریم ما

ہم اُس کے حکم کے لئے جیتے ہیں | اگر وہ حکم دے ہم ریت میں کھیتی بوئیں گے

امرِ حقؔ[2] را ما گروہِ بے ریا | می رسانیم ایں رسالت با شما

ہم مخلص لوگ خدا کا حکم | (اور) یہ پیغام تم تک پہنچا رہے ہیں

غیرِ حق جانِ نبی را یار نیست | با قبول و ردِ خلقش کار نیست

خدا کے سوا نبی کی جان کا کوئی دوست نہیں ہے | اُسکو مخلوق کے ماننے نہ ماننے سے کوئی واسطہ نہیں ہے

مُزدِ تبلیغ رسالاتش ازوست | زشت و دشمن رُو شدیم از بہرِ دوست

اُسکے پیغامات کی تبلیغ کی مزدوری اُسکی جانب سے ہے | ہم دوست کیخاطر بُرے اور دشمن کے چہرے والے بنگئے ہیں

ما بریں درگہ ملولاں نیستیم | تا ز بُعدِ راہ ہر جا بیستیم

ہم اِس بارگاہ پر تھکے ہوئے نہیں ہیں | کہ راستہ کی دُوری کی وجہ سے ہر جگہ ٹھہر جائیں

دل فروبستہ و ملول آں کس بوَد | کز فراقِ یار در محبس بوَد

دل گرفتہ، اور تھکا ہوا وہ شخص ہوتا ہے | جو دوست کی جدائی سے قید میں ہو

دلبرؔ[3] و مطلوب با ما حاضرست | در نثارِ رحمتش جاں شاکرست

ہمارا دلبر اور محبوب ہمارے ساتھ موجود ہے | اُسکی رحمت کی بکھیر پر جان شکرگذار ہے

در دلِ ما لالہ زار و گلشنی ست | پیری و پژمُردگی را راہ نیست

ہمارے دل میں چمن اور گلشن ہے | بڑھاپے اور مُرجھانے کیلئے (اندر) راستہ نہیں ہے

دائما تر و جوانیم و لطیف | تازہ و شیریں و خنداں و ظریف

ہم ہمیشہ تر (تازہ) اور جوان اور پاکیزہ ہیں | تازہ اور میٹھے، اور ہنس مکھ اور خوش مزاج ہیں

پیشِ ما صد سال و یک ساعت یکیست | کہ دراز و کوتہ از ما منفکے ست

ہمارے لئے ایک گھنٹہ اور سَو سال یکساں ہیں | کیونکہ لمبائی اور چھوٹائی ہم سے جُدا ہے

آں دراز و کوتہی در جسمہاست | آں دراز و کوتہ اندر جاں کجاست

لمبائی اور چھوٹائی جسموں میں ہوتی ہے | درازی اور کوتاہی روح میں کہاں ہے؟

سہ صد و نہ سالِ آں اصحابِ کہف | پیششاں یک روز بے اندوہ و لہف

تین سَو نو سال اصحابِ کہف کے | اُن کے لئے بغیر رنج اور افسوس کے ایک دن تھا

---

[1] جانِ ما۔ ہم تو اسی لئے زندہ ہیں کہ اُس کے حکم کی پابندی کریں اگر وہ ریت میں بیج بونے کو کہے گا تو ریت میں بیج بو دیں گے۔ خواہ وہ نہ اُگے۔

[2] امرِ حق۔ چونکہ اللہ کا ہمیں حکم ہے کہ تمہیں ہم تبلیغ کریں اس لئے بغیر ریا، کے تمہیں احکام پہنچا رہے ہیں۔ با قبول۔ ہمیں اِس سے سروکار نہیں کہ کوئی ہماری بات قبول کرے یا رد کرے۔ مزد۔ ہم اللہ کیلئے تبلیغ کرتے ہیں اور اُس کام کی مزدوری اُس سے لیں گے ہم تو اُسی کی خاطر لوگوں کی دشمنی مول لے رہے ہیں۔ ما بریں۔ تبلیغ میں ناکامی ہمارے لئے سدِ راہ نہیں ہے، دل گرفتہ وہ ہوتا ہے جو دوست سے مہجور ہو ہمیں ہر وقت قربِ الٰہی حاصل ہے۔

[3] دلبر۔ ہمارا محبوب جو حضرت حق ہے وہ ہمارے ساتھ ہے اُس کی رحمتیں ہم پر ہر وقت نچھاور ہوتی رہتی ہیں۔ دردل۔ ہمارے دل اُس کی محبت سے گلزار ہیں اور ہم ہر وقت تر و تازہ رہتے ہیں۔ پیشِ ما۔ جب روحانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو زمان و مکان کی قید سے رہائی ہو جاتی ہے، جسم زمان و مکان کا پابند ہوتا ہے۔ سہ صد۔ اصحابِ کہف پر روحانیت کا غلبہ تھا تو اُن کے لئے تین سَو نو سال ایک روز کے برابر تھے۔

وانگہے ننمود شاں یک روز ہم ¹ — کہ بہ تن باز آمد ارواح از عدم

پھر انھیں وہ ایک روز بھی نہ لگا — کہ رُوحیں عدم سے پھر جسم میں آگئیں

چوں نباشد روز و شب یا ماہ و سال — کے بود سیری و پیری و ملال

جبکہ دن اور رات مع مہینہ اور سال کے نہوں — پیٹ بھر جانا اور بڑھاپا اور تھکن کہاں ہوتی ہے

در گلستانِ عدم چوں بیخودی ست — مستی از سغراقِ لطفِ ایزدی ست

عدم کے چمنستان میں چونکہ بے خودی ہے — مستی اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے جام سے ہے

لَم یَذُق لَم یَدرِ ² ہر کس کو نخورد — کے بوہم آرد جُعَل انفاسِ وَرد

جسنے دکھایا وہ "نہ سمجھا نہ جانا" کا مصداق ہے — گبریلا خیال سے گلاب کی خوشبو کہاں حاصل کرسکتا ہے

نیست موہوم ار بُدے موہوم آں — ہمچو موہوماں شدے معدوم آں

وہ موہوم (چیز) نہیں ہے، اگر وہ موہوم ہوتا — تو وہ موہوم (چیزوں) کی طرح معدوم ہوجاتا

دوزخ اندر وہم چوں آرد بہشت — ہیچ تابد روئے خوب از خوک زشت

دوزخ بہشت کا کیسے تصور کرسکتی ہے؟ — بد صورت سور سے، حسین چہرہ کہاں چمکتا ہے

ہیں گلوئے خود مبرید اے مہاں — اینچنیں لقمہ رسیدہ تا دہاں

اے بزرگو! اپنے گلے نہ پھاڑو — منہ تک ایسا لقمہ پہنچ گیا ہے

راہہائے ³ صعب پایاں بُردہ ایم — رہ بر اہلِ خویش آساں کردہ ایم

ہم نے سخت راستے طے کرلئے ہیں — ہم نے اپنوں کے لئے راستہ آسان کردیا ہے

ہر کہ مارا گشت پیرو باز رست — از عذابِ نار و در جنت نشست

جو ہمارا پیرو بن گیا، وہ رہائی پاگیا — آگ کے عذاب سے، اور جنت نشین ہوگیا

وانکہ نشنید از شقاوت پندِ ما — در عذابِ جاوداں شد مُبتلا

جس نے بدبختی سے ہماری نصیحت نہ سُنی — وہ دائمی عذاب میں مُبتلا ہوگیا

ہیں بجوئید از نجومِ سعد راہ — زانکہ در ظلمت درید و قعرِ چاہ

آگاہ! نیک بختی کے ستاروں سے راستہ تلاش کرو — کیونکہ تم اندھیرے اور کنوئیں کی گہرائی میں ہو

مکرر کردنِ قوم اعتراض بر انبیاء علیہم السلام

قوم کا انبیاء پر مکرر اعتراض کرنا

قوم گفتند ار شما سعدِ خودید — نحسِ ما ئید و ضدید و مُرتدید

قوم نے کہا، اگر تم اپنے لئے نیک بخت ہو — ہمارے لئے بدبخت اور مخالف اور مرتد ہو

¹ وانگہے۔ اصحابِ کہف نے کہا تھا کہ ہم اس حالت میں ایک دن یا دن کے کچھ حصے میں رہے ہیں۔ چونکہ جبکہ روح زمان و مکان سے مقید نہیں ہے تو اس کے لئے نہ بڑھاپا ہے نہ تھکن گلستانِ عدم یعنی عالمِ ارواح۔ مستی اس عالم کی مستی قربِ الٰہی کی وجہ سے ہے۔

² لَم یَذُق یعنی جس نے چیز کو نہ چکھا ہو وہ اس کا ذائقہ نہیں جان سکتا۔ جُعَل۔ گبریلا، گوبر کا کیڑا۔ نیست۔ یعنی یہ مستی وہمی نہیں ہے ورنہ وہمی کیفیت زائل ہوجاتی ہے۔ دوزخ۔ جس طرح دوزخ اور جنت میں بُعد ہے اور دوزخ جنت کا تصور بھی نہیں کرسکتی اسی طرح اہلِ دنیا اور اس مستی میں بُعد ہے، دنیادار اس مستی کو سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔ اے مہان۔ اہلِ سبا کو خطاب ہے کہ اپنی تباہی مول نہ لو ہدایت حاصل کرلو۔

³ راہہائے۔ ہدایت کے حصول میں جس قدر مصائب ہوتے ہیں وہ انبیاء جھیل چکے ہیں قوم آنکے بلا مجاہدے کے ہدایت حاصل کرتی ہے۔ ہر کہ۔ انبیاء کی اطاعت کرنے والے نجات پاتے ہیں اور جو منکر ہوتے ہیں وہ ابدی عذاب میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ نجوم۔ انبیاء نجومِ ہدایت ہیں۔ قوم گفتند۔ انبیاء نے اپنے آپ کو سعادت کا ستارہ قرار دیا تھا قوم نے کہا کہ تمہاری سعادت

جانِ[۱] ما فارغ بُد از اندیشہا ... در غم انگندید ما را و عنا

ہماری جان فکروں سے خالی تھی ... تم نے ہمیں غموں اور مشقت میں ڈال دیا

ذوقِ جمعیت کہ بود و اتفاق ... شد ز فالِ زشتِ تاں صد افتراق

یگانگت اور اتفاق کا جو مزا تھا ... تمہاری بدشگونی سے سینکڑوں جدائیاں بن گیا

طوطیِ نقل و شکر بودیم ما ... مرغِ مرگ اندیش گشتیم از شما

ہم نقل اور شکر کھانے والی طوطی تھے ... تمہاری وجہ سے موت کو سوچنے والا پرند بن گئے

ہر کجا افسانۂ غم گستری ست ... ہر کجا آوازۂ مستنکری ست

جہاں کہیں غم اٹھانے کا قصہ ہے ... جہاں کہیں برائی کا شہرہ ہے

ہر کجا اندر جہاں فالِ بدیست ... ہر کجا مسخے نکالے ماخذیست

جہاں کہیں دنیا میں بدشگونی ہے ... جہاں کہیں مسخ، عذاب، جائے گرفت ہے

در مثال و قصہ و فالِ شماست ... در غمِ انگیزی شما را اشتہاست

(وہ) تمہاری مثال اور قصہ اور شگون کی وجہ سے ہے ... غم بڑھانے کی تمہاری خواہش ہے

باز جواب گفتن انبیا علیہم السلام ایشاں را

انبیاء کا اُن کو پھر جواب دینا

انبیا[۲] گفتند فالِ زشت و بد ... از میانِ جانِ تاں دارد مدد

انبیاء نے کہا اچھا اور برا شگون ... تمہاری جان سے مدد حاصل کرتا ہے

گر تو جائے خفتہ باشی با خطر ... اژدہا در قصدِ تو آید ز سر

اگر تو کسی جگہ خطرے میں سویا ہوا ہو ... اژدھا تیرے ارادے سے سر پر آجائے

مہربانے مر ترا آگاہ کرد ... کہ بجہ[۳] زود ار نہ اژدرہات خورد

کسی مہربان نے تجھے خبردار کر دیا ... کہ جلد بھاگ، ورنہ تجھے اژدھے نے کھایا

تو بگوئی فالِ بد چوں می زنی ... فال چہ برجہ ببیں در روشنی

تو کہتا ہے کہ کیوں بدشگونی کرتا ہے ... بدشگونی کیا ہوتی ہے، اٹھ روشنی میں دیکھ

از میانِ فالِ بد من خود ترا ... می رہانم می برم سوئے سرا

میں تجھے بدشگونی سے ... چھڑا رہا ہوں، گھر کی جانب لے جا رہا ہوں

چوں نبی آگہ کنندست از نہاں ... کو بدید آنچہ ندید اہلِ جہاں

نبی کی طرح جو ان پوشیدہ باتوں سے خبردار کرنے والا ہے ... کیونکہ جو کچھ اس نے دیکھ لیا ہے دنیا داروں نے نہیں دیکھا ہے

---

۱ جانِ ما۔ تمہاری نحوست یہ ہے کہ ہم فکروں سے فارغ تھے تم نے ہمیں فکرمند بنا دیا۔ ذوق۔ ہم سب متفق تھے، تمہارے وجود سے ہم میں اختلاف ہو گئے۔ طوطی۔ طوطی کو شکر کھلائی جاتی ہے۔ نقل۔ چبینا۔ مستنکری۔ برائی۔ مسخ۔ صورت کا بدل جانا۔ نکال۔ عذاب۔ ماخذ۔ گرفت کی جگہ۔ اشتہار۔ خواہش۔

۲ انبیاء۔ انبیاء نے کہا یہ ساری برائیاں جو تم نے بیان کیں ان کا سبب ہم نہیں ہیں خود تم ہو۔ اگر تو ہم تو تمہیں اس عذاب سے ڈراتے ہیں جو واقعۃً تم پر نازل ہونے والا ہے، ہماری مثال تو اس شخص کی سی ہے جو ایسے شخص کو بیدار کر دے جس پر سانپ حملہ آور ہو رہا ہو۔

۳ بجہ۔ کود جا۔ تو بھاگ۔ تمہاری مثال یہ ہے کہ وہ شخص جس پر سانپ حملہ آور ہے بیدار کرنے والے کو برائی دینے لگے۔ سرا۔ گھر۔ چوں نبی۔ نبی آنکھوں سے اس عذاب کو دیکھتا ہے جو منکروں پر نازل ہونے والا ہوتا ہے۔

گر[1] طبیبے گویدت غورہ مخور — کہ چنیں رنجے بر آرد زود سر
اگر تجھ سے کوئی طبیب کہے کچا انگور نہ کھا — کہ فلاں مرض جلد سر ابھاریگا

تو بگوئی فال بد چوں میزنی — پس تو ناصح را مؤثم میکنی
تو کہے کہ بدشگونی کیوں کرتا ہے — تو تو ایک ناصح کو گنہگار ٹھہراتا ہے

ور منجم گویدت کامروز ہیچ — آنچناں کارے مکن اندر پسیچ
اگر کوئی نجومی تجھ سے کہے کہ آج کوئی — ویسا کام ارادہ سے نہ کرنا

تا نگردی نادم و خاسر ازاں — زانکہ نیکو نیست روز امروز ہاں
تاکہ تو اس کی وجہ سے شرمندہ اور محروم نہ بنے — کیونکہ آج اچھا دن نہیں ہے

صد رہ[2] ار بینی دروغ اختری — یکدو بارہ راست آید می خری
اگرچہ تو سو طرح سے نجومی کا جھوٹ دیکھتا ہو — ایک دو بار سچ ہو جائے تو تو مان لیتا ہے

ایں نجوم ما نشد ہرگز خلاف — صحتش چوں ماند از تو در غلاف
ہمارے ان ستاروں میں کبھی تخلف نہیں ہوا — اُن کی صحت تجھ سے کیسے پوشیدہ ہے؟

آں طبیب و آں منجم از گماں — می کنند آگاہ و ما خود از عیاں
وہ طبیب اور نجومی گمان کے ذریعے — خبر دیتے ہیں اور ہم مشاہدے سے

دود[3] می بینیم و آتش از کراں — حملہ می آرد بسوئے منکراں
ہم دیکھتے ہیں کہ دھواں اور آگ ایک کنارے سے — منکروں پر حملہ آور ہے

تو ہمی گوئی خمش کن زیں مقال — کہ زیانِ ماست قالِ شومِ فال
تو یہ کہتا ہے کہ ان باتوں سے چپ رہ — کیونکہ بدشگونی کی بات میں ہمارا نقصان ہے

اے کہ نصحِ ناصحاں را نشنوی — فالِ بد با تست ہر جا می روی
اے وہ کہ تو ناصحوں کی نصیحت نہیں سنتا ہے — تو جہاں جائے بدشگونی تیرے ساتھ ہے

افعیے بر پشتِ تو بر می رود — او ز بامے بیندش آگہ کند
ایک اژدھا تیرے پیچھے دوڑ رہا ہے — وہ اسکو بالاخانہ سے دیکھ رہا ہو خبردار کرتا ہے

گویدش خاموش غمگینم مکن — گوید او خوش باش خود رفت ایں سخن
تو اسکو کہتا ہے چپ رہ، مجھے غمگین نہ کر — وہ کہتا ہے خوش رہ، بات ختم ہوئی

چوں زند افعی دہاں بر گردنت — تلخ گردد جملہ شادی کردنت
جب اژدھا تیری گردن پر منھ مارے گا — تیری سب خوشیاں منانا تلخ ہو جائیں گی

[1] گر طبیبے۔ تمہاری مثال اس مریض کی سی ہے جس کو طبیب مضر چیز کھانے سے روکے اور وہ طبیب پر گناہ کا الزام دھرے جو تم گنہگار۔ در منجم۔ تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس کو نجومی بری گھڑی سے بچانا چاہے اور وہ الٹا نجومی پر الزام دھرے۔ پسیچ۔ قصد ارادہ۔

[2] صد رہ۔ نجومی کی بات سینکڑوں بار جھوٹی نکلتی ہے لیکن پھر بھی اس احتمال سے کہ شاید یہ بات صحیح ہو تم نجومی کا کہنا مان جاتے ہو۔ ایں نجوم۔ لیکن ہماری پیشین گوئیاں بالکل صحیح ہوتی ہیں ان کو تم تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہو۔ نجومی اور طبیب محض گمان سے بات کہتے ہیں ہم تو مشاہدہ کرکے کہہ رہے ہیں۔

[3] دود۔ انبیاء نے کہا ہم تو عذاب کا دھواں اور آگ آنکھ سے دیکھ کر بتا رہے ہیں لیکن تم ہماری ان باتوں کو بدفالی سمجھ رہے ہو۔ اے کہ۔ منکروں کا وجود خود فال بد ہے۔ افعیے۔ تمہاری مثال یہ ہے کہ عذاب کا اژدھا تمہارے پیچھے ہے ایک شخص بالاخانہ سے اسکو دیکھ کر تمہیں آگاہ کر رہا ہے لیکن تم یہ کہتے ہو کہ مجھ سانپ کی بات سنا کر غمگین نہ کر۔ گوید۔ مجبور ہو کر وہ بتانیوالا یہی کہیگا کہ اچھا بری بات کو رفت و گذشت کرو اور تم خوش رہو۔

پس[۵۱] بدو گوئی ہمیں بود اے فلاں — چوں نہ بدریدی گریبان و زفغاں
پھر تو اس سے کہے گا اے فلاں ٹھیک تھا — تو نے نالہ و فریاد سے گریبان چاک کیوں نہ کیا تھا؟

یا ز بالایم تو سنگے می زدی — تا مرا آں جد نمودے ایں بدی
یا اوپر سے تو میرے پتھر مارتا — تاکہ وہ کوشش یہ برائی مجھے دکھا دیتی

او بگوید زاں کہ می آزردہٗ — تو بگوئی نیک شادم کردہٗ
وہ کہے گا، کیونکہ تو رنجیدہ ہوتا تھا — تو کہے گا، تو نے (اب کیا) مجھے خوش کر دیا ہے

گفت من کردم جوانمردی بہ پند — تا رہانم مر ترا زیں خشک بند
اس نے کہا میں نے شرافت برتی اور نصیحت کی — تاکہ میں تجھے سخت قید سے رہائی دوں

از لئیمی حقِ آں نشناختی — مایۂ ایذا و طغیاں ساختی
تو نے کمینہ پن سے اس کی قدر نہ کی — اس کو ایذاء اور سرکشی کا سرمایہ بنایا

ایں[۵۲] بود خوئے لئیمانِ دنی — بد کنند با تو چو نیکوئی کنی
کمینے لیئموں کی یہی عادت ہوتی ہے — جب تو نیکی کرے وہ تجھ سے بدی کرتے ہیں

نفس را زیں صبر می کن منحنیش — کہ لئیم ست و نسازد نیکوئیش
نفس کو صبر کے ذریعہ کمزور بنا — کیونکہ وہ کمینہ ہے بھلائی اس کے ساتھ ساز نہیں کرتی ہے

با کریمے[۵۳] گر کنی احسان سزد — ہر یکے را او عوض ہفصد دہد
اگر تو شریف کے ساتھ احسان کرے تو مناسب ہے — وہ ہر ایک کا سات سو گنا بدلہ دے گا

با لئیمے چوں کنی قہر و جفا — بندہ گردد ترا بس باوفا
کمینہ پر جب تو ظلم اور قہر کرے گا — (وہ) تیرا باوفا غلام بن جائے گا

کافراں کارند در نعمت جفا — باز در دوزخ نداشاں ربنا
کافر نعمت کی حالت میں جفاکاری کرتے ہیں — پھر دوزخ میں ان کی پکار "اے ہمارے رب" ہوتی ہے

کہ لئیماں در جفا صافی شوند — چوں وفا بینند خود جافی شوند
کیونکہ کمینے ظلم میں مخلص بنتے ہیں — جب وفا دیکھتے ہیں جفا کرتے ہیں

حکمت در آفریدنِ دوزخ دراں جہاں و زنداں دریں

دوزخ کو اُس عالم میں اور قید خانہ کو اِس عالم میں پیدا کرنے کی حکمت — تاکہ

عالم تا معبدِ منکراں گردد کہ اِئْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا
وہ کافروں کا عبادت خانہ بنے کیونکہ اِئْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ہے

---

[۵۱] پس بدو۔ پھر تو بتانے والے سے کہیگا کہ تو میرے غم میں کپڑے پھاڑ کر مجھے آگاہ کرتا تو میں مان لیتا یا اوپر سے میرے پتھر مارتا تو میں آگاہ ہو جاتا۔ او بگوید۔ وہ جواب میں کہیگا کہ تو میری بات سے آزردہ ہوتا تھا تو وہ کہیگا کہ میں اب کونسا خوش ہوں۔ گفت۔ وہ آگاہی دینے والا کہیگا کہ میں نے تو شرافت کے کام لیا تھا تجھے مصیبت سے بچانے کیلئے نصیحت کی تھی۔ از لئیمی۔ لیکن تو نے کمینہ پن برتا اس نصیحت کی قدر نہ کی بلکہ اس نصیحت کو ایذا رسانی اور سرکشی کا سبب بنا لیا۔

[۵۲] ایں بود۔ کمینوں کا یہی طریقہ ہے کہ تم اُن سے بھلائی کرو تو وہ اُس کے بدلے میں تم سے برائی کریں گے۔ نفس۔ انسان کا نفس ایسا ہی کمینہ ہے کہ اس کے ساتھ بھلائی کرنا اور اس کو مضبوط بنانا مناسب نہیں ہے اس کو مشقتوں اور مجاہدوں سے کمزور بناؤ۔

[۵۳] با کریمے۔ کسی شریف سے شرافت برتو گے تو وہ سو گنا شرافت برتتا ہے۔ با لئیمے۔ کمینہ پر جور و جفا کرو گے تو بہرہ اطاعت کریگا۔ کافراں۔ کافر ایسا ہی کرتے ہیں کہ دنیا میں ان کو اللہ کی نعمتیں ملیں تو کفر بڑھا دوزخ کے عذاب میں خدا کو مانیں گے اور پکاریں گے۔ کہ لئیماں۔ کمینے مظالم کے ساتھ ٹھیک چلتے ہیں شریف پر ظلم کرتے ہیں۔ اِئْتِيَا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو حکم دیا کہ تم دونوں خوشی سے خواہ جبر سے آؤ تو دونوں نے کہا ہم خوشی

مسجد و طاعاتِ شاں پس[1] دوزخ ست ۔ پائے بندِ مرغِ بیگانہ فخ ست

انکی مسجد اور اطاعتوں (کی جگہ) دوزخ ہے ۔ بیگانہ پرند کے پاؤں کا پھندا جال ہے

ہست زنداں صومعہ دزدِ لئیم ۔ کاندروں ذاکر شود حق را مقیم

کمینے چور کا عبادتخانہ قید خانہ ہے ۔ اس میں وہ ہمیشہ خدا کو یاد کرنے والا ہوتا ہے

چوں عبادت بود مقصود از بشر ۔ شُد عبادتگاہِ گردنکش سقر

چونکہ انسان (کی پیدائش) سے مقصود عبادت ہے ۔ متکبر کی عبادت گاہ، دوزخ بنی

آدمی[2] را ہست در ہر کار دست ۔ لیک ازو مقصود ایں خدمت بُدست

انسان کو ہر کام پر قدرت ہے ۔ لیکن اس (کی پیدائش) سے (اصلی) مقصود عبادت ہے

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ ایں بخواں ۔ جُز عبادت نیست مقصود از جہاں

اس "نہیں پیدا کیا ہم نے جن و انسان کو" پڑھ ۔ عبادت کے علاوہ دنیا میں (کوئی) مقصد نہیں ہے

گرچہ مقصود از کتاب آں فن بود ۔ گر تواش بالش کُنی ہم می شود

اگرچہ کتاب کا مقصد وہ فن ہوتا ہے ۔ اگر تو اس کا تکیہ بنالے تو (یہ بھی) ہو سکتا ہے

لیک ازو مقصود ایں بالش نبود ۔ عِلم بود و دانش و ارشاد و سُود

لیکن اس کا مقصد یہ تکیہ (ہونا) نہ تھا ۔ علم اور سمجھ، اور ہدایت اور نفع تھا

گر تو میخے[3] ساختی شمشیر را ۔ برگزیدی بر ظفر اِدبیر را

اگر تو تلوار کو کھونٹ بنالے ۔ تو نے کامیابی پر بدبختی کو ترجیح دی

گرچہ مقصود از بشر علم و ہدیست ۔ لیک ہر یک آدمی را معبدیست

اگرچہ انسان (کی تخلیق) سے مقصود علم و ہدایت ہے ۔ لیکن ہر شخص کی ایک عبادت گاہ ہے

معبدِ مردِ کریم اَکْرَمْتُہٗ ۔ معبدِ مردِ لئیم اَسْقَمْتُہٗ

شریف انسان کی عبادتگاہ (مقام) اکرمتہ ہے ۔ کمین انسان کی عبادتگاہ اسقمتہ ہے

مر لئیماں را بزن تا سَر نہند ۔ مر کریماں را بدہ تا بر دہند

کمینوں کو پیٹ تاکہ اطاعت کریں ۔ شریفوں کو (انعام) دے تاکہ پھل دیں

لاجرم حق ہر دو مسجد آفرید ۔ دوزخ آنہارا و اینہارا مزید

لامحالہ اللہ تعالیٰ نے دو مسجدیں بنائیں ۔ ان کے لئے دوزخ اور ان کے لئے "مزید"

ہر انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت ہے لیکن ہر ایک کا عبادتخانہ جدا ہے خریف کا معبد تو اَکْرَمْتُہٗ کا مقام ہے یعنی میں نے اس کا اکرام کیا اور لئیم کا معبد اَسْقَمْتُہٗ کا مقام ہے یعنی میں نے اسکو بیمار کیا فریف انعامِ الٰہی کے وقت عبادت گذار رہتا ہے اور کمینہ مصائب میں مبتلا ہو کر مزید۔ یعنی جنت جسکے لئے فرمایا گیا وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ اور ہمارے پاس زیادتی ہے۔

[1] دوزخ۔ کافر جب دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونگے تو فرمانبرداری کرینگے وحشی جانور خوشی سے نہیں آتا تو جال میں پھنس کر آتا ہے۔ فخ۔ جال۔ زنداں۔ جب چور جیلخانہ میں ڈالدیا جاتا ہے تو تسبیح شروع کر دیتا ہے۔ جن۔ جن اور انس کی تخلیق کا باعث عبادت اور اطاعت ہے خوشی سے نہ کرینگے تو جبراً کرنی پڑیگی مومن جنت اور دنیا میں اطاعت گذاری کریگا تو کافر دوزخ میں اطاعت کرے گا۔

[2] آدمی۔ انسان میں ہر قسم کے کام کرنے کی صلاحیتیں ہیں لیکن اسکی تخلیق کا اصل منشاء عبادت گذاری ہے جیسا کہ آیت میں مذکور ہے۔ مَا خَلَقْتُ۔ قرآن پاک میں ہے مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ "میں نے نہیں پیدا کیا انسانوں اور جنوں کو مگر اسلئے کہ وہ عبادت کریں"۔ از کتاب۔ کتاب کی تصنیف و اشاعت کا اصل مقصد اس فن اور علم کو جاننا ہے جس فن کی وہ کتاب ہے اگر تو اس کا تکیہ بنائیگا تو وہ تکیہ بنجائیگی لیکن یہ تیری غلطی ہوگی اسی طرح اگر انسان عبادت نہ کریگا دوسرے کاموں میں لگیگا تو یہ اسکی غلطی ہوگی۔

[3] گر تو میخے۔ تلوار کا اصل مقصد اسکے ذریعہ فتح پانا ہے وہ کھونٹا بھی بن سکتی ہے لیکن اگر تو اس سے کھونٹے کا کام لیگا تو بڑی حماقت ہوگی بقیہ

ساختؐ موسیٰؑ قدس درِ بابِ صغیر
(حضرت) موسیٰؑ نے بیت المقدس میں چھوٹا دروازہ بنایا

تا فرود آرند سر قومِ زحیر
تاکہ سرکش قوم سر جھکائے

زاں کہ جباراں بُدند و سر فراز
کیونکہ وہ جبار، اور متکبر تھے

دوزخ آں بابِ صغیرست و نیاز
دوزخ وہی چھوٹا دروازہ اور نیاز (مندی کی جگہ) ہے

بیانؐ آنکہ حق تعالیٰ صورتِ ملوک را سبب مسخر کردنِ جباراں کہ مسخرِ حق نباشند ساختہ چنانکہ موسیٰ علیہ السلام بابِ صغیر ساخت بر ربضِ قدس جہتِ کوعِ جباران بنی اسرائیل وقت در آمدن کہ اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ

اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہوں کی صورت، اُن متکبروں کو تابع بنانے کے لئے بنائی ہے جو کہ اللہ کے تابع نہیں ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس کے احاطے میں چھوٹا دروازہ بنایا تاکہ بنی اسرائیل کے متکبر آنے کے وقت جھکیں کیونکہ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور حطۃ کہو (کا حکم تھا)

آنچناں کہ حق زلحم و استخواں
اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے گوشت اور ہڈیوں سے

از شہاں بابِ صغیرے ساختہ
بادشاہوں کا چھوٹا دروازہ بنایا

اہلِ دنیا سجدۂ ایشاں کنند
دنیا دار اُن کو سجدہ کرتے ہیں

چونکہ سجدہ کبریا را دشمنند
کیونکہ وہ اللہ (تعالیٰ) کو سجدہ کرنے کے مخالف ہیں

ساخت سرگیں دانگی محراب شاں
اُن کے لئے گوبر خانے کو محراب بنایا

نامِ آں محراب میر و پہلواں
اُس محراب کا نام، حاکم اور پہلوان ہے

لائقؐ ایں حضرتِ پاکی نہ اید
تم پاک دربار کے لائق نہیں ہو

نیشکر پاکاں شما خالی نے اید
پاک لوگ گنا ہیں، تم صرف نرکل ہو

آں سگاں را ایں خساں خاضع شوند
یہ کمینے اُن کتوں کے تابعدار ہوتے ہیں

شیر را عارست کو را بگروند
شیروں کی توہین ہے کہ وہ اُس کے گرویدہ ہوں

گربہ باشد شحنہ ہر موش خو
ہر موش خصلت کا کوتوال بلی ہوتی ہے

موش کہ بود تا ز شیراں ترسد او
چوہا کس قابل ہے کہ وہ شیروں سے ڈرے

آں سگاں۔ یعنی دنیا دار بادشاہ۔ ایں خساں یعنی منکرین۔ شیر یعنی جناب باری تعالیٰ۔ گربہ۔ چوہا بلی سے ڈرتا ہے شیر جو کہ اُس سے بدرجہا افضل ہے اُس سے نہیں ڈرتا۔

ؐ ساخت۔ موسیٰؑ نے بیت المقدس میں ایک کھڑکی بنائی تھی تاکہ متکبرین اُس میں جھک کر داخل ہوں اور اُن کی سجدہ کی سی حالت ہو جائے دوزخ کو ایک چھوٹی کھڑکی سمجھو کہ اُس میں داخل ہو کر یہ متکبر عبادت گذار بن جائیں گے۔

ؐ بیان۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ نے کھڑکی بنائی تھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اُن متکبروں کے لئے ظالم بادشاہوں کا وجود اور دوزخ بنائی ہے۔ یہ ظالموں کو سجدہ کرتے ہیں اور دوزخ میں خدا کو یاد کریں گے۔ ربض۔ مکانات کا ماحول یا گرد کا باغ۔ اُدخلوا قرآن پاک میں ہے۔ اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ یعنی بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ اس کھڑکی میں سجدہ کی حالت میں داخل ہو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ گناہ معاف کر دے۔ شہاں۔ یہ متکبر بادشاہوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ ساخت۔ اُن کی محراب اور عبادت گاہ گوبر خانہ ہے اسی کو دوسرے لفظوں میں بادشاہ اور پہلوان کہا جاتا ہے یہ متکبر اُن کے سامنے جھکتے ہیں۔

ؐ لائق۔ اُن کے سجدے اللہ تعالیٰ کے لائق نہ تھے کیونکہ اُن کو جناب باری سے کوئی مناسبت نہیں یہ بصورت انسان ہیں لیکن انسانیت سے خالی ہیں نیکوں کی اور اُن کی مثال وہی ہو جو گنے اور نرکل کی ہے۔

خوفِ ایشاں از کلابِ حق بُوَد — خوفِ شاں کے زآفتابِ حق بُوَد

ان کو اللہ (تعالیٰ) کے کتوں سے خوف ہوتا ہے — آفتابِ حق سے انھیں ڈر کہاں ہوتا ہے

رَبِّیَ الْاَعْلیٰ ست وِردِ آں مِہاں — رَبِّ اَدنیٰ در خورِ ایں اَبلہاں

سرداروں کا وظیفہ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ ہے — رَبِّ ادنیٰ ان بیوقوفوں کے لائق ہے

مُوش کے ترسد زشیرانِ مَصاف — بلکہ آں آہوئگانِ مُشک ناف

جنگ کے شیروں سے چوہا کب ڈرتا ہے؟ — بلکہ وہ آہو قدم مُشک کی ناف والے (ڈرتے ہیں)

رَو بہ لیسی کاسہ لیس اے دیگ لیس — تُش خداوند و ولی نعمت لیس

اے دیگ چاٹنے والے پیالہ چاٹنے والے کے پاس جا — تو اُس کو آقا، اور ولی نعمت سمجھ

دیگ لیسی کاسہ لیسے را بجُو — تُش خداوند و ولی نعمت بگو

تو دیگ چاٹنے والا ہے کسی پیالہ چاٹنے والے کو تلاش کر — تو اُس کو آقا اور ولی نعمت کہہ

بس کُن ار شرحے بگویم دور دست — خشم گیرد میر و ہم داند کہ ہست

ختم کر اگر میں لمبی تفصیل کروں گا — حاکم غصہ کرے گا اور سمجھ لے گا کہ وہ یہی ہے

حاصل ایں آمد کہ بد کُن اے کریم — با لئیماں تا نہد گردن لئیم

خلاصہ یہ نکلا کہ اے شریف! بُرائی کر — کمینوں کے ساتھ تاکہ کمینہ اطاعت کرے

با لئیم نفسِ چوں احساں کُند — چوں لئیماں نفسِ بد کُفراں کُند

جب تو کمینے نفس کے ساتھ احسان کریگا — تو وہ بد نفس کمینوں کی طرح کفران کرے گا

زیں سبب بُد کاہلِ محنت شاکر اند — اہلِ نعمت طاغی اند و ماکر اند

یہی سبب ہوا کہ محنتی شکر گزار ہیں — مالدار سرکش، اور مکار ہیں

ہست طاغی بگلر زریں قبا — ہست شاکر خستہ و صاحب عبا

سردار زریں قبا والا سرکش ہے — خستہ (حال) اور گدڑی والا شکر گزار ہے

شُکر کے روید ز اَملاک و نِعَم — شُکر می روید ز بلویٰ و سقم

نعمتوں اور ملکیتوں سے شکر کہاں اُگتا ہے! — شکر ابتلاء اور بیماری سے اُگتا ہے

قصۂ عشقِ صوفی بر سُفرۂ تہی از خورش

کھانے سے خالی دسترخوان پر ایک صوفی کے عشق کا قصہ

صوفیٔ بر میخ روزے سُفرہ دید — چرخ می زد جامہا را می درید

ایک صوفی نے ایک دن کھونٹی پر دسترخوان دیکھا — رقص کرتا تھا اور کپڑے پھاڑتا تھا

ل خوف۔ منکرین بھی اللہ کے کتوں سے ڈرتے ہیں اور ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ ربی الاعلیٰ۔ میرا خدا بلند ہے۔ تمہارا بالا و برتر خدا کو ماننا شریفوں کا کام ہے ان منکرین کے لائق ادنیٰ رب ہے لہٰذا یہ اسکو ہی پوجتے ہیں۔ رب ادنیٰ۔ معمولی درجہ کا خدا۔ تو موش خیر کے سے ڈرتا چوہے کا کام نہیں بلکہ ہرن جیسے شریف اور پاکیزہ جانور کا کام ہے۔ دیگ لیسی جیسی درجہ ویسے فرشتے لہٰذا ان منکرین کی خدائی کے لائق یہی ظالم اور جابر ہیں۔

ع بس کن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اب منکرین کے معبودوں کی زیادہ بات ذکر و ورنہ وہ ناراض ہوجائیں گے اور دل میں سمجھیں گے کہ ہم بھی یہی ہیں جیسی تو ہمارا اس قدر ذکر کیا جارہا ہے۔ بلئیم نفس نفس لئیم زیں سبب۔ جو لوگ محنت اور مشقت کی زندگی گزارتے ہیں عموماً شاکر ہوتے ہیں اور مالدار سرکش ہوتے ہیں۔ بگلر۔ بیگ لر۔ سردار۔

ع شکر۔ ابتلا اور بیماری شکر گزاری کا سبب ہے۔ قصہ۔ مولانا نے پہلے سمجھایا تھا کہ فقر اور ابتلا سے شکر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کی تائید میں یہ قصہ نقل کرتے ہیں۔ میخ۔ کھونٹی۔ سُفرہ۔ دسترخوان۔ چرخ زدن۔ گھومنا۔

بانگ می زد نِک نوائے بے نوا　　قحطہا و دردہا را نِک[۱] دوا

چیختا تھا یہ بے سامان کا سامان ہے　　یہ قحطوں اور دردوں کی دوا ہے

چونکہ درد و سوزِ اُو بسیار شُد　　ہر کہ صُوفی بُود با اُو یار شُد

جب اُس کا درد اور سوزش بڑھی　　جو بھی صوفی تھا اُس کا ساتھی ہو گیا

کخکخے و ہائے ہُوئے می زدند　　تا کہ چندیں مست و بیخود می شُدند

قہقہے اور نعرے مارتے تھے　　یہاں تک کہ بہت زیادہ مست و بیخود ہو جاتے تھے

بوالفضولے گفت صوفی را کہ چیست　　سفرۂ آویختہ از ناں تہی ست

ایک لغو انسان نے صوفی سے کہا یہ کیا ہے؟　　لٹکا ہوا دستر خوان روٹی سے خالی ہے

گفت رَو رَو نقش بے معنیستی　　تو بجو ہستی کہ عاشق نیستی

اُس (صوفی) نے کہا جا، جا تو بے روح تصویر ہے　　تو ہستی کی تلاش کر کیونکہ تو عاشق نہیں ہے

عشق نانے بے ناں غذائے عاشق ست　　بندِ ہستی نیست ہر کو صادق ست

عشق جو روٹی نہ رکھتے ہوئے روٹی ہو عاشق کی غذا ہے　　جو صادق ہے وہ وجود کا پابند نہیں ہے

عاشقاں را کار نبوُد با وَجود　　عاشقاں را ہست بے سرمایہ سُود

عاشقوں کو وجود سے واسطہ نہیں ہوتا ہے　　عاشقوں کا نفع بغیر سرمایہ کے ہوتا ہے

بال[۲] نے و گِردِ عالم می پرند　　دست نے و گوئے زمیداں می برند

پر نہیں ہیں اور عالم کے چاروں طرف اڑتے ہیں　　ہاتھ نہیں ہے، اور میدان سے گیند لیجاتے ہیں

آں فقیرے کوز معنی بوئے یافت　　دست ببریدہ ہمی زنبیل بافت

وہ فقیر جس نے حقیقت کی خوشبو حاصل کر لی　　ہاتھ کٹا ہوا ہونے پر جھولی بُنتا تھا

عاشقاں اندر عدم خیمہ زدند　　چوں عدم یکرنگ و نفسِ واحدند

عاشقوں نے عدم میں خیمہ لگایا ہے　　عدم کی طرح یکساں اور ایک جان ہو گئے ہیں

شیر[۳] خوارہ کے شناسد ذوقِ لُوت　　مر پَری را بُوئے باشد لوت و قُوت

دودھ پیتا بچہ کھانوں کا ذائقہ کب سمجھتا ہے　　پری کے لئے خوشبو اقسام کا کھانا ہوتا ہے

آدمی کے بُو بَرد از بُوئے اُو　　چونکہ خوئے اوست ضدِ خُوئے اُو

آدمی اُس خوشبو کا سراغ کب پا سکتا ہے　　کیونکہ اُسکی عادت اُسکی عادت کے خلاف ہے

خوار بچہ صرف دودھ کے مزے سے واقف ہے وہ اُس کی لذت کو سمجھ سکتا ہے کھانوں کی لذت کو نہیں سمجھ سکتا پری کی غذا محض خوشبو ہے انسان کھانوں کا عادی ہے وہ محض خوشبو سے پیٹ بھر جانے کو نہیں سمجھ سکتا۔

[۱] نِک۔ یعنی یہ دستر خوان جو کہ اُس صوفی کے وجد پر دوسرے صوفی بھی وجد میں آ گئے۔ کخکخ۔ دونوں کافوں کے زیر کے ساتھ، قہقہہ۔ بوالفضول۔ بیہودہ۔ نقش بے معنی۔ یعنی بے جان بُت۔ تو بجو ہستی۔ یعنی تو طالب وجود ہستی ہے یعنی عاشق طالب عدم ہوتا ہے لہٰذا ہم روٹی کے نہ ہونے کے طالب و عاشق ہیں اور بھوک صدیقین کا مطلوب ہوتا ہے۔ عشق۔ عاشق کی غذا عشق ہے۔ جو روٹی تو نہیں ہے لیکن اُس کے لئے روٹی کا کام دیتا ہے۔ عاشقاں۔ عاشق ہر چیز کے فنا کا طالب ہوتا ہے اسی فنا سے اُس کو نفع پہنچتا ہے۔

[۲] بال نے۔ جس طرح عاشقوں کا نفع بغیر سرمایہ کے ہے اسی طرح وہ بغیر پروں کے پرواز کرتے ہیں اور بغیر ہاتھ کے ہاتھ کا کام کرتے ہیں آں فقیرے۔ شیخ کو پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ ہاتھ کٹے ہوئے وہ زنبیل بنتے تھے۔ عاشقاں۔ عاشق ہر چیز کو ختم کر دیتا ہے امتیاز وجودات میں ہوتا ہے عدم میں یکسانیت ہے لہٰذا عاشقانِ خدا بھی یک رنگ ہیں۔

[۳] شیر خوارہ۔ ہر شخص اپنے سے مناسب بات کو سمجھتا ہے ورنہ اعتراض کرتا ہے بوالفضول نے صوفی پر اسی لئے اعتراض کیا کہ وہ فنا کے ذوق سے ناواقف تھا۔ شیر

یا بد از بوئے آں پری بوئے کرا ش | تو نیابی آں ز صد من لوت خوش

پری کی اس کی خوشبو سے ایسی راحت حاصل کرتی ہو گی اسکو | تو سو من اچھی خوراک سے نہیں پا سکتا ہے

پیشِ قبطی خوں بود آں آبِ نیل | آب باشد پیشِ سبطیِ جمیل

قبطی کے لئے نیل کا پانی خون ہے | اچھے سبطی کے لئے پانی ہے

جادہ باشد بحر ز اسرائیلیاں | غرقہ گہ باشد ز فرعونِ عواں

دریا اسرائیلیوں کے لئے راستہ ہوتا ہے | ظالم فرعون کے لئے ڈوبنے کی جگہ ہوتا ہے

باد بد بر عادیاں گرز و تبر | لیک بد بر ہود و بر قومش ظفر

ہوا، قوم عاد پر گرز اور کلہاڑا تھی | لیکن حضرت ہودؑ اور انکی قوم کیلئے فتح تھی

گلستاں[2] باشد بر ابراہیمؑ نار | لیک بر نمرود باشد زہر مار

آگ حضرت ابراہیمؑ پر چمن ہوتی ہے | لیکن نمرود پر سانپ کا زہر ہوتی ہے

بر سمندر باشد آتش خانداں | لیک باشد برد گر مرغاں زیاں

سمندر پر آگ خاندان ہوتی ہے | لیکن دوسرے پرندوں کیلئے تباہی ہوتی ہے

نزد عاشق درد و غم حلوا بود | لیک حلوا بر خساں بلوا بود

عاشق کے لئے درد اور غم حلوا ہوتا ہے | لیکن کمینوں کے لئے حلوا مصیبت ہوتا ہے

مخصوص[3] بودنِ یعقوب علیہ السلام بچشیدنِ جامِ حق تعالیٰ از روئے یوسفؑ و کشیدن بوئے حق تعالیٰ از بوئے یوسفؑ و حرمانِ برادراں و غیرہم ازیں ہر دو صفت

حضرت یعقوبؑ کی خصوصیت حضرت یوسفؑ کے چہرے سے خدائی پیالہ پینے اور حضرت یوسفؑ کی خوشبو سے اللہ تعالیٰ کی خوشبو حاصل کرنے میں اور بھائیوں وغیرہ کا ان دونوں خوبیوں سے محروم رہنا

آنچہ یعقوبؑ از رخِ یوسفؑ چشید | وانچہ او از بوئے او اندر کشید

حضرت یعقوبؑ نے جو کچھ حضرت یوسفؑ کے رخ سے چکھا | اور جو کچھ انھوں نے انکی خوشبو سے باطن میں حاصل کیا

وانچہ در روئے بود اندر روئے بدید | خاص او بد او با خواں کے رسید

اور جو کچھ ان (یوسفؑ) کے اندر تھا انھوں نے دیکھا | وہ ان کی خصوصیت تھی، بھائیوں کو کب حاصل ہوا!

ایں ز عشقش خویش در چہ می کند | واں بکیں از بہر او چہ می کند

یہ ان کے عشق سے اپنے آپکو کنویں میں گرا رہے ہیں | وہ کینہ وری سے انکے لئے کنواں کھود رہے ہیں

[1] پیش قبطی۔ مشیدکے احوال ہر شخص کے اعتبار سے جدا گانہ ہیں جس شخص کے مناسب جو حال ہے وہ اسی کو سمجھ سکتا ہے۔ قبطی۔ فرعونی نسل کا آدمی۔ سبطی۔ اسرائیلی۔ جادہ۔ دریائے نیل حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کے لئے راستہ بنا فرعون اور اس کا لشکر اسی میں ڈوب گیا۔ باد۔ آندھی سے قوم عاد برباد ہوئی حضرت ہودؑ اور انکی قوم کے لئے فتح کا سبب بنی۔

[2] گلستاں۔ آگ حضرت ابراہیمؑ کے لئے گلزار بنی۔ نمرود کے لئے باعث ہلاکت بنی۔ سمندر۔ ایک پرندہ جو آگ میں پرورش پاتا ہے۔ درد و غم عاشقوں کی غذا ہے کمینے حلوا بھی اس طرح کھا جاتے ہیں جس سے انکو بدہضمی ہو جاتی ہے۔

[3] مخصوص۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ چیزوں کے احوال مختلف اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہیں حضرت یوسفؑ کا چہرہ حضرت یعقوبؑ کے لئے کچھ تاثیر رکھتا تھا دوسروں کے لئے اسکی تاثیر دوسری تھی۔ آنچہ۔ جو خوبیاں حضرت یوسفؑ میں تھیں وہ حضرت یعقوبؑ کو نظر آئیں جو بھائی نہ دیکھ سکے۔ ایں۔ حضرت یعقوبؑ یوسفؑ کے غم میں اپنے آپ کو ہلاک کئے دیتے تھے انکے بھائی انکو

سفرۂ او پیشِ ایں زناں تہی ست | پیشِ یعقوبؑ ست پُر کو مشتہی ست

اُن (یوسفؑ) کا دسترخوان اِنکے لئے روٹی سے خالی ہو | حضرت یعقوبؑ کیلئے بھرا ہوا ہے کیونکہ وہ خواہشمند ہیں

رُوئے ناشستہ نہ بیند رُوئے حُور | لاصلوٰۃ گفت اِلّا بالحضور

بِن دُھلا منہ، حُور کا منہ نہیں دیکھتا ہے | آنحضورؐ نے فرمایا کہ نماز بغیر حضورِ قلب کے نہیں ہے

عشق باشد لوت پوتِ جانہا | جُوع ازیں رُو لیست قُوتِ جانہا

عشق، جانوں کے لئے قسم قسم کا کھانا ہے | اسی لئے بھوک، جانوں کی غذا ہے

جُوعِ یوسفؑ بود مر یعقوبؑ را | بُوئے نانش می رسید از دُور جا

حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ کی بھوک تھی | اُن کو اُن کی روٹی کی خوشبو دور سے پہنچ رہی تھی

آنکہ بستد پیرہن را می شتافت | بُوئے پیراہانِ یوسفؑ می نیافت

جس نے پیرہن حاصل کیا تھا وہ دوڑ رہا تھا | حضرت یوسفؑ کے لباس کی خوشبو محسوس نہیں کیا کرتا تھا

وانکہ صد فرسنگ زاں سُو بُود او | چونکہ بُد یعقوبؑ می بُوئید بُو

وہ جو اُس جانب سے سینکڑوں فرسنگ تھا | چونکہ وہ حضرت یعقوبؑ تھے وہ خوشبو سونگھ رہے تھے

اے بسا عالِم ز دانش بے نصیب | حافظِ علم ست آں کس نے حبیب

بہت سے عالِم ہیں جو سمجھ سے محروم ہیں | وہ عالِم علم کا نگہبان ہے، نہ کہ محبوب

مُستمع از وے ہمی یابد مشام | گرچہ باشد مُستمع از جنسِ عام

سُننے والا، اس کی خوشبو حاصل کر لیتا ہے | خواہ سُننے والا عوام میں سے ہو

زانکہ پیراہن بدستش عاریہ است | چوں بدستِ آں نخاسی جاریہ ست

کیونکہ اُس کے پاس لباس عارضی ہے | جیسے کہ غلام فروش کے ہاتھ میں لونڈی ہوتی ہے

جاریہ پیشِ نخاسی سرسری ست | در کفِ اُو از برائے مُشتری ست

غلام فروش کے لئے وہ لونڈی تھوڑی دیر کیلئے ہے | اُس کے قبضہ میں خریدار کے لئے ہے

قسمتِ حق ست روزی خوارہ نے | ہر یکے را سُوئے دیگر راہ نے

اللہ (تعالیٰ) کی تقسیم ہے، نہ کہ روزی چاہنے والے کی | کسی کے لئے دوسرے کی جانب راستہ نہیں ہے

یک خیالے نیک باغِ آں شدہ | یک خیالے زشت راہِ ایں زدہ

ایک اچھا خیال اُس کیلئے گلزار بن گیا | ایک بُرا خیال اِس کے لئے راہزن بن گیا

ایک عارضی چیز ہے اسکی مثال اُس غلام فروش کی سی ہے جسکے پاس فروخت کرنے کیلئے کوئی لونڈی ہو وہ اُس سے بے بہرہ رہتا ہے خریدار اُس سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔ نخاسی۔ بردہ فروش۔ قسمتِ حق۔ یہ تمام تقسیم اللہ کیجانب ہے جس کا جو حصہ ہے وہ اسکو ملتا ہے طالب کا اُسمیں کوئی دخل نہیں ہے۔ یک خیال۔ ایک شخص کے نصیب میں

لے سفرۂ او۔ حضرت یوسفؑ کے چہرے کا دسترخوان حضرت یعقوبؑ کے لئے انوار و برکات سے پُر تھا بھائیوں کے لئے خالی تھا۔ رُوئے ناشستہ۔ جن لوگوں کے دل نجاست سے پُر ہیں اُن کو انوار نظر نہیں آتے ہیں اسی لئے کفار کو خدا کا دیدار نہ ہوگا نماز میں کیفیات اُس شخص کو میسر آئیں گی جو قلب کو مستغنی کر کے حضورِ قلب کے ساتھ نماز پڑھے گا۔ جانہا۔ عاشقوں کی جانوں کیلئے عشق غذا ہے۔ مجوع۔ مشہور مقولہ ہے الجوع طعام الصدیقین یعنی بھوک صدیقوں کی غذا ہے۔

ٹے مجوع۔ حضرت یعقوبؑ میں حضرت یوسفؑ کی طلب صادق تھی اسی لئے انھیں دُور سے اُن کی خوشبو محسوس ہو گئی۔ آنکہ بستد۔ وہ شخص جو حضرت یوسفؑ کی قمیص حضرت یعقوبؑ کے پاس لیکر آیا وہ طلب صادق سے خالی تھا اسکو اُس قمیص میں کوئی خوشبو معلوم نہ ہوئی۔ لیکن حضرت یعقوبؑ قمیص سے سینکڑوں میل کے فاصلہ پر تھے انکو اس کی خوشبو محسوس ہو گئی۔

اے بسا۔ جو عالِم بے عمل ہیں انکی مثال حضرت یوسفؑ کی قمیص لانے والے کی سی ہے۔

ٹے مُستمع۔ عالِم بے عمل کے وعظ اور علم سے وہ لوگ جن میں طلب صادق ہوتی ہو فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ پھر آمین بے عمل عالِم کے پاس ہے جسکا

آں [1] خیالے از اثر بالغ شدہ
وہ خیال نتیجہ کے اعتبار سے بالغ ہو گیا
ویں خیالے عالمے برہم زدہ
اِس خیال نے جہان کو تہ و بالا کر دیا

آں خدائے کز خیالے باغ ساخت
وہ خدا (تعالیٰ) جس نے ایک خیال سے باغ بنایا
وز خیالے دوزخ و جائے گداخت
اور ایک خیال سے دوزخ اور پگھلنے کی جگہ بنا دی

پس کہ داند راہِ گلشنہائے او
اُس کے باغوں کا راستہ کون جانتا ہے؟
پس کہ داند جائے گلخنہائے او
اُس کی بھٹیوں کا راستہ کون جانتا ہے؟

دیدہ بانِ دل نہ بیند در مجال
دل کا محافظ تنگ وادی میں نہیں دیکھتا ہے
کز کدامیں رُکنِ جاں آید خیال
کہ جان کے کونسے گوشے سے یہ خیال آتا ہے

جز [2] مگر آں دل کہ دارد عونِ حق
سوائے اُس دل کے جسکو اللہ (تعالیٰ) کی مدد حاصل ہو
کونِ او را نیست کردہ کونِ حق
اللہ (تعالیٰ) کے وجود نے اسکے وجود کو فنا کر دیا ہے

گر بدیدے مطلعش راز اقتبال
اگر تدبیر سے اُس کے آنے کی جگہ کو دیکھ سکتا
بند کردے راہِ ہر ناخوش خیال
تو ہر بُرے خیال کا راستہ بند کر دیتا

کے رسد جاسوس را آنجا قدم
جاسوس کا وہاں قدم کب پہنچتا ہے
کہ بود مرصاد و دربندِ عدم
جو عدم میں محفوظ اور گھات کی جگہ ہو

دامنِ فضلش بکف کن کور وار
اندھوں کی طرح اُسکی رحمت کے دامن کو پکڑ لے
قبضِ اعمیٰ ایں بود اے شہریار
اے شاہ! اندھے کا پکڑنا یہ ہوتا ہے

دامنِ اُو امر و فرمانِ وے است
حکم اور فرمان اُس کا دامن ہے
نیکبختے کہ تقی جانِ وے است
وہ نیک بخت ہے جس کی جان متقی ہے

آں [3] یکے در مرغزار و جوئے آب
ایک چمنستان اور پانی کی نہر میں ہے
واں یکے پہلوئے اُو اندر عذاب
اور ایک اُس کے پہلو میں عذاب میں ہے

اُو عجب ماندہ کہ ذوقِ اُو ز چیست
وہ تعجب میں ہے کہ اُس کا لطف کس چیز سے ہے
واں عجب ماندہ کہ ایں زِ حبس کیست
اور وہ تعجب میں ہے کہ یہ کس پھندے میں ہے

ہیں چرا خشکی کہ اینجا چشمہاست
خبردار! تو کیوں خشک ہے یہاں چشمے ہیں
ہیں چرا زردی کہ اینجا صد دواست
خبردار تو کیوں پیلا ہے یہاں سینکڑوں دوائیں ہیں

راحت اُٹھانے والے پر متعجب ہے اور راحت اُٹھانے والا تکلیف اُٹھانے والے پر۔ ہیں۔ راحت پانے والا، تکلیف اُٹھانے والے سے کہتا ہے کہ تو بھی اِدھر آجا کیوں تکلیف اُٹھاتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں اِدھر نہیں آسکتا ہوں یہی مومن اور کافر کا حال ہے۔

[1] آں خیالے۔ نیک خیال کے نتیجہ میں انسان کو راحت و آرام حاصل ہوتا ہے بُرا خیال عالم کی تباہی کا سبب بنتا ہے آں خدائے۔ یہ خیالات کی تقسیم اور عطا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ پس کہ داند۔ انسان یہ نہیں سمجھ سکتا کہ کونسے خیالات آرام دہ ہیں اور کونسے خیالات تباہ کُن ہیں۔ دیدہ بان۔ نگراں کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ اُس کے دل میں خیالات کس راہ سے آتے ہیں۔ رکن۔ گوشہ۔

[2] جز مگر۔ انسان اپنے اچھے بُرے خیالات کو خدا کی مدد سے پہچان سکتا ہے کیونکہ یہ خیالات اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں انسان کے ساختہ نہیں ہیں۔ مطلعش۔ یعنی خیالات کے آنے کی راہ۔ کے رسد۔ خیالات کے آنے کی راہ عدم میں ہے اور جاسوس مقید بوجود ہے تو عدم تک اُسکی رسائی ناممکن ہے مرصاد گھات کی جگہ۔ دامن۔ ان خیالات کی راہ اگر معلوم کرنی ہے تو اللہ کے فضل کا دامن اللہ کے احکام ہیں اُنسے وابستہ ہو جا۔

[3] آں یکے۔ اب اللہ کی تقسیم کا پھر ذکر شروع کیا ہے نیک بخت اور بدبخت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص تو باغ اور نہروں سے لطف اندوز ہے اُسکے پاس ہی ایک شخص گرمی اور پیاس کی تکلیف برداشت کر رہا ہے اُو عجب۔ تکلیف اُٹھانیوالا

همنشینا هین بیا اندر چمن ۱؎ — گویدا ے جاں من نیارم آمدن
اے ساتھی! خبردار چمن میں آجا — وہ کہتا اے دوست! میں نہیں آسکتا

هین بیا جاناں کہ پایت بستہ نیست — گویدش نے نے نتانم تو بالیست
خبردار اے دوست! آجا کیونکہ تیرے پاؤں بندھے ہوئے نہیں ہیں — وہ اُس سے کہتا ہے نہیں نہیں مجھ میں سکت نہیں تو ٹھہر جا

یک مثل آمد دریں معنیٰ بگفت — بو کہ یابی زیں بیاں سرِ نہفت
اس سلسلہ میں ایک کہاوت کہی گئی ہے — شاید کہ تو اس بیان سے چھپے ہوئے راز کو محسوس کرلے

اندریں معنیٰ بگویم قصۂ — گوش بکشا تا بری زاں حصۂ
اس سلسلہ میں میں ایک قصہ سُناتا ہوں — کان کھول لے تاکہ تو اُس میں سے حصہ پالے

حکایت غلام امیر کہ اُنس عظیم داشت در مُناجات و نماز با حق

ایک حاکم کے اُس غلام کا قصہ جو کہ اللہ تعالیٰ کی نماز اور سرگوشی سے بہت محبت رکھتا تھا

در زمانے بُود امیرے از کرام — بُود سنقر ۲؎ نام اُورا یک غلام
ایک زمانہ میں بڑے لوگوں میں سے ایک حاکم تھا — اُس کا ایک غلام سنقر نام کا تھا

میر شد محتاجِ گرمابہ سحر — بانگ زد سنقر ہلا بردار سر
صبح کو حاکم کو حمام کی ضرورت ہوئی — اُس نے پکارا، سنقر! خبردار اُٹھ جا

طاس و ایزار و گِل از التوں بگیر — تا بگرمابہ رویم از ناگزیر
طشلا اور تہ بند اور ملتانی مٹی التون سے لے لے — تاکہ ضرورت کی وجہ سے ہم حمام میں جائیں

سنقر آں دم طاس و ایزارِ نکو — برگرفت و رفت با اُو دوبدو ۳؎
سنقر نے فوراً طشلا اور اچھا تہ بند — لے لیا، اور اُس کے ساتھ ساتھ چلا

مسجدے بر رہ بُد و بانگ صلا — آمد اندر گوشِ سنقر برملا
راستے میں مسجد تھی اور بُلاوے کی آواز — صاف طور پر سنقر کے کان میں آئی

بُود سنقر سخت مُولع در نماز — گفت اے میرِ من اے بندہ نواز
سنقر نماز کا بہت فریفتہ تھا — بولا اے میرے آقا! اے بندہ پرور

تو بریں دُکاں زمانے صبر کن — تا گزارم فرض و خوانم لم یکن
آپ اس دُکان پر تھوڑی دیر ٹھہریں — تاکہ میں نماز ادا کروں اور لم یکن پڑھ لوں

رفت سنقر میر در دُکاں نشست — منتظر از بادۂ پندار مست
سنقر چلا گیا، آقا دُکان پر بیٹھ گیا — منتظر ہوکر، غرور کی شراب سے مست

۱؎ ہین بیا- تیرے پاؤں میں بیڑی نہیں ہے چلا آ یہ اُس سے کہتا ہے کہ تو بھی اُدھر نہ جا ٹھہر جا، غرضیکہ دونوں اپنی اپنی جگہ قائم ہیں نہ یہ اُس کا کہنا مانتا ہے نہ وہ اِس کا، ہر ایک تقسیم خداوندی کے مطابق اپنا اپنا حصہ حاصل کر رہا ہے۔ قصہ۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ آقا مسجد میں نہیں پہنچ ... رہا تھا اور غلام باہر نہیں نکل ... رہا تھا یہی حال محبّ اور کافر کا ہے۔

۲؎ سنقر۔ اُس امیر کے غلام کا نام سنقر تھا۔ محتاج۔ یعنی اُس کو نہانے کی حاجت ہوگئی۔ بردار سر یعنی بستر سے اُٹھ جا۔ طاس۔ طشلا۔ ایزار۔ ازار، تہ بند۔ گِل۔ یعنی ملتانی مٹی جس کو مل کر نہایا جاتا تھا۔ التون۔ زر سُرخ، اُس امیر کی لونڈی کا نام تھا۔

۳؎ دوبدو۔ دواں دواں۔ بانگِ صلا۔ دعوت کی آواز یعنی اذان۔ مُولع۔ فریفتہ لم یکن۔ یعنی سورۃ البیّنۃ۔ بادۂ پندار۔ یعنی وہ اپنے غرور میں مست تھا۔

میر از بہرِ دلِ آں زندہ[۱] جاں
آقا نے اُس زندہ روح کی خاطر سے
کرد یک ساعت توقف بر دکاں
تھوڑی دیر دکان پر توقف کیا

چوں امام و قوم بیروں آمدند
جب امام، اور لوگ باہر آئے
از نماز و وِردہا فارغ شدند
نماز اور وظیفوں سے فارغ ہو گئے

سُنقُر آں جا ماند تا نزدیکِ چاشت
سنقر چاشت کے وقت تک وہاں رہا
میر سنقر را زمانے چشم داشت
آقا، ایک وقت تک سنقر کا منتظر رہا

گفت اے سنقر چرا نائی بروں
بولا اے سنقر! تو باہر کیوں نہیں آتا ہے!
گفت می نگزاردم اے ذوفنوں
اُس نے کہا اے ہنرمند! وہ مجھے نہیں چھوڑتا ہے

صبر کُن، نک آمدم اے روشنی
صبر کر اے روشنی! میں ابھی آیا
نیستم غافل کہ در گوشِ منی
میں غافل نہیں ہوں تو میرے کان میں ہے

ہفت نوبت صبر کرد و بانگ کرد
اُس نے سات بار صبر کیا، اور آواز دی
تا کہ عاجز گشت از تیباش مَرد
حتیٰ کہ آقا اُس کی ٹال مٹول سے عاجز آگیا

پاسخش[۲] ایں بود می نگزاردم
اُس کا یہی جواب تھا مجھے نہیں چھوڑتا ہے
تا بروں آیم ہنوز اے محترم
اے محترم! تاکہ میں ابھی باہر نکلوں

گفت آخر مسجد اندر کس نماند
بالآخر اُس نے کہا مسجد میں کوئی نہیں رہا
کیست وامیدارد آنجا کت نشاند
کون روکتا ہے وہاں تجھے کس نے بٹھا دیا ہے؟

گفت آنکہ بستہ استت از بروں
اُس نے کہا وہی جس نے تجھے باہر باندھ دیا ہے
بستہ است اُو ہم مرا از اندروں
اُسی نے مجھے اندر باندھا ہے

آنکہ نگذارد ترا کائی دروں
جو تجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ تو اندر کے
می نہ بگذارد مرا کایم بروں
وہ مجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ میں باہر نکلوں

آنکہ نگذارد کزیں سو پا نہی
وہ جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو اِس طرف قدم دھرے
اُو بدیں سو بست پائے ایں رہی
اُسی نے اِس جانب اِس غلام کو پابستہ کر دیا ہے

ماہیاں[۳] را بحر نگذارد بروں
سمندر مچھلیوں کو باہر نکلنے نہیں دیتا
خاکیاں را بحر نگذارد دروں
سمندر خشکی کے جانوروں کو اندر نہیں آنے دیتا ہے

اصلِ ماہی زآب و حیواں از گل ست
مچھلی کی اصل پانی سے ہے اور حیوان کی مٹی سے ہے
حیلہ و تدبیر اینجا باطل ست
اِس جگہ کوئی حیلہ اور تدبیر بیکار ہے

---

[۱] زندہ جاں۔ یعنی سنقر۔ وِردہا۔ یعنی وہ اوراد و وظائف جو نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ چشم داشت۔ منتظر رہا۔ در گوشِ منی۔ یعنی میں تیری آواز سُن رہا ہوں۔ تیباش۔ ٹال مٹول، انتظار۔

[۲] پاسخش۔ یعنی سنقر ہر مرتبہ حاکم سے یہ کہتا تھا کہ وہ مجھے نہیں چھوڑتا۔ گفت۔ حاکم نے کہا مسجد میں تو کوئی شخص نہیں رہا اب باہر آ کیوں؟ تجھے کون روک رہا ہے۔ گفت آنکہ۔ سنقر نے جواب دیا جو ذات تجھے اندر آنے سے روک رہی ہے وہی مجھے باہر نکلنے سے روک رہی ہے۔ رہی۔ غلام۔

[۳] ماہیاں۔ ایک ہی سمندر ہے جو مچھلیوں کو باہر نکلنے سے روکتا ہے اور خشکی کے جانوروں کو اندر آنے سے روکتا ہے۔ اصل۔ ہر چیز اپنی جنس کو کھینچتی ہے غیر جنس کو دفع کرتی ہے دریا اور مچھلی ایک جنس ہے لہٰذا دریا مچھلی کو کھینچتا ہے خشکی کے جانوروں کی اصل مٹی ہے پانی مٹی کو غیر جنس ہونے کی وجہ سے دفع کرتا ہے۔

قفلِ زفت ست و گشاینده خدا[1] — دست در تسلیم زن واندر رضا
قفل بھاری ہے اور کھولنے والا اللہ (تعالیٰ) ہے — تسلیم اور رضا پر دسترس حاصل کرو

ذرہ ذرہ گر شود مفتاحہا — ایں کشایش نیست از جز کبریا
ایک ایک ذرہ، اگر کنجیاں بن جائیں — یہ کشادگی، بجز خدا کے (ممکن) نہیں ہے

چوں فراموشت شود تدبیرِ خویش — بخت یابی اے جواں از پیرِ خویش
جبکہ تجھ سے تیری تدبیر فراموش ہو جائے — اے جوان! تو اپنے پیر سے نصیب حاصل کریگا

چوں فراموشِ خودی یادت کنند — بندہ گشتی وانگہ آزادت کنند
جب تو خودی کو فراموش کردیگا وہ تجھے یاد کرینگے — تو غلام بن جائیگا، تو وہ تجھے آزاد کردیں گے

گر تو خواہی حُرّی و دلِ زندگی — بندگی کن بندگی کن بندگی
اگر تو آزادی اور دل کی زندگی چاہتا ہے — غلامی کر، غلامی کر، غلامی

از خودی[2] بگذر کہ تا یابی خدا — فانیِ حق شو کہ تا یابی بقا
خودی سے گذر جا تاکہ تو خدا کو پالے — حق میں فنا ہو جا، تاکہ تو بقا حاصل کرے

گر ترا باید وصالِ راستیں — محو شو واللہُ اَعلَمُ بِالیَقِین
اگر تجھے سچوں کا وصال درکار ہے — (تو) مٹ جا اور اللہ تعالیٰ یقیناً زیادہ جانتا ہے

نومید شدن انبیا علیہم السلام از قبول و پذیرائی منکران قولہٗ تعالیٰ حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ

انبیاء علیہم السلام کا منکروں کے قبول اور پذیرائی سے ناامید ہونا اللہ تعالیٰ کا قول یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہوگئے

انبیا گفتند در خاطر کہ چند — میدہیم ایں را و آں را وعظ و پند
انبیاء نے دل میں کہا کہ کتنا — ہم اِس اور اُس کو وعظ اور نصیحت کریں؟

چند[3] کوبیم آہنِ سردے زغے — در دمیدن در قفس ہیں تا بکے
گمراہی سے ٹھنڈے ہوئے لوہے کو ہم کب تک کوٹیں؟ — ہاں پنجرے میں پھونک بھرنا کب تک؟

دُمّ خر پیمودن آخر تا بچند — چوں نیفزاید ہمے جز ریشخند
گدھے کی دُم ناپنا آخر کب تک — جبکہ سوائے مذاق کے اس میں ایک جَو کا فائدہ نہیں ہے

جنبشِ خلق از قضا و وعدہ است — تیزیِ دنداں زسوزِ معدہ است
مخلوق کی حرکت قضا اور وعدۂ الٰہی سے ہے — دانتوں کی تیزی معدہ کی سوزش سے ہے

کو نصیحت کرنا تو ایسا ہی بیکار ہے جیسا کہ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا یا سوراخ دار پنجرے میں پھونک بھرنا۔ دُم۔ اُن لوگوں کو نصیحت کرنا بیکار اور مذاق اڑوانے کا سبب ہے۔ جنبش۔ پھر سوچا یہ سب اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے ہے جبتک اُدھر سے کشش نہ ہو اُنکی ہدایت ناممکن ہے جو بھوک لگتی ہو تو دانت چلتے ہیں۔

[1] قفل۔ جنسِ مُنافرت کا قفل بہت سخت ہوتا ہے، یہ صرف اللہ کے فضل سے کُھلتا ہے لہٰذا تم راضی برضا بعبد او ندی ہو جاؤ تب یہ قفل کُھلے گا ورنہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ممکن کی واجب کی طرف کشش ہو سکے۔ چوں۔ انسان جب اپنی تدابیر سے یہ قفل نہ کھول سکے تو شیخ کی طرف رجوع کرے مُرید کو جب خود فراموشی حاصل ہو جاتی ہے تب شیخ اُس کو یاد کرتا ہے جب مُرید شیخ کا غلام بن جاتا ہے تو شیخ اُس کو علائقِ دنیوی سے آزادی عطا کر دیتا ہے گر تو خواہی۔ اگر تمہیں آزادی کی تمنا ہے اور دل کی زندگی چاہتے ہو تو عبادت اور اطاعت اختیار کرو۔

[2] از خودی۔ خودی کو چھوڑ کر فنا فی اللہ حاصل کرنے پر بقاءِ دوام حاصل ہوتا ہے۔ گر ترا۔ سچے عاشقین سے وصال اُس وقت حاصل ہوگا جب انسان اپنے آپ کو فنا کر ڈالے گا۔ نومید شدن۔ اب مولانا نے انبیاء اور منکرین کا تذکرہ پھر شروع کیا ہے انبیاء منکرین کے انکار سے انبیاء اُنکی اصلاح سے مایوس ہو جاتے تھے۔

[3] چند۔ انبیاء نے مایوس ہو کر یہ سوچا کہ ان منکروں

نفسِ[1] اوّل راند بر نفسِ دوم
پہلے نفس نے دوسرے نفس پر حکم چلایا

ماہی از سر گندہ باشد نے زدُم
مچھلی سر کی جانب سے سڑتی ہے نہ کہ دُم کی جانب سے

لیک ہم میدان و خر میراں چو تیر
لیکن سمجھ بھی لے اور تیر کی طرح گدھے کو ہنکا رہ

چونکہ بلِّغ گفت حق شد ناگزیر
چونکہ اللہ تعالیٰ نے (بلّغ) تبلیغ کر فرمایا (لہٰذا) ضروری ہے

تو نمیدانی کزیں دو کیستی
تو نہیں جانتا کہ ان دو میں تو کون ہے؟

جہد کُن چندانکہ بینی چیستی
کوشش کر جتنی کہ تو جان لے کہ تو کیا ہے

چوں نہی بر پشتِ کشتی بار را
جب تو کشتی پر مال لادھتا ہے

بر توکّل می کنی آں کار را
اس کام کو تو توکل (کی بناء) پر کرتا ہے

تو نمیدانی[2] کزیں ہر دو کئی
تو نہیں جانتا کہ تو ان دو میں کونسا ہے

غرقہ اندر سفر یا ناجئی
سفر میں ڈوبنے والا ہے، یا بچنے والا ہو

گر بگوئی تا ندانم من کیَم
اگر تو کہے کہ جبتک میں جان لوں کہ میں کون ہوں

در نخواہم تاخت بر کشتی و یم
میں کشتی اور سمندر پر نہ جاؤں گا

من دریں رہ ناجیم یا غرقہ ام
میں اس راستے میں بچنے والا ہوں یا ڈوبنے والا

کشف گرداں کز کدامیں فرقہ ام
واضح کر دے، میں کس فرقے میں سے ہوں

من نخواہم رفت ایں رہ باگماں
میں اس راستہ پر گمان کے ساتھ نہ جاؤنگا

بر امیدِ خشک ہمچوں دیگراں
دوسروں کی طرح خالی اُمید پر

ہیچ[3] بازرگانیے ناید ز تو
تجھ سے کوئی تجارت نہ ہوسکے گی

زانکہ در غیب ست سِرِّ ایں دو رُو
کیونکہ ان دونوں رُخوں کا راز غیب میں ہے

تاجرِ ترسندہ طبعِ شیشہ جاں
ڈرنے والا، نازک دل، تاجر

در طلب نے سُود دارد نے زیاں
طلب میں نہ نفع کماتا ہے نہ نقصان

بل زیاں دارد کہ محروم ست و خوار
بلکہ نقصان اُٹھاتا ہے کیونکہ وہ محروم اور ذلیل ہے

نورِ اُو یابد کہ باشد شعلہ خوار
نور وہ حاصل کرتا ہے جو شعلے کو نگلنے والا ہو

چونکہ بر بوک ست جملہ کارہا
چونکہ تمام کاروبار اُمید پر ہے

کارِ دیں اولیٰ کزیں یابی رہا
(تو) دین کا کام زیادہ مستحق ہو کہ تو اس سے چھٹکارا پا جائے

نیست دستورے دریں جا قرعِ باب
اس جگہ دروازہ کھٹکھٹانے کی اجازت نہیں ہے

جز اُمید اللہُ اَعلَمُ بِالصَّواب
سوائے اُمید کے، خدا بہتر جانتا ہے

---

[1] نفسِ اول۔ انبیاء اللہ کی ذات مگراں ہے جو کچھ ہے عالمِ بالا کی طرف سے ہے۔ لیک۔ لیکن قضا و قدر کے پیشِ نظر عمل وسعی ترک نہیں کیجاسکتی ہے نہیں تو پیغام پہنچانے کا حکم ہے خواہ وہ مفید ہو یا نہ ہو۔ بینی چیستی۔ یعنی یہ تو مرنے کے بعد پتہ چلیگا کہ انسان جنتی ہے یا جہنمی لیکن زندگی میں اس کو عمل کرتے رہنا چاہیئے۔ چوں نہی۔ دنیا کے تمام کاروبار توقع اور اُمید پر مبنی ہیں تاجر دریائی سفر کرتا ہے تو نفع موہوم کی اُمید پر کرتا ہے

[2] تو نمیدانی۔ تاجر سمندری سفر کرتا ہے تو اُسکو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ڈوبیگا یا پار ہو جائیگا۔ من نخواہم۔ اگر کوئی تاجر یہ کہے کہ جب تک مجھے بچنے کا یقین نہ ہوجائے تو میں تجارت کے لئے سمندری سفر نہ کروں گا۔ اُمید خشک۔ یعنی موہوم اُمید۔

[3] ہیچ۔ اس طرح کا تاجر کبھی تجارت نہیں کرسکتا۔ دو رُو۔ یعنی ڈوبنا اور پار ہونا۔ تاجر ترسندہ۔ اس طرح کا ڈرنے والا تاجر نہ نفع کما سکتا ہے نہ نقصان۔ بل۔ پہلے مصرع میں نقصان اُٹھانے کا انکار کیا تھا اب فرماتے ہیں کہ نہیں ایسا تاجر نقصان میں ہے نفع سے محروم رہنا اور ذلیل ہونا نقصان ہے۔ چونکہ جبکہ دنیا کے سارے کاروبار موہوم نفع کی بنیاد پر چلتے ہیں تو دین

بیان آنکہ ایمانِ مُقلّد خوف ست و رجا
اس کا بیان کہ مقلد کا ایمان امید و بیم میں ہے

داعیٔ ہر پیشہ امید ست و بُوک
ہر پیشے کی محرک اُمید اور تمنا ہے
گرچہ گردن شاں زکوشش شُد چو دُوک
اگرچہ اُن کی گردن کوشش میں تکلے کی طرح ہوگئی ہے

بامداداں چوں سُوئے دُکّاں رَوَد
صبح کو وہ جب دُکان کی جانب جاتا ہے
بر امید و لُوکِ روزی میرَوَد
کمائی کی اُمید اور تمنا پر جاتا ہے

لُوکِ روزی نبُودت چوں میرَوی
تجھے روزی کی اُمید نہ ہو تو کیوں جائے؟
خوفِ حرماں ہست تو چونی قوی
محرومی کا ڈر ہے تو تو قوی کیوں ہے؟

خوفِ حرمانِ ازل در کسبِ قُوت
روٹی کمانے میں ازلی محرومی کے ڈر نے
چوں نکردت سُست اندر جستجوت
تجھے تیری جستجو میں سُست کیوں نہ کیا؟

گوئی آرے خوفِ حرماں ہست پیش
تو کہتا ہے کہ ہاں محرومی کا ڈر پیشِ نظر ہے
ہست اندر کاہلی ایں خوف بیش
(لیکن) سُستی میں یہ ڈر زیادہ ہے

ہست در کوشش امیدم بیشتر
کوشش میں مجھے زیادہ اُمید ہے
دارم اندر کاہلی افزوں خطر
سُستی میں مجھے زیادہ خطرہ ہے

پس چرا در کارِ دیں اے بدگماں
اے بدگمان! پھر دین کے کام میں کیوں
دامنت می گیرد ایں خوفِ زیاں
یہ نقصان کا خوف تیرا دامن پکڑ لیتا ہے؟

یا ندیدی کاہلِ ایں بازارہا
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اِس بازار والے
در چہ سُودند انبیا و اولیا
انبیاء اور اولیاء کس قدر نفع میں ہیں

زیں دُکاں رفتن چہ کاں شاں رُو نمود
اِس دُکان سے جانے نے اُنکو کیسی کان دکھائی
اندریں بازار چوں بستند سُود
اس بازار میں اُنھوں نے کیسا نفع کمایا!

آتش آنرا رام چوں خلخال شُد
اُن کے لئے آگ پازیب کی طرح فرمانبردار رہی
بحر ایں را رام چوں حمّال شُد
سمندر بوجھ اُٹھانے والے کی طرح اُنکا فرمانبردار

از دمِ آں مُردہ زندہ شُدہ
اُن کے پھونک مارنے سے مُردہ زندہ ہوا
ابر آنرا سائباں آمدہ
ابر اُن کے لئے سائبان بنا ہوا

زر اُنکو روپیہ ہی نہیں بلکہ سونے چاندی کی کانیں مل ہیں۔ آتش۔ اس دنیا کی دُکان سے حضرت ابراہیمؑ نے وہ نفع کمایا کہ آگ گلزار اور زیور بن گئی۔ بحر۔ حضرت موسیٰؑ کی دریائے نیل نے حمالی کی۔ از دم۔ حضرت عیسیٰؑ کے پھونک مارنے سے مُردے زندہ ہوئے۔ ابر۔ آنحضورؐ پر ابر نے سایہ کیا۔

لہ داعی۔ انسان جو پیشہ کرتا ہے وہ محض اُمید پر کرتا ہے اور اُسمیں اتنی مصیبتیں جھیلتا ہے کہ اُس کی گردن تکلے کی طرح ہو جاتی ہے۔ بامداداں۔ صبح سویرے نفع کی اُمید پر دُکان کھولتا ہے۔ لوک۔ اگر نفع کی اُمید نہ ہو تو کبھی دُکان نہ کھولے۔ خوف حرماں۔ یہاں بھی محرومی اور نقصان کا احتمال ہے لیکن انسان کی مستعدی میں کوئی فرق نہیں آتا ہے تو دین کے معاملہ میں محرومی کے خوف سے سُستی کیوں برتی جائے۔ قوت۔ کھانا۔ روزی۔

لہ گوئی۔ دنیاوی معاملات میں تو خود کہتا ہے کہ کام کرنے میں جو محرومی کا خوف ہے سُستی برتنے اور کام نہ کرنے میں اس سے زیادہ محرومی کا خوف ہے۔ بجست۔ دنیاوی معاملات میں انسان کہتا ہے کہ کوشش میں بہرحال اُمید ہے اور سُستی میں تو بہت خطرات ہیں۔ پس۔ جب دنیاوی معاملات میں یہ تقریر ہے تو دین کے معاملات میں یہ تقریر کیوں نہیں کیجاتی ہے۔ یا ندیدی۔ دین کے معاملات میں کوشش کرکے کامیاب ہونے والوں کی مثالیں دنیا میں بہت ہیں۔

لہ زیں دُکاں۔ دنیا کی دُکان سے انبیاء اور اولیاء نے وہ نفع کمایا ہے کہ جب وہ اس دُکان سے نوٹے ہیں

آہنؔ[1] آنرا رام ہمچوں موم شد | باد آنرا بندہ و محکوم شد
لوہا اُن کے لئے موم کی طرح فرمانبردار تھا | ہوا اُن کی غلام اور محکوم ہوئی

شد براں در دفعِ دشمن چوب مار | عنکبوتے شد مرایں را پردہ دار
دشمن کو دفع کرنے کیلئے لکڑی اُن کیلئے سانپ بنی | مکڑی اُن کے لئے پردہ کرنیوالی بنی

بیان آنکہ رسول علیہ السّلام فرمودہ اِنَّ لِلّٰہِ تعالیٰ اَوْلِیَاءَ اَخْفِیَاء

اِس کا بیان کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے کچھ پوشیدہ ولی ہیں

قومِ دیگر سخت پنہاں میروند | شہرۂ خلقانِ ظاہر کے شوند
کچھ دوسرے لوگ ہیں جو بہت پوشیدہ چلتے ہیں | (وہ) ظاہری مخلوق میں کب مشہور ہوتے ہیں؟

اینہمہ دارند و چشمِ ہیچ کس | بر نیفتد بر کیاشاں یک نفس
یہ سب کچھ رکھتے ہیں اور کسی کی نگاہ | اُن کی بزرگی پر ایک دم کے لئے نہیں پڑتی

ہم کرامتشاں ہم ایشاں درؔ[2] حرم | نامِ شاں را نشنوند ابدال ہم
اُنکی کرامت بھی (اور) وہ خود بھی حرم میں ہیں | ابدال بھی اُن کا نام نہیں سنتے ہیں

یا نمیدانی کرمہائے خدا | کو ترا میخواند ایں سو کہ بیا
کیا تو نہیں جانتا کہ خدا کے کرم ہیں | جو تجھے پکارتے ہیں کہ اِس طرف آجا

شش جہت عالم ہمہ اکرامِ اوست | ہر طرف کہ بنگری اعلامِ اوست
عالم کی شش جہت میں اُس کے اکرام ہیں | تو جس طرف دیکھے اُس کی نشانیاں ہیں

چوں کریمے گویدت آتش درآ | اندر آ زود و مگو سوزد مرا
جب کریم تجھے کہے، کہ آگ میں آجا | جلد اندر آجا، اور نہ کہہ کہ وہ مجھے جلا دیگی

کو ز آتش نرگس و نسریں کند | وز میانش غنچہا سر بر زند
کیونکہ وہ آگ سے نرگس اور نسرین بنا دیتا ہے | اُس کے اندر سے غنچے کھلتے ہیں

در حقیقت آتش از ہیبت چو ماست | گازرِ دستار خوانِ انبیاست
درحقیقت آگ خوف سے پانی کی طرح ہے | وہ انبیاء کے دسترخوان کا دھوبی ہے

حکایتؔ[3] مندیل در تنور انداختنِ انسؓ بن مالک و ناسوختنِ او

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا رومال کو تنور میں ڈالنے اور اُس کے نہ جلنے کا قصہ

[3] حکایت۔ اِس واقعہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ انبیاء اولیاء کے حکم سے آگ، پانی کا کام کردیتی ہے۔

[1] آہن۔ حضرت داؤدؑ کے لئے لوہا موم بنا۔ باد۔ حضرت سلیمانؑ کا تخت ہوا کاندھوں پر لئے پھرتی تھی۔ چوب۔ حضرت موسیٰؑ کی لکڑی اژدہا بنی۔ عنکبوت۔ آنحضورؐ کیلئے غارِ ثور میں مکڑی نے جالا تنا جس کی وجہ سے آنحضورؐ کو دشمن نہ پکڑ سکے۔ بیان۔ انبیاء نے جو نفعے کمائے اُن کو ذکر کرنے کے بعد اولیاء کے نفعوں کا ذکر شروع کیا ہے۔ قومِ دیگر۔ اولیاء کی ایک جماعت وہ ہے جس کو ابدال تک نہیں پہچان سکتے تو عوام اُن کو کیا سمجھے۔ اینہمہ دارند۔ جو انبیاء کے نفعے ہیں وہ اُنکو حاصل ہیں۔

[2] در حرم۔ یعنی وہ اولیاء اور اُنکی کرامتیں اللہ کے حرم میں پوشیدہ ہیں۔ یا نمیدانی۔ دین کے بارے میں تیری سُستی اس لئے ہے کہ تجھے یہ خبر نہیں کہ حضرت حق کی رحمتیں تجھے اپنی طرف بلاتی ہیں۔ شش۔ یعنی تیرے دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں۔ اعلام۔ علم کی جمع، نشانی۔ چون کریمے۔ شعر کو۔ وہ کریم آگ کو گلزار بنادیگا اور اُسمیں پھول کھلیں گے۔ ما۔ پانی۔ گازر۔ دھوبی۔

از انسؓ فرزندِ مالک آمدہ است
انسؓ، مالک کے بیٹے کی بابت منقول ہے

کہ بمہمانیِ او شخصے شدہ است
کہ ایک شخص اُن کا مہمان بنا

او حکایت کرد کز بعدِ طعام
اُس نے بیان کیا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد

دید انسؓ دستارِ خواں را زرد فامؔ[1]
(حضرت) انسؓ نے دسترخوان کو پیلا دیکھا

چرکن و آلودہ گفت اے خادمہ
میلا اور سنا ہوا، فرمایا اے لونڈی!

اندر افگن در تنورش یک دمہ
ایک دم اُس کو تنور میں ڈال دے

در تنورِ پُر ز آتش در فگند
آگ بھرے، تنور میں ڈال دیا

آں زماں دستارِ خواں را ہوشمند
فوراً دسترخوان کو (اُس) ہوشمند نے

جملہ مہماناں دراں حیراں شدند
سب مہمان اس (معاملے) میں حیران ہو گئے

انتظارِ دودِ کندوری بدند
دسترخوان کے دھوئیں کے منتظر تھے

بعدِ یک ساعت بر آورد از تنور
تھوڑی دیر کے بعد اُس نے تنور سے نکالا

پاک و اسپید و ازاں اوساخ دور
پاک اور سفید، اور اُس میل کچیل سے دُور

قوم گفتند اے صحابیِؓ عزیز
لوگوں نے کہا، اے معزز صحابی!

چوں نسوزید و منقّٰی گشت نیز
وہ کیوں نہ جلا اور صاف بھی ہو گیا

گفت زانکہ مصطفٰے دست و دہاں
اُنھوں نے کہا اِسلئے کہ مصطفٰے نے ہاتھ اور مُنہ

بس بمالید اندریں دستار خواں
اِس دسترخوان سے، بہت پونچھا ہے

اے دلِ ترسندہ از نار و عذاب[2]
اے آگ، اور عذاب سے ڈرنے والے دل!

با چناں دست و لبے کُن اقتراب
ایسے ہاتھ، اور ہونٹ سے نزدیک ہوجا

چوں جمادے را چنیں تشریف داد
جب بے جان کو اُس نے اتنی شرافت دیدی

جانِ عاشق را چہا خواہد گشاد
عاشق کی جان کو کس قدر کشادگی دیگا؟

مر کلوخِ کعبہ را چوں قبلہ کرد
کعبہ کے ڈھیلے کو جب اُس نے قبلہ بنا دیا

خاکِ مرداں باش اے جانِ لنبرد
اے جان! اسعر کریں مردانِ حق، کی خاک بنجا

بعد ازاں گفتند با آں خادمہ
اُس کے بعد اُنھوں نے اس خادمہ سے کہا

تو نگوئی حالِ خود با اینہمہ
یہ سب کچھ ہوتے ہوئے تو اپنا حال نہیں کہتی

چوں فگندی زود آں از گفتِ وے[3]
اُن کے کہنے سے تُونے جلدی سے کیوں ڈالدیا؟

گیر م او سِرِّ دست ور آسرا بے
میں نے مانا کہ اُن کو رازوں کا پتہ لگ گیا تھا

---

[1] زرد فام، یعنی سالن کی چکنائی وغیرہ اُس پر لگی ہوئی تھی۔ یک دمہ، فوراً۔ در تنور، خادمہ نے اُس کو فوراً تنور میں ڈال دیا۔ کندوری، زنجوری کے وزن پر، دسترخوان۔ اوساخ، وسخ کی جمع، میل۔ منقّٰی، صاف۔ گفت، حضرت انسؓ نے فرمایا چونکہ اس سے بہت سی مرتبہ آنحضور نے ہاتھ مُنہ پونچھا ہے، اس لئے اس کو آگ نہیں جلا سکتی ہے۔

[2] اے۔ جو آگ کے عذاب سے ڈرتا ہے اُسکو چاہیئے کہ وہ اولیاء اور علماء کی دست بوسی کرے تاکہ آگ اُس کو نہ ستائے چھٹی جائے۔ جب بے جان دسترخوان اِسقدر فیض حاصل کر سکتا ہے تو اندازہ لگاؤ کہ عاشق کی جان کو کیا فیض حاصل نہ ہوگا۔ مر کلوخ۔ کعبہ کو باوجود اینٹ پتھر ہونے کے اس قدر عزت عطا کی گئی ہے تو انسان کو اس سے زیادہ شرافت حاصل ہو سکتی ہے۔ بعد ازاں۔ اب پھر اصل قصہ کی طرف رجوع کیا ہے۔

[3] چوں۔ یعنی حضرت انسؓ تو اس راز سے واقف تھے لیکن تو واقف نہ تھی تو نے اُنکے کہنے پر بلا تامل دسترخوان کیوں آگ میں ڈالدیا۔ گفت۔ لونڈی نے جواب دیا کہ مجھے بزرگوں پر پورا بھروسہ ہے وہ کوئی غلط بات نہیں کہہ سکتے۔

اینچنیں دستار خوانِ قیمتی — چوں فگندی اندر آتش اے ستی

ایسا قیمتی دستر خوان — اے بی بی! تو نے آگ میں کیسے ڈال دیا؟

گفت دارم بر کریماں اعتمید — از عباد اللہ دارم بس اُمید

اُس نے کہا مجھے بزرگوں پر اعتماد ہے — میں اللہ کے (نیک) بندوں سے بہت اُمید رکھتی

میزرے چہ بُوَد اگر اُو گویدم — در رَو اندر عینِ آتش بے ندم

تہ بند کیا ہوتا ہے، اگر وہ مجھے کہیں — بلا جھجک آگ میں چلی جا

اندر اُفتم از کمالِ اعتقید — نیستم ز اکرامِ ایشاں نا اُمید

تجھے اعتقاد کی وجہ سے اندر گھس جاؤں — میں اُن کے کرم سے نا اُمید نہیں ہوں

سر دراندازم نہ ایں دستار خواں — ز اعتمادِ بر کریمِ راز داں

میں اپنا سر ڈال دوں نہ صرف یہ دستر خوان — راز داں، کریم کے بھروسے پر

اے برادر خود بریں اکسیر زن — کم نباید صدقِ مرد از صدقِ زن

اے بھائی! اپنے آپ کو اس اکسیر سے رگڑ دے — مرد اکے اعتقاد کی سچائی عورت کی سچائی سے

آں دلِ مردے کہ از زن کم بُوَد — آن دلے باشد کہ کم از اشکم بُوَد

مرد کا وہ دل جو عورت کے دل سے کم ہو — وہ ایسا دل ہے جو پیٹ سے کم ہے

قصہ فریاد رسیدنِ رسول علیہ السّلام کاروانِ عرب را کہ از تشنگی و بے آبی درمانده بودند و دل بمرگ نهاده و شتران و خلق زبان را از تشنگی بیروں انداختہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے قافلہ کی فریاد پہنچنے کا قصہ جو پیاس سے اور پانی نہ ہونے سے عاجز ہو گیا تھا اور مرنے کے قریب تھا اور اونٹ اور لوگ پیاس سے زبانیں باہر نکالے ہوئے تھے

اندر آں وادی گروہے از عرب — خشک شد از قحطِ باراں شاں قِرَب

اس وادی میں عرب کے ایک گروہ کی — مشکیں بارش کے قحط کی وجہ سے خشک ہو گئی تھیں

درمیانِ آں بیاباں مانده — کاروانے مرگ بر خود خوانده

اُس جنگل میں رہ گیا تھا — وہ قافلہ جس نے اپنی موت کو دعوت دی تھی

ناگہانے آں مُغیثِ ہر دو کون — مصطفےٰ پیدا شُد از رہ بہرِ عون

اچانک دونوں جہان کے فریاد رس — مصطفےٰ مدد کے لئے راستہ سے نمودار ہو گئے

میزر۔ تہ بند، ازار۔ میزر چونکہ مجھے پکا اعتقاد ہے میں آگ میں خود پڑ جاؤں گی یعنی دستر خوان تو معمولی چیز ہے میں خود آگ میں سر گھسا دوں گی۔ آگے بطور مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ مردوں کا اعتقاد اس خادمہ سے کم نہ ہونا چاہیے۔ اکسیر۔ یعنی انبیا ما اولیا۔ اشکم۔ انسان کا پیٹ ذلیل حصہ ہے۔

تفسیر: چونکہ انبیاء اور اولیاء کی صحبت کو اکسیر قرار دیا تھا اب ایسا واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے اُس کا اکسیر ہونا ثابت کریں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لمس سے اُس حبشی کا رنگ اور روپ بدل گیا۔

کارواں۔ قافلہ، قرب۔ قربہ کی جمع ہے، مشکیزہ۔ مرگ۔ یعنی انھوں نے اپنی موت کو دعوت دے دی تھی۔ مُغیث۔ فریاد رس۔ عون۔ مدد۔

دید آنجا کاروانے بس بزرگ
انھوں نے وہاں ایک بڑا قافلہ دیکھا

برتفِ[۵۱] ریگ و رہِ صعب و سترگ
ریت کی گرمی اور بڑے سخت راستہ پر

اشتراں شاں را زباں آویختہ
ان کے اونٹوں کی زبانیں لٹکی ہوئی

خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ
لوگ ریت میں ہر جانب بکھرے ہوئے

رحمش آمد گفت ہیں زوتر روید
ان کو رحم آیا، فرمایا، آگاہ! جلد جاؤ

چند یارے سوئے آں کثباں دوید
چند بار ان ٹیلوں کی جانب دوڑو

کہ سیاہے بر شتر مشک آورد
کہ ایک حبشی اونٹ پر مشک لا رہا ہے

سوئے میر خود بزودی می برد
اپنے آقا کی جانب تیزی سے لے جا رہا ہے

آں شتربانِ سیہ را با شتر
اس حبشی اونٹ والے کو مع اونٹ کے

سوئے من آرید با فرمانِ مر[۵۲]
سختی سے میرے پاس لے آؤ

سوئے کثباں آمدند آں طالباں
وہ تلاش کرنے والے ٹیلوں کی جانب پہنچے

بعدِ یک ساعت بدیدند آنچناں
تھوڑی دیر بعد انھوں نے ویسا ہی دیکھا

بندہ می شد سیہ با اشترے
حبشی غلام مع اونٹ کے جا رہا تھا

راویہ پر آب چوں ہدیہ برے
ہدیہ لے جانے والے کی طرح مشک بھرے ہوئے

پس بدو گفتند می خواند ترا
انھوں نے اس سے کہا تجھے بلاتے ہیں

ایں طرف فخر البشر خیر الوری
انسانوں کے فخر، مخلوق کے بہترین اس جانب

گفت من نشناسم او را کیست او
اس نے کہا میں انکو نہیں جانتا وہ کون ہیں؟

گفت او آں ماہ روئے قند خو
انھوں نے کہا وہ چاند جیسے چہرہ شکر جیسی عادت والے ہیں،

سید و سرور محمد نورِ جاں
سید اور سردار محمدؐ جو جان کا نور ہیں

مہتر و بہتر شفیعِ مجرماں
سب بالا اور سب اچھے گناہگاروں کے شفیع

نوعہا[۵۳] تعریف کردندش کہ ہست
انھوں نے انکی اس طرح کی تعریف کی جو تھی

گفت مانا او مگر آں ساحر ست
اس نے کہا ہاں، وہ شاید وہی جادوگر ہے

کہ گروہے را زبوں کرد او بسحر
اس نے ایک جماعت کو جادو سے مغلوب کر دیا ہے

من نیایم جانبِ او نیم شبر
میں اس کی جانب آدھی بالشت نہ جاؤنگا

کشکشانش آوریدند آں طرف
وہ اس کو کھینچ تان کر کے ادھر لے آئے

او فغاں برداشت در تشنیع و تف
اس نے برا کہنے اور گرم مزاجی میں شور شروع کر دیا

---

۵۱ تف۔ گرمی۔ صعب۔ سخت۔ کثباں۔ کثیب کی جمع ہے، ٹیلہ۔ سیاہ۔ حبشی۔ میر۔ آقا۔

۵۲ فرمان مر۔ تلخ حکم۔ آنچناں۔ یعنی جیسا کہ آنحضورؐ نے فرمایا تھا۔ می شد۔ می رفت۔ راویہ۔ پانی کی پکھال۔ گفت۔ یعنی غلام نے کہا۔ گفت او۔ صحابہ نے کہا۔

۵۳ نوعہا۔ یعنی صحابہ نے وہ تعریف کی جو نفس الامر تھی۔ گفت۔ اس غلام نے کہا کہ وہ وہی شخص ہے جو جادوگر کہلاتا ہے۔ کہ گروہے۔ اس جادوگر نے اپنے جادو سے ایک جماعت کو اپنے تابع بنا لیا ہے۔ شبر۔ بالشت۔ تشنیع۔ برا بھلا کہنا۔ تف۔ گرمی۔

چوں کشیدندش بہ پیشِ آں عزیز
جب وہ اس کو اُن معزز کے سامنے کھینچ لائے

گفت نوشید آب و بردارید نیز [۱]
اُنھوں نے فرمایا پانی پی لو اور لے بھی لو

جملہ را زاں مشک او سیراب کرد
اُنھوں نے اس مشک سے سب کو سیراب کر دیا

اشتران و ہر کسے زاں آب خورد
اونٹوں اور ہر شخص نے اس سے پانی پیا

راویہ پُر کرد و مشک از مشکِ او
مشک اور پکھال اس کی مشک سے بھر لی

ابر گردوں خیرہ شد از رشکِ او
آسمان کا ابر اُس کے رشک سے حیران لگا

ایں کسے دیدست کز یک راویہ
یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک پکھال سے

سرد گردد سوزِ چندیں ہاویہ
اتنی دوزخوں کی سوزش ٹھنڈی ہو جائے

ایں کسے دیدست کز یک مشکِ آب
یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک مشک پانی سے

گشت چندیں مشک پُر بے اضطراب
بغیر پریشانی کے اتنی مشکیں بھر جائیں

مشک خود [۲] روپوش بود و موجِ فضل
مشک آڑ تھی اور (اللہ کے) فضل کی موج

می رسید از امرِ او از بحرِ اصل
اُس (اللہ تعالیٰ) کے حکم سے اصل سمندر سے پہنچ

آب از جوشش ہمی گردد ہوا
پانی اُس کے جوش سے ہوا بن جاتا ہے

واں ہوا گردد ز سردی آبہا
ہوا ٹھنڈک سے پانی بن جاتی ہے

بلکہ بے اسباب و بیروں زیں حکم
بلکہ بغیر اسباب کے اور ان حکمتوں کے علاوہ

آب رویانید تکویں از عدم
(اللہ کی) ایجاد نے عدم سے پانی پیدا کر دیا

تو ز طفلی چوں سببہا دیدۂ
چونکہ تو نے بچپن سے اسباب پر نظر رکھی ہے

در سبب از جہل بر چفسیدۂ
تو نادانی سے سبب سے چمٹ گیا ہے

با سببہا [۳] از مسبب غافلی
تو اسباب کی وجہ سے سبب پیدا کرنے والے سے غافل ہے

سوئے ایں روپوشہا زاں مائلی
اس وجہ سے تو ان آڑوں کی طرف مائل ہے

چوں سببہا رفت بر سر می زنی
جب اسباب فنا ہو جاتے ہیں تو سر پیٹتا ہے

ربّنا و ربّنا ہا می کنی
اے ہمارے رب اے ہمارے رب بہت کرتا ہے

رب می گوید برو سوئے سبب
اللہ (تعالیٰ) فرما دیتا ہے سبب کی طرف جا

چوں ز صنعم یاد کردی اے عجب
تعجب ہے! تو نے میری کاریگری کو کیسے یاد کیا!

گفت زیں پس من ترا بینم ہمہ
(بندہ) کہتا ہے اسکے بعد صرف تجھ پر نظر رکھونگا

ننگرم سوئے سبب واں دمدمہ
سبب اور اُس فریب کی جانب نظر نہ کرونگا

---

[۱] گفت نوشید۔ آنحضورؐ نے پیاسوں سے کہا جی بھر کر پیو۔ برتنوں میں بھی پانی بھر لو۔ ابر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پانی اتنا بڑھ گیا کہ ابر کو شکیزہ پر رشک آنے لگا۔ ایسے کسے۔ رشک کی وجہ یہ تھی کہ واقعہ غیر معمولی تھا۔

[۲] مشک خود۔ درحقیقت یہ پانی مشک کا نہ تھا۔ مشک تو ایک آڑ اور پردہ تھی اصل پانی غیبی چشمہ سے آ رہا تھا اور اُس کی قدرت کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ آب۔ اُس کی قدرت کا یہ حال ہے کہ پانی کو ہوا میں اور ہوا کو پانی میں تبدیل کرتی رہتی ہے بلکہ۔ اُس کی قدرت تو بغیر اسباب کے اشیاء کو عدم سے وجود میں لاتی ہے۔ تو ز طفلی۔ چونکہ انسان بچپن سے اشیاء کے وجود کو اسباب سے متعلق کرتا ہے اسلئے مشک کو آڑ اور سبب بنا دیا گیا۔

[۳] با سببہا۔ چونکہ ہم مسبب الاسباب یعنی ذاتِ خداوندی سے غافل ہیں اسلئے اسباب کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ چونکہ جب سب اسباب منقطع ہو جاتے ہیں تب انسان خدا کیطرف متوجہ ہوتا ہے اور اُس کو پکارتا ہے۔ رب میگوید۔ جب اسباب سے مایوس ہو کر خدا کیطرف رجوع کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ تعجب ہے اب

گویدش[1] رُدُّوا لَعَادُوا کارِ تُست ۔۔۔ اے تو اندر توبہ و میثاق سُست

(اللہ تعالیٰ) اُس سے فرمائیگا رُدُّوا لَعَادُوا تیرا کام ہے ۔۔۔ اے وہ کہ تو توبہ اور عہد میں کمزور ہے

لیک من آں ننگرم رحمت کنم ۔۔۔ رحمتم پُر ہست بر رحمت تنم

لیکن میں اُس کا خیال نہیں کرتا، رحمت کرتا ہوں ۔۔۔ میری رحمت وسیع ہے میں رحمت سے کام لیتا ہوں

ننگرم عہدِ بدت بدہم عطا ۔۔۔ از کرم ایں دم چو میخوانی مرا

میں تیرے بُرے عہد کو نہیں دیکھتا، بخشش کرتا ہوں ۔۔۔ کرم کی وجہ سے جبکہ تو مجھے پکارتا ہے

از من آید جملہ احسان و وفا ۔۔۔ وز تو بد عہدی و تقصیر و خطا

میری طرف سے سراسر احسان اور وفا ہے ۔۔۔ تیری جانب سے بد عہدی اور کوتاہی اور خطا ہے!

حاصل[2] آنکہ در سبب پیچیدہ ۔۔۔ لیک معذوری ہمیں را دیدہ

خلاصہ یہ ہے کہ تو سبب میں اُلجھا ہے ۔۔۔ لیکن تو معذور ہے، تو نے یہی دیکھا ہے

قافلہ حیراں شدند از کارِ اُو ۔۔۔ یا محمدؐ چیست ایں اے بحر خو

اُن کے کارنامے سے قافلہ حیران ہو گیا ۔۔۔ اے محمدؐ اے دریا خصلت! یہ کیا ہے؟

کردہ رُوپوش مشکِ خرد را ۔۔۔ غرقہ کردی ہم عرب، ہم کُرد را

آپ نے ایک چھوٹی مشک کو آڑ بنایا ۔۔۔ آپ نے عربوں کو بھی اور کُردوں کو بھی انہیں ڈبو دیا

مشکِ آں غلام پُر شدن از غیب بمعجزۂ رسولِ خدا

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے اس غلام کی مشک کا بھر جانا

و سپید شدنِ آں غلامِ سیاہ باذن اللہ تعالیٰ

اور خدا کے حکم سے اُس غلام کا سفید ہو جانا

اے غلام[3] اکنوں تو پُر بیں مشکِ خود ۔۔۔ تا نگوئی در شکایت نیک و بد

اے غلام! اب تو اپنی مشک کو بھرا ہوا دیکھ لے ۔۔۔ تاکہ تو شکایت میں بُرا بھلا نہ کہے

آں سیہ حیراں شد از بُرہانِ اُو ۔۔۔ می دمید از لامکاں ایمانِ او

وہ حبشی اُن کے معجزے سے حیران ہو گیا ۔۔۔ غیب سے اُس کا ایمان اُگنے لگا

چشمۂ دید از ہوا ریزاں شدہ ۔۔۔ مشکِ اُو روپوشِ فیضِ آں شدہ

اُس نے ایک چشمہ دیکھا جو فضا سے بہہ رہا تھا ۔۔۔ اُس کی مشک اُس کی آڑ بن گئی تھی

زاں نظر روپوشہا ہم بر درید ۔۔۔ تا مُعینِ چشمۂ غیبی بدید

اُس نے اِس نظر سے پردوں کو چاک کر دیا ۔۔۔ یہاں تک کہ اُس نے غیبی چشمہ کا جاری پانی دیکھ لیا

[1] گویدش۔ اُس توبہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم جانتے ہیں انسان عہد میں بہت کمزور ہے توبہ کرکے پھر وہی کرنے لگتا ہے جس سے توبہ کی تھی۔ رُدُّوا لَعَادُوا۔ قرآن پاک میں ہے جہنمی کہیں گے کہ اے رب ہمیں دنیا میں لوٹا دے تو ہم نیک کام کرینگے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا "اگر وہ لوٹا دیے جائیں پھر پلٹ جائیں گے"۔ از من۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمارا کام احسان اور وفا ہے خواہ بندہ بد عہدی اور گناہ کرے۔

[2] حاصل۔ بات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان نے چونکہ اصلی ذات کا مشاہدہ نہیں کیا لہٰذا اُسکی اسباب سے وابستگی قابلِ معافی ہے۔ قافلہ۔ لشکریے کے پانی کی کثرت کو دیکھ کر قافلہ حیران ہو گیا۔ غرقہ کردی۔ آپ نے قافلہ والوں کو خواہ وہ عربی تھے یا کُردی سب کو سیراب کر دیا۔

[3] اے غلام۔ سب کو سیراب کرنیکے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام سے کہا۔ بُرہان۔ معجزہ۔ می دمید یعنی اللہ تعالیٰ نے اُسکے دل میں ایمانی کیفیت پیدا فرما دی۔ چشمہ۔ اب اُسکی باطنی آنکھیں روشن ہو گئی تھیں۔ زاں نظر۔ اُس حبشی کی نظر کے سامنے اسباب کی کوئی حقیقت باقی نہ رہی تھی۔ مُعین۔ جاری۔

چشمہا[1] پُر آب کرد آں دم غلام — شُد فراموشش ز خواجہ وز مقام

اس وقت وہ غلام آنکھوں میں آنسو بھر لایا — اس سے ٹھکانا، اور آقا فراموش ہوگیا

دست و پایش ماند از رفتن براہ — زلزلہ افگند در جانش اِلٰہ

اس کے ہاتھ پاؤں راستہ چلنے سے درماندہ ہوگئے — خدا نے اس کی حالت میں ہلچل پیدا کردی

باز بہرِ مصلحت بازش کشید — کہ بخویشش آ، باز رَو اے مُستفید

(آنحضورؐ نے) پھر اس کو مصلحتاً کھینچا — کہ اے طالب فیض! ہوش میں آجا (اور) واپس جا

وقت حیرت نیست حیرت پیش تست — ایں زماں در رہ درآ چالاک و چست

(یہ) حیرت کا وقت نہیں ہے حیرت پیش آنے والی ہے — اب ہوشیاری اور چستی سے رَہ رو (ہدایت) پر آجا

دستہائے[2] مصطفٰیؐ بر رُو نہاد — بوسہائے عاشقانہ بس بداد

اس نے مصطفٰیؐ کے ہاتھ (اپنے) چہرے پر رکھے — بہت سے عاشقانہ بوسے دیئے

مصطفٰیؐ دستِ مبارک بر رُخش — آں زماں مالید و کرد او فرخش

مصطفٰیؐ نے بابرکت ہاتھ اس کے چہرے پر — اس وقت ملے، اور اُس کو بابرکت بنایا

شُد سپید آں زنگی و پورِ حبش — ہمچو بدر و روزِ روشن شد شبش

وہ زنگی حبش کی اولاد سفید ہوگیا — چودھویں کے چاند کی طرح اور اس کی رات روشن دن بن گئی

یوسفے شُد در جمال و در دلال — گفتش اکنوں رو بدہ وا گوے حال

حسن اور ناز و انداز میں یوسفؑ بن گیا — انھوں نے اس سے فرمایا اب جا، جا کر حال بیان کردے

او سمی[3] شد بے سر و بے پائے و مست — پائے می نشناخت در رفتن ز دست

وہ اندھا دھن اور مست روانہ ہوگیا — چلنے میں ہاتھ پاؤں میں امتیاز نہ کرتا تھا

پس بیامد با دو مشکِ پُر رواں — سُوئے خواجہ از نواحی کارواں

وہ دو بھری مشکوں کے ساتھ دوڑتا ہوا آیا — قافلہ کی جانب سے آقا کی جانب

خواجہ بر رہ منتظر بنشستہ بود — کاں غلامش دیر می آمد نہ زود

آقا راستے پر منتظر بیٹھا تھا — کیونکہ اُسکا غلام تاخیر سے آیا تھا نہ کہ جلدی سے

دیدنِ خواجہ غلامِ خود را سفید و نشناختن کہ اوست و با غلام

آقا کا اپنے غلام کو سفید چہرے والا دیکھنا اور نہ پہچاننا کہ وہ وہی ہے اور غلام سے کہنا کہ تو نے میرے

گفتن کہ تو غلامِ مرا کُشتہ و خونِ اُو ترا گرفتہ خدا ترا بدمن انداختست

غلام کو قتل کیا ہے اور اس کے خون نے تجھے گرفتار کیا ہے اور اللہ (تعالیٰ) نے تجھے میرے ہاتھوں میں ڈالدیا ہے

[1] چشمہا۔ اس غلام کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اس کو آقا اور گھر فراموش ہوگیا۔ نا مد چونکہ مقام تحیر میں پہنچ گیا تھا بازش کشید آنحضورؐ اس کو مقام حیرت سے مقام صحو میں لائے۔ پیش تست جلد اور مقامات طے ہونگے۔

[2] دستہائے۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑ کر اپنے چہرے پر ملا اور دست بوسی کی۔ فرخ۔ مبارک زیبا صورت۔ پور۔ بیٹا۔ فرزند۔ پسر۔ بدر چودھویں کا چاند۔ شبش۔ یعنی اس کا رنگ جو رات کی طرح سیاہ تھا، دن کی طرح منور ہوگیا۔

[3] او سمی شد۔ وہ خوشی کی مستی میں اس طرح روانہ ہوا کہ اس کو اپنے تن من کی خبر نہ تھی۔ نواحی۔ ناحیہ کی جمع ہے۔ طرف۔ کنارہ۔ دیر آمد۔ چونکہ قافلہ میں گیا تھا اسلئے تاخیر سے واپس آرہا تھا۔

خواجہ از دورش بدید و خیرہ ماند[۵۱]
آقا نے اُس کو دور سے دیکھا اور حیران رہ گیا

از تحیر اہلِ آں دِہ را بخواند
حیرانی سے اُس گاؤں والوں کو بلایا

راویہ ما اشترِ ما ہست ایں
یہ ہماری پکھال، اور ہمارا ہی اونٹ ہے

پس کجا شد بندۂ زنگی جبیں
تو کالے چہرے والا غلام کہاں گیا؟

آں یکے بدریست می آید ز دور
وہ ایک چودھویں کا چاند ہے جو دور سے آ رہا ہے

میزند بر نورِ روز از روش نور
اُس کے چہرے کا نور دن کے نور پر پڑ رہا ہے

کو غلامِ ما مگر سرگشتہ شد
ہمارا غلام کہاں ہے، شاید آوارہ ہو گیا ہے

یا بدو گرگے رسید و کشتہ شد
یا اُس کو بھیڑیا ملا، اور مارا گیا

یا مگر او را بکشت ایں بدگہر[۵۲]
یا شاید اِس بدذات نے اُس کو قتل کیا

اشترش آورد اینجا از قدر
اور تقدیر سے اُس کا اونٹ یہاں لے آیا

چوں بیامد پیش گفتش کیستی
جب وہ سامنے آیا اُس سے کہا تو کون ہے؟

از یمن زادی و یا ترکیستی
تو یمن سے پیدا ہوا ہے یا ترک ہے؟

تو غلامم را چہ کردی راست گو
میرے غلام کا تو نے کیا کیا؟ سچ بتا

گر بکشتی وا نما حیلت مجو
اگر تو نے قتل کیا ہے صاف کہہ دے حیلہ نہ ڈھونڈ

گفت گر کشتم بتو چوں آمدم
اُس نے کہا اگر میں نے قتل کیا ہے تو میں تیرے پاس کیوں آیا ہوں؟

چوں بپائے خود دریں خوں آمدم
اپنے پاؤں سے خود اُس خون کے معاملہ میں کیوں حاضر ہو گیا ہوں

گفت نے نے در بگیر و بامنت
اُس نے کہا نہیں نہیں، تیری بات مجھے درست نہیں لگتی

راست باید گفت سرد است ایں فنت
سچ کہنا چاہیے، یہ تیرا مکر بیکار ہے

کو غلامِ من بگفت اینک منم
میرا غلام کہاں ہے، اُس نے کہا یہ میں ہوں

کرد دستِ فضلِ یزداں روشنم
اللہ کی مہربانی کے ہاتھ نے مجھے منور کر دیا ہے

دیدہ ام صدرے و بدرے گشتہ ام
میں نے صدر کا دیدار کیا ہے اور میں بدر بن گیا ہوں

صاحبِ فضلے و قدرے گشتہ ام
مرتبہ اور بزرگی والا بن گیا ہوں

ہی چہ میگوئی غلامِ من کجاست
خبردار! کیا کہتا ہے، میرا غلام کہاں ہے؟

ہیں نخواہی رست از من جز براست
خبردار! تو سوائے سچی بات کے میرے ہاتھ سے نہیں چھوٹے گا

گفت اسرارِ ترا با آں غلام[۵۳]
اُس نے کہا اُس غلام کے ساتھ تیرے راز

جملہ وا گویم یکایک من تمام
میں سب ایک ایک پورے بیان کئے دیتا ہوں

---

۵۱ خیرہ - حیران - راویہ - مشکیزہ، پکھال - زنگی جبیں - کالے رنگ والا - میزند - اُس کے چہرے کا نور دن کی روشنی پر غالب آ رہا ہے - سرگشتہ - آوارہ -

۵۲ یا مگر - شاید اُس نے اُس غلام کو مار ڈالا ہے اور تقدیرِ خداوندی سے اُس کو اونٹ یہاں لے آیا ہے - از یمن - ترکی اور یمنی لوگ گورے رنگ کے ہوتے ہیں - دریں خوں - قتل کر کے خود آنا تو اپنا خون کرانا ہے - سرد است - یعنی چالاکی نہ چلیگی - صدر - یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم -

۵۳ گفت - اُس غلام نے کہا کہ اگر وہ تمام راز کی باتیں تجھے سنا دوں جو کہ میرے خریدنے کے بعد سے تیرے اور میرے درمیان ہوئیں تو تجھ کو یقین آ جائیگا کہ میں تیرا وہی غلام ہوں -

زاں زمانے کہ خریدی تو مرا | تا باکنوں باز گویم ماجرا
جب سے تو نے مجھے خریدا ہے | اب تک کا قصہ دُہرائے دیتا ہوں

تا بدانی کہ ہمانم در وجود | گرچہ از شبدیزِ[ا] من صبحے کشود
تاکہ تو جان لے کہ میں وجود میں وہی ہوں | اگرچہ میری سیاہی سے صبح نمودار ہو گئی ہے

رنگ دیگر شد ولیکن جانِ پاک | فارغ از رنگ ست و از ارکانِ خاک
رنگت بدل گئی ہے لیکن پاک روح | عناصرِ اربعہ اور رنگت سے خالی ہے

تن شناساں زود ما را گم کنند | آب نوشاں ترکِ مشک و خم کنند
جسم کو پہچاننے والے جلد ہمیں گم کر دیتے ہیں | پانی پینے والے مشک اور مٹکے کو چھوڑ دیتے

جاں شناساں[۲] از عددہا فارغند | غرقۂ دریائے بیچونند و چند
روح کو پہچاننے والے گنتی سے بے نیاز ہیں | وہ بے مثال اور لا محدود دریا میں غرق ہیں

جاں شو و از راہِ جاں جاں را شناس | یارِ بینش شو نہ فرزندِ قیاس
روح بن جا اور روح کی راہ سے روح کو پہچان | مشاہدہ کا یار بن، گمان کا پابند نہ ہو

چوں ملک با عقل یک سر رشتہ اند | بہرِ حکمت را دو صورت گشتہ اند
فرشتے اور عقل کی طرح جو ایک رشتہ میں منسلک ہیں | حکمت کی وجہ سے دو صورتوں کے بن گئے ہیں

آں ملک با عقل چوں یک گوہر اند | در پے ہم ہمچو دنبال و سر اند
چونکہ فرشتے اور عقل ایک اصل سے ہیں | دم اور سر کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے ہیں

آں ملک چوں مرغ بال و پر گرفت |ویں خرد بگذاشت پر و فر گرفت
فرشتے نے پرندے کی طرح بال اور پر اختیار کر لیے | اس عقل نے پروں کو چھوڑا اور شان و شوکت پائی

لاجرم[۳] ہر دو مناصر آمدند | ہر دو خوش رُو پشتِ ہمدیگر شدند
لامحالہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار بنے | دونوں بخوبی ایک دوسرے کے رو و پشت بن گئے

ہم ملک ہم عقل حق را واجدے | ہر دو آدمؑ را معین و ساجدے
فرشتے بھی اور عقل بھی خدا کا ادراک کرنے والے ہیں | لہٰذا دونوں آدمؑ کے مددگار اور سجدہ کرنے والے ہیں

[ا] شبدیز۔ تاریک رات یعنی کالا رنگ۔ صبح یعنی میرا رنگ گورا ہو گیا۔ رنگ رنگت بدل جانے سے روح اور جان میں کوئی تمیز نہیں ہوتا روح رنگ وغیرہ سے مبرّا ہے تن شناساں۔ اب مولانا نے یہ مضمون شروع فرما دیا کہ جس طرح اس غلام کے آقا کی نظر محض جسم و رنگ پر تھی اس لئے وہ اس کو نہیں پہچان رہا تھا اسی طرح جو ظاہر بین اور جسم شناس ہیں وہ اولیاء کو نہیں پہچانتے جس کو پیاس ہوتی ہے وہ مٹکے اور مشک پر نظر نہیں کرتا۔

[۲] جاں شناساں جو جان کو پہچانتے ہیں وہ تعدد اور تشخص سے بے نیاز ہوتے ہیں وہ دریائے وحدت میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔ جاں شو۔ روح کی پہچان روح کے ذریعہ ہوتی لہٰذا اپنی روح کے ذریعہ اولیاء کو شناخت کر ان کو اپنا دوست سمجھ اور اس آقا کی طرح نہ بنو جس نے اپنے غلام کو گمان سے غیر سمجھا چونکہ اپنی روح کو اولیاء کی روح کا غیر نہ سمجھو دونوں روحوں میں وحدت ہے محض ان کے قوالب کی صورت کی وجہ سے بظاہر اختلاف ہے جیسا کہ حقیقتِ ملکیہ اور حقیقتِ عقل ایک ہے دونوں کو جدا گانہ صورتیں عطا کر دینے میں کچھ حکمتیں ہیں۔ آں ملک۔ حقیقتِ ملکیہ نے بال پر اختیار کر لئے لہٰذا اس میں پرواز کی قوت آ گئی عقل نے ادراکِ حقائق کی شان و شوکت حاصل کر لی۔

[۳] لاجرم۔ چونکہ فرشتے اور عقل میں حقیقی وحدت ہے لہٰذا ایک دوسرے کا مددگار ہے اور ان دونوں میں اس طرح کا اتحاد ہے جیسا کہ ایک چیز کی رُو اور پشت میں اتحاد ہوتا ہے۔ ہم ملک۔ اسی اتحاد کی وجہ سے دونوں اللہ تعالیٰ کو پہچانتے میں متحد ہیں اور دونوں آدمؑ کے لئے مددگار اور سجدہ کناں بن گئے۔

نفس[1] و شیطاں بود ز اوّل واحدے ۔۔۔ بود آدمؑ را عدوّ و حاسدے
نفس اور شیطان شروع سے ایک تھے ۔۔۔ آدمؑ کے دشمن، اور حاسد تھے

آنکہ آدمؑ را بدن دید او رمید ۔۔۔ وانکہ نورِ موتمن دید او خمید
جس نے آدمؑ کو محض جسم سمجھا وہ بدک گیا ۔۔۔ جس نے امانت رکھا ہوا نور دیکھا وہ جھک گیا

آں دو دیدہ روشناں بود ہ ازیں ۔۔۔ ویں دو را دیدہ ندیدہ غیر طیں
وہ دونوں آنکھیں اس سے روشن ہو گئیں ۔۔۔ اِن دونوں کی آنکھوں نے مٹی کے سوا کچھ نہ دیکھا

ایں بیاں اکنوں چو خر بر یخ بماند ۔۔۔ چوں نشاید بر جہود انجیل خواند
اب یہ بیان برف پر گدھے کی طرح رہ گیا ۔۔۔ چونکہ یہودی کو انجیل نہیں سُنائی جا سکتی

کے تواں با شیعہ گفتن از عمرؓ ۔۔۔ کے تواں بربط زدن در پیش کر
شیعہ سے (حضرت) عمرؓ کی بات کب کہی جا سکتی ہے؟ ۔۔۔ بہرے کے آگے سارنگی کہاں بجائی جا سکتی ہے؟

لیک[2] گر در دہ بگوشہ یک کس ست ۔۔۔ ہائے و ہوئے کہ بر آورد م بس ست
لیکن اگر گاؤں کے گوشہ میں ایک شخص بھی ہے ۔۔۔ جو میں نے ہائے اور ہو کی وہ بہت ہے

مستحق شرح را سنگ و کلوخ ۔۔۔ ناطقے گردد مُشرح بار سوخ
شرح کے لائق کے لئے پتھر اور ڈھیلا ۔۔۔ اچھی طرح تشریح کرنے والا گویا بن جاتا ہے

دربیان آنکہ حق تعالیٰ ہر چہ داد و آفرید از سمٰوٰت و ارض و اعیان و

اِس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے آسمان اور زمین اور جوہر اور

اعراض ہمہ را باستدعا و حاجت آفرید و خود را محتاج چیزے دیگر باید

عرض سب درخواست اور حاجت کی بنا پر پیدا کئے ہیں اور اپنے آپکو دوسری چیزوں کا محتاج بنانا

کردن تا بدہد کہ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ اضطرار گواہِ استحقاق ست

چاہیئے تاکہ وہ عطا کرے کیونکہ (اسنے فرمایا ہے) کون ہے جو مجبور کی دُعا سنے جبکہ وہ اسکو پکارتا ہے مجبوری کواُسے مستحق ہونیکا گواہ

آں[3] نیازِ مریمی بود ست و درد ۔۔۔ کہ چناں طفلے سخن آغاز کرد
وہ (حضرت) مریمؑ کی نیازمندی اور درد تھا ۔۔۔ کہ ایسے بچے نے بات کرنی شروع کر دی

جزوِ او بے اُو برائے اُو بگفت ۔۔۔ جزو جزوت گفت دارد در نہفت
اُنکے جزو نے بغیر اُنکے کہے، اُنکے لئے گفتگو کی ۔۔۔ تیرا ہر جزو پوشیدہ طور پر بولنے والا ہے

---

[1] نفس و شیطان جس طرح فرشتے اور عقل میں اتحاد ہے اسی طرح نفس اور شیطان میں اتحاد ہے اسی لئے دونوں آدمؑ کے دشمن اور حاسد تھے۔ آنکہ۔ نفس اور شیطان نے حضرت آدمؑ کا صرف جسم دیکھا تو سجدے سے انکار کر دیا عقل اور فرشتے نے اُن کے نور باطنی کو دیکھا تو اُنکے سامنے جھک گئے۔ آں دو دیدہ۔ عقل اور فرشتے کی آنکھیں اُس نور سے روشن ہو گئیں نفس اور شیطان کی آنکھوں نے صرف مٹی دیکھی۔ ایں بیان۔ یعنی عقل اور فرشتے کی وحدت اور شیطان اور نفس کی وحدت کا بیان نہیں ہو سکا چونکہ تم اس کے سمجھنے کے اہل نہیں ہو چوں نشاید تمہارے سامنے اِس بیان کی تشریح ایسی ہی ہے جیسا کہ یہودی کے سامنے انجیل کی تلاوت یا شیعہ کے سامنے حضرت عمرؓ کے فضائل کا بیان یا بہرے کے سامنے سارنگی بجانا۔

[2] لیک۔ کسی میں اہلیت ہے تو اسی مجمل بیان سے شرح و تفصیل سمجھ جائیگا جو مجمل باتیں میں نے کہدی ہیں وہ اُسکے لئے کافی ہیں۔ مستحق تفصیل اور تشریح کا مستحق اور اہل جو ہے وہ تو بے زبان چیزوں کو دیکھ کر اُنسے حقائق کا ادراک کر لیتا ہے اصل چیز استحقاق اور طلب و حاجت ہے اگر وہ موجود ہے تو خود تفصیل ہو جاتی ہے، آگے مولانا نے اسی مضمون کو واضح کیا ہے ۔

[3] آں نیاز حضرت مریمؑ کو حاجت اور ضرورت ہوئی تو اللہ نے بچہ کے ذریعہ تشریح کرا دی اور حضرت عیسیٰؑ گہوارہ میں اُنکی پاکدامنی کے شاہد بن گئے۔ جزوِ او جس طرح عیسیٰؑ، مریمؑ کے جزو بدن تھے گواہ بنے اسیطرح تمہارا ہر جزو تمہارا گواہ ہے قیامت میں تمہارے اعضاء تمہارے افعال کی گواہی دینگے۔

دست و پا شاہد شوند ت اے رہی — منکری را چند دست و پا نہی
اے غلام! تیرے ہاتھ پاؤں گواہ بنیں گے — تو انکار کے کتنے ہاتھ پاؤں لگائے گا

ور[1] نباشی مستحق شرح و گفت — ناطقہ ناطق ترا دید و بخفت
اگر تو تشریح اور گفت گو کا مستحق نہیں ہے — بولنے والے کی (قوت) ناطقہ نے تجھے دیکھا اور وہ سوگئی

ہر چہ روئید از پئے محتاج رُست — تا بیابد طالبے چیزے کہ جُست
جو کچھ اُگا ہے محتاج کے لئے اُگا ہے — تاکہ طلبگار ہر وہ چیز پالے جس کو وہ ڈھونڈے

حق تعالیٰ کایں سموات آفرید — از برائے دفع حاجات آفرید
حق تعالیٰ نے جو ان آسمانوں کو پیدا کیا — حاجتیں پوری کرنے کے لئے پیدا کیا

ہر کہ جویا شد بیابد عاقبت — مایہ اش درد است و اصل مرحمت
جو جستجو کرتا ہے بالآخر پالیتا ہے — اُس کا سرمایہ اور رحم کی جڑ، درد ہے

ہر کجا دردے دوا آنجا رود — ہر کجا فقرے نوا آنجا رود
جہاں درد ہوتا ہے دوا وہاں پہنچتی ہے — جہاں فقر ہوتا ہے سامان وہاں پہنچتا ہے

ہر کجا مشکل جواب آنجا رود — ہر کجا کشتے ست آب آنجا رود
جہاں اشکال ہوتا ہے جواب وہاں جاتا ہے — جہاں کھیتی ہے پانی وہاں پہنچتا ہے

آب[2] کم جو تشنگی آور بدست — تا بجوشد آبت از بالا و پست
پانی کی تلاش نہ کر، پیاس پیدا کر — تاکہ تیرے اوپر اور نیچے سے پانی جوش مارے

تا نہ زاید طفلک نازک گلو — کے رواں گردد ز پستان شیر او
جب تک نرم گلے والا بچہ پیدا نہیں ہوتا — اُس کا دودھ پستان سے کہاں جاری ہوتا ہے؟

رو[3] بدیں بالا و پستیہا بدو — تا شوی تشنہ و حرارت را گرو
جا، اِس نشیب و فراز میں دوڑ — تاکہ تو پیاسا بنے اور حرارت میں پھنسے

بعد ازاں از بانگ زنبور ہوا — بانگ آب جو بنوشی اے کیا
اُس کے بعد ہوا کی بھڑ کی آواز سے — اے معزز! تو نہر کے پانی کی آواز سُنے گا

حاجت تو کم نباشد از حشیش — آب را گیری سوئے او می کشیش
تیری ضرورت گھاس سے کم نہ ہونی چاہیئے — تو پانی لیتا ہے اور اُسکو اُسکی جانب لیجاتا ہے

[1] ور نباشی۔ اگر تو تشریح کا مستحق نہیں ہے تو بڑے سے بڑا مقرر بھی ششت پڑ جائیگا اور تشریح نہ کرے گا۔ ہر چہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے وہ مخلوق کی ضرورت پوری کرنیکے لئے بنایا ہے۔ حق تعالیٰ۔ آسمانوں کی تخلیق بھی مخلوق کی ضرورت اور احتیاج کی وجہ سے ہے۔ ہر کہ۔ جبکہ تمام چیزوں کی تخلیق احتیاج کی وجہ سے ہے تو جو بھی محتاج ہوگا اور اُس میں طلب ہوگی وہ ضرور مقصود حاصل کرے گا۔ مایہ اش۔ رحمت کی اصل اور سرمایہ انسان کا درد ہے۔ ہر کجا۔ جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں ضرورت کی چیز پہنچ جاتی ہے درد ہو تو دوا حاصل ہوجاتی ہے فقیر ہو تو سامان مل جاتا ہے جواب اشکال کے پاس پہنچ جاتا ہے اور پانی کھیتی کے پاس پہنچتا ہے۔

[2] آب کم جو۔ پانی کی تلاش نہ کر پیاس پیدا کر پانی خود بخود تیرے پاس پہنچ جائیگا۔ تا نہ زاید جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے اور اسکو دودھ کی ضرورت ہوتی ہے تو قدرت اُس کی ماں کے پستان میں دودھ پیدا فرمادیتی ہے۔

[3] رو۔ تو بھی بھاگ دوڑ کر پیاس اور بدن میں گرمی پیدا کر۔ بعد ازاں۔ جب ضرورت پیدا کرے گا غیب سے پانی کی آواز آنے لگے گی

؎ مسئلہ مطلوب کی فکر میں نہ پڑو اُس کی حاجت پیدا کرو مطلوب خود حاصل ہوجائے گا۔ حاجت تو۔ گھاس کو جب پانی کی ضرورت ہوتی ہے انسان خود اُس تک پانی پہنچاتا ہے اِسی طرح تم حاجت پیدا کرلو خود قدرت مطلوب کو تم تک پہنچادے گی۔

گوش گیری آب را تو می کشی | سُوئے زرعِ خشک تا یابد خوشی

تو پانی کا کان پکڑتا ہے (اور) اسکو تو کھینچتا ہے | خشک کھیتی کی جانب تاکہ وہ تازگی حاصل کرے

زرعِ جاں راکش جواہر مضمرست[۵۱] | ابرِ رحمت پُر ز آبِ کوثرست

جان کی کھیتی کے لئے جس میں جواہر چھپے ہوئے ہیں | رحمت کا بادل، کوثر کے پانی سے بھرا ہوا ہے

تا سقاهم ربهم آید خطاب | تشنه باش الله اعلم بالصواب

تاکہ تم کو انکے رب نے سیراب کیا، کی بشارت آئے | پیاسا بن، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

آمدنِ زنے کافره با طفلِ شیرخواره نزدِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

ایک کافر عورت کا دودھ پیتے بچے کو لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا

و ناطق شدنِ عیسیٰؑ وار بمعجزهٔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

اور اُس کا (حضرت) عیسیٰؑ کی طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے بولنا

هم ازاں ده[۵۲] یک زنے از کافراں | سوئے پیغمبر دواں شد ز امتحاں

اسی گاؤں سے ایک عورت کافروں میں سے | امتحان کے لئے پیغمبرؐ کی طرف دوڑی

پیشِ پیغمبر در آمد با خمار | کودکے دو ماهه زن را در کنار

اوڑھنی اوڑھ کر پیغمبرؐ کے سامنے آئی | دو مہینے کا بچہ عورت کی گود میں تھا

گفت کودک سلّم الله علیک | یا رسول الله قد جئنا الیک

بچے نے کہا آپ پر اللہ کا سلام ہو | اے اللہ کے رسول، ہم آپ کے پاس آئے ہیں

مادرش از خشم گفتا هی خموش | کیت افگند ایں شهادت[۵۳] را بگوش

اُس کی ماں غصے سے بولی خبردار! چپ | یہ شہادت کس نے تیرے کان میں ڈال دی؟

ایں کیت آموخت اے طفلِ صغیر | کز زبانت گشت در طفلی جریر

اے ننھے بچے! یہ تجھے کس نے سکھایا؟ | کہ تیری زبان بچپن میں تیز بن گئی

گفت حق آموخت وانگه جبرئیل | در بیاں با جبرئیلم من رسیل

اس نے کہا اللہ (تعالیٰ) نے سکھایا پھر جبرئیل نے | میں بیان کرنے میں جبرئیل کا ہم زبان ہوں

گفت کو گفتا که بالائے سرت | می نه بینی کن بسا لا منظرت

اُس نے کہا وہ کہاں ہے؟ کہا تیرے سر پر | تو نہیں دیکھ رہی ہے؟ اپنی نگاہ اوپر کر

ایستاده بر سرِ تو جبرئیل | مر مرا گشته بصد گونه دلیل

تیرے سر پر جبرئیلؑ کھڑے ہیں | وہ میرے لئے سینکڑوں طریقے سے راہنما بن گئے ہیں

---

۵۱ زرع۔ روحوں کی کھیتی کے لئے ابرِ رحمت کوثر کا پانی لئے ہوئے موجود ہے تم ضرورت پیدا کرو تو سقاهم ربهم کا پیغام تمہارے پاس آجائے گا۔ سقاهم۔ قرآن پاک میں ہے وسقاهم ربهم شرابا طهورا اور پلائی ان کو ان کے خدا نے پاک شراب۔

۵۲ هم ازاں۔ وہ غلام جس کا پانی آنحضورؐ نے لیا تھا جب اپنے گاؤں میں پہنچا اور آنحضورؐ کی باتیں اور معجزے کا اس نے ذکر کیا تو ایک عورت آنحضورؐ کے پاس آئی اب اس کا قصہ بیان کیا جارہا ہے۔ گفت۔ وہ بچہ آنحضورؐ کے معجزے سے بول پڑا اور اس نے آنحضورؐ کو سلام کیا اور آنحضورؐ کو اللہ کا رسول کہہ کر پکارا۔

۵۳ شهادت یعنی آنحضورؐ کے بارے میں اللہ کا رسول ہونے کی گواہی۔ ایں۔ یہ بات تجھے کس نے سکھائی کہ تو آنحضورؐ کی رسالت کی گواہی دے رہا ہے۔ جریر۔ تیز زبان، فصیح عرب کے مشہور شاعر کا نام۔ رسیل۔ ہمزبان۔ دلیل۔ راہنما۔

گفت می بینی تو گفتا کہ بلے
اُس نے کہا تو دیکھ رہا ہے، کہا کہ ہاں

بر سرت تاباں چو بدرِ کاملے
تیرے سر پر مکمل چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہیں

می بیاموزد مرا وصفِ رسولؐ
وہ مجھے رسولؐ کی صفات بتا رہے ہیں

زاں علو[1] ام می رہانند زیں سفول
اُس بلندی کے ذریعہ وہ مجھے پستی سے چھڑا رہے ہیں

پس رسولش گفت اے طفلِ رضیع
پھر رسولؐ نے اُس سے فرمایا اے دودھ پیتے بچے!

چیست نامت باز گو و شو مطیع
صاف بتا تیرا کیا نام ہے اور فرمانبردار بن؟

گفت نامم پیشِ حق عبد العزیز
اُس نے کہا اللہ کے نزدیک میرا نام عبد العزیز ہے

عبدِ عزیٰ پیشِ ایں یک مشت حیز
اِن چند نالائقوں کے نزدیک عبد العزیٰ ہے

من ز عزیٰ پاک بیزار و بری
میں عزیٰ سے پاک، بیزار اور بری ہوں

حقِ آنکہ دادت ایں پیغمبری
اُس ذات کی قسم جس نے آپکو پیغمبری دی ہے

کودکِ دو ماہہ ہمچوں ماہِ بدر
چودھویں رات کے چاند جیسے دو مہینے کے بچے نے

درسِ بالغ گفت چوں اصحابِ صدر
صدر نشینوں کی طرح پوری تقریر کی

پس حنوط[2] آں دم ز جنت در رسید
پھر اُسی وقت جنت سے حنوط آئی

تا دماغِ طفل و مادر بو کشید
یہاں تک کہ بچہ اور ماں نے خوشبو سونگھی

ہر دو می گفتند کز خوفِ سقوط
دونوں (خوشبو کے) زوال کے ڈر سے کہہ رہے تھے

جاں سپردن بہ بریں بوئے حنوط
اِس حنوط کی خوشبو پر جان دے دینا بہتر ہے

آنکہ تعریفش شہنشہ خود کند
وہ جس کی تعریف خود شہنشاہ کرے

جامد و نامیش صد مرو وق زند
بے جان جاندار اُس پر سینکڑوں شادیانے بجاتے ہیں

آں[3] کسے راکش معرّفِ حق بود
وہ جس کی تعریف کرنے والا اللہ (تعالےٰ) ہو

جامد و نامیش صد صدق زنند
بے جان اور جاندار اسکی سینکڑوں تصدیقیں کرتے ہیں

آں کسے راکش خدا حافظ بود
وہ جس کا خدا نگہبان ہو

مرغ و ماہی مر ورا حارس شود
پرند اور مچھلی اُس کے پہرے دار ہوتے ہیں

ربودنِ عقاب موزۂ رسول علیہ السلام را و بردن بہوا و
باز کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے کو ہوا میں لے اُڑنا اور

نگوں کردن و از موزہ مارے سیاہ افتادن
اوندھا کرنا، اور موزے سے سیاہ سانپ گرنا

---

[1] علو۔ بلندی۔ سفول۔ پستی۔ رضیع۔ دودھ پیتا بچہ۔ حیز۔ نامرد۔ درسِ بالغ یعنی آنحضورؐ کی صفت کا مکمل بیان۔ اصحابِ صدر یعنی صدر نشین علماء۔

[2] حنوط۔ ایک مرکب خوشبو ہے۔ جاں سپردن۔ یعنی اُن کو خوشبو اس قدر پسند آئی کہ اُس کے ختم ہو جانے کے ڈر سے جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔ شہنشہ۔ یعنی اللہ تعالےٰ۔ مرو وق۔ خوشی کا آلہ۔

[3] آں کسے۔ جس ذات کی خدا تعریف فرمائے دنیا کی ہر چیز اُس کی تعریف کی تصدیق کرتی ہے۔ جامد۔ بے جان۔ نامی۔ جاندار۔ صدق۔ اُس نے سچ بولا۔ حارس۔ محافظ۔

اندریں بودند کآوازِ صلا[۵۱]
لوگ اسی انتظار میں تھے کہ اذان کی آواز

مصطفیٰؐ بشنید از راہِ علا
اونچائی سے مصطفیٰؐ نے سنی

خواست آبے و وضو را تازہ کرد
پانی مانگا اور تازہ وضو کیا

دست و رُو را شست او زاں آبِ سرد
اس ٹھنڈے پانی سے ہاتھ اور منہ دھویا

ہر دو پا شست و بموزہ کرد رائے
دونوں پاؤں دھوئے اور موزے کا ارادہ کیا

موزہ را بر بود یک موزہ ربائے
ایک موزہ لے اڑنے والا، موزہ لے اڑا

دست سوئے موزہ برد آں خوش خطاب
اس خوش خطاب نے موزے کی جانب ہاتھ کیا

موزہ را بر بود از دستش عقاب
باز ان کے ہاتھ سے موزہ اچک لے گیا

موزہ را اندر ہوا برد او چو باد
وہ موزے کو ہوا کی طرح فضا میں لے اڑا

پس نگوں کرد او و زاں مار فتاد
پھر اس کو اس نے اوندھا کیا، اس میں سے سانپ گرا

در فتاد از موزہ یک مارِ سیاہ
موزے سے ایک کالا سانپ گرا

زاں عنایت[۵۲] شد عقابش نیکخواہ
اس مہربانی کی وجہ سے باز آپ کا خیر خواہ بنا

پس عقاب آں موزہ را آورد باز
پھر باز اس موزے کو واپس لایا

گفت ہیں بستاں و رو سوئے نماز
بولا ہاں لے لیجئے، اور نماز کو جائیے

از ضرورت کردم ایں گستاخیے
میں نے یہ گستاخی مجبوراً کی

از ادب دارم شکستہ شاخیے
میں ادب کی وجہ سے ٹوٹی ہوئی شاخ رکھتا ہوں

وائے کو گستاخ پائے می نہد
افسوس اس پر جو گستاخی سے پاؤں رکھے

بے ضرورت کش ہوا فتوی دہد
بغیر ضرورت کے جبکہ اس کو خواہش نفسانی فتوی دیدے

پس رسولش شکر گفت و گفت ما
پھر رسولؐ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا ہم

ایں[۵۳] جفا دیدیم و بود آں خود وفا
یہ ظلم سمجھے، اور وہ وفا داری تھی

موزہ بر بودی و من درہم شدم
تو موزہ اچک لے گیا، اور میں بگڑا

تو غمم بردی و من در غم شدم
تو نے غم ہٹایا، اور میں غمگین ہوا

گرچہ ہر غیبے خدا ما را نمود
اگرچہ اللہ (تعالیٰ) نے ہمیں ہر غیب دکھا دیا ہے

دل دراں لحظہ بخود مشغول بود
(لیکن) دل اس وقت اپنے میں مشغول تھا

گفت دور از تو کہ غفلت از تو رست
اس نے کہا یہ بات آپ سے بعید ہے کیونکہ آپ غفلت سے مبرا ہیں

دیدنم آں غیب را ہم عکسِ تست
میرا غیب کو دیکھ لینا بھی آپ کا پرتو ہے

---

[۵۱] آوازِ صلا یعنی حضورؐ کے دل میں نماز کیلئے الہام ہوا یا مؤذن کی اذان سنی رائے یعنی موزہ پہننے کا ارادہ کیا۔ موزہ رُبا یعنی عقاب۔

[۵۲] عنایت۔ یعنی عقاب کا موزہ اچک لے جانا۔ شکستہ۔ یعنی میں گستاخی کی وجہ سے شرمندہ ہوکر مرجھا گیا ہوں جیسے کہ ٹوٹی ہوئی شاخ مرجھا جاتی ہے۔ وائے۔ ضرورت کے وقت گستاخی قابلِ گرفت نہیں ہے، نفسانی خواہش سے گستاخی افسوسناک ہے۔

[۵۳] ایں۔ یعنی موزہ لے اڑنا۔ درہم شدم۔ میں بگڑا۔ غمم یعنی سانپ۔ گفت۔ یعنی آنحضورؐ کی غفلت خود بینی کی وجہ سے نہیں ہوسکتی بلکہ تنزل اختیاری کی وجہ سے تھی۔ دیدنم۔ مجھ پر موزے میں سانپ کے ہونے کا انکشاف آپ کے کشف کا عکس اور پرتو ہے۔

مار در موزہ بہ بینم در ہوا | نیست از من عکسِ تُست اے مصطفیٰ[۱]

میں فضا سے موزے میں سانپ دیکھ لوں | یہ میرا کام نہیں ہے اے مصطفیٰ! یہ آپکا پرتو ہے

عکسِ نورانی ہمہ روشن بُود | عکسِ ظلمانی ہمہ گلخن بُود

نورانی پرتو پورا روشن ہوتا ہے | ظلمانی پرتو بالکل بھٹی ہوتا ہے

عکسِ عبد اللہ ہمہ نوری بُود | عکسِ بیگانہ ہمہ کوری بُود

اللہ کے نیک بندے کا پرتو بالکل نور ہوتا ہے | بیگانے کا پرتو، بالکل اندھا پن ہوتا ہے

عکسِ ہر کس را بداں اے جاں ببیں | پہلوئے جنسے کہ میخواہی نشیں

ہر شخص کے پرتو کو سمجھنے اے جان! دیکھنے | تو کس شخص کے پہلو میں بیٹھنا چاہ رہا ہے

وجہ[۲] عبرت گرفتن ازیں حکایت ویقین دانستن اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا

اس حکایت سے عبرت حاصل کرنے کا پہلو اور یقینی طور پر جاننا کہ تنگی کے ساتھ سہولت ہے

عبرتست ایں قصہ اے جاں مر ترا | تا شوی راضی تو در حکمِ خدا

اے جان! تیرے لئے یہ قصہ باعث عبرت ہے | تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ پر راضی ہو جائے

تا کہ زیرک باشی و نیکو گماں | چوں بہ بینی واقعہ بد ناگہاں

تاکہ تو ہوشیار اور نیک گمان بن جائے | جب تو اچانک کوئی برا واقعہ دیکھے

دیگراں گردند زرد از بیمِ آں | تو چو گل خنداں گہِ سُود و زیاں

دوسرے اس کے ڈر سے پیلے پڑ جائیں | تو نفع اور نقصان کے وقت پھول کی طرح کھلے

زانکہ از گل گر تو برگش می کنی | خندہ نگذارد نگردد منثنی

کیونکہ اگر تو پھول کی پتیاں کردے | وہ مسکرانا نہیں چھوڑتا ہے اور نہ مرجھائیگا

گوید[۳] از خارے چرا افتم بغم | خندہ را من خود ز خار آوردہ ام

وہ کہتا ہے میں کانٹے سے غم میں کیوں پڑوں! | میں نے اپنی مسکراہٹ کانٹے سے لی ہے

ہرچہ از تو یاوہ گردد از قضا | تو یقیں داں کہ خریدت از بلا

قضا کی وجہ سے جو چیز تجھ سے گم ہو جائے | تو یقین کرلے کہ اس نے تجھے مصیبت سے نجات دی ہے

مَا التَّصَوُّفُ قَالَ وِجْدَانُ الْفَرَحِ | فِي الْفُؤَادِ عِنْدَ اِتْيَانِ التَّرَحِ

تصوف کیا ہے، کہا خوشی محسوس کرنا | دل میں رنج آنے کے وقت

آں عقابش را عقابے داں او | در ربود آں موزہ را زاں نیک خو

اس سزا کو وہ باز سمجھ لے، جو | اس نیک خصلت سے موزہ اڑا لے گیا

ل۱ عکس۔ اولیاء اللہ کی صحبت سے کشف باطنی حاصل ہوتا ہے تاریک دل لوگوں کی صحبت دل کو بے نور بنا دیتی ہے۔ عکس۔ اللہ کے نیک بندوں کا پرتو نورانی ہوتا ہے اور خدا سے بیگانوں کا پرتو ظلماتی ہوتا ہے۔

ل۲ وجہ۔ موزے کے واقعہ سے یہ نصیحت حاصل کرنی چاہیئے کہ انسان کی پریشانی راحت کا سبب بنتی ہے تاکہ۔ اچانک جو حادثہ پیش آئے اس سے اللہ کے ساتھ بدگمانی نہ کرنی چاہیئے۔ دیگراں۔ عام لوگوں کے لئے جو واقعہ پریشانی کا سبب بنے اس کو بھی تو خنداں پیشانی سے قبول کر۔ زانکہ۔ اگر پھول کی پتیاں علیحدہ علیحدہ بھی کر دی جائیں تو اس کی مسکراہٹ ختم نہ ہوگی۔

ل۳ گوید۔ پھول یہی سمجھتا ہے کہ میری ہر چیز عدم سے وجود میں آئی ہے لہٰذا کسی جزو کے عدم کی طرف لوٹنے سے ناخوشی مناسب نہیں ہے۔ خار یعنی مصیبت۔ عدم یاوہ۔ گم یعنی کسی چیز کے فوت ہو جانے کو کسی مصیبت سے نجات کا سبب سمجھو — ما التصوف۔ تصوف کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اس بات کا عادی ہو جائے ہرچہ از دوست می رسد نیکوست۔ فرح۔ خوشی۔ ترح۔ رنج۔

تا رہاند پاش را از زخمِ مار — اے[1] خنک عقلے کہ باشد بے غبار
تاکہ آپ کے پاؤں کو سانپ کے زخم سے بچائے — قابلِ مبارکباد ہے وہ عقل جو بے غبار ہے

گفت لَا تَأْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ — اِنْ اَتَی السِّرْحَانُ وَاَرْدٰی شَاتَکُمْ
فرمایا جو تم سے جاتا رہے اس پر غم نہ کرو — اگر بھیڑیا آجائے، اور تمہاری بکری ہلاک کردے

گفت ہر چہ آں فوت شد مغمگیں مشو — زانکہ گر شد کہنہ آید باز نو
فرمایا جو چیز فوت ہوجائے (اس پر) غمگین نہ ہو — کیونکہ اگر پرانی جاتی رہی ہے نئی پھر آجائیگی

گر بلا آید ترا اندہ مبر — ور زیاں بینی غمِ آں ہم مخور
اگر تجھ پر مصیبت آئے، غم نہ کر — اگر تو نقصان دیکھے اس کا غم نہ کھا

کاں[2] بلا دفعِ بلاہائے بزرگ — واں زیاں منعِ زیانہائے سترگ
کیونکہ وہ مصیبت بڑی مصیبتوں کیلئے دافع ہے — اور وہ نقصان بڑے نقصانوں کو مانع ہے

راحتِ جاں آمد اے جاں فوتِ مال — مال چوں جمع آمد اے جاں شد وبال
اے عزیز! مال کا فوت ہونا جان کی حفاظت ہے — اے عزیز! جب مال جمع ہوجاتا ہے وبالِ جان ہوجاتا ہے

اِستدعائے آں مرد از موسیٰ علیہ السلام زبانِ بہائم و طیور و قبول کردنِ موسیٰؑ بامرِ حق

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے ایک شخص کا چوپایوں اور پرندوں کی زبان سیکھنے کی درخواست کرنا اور اُن کا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اسکو قبول کرلینا

گفت موسیٰؑ را یکے مردِ جواں — کہ بیاموزم زبانِ جانوراں
ایک نوجوان نے حضرت موسیٰؑ سے عرض کیا — کہ مجھے جانوروں کی زبان سکھا دیجئے

تا[3] بود کز بانگِ حیوانات و دد — عبرتے حاصل کنم در دینِ حق
ہوسکتا ہے کہ حیوانات اور درندوں کی آواز سے — اللہ کے دین میں کوئی عبرت حاصل کرلوں

چوں زبانہائے بنی آدم ہمہ — در پئے آبست و نان و دمدمہ
چونکہ تمام اولادِ آدمؑ کی زبانیں — روٹی، اور پانی، اور مکر کے لئے ہیں

بو کہ حیوانات را دردِ دگر — باشد از تدبیرِ ہنگامِ گذر
ہوسکتا ہے کہ حیوانات کا کوئی دوسرا مشغول ہو، مرنے کے وقت کی تدبیر کا

گفت موسیٰؑ رو گذر کن زیں ہوس — کایں خطر دارد بسے در پیش و پس
(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا جا اس ہوس سے درگذر کر — کیونکہ یہ آگے اور پیچھے بہت سے خطرے رکھتا ہے

---

[1] اے خنک۔ یعنی وہ عقل قابلِ مبارکباد ہے جو قضا پر راضی ہو اور اس پر شکوک و شبہات کا غبار بالکل نہ ہو۔ گفت۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے "کسی فوت شدہ چیز پر غم نہ کرو"۔ اِنْ اَتٰی۔ اس کا تعلق قرآنی آیت سے نہیں ہے۔ سرحان۔ بھیڑیا۔

[2] کاں بلا۔ انسان کی ایک مصیبت بہت سی بڑی مصیبتوں سے نجات کا سبب بنتی ہے۔ راحتِ جاں۔ مال کی تباہی جان کی راحت کا سبب بن جاتی ہے قصہ۔ اس قصہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ مال تباہ ہونے سے جان بچی ورنہ جان کی ہلاکت ہوتی۔

[3] تا بود۔ جانوروں کی زبان سیکھنے والے نے کہا کہ انسانوں کی تمام باتیں تو دنیا داری کی ہیں شاید... جانوروں کی باتیں آخرت سے متعلق ہوں تو میں اُنسے عبرت حاصل کروں گا۔ دَرد۔ عبادت کا معمول۔ ہنگامِ گذر۔ موت کا وقت۔

عبرتؔ[1] و بیداری از یزداں طلب ۔۔۔ نہ از کتاب و از مقال و حرف و لب
عبرت اور آگاہی خدا سے مانگ ۔۔۔ نہ کتاب اور گفتگو اور حروف اور ہونٹوں سے

گرم تر شد او زاں منعش کہ کرد ۔۔۔ گرم تر گردد ہمی از منع مرد
وہ اس روکنے سے اور زیادہ (سر) گرم ہو گیا ۔۔۔ روکنے سے انسان اور مُصر ہو جاتا ہے

گفت اے موسیٰؑ چو نورِ تو بتافت ۔۔۔ ہر چہ چیزے بود از تو چیز یافت
اُسنے کہا اے موسیٰؑ! جب سے آپ کا نور ظاہر ہوا ہے ۔۔۔ جو کچھ بھی تھا اس نے آپ سے کچھ پایا

مر مرا محروم کردن زیں مراد ۔۔۔ لائقِ لطفت نباشد اے جواد
اِس مقصد سے مجھے محروم کرنا ۔۔۔ اے سخی! آپ کی مہربانی کے مناسب نہیں ہے

ایں زماں قائم مقامِ حق توئی ۔۔۔ یاس باشد گر مرا مانع شوی
اس وقت آپ اللہ (تعالیٰ) کے نائب ہیں ۔۔۔ اگر آپ مجھے منع کریں گے، تو مایوسی ہوگی

گفتؔ[2] موسیٰؑ یارب ایں مردِ سلیم ۔۔۔ سُخرہ کردستش مگر دیوِ رجیم
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا اے خدا! اس بھولے انسان کو ۔۔۔ شاید ملعون شیطان نے اس کو بہکایا ہے

گر بیاموزم زیاں کارش بُود ۔۔۔ ور نیاموزم دلش بدمی شود
اگر میں سکھا دوں وہ اسکے لئے نقصان دہ ہوگا ۔۔۔ اگر نہیں سکھاتا ہوں تو اس کا دل بُرا ہوگا

گفت اے موسیٰؑ بیاموزش کہ ما ۔۔۔ رد نہ کردیم از کرم ہرگز دعا
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے موسیٰ! اسکو سکھا دو کیونکہ ہم نے ۔۔۔ کرم سے ہرگز دعا رد نہیں کی ہے

گفت یارب اُو پشیمانی خورد ۔۔۔ دست خاید جامہا را بر درد
(موسیٰؑ نے) فرمایا اے خدا! وہ شرمندہ ہوگا ۔۔۔ ہاتھ چبائے گا کپڑے پھاڑے گا

نیستؔ[3] قدرت ہر کسے را سازوار ۔۔۔ عجز بہتر مایۂ پرہیزگار
قدرت ہر ایک کے لئے مناسب نہیں ہے ۔۔۔ عاجزی، پرہیزگار کے لئے بہت اچھا سرمایہ ہے

فقر زیں رُو فخر آمد جاوداں ۔۔۔ کہ بتقویٰ ماند دستِ نارساں
اسی لئے فقر ہمیشہ فخر ہے ۔۔۔ نارسا ہاتھ پرہیزگاری میں رہتا ہے

زاں غنا و زاں غنی مردود شد ۔۔۔ کہ ز قدرت صبر ہا پدرود شد
اسی لئے مالداری اور مالدار مردود ہوا ہے ۔۔۔ کہ قدرت کے وقت بہت سے صبر رخصت ہو جاتے ہیں

آدمی را عجز و فقر آمد اماں ۔۔۔ از بلائے نفسِ پُر حرص و غماں
آدمی کے لئے عجز اور فقر (باعث) امن ہے ۔۔۔ حرص اور غموں سے بھرے نفس کی مصیبت سے

---

[1] عبرت کتاب اور گفتگو سے حاصل نہیں ہوتی خدا کا عطیہ ہے اللہ سے مانگ۔ گرم۔ حضرت موسیٰ کے انکار سے اُس کا اصرار اور بڑھ گیا اِس لئے کہ یہی انسانی مزاج ہے۔ گفت۔ وہ حضرت موسیٰؑ سے اصرار میں یہ باتیں کہنے لگا۔

[2] گفت۔ اُس کے اصرار سے عاجز آ کر حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرنے لگے۔ (گفت) موسیٰؑ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُس کو سکھا دو۔ گفت یارب حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اگر اُس کو سکھا دوں گا تو وہ اُس کے نتائج سے شرمندہ ہوگا اور افسوس کرے گا۔

[3] نیست۔ بااختیار اور باقدرت ہونا ہر شخص کے لئے بہتر نہیں ہوتا ہے قدرت کا نہ ہونا انسان کو پرہیزگار بناتا ہے، فقر میں انسان کو بہت سے گناہوں پر قدرت نہیں ہوتی اسی لئے وہ باعث فخر ہے مالداری مالداری کے ذریعہ بہت سے گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے اِس لئے مردود ہو جاتا ہے۔

آں غم آید ز آرزوہائے فضول
بیکار آرزؤں سے غم پیدا ہوتا ہے

کہ بداں خو کردہ است آں صید غول
جن کی اُس شیطان کے قیدی نے عادت ڈال لی ہے

آرزوئے گل بود گل خوارہ را
مٹی کھانے والے کو مٹی کی تمنا ہوتی ہے

گلشکر نگوارد آں بیچارہ را
اُس بے چارے کو گلقند گوارا نہیں ہوتا ہے

وحی آمدن از حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ یاموز ش
اللہ تعالیٰ کی جانب سے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو وحی آنا، کہ اُس کو کچھ

چیزے کہ استدعا می کند بعضے را ازاں
تھوڑا سا سکھا دو جس کی وہ درخواست کرتا ہے

گفت یزداں تو بدہ بایستِ اُو
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا تو اسکی مراد پوری کردے

برگشا در اختیار آں دستِ اُو
اختیار میں اُس کا ہاتھ کھول دے

اختیار آمد عبادت را نمک
اختیار، عبادت کا نمک ہے

ورنہ می گردد بناخواہ ایں فلک
ورنہ بغیر ارادہ کے یہ آسمان (بھی) طواف کر رہا ہے

گردشِ اُو را نہ اجر و نے عتاب
اُس کی گردش کا نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے

کاختیار آمد ہنر وقتِ حساب
کیونکہ حساب کے وقت، اختیار معیار ہے

جملہ عالم خود مسبح آمدند
تمام عالم خود تسبیح پڑھنے والے ہیں

نیست آں تسبیحِ جبری مزد مند
(لیکن) وہ جبری تسبیح، اجر کا سبب نہیں ہے

تیغ در دستش نہ از عجزش بکن
اُس کے ہاتھ میں تلوار دیدے اُسکا عجز ختم کردے

تاکہ غازی گردد اُو یا راہزن
تاکہ وہ غازی بنے، یا ڈاکو

زانکہ کرمنا شد آدم ز اختیار
اختیار کی وجہ سے (بنی) آدم کرمنا کا مصداق بنا

نیم زنبورِ عسل نیمیش مار
اُس کا نصف شہد کی مکھی، نصف سانپ ہے

مومناں کانِ عسل زنبور وار
مومن شہد کی مکھی کی طرح شہد کی کان ہیں

کافراں خود کانِ زہرے ہمچو مار
کافر زہر کی کان میں سانپ کی طرح ہیں

زانکہ مومن خورد بگزیدہ نبات
کیونکہ مومن نے اچھے بوٹے کھائے ہیں

تا چو نحلے گشت ریقِ اُو حیات
یہاں تک کہ شہد کی مکھی کی طرح اسکا لعاب (آبِ) حیات بنا ہے

لہ آں غم۔ الداریں غلط قسم کی تمنائیں پیدا ہوجاتی ہیں جن سے وہ فکر میں مبتلا رہتا ہے اور اس کی عادت ایسی بگڑ جاتی ہے کہ صحیح چیز اس کو موافق ہی نہیں آتی۔ بایست۔ خواہش۔ اختیار۔ یعنی اب تو وہ جانوروں کی باتیں سمجھنے سے عاجز ہے اسکو قدرت اور اختیار عطا کردے۔ اختیار۔ انسان کا اختیار ہی اسکو جزا اور سزا کا مستحق بناتا ہے مضطر کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں ہے عبادات میں چونکہ بندہ کے اختیار کو دخل ہے اس لئے انہیں ثواب ہے آسمان کی گردش اضطراری ہے لہٰذا نہ اسپر ثواب کا ترتب ہے نہ عقاب کا۔ حساب۔ اللہ تعالیٰ جس وقت محاسبہ کریگا تو انسان کے اختیاری اعمال کا محاسبہ ہوگا۔

سے جملہ۔ کائنات میں سے ہر چیز اللہ کی تسبیح خواں ہو لیکن یہ انکی اضطراری تسبیح ہے لہٰذا اسپر انکو کوئی ثواب نہ ملیگا۔ مزد مند۔ مزدوری کے قابل۔ تیغ۔ جب تک انسان کے پاس تلوار نہ ہو۔۔۔۔۔۔ وہ نہ غازی بن سکتا ہے نہ ڈاکو بن جائے تو پھر غازی ہونے کا ثواب یا ڈاکو ہونے کا عذاب مرتب ہوگا۔

سے زانکہ۔ انسان کو کرمنا کی فضیلت اسی لئے حاصل ہوئی ہے کہ اس میں برائی کی بھی قدرت ہے اور بھلائی کی بھی۔ کرمنا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔ مومناں۔ نیک عمل کرنیوالے دوسروں کے لئے بھی راحت کا سبب ہیں۔ کافراں۔ کافر دوسروں کے لئے بھی مصیبت ہیں۔

باز کافر خورد شربت از صدید ہم ز قُوتش زہر شد در وے پدید
پھر کافر نے پیپ کا شربت پیا اس کی غذا سے بھی اس میں زہر پیدا ہو گیا

اہلِ الہامِ خدا عینُ الحیات اہلِ تسویلِ ہوا سمُّ الممات
خدا کے الہام والے (آبِ) حیات کا چشمہ ہیں خواہشِ نفسانی کے ملمع والے موت کا زہر ہیں

در جہاں[1] ایں مدح و شاباش و زہے ز اختیار ست و حفاظ و آگہے
دنیا میں یہ تعریف اور شاباش اور واہ واہ اختیار اور مروت اور آگاہی کی وجہ سے ہے

جملہ رنداں چونکہ در زنداں روند متقی و زاہد و حق خواں شوند
تمام اوباش جب قید خانے میں جائیں گے متقی اور پرہیزگار اور اللہ کو پکارنے والے بن جائیں گے

چونکہ قدرت رفت کاسد شد عمل ہیں کہ تا سرمایہ نستاند اجل
چونکہ قدرت جاتی رہی، عمل کھوٹا ہو گیا خبردار! موت سرمایہ کو نہ چھین لے

قدرتت سرمایۂ سود ست ہیں وقتِ قدرت را نگہدار و ببیں
آگاہ! نفع کا سرمایہ تیری قدرت ہے قدرت کے وقت کی نگہداشت کر اور دیکھ لے

آدمی بر خنگِ[2] کرّمنا سوار در کفِ درکش عنانِ اختیار
انسان "کرّمنا" کے گھوڑے پر سوار ہے اس کی عقل کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے

باز موسیٰ داد پند او را بمہر کہ مرادت زرد خواہد کرد چہر
حضرت موسیٰ نے محبت سے پھر اسے نصیحت کی کہ تیری مراد چہرہ پیلا کر دے گی

ترکِ ایں سودا بگو وز حق بترس دیو دادستت برائے مکر درس
اس جنون کو چھوڑ اور اللہ (تعالیٰ) سے ڈر شیطان نے مکر کیلئے تجھے سبق پڑھایا ہے

ہیں برو دردِ سرِ خود کم طلب کایں مرادت افگند در صد تعب
خبردار! اپنا دردِ سر نہ مول لے کیونکہ یہ تیری مراد سینکڑوں مشقتوں میں ڈال دے گی

قانع[3] شدن آں مرد طالب بتعلیمِ زبانِ مرغِ خانگی و سگ و اجابت کردن موسیٰ علیہ السلام او را

اس طالب انسان کا گھریلو مرغ اور کتے کی زبان سیکھنے پر قانع ہو جانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس کو مان جانا

گفت بارے نطقِ سگ کو بر در ست نطقِ مرغِ خانگی کاہلِ پر ست
اس نے کہا کم از کم کتے کی بولی جو دروازہ پر ہے گھریلو مرغ کی بولی جو پَر دار ہے

[1] در جہاں۔ دنیا میں جس قدر تعریفیں ہیں وہ انسان کے اختیاری افعال پر ہیں۔ جملہ رنداں۔ دوزخ میں جا کر دوزخی عبادت کریں گے لیکن وہ انکی اضطراری عبادت ہوگی جو غیر معتبر ہے۔ ہیں۔ انسان کو اس وقت کی قدر کرنی چاہیے جس میں اس کو اختیار حاصل ہے وہی انکے نفع کا سرمایہ ہے جب قدرت باقی نہ رہیگی اس وقت کی نیکی بیکار ہے۔

[2] خنگ۔ سفید گھوڑا نفیہ۔ درک۔ ادراک عقل۔ عنان۔ باگ۔ کہ مرادت یعنی اگر تو جانوروں کی بولی جان گیا تو شرمندہ ہوگا۔ ہیں۔ جانوروں کی بولی جاننا تیرے لئے دردِ سر بنے گا۔ تعب۔ مشقت۔

[3] قانع۔ پہلے وہ مصر تھا کہ سب جانوروں کی بولی جانی جائے اب اس پر راضی ہو گیا کہ صرف اپنے گھر کے مرغ اور کتے کی بولی جان لے۔

گفت [1] موسیٰؑ ہیں تو دانی زو رسید ‌ ‌ ‌ نُطق ایں ہر دو شود بر تو پدید
(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا ہاں تو جان لیگا اس (اللہ) سے (اجازت آ گئی) ‌ ‌ ‌ اِن دونوں کی بولی تجھے معلوم ہوجائے گی

بامداداں از برائے اِمتحاں ‌ ‌ ‌ ایستاد اُو منتظر بر آستاں
صبح کو آزمائش کے لئے ‌ ‌ ‌ وہ چوکھٹ پر منتظر کھڑا ہوگیا

خادمہ سُفرہ بیفشاند و فتاد ‌ ‌ ‌ پارۂ نانِ بیات آثارِ زاد
خادمہ نے دسترخوان جھاڑا اور گرا ‌ ‌ ‌ باسی روٹی کا ٹکڑا، کھانے کا بقیہ

دَر ربود آنرا خروسے چوں گرو ‌ ‌ ‌ گفت سگ کردی تو بر ما ظلم رَو
مرغ اس کو گروی (چیز) کی طرح اُچک لے گیا ‌ ‌ ‌ کتے نے کہا جا، تونے ہم پر ظلم کیا

دانۂ گندم [2] توانی خوردن ‌ ‌ ‌ عاجزم از دانہ خوردن در وطن
تو گیہوں کا دانہ کھا سکتا ہے اور میں ‌ ‌ ‌ وطن میں دانہ کھانے سے عاجز ہوں

گندم و جَو را و باقی حبوب ‌ ‌ ‌ می توانی خوردو من نے اے طَروب
گیہوں اور جَو اور باقی دانے ‌ ‌ ‌ اے مست! تو کھا سکتا ہے اور میں نہیں کھا سکتا

ایں لبِ نانے کہ قسمِ ما آں ‌ ‌ ‌ می رُبائی ایں قدر را از سگاں
یہ روٹی کا ٹکڑا جو ہمارا حصہ ہے ‌ ‌ ‌ اتنے کو (بھی) تو کتوں سے اُچک لیتا ہے

جوابِ خروس سگ را
مرغ کا کتے کو جواب

پس خروسش گفت تن زن غم مخور ‌ ‌ ‌ کہ خدا بدہد عوض زیں بہ دگر
پھر مرغ نے اس سے کہا چپ ہوجا غم نہ کر ‌ ‌ ‌ کیونکہ اللہ (تعالیٰ) اس سے بہتر دوسرا بدلہ دیگا

اسپِ ایں خواجہ سَقط خواہد شدن ‌ ‌ ‌ روزِ فردا سیر خور کم کُن حَزَن
اس آقا کا گھوڑا مرجائے گا ‌ ‌ ‌ کل کو پیٹ بھر کر کھانا، غم نہ کر

مر سگاں را عید باشد مرگِ اسپ ‌ ‌ ‌ روزیِ وافر [3] بُود بے جہد و کسب
گھوڑے کا مرنا کتوں کی عید ہوتی ہے ‌ ‌ ‌ بغیر محنت اور کمائی کے بہت خوراک ہوتی ہے

اسپ را بفروخت چوں بشنید مرد ‌ ‌ ‌ پیشِ سگ شُد آں خروسک رُوئے زرد
مرد نے جب سنا، گھوڑا فروخت کردیا ‌ ‌ ‌ وہ بیچارہ مرغ کتے کے آگے شرمندہ ہوا

روزِ دیگر ہمچناں ناں را ربود ‌ ‌ ‌ آں خروس و سگ بر و لب بر گشود
دوسرے دن بھی اسی طرح سے روٹی لے اُڑا ‌ ‌ ‌ وہ مرغ، اور کتے نے اُس پر لب کشائی کی

---

[1] گفت موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اللہ کی جانب سے مجھے اس کے سکھانے کی اجازت مل گئی ہو تو آپ جان جائیگا۔ امتحان۔ اس آزمائش کے لئے کہ بولی سمجھنے لگا ہے یا نہیں۔ نانِ بیات۔ باسی روٹی۔ چوں گرو۔ یعنی جس طرح رہن رکھنے والا رہن کی چیز پر قبضہ کرتا ہے۔

[2] دانۂ گندم۔ کتے نے کہا تونے مجھ پر ظلم کیا یہ روٹی میرا حصہ تھی تو دانہ چگ سکتا ہے میں صرف روٹی کھا سکتا ہوں۔ در وطن۔ جنگل میں کتا ہر چیز کھانے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ حبوب۔ دانے۔ طروب۔ مست۔ لبِ ناں۔ روٹی کا کنارہ۔ سقط۔ قاف کے سکون کے ساتھ، چوپایہ کا مرنا۔ حزن۔ غم۔

[3] وافر۔ بھرپور۔ روئے زرد۔ چونکہ مرغ کی پیشگوئی کے مطابق کتے کو مردہ گھوڑا کھانے کو نہ ملا تو مرغ شرمندہ ہوا۔

کاے خروسِ عشوہ[۱] دہ چندیں دروغ
ظالمی و کاذبی و بے فروغ

کہ اے مرغ! مکار اِس قدر جھوٹ
تو ظالم ہے، اور تو جھوٹا ہے اور بے اعتبار ہے

اسپ کش گفتی سقط گردد کجاست
کور اختر گوئی محرومی ز راست

وہ گھوڑا جس کے بارے میں تو نے کہا تھا کہ وہ مرے گا کہاں ہے؟
تو اندھا نجومی ہے، سچائی سے محروم ہے

گفت اورا آں خروسِ باخبر
کہ سقط شد اسپِ او جائے دگر

اُس باخبر مرغ نے اُس سے کہا
کہ اُس کا گھوڑا دوسری جگہ مر گیا ہے

اسپ را بفروخت جَست او از زیاں
آں زیاں انداخت او بر دیگراں

گھوڑے کو فروخت کر دیا اور نقصان سے بچ گیا
اُس نے وہ نقصان دوسروں پر ڈال دیا

لیک فردا اشترش[۲] گردد سقط
مر سگاں را باشد آں نعمت فقط

لیکن کل کو اُس کا خچر مرے گا
وہ صرف کتوں کے لئے نعمت ہوگا

زود اشتر را فروشید آں حریص
یافت از غم وز زیاں آں دم محیص

اُس لالچی نے فوراً خچر بیچ ڈالا
اُس وقت بھی وہ رنج اور نقصان سے نجات پا گیا

روزِ ثالث گفت سگ با آں خروس
اے امیرِ کاذباں با طبل و کوس

تیسرے دن کتے نے اُس مرغ سے کہا
اے نقارے اور گھنٹے کے ساتھ جھوٹوں کے سردار

تا بکے گوئی دروغِ بے فروغ
دوغی اے نا اہل دوغی دوغ دوغ

تو نہ چلنے والا جھوٹ کب تک بولے گا؟
اے نااہل! تو چھاچھ ہے تو چھاچھ ہے چھاچھ چھاچھ

گفت او بفروخت اشتر را شتاب
لیک فردااش غلام آید مصاب

کہا، اُس نے خچر جلدی سے بیچ دیا
لیکن کل کو اُس کا غلام بیمار پڑے گا

چوں غلامِ او بمیرد نانہا
بر سگ و خواہندہ ریزند اقربا

جب اُس کا غلام مرے گا روٹیاں
کتوں اور مانگنے والوں پر اُس کے رشتہ دار بہا دیں گے

ایں شنید و آں غلامش را فروخت
رَست از خسران و رُخ را بر فروخت

یہ سنا اور اُس نے اُس غلام کو بیچ ڈالا
نقصان سے بچ گیا اور چہرے کو روشن کر لیا

شکر ہا می کرد و شادیہا کہ من
رَستم از سہ[۳] واقعہ اندر زمن

شکریے ادا کرتا تھا اور خوشیاں کہ میں
زمانے میں تین حادثوں سے بچ گیا

تا زبانِ مرغ و سگ آموختم
دیدۂ سوء القضا را دوختم

جب سے میں نے مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی ہے
بُری قضا کی آنکھ سی دی ہے

---

۱ عشوہ۔ مکر و فریب۔ اختر گر۔ ستاروں کی باتیں کرنے والا نجومی اگر اندھا ہو تو وہ ستاروں کی رفتار نہیں دیکھ سکتا اس لئے اُس کی پیش گوئیاں غلط ہونگی۔

۲ اشتر۔ خچر۔ سقط۔ چونکہ مرغ اُس کو نہ کھا سکے گا۔ محیص۔ چھٹکارا، نجات۔ باطبل۔ یعنی ڈنکے کی چوٹ جھوٹ بولنے والا۔ دوغ۔ چھاچھ۔ مصاب۔ بیمار۔

۳ رُخ۔ یعنی نقصان سے بچنے پر سرخرو ہو گیا۔ سہ واقعہ۔ گھوڑے خچر اور غلام کا نقصان۔ دوختم۔ یعنی اب بُری تقدیر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

خجل شدن خروس پیشِ سگ بسبب دروغ شدن سہ وعدہ

تین وعدوں کے جھوٹے ہو جانے کی وجہ سے، مرغ کا کتے کے سامنے شرمندہ ہونا

روزِ دیگر آں سگِ محروم گفت — کاے خروسِ ژاژ خا کو طاق و جفت[1]

دوسرے دن اس محروم کتے نے کہا — اے بکواسی مرغ! اکہرا اور دوہرا کہاں ہے؟

چند چند آخر دروغ و مکرِ تو — خود نہ پرّد جز دروغ از وکرِ تو

تیرا مکر اور جھوٹ آخر کس قدر؟ — تیرے گھونسلے سے سوائے جھوٹ کے کچھ نہیں اڑتا ہے

گفت حاشا از من و از جنسِ من — کہ بگردیم از دروغے ممتحن

اس نے کہا مجھ سے اور میری قوم سے بعید ہے — کہ ہم کسی جھوٹ میں مبتلا ہوں

ما خروساں چوں مؤذن راست گو — ہم رقیبِ آفتاب و وقت جو

ہم مرغ، مؤذن کی طرح سچ بولنے والے ہیں — ہم سورج پر نظر رکھنے والے اور وقت کی جستجو کرنے والے ہیں

پاسبانِ آفتابیم از دروں — گر کنی بالائے ما طشتے نگوں

ہم اندر سے سورج کے نگہبان ہیں — اگر تو ہم پر طشت اوندھا کر دے

پاسبانِ آفتاب اند اولیا — در بشر واقف ز اسرارِ خدا

اولیاء سورج کی نگہداشت کرنے والے ہیں — انسانوں میں، خدا کے رازوں سے واقف ہیں

اصلِ ما را حق پئے بانگِ نماز — داد ہدیہ آدمی را در جہاز[2]

ہماری نسل اللہ (تعالیٰ) نے نماز کی اذان کیلئے — سامان میں، آدمی کو ہدیہ میں دی ہے

گر بنا ہنگام سہوے ماں رود — در اذاں آں مقتلِ ما می شود

اگر بے وقت ہم سے بھول ہو جائے — اذان میں، وہ ہمارے قتل کا سبب بنتی ہے

گفتِ ناہنگام حی علی الفلاح — خونِ ما را می کند خوار و مباح

بے وقت حی علی الفلاح کہنا — ہمارے خون کو ذلیل اور جائز کر دیتا ہے

آنکہ معصوم آمد و پاک از غلط[3] — آں خروسِ وحیِ جاں آمد فقط

وہ جو بے گناہ اور غلطی سے پاک ہے — وہ صرف روح کی وحی کا مرغ ہے

آں غلامش مُرد پیشِ مشتری[4] — شد زیانِ مشتری آں یکسری

اس کا وہ غلام خریدار کے پاس مر گیا — وہ بالکل خریدار کا نقصان بنا

او گریزانید مالش را ولیک — خونِ خود را ریخت آں را داں تو نیک

اس نے اپنا مال بچا لیا، لیکن — اس نے اپنا خون بہایا، اسکو خوب سمجھ لے

---

[1] طاق و جفت۔ وہ بہت سی پیشگوئیاں جو تو نے کی تھیں۔ وکر۔ پرندہ کا گھونسلا۔ ممتحن۔ آزمائش میں پڑا ہوا۔ ما خروساں۔ مرغ صبح صادق کے وقت بولتا ہے۔ پاسباں۔ مرغ اگر تاریک کوٹھری میں بھی ہو تو اس کو صبح صادق کا احساس ہو جاتا ہے۔ اولیا۔ جس طرح مرغ آسمانی سورج کا پاسبان ہے اسی طرح اولیاء حق تعالیٰ کے پاسبان ہیں اور انسانوں میں جو اسرار خداوندی ہیں ان کو پہچان لیتے ہیں۔

[2] در جہاز۔ سامان یا سفر زرع کی کشتی یعنی مرغوں کو خدا نے صبح کے نماز کے وقت کی ... اطلاع دینے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ گر بناہنگام۔ جو مرغ بے وقت اذان دیتا ہو اس کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔

[3] آنکہ معصوم۔ مرغ سے غلطی ہو جاتی ہے معصوم صرف انبیاء ہیں یا جبرئیل جو وحی لاتے تھے۔

[4] آں غلامش۔ مالک نے مرغ سے غلام کے مرنے کی پیشگوئی سنی کر اس غلام کو جلد فروخت کر ڈالا اور وہ خریدار کے پاس جا کر مر گیا۔ او گر۔ اس مالک نے اپنا مال بچا لیا اور نقصانات سے بچ گیا لیکن نتیجہ میں اس کی جان ہلاک ہوئی۔

یک زیاں[1] دفعِ زیانہا می شُدے — جسم و مالِ ماست جانہا را فِدے
ایک نقصان بہت سے نقصانات کا دفعیہ ہوجاتا — ہمارا جسم اور مال جانوں کا فدیہ ہے

پیشِ شاہاں در سیاست گستری — مید ہی تو مال و سَر را می خَری
بادشاہوں کے روبرو، انصاف کرنے میں — تو مال دے دیتا ہے اور سَر بچا لیتا ہے

اعجمی[2] چوں گشتۂ اندر قضا — می گریزانی زداور مال را
چونکہ قضاء (خداوندی) کے معاملہ میں تو بیگانہ ہے — اللہ (تعالیٰ) سے تو مال کو چھپاتا ہے

زانکہ مالت بر تو گر صدقہ شود — آں زیانے نیست سُودِ تو بُوَد
کیونکہ تیرا مال، اگر تجھ پر قربان ہو جائے — وہ نقصان نہیں ہے، تیرا نفع ہوتا ہے

خبر دادنِ خُروس از مرگِ آں خواجہ

مرغ کا آقا کے مرنے کی خبر دینا

لیک فردا خواہد اُو مُردن یقین — گاو خواہد کشت وارث درحَنین
لیکن وہ کل کو یقیناً مرے گا — اس کے غم میں وارث گائے ذبح کرے گا

صاحبِ خانہ بخواہد مُرد و رَفت — روزِ فردا نک بیدت لُوتِ زَفت
گھر کا مالک مرے گا اور جائے گا — کل کو تجھے ضرور چکنی غذا ملے گی

پارہائے نان و لالنگ و طعام — در میانِ کوئے یابد خاص و عام
روٹی کے ٹکڑے، اور لنگر، اور کھانا — ہر خاص و عام گلی میں پائے گا

گاوِ قربانی و نانہائے تُنک — بر سگان و سائلاں ریزد بُتک
قربانی کی گائے، اور ہلکی چپاتی — کتوں اور بھکاریوں پر بہائے گا

مرگِ اسپ و اُستر و مرگِ غلام — بُد قضا گردانِ ایں مغرورِ خام
گھوڑے اور خچر کا مرنا، اور غلام کا مرنا — اس متکبر، ناتجربہ کار کی قضا کو ٹالنے والا تھا

از زیانِ مال و دردِ آں گریخت[3] — مال افزوں کرد و خونِ خویش ریخت
یہ مال کے نقصان اور اس کی تکلیف سے بھاگا — اُس نے مال بڑھا لیا، اور اپنا خون بہایا

ایں ریاضتہائے درویشاں چراست — کاں بلا بر تن بقائے جانہاست
یہ درویشوں کے مجاہدے کیوں ہیں؟ — اس لئے کہ جسم کی تکلیف جانوں کی بقا ہے

تا بقائے خود نہ بیند سالکے — چوں کند تن را سقیم و ہالکے
جب تک سالک اپنی بقا نہ سمجھے — تو جسم کو بیمار اور فنا کیوں کرے؟

[1] یک زیاں۔ ایک نقصان لفظاً قدر میں بہت سے نقصانوں کا دفعیہ ہوتا ہے۔ پیشِ شاہاں۔ زیادتی معاملوں میں انسان مال خرچ کرکے جان بچاتا ہے۔
[2] اعجمی۔ بیگانہ، اجنبی۔ حنین۔ رونا۔ لوتِ زفت۔ قیمتی غذا۔ لالنگ۔ لنگر۔ خام۔ ناتجربہ کار۔
[3] ریخت۔ اگر مال ضائع ہوجاتا تو جان بچ جاتی۔ ریاضتہائے۔ یعنی مجاہدیں کی محنت۔ سالک۔ سلوکِ معرفت طے کرنے والا چونکہ فنا جسم میں بقائے روح سمجھتا ہے اسی لئے ریاضتوں میں بدن کو گھلاتا ہے۔

دستؔ[1] کے جُنبد بایثار و عمل
ایثار اور عمل میں ہاتھ کب ہلے

تا نہ بیند دادہ را جانش بدل
جب تک کر دیئے ہوئے کا بدل جان کیلئے نہ دیکھ لے

آنکہ بدہد بے اُمید و سودہا
جو بغیر امید اور نفع کے دیتا ہے

آں خدا ایست، آں خدا ایست، آں خدا
وہ تو خدا ہے، وہ خدا ہے، وہ خدا ہے

یا وَلیِ حق کہ خُوئے حق گرفت
یا اللہ کا دوست جس نے اللہ کے اخلاق حاصل کرلئے ہیں

نور گشت و تابشِ مُطلق گرفت
جو نور بن گیا ہے اور مُطلق چمک حاصل کرلی ہے

کو غنی ست و جز اُو جُملہ فقیر
کیونکہ وہ بے نیاز ہے اور اسکے علاوہ سب محتاج ہیں

کے فقیرے بے عوض گوید کہ گیر
محتاج بغیر بدلے کے کب کہتا ہے کہ لے لے

تا نہ بیند کودکے کہ سیب ہست
جب تک بچہ نہ دیکھ لے کہ سیب ہے

اُو پیازِ گندہ را ندہد ز دست
وہ بدبودار پیاز کو نہیں چھوڑتا ہے

اینہمہ بازار بہرِ ایں غرض
یہ تمام بازار (والے)، اسی غرض سے

برُدکانہا شِستہ بر بُوئے عوض
بدلے کی اُمید پر دُکانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں

صد متاعِ[2] خوب عرضہ می کنند
سینکڑوں عمدہ سامان پیش کرتے ہیں

واندرونِ دل عوضہا می تنند
اور دل میں بدلوں کی فکر کرتے ہیں

یک سلامے نشنوی اے مردِ دیں
اے دیندار! تو ایک سلام بھی نہ سنے گا

کہ نگیرد آخرت آں آستیں
جو بالآخر (تیری) آستین نہ پکڑے

بے طمع نشنیدہ ام از خاص و عام
میں نے (کسی) خاص و عام سے بغیر لالچ کے نہیں سنا ہے

من سلامے اے برادر والسلام
ایک سلام (بھی)، اے بھائی! والسلام

جُز سلامِ حق تو ہیں آں را بجُو
سوائے اللہ تعالیٰ کے سلام کے تو ضرور اسکی جستجو کر

خانہ خانہ جا بجا و کُو بکُو
گھر گھر، جگہ جگہ، اور کوچے کوچے

از دہانِ[3] آدمی خوش مشام
صحیح الدماغ آدمی کے منہ سے

ہم پیامِ حق شنودم ہم سلام
میں نے سنا ہے اللہ (تعالیٰ) کا پیغام بھی اور سلام بھی

ویں سلامِ باقیاں بر بُوئے آں
بقیہ لوگوں کا سلام (بھی)، اسی کی خوشبو کی وجہ سے

من ہمی نوشم بدل خوشتر ز جاں
میں دل سے سنتا ہوں جو جان سے زیادہ پیارا ہے

زاں سلامِ اُو سلامِ حق شُدست
اس کا سلام تو اللہ تعالیٰ کا سلام بن گیا ہے

کآتش اندر دُودمانِ خود زدست
کیونکہ اس نے اپنے خاندان کو آگ لگا دی ہے

---

[1] دست۔ انسان جو کچھ کرتا ہے وہ عوض اور بدلہ کے لالچ میں کرتا ہے۔ آنکہ۔ بے غرض کام کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ یا ولی چونکہ اولیاء اللہ اخلاق خداوندی حاصل کر لیتے ہیں لہٰذا انکے کام بھی غرض سے خالی ہوتے ہیں۔ کو غنی۔ اللہ کے کام بغیر غرض کے اسلئے ہیں کہ وہ بے نیاز ہے اور انسان کے کام غرض پر اسلئے مبنی ہیں کہ وہ فقیر و محتاج ہے۔ تا نہ بیند۔ بچہ بھی جب تک اچھا عوض نہیں دیکھ لیتا اپنی چیز نہیں دیتا ہے۔ غرضیکہ دنیا کے سارے کاروبار بدلے اور عوض کی بنیاد پر چلتے ہیں۔

[2] متاع۔ سامان۔ تاجر اپنے عمدہ قسم کے سامان گاہک کو بدلے کے لالچ میں دکھاتے ہیں۔ یک سلامے۔ دنیا میں جو کسی وقت ایک سلام بھی کرتا ہے کسی نہ کسی وقت اس کا بدلہ لینے کیلئے دامن پکڑتا ہے۔ جز۔ اللہ کیجانب سے جو سلام پہنچتا ہے وہ غرض سے خالی ہوتا ہے۔

[3] از دہاں۔ میں نے دل بیدار کی زبان سے اللہ کا پیام و سلام سنتا ہے میں اسی سلام کی وجہ سے ہر عام کا سلام دل و جان سے قبول کرتا اور سنتا ہوں کیونکہ انہیں کوئی اسطرح کا سلام ہو۔ زاں سلام۔ اہل اللہ کا سلام اللہ کا سلام اسوجہ سے ہوگیا ہے کہ انھوں نے اپنے آپکو فنا کرلیا ہے اب وہ فانی فی اللہ ہیں۔

مُردہ است از خود شدہ زندہ برب
وہ فانی بالذات ہے، باقی باللہ ہے

زاں بُود اسرارِ حقش در دو لب
اسی لئے اُس کے دونوں ہونٹوں میں حق تعالیٰ کے اسرار ہوتے ہیں

مُردنِ[1] تن در ریاضت زندگی ست
ریاضت میں جسم کا مرنا، زندگی ہے

رنج ایں تن رُوح را پایندگی ست
اس جسم کی تکلیف، روح کی استواری ہے

گوش بنہادہ بُد آں مردِ خبیث
وہ خبیث انسان کان لگائے ہوئے تھا

می شنید او از خروسش ایں حدیث
یہ بات وہ اپنے مرغ سے سُن رہا تھا

دویدن آں شخص بسوئے موسیٰؑ بزینہار چوں خبرِ مرگِ خود بشنید
اُس شخص کا حضرت موسیٰؑ کی طرف پناہ کیلئے دوڑنا جبکہ اُس نے اپنی موت کی خبر سُنی

چوں شنید اینہا رواں شد تیز و تفت
جب اُس نے یہ سُنا تیزی اور تُندی سے دوڑا

بَر درِ موسیٰؑ کلیم اللہ رفت
حضرت موسیٰ کلیم اللہؑ کے دروازے پر گیا

رُو ہمی مالید بر خاک اُو ز بیم
وہ خوف سے زمین پر چہرہ رگڑ رہا تھا

کہ مرا فریاد رس زیں اے کلیم
کہ اے کلیم! اِس (معاملے) میں میری مدد کیجئے

گفت رَو بفروش خود را و برہ
فرمایا جا اپنے آپ کو بیچ ڈال، اور چھٹکارا پالے

چونکہ اُستا گشتۂ برجہ ز چہ
چونکہ تو ماہر بن گیا ہے، کنویں سے کُود نکل

بر مسلماناں[2] زیاں انداز تو
تو مسلمانوں کو نقصان پہنچا دے

کیسہ و ہمیانہا را کُن دو تو
ہمیانیوں اور تھیلی کو دوگنا کرلے

مَن درونِ خشت دیدم ایں قضا
میں نے اِس قضا کو اینٹ میں سے دیکھ لیا ہو

کہ در آئینہ عیاں شد مر ترا
جو آئینہ میں، تجھ پر ظاہر ہوئی ہے

عاقل اوّل بیند آخر را بدل
عقلمند شروع میں دل سے انجام کو دیکھ لیتا ہے

اندر آخر بیند از دانش مُقل
عقل کا کوتاہ، آخر میں دیکھتا ہے

باز زاری کرد کاے نیکو خصال[3]
وہ پھر رویا، کہ اے نیک عادت!

مر مرا بر سر مزن بر رُو ممال
میرے سر پر نہ ماریئے، منہ پر نہ ملیئے

از مَن آں آمد کہ بُودم ناسزا
مجھ سے وہی ہوا کیونکہ میں نالائق تھا

ناسزایم را تو دِہ حُسنُ الجزا
مجھ نالائق کو آپ اچھا بدلہ دے دیجئے

گفت تیرے جست از شست اے پسر
فرمایا اے بیٹا! تیر کمان سے نکل گیا

نیست سُنت کاید آں واپس بسر
سنتِ الٰہی نہیں ہے کہ وہ دوبارہ واپس آئے

[1] مُردنِ تن۔ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جسم کو فنا کیا جاتا ہے تو روح زندہ اور قوی ہوتی ہے۔ اہل اللہ کو یہ درجہ اسی سے حاصل ہوتا ہے۔ گوش۔ جانوروں کی بولی سیکھ لینے والے نے مُرغ سے جب اپنی موت کی خبر سُنی تو گھبرا کر حضرت موسیٰؑ کے پاس بھاگ کر گیا۔ کلیم۔ حضرت موسیٰؑ کا لقب ہے کیونکہ کوہِ طور پر آپ کی اللہ تعالیٰ سے گفتگو ہوتی تھی۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے طنزاً فرمایا کہ دوسری چیزوں کو فروخت کر کے جس طرح تو نقصان سے بچا اسی طرح اپنے آپ کو بھی فروخت کر دے۔

[2] بر مسلماناں۔ مرنے والی چیزیں دوسروں کے ہاتھ فروخت کر کے تو نے اُن کو نقصان پہنچایا اور اپنی تھیلی بھری۔ مَن درون۔ یہ باتیں جبکہ بالکل پردۂ خفا میں تھیں میں اسی وقت سمجھ گیا تھا تو اپنے بُرے انجام کو اب سمجھا ہے۔ مُقل۔ نادار، مُفلس۔

[3] خصال۔ خصلت کی جمع ہے، عادت۔ مر مرا یعنی مجھے اب زیادہ شرمندہ نہ کیجئے۔ از مَن۔ میں تو نالائق تھا مجھ سے نالائقی سرزد ہوئی، آپ مجھ نالائق کو اچھا بدلہ عطا کر دیں۔ نیست سُنت۔ یعنی عام طور پر سُنتِ الٰہی یہی ہے کہ قضا و قدر نہیں ٹلتی ہے۔

لیک درخواہم زنیکو دادری[۱] ۔۔۔ تاکہ ایماں آں زماں باخود بری

ہاں بہترین انصاف والے سے میں درخواست کرونگا ۔۔۔ تاکہ تو اس وقت اپنے ساتھ ایمان لے جائے

چونکہ ایماں بُردہ باشی زندہٗ ۔۔۔ چونکہ با ایماں رَوی پایندہٗ

جب تو ایمان کو (ساتھ) لیجائے گا، تو زندہ ہے ۔۔۔ جبکہ تو ایمان کے ساتھ جائے گا، ٹھیک رہے گا

ہم دَر اندام حال برخواجہ بگشت ۔۔۔ تادِلش شوریدا آوردند طشت

اسی وقت، آقا کا حال دگرگوں ہوگیا ۔۔۔ یہانتک کہ اس کا دل متلایا، لوگ طشت لائے

شورشِ مرگ ست نے ہیضۂ طعام ۔۔۔ قے چہ سُود ت دارد اے بدبخت خام

موت کی متلی ہے، نہ کہ کھانے کی بدہضمی ۔۔۔ اے بدبخت ناقص! قے تیرے لئے کیا مفید ہے

چار کس بُردند تا سوئے وُثاق ۔۔۔ ساق می مالید اُو بر پُشتِ ساق

(اس کو) چار آدمی گھر تک لے گئے ۔۔۔ وہ پنڈلی پر پنڈلی رگڑتا تھا

پندِ موسیٰ[۲] نشنوی شوخی کُنی ۔۔۔ خویشتن بر تیغِ پولادی زنی

تو حضرت موسیٰؑ کی نصیحت نہیں سنتا ہے گستاخی کرتا ہے ۔۔۔ اپنے آپ کو فولاد کی تلوار پر مارتا ہے

شرم ناید تیغ را از جانِ تو ۔۔۔ آنِ تست ایں اے برادر آنِ تو

تیری جان (دیکھنے سے) تلوار کو شرم نہیں آتی ہے ۔۔۔ اے بھائی! یہی تیرا حصہ ہے، تیرا حصہ ہے

دعا کردنِ موسیٰ علیہ السلام جہتِ سلامتیِ ایمانِ آں شخص

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس شخص کے ایمان کی سلامتی کی دعا کرنا

گفت موسیٰؑ در مُناجات آں سحر ۔۔۔ کاے خدا ایماں از دستاں مبر

اس صبح کو حضرت موسیٰؑ نے دعا میں عرض کیا ۔۔۔ کہ اے خدا! اس کا ایمان نہ لے، نہ چھین

بادشاہی کُن بِرُو بخشا کہ اُو ۔۔۔ سہو کرد و خیرہ روئی و غلو

شاہی برت اس کو بخش دے کیونکہ اس نے ۔۔۔ غلطی اور شوخی، اور زیادتی کی ہے

گفتمش[۳] ایں علم نے درخورِ تست ۔۔۔ دفع پنداری گفتم را و سُست

میں نے اس سے کہا تھا، کہ یہ علم تیرے لائق نہیں ہے ۔۔۔ میری بات کو اس نے ٹال مٹول اور کمزور سمجھا

دست را بر اژدہا آں کس زند ۔۔۔ کہ عصا را دستش اژدرہا کند

اژدھے پر وہ شخص ہاتھ ڈالے ۔۔۔ جس کا ہاتھ، لاٹھی کو اژدہا بنادے

سِرِّ غیب آں را سزد آموختن ۔۔۔ کہ تواند لب ز گفتن دوختن

غیب کا راز سیکھنا اس کے لئے مناسب ہے ۔۔۔ جو بولنے سے ہونٹ سی سکے

---

۱ دادری۔ انصاف۔ تاکہ۔ یعنی تو مومن مرے، تیرا مومن مرنا ہی اصلی زندگی حاصل کرنا ہے۔ ہم دراں دم حضرت موسیٰؑ ہم اُس سے یہ باتیں کر رہے تھے کہ اُس کو متلی شروع ہوگئی۔ طشت۔ تاکہ وہ طشت میں قے کرے فرش خراب نہ ہو۔ شورش۔ موت کی قے سے آرام حاصل نہیں ہوتا بدہضمی کی قے باعث سکون ہوتی ہے۔۔۔ چار کس یعنی چارپائی پر ڈالکر چار آدمی اٹھا کر لے گئے۔ ساق۔ پنڈلی سے پنڈلی رگڑنا نزع کی کیفیت سے کنایہ ہے۔

۲ پندِ موسیٰؑ۔ مولانا کا مقصود ہے کہ قضا و قدر سے جھگڑا کرنا اپنی موت مول لینا ہے۔ آنِ تست۔ ایسے لوگوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔ مناجات۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا۔ بادشاہی۔ یعنی اس گنہگار کی خطا پر اسکی گرفت نہ فرما اپنی شہنشاہی کا مظاہرہ فرما کر اس کو معاف کر دے۔

۳ گفتمش۔ مناجات میں حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا۔ دفع۔ میری بات کو اس نے ٹالنے پر محمول کیا۔ دست۔ یعنی خطرے میں پڑنا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ سانپ پر حضرت موسیٰؑ جیسا شخص ہاتھ ڈال سکتا ہے خدائی رازوں سے وہ واقفیت حاصل کرے جس میں ضبط کی طاقت ہو اور ہونٹ نہ ہلائے۔

درخورِ دریا نشد جز مرغِ آب ¹ — فہم کن واللہُ اَعلم بالصّواب
دریائی پرندے کے سوا دریا کے لائق نہیں ہے — سمجھ جا، اور اللہ صحیح بات زیادہ جانتا ہے

اُو بدریا رفت و مرغابی نبود — گشت غرقہ دستگیرش اے وَدود
وہ دریا میں گھس گیا اور دریائی پرندہ نہ تھا — ڈوب گیا، اے خدا اُسکی دستگیری فرما

اجابت کردنِ حق تعالیٰ دعائے موسیٰ علیہ السلام را
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو اللہ تعالیٰ کا قبول فرما لینا

گفت بخشیدم بدو ایماں نعم — ور تو خواہی ایں زماں زندش کنم
فرمایا ہاں میں نے اُس کو ایمان بخشا — اگر تو چاہے تو میں اُس کو ابھی زندہ کر دوں

بلکہ جملہ مُردگانِ خاک را — ایں زماں زندہ کنم بہرِ تو ما
بلکہ زمین کے تمام مُردوں کو — ہم تیرے لئے ابھی زندہ کر دیں

گفت موسیٰؑ ² ایں جہانِ مُردن ست — آں جہاں انگیز کانجا روشن ست
(حضرت) موسیٰؑ نے عرض کیا یہ فنا کا جہان ہے — اُس جہان میں اٹھائیے کیونکہ وہ روشن جگہ ہے

ایں فنا جا چوں جہانِ بُود نیست — بازگشتِ عاریت بس سُود نیست
یہ فنا کی جگہ چونکہ ہمیشہ رہنے کا جہان نہیں ہے — عارضی واپسی ہے تو کوئی فائدہ نہیں ہے

رحمتے افشاں بر ایشاں ہم کنوں — در نہاں خانۂ لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن
اُن پر اب رحمت نازل فرما — "لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن" کے مخفی مقام میں

تا بدانی کہ زیانِ جسم و مال — سُودِ جاں باشد رہاند از وبال
خبردار سمجھ جا کہ جسم اور مال کا نقصان — جان کا نفع ہے (اُسکو) وبال سے رہائی دیدیتا ہے

پس ریاضت را بجاں شو مشتری — چوں سپُردی تن بخدمت جاں بری
پس مجاہدے کو دل و جان سے اختیار کر — جب تو جسم کو خدمت میں لگا دیگا نجات پا جائیگا

ور ریاضت ³ آیدت بے اختیار — سر بنہ شکرانہ دہ اے کامیار
اور اگر بلا ارادہ تجھ سے ریاضت ہو جائے — اے کامیاب اطاعت کر، شکر ادا کر

چوں حقت داد آں ریاضت شکر کن — تو نکردی اُو کشیدت ز امرِ کُن
جب اللہ تعالیٰ نے تجھے وہ ریاضت عطا کر دی تو شکر ادا کر — تو نے خود نہیں کی اُس نے تجھے "کُن" کے حکم کے ذریعہ کھینچا ہے

جسمانی تکالیف جو پہنچتی ہیں وہ بھی اختیاری مجاہدوں کا کام کرتی ہیں انپر انسان کو شکر ادا کرنا چاہیئے۔ اَمرِ کُن۔ جو جسمانی مصائب بحکمِ خداوندی پہنچتے ہیں وہ ریاضت اور مجاہدے کا کام کرتے ہیں تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے مجاہدے میں لگا دیا ہے لہٰذا وہ مصائب مزید شکر کا سبب ہیں۔

¹ درخور۔ پانی میں گھسنا آبی جانور کا کام ہے۔ اُو بدریا۔ یہ شخص اہل نہ تھا اور راز سے واقفیت حاصل کر کے تباہ ہوا۔ ودود۔ بہت محبت کرنے والا خدا کا نام ہے۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ کی دعا قبول فرما کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہم نے اُس کو ایمان عطا کیا اگر تم چاہو تو ہم اُس کو دوبارہ زندگی بخش دیں۔ بلکہ۔ اور صرف اُسے ہی نہیں ہم تمام مُردوں کو تمہاری دعا سے زندگی بخش دیں۔

² گفت موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا یہ دنیا تو فنا کی جگہ ہے یہاں اگر آپ دوبارہ بھی زندہ کریں تو آخر فنا ہے عالمِ آخرت کی زندگی دائمی ہے وہ اسکو بخش دیجئے اور دوسرے مُردوں پر جو عدم کے تہ خانے میں ہیں آپ کے دربار میں حاضر ہیں اُن پر رحم فرما دیجئے۔ لدینا۔ قرآن پاک میں مُردوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ وَاِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ۔ یقیناً تمام مخلوق ہمارے سامنے حاضر شدہ ہے۔ تابدانی۔ مولانا اس قصہ کے نتیجہ میں فرماتے ہیں یہ سمجھ لو کہ جسم اور مال کا نقصان جان کا نفع اور وبال سے رہائی کا سبب بنتا ہے۔ پس انسان کا فرض ہے کہ وہ مجاہدے کر کے جسم کو گھٹائے تاکہ روح کو بڑھاوا حاصل ہو۔

³ در ریاضت۔ جس طرح عمداً مجاہدے کر کے جسم کو گھٹانے کا نتیجہ روح کی بالیدگی ہے اسی طرح انسان کو قدرتی طور پر جو

حکایتِ[51] آں زن کہ فرزندش نمی زیست بحق تعالیٰ بنالید

اُس عورت کی حکایت جس کی اولاد نہیں جیتی تھی اُس نے اللہ تعالیٰ سے شکوہ کیا

وجواب آمدن کہ ایں عوضِ ریاضت و بجائے مجاہدۂ تست

اور جواب آنا کہ یہ تیری ریاضت کا بدل اور مجاہدہ کے قائم مقام ہے

ایں حکایت بشنو و وعظے شمر — تا نگردی خستہ از نقص و ضرر

یہ حکایت سُن، اور نصیحت حاصل کر — تاکہ تو نقصان اور تکلیف سے خستہ (دل) نہ ہو

آں زنے ہر سال زائیدے پسر — بیش از شش مہ نبودے عمر ور

وہ عورت ہر سال لڑکا جنتی — (لیکن) وہ چھ ماہ سے زیادہ عمر والا نہ ہوتا

یا سہ مہ یا چار مہ گشتے تباہ — نالہ کرد آں زن کہ افغاں اے الٰہ

تین مہینے یا چار مہینے میں تباہ ہو جاتا — وہ عورت روئی کہ اے خدا! فریاد ہے

نہ مہم بارست و سہ ماہم فرح — نعمتم زوتر رواز قوسِ قزح

میرے لئے نو مہینے تکلیف اور تین مہینے خوشی ہے — میری نعمت دھنک کمان سے زیادہ جلدی جانیوالی ہے

پیشِ مردانِ خدا کردے نفیر — زیں شکایت آں زن از دردِ نذیر

خاصانِ خدا کے سامنے شکایت کرتی — وہ عورت، اس تکلیف کے خوفناک درد سے

بیست[52] فرزند ایں چنیں در گور رفت — آتشے در جانِ او افتاد و تفت

اس طرح بیس بچے قبر میں گئے — شورش اور آگ اُس کی جان میں لگ گئی

تا شبے بنمود او را جنّتے — باغکِ سبزے خوشے بے فنّتے

یہاں تک کہ اُس کو ایک رات جنت نظر آئی — جو ایک سرسبز عمدہ بے دریغ باغ تھا

باغ گفتم نعمتِ بے کیف را — سبز گفتم خلد دار الضیف را

میں نے بے کیف نعمت کو باغ کہدیا — میں نے دائمی مہمان خانے کو سبز کہہ دیا

ورنہ لا عینٌ[53] رأت چہ جائے باغ — گفت نورِ غیب را یزداں چراغ

ورنہ باغ کے ذکر کا کیا موقع ہے وہ تو ایسا ہے کہ کسی آنکھ نے اس کو ... — اللہ (تعالیٰ) نے غیبی نور کو چراغ فرمایا ہے

مثل نبود ایں مثالِ آں بود — تا برد بو آنکہ او حیراں بود

مثل نہیں ہے یہ اُس کی مثال ہے — تاکہ جو حیران ہے وہ کچھ سراغ پالے

انسانوں کی فہم کیلئے فرمایا ہے اسیطرح جنت کا ذکر ہے وہ جنت کی حقیقت فہم سے بالاتر ہے۔ مثل میم کے کسرہ کے ساتھ کسی چیز کا مثل وہ چیز ہوتی ہے جو تمام صفاتوں میں اسکے برابر ہو مثال کے لئے یہ ضروری نہیں ہے معمولی سی مشابہت بھی اگر ہے تو اس کو مثال کہا جاسکتا ہے۔

[51] حکایت۔ اس حکایت سے یہ بھی سمجھایا ہے کہ اُس عورت کے قدرتی مصائب اسکے مراتب کی بلندی کا سبب تھے۔ وعظے یعنی اس قصہ سے نصیحت حاصل کرلے۔ بیش یعنی اس کا بچہ چھ مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہتا تھا۔ یا سہ۔ تین چار مہینے میں مرجاتا۔ نہ مہم۔ اس عورت نے یہ شکوہ کیا کہ نو ماہ حمل کی مصیبت جھیلتی ہوں اور صرف تین چار ماہ بچے سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ قوس قزح دھنک کمان تھوڑی دیر کے لئے نمودار ہوتی ہے۔ نفیر۔ نالہ و فریاد۔ دردِ نذیر۔ ڈرانیوالا درد۔

[52] بیست۔ اس عورت کے متواتر بیس بچے اس طرح مرے تو ان مصائب نے اُس کے لئے مجاہدوں کا کام کیا اور اُس پر اسرار غیب نمودار ہونے لگے۔ تا شبے۔ ایک رات اسرار غیب اس طرح نمودار ہوئے کہ اُس نے خواب میں جنت دیکھی۔

[53] لا عینٌ۔ جنت کے متعلق ایک حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ أعددتُ لعبادی الصالحین ما لا عینٌ رأت ولا أذنٌ سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔ میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ چیز تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا نہ وہ کسی انسان کے دل میں گزریں۔ گفت نور۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے نور کو چراغ محض

حاصل آں را دید آں زن مست شد — زاں تجلی آں ضعیف از دست شد

خلاصہ یہ کہ اُس (عورت) نے اُسکو دیکھا وہ عورت مست ہو گئی — اُس تجلی سے وہ کمزور عورت مدہوش ہو گئی

دید در قصرے[1] نبشتہ نام خویش — آں خود دانستش آں محبوب کیش

اُس نے ایک محل پر اپنا نام لکھا دیکھا — اُس نیک اطوار نے اُس کو اپنا جانا

بعد ازاں گفتند کایں نعمت تو را ست — کو بجانبازی بجز صادق نخواست

اُسکے بعد اُنھوں نے (اُس سے) کہا کہ یہ نعمت تیری ہو — جس نے جانبازی سے سوائے خدا کے کچھ نہ چاہا ہو

خدمت بسیار می بایست کرد — مر ترا تا برخوری زیں چاشت خورد

بہت زیادہ عبادت کرنی چاہئے — تاکہ تو اس ناشتہ سے فائدہ حاصل کرے

چوں تو کاہل بودی اندر التجا — آں مصیبتہا عوض دادت خدا

چونکہ تو دعا کرنے میں سست تھی — خدا نے اس کے بدلے میں تجھے وہ مصیبتیں دیدی ہیں

گفت یارب تا[2] بصد سال و فزوں — ایں چنینم دہ بریز از من تو خوں

اُسنے عرض کیا اے خدا! سو سال اور زیادہ تک — مجھے اسی طرح (مصیبتیں) دے میرا خون بہادے

اندراں باغ او چو آمد پیش بیش — دید در وے جملہ فرزندان خویش

اُس باغ میں جب وہ زیادہ آگے آئی — اُس نے اس میں اپنے سب بچے دیکھے

گفت از من گم شد از تو گم نشد — بے دو چشم غیب کس مردم نشد

اُسنے عرض کیا مجھ سے وہ گم ہوئے تجھ سے گم نہ ہوئے — غیب کی دونوں آنکھوں کے بغیر کوئی انسان نہ بنا

تو نکردی[3] فصد و از بینی دوید — خون افزوں تا ز تب جانت رہید

تو نے فصد نہ کرائی اور ناک سے نکلا — بڑھا ہوا خون حتیٰ کہ تیری جان بخار سے بچ گئی

مغز[4] ہر میوہ بہ است از پوستش — پوست داں تن را و مغز آں دوستش

ہر پھل کا مغز، اُسکے چھلکے سے بہتر ہے — جسم کو چھلکا سمجھ اور اُس کے دوست کو مغز سمجھ

مغز نغزے دارد آخر آدمی — یکدمے آں را طلب گر زاں دمی

آخر آدمی (بھی) عمدہ مغز رکھتا ہے — تھوڑی دیر کیلئے اسکی طلب کر اگر تو اُس خون کا ہے

در آمدن حمزہ رضی اللہ عنہ در حرب بے زرہ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا لڑائی میں بغیر زرہ کے آنا

در جوانی حمزہ عم مصطفےٰ — بازرہ می شد مدام اندر وغا

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا (حضرت) حمزہ جوانی میں — ہمیشہ جنگ میں، زرہ پہن کر آتے

---

[1] قصر: محل۔ صادق یعنی اللہ تعالیٰ۔ خدمت: یہ بھی باتعلیمِ غیبی کا مقولہ ہے کہ اس مکان کے حاصل کرنے کے لئے بہت زیادہ عبادت کی ضرورت ہے۔ چاشت: یہ مکان تجھے ملنا تھا اور چونکہ تو عبادت میں ذرا کاہل تھی خدا نے تیرے لئے مصیبتیں مقدر کر دی ہیں تاکہ وہ عبادات کے قائم مقام بن جائیں۔ بے دو چشم: یعنی جب تک اسرارِ غیبی کی دیکھنے والی آنکھیں میسر نہ آجائیں انسان انسان نہیں بنتا ہے۔

[2] تو نکردی: جس قدر مصائب ہیں ان میں حکمتیں ہیں اور وہ مصائب بسا اوقات انسان کے فائدہ کے لئے نازل کئے جاتے ہیں۔ اس طرح سمجھو کہ کسی شخص میں خون کی زیادتی تھی لیکن وہ فصد نہیں کھلوا رہا تھا قدرت نے اُس کی نکسیر جاری کر دی جس سے وہ بخار سے بچ گیا۔

[3] مغز: ہر پھل میں مغز ہوتا ہے جو چھلکے سے افضل ہے اسی طرح انسان میں ایک مغز ہے جو روح ہے دوسرا چھلکا ہے جو جسم ہے۔ اگر انسان آدم کی اولاد ہے تو اسکو اپنے باپ کی طرح روح کا مربی اور طالب بننا چاہیئے۔ در آمدن: اس حکایت سے یہ بتاتا ہے کہ حفاظت کی چیز روح ہے جسم نہیں۔ عم: چچا۔ مُدام: ہمیشہ۔ وغا: جنگ

اندر آخر چونکہ در غزو آمدے ‏‏— بے زرہ خود را بصفہا[1] بر زدے

آخر (عمر) میں جب وہ جہاد میں آتے — بغیر زرہ کے اپنے آپ کو صفوں سے بھڑا دیتے

اندر آخر حمزہ چوں در صف شدے — بے زرہ سر مست در غزو آمدے

آخر (عمر) میں جب (حضرت) حمزہ صف میں آتے — جہاد میں بغیر زرہ کے مست ہو کر آتے

سینہ باز و تن برہنہ پیش پیش — در فگندے در صف شمشیر خویش

سینہ کھلا ہوا، جسم برہنہ، آگے آگے — اپنے آپ کو تلواروں کی صف میں ڈال دیتے

خلق پرسیدند کاے عم رسولؐ — اے ہزبر صف شکن شاہ فحول

لوگوں نے دریافت کیا کہ اے رسولؐ کے چچا! — اے صفوں کو شکست دینے والے شیر، بہادروں کے بادشاہ!

نے تو لَا تُلْقُوا بِاَيْدِيكُمْ اِلٰی — تہلکہ خواندی ز پیغام خدا

کیا آپ نے "نہ ڈالو تم اپنے آپ کو — ہلاکت میں" اللہ کے پیغام میں نہیں پڑھا ہے؟

پس چرا تو خویش را در تہلکہ — می در اندازی چنیں در معرکہ

پھر کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں — ڈالتے ہیں، اس طرح میدانِ جنگ میں؟

چوں جواں بودی زفت و سخت زہ — تو نمی رفتی سوئے صف بے زرہ

جب آپ جوان، بھاری اور سخت کمان تھے — تو آپ صف کی جانب، بغیر زرہ کے نہیں جاتے تھے

چوں شدی پیر و ضعیف و منحنی[2] — پردہائے لا اُبالی می زنی

جب آپ بوڑھے، اور کمزور اور کبڑے ہو گئے — (تو) بے پروائی کا راگ الاپتے ہیں

لا اُبالی وار با تیغ و سناں — می نمائی دار و گیر و امتحاں

بے پروائی کے ساتھ تلوار اور نیزہ لے کر — جنگ، اور زور آزمائی کرتے ہیں

تیغ حرمت می ندارد پیر را — کے بود تمییز تیغ و تیر را

تلوار، بوڑھے کا احترام نہیں کرتی ہے — تلوار اور تیر کو تمیز کہاں ہے

کے روا باشد کہ شیرے ہمچو تو — کشتہ گردد زار بر دستِ عدو

کب مناسب ہوگا کہ آپ جیسا شیر — دشمن کے ہاتھ سے بُری طرح قتل ہو؟

زیں نسق غمخوارگانِ بے خبر — پند میدادند او را از عبر[3]

بے خبر، ہمدرد اس طرح کی — عبرتوں سے اُن کو نصیحت کرتے تھے

جواب حمزہ رضی اللہ عنہ مر آں خلق را

اُن لوگوں کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جواب

[1] بصفہا: یعنی دشمن کی صفیں۔ ہزبر: پھاڑنے والا شیر۔ فحول: فحل کی جمع ہے، نر۔ لَا تُلْقُوا: بعض مفسرین نے اس آیت کا مطلب یہی بیان کیا ہے کہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ بعض مفسرین نے تہلکہ کے معنی ترک جہاد کے لیے ہیں جیسا کہ بخاری شریف کی ایک روایت بتاتی ہے تو اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جہاد چھوڑ کر اپنے آپ کو تباہ نہ کرو۔

[2] منحنی: کبڑا۔ پشت۔ لاابالی: بے پروا۔ سنان: بھالا۔ جمع۔ یعنی تلوار کاٹنے میں بڑے چھوٹے میں فرق نہیں کرتی ہے۔

[3] از عبر: عبرت کی باتوں سے نصیحت کرتے تھے۔

گفت حمزہؓ چونکہ بودم من جواں
حضرت حمزہؓ نے فرمایا جبکہ میں جوان تھا

مرگ[1] می دیدم وداعِ ایں جہاں
اِس دنیا کو چھوڑنا، موت سمجھتا تھا

سُوئے مُردن کس بر غبت کے رَوَد
موت کی طرف رغبت سے کون جاتا ہے؟

پیشِ اژدرہا برہنہ کے شود
اژدھوں کے آگے کون ننگا ہوتا ہے؟

لیک از نورِ محمدؐ من کنوں
لیکن اب محمدؐ کے نور سے

نیستم ایں شہرِ فانی را زبوں
میں اِس فانی شہر کا پابند نہیں ہوں

از برونِ حس زلشکرگاہِ شاہ
حواس سے بالاتر، شاہ کی لشکرگاہ کو

پُرہمی بینم ز نورِ حق سپاہ
اللہ کے نور کے سپاہیوں سے بھرا ہوا دیکھتا ہوں

خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب
خیمے ہی خیمے، طنابیں ہی طنابیں

شُکر آنکہ کرد بیدارم زخواب
اُس کا شکر ہے جس نے مجھے نیند سے بیدار کر دیا ہے

آنکہ[2] مُردن پیشِ چشمش تہلکہ است
جس کی نگاہ میں مرنا ہلاکت ہے

امرِ "لَا تُلْقُوا" بگیرد او بدست
وہ "نہ ڈالو" کا حکم ہاتھ میں تھامے

آنکہ مُردن پیشِ اُو شد فتحِ باب
جس کے لئے مرنا باب (رحمت) کا کھلنا بن گیا ہے

سَارِعُوا آید مر اُو را در خطاب
اُس کیلئے خاص "جلد کرو" کا خطاب آیا ہے

اَلْحَذَر اے مرگ بیناں بَادِرُوا
ڈرو! اے موت سمجھنے والو، بازی لے جاؤ

اَلْعَجَل اے حشر بیناں سَارِعُوا
جلدی کرو، اے حشر سمجھنے والو، پھرتی کرو

اَلصَّلَا اے لطف بیناں اِفْرَحُوا
دعوت ہے اے مہربانی سمجھنے والو! خوش ہو جاؤ

اَلْبَلَا اے قہر بیناں اِتْرَحُوا
مصیبت ہے، اے قہر سمجھنے والو! غم کرو

ہر[3] کہ یوسف دید جاں کردش فدا
جس نے یوسف سمجھا اُس نے جان قربان کی

ہر کہ گُرگش دید بر گشت از ہُدا
جس نے اُسکو بھیڑیا سمجھا وہ ہدایت سے برگشتہ ہوا

مرگِ ہر یک اے پسر ہمرنگِ اوست
اے بیٹا! ہر شخص کی موت اُس کے ہم رنگ ہے

پیشِ دشمن دشمن و بر دوست دوست
دشمن کے سامنے دشمن، دوست کیلئے دوست ہے،

پیشِ تُرک آئینہ را خوش رنگی است
تُرک کے سامنے آئینہ خوش رنگ ہے

پیشِ زنگی آئینہ ہم زنگی است
حبشی کے سامنے آئینہ بھی حبشی ہے

---

[1] مرگ۔ یعنی آنحضورؐ کے فیض سے قبل میں اِس موت کو موت سمجھتا تھا اب اُس موت کو ابدی زندگی کا سبب سمجھتا ہوں۔ وداع۔ رخصت کرنا۔ شہرِ فانی۔ دنیا یعنی اب دنیاوی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں بالکل حقیر نظر آتی ہے۔ از برونِ حس۔ اب عالمِ غیب کا میدان دیکھتا ہوں جس میں خیمہ در خیمہ اللہ کے نور کے سپاہی مقیم ہیں۔ شکر۔ میں آنحضورؐ کی ذات کا شکر گزار ہوں جن کی وجہ سے مجھے یہ عالمِ غیب کے اسرار نظر آتے ہیں۔

[2] آنکہ۔ جو شخص شہادت اور موت کو ہلاکت سمجھتا ہو اُس کے لئے لَاتُلْقُوا کا حکم ہے۔ آنکہ مُردن۔ جو شخص موت اور شہادت کو اسرارِ غیبی کا دروازہ کھلنا سمجھتا ہے اُس کے لئے سَارِعُوا کا حکم ہے۔ سَارِعُوا۔ قرآنِ پاک میں ہے وَسَارِعُوا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اور تم جلدی کرو اپنے رب کی جانب سے مغفرت کی طرف۔ اَلصَّلَا یعنی یہ موت خوانِ نعمت کی طرف دعوت اُن لوگوں کیلئے ہے جو اسکو اللہ کی مہربانی سمجھتے ہیں۔ اَلْبَلَا جو لوگ موت کو مصیبت سمجھتے ہیں اُن کیلئے یہ بلا ہے۔

[3] ہر کہ۔ جو موت کو یوسفؑ کی طرح محبوب سمجھتا ہے وہ اُسپر جان قربان کر دیتا ہے جو اسکو بھیڑیا سمجھتا ہے وہ بھاگتا ہے اور گمراہ ہوتا ہے۔ مرگ۔ موت ہر شخص سے وہی معاملہ کرتی ہے جسکی وہ موت سے توقع رکھتا ہے جو اسکو دوست کہتا ہے اُنکے ساتھ دوستوں کا معاملہ کرتی ہے جو اسکو دشمن سمجھتا ہے اُنکے ساتھ وہ دشمنوں کا سا معاملہ کرتی ہے۔ پیشِ ترک۔ موت کی خیال آئینہ کی سی ہے انسان جیسا خود ہے ویسا ہی اُسکے لئے آئینہ ہے اگر ترک اور حسین ہے تو آئینہ بھی اُسکے

آنکہ می ترسی زمرگ اندر فرار [۵۱]
تو جو بھاگنے میں موت سے ڈرتا ہے
ترسَت از خویش ست اے جاں ہوشدار
اے جان! سمجھ لے تیرا ڈر خود اپنے آپ سے ہے

زشت روئے تست نے رخسارِ مرگ
تیرا چہرہ بھدا ہے نہ کہ موت کا رخسار
جانِ تو ہمچوں درخت و مرگ برگ
تیری جان درخت کی مانند ہے اور موت پتا ہے

از تو رستست ار نکوئیست ار بدست
وہ تجھ سے اگی ہے خواہ اچھی ہے خواہ بری ہے
ناخوش و خوش بر ضمیرت از خودست
تیرے دل پر بری اور اچھی تیری وجہ سے ہے

گر بخارے خستۂ خود کشتۂ
اگر تو کانٹے سے زخمی ہوا ہے تو نے خود بویا ہے
ور حریر و قز دری خود رشتۂ
اور اگر تو ریشمین اور پشمینہ کے کپڑے میں ہے تو نے خود کاتا ہے

لیک نبود فعل ہمرنگِ جزا
لیکن عمل جزا کا ہمرنگ نہیں ہوتا ہے
ہیچ خدمت نیست ہمرنگِ عطا
کوئی خدمتگزاری، بخشش کے ہمرنگ نہیں ہے

مزدِ مزدوراں نمی ماند بکار [۵۲]
مزدوروں کی مزدوری کام کے مشابہ نہیں ہے
کاں عرض وایں جوہرست و پایدار
کیونکہ وہ عرض ہے، اور یہ پائیدار جوہر ہے

آں ہمہ سختی و زورست و عرق
وہ سب سختی، اور طاقت، اور پسینہ ہے
ویں ہمہ سیم ست و زرست و طبق
یہ سب چاندی ہے، اور سونا ہے اور طباق بھر

گر ترا آید ز جائے تہمتے
اگر تجھ پر کسی جگہ تہمت لگے
کرد مظلومت دعا در محنتے
مظلوم نے مصیبت میں تیرے لئے بددعا کی ہے

تو ہمی گوئی کہ من آزادہ ام [۵۳]
تو کہتا ہے کہ میں بے قصور ہوں
بر کسے من تہمتے ننہادہ ام
میں نے کسی پر تہمت نہیں رکھی ہے

تو گناہے کردہ شکلِ دگر
تو نے دوسری صورت کا گناہ کیا ہے
دانہ کشتی دانہ کے ماند ببر
تو نے دانہ بویا ہے، دانہ پھل کے مشابہ کب ہوتا ہے؟

او زنا کرد و جزا صد چوب بود
اس نے زنا کیا، اور سزا سو درے ہوئے
گوید او من کے زدم کس را بعود
وہ کہتا ہے کہ میں نے کسی کے درے کب مارے ہیں؟

نے جزائے آں زنا بود ایں بلا
کیا اس زنا کی سزا یہ بلا نہیں ہے؟
چوب کے ماند زنا را در جزا
درے، زنا سے سزا میں کہاں مشابہ ہیں؟

تو دانہ اور پھل میں ظاہری کوئی مشابہت نہیں ہے۔ او زنا کرد۔ زنا کی سزا سو درے ہیں تو زنا اور سو دروں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔

[۵۱] آنکہ۔ جو موت سے ڈرتا ہے تو وہ دراصل اپنے آپ سے ہی ڈرتا ہے۔ زشت۔ اگر انسان خود بھیانک ہے تو موت اس کو بھیانک نظر آئے گی۔ انسان اور موت کی مثال درخت اور پتوں کی سی ہے جیسا درخت ہوگا ویسے ہی پتے ہوں گے۔ از تو۔ موت کی اچھائی اور برائی خود انسان کی اچھائی اور برائی پر موقوف ہے۔ گر بخارے۔ موت ہی نہیں بلکہ جو برائی اور بھلائی انسان کو پیش آتی ہے وہ خود اس کی کاشتہ اور پرداختہ ہوتی ہے۔ لیک۔ انسان کے افعال کی جزا و سزا صورت کے اعتبار سے افعال سے مشابہ نہیں ہوتی ہے۔

[۵۲] مزد۔ دنیا میں انسان کو کام کی جو اجرت ملتی ہے وہ بھی کام سے مشابہ نہیں ہوتی ہے اس کا عمل عرض ہوتا ہے مزدوری جوہر ہوتی ہے عمل محنت اور مشقت ہوتا ہے مزدوری روپیہ ہوتی ہے۔ گر ترا۔ اگر انسان دنیا میں کسی برائی سے متہم ہوتا ہے تو وہ کسی ایسے مظلوم کی بددعا کا نتیجہ ہوتا ہے جس پر اس نے ظلم کیا ہو۔

[۵۳] تو ہمی گوئی۔ اگر تو کہے کہ میں نے تو کسی پر تہمت نہیں دھری تھی مجھے سزا بصورت تہمت کیوں ملی تو یہ تیری غلطی ہے۔ تو دا[illegible] ہے اور اس کا پھل پاتا ہے

مار[1] کے مانند عصا را اے کلیم
اے کلیم! سانپ لاٹھی سے مشابہ کہاں ہے؟

درد کے مانند دوا را اے حکیم
اے حکیم! درد دوا کے مشابہ کہاں ہے؟

تو بجائے آں عصا آبِ منی
تو نے اُس عصا کی بجائے منی کا نطفہ

چوں بیفگندی شد آں شخصے سنی
جب ڈالا تو وہ خوبصورت انسان بنا

یار شد یا مار شد آں آبِ تو
تیرا وہ نطفہ یار بنا یا سانپ بنا

زاں عصا چونست ایں اعجابِ تو
دیکھ! تیرا یہ تعجب لاٹھی پر کیوں ہے؟

ہیچ[2] ماند آب آں فرزند را
نطفہ، اُس بیٹے سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟

ہیچ ماند نیشکر مر قند را
گنا، شکر سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟

چوں سجودے یا رکوعے مرد کشت
جب کسی نے سجدہ یا رکوع بو دیا

شد دراں عالم سجودِ او بہشت
اُس جہان میں اُس کا سجدہ بہشت بن گیا

چونکہ پرید از دہانش حمدِ حق
جب اُس کے منہ سے اللہ کی تعریف نکلی

مرغِ جنت ساختش ربُّ الفلق
ربُّ الفلق نے اُس کو جنت کا پرند بنا دیا

حمد و تسبیحت نماند مرغ را
تیری حمد اور تسبیح پرندے کے مشابہ نہیں ہے

گرچہ نطفہ مرغ باد ست و ہوا
اگرچہ پرندہ کا نطفہ، باد اور ہوا ہے

چوں ز دستت رست ایثار و زکات
جب ایثار اور زکات تیرے ہاتھ سے اُگی

گشت ایں دست آں طرف نخل و نبات
اس ہاتھ نے اُس طرف کھجور اور پودا بو دیا

آب[3] صبرت آب جوئے خلد شد
تیرے صبر کا پانی جنت کی نہر کا پانی ہے

جوئے شیر خلد مہرِ تست و وُد
جنت کی دودھ کی نہر تیری محبت اور دوستی ہے

ذوقِ طاعت گشت جوئے انگبیں
عبادت کا ذوق، شہد کی نہر بنا

مستی و شوقِ تو جوئے خمر بیں
اپنی مستی اور شوق کو شراب کی نہر سمجھ

ایں سببہا آں اثرہا را نماند
یہ اسباب اُن نتیجوں کے مشابہ نہیں ہیں

کس نداند چونش جائے آں نشاند
کوئی نہیں جانتا کہ اُن کو اُن کی جگہ کیوں بٹھا دیا؟

ایں سببہا چوں بفرمانِ تو بود
یہ اسباب چونکہ تیرے حکم میں تھے

چار جو ہم مر ترا فرماں نمود
چاروں نہروں نے بھی تیری تابعداری کی

---

[1] مار کے مانند۔ ایک چیز جو دوسری چیز پر مرتب ہوتی ہے اُن میں ظاہری مشابہت ضروری نہیں ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے عصا کا نتیجہ سانپ ہے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ درد۔ درد پر دوا کا ترتب ہے اُن میں بھی کوئی مشابہت نہیں ہے۔ یار شد۔ انسان کے نطفہ کے نتیجہ میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ کبھی یار و مددگار ہوتا ہے کبھی سانپ کی طرح موذی، تو جب نطفہ سے سانپ بن سکتا ہے تو لاٹھی سے سانپ بننے میں کیا تعجب ہے۔

[2] ہیچ۔ نہ نطفہ اور بچہ میں مشابہت ہے نہ گنے اور شکر میں۔ چوں سجودے۔ انسان کی عبادات کا ثمرہ اور نتیجہ بہشت ہے۔ حمد حق۔ انسان اللہ کی جو حمد و ثنا کرتا ہے وہ پرندوں کی شکل میں جنت میں اُس کے لئے ہونگی۔ حمد۔ حمد اور تسبیح جو جنت میں بشکل پرند بنیں اگرچہ اُن میں اس قدر مناسبت ہے کہ حمد و تسبیح بھی ہوا کی چیز ہے اور پرندے کے نطفہ پر بھی باد اور ہوا کا غلبہ ہے لیکن دونوں میں صوری کوئی مشابہت نہیں ہے۔ چوں آں دست۔ انسان جو کار خیر کرتا ہے وہ جنت میں درختوں کی صورت میں نمودار ہوگا۔

[3] آب۔ انسان کے صبر کا پانی، پانی کی نہر کی صورت اور انسان کا جذبۂ محبت دودھ کی نہر کی شکل اختیار کریگا۔ ذوق۔ عبادت کا ذوق شہد کی نہر اور عشق الٰہی کی مستی اور شوق شراب کی نہر بنے گا۔ ایں سببہا۔ ان نہروں کے اسباب اُن نہروں کے مشابہ نہیں ہیں۔ ایں سببہا۔ ان چاروں نہروں کے اسباب جس طرح بندوں کے اختیار میں تھے یہ چاروں نہریں بھی جنتی کے اختیار میں ہونگی جس طرف چاہیگا وہ رواں ہوجائینگی۔

ہر طرف خواہی رَوانش میکُنی — آں صِفت چوں بُد چُنانش میکُنی

جس طرف تو چاہے اُن کو جاری کرتا ہے — وہ صفت جس طرح تھی ویسا ہی تو اُنسے کرتا ہے

چوں ۵۱ مَنیِ تو کہ در فرمانِ تُست — نسلِ آں در اَمرِ تو آیند چُست

جبکہ تیری منی تیرے حکم میں ہے — اُس کی نسل تیرے حکم میں چُست ہے

می دَوَد بر اَمرِ تو فرزندِ تو — کہ مَنم جُزوت کہ کردیش گرو

تیرا لڑکا تیرے حکم پر دوڑتا ہے — کہ میں تیرا جُزو ہوں، جو تو نے گروی رکھا تھا

آں ۵۲ صَفت در اَمرِ تو بُود ایں جہاں — ہم در اَمرِ تُست آں جُوہا رَواں

اِس دنیا میں یہ سبب تیرے حکم میں تھا — وہ جاری نہریں بھی تیرے حکم میں ہیں

آں درختاں مر تُرا فرماں بَرند — کاں درختاں از صفاتت بابَرند

وہ درخت تیرا حکم بجا لائیں گے — کیونکہ وہ درخت تیری صفتوں کی وجہ سے پھلدار ہیں

چوں بامرِ تُست اینجا ایں صفات — پس در اَمرِ تُست آنجا آں جزات

چونکہ اِس جگہ یہ صفتیں تیرے حکم میں ہیں — تو تیرے وہ بدلے اُس جگہ تیرے حکم میں ہیں

چوں ز دستت زخم بر مظلوم رُست — آں درختے گشت زاں زقوم رُست

جب تیرے ہاتھ سے مظلوم پر زخم لگا — وہ درخت بنا اس سے تھوہر اُگا

چوں ز خشم آتش تو در دلہا زدی — مایۂ نارِ جہنّم آمدی

چونکہ تو نے دلوں میں غصّہ سے آگ لگائی — تو جہنّم کی آگ کا سرمایہ بنا

آتشت ۵۳ اینجا چو آدم سوز بُود — آنچہ از وے زاد مَرد افروز بود

اِس جگہ تیری آگ چونکہ انسان کو جلانے والی تھی — جو کچھ اُس سے پیدا ہوا وہ انسان کو جلانے والا تھا

آتشِ تو قصدِ مَردم میکُند — نار کز وے زاد بر مَردم زَنَد

تیری آگ انسانوں کا قصد کرتی ہے — جو آگ اُس سے پیدا ہوئی انسانوں پر برستی ہے

آں سُخنہائے چو مار و کژدمت — مار و کژدم گشت و میگیرد دُمت

وہ تیری باتیں، سانپ اور بچھو جیسی — سانپ اور بچھو بنیں اور تیرا دم گھونٹتی ہیں

اَولیاء را داشتی در اِنتظار — اِنتظارِ رستخیزت گشت بار

تو نے دوستوں کو انتظار میں رکھا — قیامت کا انتظار تیرے لئے بار ہے

تھا تو اِس اِنتظار سے اُس کے لئے حشر میں وہ اِنتظار پیدا ہوگا جو فیصلہ کی تاخیر سے اُس کے لئے انتہائی پریشانی کا سبب ہوگا۔

۵۱ چوں منی۔ انسان کا اپنے نطفہ پر اختیار ہے اسی طرح اُس کا ثمرہ یعنی اولاد بھی حکم کے تابع ہوتی ہے۔ می دود۔ اولاد باپ کے حکم کے مطابق عمل کرتی ہے اور سمجھتی ہے کہ ہم باپ کے جزو سے پیدا ہوئے ہیں جو اُس نے رحمِ مادر میں رکھ دیا تھا۔

۵۲ آں صفت جن صفات سے وہ نہریں بنیں چونکہ وہ اختیاری تھیں لہٰذا نہروں پر بھی جنّتی کو اختیار حاصل ہوگا۔ درختاں۔ جنّت کے درخت بھی چونکہ انسان کی اختیاری صفتوں سے بنے ہیں لہٰذا وہ بھی اختیار میں ہوں گے۔ چوں ز دستت۔ جس طرح جنّت کی اشیاء انسان کی نیکیوں سے بنتی ہیں اِسی طرح دوزخ کے عذاب انسان کے گناہوں سے بنتے ہیں۔ زقوم تھوہر کا پھل جو جہنّمیوں کو کھلایا جائے گا۔ ز خشم۔ غصّہ جہنّم کی آگ کا سرمایہ بنتا ہے۔

۵۳ آتشت۔ انسان کے غصّہ کی آگ انسانوں کو جلاتی ہے تو دوزخ کی آگ بھی انسانوں کو جلائے گی۔ سخنہائے۔ انسان کی وہ باتیں جو دوسروں کے لئے سانپ اور بچھو کا کام کرتی تھیں دوزخ کے سانپ اور بچھو بنیں گی۔ اولیاء۔ انسان دنیا میں دوستوں کو دھوکے دے کر منتظر بناتا

وعدۂ فردا و پس فردائے تو — انتظارِ حشرت آمد وائے تو
تیرا کل، اور پرسوں کا وعدہ — تیرا حشر کا انتظار بنا، تجھ پر افسوس ہے

منتظر مانی دراں روزِ دراز — در حساب و آفتابِ جاں گداز
اس لمبے دن میں تو منتظر رہے گا — حساب اور جان کو پگھلانے والے سورج میں

کاسماں را منتظر می داشتی — تخمِ "فردا رہ روم" می کاشتی
اس لئے تو نے آسمان کو منتظر رکھا — تو نے "کل کو راہ روی اختیار کرونگا" کا بیج بویا

خشمِ تو تخمِ سعیر و دوزخ ست — ہیں بکُش ایں دوزخت را کایں فخ ست
تیرا غصہ آگ اور دوزخ کا بیج ہے — آگاہ! اپنی اس دوزخ کو بجھا کیونکہ یہ جال ہے

کشتنِ ایں نار نبود جز بنور — نورُکَ اَطفا نارَنا نحنُ الشکور
اس آگ کو بجز نور کے نہیں بجھایا جا سکتا — تیرے نور نے ہماری آگ بجھا دی ہم شکر گذار ہیں

گر تو بے نور آوری حلمے بدست — آتشت زندہ ست و در خاکستر ست
اگر تو بغیر نور کے بردباری اختیار کرے گا — تیری آگ زندہ ہے اور راکھ میں (دبی) ہے

آں تکلف باشد و روپوش ہیں — نار را نکشد بغیرِ نورِ دیں
خبردار! وہ تکلف اور ڈھکن ہوگا — آگ کو دین کے نور کے سوا کوئی نہیں بجھا سکتا

تا نہ بینی نورِ دیں ایمن مباش — کآتشِ پنہاں شود یک روز فاش
جب تک تو دین کا نور نہ دیکھے مطمئن نہ ہو — کیونکہ دبی ہوئی آگ ایک دن کھل جائیگی

نور آبے دان و ہم بر آب چفس — چونکہ داری آب از آتش مترس
نور کو پانی سمجھ اور پانی سے وابستہ ہو جا — جب تو پانی رکھتا ہے آگ سے نہ ڈر

آب آتش را کُشد کآتش بخو — می بسوزد نسل و فرزندانِ او
پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، کیونکہ آگ عادتاً — اس کی نسل، اور اولاد کو جلا دیتی ہے

سوئے آں مرغابیاں رو زود چند — تا ترا در آبِ حیوانی کشند
کچھ دن ان مرغابیوں کی طرف جا — تاکہ وہ تجھے آبِ حیات میں لے جائیں

مرغِ خاکی مرغِ آبی ہم تن اند — لیک ضد انند و آب و روغن اند
خاکی، اور آبی پرند یکساں جسم کے ہیں — لیکن ایک دوسرے کی ضد ہیں اور پانی اور تیل ہیں

لہ وعدہ - دوستوں سے جھوٹے وعدے کر کے ان کو انتظار کی تکلیف میں مبتلا کرتا تھا تو حساب کے انتظار میں خود پریشان ہوگا - آفتاب - سورج سوا نیزے کی بلندی پر اس کے سر پر ہوگا - تو تمہارا عبادت کے جھوٹے وعدے کر کے آسمان والوں کو منتظر بناتا تھا - رہ روم - یعنی راہِ ہدایت پر چلوں گا - خشم - انسان کا غصہ دوزخ کا بیج ہے اور انسان کے لئے ہلاکت کا جال ہے - فخ - جال -

لہ کشتن - انسان غصہ کی آگ کو دین کے نور سے بجھا سکتا ہے - نورک - حدیث شریف میں ہے کہ مومن جب پلصراط پر سے گذرے گا تو جہنم کہے گی اے مومن تو جلد گزر جا تیرے نور نے میری آگ بجھا دی ہے - مولانا فرماتے ہیں کہ ہم شکر گذار ہیں کہ اے مرشد تیرے نورِ دین نے ہمارے غصہ کی آگ کو بجھا دیا ہے - گر تو - اگر کوئی شخص اپنی طبعی بردباری سے غصہ کی آگ کو بجھانا چاہے گا تو وہ راکھ میں دب جائے گی بالکل نہ بجھے گی - روزے فاش چونکہ وہ بالکل نہیں بجھی ہے کسی وقت نمودار ہو جائے گی - نورِ دین کے نور کو اس آگ کو بجھانے کا پانی سمجھ اگر وہ حاصل ہو جائے تو پھر آگ سے خطرہ نہیں ہے -

لہ آب - پانی آگ کو بجھاتا ہے اسی لئے آگ اس کی پیداوار کو جلا دیتی ہے - فرزنداں یعنی نباتات - مرغابیاں - یعنی وہ اہل اللہ جو دین کے نور میں غرق ہیں - مرغِ خاکی - لیکن یہ سمجھ لو کہ حقیقی اہل اللہ اور بناوٹی بظاہر یکساں ہیں لیکن دونوں متضاد ہیں ایک پانی ہے تو دوسرا تیل جو آگ کو اور بھڑکا دیتا ہے۔

هر یکے بر اصلِ خود رانندہ اند ۱؎ — اِحتیاطے کن بہم مانندہ اند

ہر ایک اپنی اصلیت پر چلانے والا ہے — احتیاط کر، (دونوں) باہمی مشابہ ہیں

ہمچناں کہ وسوسہ و وحیِ الست — ہر دو معقول اند لیکن فرق ہست

جیسا کہ وسوسہ اور الست کا الہام — دونوں عقلی ہیں لیکن (دونوں میں) فرق ہے

ہر دو دلالانِ بازارِ ضمیر — رختہا را می ستایند اے امیر

دونوں دل کے بازار کے دلّال ہیں — اے امیر! دونوں سامان کی تعریف کرتے ہیں

گر تو صرافِ دلی فکرت شناس — فرق کن سِرِّ دو فکرت چوں نخاس

اگر تو دل کا صراف ہے اپنے فکر کو پہچان — بردہ فروش کی طرح اپنے دونوں فکروں کے بھید میں (فرق کر)

ور ندانی ایں دو فکرت از گماں — لاخلابہ گوئی و مشتاب و مراں

اگر تو گمان سے ان دونوں فکروں کو نہ سمجھے — "دھوکا نہ ہو" کہہ دے اور جلدی نہ کر اور آگے نہ بڑھا

تا نماند در تفکر جانِ تو — غبن ناید بر تو و بر خانِ تو

تاکہ تیری جان فکر میں نہ پڑے — تجھ پر اور تیرے گھر پر ٹوٹا نہ آئے

حیلۂ دفعِ مغبون ۲؎ شدن در بیع و شری

خرید و فروخت میں دھوکا کھا جانے کے دفعیہ کی تدبیر

آں یکے یارے پیمبر را بگفت — کہ منم در بیعہا با غبن جفت

ایک صحابی نے پیغمبر سے عرض کیا — کہ میں معاملات میں ٹوٹے سے دوچار ہوتا ہوں

مکرِ ہر کس کو فروشد یا خرد — ہمچو سحرست و ز راہم می برد

جو شخص بیچتا ہے یا خریدتا ہے اس کی مکاری — جادو کی طرح ہے، اور مجھے گمراہ کر دیتا ہے

گفت در بیعے کہ ترسی از غرار — شرط کن سہ روز خود را اختیار

فرمایا کہ جس معاملہ میں تو دھوکے سے ڈرے — تین دن کے لئے اپنے لئے خیار کی شرط کر لے

کہ تانی ۳؎ ہست از رحمٰن یقیں — ہست تعجیلت ز شیطانِ لعیں

کیونکہ آہستہ روی یقیناً خدا کی جانب سے ہے — تیری جلد بازی ملعون شیطان کی جانب سے ہے

پیشِ سگ چوں لقمۂ ناں افگنی — بو کند آنگہ خورد اے معتنی

جب کتے کے سامنے روٹی کا ٹکڑا ڈالتا ہے — اے خوش نصیب! وہ سونگھتا ہے پھر کھاتا ہے

مِنَ الشیطان یعنی توقف کرنا اللہ کی جانب سے اور جلد بازی کرنا شیطان کی جانب سے ہے۔
پیشِ سگ۔ کتے کو لقمہ ڈالو تو وہ جلدی سے نہیں کھاتا بلکہ سونگھتا ہے۔

۱؎ ہر یکے۔ حقیقی شیخ اور مزوّر شیخ اپنے اپنے راستہ پر چلاتے ہیں۔ ہمچناں۔ وحی کی مثال وسوسہ اور الہام ہے دونوں عقلی اور غیر محسوس چیزیں ہیں لیکن دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ وحی یعنی الہام۔ اَلَسْتُ یعنی عہدِ الست کی قسم کا الہام ہمیشہ۔ وسوسہ اور الہام دونوں دل کے بازار میں آ کر اپنے اپنے سامان کی تعریف کرتے ہیں تاکہ انسان ان کی طرف راغب ہو جائے۔ نخاس۔ غلام فروش۔ لاخلابہ۔ دھوکا نہ ہو۔ یہ جملہ خریدار اس وقت بولتا ہے جبکہ چیز کی اچھائی برائی کا فوری فیصلہ نہ کر سکے اور اپنے لئے اختیار لے لے کہ تین دن تک مجھے اختیار ہے کہ میں اس معاملہ کو باقی رکھوں یا فسخ کر دوں۔

۲؎ مغبون۔ وہ شخص جو معاملے میں نقصان میں ہو۔ یارے۔ حدیث شریف میں ہے کہ منقذ بن حبان تمیمی رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں کاروباری ہوں اور معاملے میں دھوکا کھا جاتا ہوں تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ تم معاملہ کرتے وقت یہ کہہ دیا کرو۔ لَاخِلَابَةَ وَلِيَ الْخِيَارُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ یعنی دھوکا نہ ہو مجھے تین دن تک کا اختیار ہے۔ غرار۔ دھوکا۔

۳؎ تانی۔ توقف، جلد بازی نہ کرنا۔ حدیث شریف میں ہے اَلتَّانِّي مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالْعَجَلَةُ

لہ آو بہ بینی بُو کند ما با خرد | رو بجویش خوش بعقلِ منتقد
وہ ناک سے سونگھتا ہے ہم عقل سے | جا اسکو پرکھی ہوئی عقل سے اچھی طرح سونگھ لے

با تانّی گشت موجود از خدا | تا بشش روز ایں زمین و چرخہا
خدا کی جانب سے آہستگی کے ساتھ موجود ہوئے | چھ دن میں یہ زمین اور آسمان

ورنہ قادر بود کز کُن فیکُوں | صد زمین و چرخ آوردے بروں
ورنہ وہ قادر تھا، کہ کُن فیکون کے ذریعہ | سینکڑوں زمین اور آسمان پیدا کر دیتا

آدمی ۳ه را اندک اندک آں ہمام | تا چہل سالش کند مردِ تمام
وہ شہنشاہ، آدمی کو رفتہ رفتہ | اُس کے چالیس سال میں پورا مرد بناتا ہے

گرچہ قادِر بُود کاندر یک نفس | از عدم پرّاں کند پنجاہ کس
اگرچہ وہ قادر تھا، کہ ایک دم میں | عدم سے پچاس شخص روانہ کردے

بُود عیسےٰؑ را دمے کز یک دعا | بے توقف زندہ کردے مُردہ را
(حضرت) عیسیٰؑ کی ایسی پھونک تھی کہ ایک دعا سے | مُردے کو بلا توقف زندہ کردیتے

خالقِ عیسےٰؑ نہ بتواند کہ اُو | بے توقف مَردم آرد تو بتو
(کیا حضرت) عیسیٰ کا پیدا کرنے والا نہیں کرسکتا کہ وہ | بے توقف تہ بہ تہ انسان پیدا کرے

ایں تانّی از پئے تعلیمِ تُست | کہ طلب آہستہ باید بے شکست
یہ آہستہ روی، تیری تعلیم کے لئے ہے | اس لئے کہ طلب آہستہ اور مسلسل چاہیے

جُوئیکے کوچک کہ دائم می رَوَد | نے نجس گردد نہ گندہ می شود
وہ چھوٹی سی نہر جو ہمیشہ جاری رہتی ہے | (وہ) نہ تو ناپاک ہوتی ہے نہ گندہ

زیں تانّی زاید اقبال و سُرور | ایں تانّی بیضہ دولت چوں طیور
یہ آہستہ روی اقبال (مندی) اور خوشی پیدا کرتی ہے | یہ آہستہ روی انڈا ہے (اور) دولت، پرندوں کی طرح ہے

مرغ ۵ه کے ماند بہ بیضہ اے عنید | گرچہ از بیضہ ہمی آید پدید
اے سرکش! پرندہ انڈے سے کب مشابہ ہے؟ | اگرچہ وہ انڈے سے پیدا ہوتا ہے

باش تا اجزائے تو چوں بیضہا | مرغہا زایند اندر انتہا
ٹھہر کہ تیرے اجزاء انڈوں کی طرح | آخر میں پرند جنیں

بیضۂ مار ارچہ ماند در شبہ | بیضۂ گنجشک را دور ست رہ
سانپ کا انڈا اگرچہ مشابہت میں یکساں ہے | چڑیا کے انڈے سے (لیکن دونوں میں) بہت فرق ہے

لہ آو: جس طرح کتا ناک سے سونگھتا ہے، ہمیں عقل کے ذریعہ اس بات کو پرکھنا چاہیے۔ منتقد: پرکھی ہوئی۔ ۲ه تانی: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو چھ روز میں آہستہ آہستہ بنایا ہے۔ کن: یعنی امر خداوندی جس کو چیز فوراً وجود میں آجاتی ہے۔ ۳ه آدمی: انسان کے قوی چالیس سال میں مکمل ہوتے ہیں۔ گرچہ: خدا کو یہ قدرت ہے کہ ایک لمحہ میں سینکڑوں مکمل انسان پیدا کردے۔ عیسیٰ: ایک پھونک سے مکمل انسان کو زندہ کردیتے تھے۔ ایں تانی: اللہ کے عمل میں آہستگی انسانوں کی تعلیم کے لئے ہے کہ وہ بھی کاموں میں یہی طریقہ اختیار کریں۔ بے شکست: مسلسل۔ جو یک: چھوٹی سی نہر جو آہستہ آہستہ مسلسل جاری رہتی ہے کبھی نجس اور گندہ نہیں ہوتی۔ زیں تانی: آہستہ روی سے اقبال اور سرور حاصل ہوتا ہے اور نیک بختی کی دولت حاصل ہوتی ہے۔

۵ه مرغ: آہستہ روی سے نیک بختی کی دولت پیدا ہوتی ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انڈے سے پرندہ پیدا ہوتا ہے حالانکہ دونوں میں کوئی صوری مشابہت نہیں ہے بیشتر اوقات جس طرح عمل اور اس کے نتیجہ میں مشابہت ضروری نہیں ہے اسی طرح یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ بظاہر دو عمل صورت میں یکساں ہوتے ہیں لیکن ان کے نتائج مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ سانپ اور چڑیا کا انڈا۔

دانی اے عاقل کہ مانندِ سین[۵۱] بہ شین — در نوشتن لیک در نقطہ ببین

اے عقلمند! تو جانتا ہے کہ سین شین کے مشابہ ہے — لکھنے میں، لیکن نقطہ پر غور کر لے

دانۂ آبی بدانہ سیب نیز — گرچہ مانند فرقہا داں اے عزیز

بہی کا بیج بھی سیب کے بیج سے — اگرچہ مشابہ ہے (لیکن) اے عزیز! بہت فرق سمجھ

برگہا ہمرنگ باشد در نظر — میوہا ہر یک بُوَد نوعِ دِگر

پتے دیکھنے میں ایک رنگ کے ہوتے ہیں — ہر ایک کا پھل دوسری قسم کا ہوتا ہے

برگہائے جسمہا مانندہ اند — لیک ہر جانے بریعے زندہ اند

پتے (یعنی) جسم (باہم) مشابہ ہیں — لیکن ہر جان مختلف پیداوار کے ساتھ زندہ ہے

خلق در بازار یکساں میروند — آں یکے در ذوق و دیگر دردمند

لوگ، بازار میں یکساں جاتے ہیں — (لیکن) انہیں سے ایک شوق سے دوسرا دکھی ہے

ہمچناں[۵۲] در مرگ یکساں میرویم — نیم در خسران و نیمے خسرویم

اسی طرح موت (کے بازار) میں ہم یکساں جاتے ہیں — ہم میں سے نصف ٹوٹے میں ہیں اور نصف شاہ ہیں

ایں سخن پایاں ندارد باز گو — از بلالؓ و از ہلال و کارِ او

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے پھر کہہ — (حضرت) بلالؓ اور ہلال اور ان کے کارنامے کی بات

وفات یافتنِ بلال رضی اللہ عنہ با شادی و طرب

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خوشی اور مستی کی حالت میں وفات پانا

چوں بلالؓ از ضعف شد ہمچوں ہلال — رنگِ مرگ اُفتاد بر روئے بلالؓ

جب حضرت بلالؓ کمزوری سے چاند کی طرح ہو گئے — (حضرت) بلالؓ کے چہرے پر موت کے آثار آ گئے

جُفتِ[۵۳] او دیدش بگفتا واحرب — پس بلالش گفت نے نے واطرب

اُن کی بیوی نے اُن کو دیکھا کہا ہائے لٹ گئے — تو حضرت بلالؓ نے اُن سے کہا نہیں نہیں خوشی ہو

تاکنوں اندر حرب بودم ز زیست — تو چہ دانی مرگ چہ عیش ست و چیست

اب تک میں زندگی سے مصیبت میں تھا — تو کیا جانے موت میں کس قدر عیش ہے اور کیا چیز ہے؟

ایں ہمی گفت و رخش در عین گفت — نرگس و گلبرگ و لالہ می شگفت

وہ یہ کہہ رہے تھے اور گفتگو کے درمیان ان کا چہرہ — نرگس اور گلاب کی پتیوں اور لالہ کی طرح کھل رہا تھا

تابِ رُو و چشمِ پُر انوارِ او — می گواہی داد بر گفتارِ او

چہرے کی رونق اور ان کی پُر نور آنکھیں — ان کے قول پر گواہی دے رہی تھیں

---

[۵۱] سین اور شین، بہی کا بیج اور سیب کا بیج بظاہر یکساں ہیں لیکن نتیجے مختلف ہیں۔ برگہا۔ بظاہر درختوں کے پتے یکساں نظر آتے ہیں لیکن اُن پر پھل مختلف آتے ہیں۔ جسمہا۔ اسی طرح انسانوں کے جسم یکساں ہیں لیکن اعمال کے نتائج روح پر مختلف مرتب ہوتے ہیں۔

[۵۲] ہمچناں۔ اسی طرح نیک اور بد کی موت یکساں نظر آتی ہے لیکن موت کے نتائج ہر شخص پر مختلف مرتب ہوتے ہیں۔ ہمچوں ہلال۔ یعنی پہلی رات کے چاند کی طرح زرد اور کمزور ہو گئے۔ رنگِ مرگ۔ موت کے آثار۔

[۵۳] جفت۔ بیوی۔ واحرب۔ یعنی میں لٹ گئی۔ واطرب۔ یعنی خوشی کا وقت ہے۔ ز زیست۔ زندگی مصائب کا سبب تھی موت عیش و عشرت کا سبب ہے۔ ایں ہمی گفت۔ یعنی حضرت بلالؓ کے حالات اُن کی بات کی گواہی دے رہے تھے اور موت کے بہترین آثار اُن پر مرتب ہو رہے تھے۔

ہر سیہ[1] دل خود سیہ دیدے وُرا
ہر سیہ دل ان کو کالا دیکھتا

مَردُمِ دیدہ سیہ آمد چرا
آنکھ کی پتلی کالی کیوں واقع ہوئی ہے؟

مَردُمِ نادیدہ آمد رُو سیاہ
نابینا، انسان رُو سیاہ ہوئے

مَردُمِ دیدہ بُوَد مرآتِ ماہ
آنکھوں والے چاند کا آئینہ ہوتے ہیں

خود کہ بیند مَردُمِ دیدہ تُرا
آپ کو آنکھ کی پتلی کون سمجھ سکتا ہے

دَر جہاں جُز مَردُمِ دیدہ فزا
دنیا میں سوائے روشنی بڑھانے والی پتلی کے؟

چوں بغیر مَردُمِ دیدہ اش ندید
جبکہ ان (بلال رضؓ) کو آنکھ کی پتلی کے علاوہ کوئی نہ سمجھ

پس بغیر او کہ دردِ نگش رسید
تو اس (آنکھ کی پتلی) کے سوا کون ان بلالؓ کے رنگ کو

پس[2] جُزِ او جملہ مقلّد آمدند
ان (آنکھ کی پتلی) کے علاوہ سب مقلد ہیں

دَر صفاتِ مَردُمِ دیدہ بُلند
بلند آنکھ کی پتلی کے صفات کے بارے میں

گفت جفتش الفراق اے خوش خصال
ان کی بیوی نے کہا اے خوش خصلت! جدائی ہے

گفت نے نے الوصال ایں فصال
انھوں نے فرمایا، نہیں نہیں یہ جدائی وصال ہے

گفت جفت امشب غریبے[3] میروی
بیوی نے کہا، آج کی رات مسافر بنکر جا رہے ہو

از تبار و خویش غائب میشوی
خاندان اور اپنوں سے غائب ہو رہے ہو

گفت نے نے بلکہ امشب جانِ من
انھوں نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ آج کی رات میری جان

میرسد خود از غریبی در وطن
خود مسافرت سے وطن میں جا رہی ہے

گفت اے جان و دلم وا حسرتا
انھوں نے عرض کیا اے میری جان اور دل افسوس ہے

گفت نے نے جانِ من یا دو لتاہ
انھوں نے فرمایا نہیں نہیں اے میری جان! بڑی خوش نصیبی ہے

گفت رُوئیت را کجا بینیم ما
انھوں نے عرض کیا ہم آپ کا چہرہ کہاں دیکھیں گے

گفت اندر حلقۂ خاصِ خدا
فرمایا خدا کے خاص حلقہ میں

حلقۂ خاصش بتو پیوستہ است
اس کا خاص حلقہ تجھ سے پیوستہ ہوا ہے

گر نظر بالا کنی نے سُوئے پست
اگر تو اوپر کو نظر رکھے نہ کہ پستی کی جانب

اندراں حلقہ زربُّ العالمین
اس حلقہ میں رب العالمین کا

نور می تابد چو در حلقہ نگیں
نور اس طرح چمکتا ہے جیسا کہ (انگوٹھی کے حلقہ میں نگینہ)

حلقہ۔ وہ مقام جس میں مومنین کو جگہ ملے گی ہر مومن دیکھ سکتا ہے اگر وہ اپنی نظر بلند رکھے اور پستی کی طرف نہ دیکھے۔ اندراں۔ اس حلقہ میں اللہ کی خاص تجلی ہوگی۔

[1] جن کا دل سیاہ ہے وہ بلال رضؓ کو سیاہ رُو دیکھتے ہیں لیکن کسی چیز کا کالا رنگ اس کی حقارت کی دلیل نہیں ہے، آنکھ کی پتلی سیاہ ہے لیکن اسکی فضیلت ظاہر ہے۔ اندھا روسیاہ ہے اور پتلی والا چاند کا آئینہ ہے۔ خود کہ۔ یعنی بلال رضؓ کو آنکھ کی پتلی جیسا افضل وہی ذات گرامی سمجھ سکتی تھی جس کو خود تمام انسانوں میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو آنکھ کی پتلی کو تمام اعضا میں حاصل ہے یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام۔ چونکہ۔ حضرت بلال رضؓ کے حقیقی اوصاف کو آنحضورؐ اور صحابہ سمجھ سکے۔

[2] پس۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے علاوہ دوسرے لوگ ان کے صحیح مرتبہ کو حقیقی طور پر نہیں جان سکتے صرف تقلیدی طور پر ان کو جانتے ہیں۔ خصال۔ خصلت کی جمع ہے عادتہ۔ فصال۔ جدائی یعنی موت۔

[3] غریبے۔ یعنی آپ تنہا رخصت ہو کر مسافر بن رہے ہیں۔ تبار۔ خاندان۔ غریبی۔ دنیا، مسافرت کی جگہ۔ وطن۔ عالم آخرت اصل وطن ہے۔ حلقہ۔ مومنین کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ فِی مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ یعنی وہ مقتدر شہنشاہ کے پاس سچائی کی جگہ میں ہونگے۔

گفت ویران گشت این خانہ دریغ — گفت اندر مہ نگر منگر بمیغ

انھوں نے عرض کیا افسوس ہے یہ گھر ویران ہو گیا — فرمایا چاند کو دیکھو، ابر کو نہ دیکھو

حِکمت ویران گشتنِ تن بمرگ

موت کی وجہ سے جسم کے برباد ہونے کی حکمت

کرد ویران تا کُند معمور تر — قوم انبہ بود و خانہ مختصر

ویران کیا، تاکہ زیادہ آباد کرے — لوگ زیادہ تھے، اور گھر مختصر (تھا)،

مَن چو آدم بُودم اوّل حبسِ کرب — پُر شد اکنوں نسلِ جانم شرق و غرب

میں شروع میں (حضرت) آدم کی طرح بے چینی میں تھا — اب میری جان کی نسل سے مشرق و مغرب بھر گئی

من گدا بُودم دریں خانہ چو چاہ — شاہ گشتم قصر باید بہرِ شاہ

میں اس کنوئیں جیسے گھر میں فقیر تھا — میں شاہ ہو گیا، بادشاہ کے لئے قلعہ چاہیے

قصرہا خود مر شہاں را مانِس ست — مُردہ را خانہ و مکاں گورے بس ست

قلعے، شاہوں کے لئے مانوس ہیں — مُردے کیلئے ایک قبر گھر اور مکان کافی ہے

انبیا را تنگ آمد ایں جہاں — چوں شہاں رفتند اندر لامکاں

انبیا کے لئے یہ جہان تنگ ہو گیا — (تو) شاہوں کی طرح لامکان میں چلے گئے

مُردگاں را ایں جہاں بنمود فر — ظاہرش زفت و بمعنی تنگ تر

مُردوں کو اس جہان نے شان و شوکت دکھائی — جس کا ظاہر وسیع ہے اور حقیقتاً بہت تنگ ہے

گر نبودے تنگ ایں افغاں ز چیست — چوں دوتا شد ہر کہ در وے بیش زیست

اگر وہ تنگ نہ ہوتا، تو یہ چیخ پکار کیوں ہے؟ — جو اس میں زیادہ جیتا ہے دوہرا کیوں ہو جاتا ہے؟

در زمانِ خواب چوں آزاد شد — زاں مکاں بنگر کہ جاں چوں شاد شد

نیند کی حالت میں جب آزاد ہو جاتا ہے — اس مکان سے، دیکھ جان کیسی خوش ہوتی ہے؟

ظالم از ظلمِ طبیعت باز رَست — مَردِ زندانی ز فکرِ حبس جَست

ظالم طبیعت کے ظلم سے چھوٹ گیا — قیدی، قید کی فکر سے نکل گیا

ایں زمین و آسمانِ بس فراخ — سخت تنگ آمد بہنگامِ مناخ

یہ زمین اور آسمان جو بہت وسیع ہیں — ڈیرہ ڈالنے کے وقت بہت تنگ نکلے

چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ — خندہ اُو گریہ فخرش جملہ ننگ

(یہ دنیا) بہت وسیع اور بہت تنگ نظر بندی ہے — اس کی ہنسی رونا ہے اس کا فخر ذلت ہے

لہ خانہ یعنی جسم۔ مہ۔ یعنی روح ہمیغ۔ ابر یعنی جسم ویران۔ ویرانی کے بعد نئی تعمیر ہوتی ہے۔ قوم۔ یعنی میں اب معارف اور اسرار کا خزانہ بن گیا تھا اس جسم میں اس کی گنجائش نہ تھی۔ چو آدم۔ حضرت آدمؑ تنہائی سے گھبرائے تب حوا پیدا ہوئیں اور نسل کی پیدائش ہوئی۔ نسلِ جانم۔ یعنی روح کے ثمرات۔ خانہ چو چاہ۔ جسم اندھیرے کنوئیں کی طرح ہے۔

لہ قصرہا۔ میں جب تک گدا تھا اس حقیر جسم میں میری روح رہ سکتی تھی اب جبکہ معارف اور اسرار کی وجہ سے شاہ بن گیا ہوں تو قصر بلند کی ضرورت ہے۔ انبیاء۔ انبیاءؑ بھی اسی وجہ سے دنیا کو ترک کر کے آخرت کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ مُردگاں۔ جو مُردہ دل ہیں ان کے لئے یہ دنیا شان و شوکت والی ہے۔ یہ دنیا اہلِ دنیا کیلئے وسیع اور اہلِ باطن کے لئے بہت تنگ ہے۔

لہ گر نبودے۔ اگر دنیا تنگ نہیں ہے تو پھر اس کے باشندوں میں شور و غل کیوں ہے اور یہ بڑھاپے میں کیوں جھکے جاتے ہیں جھکنا تو مکان کی تنگی سے ہوتا ہے۔ آیں۔ دنیا کی تنگی کا احساس اسوقت ہوتا ہے جب انسان سوتا ہے اور اسکی روح آزاد ہو جاتی ہے۔ چشم بند۔ دنیا جو حقیقتاً تنگ ہے

تشبیہ دنیا کہ بظاہر فراخ ست و بمعنی تنگ و تشبیہ خواب کہ

دنیا کی تشبیہ جو بظاہر وسیع، اور حقیقتاً تنگ ہے اور خواب کی تشبیہ کہ

خلاصی ست از تنگی

وہ تنگی سے نجات ہے

ہمچو گرمابہ کہ تفتیدہ بُود ¹ — اندر آئی جانت بخسیدہ بُود
حمام کی طرح، جو گرم ہو — تو اندر آئے، تیری جان پژمردہ ہوتی ہے

گرچہ گرمابہ عریض ست و طویل — زاں تپش تنگ آیدت جان و کلیل
اگرچہ حمام چوڑا اور لمبا ہے — اس گرمی سے تیری جان تنگ اور عاجز آجاتی ہو

تا بروں نائی نہ بگشاید دلت — پس چہ سود آمد فراخی منزلت
جب تک تو باہر نہیں آتا ہے تیرا دل نہیں کھلتا — تو گھر کی وسعت سے تجھے کیا فائدہ ہے؟

یا کہ کفش تنگ پوشی اے غوی — در بیابان فراخے می روی
یا اے گمراہ! تو تنگ جوتا پہنے — (اور) وسیع جنگل میں تو چلے

آں فراخی بیاباں تنگ گشت — بر تو زنداں آمد آں صحرا و دشت
جنگل کی وہ وسعت تنگ ہو جائے گی — وہ جنگل، اور میدان تیرے لئے قید خانہ ہوگا

ہر کہ دید او مر ترا از دور گفت ² — کو دراں صحرا چو لالہ بر شگفت
جس نے تجھے دور سے دیکھا، کہا — وہ اس جنگل میں لالے کی طرح کھلا ہے

او نمیداند کہ تو چوں ظالماں — از بروں در گلشنی جاں در فغاں
وہ نہیں سمجھتا کہ تو ظالموں کی طرح — باہر سے چمن میں ہے، جان فریاد میں ہے

خواب تو آں کفش بیروں کردن ست — کہ زمانے جانت آزاد از تن ست
تیری نیند اس جوتے (جسم) کو اتار دینا ہے — کیونکہ اس وقت تیری جان جسم سے آزاد ہے

اولیا را خواب مُلک ست اے فلاں — ہمچو آں اصحاب کہف اندر جہاں
اے فلاں! اولیاء کیلئے نیند سلطنت ہے — جس طرح دنیا میں اصحاب کہف

خواب ³ می بینند و آنجا خواب نے — در عدم در می روند و باب نے
وہ خواب دیکھتے ہیں اور وہاں نیند نہیں ہے — وہ عدم میں چلے جاتے ہیں اور دروازہ نہیں ہے

خانۂ تنگ و دروں جاں چنگلوک — کرد ویراں تا کند قصر ملوک
گھر تنگ ہے اور اندر جان اثیرن ہے — اس کو ویران کیا تاکہ شاہوں کا محل بنائے

---

¹ ہمچو گرمابہ۔ دنیا کو وسیع بھی اور تنگ بھی بتایا اب اس کو مثالوں سے سمجھاتے ہیں، حمام جو گرم ہوتا ہے تو باوجود وسعت کے انسان کی طبیعت تنگ ہوتی ہے تو وہ وسیع بھی ہے اور تنگ بھی۔ تفتیدہ۔ تفتیدن اور تفسیدن گرم ہونا۔ بخسیدہ۔ بخسیدن، پژمردہ ہونا۔ یا کہ۔ وسیع جنگل میں اگر کوئی تنگ جوتا پہن کر چلے تو وہ جنگل وسیع بھی ہو اور اس کے لئے تنگ بھی ہو یہی حال دنیا کا ہے کہ وسعت کے باوجود تنگ ہے۔

² ہر کہ۔ جو وسیع جنگل میں تنگ جوتے والے کو دیکھے گا تو سمجھے گا کہ بہت آرام سے ہے حالانکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ ظالموں کی طرح ہے جو بظاہر خوش نظر آتے ہیں مگر انکی روح آہ و فغاں کرتی ہے۔ خواب۔ انسان جب نیند میں ہوتا ہے تو گویا اس کے پاؤں سے تنگ جوتا اتر جاتا ہے اولیاء کی روح حالت بیداری میں اسی طرح آزاد رہتی ہے جس طرح عوام کی روح نیند کی حالت میں، انکی مثال اصحاب کہف کی ہے جو دنیا کے لحاظ سے نیند میں تھے اور آخرت کے اعتبار سے بیدار تھے۔

³ خواب۔ اولیاء حالت بیداری میں خواب دیکھتے ہیں اور ملک عدم کی سیر کرتے رہتے ہیں جس کا کوئی دروازہ نہیں ہے خانۂ تنگ۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا زندگی کی

چنگلوکم چوں جنینؔ[1] اندر رحم
میں اٹیرن ہوں، جیسا کہ رحم میں بچہ

نہ مہ گشتم شد ایں نقلاں مہم
مجھے نو مہینے ہو گئے ہیں یہ انتقال ضروری ہے

گر نباشد دردِ زہ بر مادرم
اگر میری ماں کو دردِ زہ نہ ہوتا

من دریں زنداں میانِ آذرم
میں اس قید خانہ میں آگ میں ہوتا

مادرِ طبعم زِ دردِ مرگِ خویش
میری مادرِ طبیعت اپنی موت کے درد سے

می کُند زہ تا رہد برہ ز میش
زہ میں ہے تاکہ بھیڑ کا بچہ بھیڑ سے نکل آئے

تا چرد آں برہ در صحرائے سبز
تاکہ وہ بھیڑ کا بچہ سر سبز میدان میں پہنچے

ہیں رحم بکشا کہ گشت آں برہ گبز
ہاں رحم کو کھول کیونکہ وہ بھیڑ کا بچہ فربہ ہو گیا ہے

دردِ زہؔ[2] گر رنجِ آبستاں بود
دردِ زہ اگرچہ حاملہ کے لئے موجبِ تکلیف ہوتا ہے

بر جنین اشکستنِ زنداں بود
بچے کے لئے قید خانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے

حاملہ گریاں زِ زہ کاین المناص
حاملہ دردِ زہ سے روتی ہے کہ بچاؤ کی جگہ کہاں ہے؟

واں جنین خنداں کہ پیش آمد خلاص
اور وہ بچہ ہنستا ہے کہ چھٹکارا در پیش ہے

ہر چہ زیرِ چرخ ہستند امہات
جو مائیں آسمان کے نیچے ہیں

از جماد و از بہیمہ و ز نبات
جمادات، اور حیوانات اور نباتات سے

ہر یکےؔ[3] از دردِ غیرے غافل اند
ہر ایک دوسرے کے درد سے غافل ہے

جز کسانے کہ نبیہ و عاقل اند
سوائے اُن کے جو خبردار اور عقلمند ہیں

آنچہ کوسہ داند از خانہ کساں
جو چھوٹی داڑھی والا لوگوں کے گھر کے بارے میں جانتا ہے

بلمہ از خانہ خودش کے داند آں
لمبی داڑھی والا اپنے گھر کے بارے میں بھی کب جانتا ہے؟

آنچہ صاحبدل بداند حالِ تو
صاحبِ دل جو کچھ تیرے حال کے بارے میں جانتا ہو

تو ز حالِ خود ندانی اے عمو
اے چچا! تو خود (ویسا) اپنی حالت کو نہیں جانتا ہے

آنچہ بیند در جبینت اہلِ دل
صاحبِ دل جو کچھ تیری پیشانی میں دیکھتا ہے

کے بہ بینی در خود اے از خود خجل
اے اپنے آپ سے شرمندہ! تو خود اپنے بارے میں کب جانتا ہے؟

بیان آنکہ ہر چہ غفلت و کاہلی و تاریکی ست ہمہ از تن ست کہ ارضی و سفلی ست
اِس کا بیان کہ جو کچھ غفلت اور سستی اور تاریکی ہے سب جسم کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ ارضی اور سفلی ہے

---

[1] جنین۔ بچہ ماں کے پیٹ میں تیر ماہ تیر رہتا ہے۔ آزرم۔ بے مروت۔ گرنا تحرم۔ جلنا یہ موت کی تکلیف ایسی ہی ہے جس طرح بچہ پیدا ہونے میں ماں کو دردِ زہ کی تکلیف ہوتی ہے۔ آذر۔ آگ۔ برہ۔ بھیڑ کا بچہ یعنی روح۔ میش۔ بھیڑ یعنی جسم۔ آں برہ۔ موت کے بعد روح عالمِ اعلیٰ کی سیر کرتی ہے۔

[2] دردِ زہ۔ موت کی تکلیف جسم کو ہوتی ہے روح اس کی وجہ سے قید سے آزاد ہوتی ہے۔ المناص۔ بچاؤ کی جگہ۔ امہات۔ یعنی جمادات اور حیوانات اور نباتات میں سے جننے والی مائیں۔

[3] ہر یکے۔ ہر انسان اپنے درد میں مبتلا ہے اور اسی سے باخبر ہے۔ نبیہ۔ باخبر۔ کوسہ۔ مختصر داڑھی والا جو عموماً ذہین ہوتا ہے یعنی اولیاء اللہ۔ بلمہ۔ لمبی داڑھی والا جو عموماً بے وقوف ہوتا ہے۔ آنچہ۔ اولیاء اللہ دوسروں کے احوال سے اس قدر واقف ہوتے ہیں کہ خود انسان اپنے احوال سے اتنا واقف نہیں ہوتا۔ آنچہ۔ اولیاء ماں کے پیٹ کے بچے کے احوال سے بھی واقف ہوتے ہیں۔

غفلت[1] از تن بود چوں تن روح شد — بیند او اسرار را بے ہیچ بد
غفلت جسم کی وجہ سے تھی جب جسم روح بنا — وہ یقینی طور پر اسرار کو دیکھتا ہے

چوں زمیں برخاست از جوِّ فلک — نے شب و نے سایہ باشد نے دلک
جب زمین آسمان کی فضا سے نکل جائے — نہ رات ہوگی، اور نہ سایہ، اور نہ زوال

ہر کجا سایہ ست و شب یا سایگہ — از زمیں باشد نہ از افلاک و مہ
جہاں کہیں سایہ اور رات یا سائے کی جگہ ہے — وہ زمین کی وجہ سے، نہ آسمانوں اور چاند سے

دود پیوستہ ہم از ہیزم بود — نے ز آتشہائے مستنجم بود
دھواں ایندھن سے وابستہ ہوتا ہے — نہ کہ روشن کرنے والے شعلوں سے

وہم[2] افتد در خطا و در غلط — عقل باشد در اصابتہا فقط
وہم خطا اور غلطی میں مبتلا ہوتا ہے — درستگی میں صرف عقل ہوتی ہے

ہر گرانی و کسل خود از تن ست — جاں ز خفت جملہ در پریدن ست
ہر گرانی اور سستی جسم کی وجہ سے ہے — جان ہلکے پن سے پوری اڑان میں ہے

روئے سرخ از کثرتِ خونہا بود — روئے زرد از جنبشِ صفرا بود
سرخ چہرہ، خونوں کی کثرت سے ہوتا ہے — زرد چہرہ صفرے کی حرکت کی وجہ سے ہوتا ہے

رو سفید از قوتِ بلغم بود — باشد از سودا کہ رو ادہم بود
سفید چہرہ، بلغم کی قوت سے ہوتا ہے — سودا کی وجہ ہوتی ہے کہ چہرہ کالا ہوتا ہے

در حقیقت خالقِ[3] آثار اوست — لیک جز علت نہ بیند اہلِ پوست
در حقیقت آثار پیدا کرنے والا وہ ہے — لیکن کھال والے علت کے سوا کچھ نہیں دیکھتے ہیں

مغز کو از پوستہا آوارہ نیست — از طبیب و علت او را چارہ نیست
مغز، جو چھلکوں سے جدا نہیں ہے — طبیب اور بیماری سے اس کو مفر نہیں ہے

چوں دوم بار آدمی زادہ بزاد — پائے خود بر فرقِ علتہا نہاد
جب انسان، دو بار پیدا ہوا — اس نے علتوں کے سر پر اپنا پاؤں رکھا ہے

علتِ اولیٰ نباشد دینِ او — علتِ آخری ندارد کینِ او
پہلی علت اس کا دین نہیں ہوتی — آخری علت اس سے دشمنی نہیں رکھتی ہے

---

[1] غفلت۔ انسان کی سب غفلتیں مادی بدن کی وجہ سے ہیں۔ جوِّ فلک۔ چونکہ زمین فلک کے درمیان میں ہے لہٰذا اس کے جس حصہ پر سورج پڑتا ہے وہاں دن ہوتا ہے ورنہ رات اب اگر زمین اس دائرہ سے خارج ہوجائے تو پھر اس کی یہ صفت بدل جائے اسی طرح اگر مجاہدات کے ذریعہ جسمانی حجاب رفع کر دیا جائے تو روح ہمیشہ منور رہے اور اس پر غفلت کے آثار طاری نہ ہوں۔ دلک۔ سورج کا زوال۔ دود۔ دھواں کثیف جسم لکڑی سے پیدا ہوتا ہے اسی طرح کدورات جسم سے پیدا ہوتی ہیں روح ان کا مخزن نہیں ہے۔ مستنجم۔ روشن کرنے والا۔

[2] وہم۔ وہم دھوکے کا نام ہے جو غلطی میں پڑتا ہے عقل نورِ محض ہے۔ روئی۔ خون چہرے کی سرخی کا سبب، صفرا زردی کا سبب بلغم سفیدی کا سبب سودا سیاہی کا سبب ہے تو جس طرح چہرے کے یہ حالات اسباب کی وجہ سے ہیں اسی طرح روح میں کدورتیں اسباب کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں ورنہ وہ شعور خیز ہے۔

[3] در حقیقت۔ آثار کی تخلیق بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے لیکن ظاہر بین فلسفی اس کو علت اور مؤثر کا جو قرار دیتا ہے۔ مغز۔ وہ علم جو استدلالی ہے اس میں

غلطی واقع ہوتی ہے علمِ کشفی اور الہامی غلطی سے مبرّا ہے۔ دوم بار۔ پیدا ہونے کے بعد جب انسان مجاہدات کے ذریعہ دوبارہ اصل حیات حاصل کر لیتا ہے تو اسباب پر لات مار دیتا ہے اور مسبب الاسباب ہی کو مؤثرِ حقیقی سمجھتا ہے۔ علتِ اولیٰ فلاسفہ خدا کو علتِ اولیٰ قرار دیتے ہیں متکلمین اور اہلِ مذہب اس کو فاعلِ مختار مانتے ہیں علت سے معلول کا صدور اضطراری ہوتا

می[1] پرد چوں آفتاب اندر افق ‌‌ با عروسِ صدق و صفوت در تُتق
وہ اُفق میں سورج کی طرح اُڑتا ہے ‌‌ خلوص، اور سچائی کی دُلہن کیساتھ دَر پردہ

بلکہ بیروں از افق وز چرخ ہا ‌‌ بے مکاں باشد چوں ارواح و نُہیٰ
بلکہ وہ اُفق، اور آسمانوں سے باہر ‌‌ بے مکان ہو جاتا ہے جیسا کہ روحیں اور عقلیں

پس عقول ماست سایہ اے عمو ‌‌ می فتند چوں سایہ در پاہائے او
اے چچا! ہماری عقلیں سایہ ہیں ‌‌ سایہ کی طرح اُس کے پاؤں پڑتی ہیں

تشبیہِ نص با قیاس
نص کی قیاس کے ساتھ تشبیہ

مجتہد[2] ہر گہ کہ باشد نص شناس ‌‌ اندراں صورت نیندیشد قیاس
مجتہد جبکہ نص سے واقف ہوتا ہے ‌‌ وہ اس صورت میں قیاس نہیں کرتا ہے

چوں نیابد نص اندر صورتے ‌‌ از قیاس آنجا نماید عبرتے
اگر کسی صورت میں اس کو نص نہیں ملتی ہو ‌‌ قیاس سے اُس مقام پر تعبیر کرتا ہے

نص وحیِ روحِ قُدسی داں یقیں ‌‌ واں قیاسِ عقلِ جُزوی تحت ایں
قدسی روح کے الہام کو تو نص سمجھ ‌‌ اور ناقص عقل کا قیاس اُس سے کم ہے

عقل از جاں گشت بادراک و فر ‌‌ روح اُو را کے شود زیرِ نظر
عقل، روح سے باعلم و شوکت بنی ‌‌ رُوح اُس کے ماتحت کب ہو سکتی ہے؟!

لیک جاں در عقل تاثیرے کُند ‌‌ زاں اثر آں عقل تدبیرے کُند
لیکن روح عقل میں اثر کرتی ہے ‌‌ اِس اثر سے وہ عقل تدبیر کرتی ہے

نوحؑ[3] وار ار صدمتے زد در تو روح ‌‌ کُو یَم و کو کشتی و طوفانِ نوح
اگر روح نے نوحؑ کی طرح تجھ میں اثر کیا ہے ‌‌ سمندر کہاں ہے؟ کشتی اور نوحؑ کا طوفان کہاں ہے؟!

عقل اثر را روح پندارد ولیک ‌‌ نورِ خور از قرصِ خور دورست نیک
عقل تاثیر کو روح سمجھ جاتی ہے لیکن ‌‌ سورج کا نور، سورج کی ٹکیہ سے بہت دور ہے

زاں بقرصے سالکے خورسند شد ‌‌ تا ز نورش سوئے قرص افگند شد
سالک اِس نور کی وجہ سے ٹکیہ پر خوش ہوا ‌‌ یہاں تک کہ اُسکے نور سے ٹکیہ کی جانب روانہ ہوا

سمجھ بیٹھتی ہے یہ اُس کی غلطی ہے تاثیر اور روح میں وہی فرق ہے جو سورج اور اُس کے نور میں ہے۔
زاں۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ نور اور چیز ہے اور سورج دوسری چیز ہے تو سالک صرف نور پر اکتفا نہیں کرتا ہے بلکہ سورج تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔

[1] می پرد۔ وہ ملاءِ اعلیٰ کی سیر کرتا رہتا ہے۔ تُتق۔ سراپردہ۔ چونکہ ارواح جس طرح وہیں اور عقلیں لا مکان میں رہتی ہیں اسی طرح یہ بھی لا مکانی بن جاتا ہے۔ پس عقول۔ اس کامل روح کے سامنے ہماری عقول ہیچ ہیں۔ تشبیہ۔ اس مضمون میں یہ ثابت کرتا ہے کہ روحِ کامل کا الہام بمنزلہ نص کے ہے۔

[2] مجتہد۔ وہ شخص جو قرآن و حدیث میں مذکورہ احکام سے اُن چیزوں پر حکم لگاتا ہے جن کا حکم قرآن و حدیث میں موجود نہیں ہے اُس کے پاس اگر کوئی قرآن کی آیت یا حدیث بطور نص کے موجود ہوتی ہے تو وہ اسکے ذریعہ حکم بیان کرتا ہے ورنہ کسی نص پر قیاس کر کے حکم جاری کرتا ہے۔ روحِ قدسی۔ روحِ قدسی کا احساس بمنزلہ نص کے ہے اور ہمارا عقل اور اک بمنزلہ قیاس کے ہے جو نص سے کم درجہ کی چیز ہے جس عقل نے روح سے استفادہ کیا ہے تو روح اُس سے کمتر کیسے ہو سکتی ہے۔ جاں در عقل۔ روح عقل میں مؤثر ہے اور عقل کی تدبیر روح کی تاثیر سے ہے۔

[3] نوح وار۔ اگر روح نے عقل میں تاثیر بھی کر دی ہے تب بھی عقل کو روح کی ہمسری مناسب نہیں ہے اُس میں وہ اسباب و علامات کہاں ہیں جو روح میں ہیں۔ عقل۔ عقل بسا اوقات روح کی تاثیر کو روح

زانکہ ایں نُورے کہ اَندر سافلست　　نیست دائم روز و شب اُو آفلست

اس لئے کہ یہ نور جو عالمِ سفلی میں ہے　　مستقل نہیں ہے روز و شب میں غروب کر جانے والا ہے

وانکہ اَندر قُرص دارد باش و جَا　　غرقۂ آں نُور باشد دائما

وہ جو ٹکیہ میں قیام اور جگہ رکھتا ہے　　وہ ہمیشہ اس نور میں غرق رہتا ہے

نے سَحابش رہ زند نے خود غروب　　وَارہید اُو از فراقِ سینہ کوب

نہ ابر اس کے لئے مانع بنتا ہے نہ خود ڈوبنا　　وہ سینہ پیٹنے والی جُدائی سے نجات پا گیا

اینچنیں کَس اَصلش از افلاک بُود　　یا مُبدّل گشت گراز خاک بُود

ایسے شخص کی اصل آسمانوں سے ہوتی ہے　　اگر وہ خاک سے تھا، تو تبدیل ہوگیا ہے

زانکہ خاکی را نباشد تابِ آں　　کہ زند بروَے شُعاعش جاوداں

کیونکہ خاکی میں اس کی طاقت نہیں ہوتی ہو　　کہ اس پر اُس کی شعاع ہمیشہ پڑے

گر زند بر خاک دائم تابِ خُور　　آنچناں سوزد کہ ناید زو ثمر

اگر زمین پر ہمیشہ سورج کی شعاع پڑے　　ایسی جل جائے کہ اس سے پھل نہ پیدا ہو

دائم اندر آب کارِ ماہی ست　　مار را با اُو کجا ہمراہی ست

ہمیشہ پانی میں رہنا مچھلی کا کام ہے　　سانپ کی اُسکے ساتھ ہمراہی کہاں ہوسکتی ہے؟

لیک در کہ مارہائے پُرفن اند　　اندریں یَم ماہیاں را می کُشند

لیکن پہاڑوں میں بہت سے پُرفن سانپ ہیں　　جو اس سمندر میں مچھلیوں کو مار رہے ہیں

مکرِ شاں گر خلق را شیدا کند　　ہم ز دریا تاسہ شاں رُسوا کند

اُن کی مکاری اگرچہ لوگوں کو فریفتہ کرتی ہے　　لیکن دریا سے اُنکی گھبراہٹ اُنکو رُسوا کرتی ہو

واندریں یَم ماہیانِ پُرفن اند　　مار را از سحر ماہی میکنند

اس سمندر میں قوی مچھلیاں ہیں　　جو سانپ کو تدبیر سے مچھلی بنا دیتی ہیں

گر تو ماری شو قرینِ ماہیاں　　تا شوی چوں ماہیاں دریَم رواں

اگر تو سانپ ہے، مچھلیوں کا ساتھی بن جا　　تاکہ مچھلیوں کی طرح سمندر میں چلے

ماہیانِ قعرِ دریائے جلال　　بحر شاں آموختہ سحرِ حلال

دریائے جلال کی گہرائی کی مچھلیاں　　دکھ! سمندر نے اُن کو حلال جادو سکھا دیا ہے

وحدت میں تیرنا سکھا دیں گے۔ ماہیاں - یہ لاہوتی اولیاء جادو کرتے ہیں جس سے ماہیت تبدیل ہوجاتی ہے لیکن ان کا جادو حلال جادو ہے۔

لہ اندر سافل - دنیا میں جو آثارِ قدرت ہیں وہ فانی ہیں۔ وانکہ - جس کا وصول ذات تک ہوجائیگا وہ دائمی نور میں مستغرق رہے گا۔ سحابش - اب ذات کی جسمانی کثافتیں نور سے مانع ہونگی۔ نہ مظاہرِ قدرت کا فنا ہونا اس کے لئے فراق کی سینہ کوبی کا سبب بنے گا۔ اینچنیں - ایسا شخص وہی ہوگا جو لاہوتی ہوگا یا اگر وہ ناسوتی ہے تو اس نے مجاہدوں کے ذریعہ اپنے ناسوتی ہونے کو ختم کرنا ہے تاکہ خاکی اور ناسوتی ذات کی شعاعوں کی تاب نہیں لاتا۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ اگر سورج زمین پر ہمیشہ پڑے تو وہ برداشت نہ کریگی اور اس میں اگانے کی طاقت ہی نہ رہے گی۔

ٹہ دائم - مچھلی چونکہ آبی چیز ہے وہ دائمی طور پر پانی کو برداشت کرسکتی ہے۔ سانپ خشکی کی چیز ہے وہ ہمیشہ سمندر میں نہیں رہ سکتا ہے۔ ماہی سے لاہوتی اور مار سے ناسوتی کو سمجھو۔ مکر شاں - کچھ ناسوتی، لاہوتی بننے کی کوشش کرتے ہیں لیکن بحر وحدت اُن کو رسوا کردیتا ہے۔

ٹہ واندریں یم - یہاں ایسے لاہوتی انسان ہیں جو ناسوتیوں کو لاہوتی بنا دیتے ہیں۔ گر تو - اگر تو ناسوتی ہے تو لاہوتیوں کی صحبت اختیار کر وہ تجھے دریائے

بس[1] محال از تابِ ایشاں حال شد
بہت سے محال اُن کی طاقت سے واقع ہوگئے ہیں
نحس آنجا رفت و نیکو فال شد
منحوس وہاں پہنچا ہے اور نیک بخت بن گیا ہے

زہر آنجا رفت و شکر شد یقین
وہاں زہر گیا ہے اور یقیناً شکر بن گیا ہے
سنگ آنجا رفت و گوہر شد ثمین
وہاں پتھر گیا ہے اور قیمتی جوہر بن گیا ہے

خاک زر شد سنگ گوہر پائے سر
خاک سونا، پتھر جوہر، پاؤں سر ہو گیا ہے
می نہ بیند جز بشر چشمِ بشر
انسان کی آنکھ انکو سوائے بشر کے کچھ نہیں سمجھتی ہے

تا قیامت[2] گر بگویم زین کلام
اگر میں یہ بات قیامت تک بیان کروں
صد قیامت بگذرد ویں ناتمام
سو قیامتیں گذر جائیں گی اور یہ ناتمام رہے گی

آدابُ المستمعین و المریدین عند فیضِ الحکمۃ من لسانِ الشیخ
شیخ کی زبان سے حکمت کے فیض کے وقت سننے والوں اور مریدوں کے آداب

بر ملولاں ایں مکرر کردن ست
تنگدلوں پر یہ مکرر کرنا ہے
نزدِ من عمرے مکرر بردن ست
میرے نزدیک دوبار زندگی حاصل کرنا ہے

شمع از برقِ مکرر بر شود
شمع مکرر نور سے، اونچی ہوتی ہے
خاک از تابِ مکرر زر شود
مٹی مکرر گرمی سے، سونا بن جاتی ہے

گر ہزاراں طالب اند و یک ملول
اگر ہزاروں طالب ہوں اور ایک رنجیدہ
از رسالت باز می ماند رسول
پیغام پہنچانے سے رسول رُک جاتا ہے

ایں رسولانِ[3] ضمیر و راز گو
یہ دل کے پیغام رساں، اسرار بیان کرنے والے
مستمع خواہند اسرافیل خو
(حضرت) اسرافیلؑ کی عادت والا سننے والا چاہتے ہیں

نخوتے دارند و کبرے چوں شہاں
وہ شاہوں کی سی نخوت اور بڑائی رکھتے ہیں
چاکری خواہند از اہلِ جہاں
دنیا داروں سے خدمتگاری چاہتے ہیں

تا ادبہا شاں بجا گہ ناوری
جب تک تو اُن کے اداب بجا نہ لائے
از رسالت شاں چگونہ بر خوری
اُن کے پیغام سے تو کیسے فائدہ اُٹھائے گا؟

کے رسانند آں امانت را بتو
تجھے وہ امانت کب پہنچائیں گے؟
تا نباشی پیشِ شاں راکع دو تو
جب تک کہ اُن کے سامنے رکوع میں دوہرا نہ ہو جائے

لے محض ذکر و فکر کافی نہیں ہے شیخ کے آداب بجا لانا بھی ضروری ہے۔ کہ شیخ کی پوری اطاعت ہوتی ہے تب وہ کہیں نسبت کی امانت مرید کے سپرد کرتا ہے۔

لہ بس محال۔ بہت سی ناممکن باتوں کو اپنے تصرفات سے ممکن بنا دیتے ہیں۔ مثلاً جو اُن کی صحبت میں بُرے اخلاق اچھے اخلاق میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ می نہ بیند لیکن منکرین اُن کو صرف بشر سمجھتے ہیں۔

لہ تا قیامت۔ ان اہل اللہ کی صحبت کی تاثیر کا اگر میں قیامت تک بیان کروں تو وہ ختم نہ ہوگا۔ بر ملولاں۔ جو لوگ میری اس طرح کی باتوں سے ملول ہوتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مکرر بیکار مضمون ہے لیکن ایسی مضامین کا اعادہ مجھے نئی زندگی بخشتا ہے۔ شمع۔ روشنی کی تکرار شمع کو نئی زندگی بخشتی ہے۔ خاک۔ سورج کی شعاعوں کے مکرر ہونے سے زمین میں سونے کی کان پیدا ہو جاتی ہے۔ گر ہزاراں۔ بزرگوں کی محفل ایک مکدر سے مکدر ہو جاتی ہے اور مضامین غیبیہ کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ رسول۔ یعنی عالی مضامین بیان کرنے والا بزرگ۔

لہ ایں۔ یعنی اولیاء اللہ دلوں کو پیغام دیتے ہیں اور اسرار الٰہی سناتے ہیں۔ اسرافیل خو حضرت اسرافیل ہر وقت صور پھونکنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم سننے کے لئے منتظر ہیں۔ نخوتے۔ ان اولیاء کا شاہانہ مزاج ہوتا ہے اور مریدوں کی اصلاح کیلئے اُن سے خدمتگزاری کے خواہاں رہتے ہیں۔ تا۔ مرید کے

هر ادب[1] شاں کے ہمی آید پسند — کامدند ایشاں زایوانِ بلند

اُن کو ہر ادب کب پسند آئے گا — کیونکہ وہ اونچی بارگاہ سے آئے ہیں

نے گدایانند کز ہر خدمتے — از تو دارند اے مزوّر منّتے

وہ محتاج نہیں ہیں کہ ہر خدمت سے — اے فریبی! وہ تیرے احسان مند ہوں

لیک با بے رغبتیہائے ضمیر — صدقۂ سلطاں بیفشاں وا مگیر

لیکن دل کی بے رغبتیوں کے باوجود — شاہی خیرات بکھیر دے، بند نہ کر

اسپ خود راں اے رسولِ آسماں — در ملولاں منگر و اندر جہاں

اے آسمانی قاصد! اپنا گھوڑا دوڑائے — بے رغبت لوگوں اور دنیا کو نہ دیکھ

فرخ[2] آں ترکے کہ استیزہ نہد — اسپش اندر خندقِ آتش جہد

مبارک ہے وہ شہسوار جو اختلاف کو دبا رکھے (طاق) — اُس کا گھوڑا آگ کی خندق کود جائے

گرم گرداند فرس را آنچناں — کہ کند آہنگِ اوجِ آسماں

وہ گھوڑے کو ایسا گرم کر دے — کہ وہ آسمان کی بلندی کا قصد کرے

چشم را از غیر و غیرت دوختہ — ہمچو آتش خشک و تر را سوختہ

بیگانے، اور غیرت سے آنکھ بند کر لی ہو — خشک اور تر کو آگ کی طرح جلا دیا ہو

گر پشیمانی برد عیبے کند — آتش اوّل در پشیمانی زند

اگر پشیمانی اُس کی عیب گیری کرے — پہلے پشیمانی ہی میں آگ لگا دے

خود[3] پشیمانی نروید از عدم — چوں ببیند گرمیٔ صاحب قدم

خود پشیمانی ہی عدم سے وجود میں نہیں آتی ہے — جبکہ وہ صاحب قدم کی گرمی کو دیکھتی ہے

شناختنِ ہر حیوان بوئے عدوئے خویش را و حذر کردن

ہر جانور کا اپنے دشمن کی خوشبو کو پہچاننا، اور بچاؤ کرنا، اور بربادی،

و بطالت و خسارتِ آں کسے کہ عدوئے کسے بود کہ

اور نقصان اُس شخص کا جو کسی ایسے کا دشمن ہو جس سے

از و حذر ممکن نیست و فرار ممکن نے و مقابلہ ممکن نے

بچاؤ ممکن نہیں ہے، اور فرار ممکن نہیں ہے اور مقابلہ ممکن نہیں ہے

شناختن۔ جس طرح ہر جانور اپنے دشمن کی خوشبو سونگھ کر بھاگ جاتا ہے اپشیمانی مُرشدِ کامل کی خوشبو پا کر بھاگ جاتی ہے۔ بطالت۔ وہ شخص نہایت ہی بدبخت ہے جو ایسے شخص سے دشمنی کرے جس سے کوئی مفر نہیں ہے۔

[1] ہر ادب۔ معمولی ادب کام نہ چلے گا شیخ کی شایانِ شان ادب ضروری ہے۔ منت۔ غیر مناسب ادب سے اُس میں شکر گزاری کی کیفیت نہ پیدا ہوگی۔ لیک۔ گزشتہ اشعار میں سمجھایا گیا تھا کہ جب تک طلب صادق نہ ہو اَسرار کی تعلیم نہیں دی جا سکتی اب اپنے آپ کو مولانا اِس پر آمادہ کرتے ہیں کہ سننے والوں کی بے رغبتی کے باوجود اُن پر اَسرار کی بارش کی جائے۔ رسولِ آسماں یعنی اَسرارِ الٰہی بیان کرنے والا۔ اِس سے خود مولانا کی اپنی ذات مراد ہے۔

[2] فرخ۔ جو مبلغ سامعین کی بے رغبتی کے ہوتے ہوئے اسپ بیان کو دوڑا دے وہ قابلِ مبارکباد ہے۔ چشم را۔ اغیار کے سامنے اَسرار بیان کرنا مشکل ہوتا ہے نیز غیرت کا تقاضہ ہے کہ تنگ دل لوگوں کے سامنے اَسرار نہ بیان کئے جائیں لیکن ایسا مبلغ قابلِ مبارکباد ہے جو اِن موانع سے قطع نظر کرلے۔ گر پشیمانی۔ بے توجہ لوگوں کے سامنے اَسرار بیان کرنے سے اگر شرمندگی طاری ہو تو اُس کو پھونک ڈالے۔

[3] خود پشیمانی یعنی کامل مُرشد کو ایسے حالات میں بھی پشیمانی نہیں ہوتی ہے۔ صاحب قدم۔ مُرشدِ کامل۔

اسپ داند بانگ و بوئے شیر را — گرچہ حیوان ست اِلّا نادرا [1]

گھوڑا شیر کی آواز، اور بُو کو جانتا ہے — اگرچہ جانور ہے، مگر بہت کم

بل عدوِ خویش را ہر جانور — خود بداند از نشان و از اثر

بلکہ ہر جانور، اپنے دشمن کو — علامت اور نشان سے پہچان لیتا ہے

روز خفاشک نیارد بر پرید — شب بروں آید چو دُزدانِ جرید

چمگادڑ دن میں نہیں اُڑ سکتی ہے — رات کو اکیلے، چوروں کی طرح نکلتی ہے

از ہمہ محروم تر خفاش بود — کہ عدوِ آفتابِ فاش بود

سب سے زیادہ محروم چمگادڑ ہے — کیونکہ وہ روشن سورج کی دشمن ہے

نے تواند در مصافش زخم خورد — نے بنفریں تاندش مقہور کرد

[1] نہ تو میدان میں اُس کا مقابلہ کر سکتی ہے — نہ نفرت کی وجہ سے اُس کو مغلوب کر سکتی ہے

آنکہ [2] آں خورشید از احسان وجود — بر نہ دراند زقہرش تار و پود

پھر بھی وہ سورج احسان اور سخاوت کی وجہ سے — غصہ سے اُس کا تانا بانا نہیں پھاڑتا ہے

آفتابے کے بگرداند قفاش — از برائے غصہ و قہرِ خفاش

سورج اپنا رُخ کب موڑتا ہے؟ — چمگادڑ کے غصہ اور غضب کی وجہ سے

غایتِ لطف و کمال او بود — ورنہ خفاشش کجا مانع شود

(یہ) اُس کا انتہائی کرم اور کمال ہے — ورنہ چمگادڑ کہاں اُس کو روک سکتی ہے؟

دشمن ار گیری بحدِ خویش گیر — تا بود ممکن کہ گردانی اسیر

اگر تو دشمن بنائے، تو اپنے رتبہ کے اعتبار سے بنا — تاکہ یہ ممکن ہو کہ تو اُس کو قابو میں کر لے

قطرہ [3] با قلزم چو استیزہ کند — ابلہ است او ریشِ خود بر می کند

قطرہ جب سمندر سے دشمنی کرے — وہ بیوقوف ہے، اپنی داڑھی نوچتا ہے

حیلتِ او از سبالش نگذرد — خنجر و حلقِ قمر چوں بر درد

اُس کی تدبیر اُس کی مونچھوں سے آگے نہیں بڑھتی ہے — چاند کا گلا اور سینہ وہ کیسے پھاڑ سکتی ہے؟

با عدوِ آفتاب ایں بد خطاب — اے عدوِ آفتابِ آفتاب

یہ گفتگو تو سورج کے دشمن سے تھی — اے سورج کے سورج کے دشمن!

اے عدوِ آفتابے کز فرش — می بلرزد آفتاب و اخترش

اے اُس سورج کے دشمن جس کی شان و شوکت سے — سورج اور اُس کے ستارے لرزتے ہیں

---

[1] الّا نادرا۔ بہت کم ہے کہ گھوڑا شیر کی بُو کو نہ پہچانے۔ بل۔ ہر جانور اپنے دشمن کو پہچان جاتا ہے۔ جرید۔ تنہا۔ خفاش۔ چمگادڑ سب سے زیادہ بدبخت ہے کہ سورج سے اس کی دشمنی ہے لیکن اس سے اس کو کوئی مفر نہیں اسی طرح سب سے زیادہ بدبخت وہ ہے جو حقیقی آفتاب یعنی ولی سے دشمنی برتے۔ مصاف۔ میدانِ جنگ۔ مقہور۔ مغلوب۔

[2] آنکہ۔ یہ سورج کا کرم ہے کہ وہ اس چمگادڑ کو خاکستر نہیں بناتا ہے اسی طرح اولیاء کا کرم ہے کہ وہ منکرین کو تباہ و برباد نہیں کرتے ہیں۔ قفا یعنی رُخ۔ دشمن۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ اولیاء کے ساتھ دشمنی بُری ہے، دشمنی اگر کی بھی جائے تو ایسے شخص سے کی جائے جس کو انسان مغلوب کر سکے۔

[3] قطرہ۔ اولیاء کے ساتھ عام انسان کی دشمنی ایسی ہو جیسے کہ قطرہ، سمندر سے دشمنی کرے جو محض اس کی حماقت ہو۔ حیلت۔ عوام کی دشمنی اولیاء کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے۔ قمر۔ یعنی ولی کامل۔ باعدو۔ چمگادڑ جو آسمانی سورج کی دشمن ہے اس کی بات تو ہم نے بتا دی ولی کا دشمن تو آفتاب کے آفتاب کا دشمن ہے۔ آفتابِ آفتاب۔ ولی۔ آفتابِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کا آفتاب ہے۔

تو عدوِ او نہ[1]، خصمِ خودی
تو اُس کا دشمن نہیں ہے، اپنا دشمن ہے

چہ غمِ آتش را کہ تو ہیزم شدی
آگ کو کیا فکر ہے جبکہ تو ایندھن ہو گیا ہے

اے عجب از سوزشت اُو کم شود
تعجب ہے اگر تیرے جلنے سے وہ کم ہو جائے

یا ز دردو غصہ ات بُر غم شود
یا تیرے درد اور غصے سے وہ غمگین ہو

رحمتش نے رحمتِ آدم بُوَد
اُس کی رحمت انسان کی رحمت نہیں ہے

کہ مزاجِ رحم آدم غم بُوَد
انسان کی رحمت کی ملاوٹ غم ہوتا ہے

رحمتِ مخلوق[2] باشد غصہ ناک
مخلوق کی رحمت غصے سے ملی ہوتی ہے

رحمتِ حق از غم و غصہ است پاک
اللہ کی رحمت غم و غصہ سے پاک ہے

رحمتِ بیچوں چنیں داں اے پسر
اے بیٹا! بے مثال حق کی رحمت کو یوں سمجھ

ناید اندر وہم از وے جز اثر
کہ سوائے نشان کے وہ سمجھ میں نہیں آتی ہے

فرقِ[3] میانِ دانستنِ چیزے بمثال و تقلید و میانِ دانستنِ ماہیتِ آن چیز
کسی چیز کو مثال، اور علم تقلیدی سے جانتے میں اور اس چیز کی حقیقت کے جاننے میں فرق

ظاہرست آثار میوہ رحمتش
اُس کی رحمت کے پھل کے آثار ظاہر ہیں

لیک کہ داند جز اُو ماہیتش
لیکن اُس کی حقیقت سوائے اُس کے اور کون جانتا ہے؟

ہیچ ماہیاتِ اوصافِ کمال
کمالی اوصاف کی ماہیتیں

کس نداند جز باثار و مثال
کوئی شخص سوائے نشانات اور مثال کے نہیں جانتا ہے

طفل ماہیت نداند طمث را
بچہ، جماع کی حقیقت نہیں جانتا ہے

جز کہ گوئی ہست چوں حلوا ترا
سوائے اسکے کہ تو کہدے کہ وہ تیرے لئے حلوا جیسا ہے

طفل را نبود ز وطیِ زن خبر
بچہ کو عورت سے جماع کرنے کی (لذت کی) خبر نہیں ہے

جز کہ گوئی ہست آں خوش چوں شکر
سوائے اسکے کہ تو کہدے وہ شکر جیسا خوش (ذائقہ) ہے

کے بُوَد ماہیتِ ذوقِ جماع
جماع کی لذت کی حقیقت کب ہوتی ہے؟

مثلِ ماہیاتِ حلوا اے مُطاع
اے جناب! حلوے کی ماہیتوں جیسی

لیک نسبت کرد از رُوئے خوشی
لیکن لذت کی حیثیت سے نسبت دیدی

با تو آں عاقل کہ تو کودک وشی
اُس عقلمند نے تیرے لئے جبکہ تو بچہ کی طرح ہے

[1] تو عدو ۔ ولی کا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور یہ دشمنی خود اُس کی اپنے ساتھ دشمنی ہے۔ اے عجب۔ اللہ تعالیٰ سے انسان کی دشمنی اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ رحمتش جس طرح اللہ کا جلال بے پایاں ہے اسی طرح اُس کی رحمت بھی خاص رحمت ہے۔ کہ مزاج۔ انسان کا رحم غم سے ملا جلا ہوتا ہے کسی مجبور کو دیکھکر انسان پر غم طاری ہوتا ہے پھر اُس کی رحمت اُبھرتی ہے۔

[2] رحمتِ مخلوق۔ انسانوں کی رحمت و شفقت غصے سے ملی جلی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اِن تمام باتوں سے پاک ہے۔ رحمتِ بے چوں جس طرح اللہ کی ذات کی حقیقت تک رسائی ناممکن ہے اسی طرح اسکی صفات بھی عقل سے بالاتر ہیں صرف اُن صفتوں کو اُن کے اثرات سے سمجھا جا سکتا ہے۔

[3] فرق۔ کسی چیز کو مثال و تمثیل سے جاننا اور بات ہے اور حقیقت ماہیت کو جاننا اور بات ہے۔ اوصافِ کمال حضرت حق تعالیٰ کی صفات کمالیہ۔ طفل ہماری عقلوں میں ان صفات کی حقیقت کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے جس طرح بچہ جماع کی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے۔ طمث حیض، جماع۔ جز کہ گوئی۔ بچے کو جماع کی حقیقت اس طرح سمجھائی جا سکتی ہے کہ اُس سے کہا جائے کہ وہ ایسا مزیدار ہے جیسا کہ حلوا کے ذائقہ کو۔ لیکن ظاہر ہے کہ جماع کی حقیقت اور کچھ ہے اور حلوے کی حقیقت کچھ اور ہے۔

تا بداند[۱] کودک آں را از مثال
تاکہ بچہ اس کو مثال سے سمجھ لے

گر نداند ماہیت با عینِ حال
اگر اس کی واقعی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے

پس اگر گوئی بدانم دور نیست
پس اگر تو کہے کہ میں جان گیا تو بھی بعید نہیں ہے

ور بگوئی کہ ندانم زور نیست
اور اگر تو کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں تو بھی جھوٹ نہیں ہے

گر کسے[۲] گوید کہ دانی نوحؑ را
اگر کوئی کہے کہ تو نوحؑ کو جانتا ہے

واں رسولِ حق و نورِ روح را
اس اللہ کے رسولؑ اور روح کے نور کو

گر بگوئی چوں ندانم کاں قمر
اگر تو کہے کہ میں کیوں نہیں جانتا ہوں کیونکہ وہ چاند

ہست از خورشید و مہ مشہور تر
جو سورج اور چاند سے زیادہ مشہور ہیں

کودکانِ خرد در کتابہا
چھوٹے بچے مکتبوں میں

واں اماماں جملہ در محرابہا
اور تمام امام محرابوں میں

نامِ او خوانند در قرآں صریح
ان کا نام صاف طور پر قرآن میں پڑھتے ہیں

قصہ اش گویند از ماضی فصیح
ان کا گذشتہ قصہ وضاحت سے بیان کرتے ہیں

راست گو دانیش تو از روئے وصف
سچ ہے کہ تو ان کو اوصاف کے اعتبار سے جانتا ہے

گرچہ ماہیت نشد از نوح کشف
اگرچہ (حضرت) نوحؑ کی حقیقت واضح نہیں ہوئی ہے

ور بگوئی من چہ دانم نوح را
اگر تو کہے میں (حضرت) نوحؑ کو کیا جانوں؟

آں گزیدہ حق و محضِ روح را
اس اللہ کے برگزیدہ، اور خالص روح کو

من[۳] کجا دانستنِ او از کجا
میں کہاں، اور ان کا جاننا کہاں

ہمچو اوئے داند او را اے فتیٰ
اے نوجوان! ان کو ان جیسا ہی جان سکتا ہے

مور لنگم من چہ دانم فیل را
میں لنگڑی چیونٹی ہوں میں ہاتھی کو کیا جانوں؟

پشۂ کے داند اسرافیلؑ را
مچھر (حضرت) اسرافیلؑ کو کیا جانے؟

ایں سخن ہم راست است از روئے آں
یہ بات بھی سچی ہے اس لئے کہ

کہ بماہیت ندانیش اے فلاں
اے فلاں! ان کی حقیقت کے اعتبار سے تو ان کو نہیں جانتا ہے

عجز از ادراکِ ماہیت عمو
اے چچا! ماہیتوں کے ادراک سے عجز

حالتِ عامہ بود دریاب تو
عوام کی حالت ہوتی ہے، تو حاصل کرلے

زانکہ ماہیات و سرِ سرِ آں
کیونکہ ماہیتیں اور ان کے راز کا راز

پیش چشم کاملاں باشد عیاں
کاملوں کی آنکھ کے سامنے کھلا ہوا ہوتا ہے

---

۱ تا بداند۔ جب حقیقت کو سمجھانا مشکل ہوتا ہے تو اس چیز کو مثالوں سے سمجھایا جاتا ہے۔ پس، یہ علم جو مثال سے حاصل ہوتا ہے اس کو اس چیز کا علم بھی کہا جاسکتا ہے۔ چونکہ مثال سے بہرحال کچھ علم حاصل ہوتا ہے اور اس چیز کا جہل بھی کہا جاسکتا ہے کیونکہ حقیقت تو نامعلوم ہے۔

۲ گر کسے۔ اگر کسی کو حضرت نوحؑ کا علم ان کی بعض صفات سے حاصل ہے اور کما حقہ ان کی حقیقت معلوم نہیں ہے تو اس کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ میں حضرت نوحؑ کو جانتا ہوں اور یہ بھی کہنا درست ہے کہ میں ان سے واقف نہیں ہوں۔ قمر یعنی حضرت نوح علیہ السلام۔ کتب، مکتب۔ فصیح، کھلا ہوا، معلوم۔ گزیدہ، برگزیدہ۔

۳ من کجا۔ یعنی میں اس قابل کہاں کہ ان کی حقیقت سے واقف ہوسکوں۔ جواب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ حقیقت سے ناواقفیت عوام کے شایانِ شان ہے انسان کو چاہئے کہ اپنے اندر وہ صلاحیت پیدا کرے جس کے ذریعہ چیزوں کی حقیقت معلوم کرلے۔ زانکہ۔ کامل لوگ ماہیتوں اور ان کے رازوں کے راز سے بھی واقف ہوتے ہیں۔ ماہیات سے اعیانِ ثابتہ مراد ہیں اور سرِ ماہیات سے مراد اسماء الٰہیہ ہیں اور سرِ سرِ ماہیات کے سر سے مراد حقیقتِ الٰہیہ ہے۔

در وجود از سرِّ حق و ذاتِ او
اللہ اور اُس کی ذات کے راز سے، وجود میں

دور تر از فہم و استبصار کو
فہم و بصیرت سے زیادہ دور اور کوئی چیز نہیں ہے؟

چونکہ آں مخفی نماند از محرماں
جبکہ محرموں سے وہ پوشیدہ نہیں رہتا

ذات و وصفے چیست کاں ماند نہاں
تو کس کی ذات اور صفت ہے جو پوشیدہ رہے گی؟

عقلِ بحثی گوید ایں دور است و گو
بحث کرنے والی عقل کہتی ہے کہ بعید ہے اور کہاں ہے؟

بے ز تاویلے محالے کم شنو
کسی ناممکن کو بغیر تاویل کے نہ سن

قطب گوید مر ترا اے سست حال
قطب تجھے کہتا ہے کہ اے سست حال!

آنچہ فوقِ حالِ تست آید محال
جو تیری حالت سے بالا ہے تجھے محال نظر آتا ہے

واقعاتے کہ کنونت بر کشود
وہ واقعات جو تجھ پر اب کھلے ہیں

نے کہ اوّل ہم محالت می نمود
کیا ایسا نہیں تھا کہ وہ پہلے محال نظر آتے تھے؟

چوں رہانیدت ز دہ زنداں کرم
جب تجھے کرم (خداوندی) نے دس قیدخانوں سے آزاد کر دیا ہے

تیہ را بر خود مکن حبسِ ستم
ظلم کر کے تیہ کو، اپنے لئے قیدخانہ نہ بنا

چوں خلاصی یافتی از صد بلا
جب تو سینکڑوں مصیبتوں سے نجات پا گیا ہے

فقر را بر خود مکن رنج و عنا
فقر کو اپنے اوپر رنج و مشقت نہ بنا

سہل گیرش تا نگردد مشکلت
اسکو آسان سمجھ، تاکہ وہ تیرے لئے مشکل نہ بنے

ورنہ شد شکر چو زہرِ قاتلت
ورنہ شکر تیرے لئے قاتل زہر بنے گی

سوئے بحثِ خویش تاز آ بوالحسن
اے ابوالحسن! اپنی بحث کی جانب آ

کایں سخن پایاں ندارد جانِ من
اے جانِ من! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

نسبت اثبات با نفی از نخست
اثبات، اور نفی کی نسبت کا شروع سے

گر بیانش می کنی بر گو درست
اگر تو بیان کرتا ہے تو ٹھیک بیان کر

جمع و تفریق میانِ نفی و اثباتِ یک چیز از روئے نسبت و اختلافِ جہت

ایک چیز کے بارے میں اقرار اور انکار کا جمع ہونا اور نہ ہونا جہت اور نسبت کے اختلاف کی وجہ سے ہے

جب اللہ کے کرم نے سینکڑوں مصیبتیں ٹال دیں تو افلاس اور فقر کی مصیبت کو بھی ٹال دیگا۔ جب دسوں حواسوں سے آزادی مل گئی تو کشف و شہود بھی میسر آجائے گا۔ بحثِ خویش۔ یعنی نفی اور اثبات کی بحث۔ ایں سخن یعنی ماہیتوں کے ادراک کی بحث۔ بوالحسن۔ اس سے کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے ہر مخاطب مراد ہے۔ جمع و تفریق۔ نفی اور اثبات ایک جگہ جمع بھی ہو جاتے ہیں اور ان میں تفریق بھی ہے، حیثیت اور جہت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے ایک ہی چیز ہے ایک حیثیت اور جہت سے وہ معلوم ہے دوسری حیثیت اور جہت سے وہ نامعلوم ہے۔

۱؎ در وجود۔ اللہ کی ذات اور اُس کی صفات عقل اور سمجھ سے دور تر ہیں پھر بھی کامل اولیاء اُس سے واقف ہوتے ہیں۔ ذات و وصفے۔ جبکہ اولیاء ذات و صفاتِ احدیت کا علم حاصل کر لیتے ہیں تو کائنات کی ذات و صفات اُن پر کیسے مخفی رہ سکتی ہے۔
۲؎ عقلِ بحثی۔ یعنی فلسفی کی عقل یہ کہتی ہے کہ ذات و صفات کے بارے میں جو الفاظ ہیں وہ حقیقی معنی پر محمول ہونا محال ہیں لہٰذا اُنھیں تاویل کی جائیگی اور ان کو تاویلی معنی میں سمجھنا ضروری ہے۔ قطب۔ ولی جو واقفِ حال ہے وہ کہتا ہے کہ چونکہ یہ باتیں فلسفی کی عقل سے بالاتر ہیں لہٰذا اُسکو محال نظر آتی ہیں۔ واقعاتے۔ فلسفی کی عقل کا حال تو یہ ہے کہ جب تک چیز وقوع میں نہ آئے اُسکو محال قرار دیتا ہے جب اُس کا وقوع ہو جاتا ہے تو ممکن سمجھتا ہے زمین کی حرکت کو محال سمجھا جاتا تھا اور آسمان کو متحرک مانا جاتا تھا اب زمین کو متحرک مان لیا گیا ہے۔
۳؎ چوں رہانیدت۔ جب انسان مجاہدے کرتا ہے تو وہ پانچوں ظاہری حواس اور پانچوں باطنی حواس کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے اور کشف و شہود کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ تیہ۔ وہ میدان تھا جس میں بنی اسرائیل چالیس سال تک سرگرداں رہے۔ چوں خلاصی۔

نفیِ آں یک چیز و اثباتش رواست
ایک ہی چیز کی نفی اور اثبات درست ہے

چوں جہت شد مختلف نسبت دوتاست
جب جہت بدل گئی، نسبتیں دو ہو گئیں

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ[1] از نسبت است
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا" نسبت کے اعتبار سے ہے

نفی و اثبات ست ہر دو مثبت است
نفی اور اثبات ہے، دونوں درست ہیں

آں تو افگندی چو بر دستِ تو بود
"تو نے پھینکا" چونکہ تیرے ہاتھ سے ہوا

تو نیفگندی کہ قوت حق نمود
"تو نے نہیں پھینکا" چونکہ طاقت اللہ نے دی ہو

زورِ آدم زادہ را حدے بود
انسان کی طاقت کی ایک حد ہے

مشتِ خاکے اشکستِ لشکرے شود
ایک مٹھی بھی ایک لشکر کی شکست کا سبب کیسے ہو سکتی ہے

مشت مشتِ تست و افگندن زماست
مٹھی تو تیری مٹھی ہے، اور پھینکنا ہمارا ہے

زیں دو نسبت نفی و اثباتش رواست
ان دو نسبتوں کی وجہ سے اس کی نفی اور اثبات درست ہے

یَعْرِفُوْنَ الْاَنْبِیَاءَ اَضْدَادُھُمْ[2]
انبیاء کو ان کے مخالفین پہچانتے ہیں

مِثْلَ مَا لَا یَشْتَبِہٗ اَوْلَادُھُمْ
اس طرح جس طرح کہ ان کو اپنی اولاد میں شبہ نہیں ہوتا ہے

ہمچوں فرزندانِ خود دانند شاں
ان کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہیں

منکراں با صد دلیل و صد نشاں
منکر لوگ، دلیلوں اور سینکڑوں علامتوں سے

لیک از رشک و حسد پنہاں کنند
لیکن رشک اور حسد سے چھپاتے رہے ہیں

خویشتن را بر ندانم می زنند
اپنے آپ کو "ہم نہیں جانتے" کا مصداق بناتے ہیں

پس چو یعرف گفت جوئے دگر
پس جبکہ "وہ پہچانتا ہے" فرمایا دوسری جگہ کیوں

گفت لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ فَذَرْ
"ان کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا" پس چھوڑ دے فرمایا

اِنَّھُمْ تَحْتَ قِبَائِیْ کَامِنُوْنَ
وہ میری قبا کے نیچے چھپے ہوئے ہیں

جز کہ یزداں شاں نداند ز آزموں
ان کو خدا کے سوا آزمائش سے کوئی نہیں جانتا ہے

ہم بہ نسبت گیر ایں مفتوح را[3]
اس کھلی ہوئی بات کو بھی تو نسبت کی وجہ سے سمجھ لے

کہ بدانی و ندانی نوح را
کہ تو نوح کو جانتا بھی ہے اور نہیں جانتا ہے

زیں نمط بسیار آمد در خبر
اس طرح کی بات حدیث میں بہت آئی ہے

کاں بہ نسبت باشد اے جاں معتبر
اے جان! کہ وہ نسبت کی وجہ سے معتبر ہوتی ہے

مسئلہ فنا و بقائے درویشِ کامل
کامل درویش کی فنا، اور بقا کا معاملہ

---

[1] مَا رَمَیْتَ۔ جنگِ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی بھر کنکریاں دشمنوں کی طرف پھینکی جس سے وہ اندھے اور شکست یاب ہو گئے۔ چونکہ آنحضورؐ نے اپنے ہاتھ سے وہ مٹھی پھینکی تو پھینکنے کی نسبت آنحضورؐ کی طرف کی گئی اور چونکہ اس پھینکنے نے وہ کام کیا جو آنحضورؐ کا ذاتی نہ تھا اس لئے پھینکنے کی آنحضورؐ سے نفی کر دی گئی۔

[2] یَعْرِفُوْنَ۔ انبیاء کے بارے میں فرمایا گیا ہے جو اولیاء پر بھی صادق ہے کہ منکرین ان کو ایسا ہی جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنی اولاد کو جانتے ہیں پھر فرمایا گیا کہ اولیاء میرے دامن میں چھپے ہوئے ہیں ان کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔ چونکہ جاننا اور نہ جاننا دو حیثیتوں سے ہے لہٰذا دونوں باتیں درست ہیں۔

[3] ہم بہ نسبت۔ حضرت نوحؑ کو جاننا اور نہ جاننا بھی اسی اعتبار سے سمجھ لے۔ زیں نمط۔ حیثیت اور جہت بدل جانے سے دو متضاد حکم بہت سی چیزوں پر لگائے گئے ہیں۔ مسئلہ۔ کسی کی فنا و بقا کا مسئلہ بھی اسی نوعیت کا ہے کہ مختلف حیثیتوں کے اعتبار سے اس کو فانی اور باقی کہا جاتا ہے۔

گفت قایل درجہاں درویش نیست ⁂ ور[1] بود درویش آں درویش نیست

ایک کہنے والے نے کہا دنیا میں کوئی درویش نہیں ہے ⁂ اور اگر درویش ہوگا تو وہ درویش نہیں ہے

ہست از روئے بقائے ذاتِ او ⁂ نیست گشتہ وصفِ او در وصفِ ہو

اس کی ذات کی بقا کے اعتبار سے وہ ہے ⁂ اس کا وصف اللہ کے وصف میں نیست ہو گیا ہے

چوں زبانہ شمع پیشِ آفتاب ⁂ نیست باشد ہست باشد در حساب

جیسا کہ شمع کا شعلہ سورج کے بالمقابل ⁂ نہیں ہے "ہوتا ہے (لیکن) حساب میں ہے"

ہست باشد ذاتِ او تا تو اگر ⁂ بر نہی پنبہ بسوزد زاں شرر

اس کی ذات موجود ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر تو ⁂ روئی رکھدے وہ اس شعلہ سے جل جائے گی

نیست باشد روشنی ندہد ترا ⁂ کردہ باشد آفتاب او را فنا

معدوم ہوتا ہے، تجھے روشنی نہیں دیتا ہے ⁂ سورج نے اس کو فنا کر دیا ہوتا ہے

در[2] دو صد من شہد یک وقیہ ز خل ⁂ چوں در افگندی و در وے گشت حل

دو سو من شہد میں ایک اوقیہ سرکہ ⁂ جب تو نے ڈال دیا اور وہ اس میں حل ہو گیا

نیست باشد طعمِ خل چوں می چشی ⁂ ہست یک وقیہ فزوں چوں می کشی

جب تو چکھے گا سرکہ کا مزہ معدوم ہو گا ⁂ جب تو وزن کرے گا ایک اوقیہ بڑھا ہوا ہے

پیش[3] شیرے آہوئے بیہوش شد ⁂ ہستیش در ہستِ او روپوش شد

ایک ہرن شیر کے سامنے بے ہوش ہو گیا ⁂ اس کی ہستی اس کی ہستی میں چھپ گئی

ایں قیاسِ ناقصاں بر کارِ رب ⁂ جوششِ عشق ست نزترکِ ادب

اللہ (تعالیٰ) کے معاملہ میں ناقصوں کا یہ قیاس ⁂ ادب کو ترک کرنے کی وجہ سے نہیں ہے، عشق کا جوش ہے

نبضِ عاشق بے ادب می جہد ⁂ خویش را در کفۂ شہ می نہد

عاشق کی نبض بلا لحاظ، ادب تڑپتی ہے ⁂ اپنے آپ کو شاہ کے پلڑے میں رکھتی ہے

بے ادب تر نیست زو کس در جہاں ⁂ باادب تر نیست زو کس در نہاں

دنیا میں اس سے زیادہ بے ادب کوئی نہیں ہے ⁂ در پردہ اس سے زیادہ باادب کوئی نہیں ہے

---

۱ ور بود- یعنی اگر وہ موجود ہے تو اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اپنی ذات کے اعتبار سے فانی ہے اور اس کو بقا باللہ حاصل ہے۔
چوں زبانہ- دن میں سورج کے سامنے اگر شمع روشن کرو تو اس پر متضاد حکم لگ سکتے ہیں چونکہ آفتاب کی روشنی کے سامنے اس کی روشنی ماند پڑ گئی ہے تو کہہ سکتے ہو کہ وہ روشن نہیں ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کی لو پر روئی رکھو تو وہ جل جائے گی تم یہ کہہ سکتے ہو کہ شمع روشن ہے۔

۲ در دو صد- اگر دو سو من شہد میں ایک سیر سرکہ ملا دو تو کہہ سکتے ہو کہ سرکہ معدوم ہے چونکہ اس کا کوئی مزہ چکھنے میں معلوم نہیں ہوتا اور یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ سرکہ موجود ہے اس لئے کہ وزن کرو گے تو وہ دو سو من ایک سیر ہوگا۔ اوقیہ- چالیس درہم کا وزن ہمزہ کو حذف کر کے وقیہ بھی کہدیتے ہیں۔

۳ پیش- ہرن جب شیر کے سامنے بیہوش ہو گیا تو وہ فانی بھی ہے اور باقی بھی ہے۔ ایسے قیاس، فنا و بقا میں یہ خیالیں جو دی گئی ہیں وہ حضرت حق کی شایانِ شان نہیں ہیں لیکن ان کا بیان کرنا عشق و محبت کے جوش میں ہوا ہے ترکِ ادب مقصود نہیں ہے۔ ۴ نبض- عاشق، عشقِ الٰہی کا دعویٰ ایک درجہ میں برابری کا دعویٰ ہے اس لئے کہ عاشق و معشوق میں لامحالہ کوئی نسبت ہوتی ہے اور ممکن واجب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتا ہے۔ بے ادب- عاشق عشق کی مستی میں گستاخانہ باتیں بول جاتا ہے لیکن وہ گستاخی اس وقت گستاخی ہے جب اس کی نسبت عاشق کی طرف ہو لیکن چونکہ اس کو فنا کا درجہ حاصل ہے اور وہ باتیں اس کی ذات سے منسوب نہیں ہیں لہٰذا وہ گستاخی نہیں ہے۔

ہم بہ نسبت دان وفاق اے منتخب — ایں دو ضد با ادب با بے ادب
اے برگزیدہ! جمع ہونا بھی نسبت کی وجہ سے سمجھ — با ادب اور بے ادب اِن دو ضدوں کا

بے ادب باشد چو ظاہر بنگری — کہ بود دعویٔ عشقش ہمسری
جب تو دیکھے گا بظاہر بے ادب ہوگا — کیونکہ اُس کا عشق کا دعویٰ، برابری ہے

چوں بباطن بنگری دعویٰ کجاست — او و دعویٰ پیش آن سلطان فناست
جب تو حقیقت کر دیکھے گا وہ دعویٰ کہاں ہے؟ — وہ اور اُس کا دعویٰ شاہ کے سامنے معدوم ہیں

مات زید زید اگر فاعل بود — لیک فاعل نیست کو عاطل بود
"زید مر گیا" زید اگرچہ فاعل ہے — لیکن وہ کرنے والا نہیں ہے، کیونکہ وہ بیکار ہے

او ز روئے لفظِ نحوی فاعل ست — ورنہ او مفعول و موتش قاتل ست
وہ نحوی اصطلاح کے اعتبار سے فاعل ہے — ورنہ وہ مفعول ہے، اور موت اُس کی قاتل ہے

فاعلے چہ کو چناں مقہور شد — فاعلیہا جملہ از وے دور شد
وہ فاعل کیسا وہ ایسا مغلوب ہے — تمام فاعلی اُس سے دور ہو گئی ہے

قصۂ وکیلِ صدرِ جہاں کہ متہم شد و از بخارا گریختہ از بیمِ جاں، باز عشقش گریباں گرفت کہ کارِ جاں بہرِ جاناں سہل باشد عاشقاں را

صدرِ جہاں کے وکیل کا قصہ جو متہم ہو گیا تھا، اور جان کے ڈر سے بخارا سے بھاگ گیا تھا پھر عشق نے اُس کا گریبان پکڑا کہ محبوب کے لئے جان کا معاملہ عاشقوں کے لئے آسان ہوتا ہے

در بخارا بندۂ صدرِ جہاں — متہم شد گشت از صدرش نہاں
بخارا میں، صدرِ جہاں کا ایک غلام — متہم ہو گیا، اُس کے دربار سے غائب ہو گیا۔

مدتِ دہ سال سرگرداں بگشت — گہ خراساں گہ کہستاں گاہ دشت
دس سال تک مارا مارا پھرا — کبھی خراسان میں، کبھی کہستان میں، کبھی جنگل میں

از پسِ دہ سال او از اشتیاق — گشت بے طاقت ز ایامِ فراق
دس سال کے بعد وہ عشق کی وجہ سے — جدائی کے زمانہ سے، بے بس ہو گیا

گفت تابِ فرقتم زیں پس نماند — صبر کے داند خلاعت را نشاند
اُس نے کہا اس کے بعد جدائی کی طاقت مجھ میں نہیں رہی ہے — صبر، فراق کے ڈر کو کہاں فرو کر سکتا ہے؟

لے ہم بہ نسبت۔ اُس کا با ادب ہونا اور بے ادب ہونا بھی نسبت کے اختلاف سے صحیح ہے اگر وہ باتیں اُس کی ذات کی طرف منسوب ہوں تو بے ادب ہے اگر ذاتِ باری کی طرف ہوں تو یہ با ادب ہے۔ چوں بباطن چونکہ اُس کو فنا فی اللّٰہ کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے لہٰذا اُس کا اپنا نہ کوئی دعویٰ ہے نہ کوئی ذات۔

ے ماتَ زیدٌ۔ نحوی ترکیب کے اعتبار سے مات فعل ہے اور زید اُس کا فاعل ہے یہ محض لفظی بات ہے ورنہ زید میں موت کی حالت میں فاعلیت اور کرنے کی صلاحیت کہاں ہے وہ دراصل مفعول اور مقتول ہے موت اُس کی قاتل ہے۔ فاعلے۔ فنا کے بعد فاعل بننے کی صلاحیت ہی باقی نہیں ہے لہٰذا فعل کی اُس کی طرف نسبت نہیں کی جا سکتی۔

ے قصہ۔ اِس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ وکیل اپنی جان سے قطع نظر کر کے بادشاہ کے سامنے پیش ہوا اسی طرح عاشق اپنی ذات و صفات سے قطع نظر کر دیتا ہے۔ صدرش۔ یعنی وہ غلام صدرِ جہاں کے دربار سے روپوش ہو گیا۔ کہستان ایک شہر کا نام ہے۔ خلاعت۔ عشق یا فراق سے ڈرنا۔

از فراق ایں خاکہا شورہ شود ¹ | آب زرد و گندہ و تیرہ شود
فراق سے یہ زمینیں شور بن جاتی ہیں | پانی زرد، اور گندہ، اور گدلا ہو جاتا ہے

بادِ جاں افزا وخم گردد وبا | آتشے خاکسترے گردد ہبا
روح پرور ہوا، ناموافق وبا بن جاتی ہے | آگ، راکھ فضا کے ذرے بنجاتی ہے

باغ چوں جنت شود دار المرض | زرد و ریزاں برگ او اندر حرض
جنت جیسا باغ بیماری کا گھر بن جاتا ہے | عوارض سے اُس کے پتے زرد اور جھڑنیوالے بنجاتے ہیں

عقلِ درّاک از فراقِ دوستاں | ہمچو تیر انداز اشکستہ کماں
دوستوں کی جدائی سے حساس عقل | ٹوٹی ہوئی کمان والے تیر انداز کی طرح ہے

دوزخ ² از فرقت چناں سوزاں شدہ است | بید از فرقت چناں لرزاں شدہ است
دوزخ، فراق سے اِس قدر جلانیوالی بنگئی ہے | بید، فراق سے اِس قدر لرزنے والی بنگئی ہے

گر بگویم از فراقِ چوں شرار | تا قیامت یک بود از صد ہزار
اگر میں چنگاریوں جیسے فراق کے متعلق کہوں | قیامت تک لاکھ میں سے ایک ہوگا

پس ز شرح سوزِ او کم زن نفس | ربِّ سلِّم ربِّ سلِّم گوئی و بس
لہٰذا اُس کی سوزش کی تشریح نہ کر | بس خدا، بچا، خدا بچا کہتا رہ

ہر چہ ³ از وے شاد گردی در جہاں | از فراقِ او بیندیش آں زماں
تو دنیا میں، جس چیز سے خوش ہو | اسی وقت اُس کی جدائی کو سوچ لے

زانچہ گشتی شاد بس کس شاد شد | آخر از وے جست و ہمچوں باد شد
جس چیز سے تو خوش ہوا ہے بہت خوش ہو چکے ہیں | بالآخر اُس سے وہ چیز چلی گئی ہے اور ہوا جیسی ہوگئی

از تو ہم بجہد تو دل بر وے منہ | پیش ازاں کو بجہد از تو تو بجہ
وہ تجھ سے بھی نکل بھاگے گی اُس سے دل نہ لگا | اِس سے پہلے کہ وہ تجھ سے بھاگے تو اُس سے بھاگ جا

ہمچو مریم گوئی پیش از فوت ملک | نفس را کا عوذ بالرحمٰن منک
ملک کے فوت ہونے سے پہلے ہی (حضرت) مریم کیطرح کہہ | نفس سے، میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں

پیدا شدن روح القدس بصورت آدمی ⁴ بر مریم بوقتِ غسل و برہنگی و پناہ گرفتن او بحق تعالیٰ

حضرت جبریلؑ کا آدمی کی صورت میں غسل اور برہنگی کی حالت میں حضرت مریمؑ کے سامنے رونما ہونا اور اُن کا اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا

---

¹ از فراق۔ زمین پانی کی جدائی سے بنجر بن جاتی ہے اور پانی روانی کی جدائی کو گدلا اور گندہ بن جاتا ہے۔ باد۔ ہوا صفائی کی جدائی سے ناموافق اور وبا بنجاتی ہے۔ آتشے۔ آگ ایندھن کی جدائی سے راکھ بن جاتی ہے۔ باغ۔ موسم بہار کی جدائی باغ کو امراض کا گھر بناتی ہے اور مرض کی وجہ سے اسکے پتے زرد ہوکر گرنے لگتے ہیں۔ عقل۔ دوستوں کی جدائی عقل کو ایسا مبہوت کر دیتی ہے جس طرح تیر انداز کمان ٹوٹ جانے سے مبہوت بن جاتا ہے۔

² دوزخ۔ خدا کی رحمت کی جدائی میں جہنم پر سوزی ہوئی ہے بید کا درخت حیات کے فراق سے لرزتا ہے۔ گر بگویم۔ فراق کے اثرات کا بیان قیامت تک ممکن نہیں ہو سکتا۔ پس فراق کے اثرات کی تفصیل میں پڑنے کی بجائے الاماں الاماں کہنا چاہیے۔

³ ہر چہ۔ دنیا کی خوشکن چیز فراق کا داغ دینے والی ہے۔ زانچہ۔ دنیا کی خوشکن چیز نے بہت سوں کو فراق میں مبتلا کیا ہے۔ پیش ازاں۔ اس چیز کے جدا ہونے سے پہلے ہی اگر تو اپنا دل اُس سے ہٹالیگا تو فراق کی تکلیف نہ ہوگی۔ ہمچو مریم۔ جسطرح مریمؑ نے خدا کی پناہ حاصل کی تھی تو بھی دنیا کی خوشکن چیزوں سے خدا کی پناہ حاصل کرے اور انکے فوت ہونے سے قبل ہی خدا کیطرف رجوع کرے

دید مریمؑ صورتے بس جانفزا ۔۔۔ جانفزائے دلربائے درخلا[۵۱]
حضرت مریمؑ نے ایک روح پرور صورت دیکھی ۔۔۔ خلوت میں جو بڑی روح پرور اور دلربا تھی

پیشِ اُو بر رُست از روئے زمیں ۔۔۔ چوں مہ و خورشید آں رُوح الامیں
اُن کے سامنے زمین سے نکل آئے ۔۔۔ جبرئیلؑ، چاند اور سورج جیسے

از زمیں بر رُست خوبے بے نقاب ۔۔۔ آنچناں کز شرق روید آفتاب
ایک حسین بے نقاب زمین سے نمودار ہوا ۔۔۔ جس طرح مشرق سے سورج نمودار ہوتا ہے

لرزہ[۵۲] بر اعضائے مریمؑ اُوفتاد ۔۔۔ کُو برہنہ بُود و ترسید از فساد
(حضرت) مریمؑ کے اعضاء پر کپکپی طاری ہو گئی ۔۔۔ کیونکہ وہ ننگی تھیں اور خرابی سے ڈریں

صورتے کہ یوسفؑ ار دیدے عیاں ۔۔۔ دست از حیرت بریدے چوں زناں
وہ ایسی صورت (تھی) کہ اگر حضرت یوسفؑ اس کو دیکھ لیتے ۔۔۔ عورتوں کی طرح حیرت سے ہاتھ کاٹ لیتے

ہمچو گل پیشش بروئید او ز گل ۔۔۔ چوں خیالے کہ بر آرد سر ز دل
وہ زمین سے پھول کی طرح اُن کے سامنے اُگ آئے ۔۔۔ جس طرح خیال دل سے سر اُبھارتا ہے

گشت مریمؑ بیخود و در بیخودی ۔۔۔ گفت بجہم در پناہِ ایزدی
(حضرت) مریمؑ بے اختیار ہو گئیں اور بیخودی میں ۔۔۔ فرمایا میں خدا کی پناہ میں آتی ہوں

زانکہ[۵۳] عادت کردہ بُود آں پاک جیب ۔۔۔ در ہزیمت رخت بُردن سوئے غیب
کیونکہ اُن پاکدامن نے عادت ڈال رکھی تھی ۔۔۔ عاجزی میں غیب کی طرف رجوع کرنے کی

چوں جہاں را دید مُلکے بیقرار ۔۔۔ حازمانہ ساخت زاں حضرت حصار
چونکہ انھوں نے دنیا کو بے قرار ملک سمجھ لیا تھا ۔۔۔ پختہ کاری سے اُس دربار کو قلعہ بنا لیا تھا

تا بگاہِ مرگ حصنے باشدش ۔۔۔ کہ نیابد خصم راہِ مقصدش
تاکہ موت کے وقت وہ اُن کا قلعہ بنے ۔۔۔ تاکہ شیطان اپنے مقصد کا راستہ نہ پائے

از پناہِ حق حصارے بہ ندید ۔۔۔ یورتگہ نزدیکِ آں دژ بر گزید
انھوں نے اللہ کی پناہ سے زیادہ بہتر کوئی قلعہ نہیں دیکھا ۔۔۔ اِس قلعہ کے نزدیک انھوں نے قیامگاہ منتخب کی

چوں بدید آں غمزہائے عقل سوز ۔۔۔ کہ ازو می شُد جگرہا تیر دوز
جب انھوں نے وہ عقل سوز ادائیں دیکھیں ۔۔۔ جن سے جگر زخمی ہوتے تھے

شاہ و لشکر حلقہ در گوشش شُدہ ۔۔۔ خسروانِ ہوش بیہوشش شُدہ
شاہ اور لشکر اُس کے حلقہ بگوش بن گئے تھے ۔۔۔ عقل کے شہنشاہ بیہوش ہو گئے تھے

---

۵۱ درخلا۔ حضرت مریمؑ نے لوگوں سے گریز، تنہائی اختیار کر لیا تھا۔ روح الامین۔ حضرت جبرئیلؑ زمین سے نمودار ہوئے تھے بے نقاب۔ حضرت جبرئیلؑ بے حجاب اس طرح نمودار ہوئے جس طرح مشرق سے سورج طلوع کرتا ہے۔

۵۲ لرزہ۔ حضرت جبرئیلؑ کے نمودار ہونے سے حضرت مریمؑ گھبرا گئیں، برہنہ تھیں کہیں کوئی خرابی پیش نہ آجائے۔ صورتے۔ حضرت جبرئیلؑ ایسی حسین صورت میں نمودار ہوئے کہ اگر حضرت یوسفؑ اُن کو دیکھتے تو اُن کے حسن سے مبہوت ہو کر اسی طرح اپنا ہاتھ کاٹ لیتے جس طرح اُن کے حسن سے مبہوت ہو کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ گفت۔ حضرت مریمؑ نے گھبرا کر فرمایا تھا اِنّی اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰن میں خدا کی پناہ پکڑتی ہوں۔

۵۳ زانکہ حضرت مریمؑ کی یہ عادت تھی کہ ہر پریشانی میں وہ خدا کی پناہ چاہتی تھیں۔ بے قرار، ناپائیدار۔ حازمانہ، پختہ کاری، ہوشیاری، قلعہ۔ یورتگہ، قیام کی جگہ۔ دژ، قلعہ۔ غمزہ۔ یعنی حضرت جبرئیلؑ کے ناز و ادا۔ شاہ و لشکر۔ یہ اشعار حضرت جبرئیلؑ کی تعریف میں ہیں۔

صد ہزاراں شاہ مملوکش رِقؔ ۱ | صد ہزاراں بدر را دادہ بدِق
لاکھوں بادشاہ غلامی کی وجہ سے اُسکے مملوک ہوگئے تھے | لاکھوں چودھویں کے چاندوں کو اُسنے گھٹاؤ میں مبتلا کر دیا تھا

زہرۂ نے مر زہرہ را تا دم زند | عقلِ کلش چوں ببیند کم زند
زہرہ کے پتہ نہیں کہ دَم مار سکے | جب اسکو عقلِ کل دیکھ لے اسکو ہار کر چھوڑ دے

من چہ گویم چوں مرا بر دوختہ است | دمگہم را دمگہِ اُو سوختہ است
میں کیا بتاؤں جبکہ اُس نے مجھے چھلنی کر دیا ہے | اُس کے نظارہ نے میرا گلا جلا دیا ہے

دودِ آں نارم دلیلم من برو | دور ازاں شہ باطلِ ما عبدوا
میں اُس آگ کا دھواں ہوں میں اُسکی نشانی ہوں | اُس شاہ سے دور ہے، لوگوں نے جو تعبیر کی ہو وہ باطل ہو

۲ خود نباشد آفتابے را دلیل | جز کہ نورِ آفتابِ مستطیل
سورج کے لئے کوئی دلیل نہیں ہوتی | سورج کے لمبے نور کے سوا

سایہ کہ بود تا دلیلِ او بود | ایں بسستش کہ ذلیلِ او بود
سایہ کیا ہوتا ہے جو اُس کی دلیل بنے | اُس کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اُس کا تابع ہو

ایں جلالت در دلالت صادق است | جملہ ادراکات پس او سابق است
یہ بڑائی (اپنی) دلالت میں سچی ہے | تمام ادراکات پیچھے ہیں، وہ آگے ہے

۳ جملہ ادراکات بر خرہائے لنگ | اُو سوارِ بادِ پرّاں چوں خدنگ
تمام ادراکات لنگڑے گدھوں پر سوار ہیں | وہ تیر کی طرح اُڑنے والی ہوا پر سوار ہے

گر گریزد کس نیابد گردِ شہ | ور گریزند اُو بگیرد پیشِ رہ
اگر شاہ بھاگے کوئی اُس کی گرد نہیں پا سکتا | اور اگر لوگ بھاگیں تو وہ (شاہ) آگے کا راستہ روک لے

جملہ ادراکات را آرام نے | وقتِ میدان است وقتِ جام نے
جملہ ادراکات کو سکون نہیں ہے | میدان کا وقت ہے، جام کا وقت نہیں ہے

آں یکے وہمے چو بازے می پرد | واں یکے چوں تیر منفذ می درد
ایک خیال باز کی طرح اُڑتا ہے | اور ایک تیر کی طرح خود کو پھاڑتا ہے

واں دگر چوں کشتیِ با بادباں | واں دگر اندر تراجع ہر زماں
اور دوسرا بادبان والی کشتی کی طرح ہے | اور دوسرا ہر وقت تردد میں ہے

---

۱ رِق۔ غلامی۔ دِق۔ گھلاؤ، کمزوری۔ زہرہ۔ زا کے زبر سے پتّہ، زا کے پیش سے ستارے کا نام ہے۔ عقلِ کل۔ عقلِ اوّل۔ من چہ گویم۔ یہاں سے مولانا نے حضرت جبرئیلؑ کے حسن کے ذکر سے اللہ کے جمال کی طرف گریز کیا ہے۔ دمگہ۔ گلا۔ صنعت۔ جزو۔ یعنی میں اور تمام مخلوق اس کے آثار ہیں اور اثر موثر کے وجود کی دلیل ہوتا ہے لہٰذا میں اُس کے وجود کی دلیل ہوں اِس کے علاوہ ذاتِ باری کی جو تعبیرات ہیں وہ صحیح تعبیریں نہیں ہیں۔

۲ خود۔ سورج کا وجود کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ "آفتاب آمد دلیلِ آفتاب"۔ سایہ۔ مولانا نے اپنے آپ کو دھواں قرار دے کر خود کو دلیل کہا تھا اب فرماتے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے سایہ کی کیا حقیقت ہے کہ وہ سورج کی دلیل بن سکے۔ جملہ ادراکات۔ یعنی وہ تمام ادراکات سے وراء الوراء ہے۔

۳ جملہ ادراکات۔ ہماری دلیل اور ادراک کی ذاتِ باری سے وہی نسبت ہے جو خرِ لنگ اور ہوا پر سوار کی نسبت۔ خرِ لنگ اُس کو کبھی نہیں پکڑ سکتا۔ گر گریزد۔ ذاتِ حق انسان سے قریب بھی ہے اور اُس کے ادراک سے بعید بھی ہے۔ جملہ ادراکات۔ انسان کے جس قدر ادراکات ہیں وہ کوئی بھی اُسکی حقیقت تک پہنچکر مطمئن نہیں ہے پھر بھی جستجو جاری رہنی ضروری ہے۔ آں یکے۔ انسانوں کے ادراکات مختلف ہیں کسی کا ادراک تیز ہے اور کسی کا ادراک چیونٹی اور حجابات کو دور کرنے اور ہٹانے والا ہے۔ واں دگر۔ ایک کے وہم وخیال کی روانی کشتی کی سی ہے۔ تراجع۔ تردد۔

چوں شکارےؔ[1] می نماید شاں ز دور — جملہ حملہ می فزایند آں طیور

جب اُن کو کوئی شکار دُور سے نظر آتا ہے — وہ سب پرند حملہ کرتے ہیں

چونکہ ناپیدا شود حیراں شوند — ہمچو جُغداں سوئے ہر ویراں شوند

جب وہ غائب ہو جاتا ہے سب حیران ہوتے ہیں — اُلّوؤں کی طرح ہر ویرانے میں چلے جاتے ہیں

منتظرِ چشمے بہم یک چشم باز — تا کہ پیدا گردد آں صیدِ نیاز

اس طور پر منتظر کہ ایک آنکھ کھلی ہوئی ایک آنکھ بند — تاکہ وہ نیازمندی کا شکار نظر آ جائے

چوں بماند دیر گویند از ملال — صید بود آں خود عجب یا خود خیال

جب وہ دیر تک (مخفی) رہتا ہے تھک کر کہتے ہیں — تعجب ہے وہ شکار تھا یا خود خیال (تھا)

مصلحتؔ[2] آنست تا یک ساعتے — قوتے گیرند و زور از راحتے

مصلحت یہ ہے، کہ تھوڑی دیر — آرام کے ذریعہ قوت اور طاقت پیدا کر لیں

گر نبودے شب ہمہ خلقاں ز آز — خویشتن را سوختندے ز اہتزاز

اگر رات نہ ہوتی تمام لوگ حرص کی وجہ سے — بھاگ دوڑ میں اپنے آپ کو جلا ڈالتے

از ہوس وز حرص سود اندوختن — ہر کسے دادے بدن را سوختن

ہوس اور نفع کمانے کی حرص سے — ہر شخص جسم کو پھونک ڈالتا

شب پدید آید چو گنجِ رحمتے — تا رہند از حرصِ خود یک ساعتے

رحمت کے خزانے کی طرح رات ہو جاتی ہے — تاکہ تھوڑی دیر کیلئے حرص سے نجات پا جائیں

چونکہؔ[3] قبضے آیدت اے راہرو — آں صلاحِ تُست آیس دل مشو

اے سالک! جب تجھ پر قبض طاری ہو — وہ تیری بھلائی ہے، مایوس دل نہ بن

زانکہ در خرجی دراں بسط و کشاد — خرج را دخلے بباید ز اعتداد

کیونکہ تو اس قبض و بسط میں صرف کرنے میں ہے — خرچ کیلئے ذخیرے میں سے آمد چاہیئے

گر ہمارہ فصلِ تابستاں بُدے — سوزشِ خورشید در بُستاں زدے

اگر ہمیشہ گرمی کا موسم ہوتا — سورج کی گرمی باغ کو پھونک دیتی

منبتش را سوختے از بیخ و بُن — کہ دگر تازہ نگشتے آں کہن

اس کی کیاریوں کو جڑ اور بنیاد سے ایسا جلا دیتی — کہ وہ پرانا کبھی (ترو) تازہ نہ بنتا

گر ترش رویست آں دے مشفق ست — صیف خنداں است و اما محرق ست

اگر وہ خزاں ترش رو ہے تو مہربان (بھی) ہے — گرمی کا موسم مسکرانے والا ہے لیکن جلانے والا ہے

---

[1] شکارے۔ کوئی تجلی۔ آں طیور۔ یعنی حواس۔ جُغداں۔ یعنی اس تجلی کے ادراک سے محروم ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ منتظر۔ انسان شکار پر تیر وغیرہ چلانے کے وقت ایک آنکھ بند کر لیتا ہے ایک آنکھ سے نشانہ باندھتا ہے۔ صید۔ یعنی تجلی۔ چوں۔ مایوسی میں سوچنے لگتا ہے کہ وہ کوئی تجلی تھی یا محض غیر واقعی خیال تھا۔

[2] مصلحت۔ ان حالات میں سالک اور مجاہد کے لئے مناسب ہے کہ وہ آرام کرے تاکہ اس میں طاقت پیدا ہو جائے۔ گر نبودے۔ اللہ تعالٰے نے رات کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ انسان اس میں آرام کرے اور تھکن دور کرے۔ اہتزاز۔ حرکت کرنا۔ از ہوس۔ اگر رات نہ ہوتی تو کمائی کے لالچ میں ہر وقت مصروفِ کار رہ کر بدن کو تباہ کر لیتا۔ شب۔ رات کا وجود انسانوں کے لئے اللہ کی رحمت ہے۔

[3] چونکہ قبض کی حالت میں وہ تمام قوائے باطنی مجتمع ہو جاتے ہیں جو بسط کی حالت میں خرچ ہو رہے تھے۔ آیس۔ مایوس۔ دخل۔ آمدنی۔ اعتداد۔ جمع کرنا۔ گر ہمارہ۔ موسمی تغیرات رحمتِ خداوندی ہیں۔ منبت۔ کھیت کیاری۔ دے۔ خزاں کا موسم اگرچہ ناگوار ہے لیکن اس میں بھی خوبی ہے۔ صیف۔ موسم گرما میں اگرچہ انسان کو تکلیف ہوتی ہو لیکن پھول بھی کھلتے ہیں۔

۱؎ چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بیں
جب قبض طاری ہو تو اس میں بسط کا مشاہدہ کر

تازہ باش و چیں میفگن بر جبیں
تازہ رہ، پیشانی پر شکن نہ ڈال

کودکاں خنداں و دانایاں ترش
بچے خوش ہیں اور عقلمند غمگین ہیں

غم جگر را باشد و شادی ز شش
غم جگر کے لئے ہے اور خوشی پھیپھڑے سے

چشمِ کودک ہمچو خر در آخر ست
بچے کی نظر، گدھے کی طرح آخور پر ہے

چشمِ عاقل در حسابِ آخر ست
عقلمند کی نظر آخرت کے حساب پر ہے

او در آخر چرب می بیند علف
وہ آخور میں، لذیذ گھاس دیکھتا ہے

ویں ز قصابِ آخرش بیند تلف
اور یہ قصائی سے بالآخر اپنی ہلاکت دیکھتا ہے

۲؎ آں علف تلخ ست کیں قصاب داد
جو گھاس قصائی نے دی ہے، وہ کڑوی ہے

بہرِ لحمِ ما ترازوے نہاد
اس نے ہمارے گوشت کے لئے ترازو تیار کر دی ہے

رَو زِ حکمت خور علف کاں را خدا
جا، دانائی کی گھاس کھا، جو خدا نے

بے عوض دادست و از محضِ عطا
مفت عنایت کی ہے، اور خالص عطیہ ہے

فہمِ ناں کردی نہ حکمت اے رہی
اے بندے! تو روٹی سمجھا نہ کہ حکمت

چونکہ حق گفتت کلوا من رزقہ
جبکہ اللہ نے تجھ سے فرمایا، اس کا رزق کھاؤ

رزقِ حکمت بہ بود در مرتبت
رتبے میں حکمت کا رزق بہتر ہوتا ہے

کاں گلوگیرت نباشد عاقبت
اس لئے کہ انجام میں وہ تیرا گلا پکڑنے والا نہ ہوگا

۳؎ ایں دہاں بستی دہانے باز شد
تو نے یہ منہ بند کیا تو ایسا منہ کھلا

کو خورندۂ لقمہائے راز شد
جو اسرار کے لقمے کھانے والا بنا

گر ز شیر ایں دیوِ تن را وابری
اگر تو اس جسم کے شیطان کو دودھ سے ہٹالے گا

در فطامِ او بسے نعمت خوری
اس کا دودھ چھڑانے میں بہت سی نعمتیں کھائیگا

ترکِ جوشے کردہ ام من نیم خام
میں نے ادھ کچرے کو جوش نہیں دیا ہے

از حکیمِ غزنوی بشنو تمام
حکیم غزنوی سے، مکمل سن لے

در الٰہی نامہ گوید شرحِ ایں
اس کی شرح "الٰہی نامہ" میں بیان کی ہے

آں حکیمِ غیب و فخر العارفین
اس اسرار کے دانا اور عارفوں کے فخر نے

غم خور و ناںِ غم افزایاں مخور
غم کھا، اور غم بڑھانے والوں کی روٹی نہ کھا

زانکہ عاقل غم خورد کودک شکر
کیونکہ عقلمند غم کھاتا ہے، بچہ شکر کھاتا ہے

۱؎ چونکہ قبض۔ اگر سالک پر قبض کی کیفیت طاری ہو تو اس سے بھی غمگین نہ ہونا چاہیئے اس کو مفید سمجھے۔ کودکاں۔ بسط کی کیفیت بھی ایک طفلانہ حرکت ہے اس کے زیادہ خواہشمند نہ ہو۔ چشمِ کودک۔ بچے عارضی خوشیوں سے خوش رہتا ہے۔ چشمِ عاقل۔ عقلمند کے پیش نظر آخرت رہتی ہے تو وہ اس کے حساب کتاب سے مغموم رہتا ہے۔

۲؎ آں علف۔ دنیاوی لذتوں کو قصائی کی گھاس سمجھ۔ اصل خوراک دین کا تفقہ اور اہل یقین کا طریقہ ہے۔ کلوا من رزقہ۔ تم اس کا رزق کھاؤ اس رزق سے مراد حکمت ہے نہ کہ دنیاوی غذائیں۔ رزق حکمت۔ یہ رزق ایسا ہے جس پر کوئی اخروی مواخذہ نہیں ہے۔

۳؎ ایں دہاں۔ حضرت سعدیؒ نے فرمایا ہے۔ شعر۔
اندروں از طعام خالی دار
تا درو نورِ معرفت بینی
گر۔ دنیوی لذتیں ترک کرنے سے اسرار خداوندی کا رزق حاصل ہونے لگے گا ترک۔ میں نے یہ مضمون پورا نہیں سمجھایا اگر پورا سمجھنا ہو تو "الٰہی نامہ" پڑھ لو جو حکیم سنائی غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ غم خور۔ انسان کو آخرت کی فکر کرنی چاہیئے شکر کھانا طفلانہ حرکت ہو۔

قندِ[۱] شادی میوۂ باغِ غم ست — ایں فرح زخم ست وآں غم مرہم ست

خوشی کی شکر، غم کے باغ کا میوہ ہے — یہ خوشی زخم ہے، اور غم مرہم ہے

غم چو بینی در کنارش کش بعشق — از سرِ ربوہ نظر کن در دمشق

تو جب غم دیکھے اس کو محبت سے بغل میں لے لے — دمشق کو ٹیلے پر سے دیکھ

عاقل از انگور مے بیند ہمی — عاشق از معدوم شئی بیند ہمی

عقلمند انگور میں شراب دیکھتا ہے — عاشق معدوم میں موجود کو دیکھتا ہے

جنگ میکردند حمالاں پرير — تو مکش تا من کشم حملش چو شیر

پرسوں، بوجھ اٹھانے والے جھگڑ رہے تھے — تو نہ اٹھا تاکہ میں شیر کی طرح اس کا بوجھ اٹھاؤں

زانکہ زاں رنجش ہمی دیدند سود — حمل را ہر یک زدیگر می ربود

کیونکہ انہوں نے اس تکلیف کو مفید سمجھا تھا — (اسلئے) بوجھ کو ایک دوسرے سے اچکتا تھا

مزدِ[۲] حق کو مزدِ آں بے مایہ کو — ایں دہد گنجیت مزد و آں تسو

کہاں اللہ (تعالیٰ) کی مزدوری کہاں اس مفلس کی (مزدوری) — یہ تجھے مزدوری میں خزانہ دے گا، وہ کوڑی

گنجِ زرے کہ چو خسپی زیرِ ریگ — با تو باشد آں نباشد مردہ ریگ

سونے کا ایسا خزانہ کہ جب تو مٹی کے نیچے سوئیگا — وہ تیرے پاس ہوگا، وہ موروثی مال نہ ہوگا

پیش پیشِ آں جنازت میرود — مونسِ گور و غریبی می شود

وہ تیرے جنازے کے آگے آگے چلے گا — مسافرت، اور قبر میں غم خوار ہوگا

بہرِ[۳] روزِ مرگ ایں دم مردہ باش — تا شوی با عشقِ سرمد خواجہ تاش

موت کے دن کے لئے اس وقت مُردہ بن جا — تاکہ تو سرمدی عشق کا ساتھی بنے

صبر می بیند زپردہ اجتہاد — روئے چوں گلنار و زلفین مراد

صبر، مجاہدے کے پردے میں سے دیکھتا ہے — مقصود کا گلنار جیسا چہرہ اور دو زلفیں

غم چو آئینہ ست پیشِ مجتہد — کاندراں ضد می نماید روئے ضد

مجاہدہ کرنے والے کے لئے غم آئینہ جیسا ہے — کہ اس ضد میں (اسکی) ضد کا چہرہ نظر آتا ہے

بعدِ ضدِ رنج آں ضدِ دگر — رو دہد یعنی گشاد و کر و فر

مقابل رنج کے بعد دوسرا مقابل — نظر آتا ہے یعنی کشادگی اور شان و شوکت

---

[۱] قندِ شادی۔ آخرت کا غم خوشی کی قند عنایت کریگا دنیا کی خوشی تو زغم ہے۔ دمشق۔ ملک شام کا مشہور شہر ہے۔ ربوہ۔ ٹیلا، ایک خاص ٹیلا ہے جو دمشق کے قریب ہے جو شخص دمشق کے حُسن کا قائل نہیں ہوتا تھا اس کو کہا جاتا تھا کہ اس ٹیلے پر چڑھ کر دمشق کا منظر دیکھ لے تو حُسن کا قائل ہو جائیگا۔ عاقل۔ عقلمند انسان ہر چیز کے آغاز سے انجام کو دیکھ لیتا ہے تم بھی غم امروز سے مسرتِ فردا کو دیکھ لو۔ حمالان۔ مزدور بوجھ کی بجبت انجام یعنی مزدوری کے لالچ میں برداشت کرتا ہے۔

[۲] مزدِ حق۔ جب بے مایہ انسان سے مزدوری حاصل کرنے کے لئے مشقت اٹھائی جاتی ہے تو اللہ کی جانب سے جو مزدوری ملیگی اس کے لئے کیوں نہ مشقت برداشت کی جائے۔ تسو۔ چار جَو کے وزن کا سکہ تھا۔ گنج۔ وہ ایسا خزانہ ہوگا جو قبر میں کام آئیگا۔ مُردہ ریگ۔ وراثت کا مال۔ پیش۔ نیکیاں مُردے سے پہلے ہی راحت رسانی کیلئے قبر میں پہنچ جاتی ہیں۔

[۳] بہر روزِ مرگ۔ حکم ہے۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا یعنی موت سے قبل ہی دنیا اور اس کی لذتوں کو خیرباد کہدو۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلاموں میں سے ہر ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلاتا ہے۔ گلنار۔ انار کے درخت کی ایک قسم ہے جس پر پھل نہیں آتا وہ صرف پھولوں سے لدھ جاتا ہے۔ غم۔ مجاہدہ کرنیوالا غم میں خوشی دیکھتا ہے۔ ضدِ رنج۔ رنج اور خوشی دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جب ایک ضد یعنی رنج نمودار ہوتا ہے تو اسکے بعد کشادگی اور خوشی نمودار ہو جاتی ہے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا "بیشک تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔"

ایں دو وصف از پنجہ و دستت ببیں ||| بعدِ قبضِ مُشت بسط آید یقیں

اِن دونوں باتوں کو اپنے ہاتھ اور پنجے سے سمجھ لے ||| مٹھی بند کرنے سے یقیناً فراخی آتی ہے

پنجہ را اگر قبض باشد دائما ||| یا ہمہ بسط او بوَد چوں مُبتلا

اگر مٹھی ہمیشہ بند رہے ||| یا ہمہ وقت کھلی رہے، وہ مصیبت میں رہیگا

زیں دو وصفش کار و مکسب منتظم ||| چوں پرِ مرغ ایں دو حال او را مہم

اُس کے اِن دونوں وصفوں سے کاروبار باقاعدہ ہے ||| جس طرح پرندے کے بازوؤں کیلئے یہ دونوں باتیں ضروری ہیں

گفتنِ روح القدس مریم را علیہما السلام کہ من رسولِ حقم آشفتہ و پنہاں از من مشو

حضرت جبرئیلؑ کا حضرت مریمؑ سے کہنا اُن دونوں پر سلام ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا قاصد ہوں مجھ سے پریشان نہ ہو اور نہ چھپ

چونکہ مریم مضطرب شد یک زماں ||| ہمچناں کہ بر زمیں آں ماہیاں

جب تھوڑی دیر کے لئے حضرت مریمؑ تڑپیں ||| جیسے کہ خشکی پر مچھلیاں

بانگ بر وے زد نمودارِ کرم ||| کہ امینِ حضرتم از من مرم

کرم (خداوندی) کے جلوے نے انہیں پکارا ||| کہ میں خدا کا امین ہوں، مجھ سے نہ بھاگئے

از سر افرازانِ عزت سر مکش ||| از چنیں خوش محرماں خود در مکش

(بارگاہ) عزت کے معززین سے سر نہ پھیریے ||| اتنے بہترین رازداروں سے سراسیمہ نہ ہو

ایں ہمی گفت و ذبالۂ نورِ پاک ||| از لبش می شد پیاپے بر سماک

وہ یہ کہہ رہے تھے، اور پاک نور کی شعاع ||| اُن کے ہونٹوں سے پے در پے سماک (ستارہ) پر پہنچ رہی تھی

از وجودم می گریزی در عدم ||| در عدم من شاہم و صاحب علم

آپ میرے وجود سے علیحدہ کیوں بھاگتی ہیں؟ ||| میں آخرت کا شاہ اور علمبردار ہوں

خود بنہ و بنگاہِ من در نیستی ست ||| یک سوارہ نقشِ من پیشِ ستی ست

میرا سامان اور گھر (ملک) عدم میں ہے ||| تھوڑی دیر کے لئے میری صورت جناب کے سامنے ہے

مریما بنگر کہ نقشِ مشکلم ||| ہم ہلالم ہم خیال اندر دلم

اے مریمؑ! دیکھو میں ایک مشکل نقش ہوں ||| میں چاند بھی ہوں، اور میں دل کے اندر خیال بھی ہوں

چوں خیالے در دلت آمد نشست ||| ہر کجا کہ میگریزی با تو ہست

خیال جب تمہارے دل میں آیا، بیٹھ گیا ||| جہاں بھی جاؤ، وہ تمہارے ساتھ ہے

ل١ ایں دو وصف یعنی تنگی کے بعد کشادگی آنے کو اپنے ہاتھ کی مٹھی سے سمجھ لو ہاتھ کی مٹھی بند رکھو گے تو فائدہ اور اسکی کشادگی میسر آئے گی۔ پنجہ را۔ ہاتھ کی مٹھی کا نہ ہمیشہ کھلا رہنا اچھا ہے نہ بند رہنا۔ زیں دو وصف۔ مٹھی کا نہ ہر وقت بند رکھنا مناسب ہے اور نہ ہر وقت کھولنا جس طرح کہ پرندہ کی پرواز اسی وقت صحیح رہتی ہے جبکہ بازو ہر وقت کھلیں اور نہ ہر وقت بند ہوں۔

ل٢ چونکہ حضرت مریمؑ حضرت جبرئیلؑ کے اچانک رونما ہوجانے سے ایسی تڑپیں جیسا کہ مچھلی خشکی پر تڑپتی ہے۔ امین حضرت جبرئیلؑ کو روح الامین کہا جاتا ہے۔ حضرت۔ دربار خداوندی۔ مرم۔ نہ بھاگ۔ سرافراز۔ باعزت۔ ذبالہ چراغ کی بتی۔ سماک۔ ایک ستارہ کا نام ہے۔ درعلم۔ عالم آخرت۔

ل٣ بنہ و بنگاہ۔ بنہ۔ سامان۔ بنگاہ۔ سامان رکھنے کی جگہ۔ ستی۔ معزز عورت۔ ہم ہلالم۔ یعنی میرا شہودی وجود بھی ہے اور مثالی وجود بھی ہے، وجود مثالی مثل خیال کے ہے خیال سے انسان بھاگ کر نہیں بچ سکتا۔

جز خیالے عارضیِ باطلے (۱ے)
سوائے عارضی، باطل خیال کے

کو بود چوں صبحِ کاذب آفلے
جو صبح کاذب کی طرح غائب ہوجانے والا ہے

من چو صبحِ صادقم از نورِ رب
میں اللہ (تعالیٰ) کے نور سے صبح صادق کی طرح ہوں

کہ نگردد گردِ روزم ہیچ شب
کہ میرے دن کے پاس کوئی رات نہیں آتی ہے

ہیں مکن لاحول عمران زادہ ام
اے عمران کی بیٹی! مجھ پر "لاحول" نہ پڑھو

کہ ز لاحول ایں طرف افتادہ ام
میں "لاحول" سے ہی اس طرف آیا ہوں

مر مرا اصل و غذا لاحول بود (۲ے)
میری اصل اور غذا "لاحول" ہے

نورِ لاحولے کہ پیش از قول بود
اس "لاحول" کا وہ نور جو لفظ سے پہلے ہے

تو ہمی گیری پناہ از من بحق
آپ مجھ سے اللہ (تعالیٰ) کی پناہ چاہ رہی ہیں

من نگاریدہ پناہم در سبق
میں ازل میں اسی کی پناہ کی تحریر ہوں

آں پناہم من کہ مخلصہات بود
میں وہی پناہ ہوں جو آپ کی نجات کی جگہ ہے

تو اعوذ آری و من خود آں اعوذ
آپ اعوذ پڑھتی ہیں میں خود وہی اعوذ ہوں

آفتے نبود بتر از ناشناخت (۳ے)
نہ پہچاننے سے زیادہ بڑی کوئی مصیبت نہیں ہے

تو برِ یاری ندانی عشق باخت
تو معشوق کے پاس ہے اور عشقبازی نہیں جانتا

یار را اغیار پنداری ہمی
تو معشوق کو غیر سمجھ رہا ہے

شادیِ را نام بنہادی غمی
تو خوشی کو غمی کا نام دیتا ہے

ایں چنیں لطفے کہ دارد یارِ ما
اس مہربانی کے ہوتے ہوئے ہمارا یار رکھتا ہے

تو گریزانی از و اے بیوفا
اے بے وفا! تو اس سے بھاگتا ہے

ایں چنیں نخلے کہ لطفِ یارِ ماست
کھجور کا ایسا درخت جو ہمارے یار کی مہربانی ہے

چونکہ ما دزدیم نخلش دارِ ماست
جبکہ ہم چور بنیں اس کا کھجور کا درخت ہمارے لئے سولی ہے

ایں چنیں مشکیں کہ زلفِ میرِ ماست
ایسی خوشبودار چیزیں جو کہ ہمارے آقا کی زلفیں ہیں

چونکہ بے عقلیم آں زنجیرِ ماست
جبکہ ہم بے عقلی کریں، وہ ہماری بیڑیاں ہیں

ایں چنیں لطفے چو نیلے میرود
ایسی مہربانی جو نیل (دریا) کی طرح جاری ہے

چونکہ فرعونیم چوں خوں می شود
جبکہ ہم فرعون ہیں، خون جیسی ہوجاتی ہے

خوں ہمی گوید من آبم ہیں مریز
خون کہتا ہے کہ میں پانی ہوں خبردار! مجھے نہ بہا

یوسفم گرگ از توام اے پُرستیز
میں یوسف ہوں اے جھگڑالو! تیری وجہ سے بھیڑیا ہوں

۱ے جز خیالے۔ عارضی باطل خیال سے جُدائی ممکن ہے۔ صبح کاذب۔ یہ صبح نمودار ہو کر غائب ہو جاتی ہے۔ صبح صادق۔ یہ صبح نمودار ہو کر غائب نہیں ہوتی ہے سکتی۔ لاحول کے معنی ہیں کہ طاقت صرف اللہ کی ہے تو جو چیز خود اللہ کی طاقت سے نمودار ہوئی ہو اس پر لاحول پڑھنا بیکار ہے۔

۲ے لاحول یعنی خدائی طاقت۔ قول۔ یعنی لاحول پڑھنے والے کا تلفظ۔ نگاریدہ۔ اللہ کی پناہ کی تحریر سے پناہ پکڑنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ آں پناہم۔ جبکہ میں خود تمہاری پناہ اور بچاؤ کی جگہ ہوں اور اعوذ سے وہی چیز تم مانگ رہی ہو تو پھر مجھ پر اعوذ پڑھنا مناسب نہیں ہے۔ [illegible]

۳ے آفتے۔ مولانا حضرت جبرئیل کو نہ پہچاننے کا بیان کر رہے تھے اب یہاں سے خدا کو نہ پہچاننے کا مضمون شروع فرما دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نہ پہچاننا سب سے بڑی مصیبت ہے اے مخاطب تیرا محبوبِ حقیقی تیرے پاس ہے اور تو اس کو نہیں پہچانتا ہے نہ اس سے محبت کرتا ہے۔ یار۔ خدا کے ساتھ تیرا معاملہ غیروں کا سا معاملہ ہے۔ ایں چنیں۔ خدا کی اسقدر مہربانیوں کے ہوتے ہوئے اس سے گریز بڑی بیوفائی ہے۔ ایں چنیں۔ یعنی اللہ کی رحمت کے اسباب ہماری نافرمانی کی وجہ سے زحمت کے اسباب بنگئے ہیں۔ مشکیں۔

[illegible]

تو نمی بینی کہ یارِ بُردبار ‏ ‏ چونکہ با اُو ضِد شُدی گردد چو مار

تو نہیں دیکھتا ہے کہ بُردبار دوست ‏ ‏ جب تو اُس کی ضد بنا وہ سانپ جیسا بنجاتا ہے

لحمِ اُو و شحمِ اُو دیگر نشُد ‏ ‏ بر قرارِ اوّلست آں انساں کہ بُد

اُس کا گوشت اور چربی تو نہیں بدلی ‏ ‏ پہلے ہی کی طرح ہے جیسا کہ تھا

عزم کردنِ آں وکیل از عشق کہ رُجوع کُند بہ بُخارا لااُبالی وار

بے پرواہ ہو کر عشق کی وجہ سے اُس وکیل کا ارادہ کر لینا، کہ بخارا میں واپس آجائیگا

شمعِ مریمؑ را بہِل افروختہ ‏ ‏ کہ بُخارا میرود آں سوختہ

(حضرت) مریمؑ کی شمع جلتی چھوڑ ‏ ‏ کیونکہ وہ دل جلا بُخارا کو جارہا ہے

سخت بے صبر و در آتشدانِ تیز ‏ ‏ رُو سوئے صدرِ جہاں کُن می گریز

سخت بے صبری، اور تیز بھٹی میں ‏ ‏ (گھبتا تھا) صدرِ جہاں کا رُخ کر، بھاگ

ایں بُخارا مَنبعِ دانش بُوَد ‏ ‏ پس بُخارائیست ہر کانش بُوَد

یہ بُخارا عقل کا مخزن ہوتا ہے ‏ ‏ جو اِس طرح کا ہو وہ بُخاری ہے

پیشِ شیخے در بُخارا اندری ‏ ‏ تا بخواری در بُخارا ننگری

شیخ کے سامنے تو بُخارا میں ہے ‏ ‏ بُخارا کو ذلّت سے ہرگز نہ دیکھنا

جُز بخواری در بُخارائے دلش ‏ ‏ راہ ندہد جزر و مدِ مشکلش

اُس کے دل کے بُخارا میں عاجزی کے سوا ‏ ‏ اُسکی مُشکلات کا مدّوجزر راستہ نہیں دیتا ہے

اے خُنک آں را کہ ذَلَّت نَفسُہٗ ‏ ‏ وائے آں کس را کہ یُردی رفسُہٗ

خوش نصیب ہے وہ جس کا نفس فرمانبردار ہو گیا ہے ‏ ‏ اُس شخص پر حسرت ہے جسکی دو لتیاں اُسکو ہلاک کرتی ہیں

فُرقتِ صدرِ جہاں در جانِ اُو ‏ ‏ پارہ پارہ کردہ بُود ارکانِ اُو

صدرِ جہاں کی جدائی جو اُس کی جان میں تھی ‏ ‏ اُس نے اُس کے اعضاء کو پارہ پارہ کر دیا تھا

گفت برخیزم ہمانجا وا روم ‏ ‏ کافر ار گشتم دِگر رہ بگروم

اُس نے کہا میں اُٹھتا ہوں اُسی جگہ واپس جاتا ہوں ‏ ‏ اگر میں کافر ہو گیا ہوں، تو دوسری راہ اختیار کرتا ہوں

وا روم آنجا بیفتم پیشِ اُو ‏ ‏ پیشِ آں صدرِ نکو اندیشِ اُو

اُسی جگہ واپس جاتا ہوں اُسکے سامنے گرتا ہوں ‏ ‏ اُس (عاشق) کی بھلائی سوچنے والے صدر کے سامنے

گویم افگندم بہ پیشت جانِ خویش ‏ ‏ زندہ کُن یا سَر بِبُر ما را چو میش

میں کہوں گا میں نے اپنی جان تیرے سامنے لا ڈالی ہے ‏ ‏ زندہ کر دے یا بھیڑ کی طرح ہمارا سر قلم کر دے

لہ تو نمی۔ دنیا کا یہی دستور ہے کہ اگر دوست سے دوستی ذبر ہو تو وہ دشمنی پر آتر آتا ہے۔ لحم۔ یعنی اُس دوست کا جسم جو تمہارا دشمن بن گیا ہے۔ اِسی طرح سے ہے جیسا کہ پہلے تھا تمہاری نازیبا حرکات کی وجہ سے اسکے مزاج میں تغیر آیا ہے۔ لاابالی۔ لاپرواہ۔ آں سوختہ یعنی وکیل۔ بُخارا۔ یہ بُخار سے بنا ہے جو جمع علوم کے معنی میں ہے۔ منبع چشمہ۔ دانش، علم و عقل۔ بُخارائی۔ لہٰذا بُخارائی اور بُخاری وہ شخص ہوگا جس میں علم و دانش ہوگی۔

ٹ پیشِ شیخے۔ شیخ کا دل بھی ان معنی کے اعتبار سے بُخارا ہے لہٰذا اُس کی عزت کرو۔ جُز بخواری۔ شیخ کے دل میں اُسوقت جگہ پاؤ گے جبکہ خواری اور ذلّت اختیار کرو گے۔ رفسہٗ یعنی اُس کی گستاخی رفت یعنی شہرت انگیز باتیں۔ ارکان۔ اعضاء۔

سلہ گفت۔ یعنی وکیل نے کہا ہمانجا یعنی بُخارا۔ نکو اندیش۔ معشوق جو کچھ بھی عاشق کے بارے میں سوچے وہ عاشق کے نزدیک بھلا ہی ہے۔ میش۔ بھیڑ۔

کُشتہ[۵۱] و مُردہ بہ پیشت اے قمر — بہ کہ شاہِ زندگاں جائے دِگر

اے چاند! تیرے سامنے مقتول اور مُردہ ہونا — دوسری جگہ زندوں کا شاہ ہونے سے بہتر ہے

آزمودم من ہزاراں بار پیش — بے تو شیریں می نہ بینم عیشِ خویش

میں نے لاکھوں بار پہلے آزما لیا — میں تیرے بغیر اپنی زندگی میٹھی نہیں سمجھتا ہوں

غَنِّ لِی یَا مُنْیَتِی لَحْنَ النُّشُوْر — اُبْرُکِیْ یَا نَاقَتِیْ تَمَّ السُّرُوْر

اے میری تمنا! میرے دوبارہ زندہ ہونے کا گانا گا — اے میری اونٹنی بیٹھ جا، سرور مکمل ہوگیا ہے

اِبْلَعِیْ[۵۲] یَا اَرْضُ دَمْعِیْ قَدْ کَفٰی — اِشْرَبِیْ یَا نَفْسُ وُدًّا قَدْ صَفَا

اے زمین! میرے آنسو نگل جا جو کافی ہیں — اے نفس! وہ دوستی پی لے جو صاف ہوگئی ہے

عُدْتَ یَا عِیْدِیْ اِلَیْنَا مَرْحَبَا — نِعْمَ مَا رَوَّحْتَ یَا رِیْحَ الصَّبَا

اے میری عید! تو ہماری طرف لوٹ آئی ہے مرحبا — اے بادِ صبا! بہت عمدہ خوشبو ہے جو تو نے مہکائی ہے

گفت اے یاراں رواں گشتم وداع — سوئے آں صدرے کہ میرست و مُطاع

اُس نے کہا اے دوستو! میں چلا الوداع — اُس صدر کی جانب جو سردار اور واجب الاطاعت ہے

دمبدم در سوز بریاں می شوم — ہرچہ بادا باد آنجا می روم

میں دمبدم سوزش میں بھن رہا ہوں — جو کچھ ہونا ہے ہو، میں وہاں جاتا ہوں

گرچہ دل چوں سنگِ خارا میکند[۵۳] — جانِ من عزمِ بخارا می کند

اگرچہ (اپنا) دل سنگِ خارا کی طرح بنا رہا ہے — میری جان، بخارا کا قصد کر رہی ہے

مسکنِ یار است و شہرِ شاہِ من — پیشِ عاشق ایں بود حُبُّ الوطن

وہ میرے یار کا وطن اور میرے شاہ کا شہر ہے — عاشق کے لئے یہی وطن کی دوستی ہے

پُرسیدنِ معشوقے از عاشق کہ از شہرہا کدام بہتر ست

ایک معشوق کا عاشق سے دریافت کرنا کون شہر بہتر ہے

وانبوہ تر و پُر نعمت تر و دلکشاتر و جواب دادنِ عاشق ورا

اور زیادہ آباد اور زیادہ نعمتوں سے پُر اور زیادہ دلکشا اور اُس کو عاشق کا جواب دینا

گفت معشوقے بعاشق کاے فتیٰ — تو بغربت دیدہ بس شہرہا

ایک معشوق نے عاشق سے کہا اے نوجوان! — تو نے مسافرت میں بہت سے شہر دیکھے ہیں

پس کُدامیں شہر زانہا خوشتر ست — گفت آں شہرے کہ در وے دلبر ست

اُن میں سے کونسا شہر بہتر ہے؟ — اُس نے کہا، وہ شہر جس میں معشوق ہے

---

[۵۱] کُشتہ۔ معشوق کے قدموں میں مرجانا دوسری جگہ کی شہنشاہی سے بہتر ہے۔ غنّی۔ تو گا۔ مُنیتی۔ میری تمنا۔ النّشور۔ دوبارہ زندہ ہونا۔ تمّ السّرور۔ سرور مکمل ہوگیا ہے یعنی سفر کے ارادہ سے سرور مکمل ہوگیا لہٰذا میرے اونٹ تو بیٹھ جا تاکہ میں تیرے اوپر بیٹھ کر معشوق کی طرف کوچ کروں۔

[۵۲] ابلعی۔ یعنی اے زمین فراق میں جو میرے آنسو بہہ رہے ہیں تو ان کو نگل لے کیونکہ دوستی۔ گفت۔ وکیل نے کہا۔ وداع۔ رخصت مُطاع جس کی اطاعت کی جائے۔ آنجا۔ یعنی بخارا۔

[۵۳] میکند۔ یعنی صدرجہاں نے اگرچہ اپنا دل سنگِ خارا کی طرح بنا لیا ہے حبّ الوطن۔ عاشق کے نزدیک وطن کی محبت کے یہ معنی ہیں کہ جہاں اُس کا محبوب ہو اُس شہر سے محبت کرے۔ غربت مسافر۔

ہر کجا باشد شہِ مارا بساط[1] — ہست صحرا گر بود سَمّ الخیاط

جہاں ہمارے شاہ کا ڈیرا ہو — وہ جنگل ہے، خواہ سوئی کا ناکہ ہو

ہر کجا کہ یوسفے باشد چو ماہ — جنت است آں ارچہ باشد قعرِ چاہ

جہاں چاند جیسا یوسف ہو — وہ جنت ہے، خواہ کنوئیں کی گہرائی ہو

با تو[2] دوزخ جنت است اے جاں فزا — با تو زنداں گلشن ست اے دلربا

اے روح پرور! تیرے ہوتے ہوئے دوزخ جنت ہے — اے دلربا! تیرے ساتھ قیدخانہ چمن ہے

شد جہنم با تو رضوان و نعیم — بے تو شد ریحان و گل نارِ جحیم

تیرے ساتھ جہنم رضوان اور نعمت بن گئی — تیرے بغیر ریحان اور پھول دوزخ کی آگ بن گیا

ہر کجا تو با منی من خوشدلم — ور بود در قعرِ گورے منزلم

جہاں تو میرے ساتھ ہے میں خوش دل ہوں — خواہ میری منزل قبر کے گڑھے میں ہو

خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بود — کہ ترا با من سر و سودا بود

دونوں جہاں سے زیادہ اچھی وہ جگہ ہے — جہاں تجھے میرا خیال ہو

بس دراز ست ایں سخن زانتظار — عاشقِ صدرِ جہاں شد بیقرار

یہ بات بہت لمبی ہے انتظار کی وجہ سے — صدرِ جہاں کا عاشق بے قرار ہو گیا ہے

منع کردنِ دوستاں اُورا از مراجعت بہ بخارا و تہدید کردن و لاابالی گفتنِ اُو

دوستوں کا اُس کو بخارا واپس ہونے سے منع کرنا اور ڈرانا اور اُس کا کہنا کہ مجھے کوئی پروا نہیں ہے

گفت اُورا ناصحے کاے بیخبر — عاقبت اندیش اگر داری ہنر

اُس سے ایک نصیحت کرنے والے نے کہا اے بے خبر! — اگر تو لیاقت رکھتا ہے، انجام سوچ لے

در نگر پس را بعقل و پیش را — ہمچو پروانہ مسوزاں خویش را

عقل سے آگے پیچھے دیکھ لے — اپنے آپ کو پروانے کی طرح نہ جلا

چوں[3] بخارا می روی دیوانۂ — لائقِ زنجیر و زنداں خانۂ

بخارا کو کیوں جاتا ہے، تو دیوانہ ہے — قیدخانہ اور بیڑی کے لائق ہے

اُو ز تو آہن ہمی خاید ز خشم — اُو ہمی جوید ترا با بیست چشم

وہ تجھ سے غصہ میں لوہا چبا رہا ہے — وہ تجھے بیس آنکھوں سے تلاش کر رہا ہے

[1] بساط۔ بستر یعنی محبوب کے پڑاؤ کی جگہ۔ ہست صحرا۔ یعنی وہ جگہ خواہ کتنی ہی تنگ ہو لیکن وہ عاشق کے لئے وسیع صحرا ہے۔ سَمّ الخیاط۔ سوئی کا سوراخ۔ ہر کجا۔ اگر معشوق کنوئیں میں بھی ہو تو عاشق کے لئے وہی جنت ہے۔

[2] با تو۔ محبوب کے ساتھ تکلیف دہ مقام بھی راحت کا سبب ہے۔ شد جہنم۔ محبوب کی موجودگی میں دوزخ بھی جنت ہے اور محبوب کے فراق کی حالت میں چمن بھی دوزخ ہے۔ کہ ترا۔ یعنی محبوب کو عاشق سے تعلق ہو۔ اندا۔ یعنی دلیل کو ہنر لیاقت۔ در نگر۔ یعنی حالات کا جائزہ لے لے۔

[3] چوں۔ ہم نے چوں کو استفہام کا قرار دیکر ترجمہ کیا ہے اگر اسکو شرط مانا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا جب تو بخارا کو جا رہا ہے تو تو دیوانہ ہے بیست چشم۔ یعنی تیز نگاہ یا بہت سے جاسوسوں کی آنکھ۔

میکُند اُو تیز از بہرِ تو کارد[۵۱] — اُو سگِ قحطست و تو انبانِ آرد
وہ تیرے لئے چھُری تیز کر رہا ہے — وہ قحط زدہ کتا ہے اور تو آٹے کی بوری ہے

چوں رسیدی و خدایت راہ داد — سُوئے زنداں میروی چونت فتاد
جبکہ تو بچ گیا، اور خدا نے تجھے موقع دیا — تو قید خانہ کی طرف جا رہا ہے تجھے کیا پڑی ہے

بر تو گر دہ گوں مُوکّل آمدے — عقل بایستے کز ایشاں کم زدے
اگر تیرے پاس دس قسم کے سپاہی پہنچتے — عقل کا تقاضہ ہے، کہ تو اُن سے نہ ملتا

چوں مُوکّل نیست بر تو ہیچ کس — از چہ بستہ گشت بر تو پیش و پس
جبکہ تجھ پر کوئی شخص مقرر نہیں ہے — تیرا آگا پیچھا کیوں بندھ گیا؟

عشقِ پنہاں کردہ بود اُو را اسیر — آں مُوکّل را نمی دید آں نذیر
مخفی عشق نے اُس کو قیدی بنا یا تھا — وہ ڈرانے والا اُس سپاہی کو نہیں دیکھتا تھا

ہر مُوکّل را مُوکّل مختفی ست — ورنہ اُو در بندِ سگ طبعی ز چیست
ہر سپاہی پر ایک چھُپا ہوا سپاہی ہے — ورنہ کتے پن کا پابند کیوں ہے؟

خشمِ شاہِ عشق[۵۲] بر جانش نشست — بر عوانی و سیہ روئیش بست
شاہِ عشق کا غصہ اُس کی جان پر نازل ہوا ہے — اُس کو سپاہ گری اور رُو سیاہی سے وابستہ کر دیا ہے

می زند اُو را کہ ہیں اُو را بزن — زاں عوانانِ نہاں افغانِ من
وہ اُس کو مارتا ہے، کہ ہاں اُس کو مار — اُن مخفی سپاہیوں سے میری فریاد ہے

ہر کہ بینی در زیانے می رَوَد — گرچہ تنہا با عوانے میرود
جس کو تو دیکھے کہ وہ تباہی میں جا رہا ہے — اگرچہ وہ اکیلا ہے، کسی سپاہی کیساتھ جا رہا ہے

گر ازو واقف بُدے افغاں زدے — پیشِ آں سلطانِ سلطاناں شدے
اگر وہ اُس سے واقف ہوتا فریاد کرتا — شاہوں کے شاہ کے سامنے چلا جاتا

ریختے بر سر بہ پیشِ شاہ خاک — تا اماں دیدے ز دیوِ سہمناک
شاہ کے سامنے سر پر خاک ڈالتا — یہاں تک کہ خوفناک شیطان سے امن پا جاتا

میر دیدی[۵۳] خویش را اے کم ز مُور — زاں ندیدی آں مُوکّل را تو کور
اے چیونٹی سے کم! تو نے اپنے آپکو سردار سمجھا ہے — اسی لئے تجھ اندھے نے وہ سپاہی نہیں دیکھا ہے

غرّہ گشتی زیں دروغیں پرّ و بال — پرّ و بالے کو کشد سُوئے وبال
تو مصنوعی پرو بال سے مغرور بن گیا ہے — وہ پرو بال جو تجھے مصیبت کیطرف کھینچ رہے ہیں

---

۵۱ کارد۔ چھُری۔ انبان۔ تھیلا۔ آرد۔ آٹا۔ دہ گوں۔ دس طرح۔ مُوکّل۔ یعنی سپاہی۔ کم زدے۔ عقل کا تقاضہ تھا کہ تو اُن سپاہیوں سے گریز کرتا۔ چوں مُوکّل۔ یعنی تو بغیر سپاہی کے قیدی بن گیا ہے۔ عشق۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اُس وکیل کو عشق نے قید کر رکھا تھا جس کو ڈرانے والا نہیں دیکھ رہا تھا۔ ہر مُوکّل۔ مولانا فرماتے ہیں جس طرح اِس وکیل پر ایک غیبی مُوکّل مُسلّط تھا اِسی طرح سے ہر سپاہی پر ایک غیبی سپاہی مُسلّط ہوتا ہے جو اُس کو کتے کی طرح کٹکھنا بنا دیتا ہے۔

۵۲ شاہِ عشق یعنی اللہ تعالےٰ۔ عوانی۔ سپاہی پن۔ زاں۔ مولانا اُن غیبی سپاہیوں سے پناہ چاہتے ہیں۔ ہر کہ۔ انسان اپنی تباہی اِسی مخفی سپاہی کی وجہ سے کرتا ہے۔ گر۔ انسان اِس برباد کرنے والے سپاہی سے غافل ہے ورنہ وہ اللہ سے دُعا کرتا اور اپنی نجات چاہتا۔

۵۳ میر۔ انسان اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے اِسی لئے اُس غیبی سپاہی کو نہیں دیکھ پاتا ہے۔ غرّہ۔ انسان زوال پذیر دولت اور رُتبہ سے دھوکے میں پڑتا ہے اور وہی دولت اور رُتبہ اُس کو تباہ کرتا ہے۔

پر تُنُک[1] دار و دره بالا کُند | چوں گِل آلودش گرانیہا کُند

ہلکے پر رکھتا ہے اوپر جاتا ہے | جب مٹی میں سن جاتے ہیں بھاری پن دکھاتے ہیں

جهد کُن پَر را گِل آلوده مکُن | لیک گوشت کر شد و پندم کہُن

کوشش کر پروں کو مٹی میں نہ سان | لیکن تیرے کان بہرے ہو گئے ہیں اور میری نصیحت پرانی ہو گئی ہے

پند داد القصہ عاشق را بسے | عاذِل بیدرد ہمچوں ققنسے

القصہ عاشق کو بہت نصیحت کی | ققنس جیسے بیدرد ملامت گر نے

لاابالی گفتنِ عاشق ناصح و عاذِل را از سرِ عشق

عاشق کا عشق کی وجہ سے لاپرواہی کے ساتھ ناصح اور ملامت گر کو جواب دینا

گفت اے ناصح خمش کُن چند چند | پندکم دِه زانکہ بس سخت ست بند

اس نے کہا اے ناصح چپ ہو جا اس قدر | نصیحت نہ کر کیونکہ قید بہت سخت ہے

سخت تر شد بندِ من از پندِ تو | عشق را نشناخت دانشمند تو

تیری نصیحت سے میری قید اور سخت ہو گئی ہو | اے دانشمند تو عشق کو نہیں جانتا ہے

آں طرف کہ عشق می افزود درد | بوحنیفہؒ[2] و شافعیؒ درسے نکرد

جس پہلو سے عشق نے درد بڑھایا ہے | ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ نے سبق نہیں پڑھایا

تو مکُن تہدید از کشتن کہ من | تشنہ زارم بخونِ خویشتن

تو قتل سے نہ ڈرا کیونکہ میں | اپنے خون کا بہت پیاسا ہوں

عاشقاں را ہر زمانے مُردنیست | مُردنِ عشّاق خود یک نوع نیست

عاشقوں کی ہر گھڑی ایک موت ہے | عاشقوں کی موت ایک قسم کی نہیں ہے

او دو صد[3] جاں دارد از جانِ ہُدیٰ | واں دو صد را می کند ہر دم فِدا

وہ نورِ ہدایت سے دو سو جانیں رکھتا ہے | اور ان دو سو کو ہر وقت قربان کرتا ہے

ہر یکے جاں را ستاند دہ بہا | از نبی بر خواں تو عشر امثالہا

ہر ایک جان کے دس عوض لیتا ہے | اس کے دس گنا قرآن میں پڑھ لے

گر بریزد خونِ من آں دوست رو | پائے کوباں جاں بر افشانم برو

وہ محبوب چہرے والا اگر میرا خون بہائے | میں ناچتا ہوا اس پر جان نثار کر دوں

جو نفس کشی سے حاصل ہوتی ہو سیرت ہے جو بے زندگی گذری سے حاصل ہوتی ہو ایک بیماء موت ہے جو خلق کی لذت سے حاصل ہوتی ہو اسلئے فرمایا ہو مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوا یعنی مرنے سے پہلے مر جاؤ ۔ [3] او۔ عاشق سینکڑوں جانیں رکھتا ہو اور ہر وقت ایک جان قربان کرتا ہے اور اسکو ہر جان قربان کرنے کے بدلے جانیں حاصل ہوتی ہیں عشر۔ قرآن میں ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا یعنی جسنے ایک نیکی کی اسکو اس جیسی دس حاصل ہوتی ہیں۔ گر ریزد الخ

[1] پر تنک۔ اگر انسان دولت اور غرور سے نجات پا جائے تو وہ عالم بالا کی طرف پرواز کر سکتا ہے۔ گوشت۔ گوش تو۔ عاذل۔ ملامت گر۔ ققنس۔ یہ ققنوس کی تخفیف ہے یونانی لفظ ہے، ایک پرندہ کا نام ہے اسی کو فارسی میں آتش زن کہتے ہیں اس پرندہ کی چونچ میں بہت سے سوراخ ہیں جب یہ بولتا ہے تو ہر سوراخ سے ایک سُر پیدا ہوتا ہے حکماء نے موسیقی کا فن اسی پرندہ سے لیا ہے اسکی عمر ایک ہزار سال کی ہوتی ہے اور اسمیں نر مادہ نہیں ہوتا ہو جب یہ پرندہ اپنی عمر طبعی کو پہنچ جاتا ہو تو لکڑیاں جمع کر کے اپنے چاروں طرف جما لیتا ہے اور دیپک راگ شروع کر دیتا ہے جس سے ان لکڑیوں میں آگ لگ جاتی ہے اور یہ پرندہ جل کر راکھ ہو جاتا ہے پھر کسی موسم کی بارش سے قدرتی اس راکھ سے انڈا بن جاتا ہے اور اسمیں سے پھر یہ پرندہ پیدا ہو جاتا ہو۔ [2] بوحنیفہؒ۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ صرف عاشق تھے اور درس کے بھی ماہر تھے لیکن دردِ عشق کا انھوں نے کبھی درس نہیں دیا وہ تو علوم ہوا کیفیت گفتنی نہیں ہے۔ تو مکن۔ عاشقوں کو موت سے نہیں ڈرایا جا سکتا وہ خود اپنی موت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ عاشقاں۔ عاشقوں کی طرف وہی موت نہیں ہر جو زندگی ختم ہونے پر آتی ہے بلکہ انکی موت کی بہت سی قسمیں ہیں اس طرح موت کے

۱؎ آزمودم۔ عاشق کی زندگی
دراصل موت ہے اور موت ہی حقیقی زندگی ہے۔ ثقات۔ ثقہ کی جمع ہے یعنی معتمد علیہ۔ خد۔ رخسارہ۔ حشا۔ باطن۔ پارسی۔ چونکہ اہلِ وطن فارسی داں ہیں لہٰذا فارسی میں اظہارِ خیال کرا گرچہ فصاحت و بلاغت میں عربی زبان بڑھی ہوئی ہے۔ عشق۔ داستانِ عشق کے اظہار کے لئے سینکڑوں زبانیں ہیں لیکن ان کو سمجھنے والے کم ہیں۔
۲؎ بوئے۔ معشوق کی صفات کا بیان کسی زبان سے بھی ممکن نہیں ہو سکتا۔ بس کنم۔ اب میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں عاشق کی زبان سے عشق کی داستان سنو۔ چونکہ۔ عاشق اگر داستانِ عشق بیان کرنے سے کسی مجبوری سے توبہ بھی کرے تو اس کا اعتبار نہیں وہ پھر اپنی توبہ سے توبہ کر لیتا ہے اور سولی پر داستانِ عشق بیان کرنی شروع کر دیتا ہو۔ عیاراں۔ دھوکے باز۔
۳؎ گرچہ۔ اس عاشق کی بخارا کی طرف روانگی۔ درس، سبق اور استاد کے لئے نہیں ہے یہ تو جان قربان کرنے جا رہا ہے۔ عاشقاں۔ عاشق کا استاد تو حسنِ دوست ہے اور اس کی کتاب معشوق کا چہرہ ہوتا ہے۔ تکرار۔ سبق کا دُہرانا۔ آشوب۔ شور و غوغا۔ چرخ۔ رقص۔ زیادات۔ امام

آزمودم۱؎ مرگِ من در زندگی ست
میں نے آزمالیا، میری موت زندگی میں ہے

چوں رہم زیں زندگی پایندگی ست
جب میں اس زندگی سے نجات پاجاؤں گا تو ہمیشگی ہو

اُقْتُلُوْنِیْ اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَاتُ
اے معتمدو! مجھے قتل کردو، مجھے قتل کردو

اِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَاتًا فِیْ حَیَاتْ
بیشک میرے قتل میں زندگی در زندگی ہے

یَا مُنِیْرَ الْخَدِّ یَا رُوْحَ الْبَقَاءْ
اے روشن رُو! اے بقا کی جان!

اِجْتَذِبْ رُوْحِیْ وَجُدْ لِیْ بِاللِّقَا
میری روح کو جذب کرلے اور مجھے ملاقات بخش دے

لِیْ حَبِیْبٌ حُبُّہٗ یَشْوِی الْحَشَا
میرا ایک محبوب ہے جس کی محبت باطن کو جلائے ڈالتی ہے

لَوْ یَشَا یَمْشِیْ عَلٰی عَیْنِیْ مَشَا
اگر وہ میری آنکھوں پر چلنا چاہے، چلے

پارسی گو گرچہ تازی خوشتر ست
فارسی میں کہہ، اگرچہ عربی بہتر ہے

عشق را خود صد زبانِ دیگر ست
خود عشق کی دوسری سینکڑوں زبانیں ہیں

بوئے۲؎ آں دلبر چو پرّاں می شود
جب اُس دلبر کی خوشبو مہکتی ہے

ایں زبانہا جملہ حیراں می شود
یہ سب زبانیں حیران ہو جاتی ہیں

بس کنم دلبر در آمد در خطاب
میں ختم کرتا ہوں، دلبر نے بات شروع کردی

گوش شو واللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابْ
کان بن جا، اور اللہ درست بات زیادہ جانتا ہے

چونکہ عاشق توبہ کرد اکنوں بترس
چونکہ اب ڈرے عاشق نے توبہ کرلی

کو چو عیاراں کند بردار درس
وہ مکاروں کی طرح سولی پر عشق کا سبق پڑھے گا

گرچہ۳؎ ایں عاشق بخارا می رود
اگرچہ یہ عاشق بخارا کو جا رہا ہے

نے بہ درس و نے باُستا می رود
لیکن، سبق اور اُستاد کیلئے نہیں جا رہا ہے

عاشقاں را شد مدرس حسنِ دوست
محبوب کا حسن عاشقوں کا مدرس بن گیا ہے

دفتر و درس و سبق شاں روئے اوست
ان کی کتاب اور درس اور سبق اُس کا چہرہ ہے

خامش اند و نعرۂ تکرارِ شاں
وہ چپ ہیں اور اُن کی تکرار کی آواز

میرود تا عرش و تختِ یارِ شاں
عرش اور اُن کے دوست کے تخت تک جارہی ہے

درسِ شاں آشوب و چرخ و زلزلہ
اُن کا سبق شور اور رقص اور جوش ہے

نے زیادات ست و باب و سلسلہ
نہ کہ زیادات، اور باب، اور سلسلہ

محمدؒ کی نقلی مشہور کتاب ہے۔ باب۔ کتاب کا نام ہے، فقہ کے ابواب۔ سلسلہ۔ کتاب کا نام ہے، لا انتہا چیزوں کا ایک دوسرے پر موقوف ہو کر موجود ہونا، سلسلۂ حدیث۔

سلسلہ ایں قوم جعدِ[1] مُشکبار — مسئلہ دُور ست لیکن دُورِ یار

اس قوم کا سلسلہ مشک برسانے والے گھنگریالے بال ہیں — دَور کا مسئلہ ہے، لیکن محبوب کے دَور کا

مسئلہ کیس ار بپرسد کس ترا — گو نگنجد گنجِ حق در کیسہا

اگر کوئی تجھ سے تھیلی کا مسئلہ پوچھے — کہہ دے اللہ تعالیٰ کا خزانہ تھیلیوں میں نہیں سماتا

گر دمِ خُلع و مبارا می رَوَد — بَد مبیں ذکرِ بُخارا می رَوَد

اگر خلع اور مبارات کی بات چل رہی ہے — بُرا نہ سمجھو وہ (بھی) بخارا کی بات چل رہی ہے

ذکرِ ہر چیزے[2] دہد خاصیتے — زانکہ دارد ہر صِفت ماہیتے

ہر چیز کا ذکر ایک خاصیت پیدا کرتا ہے — کیونکہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے

در بُخارا در ہنرہا بالغی — چوں بخواری رُو نہی زو فارغی

تو بخارا میں بہت سے ہنروں کو پہنچنے والا ہے — جب خواری کیساتھ رُخ کریگا تو اُسکا فارغ التحصیل ہے

آں بُخاری غصۂ دانش نداشت — چشم بر خورشیدِ بینش می گماشت

اُس بخارا کو جانیوالے کو علم کا اُچھوتا نہ لگا تھا — اُس نے بصیرت کے سورج پر نگاہ جمائی تھی

ہر کہ در خلوت بہ بینش یافت راہ — اُو ز دانشہا نجوید دستگاہ

جس نے خلوت میں بصیرت کا راستہ پالیا — وہ علوم میں مہارت کا طلبگار نہیں ہوتا ہے

با جمالِ[3] جاں چو شُد ہم کاسہ — باشدش ز اخبار و دانش تاسہ

جو رُوح کے حُسن کا ہم پیالہ بن گیا — اُس کو خبروں اور علم سے نفرت ہوتی ہے

دید بر دانش بُود غالب فرا — زاں ہمی دُنیا بچربد عامہ را

آنکھوں سے دیکھ لینا عقل پر غالب ہوتا ہے — اسی لئے دنیا عوام پر چھا جاتی ہے

زانکہ دنیا را ہمی بینند عین — واں جہانے را ہمی دانند دین

کیونکہ وہ دنیا کو اصل اور حقیقت سمجھتے ہیں — اور اُس عالم کو اُدھار سمجھتے ہیں

قصّے مشہور ہیں کہ معمولی الفاظ سے جن کے بظاہر کوئی خاص معنی نہیں ہیں اُن پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی ہے مشہور ہے "تا آوازِ دولاب مستی کُنندہ" یعنی رہٹ کی آواز سے وجد کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ در بخارا بخارا میں بہت سے علوم و ہنر ہیں جو تم سیکھ سکتے ہو لیکن مکمل جب بنو گے کہ خواری جو لوازمِ عشق میں سے ہے اختیار کرو۔ غصّہ۔ گلے کا اُچھو۔ غم۔ یعنی اُس وکیل کو صرف علم الیقین کی فکر نہ تھی بلکہ وہ مشاہدہ اور عین الیقین حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ہر کہ در خلوت جسکو مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے وہ محض ذکرِ اسماء و صفات کا متمنی نہیں ہوتا ہے۔
[3] با جمال جس کو مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے اس کے لئے خبریں اور عقلی دلائل بیکار ہوجاتے ہیں۔ دید۔ خبر کی بہ نسبت مشاہدہ سے حاصل ہونے والا علم قوی ہوتا ہے اسی وجہ سے عوام پر دنیا کا غلبہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اُن کو دنیا کا مشاہدہ حاصل ہے اور آخرت کا علم محض خبروں کی بنیاد پر ہے۔ واں جہانے یعنی عالمِ آخرت۔ دین۔ اُدھار۔

[1] جعد۔ گھنگریالے بال۔ دَور۔ کسی چیز کا اپنے آپ پر موقوف ہونا، ایک چیز کا ایسی چیز پر موقوف ہونا جو خود اُس چیز پر موقوف ہو۔ کیس۔ تھیلی یعنی اگر کوئی یہ مسئلہ پوچھے کہ تھیلی کو امانت میں رکھتے وقت تھیلی کی رقم گن کر نہ دی تھی واپسی کے وقت کمی کی شکایت کر کے زیادہ رقم کا دعویٰ کرنے لگے تو امانت رکھنے والا ذمہ دار ہوگا یا نہیں؟ گو۔ یعنی مسائل فقہیہ دریافت کرنے والے کو گول مول جواب دیدے کہ اللہ کے خزانے تھیلی میں نہیں سما سکتے ہیں اور اُس کو ٹال دے۔ خلع۔ عورت کا اپنے شوہر سے مال کے عوض میں جدائی کا مطالبہ کرنا۔ مبارا۔ مبارات یعنی بیوی اور شوہر کی باہمی ناچاقی کیوجہ سے جُدائی۔ بد مبیں۔ یعنی اگر فقہ کے ظاہری مسائل پر بحث ہورہی ہے تو بھی اُس کو روحانی احوال پر محمول کرے میاں بیوی کی جدائی کے مسئلہ کو جسم اور روح کی جدائی کے معنی پہنا دے۔

[2] ذکرِ ہر چیزے یعنی ہر چیز کا ذکر عاشق میں ایک خاصیت پیدا کرتا ہے اور اُس سے عاشق بہت سے معنی اخذ کر لیتا ہے کیونکہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے اور اُس سے عاشق اپنے مقصود کی طرف پہنچ جاتا ہے چنانچہ بہت سے اولیاء کے

باز رو سوئے حدیثِ آں جواں — اُس نوجوان کے قصہ کی طرف واپس لوٹ
کز غمِ صدرِ جہاں شُد ناتواں — کیونکہ وہ صدرِ جہاں کے غم سے کمزور ہو گیا ہے

رُوئے نہادنِ آں عاشق بسُوئے بُخارا

اُس عاشق کا بخارا کی جانب رُخ کرنا

رُو نہاد آں عاشقِ خونابہ ریز — اُس خون بہانے والے عاشق نے رُخ کیا
دل طپاں سُوئے بُخارا گرم و تیز — جلتے ہوئے دل کے ساتھ، بخارا کی جانب تیزی سے

ریگِ ہامُونؔ پیشِ اُو ہمچوں حریرؔ — جنگل کا ریت اُس کے لئے ریشمین کپڑے کی طرح تھا
آبِ جیحوں پیشِ اُو چوں آبگیرؔ — جیحوں کا پانی اُسکے سامنے تالاب کی طرح تھا

آں بیاباں پیشِ اُو چوں گلستاں — وہ جنگل اُس کے سامنے چمن کی طرح تھا
می فتاد از خندہ اُو چوں گل ستاںؔ — وہ مسرت سے پھول چُننے والے کی طرح گرتا تھا

در سمر قند است قند اما لبش — قند اگرچہ سمر قند میں ہے لیکن اُسکے ہونٹوں نے
از بُخارا یافت واں شُد مذہبشؔ — بخارا سے حاصل کی، وہی اُس کا مذہب ہو گیا

اے بُخارا عقل افزا بُودہ — اے بخارا! تو عقل بڑھانے والا تھا
لیک از من عقل و دیں بر بُودہ — لیکن تو نے مجھ سے عقل اور دین چھین لیا

بدرؔ می جُویم از انم چوں ہلالؔ — میں چودھویں رات کے چاند کو تلاش کرتا ہوں اسلئے میں ہلال جیسا ہو گیا ہوں
صدر می جُویم دریں صفِ نعالؔ — اِن جوتیوں کی صف میں میں صدر کو تلاش کرتا ہوں

چوں سوادِؔ آں بُخارا را بدید — جب اُس نے اِس بخارا کے اطراف کو دیکھا
در سوادِ غم بیاضے شُد پدید — غم کی سیاہی میں سفیدی نمودار ہو گئی

ساعتے اُفتاد بیہوش و دراز — تھوڑی دیر وہ لمبا اور بے ہوش پڑا رہا
عقلِ اُو پرید در بُستانِ راز — اُس کی عقل اسرار کے باغیچہ میں پرواز کر گئی

بر سر و رُویش گلابے می زدند — لوگوں نے اُس کے منہ اور سر پر عرقِ گلاب چھڑکا
از گلابِ عشقِ اُو غافل بُدند — وہ لوگ عشق کے گلاب سے بے خبر تھے

اُو گلستانے نہانی دیدہ بُود — اُس نے ایک مخفی باغ دیکھا تھا
غارتِ عشقش ز خود بر بیدہ بُود — عشق کی غارتگری نے اُسکو اپنے آپ سے جدا کر دیا تھا

تو فسردہؔ در خورِ ایں دم نۂ — تو ٹھٹھرا ہوا اِس بات کے لائق نہیں ہے
با شکر مقرُوں نۂ گرچہ نئی — تو شکر سے وابستہ نہیں ہے اگرچہ تو گنا ہے

لہ ہامُون۔ صحرا، جنگل۔ حریر۔ ریشمین کپڑا۔ جیحوں۔ دریا کا نام ہے۔ آبگیر۔ تالاب۔ گل ستاں۔ پھول چُننے والا۔ مذہبش۔ یعنی اُس کو بخارا کے قند کی عادت ہو گئی تھی۔ اے بخارا۔ وہ عاشق بخارا کو خطاب کرتا ہے۔ بدر۔ چودھویں کا چاند۔ ہلال۔ پہلی رات کا چاند جو کمزوری میں ضرب المثل ہے۔ صفِ نعال۔ یعنی میری جگہ تو جوتیوں کی صف ہے اور صدرِ جہاں کا مقام بلند ہے تو وصال کی نیت مشکل ہے۔

لہ سواد۔ شہر کے اطراف۔ گلابے۔ بیہوش کو ہوش میں لانے کیلئے عرقِ گلاب چھڑکا جاتا ہے۔ غافل۔ لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ مرض کی بے ہوشی نہیں ہے بلکہ عشق کی بیہوشی ہے۔ یہ بیہوشی تو معشوق کی خوشبو سے رفع ہوتی ہے نہ کہ عرقِ گلاب سے۔ غارت۔ یعنی اُس کو عشق کے حملے نے بیہوش بنا یا تھا۔

لہ تو فسردہ۔ مولانا مخاطب کو خطاب کرتے ہیں کہ تجھ میں بیہوشی کے راز سے واقفیت کی قابلیت نہیں ہے تو بظاہر انسان ہے لیکن تجھ میں انس کا مادہ نہیں ہے۔

رختِ[۱] عقلت با تو ہست و عاقلی
عقل کا سامان تیرے ساتھ ہے اور تو صاحبِ عقل ہے
کز جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا غافلی
کیونکہ تو اُن لشکروں سے جنکو تم نے نہیں دیکھا غافل ہے

ایں سخن پایاں ندارد تیز راں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے تیزی سے چل
تا رود سُوئے بخارا آں جواں
تاکہ وہ جوان، بخارا کی جانب روانہ ہو

در آمدنِ آں عاشقِ لاابالی در بخارا و تحذیر کردنِ دوستانش او را از پیدا شدن

اُس بے نیاز عاشق کا بخارا میں آنا، اور دوستوں کا اُس کو نمودار ہونے سے ڈرانا

اندر آمد در بخارا شادماں
وہ خوش خوش، بخارا میں آگیا
شہرِ معشوقِ خود و دارُ الاَماں
اپنے معشوق کے شہر اور دارُ الامن میں

ہمچو آں مستے کہ پرّد بر اثیر
اُس مست کی طرح جو آسمان پر پرواز کرے
مہ کنارش گیرد و گوید کہ گیر
چاند اُس سے بغلگیر ہو اور کہے کہ تو بھی بغلگیر ہو

ہر کہ دیدش در بخارا گفت خیز
جس نے بھی اُس کو بخارا میں دیکھا کہا اُٹھ جا
پیش از پیدا شُدن منشیں گریز
ظاہر ہونے سے پہلے مت بیٹھ، بھاگ جا

کہ تُرا می جوید آں شہ خشمگیں
کیونکہ وہ غضبناک بادشاہ تجھے تلاش کر رہا ہے
تا کشد از جانِ تو دہ سالہ کیں
تاکہ تیری جان سے دس سالہ انتقام لے

اللہ اللہ[۲] در میا در خونِ خویش
خدا کے لئے، اپنے خون کے درپے نہ ہو
تکیہ کم کن بر دم و افسونِ خویش
اپنے دَم کرنے اور منتر پر بھروسہ نہ کر

شحنۂ صدرِ جہاں بودی و راد
تو صدرِ جہاں کا کوتوال تھا اور عقلمند تھا
معتمد بودی مہندس اوستاد
تو معتمد تھا، اُستاد انجنیر تھا

ہم مشیرش بودی و ہم محترم
تو اُس کا مشیر بھی تھا اور باعزت بھی تھا
گشتی از بہرِ گناہے متّہم
ایک قصور میں تو متّہم ہو گیا

غدر کردی وز جزا بگریختی
تو نے غداری کی اور سزا سے بھاگ گیا
رستہ بودی باز چوں آویختی
تو بچ گیا تھا، پھر کیوں آ پھنسا؟

از بلا[۳] بگریختی با صد حِیَل
تو سَو تدبیروں سے مصیبت سے بھاگ نکلا تھا
ابلہی آوردت اینجا یا اجل
تجھے یہاں بے وقوفی یا موت لائی ہے

اے کہ عقلت بر عُطارِد دق کند
اے وہ کہ تیری عقل عطارد پر نکتہ چینی کرتی ہے
عقل و عاقل را قضا احمق کند
عقل اور عقلمند کو قضا احمق بنا دیتی ہے

[۱] رخت۔ تو اپنی عقل پر بھروسہ کرتا ہے اور اسرارِ غیبی سے غافل ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا "اور اُس نے وہ لشکر اُتارا جس کو تم نہیں دیکھتے تھے" یہ اگرچہ فرشتوں کی جماعت کے بارے میں فرمایا گیا ہے لیکن مولانا نے اس سے لشکرِ عشق مُراد لیا ہے۔ تحذیر۔ ڈرانا۔۔۔۔ دارالاماں۔ امن کی جگہ۔ اثیر۔ آسمان۔ گیر۔ یعنی معشوق سے کہے کہ بغلگیر ہو جا۔ پیدا شدن۔ یعنی یہ ظاہر ہونے سے پہلے کہ تو بخارا میں آگیا ہے۔ دہ سالہ کیں۔ دس سالہ دشمنی۔

[۲] اللہ اللہ۔ یعنی خدا کے لئے۔ تکیہ۔ یعنی یہ نہ سمجھ کہ لوگ تجھے بچالیں گے نہ یہ سمجھ کہ خود اپنی تدبیر سے بچ سکے گا۔ شحنہ۔ کوتوال۔ مہندس۔ انجنیر۔ بگریختی۔ یعنی سزا سے بچ کر تو بھاگ گیا۔

[۳] از بلا۔ یعنی سزا سے بچ کر بھاگ گیا تھا اب تجھے بیوقوفی یا موت کھینچ لائی ہے۔ عطارد۔ دبیرِ فلک۔

نحس[۵۱] خرگوشی کہ باشد شیر جو
تو وہ منحوس خرگوش ہے جو شیر کی جستجو کرے

زیرکی و عقل و چالاکیت کو
تیری ذہانت اور عقل اور چالاکی کہاں گئی؟

ہست صد چندیں فسونہائے قضا
قضا کے سینکڑوں حیلے ہیں

گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا
فرمایا ہے جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہو جاتی ہے

صد رہ و مخلص بُود از چپ و راست
دائیں بائیں سینکڑوں راستے اور بچاؤ کی جگہیں ہوتی ہیں

از قضا بستہ شود گر اژدہاست
قضا سے بندھ جاتا ہے خواہ اژدھا ہو

جواب گفتنِ عاشق عاذلاں و تہدید کنندگاں را

عاشق کا ملامتگروں اور ڈرانے والوں کو جواب دینا

گفت من مستسقیم آبم کُشد
اس نے کہا میں استسقاء کا بیمار ہوں پانی مجھے

گرچہ میدانم کہ ہم آبم کُشد
اگرچہ میں جانتا ہوں کہ پانی ہی مجھے مار ڈالیگا

ہیچ مستسقی نہ بگریزد ز آب
کوئی استسقاء کا بیمار پانی سے نہیں بھاگتا ہے

گر دو صد بارش کند مات و خراب
اگرچہ وہ اس کو دو سو بار مضمحل اور تباہ کرے

گر بیاماسد مرا دست و شکم
اگرچہ میرے ہاتھ اور پیٹ پھول جائیں

عشقِ آب از من نخواہد گشت کم
پانی کا عشق مجھ میں سے کم نہ ہوگا

گویم[۵۲] آنگہ کہ بپرسند از بطوں
جب اندرون کے بارے میں مجھ سے پوچھینگے تو

کاشکے بحرم رواں بودے درون
کاش میرے اندر سمندر جاری ہوتا

خیکِ اشکم گو بدر از موجِ آب
میرے پیٹ کی مشک کو کہو کہ پانی کی موج سے پھٹ جائے

گر بمیرم ہست مرگم مستطاب
اگر میں مرگیا تو میری پاکیزہ موت ہوگی

من بہر جائے کہ بینم آبِ جو
میں جس جگہ نہر کا پانی دیکھتا ہوں

رشکم آید بودمے من جائے او
مجھے رشک آتا ہے، کاش میں اس کی جگہ ہوتا

دست[۵۳] چوں دف و شکم ہمچوں دُہل
ہاتھ دف کی طرح اور پیٹ ڈھول کی طرح ہے

طبلِ عشقِ آب می کوبم چو گل
میں پھول کی طرح پانی کے عشق کا ڈھول پیٹ رہا ہوں

گر بریزد خونم آں روح الامیں
اگر وہ روح الامین میرا خون بہا دے

جرعہ جرعہ خوں خورم ہمچوں زمیں
میں زمین کی طرح گھونٹ گھونٹ خون پی جاؤں

چوں زمین و چون جنیں خونخوارہ ام
میں زمین اور پیٹ کے بچے کی طرح خون پینے والا ہوں

تا کہ عاشق گشتہ ام ایں کارہ ام
جب سے میں عاشق ہوا ہوں میرا یہی کام ہے

---

۵۱ نحس۔ جو خرگوش شیر کی جستجو کرے تو وہ اپنی موت کو تلاش کرتا ہے۔ اذا۔ یہ حدیث نہیں ہے کسی کا مقولہ ہے کہ جب قضا آتی ہے تو بھاگنے کا موقع نہیں رہتا فضا تنگ ہو جاتی ہے۔ ...... از قضا۔ اژدھے کی جب موت آتی ہے تو ایسا ہو جاتا ہے جیسے کسی نے اس کو باندھ دیا ہو۔ عاذلاں عاذل کی جمع ہے، ملامتگر۔ مستسقی۔ استسقاء کا مریض جس کی کبھی پیاس نہیں بجھتی۔ کشد۔ پانی پینا اس کیلئے سخت مضر ہوتا ہے۔ کند۔ یعنی وہ پانی اس کو تباہ کرتا ہے اور مرض میں اضافہ کر دیتا ہے اس کے ہاتھ پاؤں پانی پینے سے پھول جاتے ہیں۔

۵۲ گویم۔ اس مریض سے اگر باطن کے احوال دریافت کرو تو وہ تمنا کرے گا کہ کاش پیٹ میں دریا جاری ہوتا۔ بطون۔ اندرون۔ خیک۔ مشک۔ مستطاب۔ پاکیزہ۔

۵۳ دست۔ استسقاء کی بیماری میں ہاتھ اور پیٹ وغیرہ پھول جاتے ہیں۔ دہل۔ ڈھول۔ گل۔ پھول کی تر و تازگی پانی سے ہے تو گویا وہ پانی کا عاشق ہے۔ روح الامین۔ اس سے مراد حضرت جبرئیلؑ ہوتے ہیں لیکن یہاں محبوب صدر جہاں مراد ہے۔ چوں زمین۔ زمین اور پیٹ کا بچہ خون پیتا ہے، عاشق بھی خون جگر پیتا ہے۔

شب ہمی جوشم در آتش ہمچو دیگ — روز تا شب خوں خورم مانندِ ریگ

میں رات کو آگ میں دیگ کی طرح جوش مارتا ہوں — دن سے رات تک ریت کی طرح خون پیتا ہوں

من [۱] پشیمانم کہ مکر انگیختم — از مرادِ خشمِ او بگریختم

میں شرمندہ ہوں کہ میں نے مکر برپا کیا — میں نے اس کے غصہ اور مقصد سے گریز کیا

گو براں برجانِ مستم خشمِ خویش — عیدِ قرباں اوست عاشق گاوِ میش

کہہ دے، میری مست جان پر اپنا غصہ جاری کر دے — وہ عید قرباں ہے، اور عاشق بھینس ہے

گاو اگر خسپید و گر چیزے خورد — بہرِ عید و ذبحِ او می پرورد

گائے اگر سوتی ہے اور اگر کوئی چیز کھاتی ہے — عید اور ذبح کے لئے وہ پرورش پاتی ہے

گاوِ موسیٰؑ داں مرا جان دادہ — جزو جزوم حشرِ ہر آزادہ

مجھے (حضرت) موسیٰؑ کی گائے سمجھ جس نے جان عطا کی — میرا جزو جزو ہر ہر آزاد کا حشر ہے

گاوِ موسیٰؑ بود قرباں گشتۂ — کمتریں جزوش حیاتِ کشتۂ

(حضرت) موسیٰؑ کی گائے قربان شدہ تھی — اس کا معمولی جزو مقتول کی زندگی تھی

بر جہید آں کشتہ زا آسیبش زجا — در خطابِ اِضْرِبُوْہُ بِبَعْضِهَا

اس کی چوٹ سے مردہ جگہ سے اٹھ گیا — اس کو اس کے بعض سے مارو کے حکم کے مطابق

یا [۲] کرامی اِذْبَحُوْا هٰذَا الْبَقَرْ — اِنْ اَرَدْتُمْ حَشْرَ اَرْوَاحِ النَّظَرْ

اے میرے بزرگو! اس گائے کو ذبح کر دو — اگر تم نظری روحوں کی زندگی چاہتے ہو

از جمادی مُردم و نامی شدم — وز نما مُردم بحیواں سر زدم

میں جمادیت سے مرا اور نباتی بن گیا — اور نباتیت سے مرا، حیوان بن گیا

مُردم از حیوانی و آدم شدم — پس چہ ترسم کے ز مُردن کم شدم

میں حیوانیت سے مرا اور آدمی بن گیا — تو میں کیا ڈروں، میں مرنے سے کب گھٹا؟

حملۂ [۳] دیگر بمیرم از بشر — تا برآرم از ملائک بال و پَر

دوسری مرتبہ میں بشریت سے فنا ہو جاؤں گا — تاکہ فرشتوں میں ہو کر، بال و پر نکالوں

وز ملک ہم بایدم جستن ز جُو — کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

فرشتے سے بھی مجھے نہر کر کودنا چاہیئے — (کیونکہ) بجز اس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونیوالی ہو

بارِ دیگر از ملک قرباں شوم — آنچہ اندر وہم ناید آں شوم

دوسری مرتبہ ملکیت سے میں قربان ہوں گا — وہ جو عقل میں نہیں آسکتا وہ ہو جاؤں گا

---

[۱] من پشیمانم میں اپنے محبوب صدرِ جہاں سے بھاگ جانے پر شرمندہ ہوں۔ تو مجھ سے کہہ دو کہ میرے اوپر اپنا غصہ اتارے گاو میش بھینس۔ گاو۔ گائے کا خواب و خور سب عید قرباں میں قربان ہونے کیلئے ہوتا ہے۔ گاوِ موسیٰؑ۔ قرآن پاک کے اس قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ موسیٰؑ نے ایک گائے ذبح کر کے اسکا کچھ حصہ مقتول پر مارا تھا تو وہ مقتول زندہ ہو گیا تھا لہٰذا میرے مرنے کو موت نہ سمجھو تو دوسروں کی زندگی ہے مجزوہ کی طرح میں مقتول ہو کر ہر عاشق کی حیات کا سبب بنوں گا۔ اِضْرِبُوْہُ۔ قرآن میں ہے۔ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا یعنی ہم نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ مقتول کو اس گائے کے بعض سے مارو۔

[۲] یا کرامی۔ اب وہ عاشق تعلیم دیتا ہے کہ تم جسم کو جو بمنزلہ گائے کے ہے مجاہدے کے ذریعہ فنا کر دو تو تمہاری نظری روحیں جو حواس کے ذریعہ غیر محسوس ہیں زندہ ہو جائیں گی۔ از جمادی۔ عاشق جسم کے تغیرات بتا کر اسکا فانی ہونا ثابت کرتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ فانی کی فنا سے گھبرانا فضول بات ہے۔ انسانی جسم کے تغیرات یہ ہیں کہ اس کی ساخت اسطرح ہوتی ہے کہ نباتات اپنی غذا جمادات سے حاصل کرتی ہے تو وہ اجزاء اپنی جمادیت چھوڑ کر نباتیت اختیار کر لیتے ہیں پھر حیوان اپنی غذا نباتات سے حاصل کرتا ہے تو وہ اجزاء نباتات اپنی نباتیت چھوڑ کر حیوانیت اختیار کر لیتے ہیں پھر انسان اپنی غذا اجزاء حیوانی سے حاصل کرتا ہے وہ اجزاء حیوانی اپنی حیوانیت چھوڑ کر جسم انسانی بنجاتے ہیں۔

[۳] حملۂ دیگر جب انسان مرتا ہو تو

پس عدم گردم عدم چوں ارغنون[۱] — گویدم کہ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

پھر عدم بن جاؤنگا، عدم ارغنون (باجے) کی طرح — مجھ سے کہتا ہے کہ ہم سب اُسکی طرف لوٹنے والے ہیں

مرگ داں آں کاتفاقِ اُمت ست — کآبِ حیوانی نہان ظلمت ست

موت کو سمجھ لے کیونکہ تمام لوگوں کا اتفاق ہے — کہ آبِ حیات، تاریکی میں پوشیدہ ہے

ہمچو نیلوفر بروزیں طرف جُو — ہمچو مستسقی حریص آب جُو

نیلوفر کی طرح اِس نہر کے کنارے پر اُگ جا — استسقاء کے مریض کیطرح پانی کا حریص تلاش کرنیوالا

مرگِ او آبست و اُو جویائے آب — می خورد وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

اس کی موت پانی ہے اور وہ پانی کا جویاں ہے — اُس کو پیتا ہے اور اللہ زیادہ بہتر جاننے والا ہے

اے فسردہ عاشقِ ننگیں نمد — کوز بیمِ جاں ز جاناں می رمد

اے بھیگے ہوئے نمدے والے ٹھٹھرے ہوئے عاشق! — کہ وہ جان کے ڈر سے محبوب سے بھاگتا ہے

سوئے تیغِ عشقش اے ننگِ زناں — صد ہزاراں جاں نگر دستک زناں

اے زنان کیلئے باعثِ ذلت! اُسکے عشق کی تلوار کیجانب — لاکھوں جانوں کو تالیاں بجاتا ہوا دیکھ

جوئے دیدی کوزہ اندر جو ریز[۲] — آب را از جوئے کے باشد گریز

تو نے نہر دیکھ لی، پیالہ نہر میں بہا دے — پانی نہر سے کب گریز کرتا ہے؟

آبِ کوزہ چوں در آبِ جُو شود — محو گردد دروے و چوں اُو شود

پیالے کا پانی جب نہر کے پانی میں مل جاتا ہے — اُس میں فنا ہو جاتا ہے اور اُس جیسا ہو جاتا ہے

وصفِ اُو فانی شود ذاتش بقا — زیں سپس نے کم شود نے بدلقا

اس کا وصف فانی اور اُسکی ذات باقی بنجاتی ہے — اُسکے بعد نہ وہ گھٹتا ہے اور نہ بدصورت بنتا ہے

رسیدنِ آں عاشق بمعشوق چوں دست از جاں بشُست

عاشق کا معشوق کے پاس پہنچنا جبکہ اُس نے جان سے ہاتھ دھو لئے

خویش را بر نخل اُو آویختم[۳] — عذر آں را کہ از وے بگریختم

میں نے اپنے آپکو اُسکے کھجور کے درخت پر لٹکا دیا — اِس معذرت میں کہ میں اُس سے بھاگا تھا

ہمچو گوئے سجدہ کن بر روئے و سر — جانبِ آں صدر شد با چشمِ تر

سر اور چہرے کے بل سجدے کرتا ہوا گیند کی طرح — پُرنم آنکھوں کے ساتھ اس صدرِ جہاں کیطرف وہ چل گیا

بر رُخِ چوں زعفراں اشکِ رواں — رفت آں بیدل سوئے صدرِ جہاں

زعفرانی چہرے پر آنسو بہاتا ہوا — وہ بیدل، صدرِ جہاں کی جانب چلا

ف ۱ ارغنون۔ ایک باجہ کا نام ہے جس کا موجد افلاطون ہے۔ مرگ۔ موت بمنزلہ اُس تاریکی کے ہے جس کو عبور کر کے آبِ حیات حاصل ہوتا ہے۔ نیلوفر گھاس دریا کے کنارے پر پیدا ہوتی ہے اور وہ پانی کی بہت حریص ہوتی ہے۔ مرگِ او۔ استسقاء کا مریض پانی کا حریص ہوتا ہے اور وہی پانی اُسکی موت کا سبب بنتا ہے۔ اے فسردہ۔ اے عاشق تو عشق کا دعویٰ کرتا ہے اور پھر جان کے ڈر سے محبوب سے بھاگتا ہے۔ نہیں دیکھتا کہ لاکھوں عاشقوں کی جانیں خوشی میں اُس کی تیغِ عشق کے سامنے تالیاں بجا رہی ہیں اور مرنے کی مشتاق ہیں۔

ف ۲ جوئے۔ جب دریائے احدیت نظر آجائے اپنے قطرۂ حیات کو اس میں ڈال دے تو اُس کا ذاتی تشخص ختم ہو جائیگا اور وہ باقی بقاءِ حق ہو جائیگا پھر اسمیں نہ کمی آئیگی نہ کوئی تغیر پیدا ہوگا۔

ف ۳ بر نخل۔ چونکہ میں اُس سے بھاگا تھا اب اُسکے قدم پر قربان ہو جاؤں گا۔ ہمچو۔ وہ گیند کی طرح لڑھکتا ہوا روتا ہوا صدرِ جہاں کی جانب روانہ ہوا۔ زعفران۔ فراق میں اُس کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔

ہم کفن ہم تیغ اندر دستِ اُو [1] | چونکہ بُود اُو عاشق و سرمستِ اُو
کفن بھی، اور تلوار بھی اُس کے ہاتھ میں | کیونکہ وہ اُس کا عاشق اور متوالا تھا

جملہ خلقاں منتظر سر در ہوا | کِش بسوزد یا بر آویزد وُرا
تمام لوگ سروں کو اوپر کئے ہوئے منتظر تھے | کہ وہ اُس کو جلائے گا یا اُس کو پھانسی دیگا

ایں زماں ایں احمقِ یک لخت را | آں نماید کہ زماں بدبخت را
اب اس پورے احمق کے ساتھ | (صدرِ جہاں) وہ کرے گا جو زمانہ کسی بدبخت کے ساتھ کرتا ہے

ہمچو پروانہ شرر را نور دید | احمقانہ در فتاد از جاں برید
اس نے پروانے کی طرح چنگاریوں کو نور سمجھا | بے وقوفوں کی طرح گرا (اور) جان کھو دی

لیک [2] شمعِ عشق چوں آں شمع نیست | روشن اندر روشن اندر روشنیست
لیکن عشق کی شمع، اُس شمع کی طرح نہیں ہے | روشن، در روشن، در روشن ہے

اُو بعکسِ شمعہائے آتشی ست | می نماید آتش و جملہ خوشی ست
وہ آگ کی شمعوں کے بالعکس ہے | آگ نظر آتی ہے اور سراپا خوشی ہے

صفت کردنِ آں مسجد کہ مہمان کُش بُود و آں عاشقِ مرگ
اُس مسجد کی بات جو مہمان کو مار ڈالتی تھی اور اُس لاپروا، موت

جوئے لاابالی کہ دراں مسجد مہمان شُد
کی جستجو کرنے والے مہمان کا بیان

یک حکایت گوش کن اے نیک پے | مسجدے بُد بر کنارِ شہرِ رَے [3]
اے نیک خصلت! ایک قصہ سُن | رے شہر کے کنارے پر ایک مسجد تھی

ہیچکس در وے نخفتے شب ز بیم | کہ نہ فرزندش شُدے آں شب یتیم
کوئی شخص رات کو اس میں نہ سوتا، ڈر کی وجہ سے | اُس رات میں اُس کے بچے یتیم نہ ہو جاتے

ہر کہ در وے بیخبر چوں کور رفت | صبحدم چوں اختراں در گور رفت
جو بے خبر اندھے کی طرح اُس میں چلا گیا | صبح ہوتے وہ ستاروں کی طرح قبر میں چلا گیا

خویشتن را نیک ازیں آگاہ کُن | صبح آمد خواب را کوتاہ کُن
اپنے آپ کو اس سے اچھی طرح باخبر کرلے | صبح ہو گئی نیند کو مختصر کر

ہر کسے گفتے کہ پریانند تند | اندرو مہماں کُشاں با تیغِ کُند
ہر شخص کہتا کہ بدمزاج پریاں ہیں | اُس میں مہمان کو کُند تلوار سے مار ڈالنے والی

---

[1] ہم کفن۔ یعنی مرنے کی پوری تیاری کر کے آئی تھی مسرور ہوا۔ یعنی سر اُٹھائے ہوئے۔ کِش۔ یعنی صدر جہاں اُس کو کس قسم کی سزا دے گا۔ ایں زماں۔ اب اُس کو ایسی سزا ملے گی جو زمانہ کسی بدبخت کو دیتا ہے۔ ہمچو۔ تماشائی یہ کہہ رہے تھے کہ یہ احمق بھی پروانہ کی طرح نار کو نور سمجھا۔

[2] لیک۔ لیکن ان کا یہ سمجھنا غلط تھا وہ شمعِ عشق کو معمولی شمع سمجھ رہے تھے جس کی نار نور نظر آتی ہے۔ معمولی شمع پر قربان ہونے سے سوزش پیدا ہوتی ہے اس شمع پر قربان ہونا مجسم خوشی ہے۔ مسجد۔ مسجد کے واقعہ سے مولانا سمجھاتے ہیں کہ عوام جس چیز کو ہلاکت کا سبب سمجھتے ہیں وہ کامیابیوں کا سبب ہوتی ہے۔

[3] رَے۔ یہ وہی شہر ہے جس کی طرف منسوب ہو کر امام فخر الدین رازی کہلاتے ہیں۔ یتیم۔ یعنی جو بھی سوتا اُس کے بچے یتیم ہو جاتے۔ اختراں۔ صبح، ستاروں کی موت ہے۔ خویشتن۔ مخاطب کو نصیحت ہے کہ اس کہانی سے عبرت حاصل کرلے۔ صبحِ قیامت نزدیک ہے خوابِ غفلت سے بیدار ہو جا۔ تند۔ یعنی بدمزاج پریاں تکلیف دیکر مار ڈالتی ہیں۔

آں دگر گفتے کہ سحرست و طلسم[51] | کہ رصد باشد عدوِ جان و جسم

کوئی کہتا کہ جادو، اور طلسم ہے | جو جان اور جسم کے دشمن کی طرح گھات میں بیٹھا ہے

آں دگر گفتے کہ بر نہ نقشِ فاش | بر درش کاے میہماں اینجا مباش

دوسرا کہتا، کہ کھلا اعلان لگا دے | اسکے دروازے پر کہ اے مہمان! یہاں نہ ٹھہر

شب مخسپ اینجا اگر جاں بایدت | ورنہ مرگ اینجا کمیں بگشایدت

اگر تو جان (بچانی) چاہتا ہے یہاں رات کو نہ سو | ورنہ اس جگہ موت تجھ پر گھات لگائے گی

واں یکے گفتے کہ شب قفلے نہید | غافلے کاید شما رہ کم دہید

ایک کہتا کہ رات کو تالا لگا دو | کوئی انجان آئے تو تم داخل نہ ہونے دو

آمدنِ مہمان دراں مسجد

ایک مہمان کا مسجد میں آنا

تا یکے مہماں در آمد وقتِ شب | کو شنیدہ بود آں صیتِ عجب

حتیٰ کہ ایک مہمان رات کو آ گیا | جس نے وہ عجیب شہرت سنی تھی

از برائے آزموں می آزمود | زانکہ بس مردانہ و جانباز بود

امتحان کے لئے وہ آزما رہا تھا | کیونکہ وہ بہت بہادر اور جانباز تھا

گفت کم گیرم سر و اشکنبہٗ | رفتہ گیر از گنجِ جاں یک حبہٗ

اس نے کہا میں سر اور معدہ کو کب سمجھتا ہوں | فرض کر لے خزانہ سے ایک حبہ ضائع ہو گیا

صورتِ تن گو برو من کیستم[52] | نقش کم ناید چو من باقیستم

جسم کی صورت کو کہدے چل جائے اور میں کون ہوں | صورت کی کمی نہ ہوگی جب میں باقی ہوں

چوں نفختُ بودم از لطفِ خدا | نفخِ حق باشم ز نائے تن جدا

جب میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے نفختُ تھا | میں اللہ (تعالیٰ) کی پھونک ہوں گا بدن کی بانسری سے

تا نیفتد بانگِ نفخش ایں طرف | تا رہد آں گوہر از تنگیِ صدف

جبتک کہ اس (کے صور) کی آواز اس طرف نہ آئے | حتیٰ کہ وہ جوہر تنگ سیپ سے رہائی پائے

چوں تمنوا الموت گفت اے صادقیں[53] | صادقم جاں را بر افشانم بریں

جبکہ اس نے فرمایا ہے موت کی تمنا کرو اے سچو! | میں سچا ہوں اس (فرمان) پر جان نثار کر دوں

ملامتِ اہلِ مسجد مہمانِ عاشق را از شب خفتن در آنجا و تہدید کردن

مسجد والوں کا عاشق کو رات میں اس جگہ پر سونے میں ملامت کرنا اور ڈرانا

---

[51] سحر۔ کوئی کہتا مسجد میں کوئی جادو ہے جو مار ڈالتا ہو۔ گفتے۔ یعنی مسجد کے متولی کو کہتا کہ اس مسجد پر رات کو سونے کی ممانعت کا اعلان لگا دے۔ واں یکے۔ کسی کی یہ رائے ہوتی کہ مسجد پر تالا ڈال دو۔ صیت۔ شہرت۔ گفت۔ اس مہمان نے دل میں یہ سوچا کہ اگر مر بھی گیا تو صرف اتنا نقصان ہے جیسا کہ خزانہ میں سے ایک حبہ ضائع ہو جائے انسان کا جسم مجموعہ میں بمنزلہ حبہ کے ہے۔

[52] صورت۔ اگر جسم ہلاک بھی ہو جائیگا تو کیا مضائقہ ہو اصل تو روح ہے جو باقی رہیگی۔ نفختُ۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي یعنی آدم میں میں نے اپنی روح پھونک دی تو اگر جسم فنا بھی ہو گیا تو اللہ کی پھونک باقی رہیگی۔ تا نیفتد۔ یعنی میں جسم سے جدا ہو کر صرف نفخ حق رہوں گا جب تک کہ اس کے صور کا نفخہ اس عالم میں نہ آئے گا جب نفخ صور ہو گا تب پھر وہ نفخ حق میرے نائے تن سے وابستہ ہو جائیگا۔ تا رہد۔ میں نفخ حق کو تن سے اسلئے جدا رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ اس گوہر نفخ حق کیلئے یہ صدفِ جسم تنگ ہے۔

[53] چوں۔ قرآن پاک میں یہود کو خطاب کر کے فرمایا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ تم موت کی تمنا کرو اگر سچے ہو۔ یہود چونکہ دعوے میں جھوٹے تھے

قوم گفتندش کہ ہیں اینجا مخُسپ | تا نکوبد جانستانت ہمچو کُسبؔ[1]
لوگوں نے اُس سے کہا خبردار! یہاں نہ سونا | تاکہ جان نکالنے والا تجھے کھل کی طرح نہ کُوٹے

کہ غریبی و نمی دانی تو حال | کاندریں جا ہر کہ خفت آمد زوال
اسلئے کہ تو مسافر ہے اور تو حالت نہیں جانتا ہے | کہ اس جگہ جو سویا ہے (اُس پر) زوال آیا ہے

اتفاقے نیست ایں ما بارہا | دیدہ ایم و جملہ اصحابِ نُہےٰ
اتفاقاً نہیں ہے، یہ ہم نے بہت سی مرتبہ | دیکھا ہے، اور سب عقلمندوں نے

ہر کہ آں مسجد شبے مسکن شدش | نیم شب مرگِ ہلاہلؔ[2] آمدش
وہ مسجد جس کا ایک رات مسکن بنی ہے | اُس کو آدھی رات میں قاتل موت آئی ہے

از یکے تا پانصد ایں را دیدہ ام | نے بہ تقلید از کسے بشنیدہ ام
ایک سے پانچسو تک ہم نے یہ دیکھا ہے | نہ کہ تقلیداً ہم نے کسی سے سُنا ہے

گفت الدِّینُ النَّصِیحۃُ آں رسُول | آں نصیحت در لُغت ضدِ غلول
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے "دین خیر خواہی ہے" فرمایا ہے | خیر خواہی لغت میں خیانت کی ضد ہے

ایں نصیحت راستی در دوستی | در غلولی خائن و سگ پوستی
یہ خیر خواہی دوستی میں سچائی ہے | خود غرضی میں خیانت اور کُتا پن ہے

بے خیانت ایں نصیحت از وداد | می نمائیمت مگرد از عقل و داد
یہ نصیحت بغیر خیانت کے دوستی کی وجہ سے | ہم تجھے کرتے ہیں عقل اور انصاف سے روگردانی نہ کر

جواب گفتنِ عاشق ناصحاں و ملامت گویاں را

عاشق کا نصیحت کرنے والوں اور ملامتگروں کو جواب دینا

گفت اُو اے ناصحاں من بے ندمؔ[3] | از جہانِ زندگی سیر آمدم
اس نے کہا اے نصیحت کرنے والو! میں بغیر کسی ندامت کے | زندگی کی دنیا سے پیٹ بھر چکا ہوں

منبلے ام زخم جُو و زخم خواہ | عافیت کم جُوئے از منبل براہ
میں بے حس زخم کو تلاش کرنیوالا اور زخم کا خواہشمند ہوں | بے حس آدمی سے راہ (زندگی) میں عافیت کی تمنا نہ کر

منبلے نے کو بود خود برگ جُو | منبلے ام لاابالی مرگ جُو
(میں) وہ بے حس نہیں ہوں جو سامان تلاش کرے | میں بے حس ہوں، لاپرواہ موت کا تلاش کرنیوالا ہوں

منبلم بے زخم ناساید تنم | عاشقم بر زخمہا بر می تنم
میں وہ بے حس ہوں کہ بغیر زخم کے میرا جسم آرام نہیں پاتا ہے | میں عاشق ہوں زخموں کے چکر کاٹتا ہوں

ؔ[1] کُسب۔ کاف کے ضمہ کے ساتھ کھلی، پھنکی۔ نُہیٰ کی جمع ہے عقل۔
ؔ[2] ہلاہل۔ چین میں ایک پہاڑ ہے جس میں ایک گھاس اُگتی ہے جو قاتل زہر ہے پھر ہلاہل مطلقاً قاتل زہر اور قاتل کے معنی میں آنے لگا ہے۔ ایں را۔ یعنی اس مسجد میں سونے والے کا مرنا۔ النقیض غلول۔ غلول۔ خیانت۔ وِداد۔ دوستی۔ داد۔ انصاف
ؔ[3] ندم۔ ندامت۔ منبل۔ سُست، بے حس۔ برگ۔ سازوسامان۔ پول۔ نقدی۔ از ایں پل۔ یعنی دنیا طلبی۔

منبلے نے کو بکف پول آورد | منبلے چستے کز ایں پل بگذرد

آں نہ کو بر ہر دکانے بر زند — بل جہد از کون و کانے۱ بر زند

نہ وہ کہ جو ہر دکان پر مارا مارا پھرے — بلکہ دنیا کو کود جائے اور کان پر پہنچ جائے

مرگ شیریں گشت و نقلم زیں سرا — چوں قفص ہشتن پریدن مرغ را

اس لیے نقل ہونا اور موت میرے لیے شیریں ہوتی ہے — جیسا کہ پرندے کے لیے پنجرا چھوڑنا (اور) اُڑ جانا

آں قفص کو ہست عین باغ در — مرغ می بیند گلستان و شجر

وہ پنجرا جو عین باغ میں ہے — پرند باغ، اور درخت دیکھ رہا ہے

جوق مرغاں از بروں گرد قفص — خوش ہمی خوانند ز آزادی قصص۲

پرندوں کا جھنڈ باہر پنجرے کے چاروں طرف — آزادی کے قصے خوشی سے پڑھ رہے ہیں

مرغ را اندر قفص زاں سبزہ زار — نے خورش ماندست و نے صبر و قرار

پنجرے کے اندر پرند کے لیے سبزہ زار کی وجہ سے — نہ بھوک رہی، اور نہ صبر و قرار (رہا)

سر ز ہر سوراخ بیروں میکند — تا بود کایں بند از پا بر کند

وہ ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے — کہ شاید اس بیڑی کو پاؤں سے نکال دے

چوں دل و جانش چنیں بیروں بود — آں قفص را در کشائی چوں بود

جب اس کا دل اور جان اس طرح باہر کی مشتاق ہو — اس پنجرے کا دروازہ کھلنا کیسا ہوگا؟

نے چناں۳ مرغ قفص در اندہاں — گرد بر گردش بحلقہ گربگاں

وہ پنجرے کے اس پرند کی طرح نہیں ہے جو غموں میں ہو — (اور) اس کے ارد گرد بلیاں حلقہ کئے ہوں

کے بود او را دریں خوف و حزن — آرزوئے از قفص بیروں شدن

اس کو اس ڈر اور رنج میں کب ہوگی! — پنجرے سے باہر نکلنے کی آرزو

او ہمی خواہد کزیں ناخوش حفص — صد قفص باشد بگرد ایں قفص

وہ چاہے گا کہ اس ناگوار زنبیل کی بجائے — اس پنجرے کے چاروں طرف سو پنجرے ہوں

بیان آنکہ عشق جالینوس بریں حیات دنیا بود کہ فن او

اس کا بیان کہ جالینوس کا عشق اس دنیاوی زندگی پر اس وجہ سے

ہم اینجا بکار می آید و ہنرے نور زیدہ است کہ در آں بازار

تھا کہ اس کا فن اس جگہ کام آتا تھا اور اُس نے وہ ہنر نہ اختیار کیا تھا

بکار آید آنجا خود را العوام یکساں می بیند والامر یومئذ للہ

جو اس بازار میں کام آئے وہاں وہ اپنے آپ کو عوام کے برابر سمجھتا تھا اور حکم اس دن خدا کے لیے ہے

۱ کانے یعنی معرفت خداوندی کی کان۔ نقلم یعنی اس دنیا سے منتقل ہونا۔ چوں قفص۔ یعنی جس طرح سے پرند کو پنجرہ چھوڑ کے اُڑ جانا شیریں ہوتا ہے۔ باغ در یعنی در باغ۔

۲ قصص۔ قصے کی جمع ہے۔ نے خورش۔ پرند کو پنجرے میں نہ دانا اچھا لگتا ہے اور نہ اس کو صبر و قرار ہوتا ہے۔ چوں۔ جب پرند کا یہ حال ہو تو پنجرے کا دروازہ ٹوٹنے سے اس کو کس قدر خوشی ہوگی۔

۳ نے چناں۔ البتہ وہ پرند جو پنجرے کے چاروں طرف بلیاں دیکھے تو وہ بیشک پنجرے ہی میں بند رہنا پسند کرے گا۔ حفص۔ فا ر سکون کے ساتھ زنبیل، بوجہ ضرورت شعری کی وجہ سے فا پر زبر دے دیا گیا ہے۔ جالینوس۔ یونان کا مشہور حکیم ہے چونکہ وہ محض علوم عقلیہ سے واقف تھا اور آخرت کا اس کو کوئی علم نہ تھا لہٰذا وہ دنیا میں جینے کا مشتاق تھا۔

آنچناں کہ گفت جالینوسِ راد[1] — از ہوائے ایں جہاں واز مُراد

جیسا کہ حکیم جالینوس نے کہا — اس دنیا کی محبت اور مُراد میں

راضیم کز من بماند نیم جاں — کہ ز کونِ استرے بینم جہاں

کہ میں راضی ہوں اگر آدھی جان (بھی) رہے — تاکہ خچر کی دُبر سے دُنیا کو دیکھوں

گربہ می بیند بگردِ خود قطار — مرغِ اُس از رُستہ بود است آں مطار

قطار میں اپنے چاروں طرف بلّیاں دیکھتا ہے — اُس کا پرندہ (روح) پرواز سے مایوس ہو گیا ہے

یا عدم دیدست غیرِ ایں جہاں — در عدم نادیدہ اُو حشرِ نہاں

یا اُس نے اس جہان کے علاوہ کو معدوم سمجھا ہے — اُس نے عدم میں چھپا ہوا حشر نہیں دیکھا ہے

چوں جنیں[2] کش میکشد بیروں کرم — می گریزد اُو پس سوئے شکم

جیسا کہ پیٹ کا بچہ کہ اسکو کرم (خداوندی) باہر کو کھینچتا ہے — وہ پیٹ کی جانب پیچھے کو بھاگتا ہے

لطف رُویش سوئے مصدر میکند — اُو مقر در پُشتِ مادر می کند

مہربانی اس کا رُخ نکلنے کی جگہ کی طرف کرتی ہے — وہ ماں کی کمر میں ٹھکانا بناتا ہے

کہ اگر بیروں نہم زیں شہر گام — اے عجب دیگر نہ بینم ایں مقام

کہ میں اگر اس شہر سے قدم باہر رکھوں گا — ہائے عجب! پھر یہ جگہ نہ دیکھوں گا

یا درے بودے دریں شہرِ رحم — کہ نظارہ کردمے اندر رحم

یا اس گندے شہر میں کھڑکی ہوتی — کہ میں رحم میں سے نظارہ کرتا

یا چو چشمِ سوزنے راہم بدے — کہ ز بیرونِ رحم دیدہ شدے

یا سوئی کے ناکے کی برابر میرے لئے راستہ ہوتا — کہ رحم کے باہر کی چیز دیکھ لی جاتی

اینچنیں ہم غافل ست از عالمے — ہمچو جالینوس اُو نامحرمے[3]

وہ بھی دنیا سے اِسی طرح غافل ہے — وہ جالینوس کی طرح ناواقف ہے

اُو نداند کو رطوباتے کہ ہست — آں مدد از عالمِ بیرونی است

وہ نہیں سمجھتا، کہ وہ رطوبتیں جو ہیں — وہ بیرونی دنیا کی مدد سے ہیں

آنچناں کہ چار عنصر در جہاں — صد مدد دارد ز شہرِ لامکاں

جس طرح سے دنیا میں چاروں عنصر — لامکان کے شہر سے سینکڑوں مدد پاتے ہیں

آب و دانہ در قفس گر یافتہ است — آں ز باغ و عرصہ در تافتہ است

اگر پنجرے میں پانی اور دانہ موجود ہے — وہ باغ اور میدان سے رونما ہوا ہے

1. راد۔ عقلمند ہوا۔ خواہش، محبت۔ کونِ استر۔ یعنی ذلیل مقام۔ آس۔ بلی۔ مطار۔ اڑنے کی جگہ، اڑان۔
2. جنیں۔ ماں کے پیٹ کا بچہ۔ پس۔ واپس۔ مصدر۔ نکلنے کی جگہ۔ مقر۔ قیام گاہ۔ گام۔ قدم۔ وخم۔ ناموافق مقام۔ چشمِ سوزن۔ سوئی کا ناکا۔
3. نامحرم۔ ناواقف راز۔ رطوبات۔ یعنی پیٹ کے بچے کی غذا جو رطوبتیں ہیں وہ ماں کی اُن غذاؤں سے حاصل ہوئی ہیں جو باہر سے آئے حاصل ہوتی ہیں۔ لامکاں۔ عالم اسماء، عالم ملکوت۔

جانہائے[1] انبیاء بینند باغ — زیں قفص در وقتِ نقلان و فراغ

انبیاء کی جانیں باغ کو دیکھتی ہیں — اِس پنجرے سے منتقل اور فارغ ہونے کے وقت

پس ز جالینوس و عالم فارغند — ہمچو ماہ اندر فلکہا بازغ اند

اِس لئے وہ جالینوس اور دنیا سے بے نیاز ہیں — وہ چاند کی طرح آسمانوں پر روشن ہیں

ور ز جالینوس ایں گفت افتریست — پس جوابم بہر جالینوس نیست

اگر یہ بات جالینوس پر بہتان ہے — تو میرا جواب جالینوس کے لئے نہیں ہے

ایں جواب آنکس آمد کایں بگفت — کہ نبودستش دلے با نور جفت

(پھر) یہ اُس کیلئے جواب ہے جس نے یہ کہا ہے — کیونکہ اُس کا دل نور کا ساتھی نہیں ہے

مرغ[2] جانش موش شد سوراخ جو — چوں شنید از گربگاں او عرجوا

اُسکی جان کا پرند سوراخ ڈھونڈنے والا چوہا بن گیا — جب اُس نے بلیوں سے "گھیر لو" سُنا

زاں سبب جانش وطن دید و قرار — اندریں سوراخِ دنیا موش وار

اسی لئے اُس کی جان نے وطن اور ٹھکانا دیکھا — چوہے کی طرح اِس دنیا کے سوراخ میں

ہم دریں سوراخ بنّائی گرفت — درخورِ سوراخ دانائی گرفت

اسی سوراخ میں اُس نے تعمیر سازی کی — سوراخ کے مناسب عقل اختیار کی

پیشہائے کہ مر اورا در مزید — اندریں سوراخ کار آید گزید

وہ پیشے جو اُس کے لئے اضافے میں — اِس سوراخ میں کام آئیں، اُس نے اختیار کئے

زانکہ دل بر کند از بیروں شدن — بستہ شد راہِ رہیدن از بدن

کیونکہ اُس نے باہر نکلنے سے دل پھیر لیا — (اور) بدن سے نجات کا راستہ بند ہوگیا ہے

عنکبوت[3] ار طبع عنقا داشتے — از لعابے خیمہ کے افراشتے

مکڑی، اگر عنقا کا مزاج رکھتی — لعاب سے خیمہ کب بلند کرتی؟

گربہ کردہ چنگِ خود اندر قفص — نامِ چنگش صرع و سرسام و مغص

بلی نے اپنا پنجہ پنجرے میں ڈال دیا — اُس کے پنجہ کا نام مرگی، سرسام اور پیچش ہے

حصبہ و قولنج و مالیخولیا — سکتہ و سُدّہ و جذام و ماشرا

چیچک، اور قولنج، اور مالیخولیا — سکتہ اور سُدّہ، اور کوڑھ، اور مُنہ کا ورم ہے

---

۱ جانہائے۔ انبیاء اور اولیاء دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے باغات کی سیر کر لیتے ہیں تو وہ جالینوس کی خواہش اور عالم سے بے نیاز اور فارغ البال ہیں۔ افتریٰ یعنی جو بات میں نے جالینوس کی نقل کی ہے اگر وہ جھوٹ ہے تو میرا یہ کلام جالینوس کے لئے نہیں ہے بلکہ اُس کے لئے ہے جو اِس عقیدے کا ہے اور اُس کا دل نور سے منور نہیں ہے۔

۲ مرغِ جانش۔ جس کے دل میں نور نہیں ہے وہ ایسا چوہا ہے جس نے بلیوں کی آواز سُن لی ہو اور بھٹ کی جستجو کرے۔ زاں۔ اسی لئے وہ اِس دنیا کو پسند کرتا ہے جو چوہے کے بھٹ کی طرح ہے۔ ہم دریں۔ وہ اِس دنیا میں دنیا کے ہنر سیکھنے پر اور دنیا کو سنوارنے پر اکتفاء کرتا ہے۔ پیشہائے۔ وہ وہی پیشے اختیار کرتا ہے جو اِس کی دنیا بنائیں۔ زانکہ۔ چونکہ اُس کو عالمِ آخرت کی طرف رغبت نہیں ہے۔

۳ عنکبوت۔ اُس کی خیال مکڑی کی سی ہے جو اپنے لئے ایک کمزور جالا تنتی ہے۔ گربہ۔ موت اپنے پنجے بصورتِ امراض اُس سے وابستہ کرتی ہے۔ صرع۔ مرگی۔ سرسام۔ وہ مرض ہے جس میں دماغ پر ورم آجاتا ہے اور مریض بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ مغص۔ پیچش۔ حصبہ۔ کھسرا۔ قولنج۔ آنتوں کا درد جو سُدّہ بیٹھ جانے سے ہوتا ہے۔ مالیخولیا۔ دیوانگی کی ایک قسم ہے۔ سکتہ۔ دماغی مرض ہے جس میں مریض بالکل مُردے کی طرح ہو جاتا ہے۔ سُدّہ۔ آنتوں میں کسی چیز کا جم جانا۔ جذام۔ کوڑھ۔ ماشرا۔ چہرے کا ورم جو خون کے جوش کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔

گربہ مرگ ست و مرض چنگال او | میزند بر مرغ و پرّ و بال او
موت بلی ہے اور مرض اُس کا پنجہ ہے | جو وہ پرند اور اُس کے بال و پر پر چلاتی ہے

گوشہ گوشہ می دود سوئے دوا | مرگ چوں قاضی و رنجوری گوا
وہ دوا کی جانب اِدھر اُدھر دوڑتا ہے | موت قاضی کی طرح ہے اور مرض گواہ ہے

چوں پیادہ قاضی آمد ایں گوا | کہ ہمی خواند ترا تا حُکم گاہ
یہ گواہ قاضی کے پیادے کی طرح آیا ہے | کہ وہ تجھے عدالت میں بُلاتا ہے

مہلتے خواہی تو از وے در گریز | گر پذیرد شد و گرنہ گفت خیز
تو بچانے کے لئے اس سے مُہلت مانگتا ہے | اگر اُس نے مان لیا تو وہ مہلت مل ورنہ وہ کہیگا اٹھ جا

جُستنِ مُہلت دوا و چارہا | کہ زنی بر خرقۂ تن پارہا
مُہلت طلب کرنا، دوا اور تدبیریں ہیں | تاکہ تو جسم کے چیتھڑوں کو پیوند لگائے

عاقبت آید صباحے خشم وار | چند باشد مُہلت آخر شرم دار
بالآخر وہ کسی صبح کو غضبناک ہو کر آتا ہے | آخر مُہلت کتنی ہوگی، شرم کر

عُذر خود از شہ بخواہ اے پر حسد | پیش ازانکہ آنچناں روزے رسد
اے حاسد! بادشاہ سے عُذر خواہی کرلے | اس سے قبل کہ ایسا دن آئے

وانکہ در ظلمت براند بارگی | بر کند زاں نورِ دل یکبارگی
اور جو اندھیرے میں گھوڑا دوڑاتا ہے | اس ذرّے سے یک لخت دل کو ہٹاتا ہے

میگریزد از گواہ و مقصدش | کاں گوا سوئے قضا میخواندش
وہ گواہ اور اُس کے مقصد سے بھاگتا ہے | کیونکہ وہ گواہ اُس کو موت کی طرف بُلاتا ہے

ناگہاں گیرند اورا خوار و زار | کش کشاں تا پیش قاضی شرمسار
اُسکو ذلیل اور عاجز کر کر، اچانک پکڑ لینگے | شرمندگی کی حالت میں اُسکو قاضی کے سامنے کھینچ

زیں گذر کن جانبِ آں شخص کاں | کو بمسجد آمد آں شب میہماں
اس کو چھوڑ اُس شخص کی جانب چل | جو اُس رات کو مسجد میں مہمان بن کر آیا

ملامت کردنِ اہلِ مسجد مہمان را از شب خفتن دراں مسجد

مسجد والوں کا مہمان کو رات میں مسجد میں سونے پر ملامت کرنا

قوم گفتندش مکن جلدی برو | تا نگردد جامہ و جانت گرو
لوگوں نے اُس سے کہا بہادری نہ دکھا چلا جا | تاکہ تیری جان اور کپڑے گروی نہ ہو جائیں

---

۱ گربہ۔ موت بلی ہے اور یہ امراض اسکے پنجے ہیں۔ مرگ۔ موت فیصلہ کرتی ہے۔ رنجوری۔ بیماری کی نوعیت پر فیصلہ ہوتا ہے۔ پیادہ۔ موت امراض کے ذریعہ اپنی طرف بُلاتی ہے۔ حکم گاہ۔ عدالت، محکمہ۔ مہلتے۔ تو دوا کرنے کے لئے مہلت چاہتا ہے اگر مرض نے مہلت دیدی تو دوا کے ذریعہ بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر اُس نے مہلت نہ دی تو وہ فوراً موت کے سپرد کر دیتا ہے۔ خیز۔ یعنی اٹھ اور موت کی جانب چل۔ کہ زنی۔ مرض کی وجہ سے جو تیرے بدن کو نقصان پہنچا ہے تو دوا کے ذریعہ اُسکو درست کرنا چاہتا ہے۔

۲ عاقبت۔ انجام کار مرض کا پیادہ آئیگا اور پھر وہ مہلت نہ دیگا۔ عذر خواہی مناسب ہے کہ اس دربار میں حاضری کے لئے قبل از وقت تیاری کرلی جائے۔ ظلمت۔ یعنی خواہشات نفسانی کی ظلمت۔ بارگی۔ گھوڑا۔ برکند۔ خواہشات کا انہماک نور خداوندی سے جدا کر دیتا ہے۔ گواہ۔ یعنی مرض۔ مقصدش۔ مرض کا مقصود موت ہے۔

۳ ناگہاں۔ لیکن موت سے فرار ممکن نہیں ہے۔ قاضی یعنی موت۔ زیں۔ اب دوبارہ اس مسجد کے مہمان کا قصہ شروع کرتے ہیں۔ جلدی۔ بہادری۔ گرو۔ یعنی موت کے ہاتھوں گروی۔

آں[1] ز دور آساں نماید بہ نگر
وہ دُور سے آسان نظر آتا ہے، اچھی طرح دیکھ لے

کہ بآخر سخت باشد رہگذر
کہ انجامِ کار، راستہ دُشوار ہو گا

بس کساں کاو بخت خود را از بخت
بہت سے انسان ہیں جنہوں نے شروع میں اپنے آپکو لٹکایا

وقت پیچا پیچ دستاویز جست
پیچیدگی کے وقت سہارا ڈھونڈا

پیشتر از واقعہ آساں بود
واقعہ سے پہلے آسان ہوتا ہے

در دلِ مردم خیالِ نیک و بد
انسانوں کے دل میں اچھے بُرے کا خیال

چوں در آید اندرونِ کارزار
جب میدانِ جنگ میں آجاتا ہے

آں زماں گردد بر آں کس کار زار
اُس وقت اُس شخص پر کام دشوار ہو جاتا ہے

چوں نہ شیری ہیں منہ تو پائے پیش
جبکہ تو شیر نہیں ہے خبردار! آگے قدم نہ رکھ

کاں اجل گرگست و جانِ تست میش
کیونکہ موت بھیڑیا ہے اور تیری جان بھیڑ ہے

ور ز[2] ابدالی و میشت شیر شد
اگر تو ابدال میں سے ہے اور تیری بھیڑ شیر ہو گئی ہے

ایمن آ کہ مرگِ تو سرزیر شد
مطمئن ہو کر آ، کیونکہ تیری موت سرنگوں ہو گئی ہے

کیست ابدال آنکہ او مبدل شود
ابدال کون ہے؟ وہ جو تبدیل ہو جائے

خمرش از تبدیلِ یزداں خل شود
اللہ (تعالیٰ) کے تبدیل کر دینے سے اسکی شراب سرکہ ہو جائے

لیک مستِ شیر گیری وز گماں
لیکن تو نیم مست ہے، اور گمان سے

شیر پنداری تو خود را ہیں مراں
اپنے آپ کو شیر سمجھتا ہے خبردار! آگے نہ بڑھ

گفت حق ز اہلِ نفاقِ ناسدید
اللہ (تعالیٰ) نے گمراہ منافقوں کے بارے میں فرمایا

بأسُهُمْ مَا بَيْنَهُمْ بَأْسٌ شَدِيدٌ
اُن کی بہادری آپس میں سخت بہادری ہے

درمیانِ ہمدگر مردانہ اند
ایک دوسرے کے لئے بہادر ہیں

در غزا چوں عورتانِ خانہ اند
جہاد میں گھر کی عورتوں کی طرح ہیں

گفت[3] پیغمبر سپہدارِ غیوب
غیب کے سپہ سالار پیغمبر نے فرمایا

لَا شَجَاعَةَ يَا فَتَى قَبْلَ الْحُرُوبِ
اے نوجوان! لڑائیوں سے پہلے بہادری کچھ نہیں ہے

وقتِ لافِ غزو مستاں کف زنند
جہاد کی شیخی بگھارتے وقت مستوں کی طرح سینہ ٹھونکتے ہیں

وقتِ جوش و جنگ چوں کف می شوند
جوش اور جنگ کے وقت جھاگ کی طرح گر پڑتے ہیں

وقتِ ذکرِ غزو شمشیرش دراز
جہاد کے ذکر کے وقت اُس کی تلوار دراز ہے

وقتِ کر و فر تیغش چوں پیاز
کر و فر کے وقت اُس کی تلوار پیاز کی طرح ہے

---

[1] آں - یعنی مسجد کا سونا۔ بس کساں - ناتجربہ کار مصیبت میں پھنس کر بچنے کی تدبیر کرتا ہے جو دشوار ہوتی ہے جبکہ مصیبت کے آنے سے پہلے اچھا برا سوچا جا سکتا ہے۔ چوں - ناتجربہ کار مصیبت میں پھنس کر پریشان ہوتا ہے۔ چوں نہ شیری - موت بھیڑیا ہے اگر تو شیر ہے تو اُس کا مقابلہ کر سکتا ہے اگر تو بھیڑ ہے تو وہ پھاڑ کھائیگا۔

[2] ور ز ابدال - اولیاء اللہ موت سے خائف نہیں ہوتے ہیں۔ آبدال - وہ اولیاء اللہ ہیں جن کی بری صفات اچھی صفات میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ خمر یعنی بری صفات - خل - سرکہ یعنی اچھی صفات - مست شیر گیر - وہ مست جس کا نشہ ادھورا ہو۔ بأسهم - قرآن پاک میں منافقوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى "آپس میں اُن میں بڑی دھاک ہے تو اُن کو اکٹھا سمجھتا ہے اور اُن کے دل متفرق ہیں" غزا - جنگ، جہاد۔

[3] گفت - یہ حدیث کتابوں میں منقول نہیں ہے۔ لا شجاعۃ - شجاعت کا پتہ میدان جنگ میں چلتا ہے۔ کف زنند یعنی سینہ ٹھونک کر بہادری جتاتے ہیں۔ کف - جھاگ، دوسرے مصرعہ میں۔ کر - آگے بڑھ کر حملہ کرنا۔ فر - پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا۔ چوں پیاز - یعنی نرم۔

وقتِ اندیشہ دلِ اُو غزو جو
خیال کے وقت اس کا دل جنگجو ہے
پس[1] بیک سوزن تہی شد خیکِ اُو
پھر ایک سوئی سے اس کی مشک خالی ہوگی

من عجب دارم ز جویائے صفا
مجھے صفائی کے (اس) طالب پر تعجب ہے
کو رمد در وقتِ صیقل از جفا
جو صیقل کے وقت تکلیف سے بھاگ جائے

عشق چوں دعویٰ جفا دیدن گواہ
عشق دعویٰ ہے، تکلیف برداشت کرنا گواہ ہے
چوں گواہت نیست شد دعویٰ تباہ؟
جب تیرے پاس گواہ نہیں ہے تو دعویٰ برباد ہو

چوں گواہت خواہد ایں قاضی مرنج
جب یہ قاضی گواہ مانگے تو رنجیدہ نہ ہو
بوسہ دہ بر مار تا یابی تو گنج
سانپ کو چوم لے تاکہ تو خزانہ پائے

آں جفا با تو نباشد اے پسر
اے صاحبزادے! وہ سختی تجھ پر نہیں ہے
بلکہ با وصفِ بدی اندر تو در
بلکہ اس بُری صفت پر ہے جو تیرے اندر ہے

بر نمد[2] چوبے کہ آں را مرد زد
اس شخص نے نمدے پر جو لکڑی ماری
بر نمد آں را نزد بر گرد زد
وہ نمدے پر نہیں ماری، گرد پر ماری ہے

گر بزد مر اسپ را آں کینہ کش
اگر سزا دینے والے نے گھوڑے کو مارا
آں نزد بر اسپ زد بر سکسکش
اُسنے گھوڑے کو نہیں مارا اسکی سست رفتاری کو مارا

تا ز سکسک وارہد خوش پے شود
تاکہ وہ سست رفتاری سے نجات پا جائے خوش رفتار ہو جائے
شیرہ را زنداں کنی تا مے شود
تو شیرہ کو قید کرتا ہے تاکہ شراب بن جائے

آں یکے میزد یتیمے را بقہر
ایک شخص غصہ سے ایک یتیم کو مارتا تھا
قند بود آں لیک بنمودہ چو زہر
وہ شکر تھا لیکن زہر جیسا نظر آتا تھا

دید مردے آنچنانش زار زار
ایک شخص نے اس کو ایسا زار زار روتا ہوا دیکھا
آمد و بگرفت زودش در کنار
تو وہ آیا اور فوراً اس کو بغل میں لے لیا

گفت[3] چنداں آں یتیمک را زدی
اس نے کہا تو نے اس یتیم بچے کو اتنا مارا
چوں نترسیدی ز قہرِ ایزدی
تو خدا کے قہر سے کیوں نہ ڈرا؟

گفت اُو را کے زدم اے جانِ دوست
اُسنے کہا اے پیارے! میں نے اسکو کب مارا ہے؟
من برآں دیوے زدم کو اندر وست
میں نے اس شیطان کو مارا ہے جو اسکے اندر ہے

مادرا گوید ترا مرگِ تو باد
اگر تجھے ماں کہے، خدا کرے تو مرے
مرگِ آں خو خواہد و مرگِ فساد
تو وہ عادت کی موت اور فساد کی موت چاہتی ہے

[1] پس - پھونک بھری ہوئی مشک میں ایک سوئی چبھو دی جائے تو ہوا خارج ہو جاتی ہے یعنی ادنیٰ تکلیف کو برداشت نہیں کرتے ہیں۔ من عجب - جو شخص صفائے قلب چاہتا ہے اس کیلئے مجاہدے ضروری ہیں۔ عشق - خدا سے عشق و محبت ایک دعویٰ ہے اور مجاہدہ اس کا گواہ ہے، دعویٰ بغیر گواہ کے ناقابلِ اعتبار ہے۔ بوسہ - خزانہ پر سانپ ہوتا ہے اس کو مانوس کرکے خزانہ تک پہنچا جا سکتا ہے۔ آں جفا - مجاہدے کی جفا درحقیقت اس برائی پر ہے جس کے ازالہ کے لئے مجاہدہ کرایا جاتا ہے۔

[2] بر نمد - محسوسات میں اس کی مثال یہ ہے کہ کمبل جھاڑنے کے لئے اس پر لکڑی ماری جاتی ہے تو وہ دراصل کمبل پر نہیں بلکہ گرد پر ماری جاتی ہے۔ گر بزد - سست گھوڑے پر ہنٹر مارا جاتا ہے تو دراصل اس کی سستی پر مارا جاتا ہے۔ سکسک - سست رفتاری۔ شیرہ - انگور کے شیرہ کو مٹکے میں اسی لئے بند کیا جاتا ہے کہ اس سے شراب بنے۔ آں یکے - استاد بچہ کو مارتا ہے تو بظاہر ظلم ہے حقیقتاً اس میں اس کی اصلاح اور بھلائی ہے۔

[3] گفت - اس شخص نے استاد کو ڈانٹا تو استاد نے یہ کہا کہ مقصد اس بچہ کو مارنا نہیں ہے بلکہ اس شیطان کو مارنا ہے جو اس میں گھسا بیٹھا ہے۔ مادرا - [illegible]

آں گروہے کز ادب بگریختند
وہ لوگ جو ادب (حاصل کرنے) سے بھاگے

آبِ مردی و آبِ مرداں ریختند
انھوں نے انسانیت اور انسانوں کی آبرو ریزی کی

عاذلاں شاں از وغا وا راندند
ملامت کرنیوالوں نے انھیں جنگ سے باز رکھا

تا چنیں حیز و مخنث ماندند
یہاں تک کہ وہ ایسے نامرد اور مخنث رہ گئے

لاف و غرہ ژاژ خا را کم شنو
بکواس کرنیوالے کی شیخی اور گھمنڈ کم سن

با چنینہا در صفِ ہیجا مرو
ایسے لوگوں کے ساتھ جنگ کی صفوں میں نہ جا

زانکہ زادوکم خبالا گفت حق
کیونکہ اللہ تعالٰی نے "وہ تم میں زیادہ خرابیاں ڈالتے" فرمایا ہے

کز رفاقِ سست برگرداں ورق
تاکہ تو سست ساتھیوں سے ورق پلٹ دے

کہ گر ایشاں با شما ہمرہ شوند
کیونکہ وہ اگر تمہارے ساتھ ہوں گے

غازیاں بیمغز ہمچوں کہ شوند
غازی، تنکے کی طرح بیکار ہو جائیں گے

خویشتن را با شما ہم صف کنند
وہ اپنے آپ کو تمہارے ساتھ ہم صف کریں گے

پس گریزند و دلِ صف بشکنند
پھر بھاگیں گے، اور صف کا دل توڑ دینگے

پس سپاہے اندکے بے ایں نفر
تو تھوڑی سپاہی اس جماعت کے بغیر

بہ کہ با اہلِ نفاق آید حشر
بہتر ہیں بہ نسبت اسکے کہ منافقوں کیساتھ اجتماع ہو

ہست بادامِ کم خوش بیختہ
خوش (ذائقہ)، تھوڑے بادام چھنے ہوئے

بہ ز بسیارے بتلخ آمیختہ
بہت سے کڑوے ملے ہوؤں سے بہتر ہیں

تلخ و شیریں گر بصورت یک شی اند
کڑوا اور میٹھا اگرچہ بظاہر ایک چیز ہیں

نقص ازاں افتاد کہ ہمدل نیند
خرابی اس وجہ سے واقع ہوئی کہ وہ باطن میں یکساں نہیں ہیں

گبر ترساں دل بود کو از گماں
کافر خوفزدہ دل والا ہوتا ہے، کیونکہ وہ گمان

می زید در شک ز حالِ آنجہاں
میں جی رہا ہے اُس جہان کے حال کے شک میں

میرود در رہ نداند منزلے
وہ راستہ چلتا ہے منزل کو نہیں جانتا ہے

گام ترساں می نہد اعمیٰ دلے
اندھے دل والا ڈرتے ہوئے قدم رکھتا ہے

چوں نداند رہ مسافر چوں رود
جب مسافر نہیں جانتا ہے وہ کیسے راستہ چلے؟

با تردد ہا و دلِ پُر خوں رود
مشکوک اور پُر خون دل کے ساتھ چلتا ہے

۱؎ آں گروہے۔ جو لوگ مجاہدات کی سختی سے بھاگتے ہیں وہ انسانیت کو تباہ کرتے ہیں۔ عاذلاں۔ ان منافقوں کو ان کے دوستوں نے جہاد میں شریک ہونے سے روکا تو یہ لوگ نامرد بن کر رہ گئے آئندہ اشعار میں منافق لوگوں کی مصاحبت اور ہمراہی سے روکتے ہیں۔ غرہ۔ گھمنڈ۔ زادوکم خبالا قرآن پاک میں ان منافقوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ لو خرجوا فیکم ما زادوکم الا خبالا "اگر وہ تم میں مل کر نکلتے تو زیادہ خرابیاں ڈالتے"۔ رفاق رفیق کی جمع ہے سفر کا ساتھی۔ گرداں ورق یعنی ان کی بات ہی نہ کر ان سے قطع نظر کر۔ غازیاں۔ یعنی آگی بزدلی بہادروں کو بھی ناکارہ بنا دیگی۔

۲؎ خویشتن۔ منافق جب صفوں میں سے بھاگیں گے بہادروں کے دل ٹوٹیں گے۔ پس۔ تھوڑے بہادر ان بزدلوں کے مجمع سے بہتر ہیں۔ ہست۔ اگرچہ چھنے تھوڑے سے میٹھے بادام ہوں تو وہ زیادہ باداموں سے جن میں تلخ بھی ہوں بہتر ہیں۔ نقص۔ کڑوے اور شیریں بادام اگرچہ صورت میں یکساں ہیں لیکن ان کے باطن میں بہت فرق ہے یہی حال مومنوں اور منافقوں کا ہے۔

۳؎ گبر۔ چونکہ کافروں کو اگلی زندگی کے بارے میں شکوک و شبہات ہیں اسلئے ان کے دل ہمیشہ خوفزدہ رہتے ہیں۔ میرود۔ چونکہ یہ آخرت کے بارے میں اندھے ہیں لہٰذا آخرت کی راہ طے کرنے میں سست ہیں، اندھا ڈرتے ڈرتے قدم بڑھاتا ہے۔ چوں نداند۔ جو شخص راستہ سے ناواقف ہوتا ہے وہ تیزی سے منزل طے نہیں کر سکتا معمولی سے اندیشہ سے ٹھہر جاتا ہے۔

ہر کہ گوید ہائے ایں سُو راہ نیست
جو کوئی کہہ دے ہکا ہائے اِس طرف راستہ نہیں ہے

اُو کُند از بیم آنجا وقف و ایست
وہ اُسی جگہ خوف سے توقف اور رُکاؤ کر دیتا ہے

ور بداند[51] رہ دلِ باہوشِ اُو
اگر اُس کا باہوش دل راستہ جانتا ہے

کے رَوَد ہر ہائے و ہُو در گوشِ اُو
تو ہر ہائے و ہُو اُس کے کان میں کہاں پہنچتی ہے؟

پس مشو ہمراہ ایں اُشتر دلاں
تو اِن اونٹ کے دل والوں کا ہمراہی نہ بن

زانکہ وقتِ ضیق و بیم اند آفلاں
کیونکہ وہ تنگی اور خوف کے وقت غائب ہوجانے والے ہیں

پس گریزند و تُرا تنہا ہلند
وہ بھاگ جائیں گے اور تجھے تنہا چھوڑ دیں گے

گر چہ اند لافِ سحرِ بابل اند
اگرچہ وہ شیخی مارنے میں بابل کا جادو ہیں

تو زِ رعنایاں مجو ہیں کارزار
خبردار! تو نازنینوں سے جنگ کی توقع نہ رکھ

تو زِ طاؤساں مجو صید و شکار
تو موروں سے صید و شکار کا طالب نہ بن

طبعِ طاؤسیت وسواست کند
تیری موروالی طبیعت تیرے اندر وسوسے ڈالتی ہے

دم دہد از تا مقامت بر کند
وہ فریب دیتی ہے تاکہ تجھے (بلند) مقام سے ہٹادے

گفتن[52] شیطان قریش را کہ بجنگ احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام آئید کہ
شیطان کا قریش کو احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنگ کے لئے کہنا کہ آؤ میں مدد کرونگا

من یاریہا کنم و قبیلۂ خود را بیاری خوانم و گریختن او در ملاقات صفین
اور اپنے قبیلہ کو مدد کے لئے بلالوں گا اور دونوں صفوں کی مُٹھ بھیڑ کے وقت اُس کا بھاگ جانا

ہمچو شیطاں کز وساوس بر قریش
شیطان کی طرح جس نے قریش پر وسوسوں کے ذریعہ

دم دمید و گفت گرد آرید جیش
منتر پھونکا، اور کہا لشکر جمع کر لو

تا کہ در احمد ہزیمت افگنیم
تاکہ احمدؐ (کی صفوں) میں ہم شکست ڈالدیں

بیخ و بنیاد از زمینش بر کنیم
زمین سے اُس کی بیخ و بنیاد اُکھاڑ دیں

چونکہ شیطاں در سپہ شد صد حکیم
جب شیطان سپاہیوں میں ایک سو ماہر بن گیا

خواند افسوں کانی جارٌ لکم[53]
اُس نے منتر پڑھا کہ میں تمہیں پناہ دینے والا ہوں

چوں سپہ گرد آمد از گفتِ اُو
جب اُس کی بات سے سپاہی جمع ہو گئے

کرد با ایشاں بحیلت گفتگو
تو اُن سے چالاکی سے گفتگو کی

پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے آئیں تو وہ اُلٹے پاؤں چلتا بنا اور کہا مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں۔ میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

[51] وَرْ بِداند۔ راہ سے واقف کسی کے شبہ ڈالنے سے سُست نہیں پڑتا ہے۔ پس مشو۔ لہذا اُن منافقوں کو شریکِ سفر نہ کرنا چاہیے۔ اُشتر دلاں۔ اونٹ ڈرپوک ہوتا ہے آفلاں۔ آفِل کی جمع ہے، غائب ہوجانے والا۔ سحرِ بابل۔ بابل کے جادو کی تاثیر سخت مانی جاتی ہے۔ رعنا۔ نازک اندام۔ طبعِ طاؤسیت۔ انسان کی طبیعت کی رنگینی انسان میں شکوک و شبہات پیدا کرتی ہے اور اُس کو بلند مقام سے نیچے گرادیتی ہے۔

[52] گفتن۔ جنگِ بدر کے موقع پر شیطان نے سُراقہ نجدی کی صورت میں ظاہر ہو کر ابوجہل وغیرہ کو ورغلایا تھا تفتیش۔ یعنی جنگِ بدر کے لئے لشکر جمع کر لو۔ صد حکیم یعنی سَو پر ایک کا اضافہ افسوں۔ منتر۔

[53] جارٌ لکم۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَاِذْ زَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَکُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیْہِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْکُمْ اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ۔ اور جب شیطان نے اُن کی حرکتوں کو اُن کو اچھا کر کے دکھایا اور کہا آج لوگوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو تم پر غالب آسکے اور میں تمہارا پشت پناہ ہوں

کہ بیارم من قبیلہ خویش را
کہ میں اپنے خاندان کو لے آؤں گا
تا کہ در ہیجا[1] بود پشتِ شما
تاکہ جنگ میں تمہاری طاقت ہو

من شما را عون و یاری ہا کنم
میں تمہاری مدد اور اعانتیں کروں گا
تا سپاہِ دشمنانِ تاں بشکنم
تاکہ تمہارے دشمنوں کے لشکر کو شکست دیدوں

چوں قریش از گفتِ او حاضر شدند
قریش جب اس کی باتوں کی وجہ سے جمع ہو گئے
ہر دو لشکر در ملاقات آمدند
(اور) دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوئی

دید شیطاں از ملائک اِسپہے
شیطان نے فرشتوں کا ایک لشکر دیکھا
سوئے صفِ مومناں اندر رہے
مومنوں کی صف کی جانب (آتا ہوا) راستہ میں

آں جنودًا لم تروہا صف زدہ
اس لشکر نے جس کو تم نے نہ دیکھا صف بنائی
گشت جانِ او زبیم آتشکدہ
اس کی جان خوف سے بھٹی بن گئی

پائے خود واپس کشیدہ میگرفت
اپنے پاؤں، واپس کھینچنے کے روکتا تھا
کہ ہمی بینم سپاہے بس شگفت
کہ میں عجیب فوج دیکھ رہا ہوں

کہ اخاف اللہ مالی منہ عون
میں اللہ (تعالیٰ) سے ڈرتا ہوں میری اس کی جانب کوئی مدد نہیں ہے
اذہبوا انی اری مالا ترون
بھاگ جاؤ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو

گفت حارث[2] اے سراقہ شکل ہیں
حارث نے کہا اے سراقہ کی شکل والے! ہائیں!
دی چرا تو می نگفتی اینچنیں
کل تو نے اس طرح کیوں نہ کہا؟

گفت ایں دم من ہمی بینم حرب
اس (شیطان) نے کہا اب میں سختی دیکھ رہا ہوں
گفت می بینی جعاشیشِ عرب
اس (حارث) نے کہا تو عرب کے غریبوں کو دیکھ رہا ہے

می نبینی غیر ایں لیک اے تو شنگ
اس کے علاوہ تو کچھ نہیں دیکھ رہا ہے لیکن اے شوخ!
آں زمانِ لاف بود ایں وقتِ جنگ
وہ شیخی کا وقت تھا، یہ جنگ کا وقت ہے

دی ہمی گفتے کہ پابنداں[3] شدم
کل تو کہتا تھا کہ میں ذمہ دار ہوں
کہ بود تاں فتح و نصرت دُم بدم
کہ تمہیں دم بدم فتح اور نصرت ہوگی

دی زعیم الجیش بودی اے لعیں
اے ملعون! کل تو لشکر کا سردار تھا
ویں زماں نامرد و ناچیز و مہیں
اب نامرد، اور ناچیز، اور ذلیل ہے

تا بخوردیم آں دم تو و آمدیم
یہاں تک کہ ہم تیرا جھانسا کھا گئے اور ہم آگئے
تو بتوں رفتی و ما ہیزم شدیم
تو بھٹی میں گیا اور ہم ایندھن بن گئے

[1] ہیجا: جنگ۔ عون: مدد۔ جب قریش جنگ بدر میں جب دونوں صفیں بالمقابل ہوئی تھیں تو یہاں بھی مسلمانوں کی مدد کے لئے ملائکہ کی جماعت نازل ہوئی تھی جنودًا لم تروہا۔ قرآن پاک میں ہے وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا "اور اتارے ایسے لشکر جن کو تم نے نہ دیکھا" یہ آیت اگرچہ غزوۂ خندق کے سلسلہ میں ہے مولانا نے بطور اقتباس غزوۂ بدر کے بارے میں استعمال فرمایا ہے۔

[2] گفت حارث: شیطان نے حارث بن ہشام کو سراقہ کی شکل میں آکر بہکایا تھا۔ حرب۔ را کے زبر سے سختی۔ جعاشیش۔ جعشوش کی جمع ہے، گدا، فقیر۔ شنگ۔ شریر، شوخ۔

[3] پابنداں شدم: میں ذمہ دار ہوں۔ زعیم الجیش: لشکر کا سردار۔ تا بخوردیم: ہم تیرے مکر میں پھنس کر میدان بدر میں آگئے۔ تون: بھٹی، حمام۔ ہیزم: ایندھن۔

چونکہ حارث با سراقہ گفت ایں
جب حارث نے سراقہ سے یہ بات کہی

از عتابش خشمگیں شد آں لعیں[1]
وہ ملعون اُس کے غصہ سے غضبناک ہو گیا

دستِ خود خشمیں ز دستِ او کشید
غصہ میں اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ سے چھڑا لیا

چوں ز گفتِ اُوش درد دل رسید
چونکہ اُس کی گفتگو سے اُس کو دل کا درد ہوا

سینہاش را کوفت شیطان و گریخت
شیطان نے اسکے سینہ پر دوہتڑ مارا اور بھاگ گیا

خونِ آں بیچارگاں زیں مکر ریخت
اِس مکاری سے اُن بیچاروں کا خون بہا دیا

چونکہ ویراں کرد چندیں عالم او
جب اُس نے اِتنی دُنیا ویران کر دی

پس بگفت اِنّی بَرِیءٌ مِنکُم
تو بولا میں تم سے بیگانہ ہوں

کوفت اندر سینہ و انداختش
اُس کی چھاتی پیٹی اور اُس کو گرا دیا

پس گریزاں شد چو ہیبت تاختش
پھر بھاگ گیا جبکہ اُس پر ہیبت طاری ہوئی

نفس و شیطاں ہر دو یک تن بودہ اند
نفس اور شیطان دونوں ایک تھے

در دو صورت خویش را بنمودہ اند
اُنھوں نے دو صورتوں میں اپنے آپ کو دکھایا ہے

چوں[2] فرشتہ و عقل کایشاں یک بدند
جیسے کہ فرشتہ اور عقل کہ وہ ایک تھے

بہرِ حکمتہاش دو صورت شدند
اُس (اللہ) کی حکمتوں کی وجہ سے دو صورت ہو گئے

دشمنے داری چنیں در سرِ خویش
تو اپنے اندر ایسا دشمن رکھتا ہے

مانعِ عقل ست و خصمِ جان و کیش
جو عقل کیلئے مانع اور جان اور مذہب کا دشمن ہے

یک نفس حملہ کند چوں سوسمار
وہ گوہ کی طرح ایک دم حملہ کرتا ہے

پس بسوراخے گریزد در فرار
پھر بھاگتا ہوا سوراخ میں گھس جاتا ہے

در دلِ او سوراخہا دارد کنوں
وہ اب اُس (انسان) کے دل میں بہت سے سوراخ بنائے ہوئے ہے

سر ز ہر سوراخ می آرد بروں
(اور) ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے

نام[3] پنہاں گشتنِ دیو از نفوس
شیطان کا نام انسانوں سے چھپ جانے

واندراں سوراخ رفتن شد خنوس
اور سوراخوں میں گھس جانے سے خنوس ہو گیا ہے

کہ خنوسش چوں خنوسِ قنفذ ست
اُس کا گھس جانا سیہی کے گھسنے کی طرح ہے

چوں سرِ قنفذ ورا آمد شد ست
سیہی کے سر کی طرح اُس کی آمد و رفت ہے

کہ خدا آں دیو را خنّاس خواند
اللہ (تعالیٰ) نے اُس شیطان کو خنّاس کہا ہے

کو سرِ آں خارپشتک را بماند
کیونکہ وہ سیہی کے سر کی مانند ہے

---

[1] لعین۔ یعنی شیطان جو بصورت سُراقہ تھا۔ خشمیں۔ خشمگیں۔ چونکہ۔ جب بدر میں اُن کو تباہ کر چکا تو پھر یہ کہنے لگا کہ میرا تمہارا کیا واسطہ ہے۔ نفس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ نفس اور شیطان ایک ہی طاقت کے نام ہیں تو نفس کا دھوکا دینا شیطان ہی کا دھوکا دینا ہے۔

[2] چوں۔ فرشتہ اور عقل بھی دراصل ایک چیز ہے۔ نام علیحدہ علیحدہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتوں کی وجہ سے اُن کو دو صورتوں میں نمودار فرمایا ہے۔ دشمنے۔ جس طرح ہم نے شیطان کی دشمنی کا قصہ سُنایا ایسا ہی دشمن خود تیرے اندر تیرا نفس موجود ہے۔ یک نفس۔ وہ دشمن یکبارگی گوہ کی طرح حملہ کر کے بھٹ میں گھس جاتا ہے۔ در دل۔ انسان کے دل میں اُس کے رہنے کے بہت سے سوراخ ہیں۔

[3] نام پنہاں۔ چونکہ شیطان کا کام دھوکا دے کر گھس جانا اور چھپ جانا ہے، اسی لئے قرآن میں اُس کو خنّاس کہا گیا ہے جس کے معنی بہت چھپنے والا ہیں۔ قنفذ۔ سیہی جو بلی سے چھوٹا ایک جنگلی جانور ہے اُسکے بدن پر لمبے لمبے خار ہوتے ہیں خطرے کے وقت وہ اپنے خار کھڑے کر لیتا ہے اور اپنا منھ اندر کو گھسا لیتا ہے۔ خارپشتک۔ اسی قنفذ کو کہا جاتا ہے۔

می نہاں گردد سرِ آں خار پشت — دم بدم از بیمِ صیادِ درشت[۱]
اُس سیہی کا سر چھپ جاتا ہے — فوراً سخت شکاری کے ڈر سے

تا چو فرصت یافت سر آرد بروں — زیں چنیں مکرے شود مارش زبوں
جب اُس کے موقع پایا سر باہر نکالا — ایسے مکر سے اُس سے سانپ مغلوب ہو جاتا ہے

گر نہ نفس از اندروں راہت زدے — رہزناں را بر تو دستے کے بُدے
اگر نفس اندر سے تیری راہزنی نہ کرتا — رہزنوں کو تجھ پر کب قابو ہوتا؟

زاں عوانِ مقتضی کہ شہوت است — دل اسیرِ حرص و آز و آفت است
اُس تقاضہ کرنیوالے سپاہی کیوجہ سے جو کہ شہوت ہے — دل حرص، اور لالچ اور مصیبت کا قیدی ہے

زاں عوانِ سرّ شدی دزد و تباہ — تا عواناں را بقہر تست راہ
اس پوشیدہ سپاہی کی وجہ سے تو چور اور تباہ بنا — یہاں تک کہ سپاہیوں کو تیرے اوپر ظلم کا موقع ملا

درخبر[۲] بشنو تو ایں پندِ نکو — بَیْنَ جَنْبَیْکُمْ لَکُمْ اَعْدٰی عَدُوٌّ
حدیث میں تو اس نیک نصیحت کو سن لے — ذکر، تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں کے بیچ ہے

طمطراقِ ایں عدو مشنو گریز — کو چو ابلیس ست در رنج و ستیز
اس دشمن کی شان و شوکت (کی باتیں) دشمن سے بھاگ جا — کیونکہ وہ جھگڑے اور لڑائی میں شیطان کی طرح ہے

بر تو او از بہرِ دنیا و نبرد — آں عذابِ سرمدی را سہل کرد
تجھ پر اس نے دنیا اور دشمنی کی خاطر — اس دائمی عذاب کو آسان کر دیا ہے

چہ عجب[۳] گر مرگ را آساں کند — او ز سحرِ خویش صد چنداں کند
کیا تعجب ہے اگر وہ موت کو آسان کر دے — وہ اپنے جادو سے اس سے سو گنا کر دیتا ہے

سحر کاہے را بصنعت کہ کند — باز کوہے را چو کاہے می تند
جادو، کاریگری سے تنکے کو پہاڑ بنا دیتا ہے — پھر پہاڑ کو تنکا جیسا کر دیتا ہے

زشتہا را نغز گرداند بفن — نغزہا را زشت گرداند بظن
فریب سے برائیوں کو بھلا کر دیتا ہے — بدگمانی سے بھلائیوں کو برا بنا دیتا ہے

آدمی را خر نماید ساعتے — آدمی سازد خرے را از کیتے
ایک گھڑی میں آدمی کو گدھا بنا دیتا ہے — فن سے، گدھے کو آدمی بنا دیتا ہے

---

۱ صیاد۔ شکاری سانپ جو سیہی موقع پاکر حملہ کرتا ہے۔ اور ایسا مکر کرتا ہے کہ سانپ بھی اس سے عاجز آجاتا ہے۔ گر نہ۔ انسانی بری نفسانی خواہش کی وجہ سے ہی انسان پر برے لوگ غالب آجاتے ہیں۔ زاں عواں۔ انسان کے اندر جو سپاہی ہے جسکو شہوت کہا جاتا ہے وہ انسان کو برائیوں پر مجبور کرتا ہے وہ چوری کراتا ہے تب بیرونی سپاہیوں کو اس پر ظلم کرنے کا موقع ملتا ہے۔

۲ درخبر۔ حدیث شریف میں ہے، تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں کے بیچ میں ہے۔ طمطراق نفس اور شیطان ایک ہی چیز ہیں انکی شان وشوکت پر توجہ نہ کر۔ دونوں بڑے جھگڑالو ہیں۔ بر تو۔ یہ دنیا کے لالچ میں پھنسا کر انسان کو ایسا گمراہ کرتے ہیں کہ وہ آخرت کے دائمی عذاب کو سہل سمجھنے لگتا ہے۔

۳ چہ عجب۔ اس نفس سے یہ بھی بعید نہیں ہے کہ وہ انسان کے لئے اس کی ابدی موت کو آسان کردے وہ اپنے جادو سے اس طرح کے سینکڑوں کام کرجاتا ہو۔ سحر۔ جادو تنکے کو پہاڑ اور پہاڑ کو تنکا بنا دیتا ہے اسی طرح شیطان تھوڑی عبادت کو بہت زیادہ اور بہت سے گناہوں کو بہت تھوڑا کرکے دکھا دیتا ہے۔ زشتہا۔ شیطانی فریب میں انسان بھلائیوں کو برائی اور برائیوں کو بھلائی سمجھنے لگتا ہے۔ آدمی۔ شیطان نیکوں کو بد اور بدوں کو مغالطہ میں ڈال کر نیک ظاہر کردیتا ہے۔

کارِ سحر اینست کو دم میزند ۱؎ — ہر نفس قلبِ حقائق می کند
جادو کا یہ کام ہے کہ وہ پھونک مارتا ہے — ہر وقت حقیقتوں کو تبدیل کر دیتا ہے

اینچنیں ساحر درونِ تست ستر — اِنَّ فِی الْوَسْوَاسِ سِحْرًا مُّسْتَتِر
ایسا جادوگر تیرے اندر پوشیدہ ہے — بیشک وسوسوں میں مستقل جادو ہے

اندراں عالم کہ ہست ایں سحرہا — ساحراں ہستند جادوئے کشا
جس دنیا میں یہ جادو ہیں — (وہاں) جادو کا توڑ کرنے والے جادوگر بھی ہیں

اندراں صحرا کہ رست ایں زہرِ تر — نیز روئیدست تریاق اے پسر
جس جنگل میں یہ تازہ زہر اگا ہے — اے صاحبزادے! (وہاں) تریاق بھی اگا ہے

گویدت ۲؎ تریاق از من جو سپر — کہ ز زہرم من بتو نزدیک تر
تریاق تجھ سے کہتا ہے مجھ سے ڈھال لے — کیونکہ میں تجھ سے زہر سے زیادہ نزدیک ہوں

گفت او سحرست و ویرانیِ تو — گفت من سحرست و دفعِ سحرِ او
اس کی گفتگو جادو ہے اور تیری تباہی ہے — میری باتیں جادو ہیں اور اُسکے جادو کا توڑ ہیں

گفت پیغمبر کہ اِنَّ فِی الْبَیَان — سحرًا حق گفت آں خوش پہلواں
پیغمبرؐ نے فرمایا بے شک بیان میں — جادو ہے، اس اچھے سردار نے سچ فرمایا

لیک ۳؎ سحرے دفعِ سحرِ ساحراں — مایۂ تریاک باشد در جہاں
لیکن وہ جادو جو جادوگروں کے جادو کا توڑ ہے — (اور) دنیا میں تریاق کا سرمایہ ہوتا ہے

آں بیانِ اولیاء و اصفیاست — کز ہمہ اغراضِ نفسانی جداست
وہ اولیاء اللہ اور برگزیدہ لوگوں کا بیان ہے — جو تمام نفسانی غرضوں سے جدا ہے

حاصل آں کز زہرِ نفسِ دوں گریز — نوش کن تریاقِ مرشد چست و تیز
خلاصہ یہ ہے کہ کمینہ نفس کے زہر سے بھاگ — چستی اور تیزی سے مرشد کا تریاق پی لے

ایں طلسمِ سحرِ نفس اندر شکن — سوئے گنجِ پیرِ کامل نقب زن
نفس کے جادو کے اس طلسم کو توڑ دے — کامل شیخ کے خزانے کیطرف سوراخ کرے

بس درازست ایں سوئے آغاز راں — جانبِ مہمان و مسجد باز راں
یہ بہت لمبی بات ہے، شروع کیطرف چل — مہمان، اور مسجد کی طرف پھر چل

زیں گذر کن باز تا مسجد بیا — قصۂ مہماں بگو و آں ماجرا
اس کو چھوڑ، پھر مسجد کی طرف آ — مہمان کا قصہ، اور وہ سرگذشت بیان کر

۱؎ کارِ سحر۔ جس طرح جادو بظاہر تبدیلِ حقائق کرتا ہے اسی طرح شیطان حقائق کو نفس الامر میں بدل ڈالتا ہے۔ اینچنیں۔ نفسِ امارہ وسوسے ڈال کر انسان میں جادوگری کرتا ہے۔ اندراں۔ نفس کی اس جادوگری کا یہ علاج ہے کہ بزرگوں سے تعلق پیدا کرے۔ اندراں۔ اللہ تعالیٰ نے جو مرض پیدا فرمایا ہے اس کا تریاق بھی پیدا فرما دیا ہے۔

۲؎ گویدت۔ وہ اولیاء اللہ تجھے اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ گفت۔ اور تجھ سے کہہ رہے ہیں کہ نفس کی باتیں جادو اور ویرانی ہیں ہماری باتیں نفس کے جادو کا توڑ ہیں۔ گفت۔ آنحضورؐ نے گفتگو کو جادو سے تعبیر فرمایا ہے۔

۳؎ لیک۔ بیان بھی جادو ہے لیکن اصل جادو وہ ہے جو جادوگروں کے جادو کا توڑ کر دیتا ہے اور وہی دراصل تریاق ہے۔ آں بیان۔ یہ تریاق اولیاء اور بزرگانِ دین کا بیان ہے جو تمام نفسانی غرضوں سے پاک ہوتا ہے۔ گنجِ پیر یعنی مرشد کے باطنی علوم سے تعلق پیدا کرے۔

مکرر کردنِ عاذلاں پند را براں مہمانِ مسجدِ مہماں کُش

مسجد کے مہمان کو مہمان کو مار ڈالنے والی مسجد کے ملامت گروں کا مکرر نصیحت کرنا

ہیں مکُن جلدی برو اے بوالکرم ۔۔۔ مسجد و ما را مکُن زیں مُتہم

خبردار اے بھلے آدمی! بہادری نہ دکھا ۔۔۔ ہمیں اور مسجد کو متہم نہ بنا

گر بگوید دشمنے از دشمنی ۔۔۔ آتشے در ما زند فردا دنی

اگر دشمنی سے کوئی دشمن کہدے گا ۔۔۔ تو کمینہ کل کو ہمیں (آگ میں) پھونک دے گا

کہ بتا سانید اُو را ظالمے ۔۔۔ بر بہانہ مسجد اُو بُد سالمے

کہ اس کا کسی ظالم نے گلا گھونٹا ہے ۔۔۔ مسجد کے بہانے سے، وہ اچھا خاصہ تھا

تا بہانہ قتل بر مسجد نہد ۔۔۔ چونکہ بدنام ست مسجد اُو جہد

تاکہ موت کا بہانہ مسجد پر رکھ دے ۔۔۔ چونکہ مسجد بدنام ہے، وہ چھوٹ جائے گا

تہمتے بر ما منہ اے سخت جاں ۔۔۔ کہ نہ ایم ایمن ز مکرِ دشمناں

اے جفاکش! ہم پر تہمت نہ رکھ ۔۔۔ کیونکہ ہم دشمنوں کے مکر سے مطمئن نہیں ہیں

ہیں برو جلدی مکُن سودا مپز ۔۔۔ کہ نتاں پیمود گردوں را بگز

خبردار! بہادری نہ کر خیالی (پلاؤ) نہ پکا ۔۔۔ کیونکہ آسمان کو گز سے نہیں ناپا جا سکتا

چوں تو بسیاراں بلافیدہ ز بخت ۔۔۔ ریشِ خود بر کندہ یک یک لخت لخت

تجھ جیسے بہت سوں نے نصیب(بدی) کی شیخی ماری ہے ۔۔۔ ہر ایک نے اپنی داڑھی کا ایک ایک بال نوچا ہے

ہیں برو کوتاہ کُن ایں قیل و قال ۔۔۔ خویش و ما را در میفگن در وبال

خبردار! چلا جا اس بحث و مباحثہ کو مختصر کر ۔۔۔ اپنے آپ کو اور ہمیں مصیبت میں نہ پھنسا

جواب گفتنِ مہمان ایشاں را و مثل آوردن بدفعِ حارسِ

مہمان کا اُن کو جواب دینا اور مثال دینا کھیتی کے رکھوالے کی

کِشت بانگِ دُف از کِشت آں اُشترے را کہ کوسِ محمودی بر پشتِ اُو زدندے

ڈھول کی آواز سے اس اونٹ کو کھیتی سے بھگانے کی جس کی پشت پر (رکھ کر) محمودی نقارے کو بجاتے تھے

گفت اے یاراں از آں دیواں نیم ۔۔۔ کہ ز لاحولے ضعیف آید پیَم

اس نے کہا اے دوستو! میں اُن بھوتوں میں سے نہیں ہوں ۔۔۔ کہ ایک لاحول سے میرا قدم کمزور پڑے

لہ جلدی، بہادری، بگوید یعنی قاضی کے یہاں شکایت کرو گے۔ دنی، کمینہ۔ بتاسانید، تاسانیدن، گلا گھونٹنا۔ یہ شعر اور اگلا شعر چغلخور کا مقولہ ہے۔

ے کہ نتاں جس طرح آسمان کی گزوں سے پیمائش کرنا بیہودہ خیال ہے اسی طرح تیرا مسجد میں سونے کا خیال بیہودہ ہے۔ چوں تو نصیحت کرنے والوں نے مہمان سے کہا کہ تجھ جیسے بہت سوں نے اپنی خوش نصیبی کی شیخی ماری ہے اور پھر شرمندہ ہوئے ہیں۔

ے قیل و قال بحث و مباحثہ۔ حارس، نگہبان، رکھوالا۔ کوسِ محمودی، یعنی سلطان محمود غزنوی کا نقارہ۔ پیَم۔ پائے ام۔

کودکے کو حارسِ کشتے[1] بُدے ⁂ طبلکے در دفعِ مُرغاں می زدے

ایک بچہ جو کھیتی کا رکھوالا تھا ⁂ پرندوں کو اُڑانے کے لئے ایک ڈفلی بجاتا تھا

تا رمیدے مُرغ ازاں طبلک ز کشت ⁂ کشت از مُرغانِ بد بیخوف گشت

حتیٰ کہ پرندے اُس ڈفلی سے کھیتی سے اُڑ جاتے ⁂ کھیتی شریر پرندوں سے بے خوف ہو جاتی

چونکہ سُلطاں شاہ محمودِ کریم ⁂ بر گذر زد آں طرف خیمہ عظیم

جب شاہ سلطان محمود کریم ⁂ گذرا، وہاں اُس نے بڑا خیمہ لگایا

با سپاہے ہمچو استارہ اثیر ⁂ انبُہ و فیروز صفدر مُلک گیر

ایسے لشکر کیساتھ جو آسمان کے ستاروں کیطرح تھا ⁂ گھنا اور کامیاب صفوں کو چاک کرنیوالا ملک کو فتح کرنیوالا

اُشترے بُد کو بُدے حمّالِ کوس ⁂ بختیِ بُد پیشرو ہمچوں خروس

ایک اونٹ تھا جو نقارہ اُٹھانے والا تھا ⁂ آگے چلنے والا بختی (نسل کا)، تھا مُرغ کی طرح

بانگِ کوس و طبل بروے روز و شب ⁂ می زدند اندر رجوع و در طلب

رات دن نقارہ، اور ڈھول اُس پر ⁂ بجاتے تھے، روانگی اور واپسی پر

اندراں مزرع در آمد آں شتر ⁂ کودک آں طبلک بزد در حفظِ بُر

وہ اونٹ اُس کھیت میں آ گیا ⁂ گیہوں کی حفاظت کیلئے بچے نے وہ ڈفلی بجائی

عاقلے[2] گفتش مزن طبلک کہ او ⁂ پختہ طبل ست و با آنست خو

ایک عقلمند نے اُس سے کہا ڈفلی نہ بجا کیونکہ وہ ⁂ نقارے کا اونٹ ہے اور اُس کو اُسکی عادت ہے

پیشِ او چہ بُود تبوراکِ تو طفل ⁂ کہ کشد او طبلِ سُلطاں بیست کفل

اُس کے سامنے تجھ لڑکے کی ڈفلی کیا ہے ⁂ کیونکہ وہ بادشاہ کا بیس گنا نقارہ اُٹھاتا ہے

عاشقم من کُشتۂ قربانِ لا ⁂ جانِ من نوبتگہِ طبلِ بلا

میں عاشق ہوں اور لا کا مقتول اور قربان ہوا ⁂ میری جان مصیبت کے نقارہ کی نقارخانہ ہے

خود[3] تبوراک ست ایں تہدیدہا ⁂ پیشِ آنچہ دیدہ است ایں دیدہا

یہ ڈراوے ڈفلی ہیں ⁂ اُس کے سامنے جو کچھ ان آنکھوں نے دیکھا ہے

اے حریفاں من ازانہا نیستم ⁂ کز خیالاتے دریں رہ بیستم

اے دوستو! میں اُن میں سے نہیں ہوں ⁂ کہ خیالات کیوجہ سے اس راستے سے باز رہوں

من چو اسمٰعیلیانم بے حذر ⁂ بل چو اسماعیلؑ آزادم ز سر

میں اسماعیلیوں کی طرح نڈر ہوں ⁂ بلکہ حضرت اسماعیلؑ کی طرح سر سے بے نیاز ہوں

---

[1] کشت. کھیتی. طبلک. چھوٹا طبل. ڈفلی. اثیر. اجرامِ فلکیہ، آسمان. صفدر. صف شکن. بختی. اُس نسل کا اونٹ جو بخت نصر نے عربی اونٹنی اور عجمی اونٹ سے بنائی تھی یہ سُرخ رنگ کا عظیم الجثہ اونٹ ہوتا ہے. حمّال. اٹھانے والا. مزرع. کھیت. بُر. گیہوں.

[2] عاقلے. ایک عقلمند نے بچے کو سمجھایا کہ اس اونٹ کے بھگانے کے لئے ڈفلی بجانا بیکار ہے یہ نقارے کا اونٹ ہے اور نقارہ سننا اُس کی عادت ہے. تبوراک. کھنگھنا جو باغ میں چڑیوں کو اُڑانے کیلئے باندھا جاتا ہے ڈفلی. کفل. جفتہ. عاشقم. یہ عاشق کا مقولہ ہے. لا یعنی عدم. نوبتگہ. نقارخانہ.

[3] خود. یعنی تمہاری یہ دھمکیاں جو مسجد میں سونے پر مجھے دے رہے ہو ان مصائب کے مقابلہ میں جو میں جھیل چکا ہوں شاہی نقارہ کے مقابلہ میں ڈفلی جیسی ہیں. کز خیالاتے مسجد کے سونے میں جو خیالات تم پیش کر رہے ہو. اسماعیلیاں یعنی وہ عاشقانِ خدا جو راہِ خدا میں حضرت اسماعیلؑ کی طرح جان دینے سے دریغ نہ کریں.

فارغم از طمطراقِ[1] و از ریا
میں شان و شوکت اور دکھاوے سے خالی ہوں

قُل تَعَالَوْا گفت جانم را بیا
اُس نے قُل تَعَالَوْا۔ میری جان کیلئے کہا ہے کہ آجا

گفت پیغمبرؐ کہ جَادَ فِی السَّلَف
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ اچھا کیا قرض میں

بِالْعَطِیَّۃِ مَنْ تَیَقَّنَ بِالْخَلَف
دینے میں جس نے اجر کا یقین کیا

ہر کہ بیند مر عطا را صد عوض
جو دینے میں سو بدلے دیکھتا ہے

زود در بازد عطا را زیں غرض
اس غرض سے دینے کی بازی جلد کھیلتا ہے

جملہ[2] در بازار زاں گشتند بند
تمام لوگ بازار میں اسی لئے پھنسے ہیں

تا چو سود افتاد مالِ خود دہند
تاکہ جب نفع ہو اپنا مال دیدیں

زر در انبانہا نشستہ منتظر
(ہر شخص) روپیہ تھیلیوں میں لئے منتظر بیٹھا ہے

تا کہ سود آید ببذل آید مُصِر
خرچ کر دینے پر مصر ہے تاکہ نفع آئے

چوں بہ بیند کالہ در ربح بیش
جب کسی سامان کو نفع میں بڑھا ہوا دیکھتا ہے

سرد گردد عشقش از کالائے خویش
اپنے سامان سے اُس کا عشق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے

گرم زاں ماندست با آں کو ندید
سرگرم اس لئے رہا ہے کہ اُس نے نہیں دیکھا

کالہائے خویش را ربح و مزید
اپنے سامان کا نفع اور بڑھاؤ

ہمچنیں[3] علم و ہنرہائے و حرف
یہی حال علم اور ہنروں اور پیشوں کا ہے

چوں ندید افزوں ازانہا در شرف
جبکہ اُس نے فضیلت میں اُنسے زیادہ کچھ نہ دیکھا

تا بہ از جاں نیست جاں باشد عزیز
جبتک جان سے زیادہ پیارے نہیں جان پیاری ہوتی ہے

چوں بہ آمد نامِ جاں شد چیز لیز
جب وہ بہتر ہوں جان کا نام ناچیز ہو جاتا ہے

لعبتِ مُردہ بود جاں طفل را
مُردہ گڑیا بچے کی جان ہوتی ہے

تا نگشت او در بزرگی طفل زا
جبتک کہ وہ بڑائی میں بچہ پیدا کرنے والا نہ بنجائے

ایں تصور ویں تخیل لعبت است
یہ تصور اور یہ تخیل گڑیا ہے

تا تو طفلی پس بدانت حاجت است
جب تک تو بچہ ہے اس کی تجھے ضرورت ہے

چوں ز طفلی رست جاں شد در وصال
جب جان بچپن سے نجات پاگئی حاصل ہوگئی

فارغ از حس ست و تصویر و خیال
حس اور تصویر اور خیال سے فارغ ہوگئی

۱؎ طمطراق۔ شان و شوکت۔ قُل تَعَالَوْا۔ آپ کہہ دیجئے آجاؤ۔ یہ آیت قرآن میں کئی جگہ آئی ہے اور ہر جگہ آجاؤ کا خطاب مختلف لوگوں کے لئے ہے لیکن اِس عاشق نے اپنے لئے قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ خطاب میری جان کے لئے ہے کہ تو آجا۔ جاد۔ انسان جو کچھ کسی غریب کو دیتا ہے بسا اوقات اس کے دینے میں اُس کے پیش نظر صرف اِس غریب کی حاجت کو رفع کرنا ہوتا ہے اور بسا اوقات اُس کے پیش نظر یہ بھی ہوتا ہے کہ خدا مجھے اُس کا عوض اور بدلہ آخرت میں عطا فرمائیگا یہ دوسری صورت پہلی صورت سے بہتر ہے حدیث شریف میں ہے جَادَ بِالسَّلَفِ مَنْ تَیَقَّنَ بِالْخَلَفِ یعنی قرض دینے میں اُس شخص نے جود و کرم کیا جسنے آخرت کے اجر کا یقین کر کے قرض دیا۔ ہر کہ۔ جس شخص کو اجر اُخروی پر یقین ہوتا ہے وہ بہت جلد عطا و بخشش کرتا ہے۔

۲؎ جملہ۔ دنیاوی کاروبار میں بھی نفع کیخاطر لوگ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ زر۔ تاجر تھیلی میں روپیہ بھرے ہوئے نفع کی خاطر خرچ کرنیکا منتظر رہتا ہے۔ چوں بہ بیند۔ کاروباری آدمی کو جب نفع نظر آتا ہے تو اپنا سرمایہ خرچ کرنے میں اُس کو کوئی تامل نہیں رہتا۔ گرم۔ اپنا مال جمع کرتیں اس وقت تک سرگرم ہے جبتک کہ اس کو نفع کی امید نہیں ہے۔

۳؎ ہمچنیں۔ علم و ہنر میں جب انسان کو شرافت نظر آتی ہے تو انسان جان پر کھیل کر اسکو حاصل کرتا ہے۔ لیز۔ تابع ہے معنی ہیچ۔ لعبت۔ کھلونا۔ گڑیا۔ تا نگشت۔ یعنی انسان جب اصل چیز سے بےخبر ہوتا ہے تو ادنیٰ چیز پر اکتفا کر لیتا ہے۔ طفل زا۔ بچہ کو جننے والا۔ ایں تصور۔ یہ تصورات کی دنیا جبتک ہی پیاری ہے جبتک وصال حاصل نہیں ہے وصال کے بعد یہ چیزیں بے حقیقت ہیں۔

نیست[۱] محرم تا بگویم بے نفاق
محرم نہیں ہے تاکہ بغیر تصنع کہہ دوں

تن زدم واللہ اعلم بالوفاق
میں خاموش ہو گیا اور خدا موافقت کرنے والوں کو زیادہ جانتا ہے

مال و تن برف اند ریزانِ فنا
مال اور جسم برف ہیں جو فنا سے پگھل رہے ہیں

حق خریدارش کہ اللہ اشتری
اللہ (تعالیٰ) اُن کا خریدار ہے کیونکہ اللہ نے خرید لیا ہے

برفہا زاں از ثمن اولیستت
تیرے لئے برف، معاوضہ سے زیادہ بہتر ہے

کہ توئی در شک یقینے نیستت
کیونکہ تو شک میں ہے، تجھے یقین نہیں ہے

ویں[۲] عجب ظنے ست در تو اے مہیں
اے ذلیل! تجھ میں یہ عجب ظن ہے

کہ نمی پرد بہ بستانِ یقیں
جو یقین کے باغ کی طرف پرواز نہیں کرتا ہے

ہر گماں تشنہ یقیں ست اے پسر
اے بیٹا! ہر گمان یقین کا پیاسا ہے

می زند اندر تزاید بال و پر
جو بڑھاؤ کی طرف بال و پر پھڑپھڑاتا ہے

چوں رسد در علم پس پر پا شود
جب وہ علم (کے درجہ) میں پہنچتا ہے قائم ہو جاتا ہے

مر یقیں را علمِ او بویا شود
اُس کا علم یقین کی طرف دوڑتا ہے

زانکہ ہست اندر طریقِ مفتتن
چونکہ آزمائے ہوئے طریقے میں

علم کمتر از یقین و فوقِ ظن
علم یقین سے کم اور ظن سے اوپر ہے

علم جویائے یقیں باشد بداں
سمجھ لے، علم یقین کا طالب ہوتا ہے

واں یقیں جویائے دید ست و عیاں
اور یقین دید اور مشاہدے کا طالب ہے

اندر[۳] الہاکم بجو ایں را کنوں
(سورۃ) الہاکم میں اِس کو تلاش کر لے

از پسِ کلا پسِ لو تعلمون
کلا کے پیچھے، لو تعلمون کے پیچھے

می کشد دانش بہ بینش اے علیم
اے علم والے! علم مشاہدے کی طرف لے جاتا ہے

گر یقیں بودے بدیدندے جحیم
اگر انہیں یقین ہوتا تو وہ دوزخ کا مشاہدہ کر لیتے

دید زاید از یقیں بے امتہال
مشاہدہ یقین سے بغیر توقف کے پیدا ہوتا ہے

آنچناں کز ظن ہمی زاید خیال
جس طرح ظن سے خیال پیدا ہوتا ہے

---

[۱] نیست۔ یہ حقائق محرم راز ہی کی سمجھ میں آسکتے ہیں جس کا فقدان ہے۔ نفاق۔ یعنی وہ لوگ جو میرے اس بیان کے موافق ہوں۔ مال و تن۔ یہ پھر اس عاشق جہاں کا مقولہ شروع ہوا ہے۔ اشتری۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے اُن کی جانیں خرید لی ہیں۔ برفہا یعنی انسان کو اپنی جان اور مال اُس قیمت سے پیارا ہے جب تک اُس کو اُن کی اُس قیمت کا یقین نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائیگا۔

[۲] ویں عجب۔ حقیقی چیز کے بارے میں گمان ترقی کر کے یقین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے لیکن بعض انسان صرف اُخروی امور کے بارے میں گمان کے درجہ پر رہتے ہیں اور اُن کو یقین کا درجہ حاصل نہیں ہوتا حالانکہ دنیاوی امور میں ہر گمان ترقی کر کے یقین تک پہنچ جاتا ہے۔ چوں رسد۔ مولانا کی تحقیق کے مطابق ابتداءً کسی چیز کا ظن حاصل ہوتا ہے پھر وہ ترقی کر کے علم بنتا ہے پھر علم ترقی کر کے یقین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ مفتتن۔ آزمودہ۔ علم کسی چیز کے وقوع اور لا وقوع میں سے کسی ایک جانب کو عقلاً ترجیح حاصل ہو جائے تو ظن کہا جاتا ہے۔ علم سے مراد وہ جازم اعتقاد ہے جو واقعہ کے مطابق ہو۔ یقین اُس علم ثابت کو کہیں گے جس کے ازالہ کی کوئی راہ باقی نہ ہو۔ عیاں مشاہدے کو کہا جاتا ہے تو ابتدائی درجہ ظن کا ہے پھر علم کا مرتبہ ہے اور اُس کے بعد یقین کا مرتبہ ہے۔ اور یقین کے بعد مشاہدے کا درجہ ہے۔

[۳] اندر الہاکم۔ سورۂ تکاثر میں فرمایا گیا ہے کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّہَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ۔ تم ضرور جان لوگے پھر تم ضرور جان لوگے اگر تم یقینی طور پر جان لوگے تو ضرور دوزخ کو دیکھ لوگے پھر تم عین الیقین سے اُس کو دیکھ لوگے۔ اس آیت سے ثابت ہوا ہے کہ شک اور ظن کے بعد علم کا درجہ آتا ہے اور علم کے بعد یقین کا مرتبہ ہے اور علم الیقین کے بعد مشاہدے کا درجہ ہے۔ از پس کلا۔ یعنی کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ پس لو تعلمون۔ یعنی کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ

اندر الھٰکم بیانِ ایں ببیں
(سورۃ) الہٰکم میں اس کا بیان دیکھ لے

کہ[1] شود علم الیقینُ عینُ الیقینُ
کہ علم الیقین، عین الیقین ہو جاتا ہے

از گماں واز یقیں بالاترم
میں گمان، اور یقین سے بالاتر ہوں

وز ملامت بر نمیگردد سرم
ملامت سے میرا سر نہیں چکراتا ہے

چوں دہانم خورد از حلوائے او
جبکہ میرا منہ اس کا حلوا کھا چکا ہے

چشمِ روشن گشتم و بینائے او
میں روشن چشم اور اسکو دیکھنے والا بن گیا ہوں

پا نہم گستاخ چوں خانہ روم
میں جب گھر کو جاتا ہوں تو بے پروائی سے قدم رکھتا ہوں

پا نہ لرزانم نہ کورانہ روم
نہ پاؤں کو لرزاتا ہوں، نہ اندھا دھند چلتا ہوں

آنچہ گُل را گفتِ حق خنداں کرد
جو کچھ اللہ نے پھول سے کہا اور اسکو شگفتہ کر دیا

با دلِ من گفت صد چنداں کرد
میرے دل سے کہا اور اس کو سَو گُنا کر دیا

آنچہ زد بر سَرو[2] و قدش راست کرد
وہ جو سَرو پر نازل کی اور اُس کا قد سیدھا کر دیا

وانچہ از وے نرگس و نسریں بخورد
اور وہ جو اس سے نرگس اور نسرین نے حاصل کی

آنچہ نے را کرد شیریں جان و دل
وہ جس نے گنے کی جان اور دل کو شیریں کر دیا

وانچہ خاکی یافت زو نقشِ چگل
اور وہ جس سے خاکی نے چگل کا نقش حاصل کر لیا

آنچہ ابرو راچناں طرار ساخت
جس نے ابرو کو ایسا نوکیلا بنایا

چہرہ را گلگونہ و گلنار ساخت
چہرے کو سرخ اور گلنار بنایا

مر زباں را داد صد افسونگری
جس نے زبان کو سَو جادو سکھائے

وانکہ کاں را داد زرِ جعفری
جس نے کان کو جعفری سونا عطا کیا

چوں درِ زرّاد خانہ باز شد
جب اسلحہ خانہ کا دروازہ کھلا

غمزہائے چشم تیر انداز شد
آنکھ کے غمزے تیر انداز بنے

بر دلم[3] زد تیر و سودائیش کرد
اس نے میرے دل پر تیر مارا اسکو مجنون بنایا

عاشقِ شکّر و شکّر خائیش کرد
شکر اور شکر خوری کا عاشق کر دیا

عاشقِ آنم کہ ہر آن آنِ اوست
میں اس کا عاشق ہوں کہ ہر ملکیت اُسکی ملکیت ہے

عقل و جاں جاندار یک مرجانِ اوست
عقل اور جان اس کے لب سے جاندار ہے

من نلافم ور بلافم ہمچو آب
میں شیخی نہیں مارتا ہوں، اور اگر مارتا ہوں تو پانی کی طرح

نیست در آتش کُشی ام اضطراب
آگ بجھانے میں مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے

[1] کہ شود یعنی لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ۔ بالاترم یعنی مشاہدے کا درجہ حاصل ہے۔ وز ملامت۔ اب کسی شبہ و شک سے اس کا ادراک نہیں ہو سکے گا جبکہ مجھے مشاہدہ حاصل ہو گیا ہے۔ پا نہم۔ جیسا انسان کو اپنے مکان کے بارے میں علم مشاہدہ حاصل ہوتا ہے وہ کسی شک و شبہ کی بنیاد پر اس میں داخل ہونے سے نہیں رک سکتا۔ آنچہ۔ اللہ تعالیٰ کی جو تجلیات ان چیزوں پر پڑی ہیں وہ مجھ پر پڑ چکی ہیں۔

[2] بر سرو۔ اب مجھ میں سرو کی سیدھائی اور نرگس کا سا مشاہدہ اور نسرین جیسی خوشبو پیدا ہو گئی ہے۔ نے۔ میرا دل گنے کی طرح شیریں ہے۔ چگل۔ ترکستان کا مشہور شہر ہے جس کے باشندوں کا حسن اور تیر اندازی مشہور تھی۔ طرار۔ تیز زبان، گرہ کٹ۔ زرِ جعفری۔ جعفر برمکی کے زمانے کا سونا خالص تھا۔ زرّاد خانہ۔ اسلحہ خانہ۔

[3] بر دلم جبکہ اسقدر تجلیات مجھ پر ہیں تو اب میں اس کا عاشق ہوں۔ کہ ہر آن۔ تمام ملکیتیں اللہ کی ہیں اور ہر جان و عقل اس کے ہونٹ کا طفیلی ہے۔ مرجان۔ مونگا یہاں لبِ معشوق مراد ہے۔ ور بلافم۔ اگر میں شیخی بگھاروں تو وہ بھی واقعی ہے۔

چوں [1] بدزدم چوں حفیظِ مخزن اوست
میں کیسے چرا سکتا ہوں جبکہ وہ خزانہ کا محافظ ہے
چوں نباشم سخت رُو پشتِ من اوست
میں تکڑا کیوں نہ بنوں جبکہ وہ میری پشت (پناہ) ہو

ہر کہ از خورشید باشد پشت گرم
جو سورج کی وجہ سے گرم کمر والا ہو
سخت رُو باشد نہ بیم او را نہ شرم
وہ ہیکڑ ہوگا، اُس کو نہ ڈر ہوگا نہ شرم

ہمچو روئے آفتابِ بیحذر
نڈر سورج کے چہرے کی طرح
گشت رُویش خصم سوز و پردہ در
اسکا چہرہ دشمن کو جلانے والا اور پردہ دری کرنے والا ہوتا ہے

ہر پیمبر سخت رُو بُد در جہاں
دنیا میں ہر پیغمبر بہادر ہوا ہے
یک سوارہ کوفت بر جیشِ شہاں
اُس نے بادشاہوں کے لشکروں کو تنہا شکست دی ہے

رُو نگردانید از ترس و غمے
اُس نے کسی غم اور ڈر سے منہ نہیں موڑا ہے
یک تنہ تنہا بزد بر عالمے
تنہا ایک جہاں پر ٹوٹ پڑا ہے

سنگ باشد سخت رُو و چشم شوخ
پتھر سخت رُو اور نڈر ہوتا ہے
او نترسد از جہانِ پُر کلوخ
وہ ڈھیلوں بھرے جہاں سے نہیں ڈرتا ہے

کاں کلوخ از خشت زن یک لخت شد
ڈھیلا اینٹ پاتھنے والے سے مجتمع بنا ہے
سنگ از صنعِ خدائی سخت شد
پتھر خدائی کاریگری سے سخت ہوا ہے

گوسفنداں [2] گر بروں اند از حساب
بکریاں اگرچہ شمار سے باہر ہوں
زانبہیِ شاں کے بترسد آں قصاب
قصائی، اُن کی کثرت سے کب ڈرتا ہے؟

کُلُّکُم راعٍ نبی چوں راعی ست
تم سب ریوڑ ہو، نبی گلہ بان کی طرح ہے
خلق مانندِ رمہ او ساعی ست
مخلوق ریوڑ اور وہ (اُن کی بھلائی کیلئے) کوشاں ہے

از رمہ چوپاں نترسد در نبرد
مقابلے میں گڈریہ ریوڑ سے نہیں ڈرتا ہے
لیک شاں حافظ بُود از گرم و سرد
ہاں وہ اچھے بُرے سے اُن کا نگہبان ہوتا ہے

گر زند [3] بانگے ز قہر او بر رمہ
اگر وہ غصے سے ریوڑ پر چیختا ہے
واں ز مہر ست آنکہ دارد بر ہمہ
وہ اُس محبت کی وجہ سے ہے جو اُس کی سب پر ہے

ہر زماں گوید بگوشم بختِ نو
نئی خوشی ہر وقت میرے کان میں کہتی ہے
گر ترا غمگیں کنم غمگیں مشو
اگر میں تجھے غمگین کروں، تو غمگین نہ بن

من ترا غمگین و گریاں زاں کنم
میں تجھے غمگین اور رونے والا اسلئے بناتی ہوں
تا کت از چشمِ بداں پنہاں کنم
تاکہ تجھے بُروں کی نگاہ سے پوشیدہ کردوں

[1] چوں بدزدم۔ جبکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل ہے تو اب مجھ میں نہ خوف ہے نہ کسی کا ڈر ہے۔ ہر پیمبر۔ انبیاء کو چونکہ قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے اس لئے وہ نڈر ہو کر بھی شاہوں کے لشکروں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ سنگ۔ انبیاء پتھر کی طرح ہیں اور مخالفین ڈھیلوں کی طرح ہیں۔ کلوخ۔ ڈھیلے کی سختی انسان کی کاریگری ہے اور پتھر کی سختی خدا کی کاریگری ہے۔

[2] گوسفنداں۔ مخالفین بکریاں ہیں اور انبیاء بمنزلہ قصاب کے۔ کلکم۔ نبی بمنزلہ چرواہے کے ہے جو بکریوں کی حفاظت کرتا ہے صرف سرکشی کے وقت وہ قوم کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے یہی حال ہر زندہ ولی کا ہے۔ از رمہ۔ اگر بکریاں سرکشی کریں تو قصائی اُن سے خوف نہیں کھاتا ہے۔

[3] گر زند۔ اگر نبی قوم پر ناراض بھی ہوتا ہے تو اُس کا سبب قوم کی محبت ہوتی ہے۔ ہر زماں۔ یہاں سے مولانا نے پھر عاشق کا مقصود شروع کیا ہے کہ مجھے اللہ بشارت دیتا ہے کہ غم سے غمگین نہ ہونا اس میں تیرے مفاد مضمر ہیں۔ تا کت۔ تا کہ ترا۔

تلخ گردانم ز غمہا خوے تو
غموں کی وجہ سے میں تجھے بد مزاج بناتی ہوں

تا بگردد چشمِ بد از روے تو
تاکہ نظرِ بد کو تیرے چہرے سے واپس کر دوں

[1] نے تو صیادی نہ جویاے منی
کیا تو میرا شکاری اور میرا طالب نہیں ہے؟

بندہ و افگندۂ راے منی
تو میرا بندہ اور میری رائے کا تابع نہیں ہے؟

حیلہ اندیشی کہ در من در رسی
تو تدبیر سوچتا ہے کہ مجھ تک پہنچے

در فراق و جستنِ من بیکسی
تو میری جدائی اور جستجو میں بیکس ہے

چارہ می جوید پے من دردِ تو
تیرا درد میرے وصل کی تدبیر تلاش کرتا ہے

می شنودم دوش آہِ سردِ تو
میں کل رات تیری ٹھنڈی آہ سن رہی تھی

من توانم ہم کہ بے ایں انتظار
میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ بغیر اس انتظار کے

رہ دہم بنمایمت راہِ گذار
راستہ دیدوں تجھے (آنے کا) راستہ دکھا دوں

تا ازیں گردابِ دوراں وا رہی
تاکہ تو زمانے کے اس بھنور سے نکل جائے

بر سرِ گنجِ وصالم پا نہی
میرے وصل کے خزانے پر قدم رکھدے

[2] لیک شیرینی و لذاتِ مقر
لیکن منزل کی مٹھاس اور لذتیں

ہست بر اندازۂ رنجِ سفر
سفر کی تکلیف کے اندازے کے مطابق ہیں

ہر چہ آساں یافتی آساں دہی
تو جو آسانی سے پاتا ہے آسانی سے دیدیتا ہو

دردِ مشکل یاب را بر جاں نہی
مشکل سے حاصل ہونے والی چیز کا درد دل پر رکھتا ہے

آنگہ از شہر و ز خویشاں بر خوری
اپنوں اور شہر سے تو اس وقت فائدہ اٹھائیگا

کز غریبی رنج و محنتہا بری
جبکہ مسافرت کی تکلیف اور مشقتیں اٹھائیگا

وز بلاہا رو مگرداں اے جواں
اے جوان! مصیبتوں سے منہ نہ موڑ

بشنو ایں تمثیل و قدرِ خود بداں
یہ مثال سن لے اور اپنا مرتبہ پہچان لے

[3] تمثیلِ گریختنِ مومن و تعجیل و بے صبری او در بلا باضطراب و بیقراریِ نخود و دیگر حوائج در جوشِ دیگ و بر دیگ بر دویدن تا بیروں جہد و منع کردنِ کدبانو او را

مصیبت میں مومن کے بھاگنے اور اس کی عجلت اور بے صبری کی مثال دینا چنے اور دوسری چیزوں کے دیگ کے جوش میں بے قراری کے ساتھ، اور دیگ کے اوپر کو بھاگنے کے ساتھ تاکہ وہ باہر کو نکل پڑے اور بی بی کے اسکو روکنے کیساتھ

---

[1] نے تو۔ عاشق کہتا ہے کہ خدا مجھ سے فرماتا ہے کہ جب تو میرا عاشق ہے تو تجھے میری مرضی پر راضی رہنا ہے چونکہ تو میرے وصال کی تدبیر کرتا ہے اور وصال کے لئے تکلیف میں مبتلا ہو کر ٹھنڈی آہیں بھرتا ہے۔ من توانم۔ میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ تکلیف اٹھائے بغیر تجھے اپنا وصال عطا کر دوں۔

[2] لیک۔ تجھے جو تکالیف پہنچ رہی ہیں وہ تیرے نفع کے لئے ہیں۔ سفر میں انسان زیادہ تھکتا ہے تو راحت کی لذت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہر چہ۔ جو مقصد بلا محنت حاصل ہوتا ہے اس کی انسان قدر نہیں کرتا۔ آنگہ۔ وطن اور عزیزوں کی لذت سفر کی تکلیفوں سے بڑھتی ہے۔ وز بلاہا۔ لہٰذا وصل کے حاصل کرنے میں جس قدر زیادہ مصائب برداشت کریگا اسی قدر وصل کی لذت میں اضافہ ہوگا۔

[3] تمثیل۔ اس مثال سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ مصائب اللہ مجاہدات سے ہی تکمیل ہوتی ہے۔ کدبانو۔ گھر کی مالکہ۔

درنخود بنگر کہ اندر دیگ چوں — می جہد بالا چو شد ز آتش زبوں[1]
چنے کو دیکھ کر، وہ دیگ میں کیسا — اوپر کو اچھلتا ہے جب آگ سے عاجز آجاتا ہے

ہر زمانے می برآید وقت جوش — بر سرِ دیگ و برآرد صد خروش
جوش کے وقت ہر وقت باہر کو نکلتا ہے — دیگ پر، اور سینکڑوں چیخیں مارتا ہے

کہ چرا آتش بمن در می زنی — چوں خریدی چوں نگونم میکنی
کہ تو کیوں مجھ میں آگ لگاتی ہے؟ — جبکہ تو نے مجھے خریدا ہے کیوں مجھے اوندھا کرتی ہے!

می زند کفلیز کدبانو کہ نے — خوش بجوش و بر مجہ ز آتش کنے
بی بی کفگیر چلاتی ہے، کہ نہیں — خوب جوش کھا اور آگ جلانے والے سے نہ بھاگ

زاں بجوشانم کہ مکروہِ منی — بلکہ تا گیری تو ذوق و چاشنی
میں تجھے اسلئے جوش نہیں دے رہی ہوں کہ تو مجھے ناپسند ہے — بلکہ (اسلئے) کہ تجھ میں ذائقہ اور لذت پیدا ہو جائے

تا غذا گردی بیامیزی بجاں — بہر خواری نیستت ایں امتحاں
تاکہ تو غذا بنے، جان میں گھل مل جائے — یہ آزمائش تیرے ذلیل کرنے کے لئے نہیں ہے

آب[2] می خوردی بہ بستاں سبز و تر — بہرِ ایں آتش بدست آں آبخور
تو سبز و تر رہ کر باغ میں پانی پیتا تھا — وہ پانی پینا اسی آگ کے لئے تھا

رحمتش سابق بدست از قہر زاں — تا ز رحمت گردد اہلِ امتحاں
اس کی رحمت قہر سے اسی لئے پہلے ہے — تاکہ رحمت کے ذریعہ وہ آزمائش کے قابل بن جائے

رحمتش بر قہر زاں سابق شدست — تاکہ سرمایہ وجود آید بدست
اس کی رحمت اس کے قہر سے اسی لئے پہلے ہے — تاکہ وجود کا سرمایہ ہاتھ آجائے

زانکہ بے لذت نروید لحم و پوست — چوں نروید چہ گدازد عشقِ دوست
کیونکہ گوشت و پوست بغیر لذت کے پیدا نہیں ہوتا ہے — جب وہ نہ پیدا ہوا ہو تو دوست کا عشق کس چیز کو پگھلائیگا؟

زاں[3] تقاضہ گر بیاید قہرہا — تا کنی ایثار آں سرمایہ را
اگر اس (عشق کے) تقاضے سے مصیبتیں آئیں — تاکہ تو اس سرمایہ کو قربان کردے

باز لطف آید برائے عذرِ او — کہ بجردی غسل و برجستی ز جو
پھر اس کی معذرت خواہی کے لئے مہربانی آتی ہے — کہ تو نے غسل کر لیا ہے اور تو نہر کو کود گیا ہے

با نخود گوید چریدی در بہار — رنج مہمانِ تو شد نیکوش دار
وہ چنے سے کہتی ہے تو نے (موسم) بہار میں (خوب) چرا ہے — رنج، تیرا مہمان بنا ہے اس کی دیکھ بھال کر

[1] زبوں۔ یعنی آگ کی گرمی سے عاجز ہو کر اچھلتا ہے۔ صد خروش۔ ہانڈی میں کھد بد کی آوازیں آتی ہیں۔ کہ چرا۔ گویا زبانِ حال سے مالک سے کہتا ہے کہ تو مجھے خرید کر لائی تھی اب تو مجھے ذلیل کر رہی ہے۔ کفلیز۔ کفگیر۔ آتش کن۔ آگ جلانے والا۔ زاں۔ یعنی میں تیرے بھلے کے لئے تجھے جوش دے رہی ہوں۔ تا غذا۔ تجھے اس لئے جوش دے رہی ہوں کہ تو انسان کی غذا بنکر انسان کی جان بنجائے۔

[2] آب۔ یعنی تجھے اسی مقصد کے لئے اگایا گیا تھا۔ رحمتش۔ حدیثِ قدسی ہے۔ رحمتی سَبَقَتْ غضبی یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے پہلے ہے تو رحمت غضب سے اسی لئے پہلے ہے کہ اس رحمت کی وجہ سے اس کی پرورش ہو کر وہ امتحان کے قابل بنجائے۔ تاکہ۔ رحمت ہی کے سبب انسان کے وجود کی تکمیل ہوتی ہے۔ زانکہ۔ رحمت کے ذریعہ جو گوشت و پوست بنا ہے اگر وہ نہ ہو تو عشق کس چیز کو گھلائیگا۔

[3] زاں۔ اگر عشق کی بنیاد پر انسان پر مصیبتیں آتی ہیں اور وہ ان مصائب میں ثابت قدم اور امتحان میں پورا اترتا ہے تو پھر خدا کی مہربانی اس سے عذر خواہی کرتی ہے اور اس کو قربِ وصال کی بشارت دیتی ہے۔ با نخود۔ گھر کی مالکہ چنے سے

تاکہ[1] مہماں باز گردد شکر ساز
تاکہ مہمان شکریہ ادا کرتا ہوا لوٹے
پیشِ شہ گوید زایثارِ تو باز
بادشاہ کے سامنے تیرے ایثار کو کھول کر بیان کرے

تا بجائے نعمتت منعم رسد
تاکہ تیرے پاس نعمت کی بجائے نعمت دینے والا آجائے
جملہ نعمتہا برد بر تو حسد
(اور) تمام نعمتیں تجھ پر حسد کرنے لگیں

من خلیلم تو پسر پیشِ بچک
میں خلیل (اللہ) ہوں تو فرزند ہے چھری کے سامنے
سر بنہ اِنِّی اَرَانِی اَذْبَحُکْ
سر رکھ دے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں

سر بہ پیشِ قہر نہ دل برقرار
اطمینانِ قلب کے ساتھ تکلیف کے سامنے سر رکھدے
تا برم حلقت اسمٰعیل وار
تاکہ اسماعیل کی طرح میں تیرا گلا کاٹ دوں

سر برم لیک ایں سر آں سر یست
میں سر کاٹ رہا ہوں لیکن یہ سر وہ سر ہے
کز بریدہ گشتن و کشتن بریست
جو کٹنے، اور مرنے سے بری ہے

لیک[2] مقصودم ازاں تعلیم تست
لیکن اس سے میرا مقصد تیری تعلیم ہے
اے مسلماں بایدت تسلیم جست
اے مسلمان! تجھے سر رکھ دینا چاہیئے

اے نخودمی جوش اندر ابتلا
اے چنے! آزمائش میں جوش کھا
تا نہ ہستی و نہ خود ماند ترا
تاکہ تجھ میں اپنی ہستی اور خودی (باقی) نہ ہے

اندراں بستاں اگر خندیدۂ
اگر تو اس باغ میں مسکرایا ہے
تو گلِ بستانِ جان و دیدۂ
(اب) تو جان اور آنکھ کے باغ کا پھول ہے

گر جدا[3] از باغِ آب و گِل شدی
اگر تو پانی اور مٹی کے باغ سے جدا ہوگیا ہے
لقمہ گشتی و اندر احیا آمدی
تو لقمہ بن گیا ہے اور زندوں کے اندر آگیا ہے

شو غذا و قوت اندیشہا
خیالات کی غذا اور روزی بن جا
شیر بودی شیر شو در بیشہا
تو دودھ تھا (اب) کچھاروں کا شیر بن جا

از صفاتش رستہ واللہ نخست
خدا کی قسم تو پہلے اس کی صفات کے ذریعہ اگا ہے
در صفاتش باز رو چالاک و چست
پھر تیزی اور چستی سے اسکی صفات کیطرف لوٹ جا

ز ابر و خورشید و ز گردوں آمدی
ابر اور سورج اور آسمان کے ذریعہ تو آیا ہے
پس شدی اوصاف و گردوں شدی
پھر تو اوصاف میں داخل ہوگیا اور آسمان کیطرف چلا گیا

[1] تاکہ ۔ رنج میں اللہ کا بھیجا ہوا مہمان ہے اگر اس کیساتھ ایثار و قربانی کی جائیگی تو وہ شاہ کے دربار میں جاکر تعریف کریگا تا بجائے ۔ رنج پر شکر گذاری سے نعمتوں ہی سے نہیں منعم سے وصال ہوگا اور یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ دوسری نعمتیں اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں ۔ من خلیلم ۔ بلا کہتی ہے کہ جب تو میرا ہے تو میری طرح ہر حالت میں شکر گذاری کر حضرت اسماعیل نے حضرت ابراہیم کی اطاعت کی تھی جو قرآن پاک میں حضرت ابراہیم کا مقولہ منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا تھا اے اسماعیل میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں اس پر حضرت اسماعیل نے فرمایا تھا کہ جو آپ کو حکم ہوا ہے اسکی تعمیل کیجئے اور وہ اپنے آپ کو ذبح کرانے پر آمادہ ہوگئے تھے ۔ سر برم ۔ میں تجھے فنا کر رہی ہوں لیکن یہ فنا ہونا ہے اللہ کے ساتھ بقا ہے ۔

[2] لیک ۔ یہ سر اگرچہ نفس الامر میں کٹ نہیں رہا ہے بلا ہمہ ظاہری طور پر سر کاٹنے سے رضا و تسلیم کی تعلیم دینا مقصود ہے ۔ اے نخود ۔ اس ابتلا کے نتیجہ میں تیری اپنی ہستی اور وجود ختم ہوجائیگا پھر بقا باللہ حاصل ہوگا ۔ اندراں ۔ چنے کی پہلی حالت اگرچہ اس کے لئے خوشگن تھی لیکن ابتلا کے بعد کی حالت اس سے بدرجہا بہتر ہے غذا بنجانے کے بعد وہ انسانی جان و دل کے باغ کا گُل ہو جائیگا ـــــ

[3] گر جدا ۔ اب چنا ترقی کر کے نباتات سے حیوانات میں داخل ہوگیا کیونکہ وہ جزو حیوان بنگیا ہے ۔ شو ۔ اب غذاء انسانی بنکر انسانی افکار کی غذا بنجا ۔ شو غذا ۔ چنا یک کر انسانی افکار کی غذا بنجاتا ہے انسانی جزو ہوجانے کیوجہ سے اپنے وجود سے اعلیٰ وجود حاصل کرلیتا ہے ۔ از صفاتش ۔ چنا انسان کی ہمتا کی پیداوار تھا غذا بنجانے کے بعد وہ پھر انسانی صفات اختیار کرلیتا ہے ۔ زابر ۔ نباتات کی پیداوار اور حیوان کیونکہ چاند کے اثرات میں

آمدی در صورتِ باران و تاب — می روی اندر صفاتِ مستطاب[1]

تو بارش اور دھوپ کی صورت میں آیا — (اب) تو پاکیزہ صفات میں داخل ہو رہا ہے

جزو شمس و ابر و انجم ہا بُدی — نفس و فعل و قول و فکر تہا شُدی

تو سورج، اور ابر، اور ستاروں کا جزو تھا — روح اور فعل، اور قول، اور افکار بن گیا

ہستیِ حیواں شُد از مرگِ نبات — راست آمد اُقتلونی یا ثقات

نباتات کی موت سے حیوانات وجود میں آئے — سچ ثابت ہوا اے معتمد لوگو! "مجھے قتل کردو"

چوں چنیں بُردیست مارا بعد مات — راست آمد اِنَّ فِی قَتلی حَیات

جبکہ ہماری ہار کے بعد اس طرح کی جیت ہے — سچ ثابت ہوا "بیشک میرے قتل میں زندگی ہے"

فعل و قولِ صدق شُد قوتِ مَلک[2] — تا بدیں معراج شُد سُوئے فلک

سچا قول و فعل فرشتے کی روزی بنا — یہاں تک کہ وہ آسمان کی جانب اس بلندی پر پہنچا

آنچناں کاں طعمہ شُد قوتِ بشر — از جمادی بر شُد و شُد جانور

اسی طرح کہ وہ لقمہ جو انسان کی غذا بنا — جمادیت سے بلند ہوگیا اور جاندار بن گیا

ایں سخن را ترجمہ پہناورے — گفتہ آید در مقامِ دیگرے

اس بات کا مفصل بیان — دوسرے مقام پر کیا جائے گا

کارواں دائم زگردوں می رسد — تا تجارت میکند وا می رود

قافلہ ہمیشہ آسمان سے آتا ہے — تاکہ تجارت کرے (اور) واپس جائے

پس برو شیریں و خوش با اختیار — نے بتلخی و کراہت فزدوار

پس تو اپنے اختیار سے عمدگی اور خوشی سے جا — نہ کہ چوروں کی طرح کڑواہٹ اور ناگواری سے

زاں[3] حدیثِ تلخ میگویم ترا — تا ز تلخیہا فرو شویم ترا

میں تجھے کڑوی بات اس لئے کہتی ہوں — تاکہ تجھ سے کڑواہٹیں دھو دوں

زآب سرد انگورِ افسردہ زہد — سردی و افسردگی بیروں نہد

ٹھنڈے پانی سے ٹھٹھرا ہوا انگور جوش مارنے لگتا ہے — (پھر) سردی اور ٹھٹھر کر باہر نکال ڈالتا ہے

تو ز تلخی چونکہ دل پُر خوں شوی — پس ز تلخیہا ہمہ بیروں شوی

تو چونکہ کڑواہٹ سے پُرخون دل والا بنتا ہے — پھر تلخیوں سے پوری طرح جدا ہو جائیگا

---

[1] صفاتِ مستطاب۔ عمدہ صفات یعنی انسانی صفات۔ ہستیِ حیواں۔ حیوان نباتات سے خوراک حاصل کرتا ہے لہٰذا نباتات کی موت اُن کی ترقی کا سبب بنتی ہے۔ اُقتلونی۔ یہ منصور حلاج کا قول ہے انھوں نے فرمایا کہ اے یارو مجھے قتل کردو کہ میرے قتل ہونے میں ہی میری زندگی ہے جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ موت ترقی کا سبب ہے لہٰذا اُن کا قول صحیح ثابت ہوا۔ بُرد۔ شطرنج کی وہ بازی جس میں مقابل کے سب مہرے پٹ جائیں صرف شاہ باقی رہ جائے یہ نصف مات ہے۔ مات۔ بازی میں شاہ شطرنج کا اس طرح گھر جانا کہ وہ نہ بچ ہو جائے یہ پوری مات ہے۔ راست آمد۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ موت کے بعد اعلیٰ زندگی ہے تو ثابت ہوگیا کہ قتل ہی میں زندگی مضمر ہے۔

[2] فعل و قول۔ سچا فعل و قول فرشتے کی غذا بنکر بلندی حاصل کرلیتا ہے۔ آنچناں۔ اسی طرح نباتات انسان کا جزو بنکر بلندی حاصل کرلیتی ہے۔ ایں سخن یعنی یہ کہ نوع ادنیٰ فنا کے بعد اعلیٰ مقام حاصل کرلیتی ہے۔ کارواں۔ انسانی روحوں کے قافلے عالم بالا سے دنیا میں کاروبار کے لئے آتے ہیں اور نفع نقصان کما کر واپس جاتے ہیں تو اصل مقام عالمِ بالا ہے پس جب دنیا سے جاتا ہی ہے تو خوشی کر سرخرو ہو کر جا۔

[3] زاں۔ بی بی نے بچے سے یہی کہا کہ میں تجھے تلخ باتیں اسلئے کہتی ہوں تاکہ تیری تلخی دور ہو جائے۔ زآب۔ جب انگور کا درخت افسردہ ہو جاتا ہے تو ٹھنڈا پانی انگور دیا جاتا ہے اس سے اس میں جوش آجاتا ہے اور وہ تلخی افسردگی اور سردی ختم ہو جاتی ہے۔ تو ز تلخی۔ لہٰذا تیرے بھلے تلخ باتیں تیری تلخیاں دور کردیگی۔

ہر کہ او اندر بلا صابر نشد ۔۔۔ مقبلِ ایں درگہِ فاخر نشد
جو مصیبت میں صابر نہ بنا ۔۔۔ اِس قابلِ فخر درگاہ میں مقبول نہ بنا

فارغ آئی گر بتو ریزند خل ۔۔۔ آں زماں شیریں شوی ہمچوں عسل
اگر تجھ پر سرکہ ڈالیں (اور) تو بے فکر ہے ۔۔۔ اُس وقت تو شہد کی طرح میٹھا ہوگا

سنگ شکاری نیست او را طوق نیست ۔۔۔ خام و ناجوشیدہ جز بے ذوق نیست
جس کے گلے میں پٹہ نہیں ہے وہ شکاری کتا نہیں ہے ۔۔۔ کچا اور جوش نہ دیا ہوا سوائے بے ذائقہ کے کچھ نہیں ہے

تمثیلِ صابر شدنِ مؤمن چوں او بر سرِ بلا واقف شود

مومن کے صابر ہونے کی مثال جبکہ وہ مصیبت کے راز سے واقف ہو جائے

آں نخود گفت ار چنیں است اے ستی ۔۔۔ خوش بجوشم یارِیم دہ راستی
اُس چنے نے کہا اے بی بی! اگر ایسا ہے ۔۔۔ مجھے خوب جوش دے میری مدد کر تو سچ کہتی ہے

تو دریں جوشش چو معمارِ منی ۔۔۔ کفچلیزم زن کہ بس خوش میزنی
بہر حال تو اِس جوش دینے میں میری تعمیر کرنے والی ہے ۔۔۔ میرے کفگیر مار، کیونکہ تو اچھا مارتی ہے

ہمچو پیلم بر سرم زن زخم و داغ ۔۔۔ تا نہ بینم خوابِ ہندستان و باغ
میں ہاتھی کی طرح ہوں میرے سر پر زخم و داغ ۔۔۔ تاکہ میں ہندوستان اور باغ کا خواب دیکھوں

تا کہ خود را در دہم در جوشِ من ۔۔۔ تا رہے یابم دریں آغوش من
تاکہ میں اپنے جوش (کھانے) میں خودی کو دیدوں ۔۔۔ تاکہ میں اِس آغوش میں راستہ پالوں

زانکہ انساں در غنا طاغی شود ۔۔۔ ہمچو پیلِ خواب بیں باغی شود
کیونکہ انسان بے فکری میں سرکش بنتا ہے ۔۔۔ خواب دیکھنے والے ہاتھی کی طرح باغی بنتا ہے

پیل چوں در خواب بیند ہند را ۔۔۔ پیلباں را نشنود آرد دغا
جب ہاتھی خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہو ۔۔۔ فیلبان کی نہیں سنتا ہے، دغابازی کرتا ہے

عذر گفتنِ کدبانو با نخود و حکمت در جوش داشتنِ کدبانو نخود را

بی بی کا چنے سے عذر کرنا اور بی بی کا چنے کو جوش دینے کی حکمت بیان کرنا

آں ستی گویدش کہ پیش ازیں ۔۔۔ من چو تو بودم ز اجزائے زمیں
وہ بی بی اُس سے کہتی ہے کہ اِس سے پہلے ۔۔۔ میں تیری طرح زمین کے اجزا میں سے تھی

چوں بنوشیدم جہادِ آذری ۔۔۔ پس پذیرا گشتم و اندر خوری
جب میں نے آتشی لباس پہنا ۔۔۔ تب میں مقبول اور لائق بنی

ل۱ ہر کہ۔ مصائب پر صبر مقبولیت کا سبب ہے۔ فارغ۔ انسان میں جب یہ برداشت پیدا ہو جائے کہ تلخ باتوں سے اس میں تلخی پیدا نہ ہو تو وہ شہد کی طرح شیریں بن جاتا ہے۔ سنگ۔ کتا پٹے کی مصیبت جھیل کر شکاری بنتا ہے انسان مصائب کے ذریعہ پختہ ہو کر خوش ذائقہ بنتا ہے۔

ل۲ آں نخود۔ جب چنے کو یہ احساس ہو گیا کہ مصائب تکمیل کا ذریعہ ہیں تو وہ مصائب برداشت کرنے پر خندہ پیشانی سے راضی ہو گیا۔ تو دریں۔ تیری تکلیف رسانی میری تکمیل کا سبب ہے تیری ایذا رسانی اس میرے لئے راحت کا سبب ہے۔ ہمچو۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے دوسرے ملک میں پہنچ کر جب وہ خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے تو مست ہو کر سرکش ہو جاتا ہے پھر انکس اس کو راہِ راست پر لاتا ہے۔

ل۳ تا کہ یعنی اِن مصائب اور مجاہدوں کے ذریعہ سے میں آغوشِ رحمت میں راہیاب ہو جاؤں۔ آں ستی۔ اس بی بی نے چنے سے کہا کہ میں بھی نباتی اجزاء سے بنی ہوں، چونکہ میں نے تکالیف اور مصائب برداشت کئے تب کچھ بنی ہوں۔

مدّتے جوشیدہ اُم اندر زمن
ایک مدت تک میں نے زمانے میں جوش کھایا ہے

مدّتے دیگر درونِ دیگِ تن
پھر ایک مدت تک جسم کی دیگ میں (جوش کھایا ہے)

زیں دو جوشش قوتِ حسّہا شدم
ان دو جوشوں سے میں حسّوں کی طاقت بنی ہوں

روح گشتم پس ترا اُستا شدم
میں روح بن گئی ہوں پھر میں تیری اُستاد بنی ہوں

در جمادی گفتمے زاں می روی
میں جماد ہونے کی حالت میں کہتی تھی کہ تو اس لئے منتقل ہو رہی ہے

تا شوی علم و صفاتِ معنوی
تاکہ تو معنی کا علم، اور صفات بن جائے

چوں شدی تو روح پس بارِ دگر
جب تو روح ہو گئی، پھر دوبارہ

جوشِ دیگر کُن ز حیوانی گذر
دوسرا جوش کھا کر حیوانیت سے گذر جا

از خدا می خواہ تا زیں نکتہا
خدا سے دعا کر، تاکہ ان نکتوں سے

در نہ لغزی و رسی در منتہا
لغزش نہ کھا جائے اور انجام تک پہنچے

زانکہ از قرآں بسے گمرہ شدند
اس لئے کہ بہت سے لوگ قرآن سے گمراہ ہوتے ہیں

زاں رسن قومے درونِ چہ شدند
اسی رسی کے ذریعہ ایک قوم کنویں میں چلی گئی ہے

مر رسن را نیست جرمے اے عنود
اے سرکش! رسی کا کوئی قصور نہیں ہے

چوں ترا سودائے سربالا نبود
جبکہ تجھے ہی سر ابھارنے کا خیال نہیں ہے

جانبِ آں عاشقِ بیخویش راں
اُٹھ بے خود عاشق کی جانب چلا

کہ دراں مسجد چہ کرد از امتحاں
کہ اس نے اس مسجد میں آزمائش میں کیا کیا!

باقی قصۂ مہمانِ آں مسجد مہمان کُش و ثبات و صدقِ عزمِ او
(اُس مہمان کو مار ڈالنے والی مسجد کے مہمان کا قصہ اور اس کے ارادہ کی سچائی اور جماؤ کا قصہ)

آں غریبے شہر سربالا طلب
اُس شہر کے پردیسی (عالم) بالا کے طالب نے

گفت می خسپم دریں مسجد بشب
کہا میں رات کو اسی مسجد میں سوؤں گا

مسجدا! گر کربلائے من شوی
اے مسجد! اگر تو میری کربلا بنے گی

کعبۂ حاجت روائے من شوی
تو میری حاجت کو پورا کرنے والا کعبہ بنے گی

ہیں مرا بگذار اے بگزیدہ یار
اے منتخب دوست! خبردار مجھے اجازت دے

تا رسن بازی کنم منصور وار
تاکہ منصور (حلاج) کی طرح (دار و) رسی کا کھیل کھیلوں

گر شدید اندر نصیحت جبرئیل
اگر تم نصیحت کرنے میں جبرئیلؑ ہو

می نخواہد غوث در آتش خلیل
(تو) آگ میں خلیل (اللہ) مدد نہیں چاہتا ہے

؎ مدتے۔ ایک مدت تک خارجی مصائب اٹھائے اور بدنی مجاہدے کئے ہیں۔ زیں۔ ان مصائب کے بعد میرے حواس باطنی بیدار ہو گئے ہیں اس لئے میں صاحبِ روح بنکر تیری اُستاد بنی ہوں۔ در جمادی یعنی میں جب جمادیت سے ترقی کر رہی تھی تو کہتی تھی کہ یہ ترقی اس لئے ہے کہ میں انسان کا علم و صفت بنوں۔ معنوی یعنی انسان۔ چوں شدی۔ اب جبکہ روح بن گئی ہوں تو روح حیوانی سے بلند مرتبہ حاصل کرنا چاہیے۔

؎ از خدا۔ ترقیوں کے اس ذکر سے یہ شبہ ہوا کہ ان کے ذکر سے اللہ کے ساتھ اتحاد ذاتی تک ترقی نہ سمجھ لی جائے اس لئے فرماتے ہیں کہ خدا سے دعا کر تاکہ تو صحیح مطلب سمجھ سکے اور گمراہ نہ ہو جائے اللہ کے ساتھ اتحاد ذاتی کا عقیدہ گمراہی ہے۔ زانکہ۔ جس طرح قرآن سے بعض کج فہم گمراہ ہوتے ہیں مثنوی سے بھی ہو سکتے ہیں۔ مر رسن اس میں قرآن کا قصور نہیں بلکہ ان کی کور باطنی کا قصور ہے۔

؎ آں۔ وہ مہمان اس شہر میں مسافر تھا اور عالم آخرت کا طالب تھا۔ کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا تشبیہ ہے۔۔۔۔ حاجت روا چونکہ اس کا اصل مقصد فنائی الذات تھا۔ منصور حضرت حلاج کو سولی دی گئی۔ گر شدید ممکن ہے یہ ہوا ہو کہ حضرت ابراہیم کو جب نمرود نے آگ میں ڈالا تو حضرت جبرئیلؑ نے

جبرئیلا رَو کہ من اَفروختہ
اے جبرئیلؑ ! جا کہ میں جلا ہوا
بہترم چوں[1] عُود و عَنبر سُوختہ
بہتر ہوں، جیسا کہ جلا ہوا عود، اور عنبر

جبرئیلا گرچہ یاری میکنی
اے جبرئیلؑ ! اگرچہ تو مدد کر رہا ہے
چوں برادر پاسداری میکنی
(اور) بھائی کی طرح میری حفاظت کر رہا ہے

اے برادر من بَر آذر چابکم
اے بھائی ! میں آگ پر تیز رَو ہوں
من نہ آں جانم کہ گردد بیش و کم
میں وہ جان نہیں ہوں جو گھٹ بڑھ سکے

جانِ حیوانی فزاید از علف
حیوانی جان، جو چارے سے بڑھتی ہے
آتشے بُود اُو چو ہیزم شد تَلف
آگ ہے، وہ ایندھن کی طرح ختم ہو جاتی ہے

گر نگشتے[2] ہیزم او مُثمر بُدے
اگر وہ ایندھن نہ بنتی، تو پھلتی
تا اَبد مَعمور و ہَم عامِر بُدے
اَبد تک آباد اور آباد کرنے والی بھی ہوتی

بادِ سوزان ست ایں آتش بداں
سمجھ لے یہ آگ، مشتعل ہوا ہے
پرتوِ آتش بُود نے عینِ آں
آگ کا پرتو ہے، نہ کہ بعینہ آگ

عینِ آتش در اَثیر آمد یقیں
اصل آگ یقیناً کُرۂ آتش میں ہے
پرتو و سایہ وَیست اندر زمیں
زمین میں اس کا پرتو اور سایہ ہے

لاجرم پرتو نپاید ز اِضطراب
لامحالہ پرتو بے چینی کی وجہ سے ناپائدار ہے
سُوئے معدن باز میگردد شتاب
جلد معدن کی طرف لوٹ جاتا ہے

قامتِ[3] تو برقرار آمد بساز
تیرا قد سکون کی وجہ سے برقرار ہے
سایہ اَت کوتہ دَمے یک دَم دراز
تیرا سایہ کبھی چھوٹا ہے، کبھی دراز ہے

زانکہ در پرتو نپاید کس ثبات
اسلئے کہ سائے میں کوئی شخص ٹکاؤ نہیں پاتا ہے
عکسہا وا گشت سُوئے اُمّہات
عکس، اصلوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں

ہیں دہاں بر بند فتنہ لب کشاد
خبردار! منہ بند کر، فتنے نے لب کشائی کی ہے
خشک آر اللّٰہُ اَعلَمُ بالرَّشاد
تغافل برت، خدا راستی کو زیادہ جانتا ہے

فتنہ زاد و کرد عالَم را خراب
فتنہ پیدا ہوگیا ہے اور اُسنے دنیا کو تباہ کر دیا ہے
شَرق و غَرب اُفتاد اندر اِضطراب
مشرق اور مغرب بے چینی میں مبتلا ہو گئے ہیں

چوں مراتب گرد دلہا تنگ شد
جب حقیقتیں دلوں کے چاروں طرف تنگ ہو گئی ہیں
ہر یکے با دیگرے در جنگ شد
ہر ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی میں لگ گیا ہے

[1] چوں عود۔ اگر اور عنبر کے جلنے پر خوشبو مہکتی ہے۔ جبرئیلا۔ جبرئیلؑ سے اس مہمان کو نصیحت کرنے والے مراد ہیں اور خلیلؑ سے مراد خود وہ مہمان ہے۔ اے برادر۔ مہمان نصیحت کرنیوالے سے کہتا ہے کہ میری روح حیوانی روح نہیں ہے جس میں گھٹاؤ اور بڑھاؤ ہوتا ہے۔ جانِ حیوانی۔ حیوانی روح غذا سے بڑھتی ہے اور صرف ایک شعلہ ہے جو ایندھن کی طرح ختم ہو جاتا ہے۔

[2] گر نگشتے۔ اگر انسانی جان آتش شہوت اور غضب کا ایندھن نہ بنے تو وہ خوب پھلے پھولے خود بھی منور بنے اور دوسروں کو بھی منور بنائے۔ باد۔ مولانا آتش غضب و شہوت کے فانی ہونے کو حقیقی آتش کے فانی ہونے سے سمجھاتے ہیں کہ یہ دنیا کی آگ کرۂ آتش کا پرتو ہے، پرتو اور سایہ ناپائیدار ہوتا ہے۔ معدن یعنی کرۂ آتشی۔

[3] قامت تو۔ اس دنیا کی آگ کا آتش کرہ کا پرتو اور ناپائیدار ہونا اسی طرح سمجھو جیسا کہ انسان کا قد اور اس کا سایہ۔ عکسہا۔ پرتو اور سایے اصل کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ ہیں۔ مولانا کی مثنوی پر کچھ لوگوں نے اعتراضات کئے یہاں سے مولانا اس کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ فتنہ۔ اعتراضات کا فتنہ۔ چوں مراتب۔ مثنوی کے عالی مضامین تک لوگوں کی رسائی نہیں ہے اسلئے جنگ وجدل

گفتگو بسیار شُد خاموش شدم　　مسئلہ تسلیم کردم تن زدم

بیان بہت ہوگیا، میں چپ ہوگیا　　میں نے بات مان لی، میں خاموش ہوگیا

در تو گوئی موجبِ فتنہ چہ بُود　　باز گویم گوش کُن چوں غم فزود

اگر تو کہے کہ فتنے کا سبب کیا تھا؟　　چونکہ غم بڑھا ہوا ہے میں پھر بتاتا ہوں اُسن

ذکرِ خیالِ بداندیشیٔ قاصر فہماں

کم سمجھ لوگوں کی بد اندیشی کے خیال کا ذکر

پیش ازاں کایں قصہ تا مخلص رسد　　دُود و گندے آمد از اہلِ حسد

اس سے پہلے کہ یہ قصہ خاتمے تک پہنچے　　حاسدوں کی جانب سے دُھواں اور بدبو پیدا ہوگئی

من نمی رنجم ازیں لیک ایں لگد　　خاطرِ سادہ دلے را پے کند

میں اس سے رنجیدہ نہیں ہوتا ہوں لیکن یہ دولتی　　کسی سادہ دل کی طبیعت کا پیچھا کرے گی

خوش بیاں کرد آں حکیمِ غزنوی　　بہرِ محجوباں مثالِ معنوی

اس غزنوی دانا نے بہت اچھی بات کہی ہے　　منکروں کے لئے، ایک باطنی مثال

کز قرآں گر نہ بیند غیر قال　　ایں عجب نبوَد ز اصحابِ ضلال

کہ اگر قرآن میں سوائے لفظوں کے کچھ نہ دیکھیں　　تو گمراہوں سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے

کز شعاعِ آفتابِ پُر ز نور　　غیرِ گرمی می نیابد چشمِ کور

کیونکہ نور سے بھرے ہوئے سورج کی شعاعوں سے　　اندھی آنکھ گرمی کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتی

خربطے ناگاہ از خرخانۂ　　سر برُوں آورد چوں طعانۂ

گدھوں کے طویلے سے ایک احمق نے اچانک　　طعنہ باز کی طرح سر اُبھارا

کایں سخن پست است یعنی مثنوی　　قصۂ پیغمبر است و پیروی

یہ بات یعنی مثنوی گھٹیا بات ہے　　پیغمبر اور (انکی) پیروی کا قصہ ہے

نیست ذکر و بحثِ اسرارِ بلند　　کہ دوانند اولیا زاں سُو سمند

بلند اسرار کی بحث اور ذکر نہیں ہے　　کہ اولیاء اس طرف گھوڑا دوڑاتے ہیں

از مقاماتِ تبتل تا فنا　　پایہ پایہ تا ملاقاتِ خدا

خلوت سے فنا تک کے مقامات　　درجہ بدرجہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات تک

شرح و حدِ ہر مقام و منزلے　　کہ بہ پَر زو بر پَرد صاحبدلے

ہر مقام اور ہر منزل کی شرح، اور حد (ہوتی)　　تاکہ پروں کے ذریعہ صاحبِ دل اُس سے پرواز کرتا

۱؎ گفتگو یعنی اعتراضات اور جوابات۔ غم فزود چونکہ مجھے طبعًا بہت افسوس ہے اس لئے فتنہ کا سبب بیان کرنے پر مجبور ہوں ورنہ خاموشی اختیار کر لیتا کہ ایں قصہ یعنی مسجد کے مہمان کا قصہ۔

۲؎ من نمی رنجم مجھے معترضین پر عقلًا کوئی رنج نہیں ہے لہٰذا میں جواب نہ دیتا لیکن یہ خیال ہے کہ اگر جواب نہ دونگا تو معترضین کی دولتیاں سادہ دل لوگوں کو گمراہ کر دیں گی۔ حکیم غزنوی حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ۔ محجوباں۔ وہ لوگ جو نورِ معرفت سے محروم ہیں…… کز قرآں یعنی گمراہوں کی پہنچ محض قرآن کے لفظوں تک ہے۔ کز شعاع۔ اُن کی مثال چمگادڑ کی سی ہے جو سورج کے نور سے محروم ہے اور صرف گرمی کا احساس کرتی ہے۔

۳؎ خربطہ۔ بڑی بطخ، احمق۔ طعانہ یعنی طعن کرنے والا۔ کہ دوانند۔ اس میں اصحاب معرفت کی توجہ کی کوئی چیز نہیں ہے۔ از مقامات۔ یعنی مثنوی میں ابواب اور فصول قائم کر کے تصوف کے مراتب کا ذکر ہونا چاہیئے تھا اور سالک کیلئے ہر منزل اور مقام کی نشاندہی ہونی چاہیئے تھی۔ تبتل۔ لوگوں سے انقطاع۔ خلوت۔

جملہ[1] سرتاسر فسانہ است و فسوں
سب سراسر افسانہ اور گورکھ دھندا ہے

کودکانہ قصہ بیرون و دروں
اندر اور باہر سے بچکانہ قصہ

چوں کتاب اللہ بیامد ہم بر آں
جب اللہ کی کتاب آئی، اس پر بھی

ایں چنیں طعنہ زدند آں کافراں
اُن کافروں نے اس طرح کے طعنے دیئے

کہ اساطیرست و افسانہ نژند
کہ پرانی کہانیاں، بیہودہ اور افسانہ ہے

نیست تحقیقے و تعمیقے بلند
کوئی تحقیق، اور بلند گہرائی نہیں ہے

کودکان خرد فہمش می کنند
اُس کو چھوٹے بچے سمجھ لیتے ہیں

نیست جز امرِ[2] پسند و ناپسند
(اس میں) پسندیدہ اور ناپسندیدہ احکام کے سوا کچھ نہیں ہے

ذکرِ آدم گندم و ابلیس و مار
آدمؑ، گیہوں، شیطان اور سانپ کا ذکر ہے

ذکرِ ہودؑ و باد و ابراہیمؑ و نار
ہودؑ، اور ہوا اور ابراہیمؑ اور آگ کا ذکر ہے

ذکرِ نوحؑ و کشتی و طوفانِ تن
نوحؑ، کشتی اور جسم کے طوفان کا ذکر ہے

ذکرِ کنعان و سر از خط تافتن
کنعان اور حکم سے منہ موڑنے کا ذکر ہے

ذکرِ اسمٰعیلؑ و ذبح و جبرئیلؑ
اسماعیلؑ، ذبح اور جبرئیلؑ کا ذکر ہے

ذکرِ قصدِ کعبہ و اصحابِ فیل
کعبے کے ارادے اور ہاتھی والوں کا ذکر ہے

ذکرِ یوسفؑ ذکرِ زلفِ پُرخمش
یوسفؑ کا ذکر ہے، اُن کی بل کھائی ہوئی زلف کا ذکر ہے

ذکرِ یعقوبؑ و زلیخا و غمش
یعقوبؑ اور زلیخا اور اس کے غم کا ذکر ہے

ذکرِ بلقیس و سلیمانؑ و سبا
بلقیس، اور سلیمانؑ اور سبا کا ذکر ہے

ذکرِ داؤدؑ و زبور و اوریا
داؤدؑ، اور زبور، اور اوریاؑ کا ذکر ہے

ذکرِ طالوت و شعیبؑ و صومِ او
طالوت اور شعیبؑ اور اُس کے روزے کا ذکر ہے

ذکرِ یونسؑ ذکرِ لوطؑ و قومِ او
یونسؑ کا ذکر ہے، لوطؑ اور اُن کی قوم کا ذکر ہے

ذکرِ حملِ مریمؑ و نخل و مخاض
مریمؑ کے حمل، کھجور، اور دردِ زہ کا ذکر ہے

ذکرِ زکریاؑ و یحییٰؑ و ریاض
زکریاؑ، اور یحییٰؑ اور باغوں کا ذکر ہے

ذکرِ صالحؑ، ناقہ و تقسیمِ آب
صالحؑ (اُن کی) اونٹنی اور پانی کی تقسیم کا ذکر ہے

ذکرِ ادریسؑ و مناجات و جواب
ادریسؑ اور اُن کی سرگوشی اور جواب کا ذکر ہے

ذکرِ الیاسؑ و عزیرؑ و موتِ او
الیاسؑ، اور عزیرؑ اور اُن کی موت کا ذکر ہے

ذکرِ قارون و زمیں رفتن فرو
قارون اور زمین میں دھنسنے کا ذکر ہے

[1] جملہ۔ معترضین نے کہا کہ اس مثنوی میں تو صرف قصے اور کہانیاں ہیں اور یہ مثنوی ظاہری و باطنی اعتبار سے طفلانہ قصوں سے لبریز ہے۔ چوں کتاب اللہ۔ معترضین نے قرآن پر بھی اسی طرح کے اعتراضات کئے تھے کہ وہ محض پہلے قصے ہیں اس میں کوئی بلند پایہ مضمون نہیں ہے۔

[2] امر پسند۔ یعنی حلال و حرام۔ تافتن۔ یعنی اُن کی حکم عدولی کا بیان۔ ذکر۔ یعنی قرآن میں اُن چیزوں کا ذکر ہے جو آئندہ تیرہ شعروں میں مذکور ہیں۔

ذکرِ ایوبؑ و صبوری در بلا — ذکرِ اسرائیلیاں در تیہ لا
ایوبؑ اور مصیبت میں (اُن کے) صبر کرنے کا ذکر ہے — بنجر تیہ میں اسرائیلیوں کا ذکر ہے

ذکرِ موسیٰؑ و شجر طور و عصا — خلعِ نعلین و خطابات و عطا
موسیٰؑ اور درخت، طور اور عصا کا ذکر ہے — جوتے اُتارنے، اور خطابات اور بخشش کا ذکر ہے

ذکرِ عیسیٰؑ و عروجش بر سما — ذکرِ ذوالقرنین و خضرؑ و ارمیا
عیسیٰؑ، اور اُن کے آسمان پر چڑھنے کا ذکر ہے — ذوالقرنین، اور خضر اور ارمیا کا ذکر ہے

ذکرِ فضلِ احمدؐ و خلقِ عظیم — کہ قمر از معجزاتش شد دو نیم
احمدؐ کی فضیلت اور آپکے بلند اخلاق کا ذکر ہے — کہ چاند اُن کے معجزے سے دو ٹکڑے ہو گیا

ظاہرست[۱] و ہر کسے پے می برد — کو بیاں کہ گم شود دروے خرد
(یہ سب) ظاہر ہے، اور ہر شخص جانتا ہے — وہ بیان کہاں ہیں جن میں عقلیں گم ہو جائیں؟

گفت اگر آساں نماید ایں بتو — اے چنیں یک سورہ گوئے سخت گو
فرمایا، اگر تجھے یہ آسان نظر آتا ہے — اے بھاری بات کرنے والے ایسی ایک سورت کہہ دے

جنیان و انسیان و اہلِ کار — گو یکے آیت ازیں آساں بیار
جن، اور انسان، اور کام کے لوگ — کہہ دے اس آسان کی ایک آیت لے آئیں

تفسیر حدیث اِنَّ لِلقُراٰنِ[۲] ظَہرًا و بَطنًا و لِبَطنِہٖ
اس حدیث کی تفسیر کہ قرآن کا ظاہر اور باطن ہے اور اُس کے باطن کا
بَطنٌ اِلیٰ سَبعَۃِ اَبطُنٍ
باطن ہے، سات باطنوں تک

حرفِ قرآں را بداں کہ ظاہر است — زیرِ ظاہر باطنے بس قاہر است
سمجھ لے کہ قرآن کے لفظ (اُس کا) ظاہر ہیں — (اور) ظاہر کے نیچے ایک مضبوط باطن ہے

زیرِ آں باطن یکے بطنِ دگر — خیرہ[۳] گردد اندرو فکر و نظر
اُس باطن کے نیچے ایک دوسرا باطن ہے — جس میں فکر و نظر حیران ہو جاتی ہے

زیرِ آں باطن یکے بطنِ سوم — کہ درو گردد خردہا جملہ گم
اُس باطن کے نیچے ایک تیسرا باطن ہے — کہ اُس میں تمام عقلیں گم ہو جاتی ہیں

بطنِ چارم از نبی خود کس ندید — جز خدائے بے نظیر و بے ندید
قرآن کا چوتھا باطن کسی نے نہیں دیکھا — لاثانی اور لاشریک خدا کے سوا

[۱] ظاہرست۔ یہ ساری باتیں سب کو معلوم ہیں قرآن میں وہ مضامین کہاں ہیں جن سے عقلیں دنگ ہو جائیں۔ گفت۔ معترضوں کے جواب میں قرآن نے کہا ہے کہ اگر قرآن تمہیں ایسا ہی آسان نظر آتا ہے تو تمام جن و انس اور دیگر مددگار مل کر ایک آیت قرآن جیسی بنا لاؤ۔

[۲] اِنّ للقرآن۔ قرآن کا ایک ترجمہ لفظی اور معنی ہیں پھر ان معنی میں معنی ہیں اسی طرح تہ در تہ سات معنی تک یہ سلسلہ ہے اِن معانی کے کچھ مرتبوں تک فہم و فراست کے تفاوت کے اعتبار سے مجتہدین اور علماء کی پہنچ ہے اور کچھ مراتب سے صرف علم اللہ کا تعلق ہے واضح ہے کہ اَسرار و حِکم کے بیان میں وہی معنی معتبر ہوں گے جو الفاظ قرآنی اور ظاہر کے خلاف نہ ہوں۔

[۳] خیرہ گردد۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ایسے اَسرار تک پہنچ جاتے تھے کہ دوسرے صحابہ اُن میں حیران ہو جاتے تھے بطنِ سوم معانی کی اس تہ میں سب کی عقلیں گم ہو جاتی ہیں بطنِ چہارم معانی کی چوتھی منزل تک عقل انسانی کی رسائی نہیں ہے۔

ہمچنیں تا ہفت بطنِ اے ذو الکرم | می شمر تو زیں حدیثِ معتصم [1]

اے بھلے! اسی طرح سات باطن تک | تو اس محفوظ حدیث سے گن لے

تو ز قرآں اے پسر ظاہر مبیں | دیو آدم را نہ بیند جز کہ طیں

اے بیٹا! تو قرآن کے (صرف) ظاہر کو نہ دیکھ | شیطان نے آدم کو سوائے مٹی کے کچھ نہ دیکھا

ظاہرِ قرآں چو شخصِ آدمی ست | کز نقوشش ظاہر و جانش خفی ست

قرآن کا ظاہر آدمی کے وجود کی طرح ہے | کہ اُسکے نقش ظاہر ہیں اور اُس کی روح پوشیدہ ہے

مرد را صد سال عم و خالِ او | یک سرِ موئے نہ بیند حالِ او

سو سال تک انسان کے چچا، اور ماموں | اُس کی حالت کا بال برابر نہیں دیکھ سکتے ہیں

بیانِ آنکہ رفتنِ انبیاء و اولیاء علیہم السلام بکوہہا و غارہا [2]

اِس کا بیان کہ انبیاء اور اولیاء علیہم السلام کا پہاڑوں اور غاروں میں جانا اپنے

جہتِ پنہاں کردنِ خویش نیست و جہتِ خوف و تشویشِ خلق نیست بلکہ

آپ کو پوشیدہ کرنے کیلئے ہے اور نہ مخلوق کے پریشان کرنے، اور ڈر کی وجہ سے ہے بلکہ دنیا سے

جہتِ ارشادِ خلق ست و راہ نمودن و تحریضِ انقطاع از دنیا بقدرِ ممکن

بقدرِ امکان منقطع رہنے کے بارے میں لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی اور برانگیختہ کرنے کیلئے ہے

آنکہ گویند اولیا در کُہ بوند | تا ز چشمِ مردماں پنہاں شوند

لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اولیا پہاڑوں میں ہوتے ہیں | تاکہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہیں

پیشِ خلق ایشاں فراز صد کہ اند [3] | گامِ خود بر چرخِ ہفتم می نہند

خلق کے سامنے (رہتے ہوئے بھی) وہ سو پہاڑوں کی | اپنا قدم ساتویں آسمان پر رکھتے ہیں

پس چرا پنہاں شود کہ جو بود | کو ز صد دریا و کُہ آں سو بود

تو کیوں چھپے، پہاڑوں کو کیوں تلاش کرے | وہ جو سو دریاؤں اور پہاڑوں سے اُدھر ہو

حاجتش نبود بسوئے کُہ گریخت | کز پیش کرہ فلک صد نعل ریخت

اُسکو پہاڑوں کی جانب بھاگنے کی کوئی ضرورت | جسکے پیچھے (بھاگنے میں) آسمان بھاگنے کے سینکڑوں نعل توڑ چکا ہے

چرخ گردید و ندید او گردِ جاں | تعزیت جامہ بپوشید آسماں

آسمان گھوما اور اُس نے روح کی گرد کو بھی نہ دیکھا | اُس وقت اُس نے ماتمی لباس پہن لیا

اور عوام میں سینکڑوں پہاڑوں اور دریاؤں کی دُوری ہے تو اُن کو چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔ کز پیش۔ اُن کے بلند مقام تک تو آسمان کی تگ و دو بھی نہیں ہے۔ تعزیت۔ شاعرانہ تخیل ہے کہ آسمان نے کالا، نیلا لباس اِسی غم میں پہنا ہے کہ وہ اولیاء کے مراتب تک نہ پہنچ سکا۔

[1] حدیثِ معتصم۔ یہی حدیث جو عنوان میں مذکور ہے اور جو غلطی سے محفوظ ہے۔ تو ز قرآں۔ قرآن محض الفاظ کو نہ سمجھو بلکہ قرآن اُن تہ بہ تہ معانی اور الفاظ کا مجموعہ ہے۔ دیو۔ محض ظاہر پر نظر کرنا شیطانی کام ہے۔ ظاہرِ قرآں۔ قرآن کے الفاظ اور اُن میں پوشیدہ معانی کی مثال انسان کی صورت اور اُس کے باطنی اور روحانی اوصاف کی سی سمجھو۔ مرد را۔ ایک انسان خواہ وہ تمہارا کتنا ہی قریبی عزیز ہو تم اُس کے باطنی اوصاف سے غافل رہتے ہو۔

[2] بیان۔ مولانا نے یہ سمجھایا کہ باوجود قرب کے انسان کے باطنی احوال عوام سے مخفی رہتے ہیں تو اب اِس خیال کی تغلیط کرتے ہیں کہ اولیاء اپنے آپ کو چھپانے کے لئے جنگلوں اور پہاڑوں میں چلے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی خلوت نشینی اپنے آپ کو چھپانے کے لئے نہیں ہے اُن کے احوال تو بہرحال عوام پر چھپے رہتے ہیں بلکہ لوگوں کو ترکِ دُنیا کی تعلیم دینے کے لئے ہے۔

[3] کُہ۔ کوہ، پہاڑ۔ فراز صد کہ۔ یعنی اولیاء عوام میں رہتے ہوئے بھی اُن سے سو پہاڑوں کی بلندی پر ہیں اُن کے اوصاف تک عوام کی پہنچ کہاں ہے۔ پس۔ جبکہ اُن میں

گر بظاہر آں پری پنہاں بُوَد ¹ — آدمی پنہاں تر از پریاں بُوَد

اگرچہ بظاہر، پری پوشیدہ ہوتی ہے — آدمی پریوں سے زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے

نزدِ عاقل زاں پری کہ مضمرست — آدمی صد بار خود پنہاں ترست

عقلمند کے نزدیک اُس پری سے جو پوشیدہ ہو — آدمی سَو گنا زیادہ پوشیدہ ہے

آدمی نزدیکِ عاقل چوں خفی ست — چوں بُوَد آدم کہ در غیب او صفی ست

جبکہ عقلمند کے نزدیک آدمی پوشیدہ ہے — تو اُن آدم کا کیا حال ہوگا جو عالمِ غیب کے برگزیدہ ہیں؟

تشبیہِ ² صورتِ اولیاء و صورتِ کلامِ اولیاء بصورتِ عصائے موسیٰ و صورتِ فسونِ عیسیٰ

اولیاء کی صورت اور اولیاء کے کلام کی صورت کی تشبیہ حضرت موسیٰ کے عصا اور حضرت عیسیٰ کے دم کرنے کی صورت سے

آدمی ہمچو عصائے موسیٰ ست — آدمی ہمچوں فسونِ عیسیٰ ست

آدمی (حضرت) موسیٰ کے عصا کی طرح ہے — آدمی (حضرت) عیسیٰ کے دم کرنے کی طرح ہے

در کفِ حق بہرِ داد و بہرِ زین — قلبِ مؤمن ہست بین الاصبعین

عطا اور زینت کیلئے اللہ (تعالیٰ) کے ہاتھ میں — مؤمن کا دل، دو انگلیوں کے درمیان ہے

ظاہرش چوبے و لیکن پیشِ او — کون یک لقمہ چو بکشاید گلو

اُس کا ظاہر لکڑی ہے، لیکن اُس کے سامنے — جب وہ منہ کھولے، عالم ایک لقمہ ہے

تو مبیں افسونِ عیسیٰ حرف و صوت — آں ببیں کز وے گریزاں گشت موت ³

(حضرت) عیسیٰ کے دم کرنے میں تو حرف اور آواز کو نہ دیکھ — یہ دیکھ کہ اُس سے موت بھاگ گئی ہے

تو مبیں افسونش آں لہجاتِ پست — آں نگر کہ مُردہ بر جست و نشست

اُن کے دم کرنے میں تو دھیمے لہجے کو نہ دیکھ — یہ دیکھ کہ مُردہ کودا اور بیٹھ گیا

تو مبیں مر آں عصا را سہل یافت — آں ببیں کہ بحرِ اخضر را شگافت

تو اُس عصا کو آسانی سے حاصل ہو جانیوالا نہ دیکھ — یہ دیکھ کہ اُس نے بحرِ اخضر کو چیر دیا

تو ز دوری دیدہ چترِ سیاہ — یک قدم پا پیش نہ بنگر سپاہ

تو نے دُور سے سیاہ چھتر دیکھا ہے — ایک قدم آگے رکھ، لشکر کو دیکھ

تو ز دوری می نہ بینی جز کہ گرد — اندکے پیش آ ببیں در گرد مرد

تو دُوری سے سوائے گرد کے کچھ نہیں دیکھتا ہے — تھوڑا سا آگے آ، گرد میں مرد کو دیکھ

---

¹ گر بظاہر پری تو ظاہر میں بھی انسانوں کی نظر سے پوشیدہ ہے تو اُنکے اوصاف کا پوشیدہ رہنا اِس قدر تعجب خیز نہیں ہے جسقدر انسانوں کے اوصاف کا پوشیدہ رہنا کیونکہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ بھی نہیں ہیں۔ آدمی جب عام آدمیوں کے اوصاف تک پہنچنا دشوار ہے تو حضرت آدم کے اوصاف تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے

² تشبیہ۔ اولیاء اور اولیاء کے کلام کو حضرت موسیٰ کا عصا اور حضرت عیسیٰ کا پھونک مارنا بھی جو بظاہر معمولی چیزیں تھیں لیکن اُنکے باطنی کمال و اوصاف حیرت انگیز تھے۔ در کفِ حق۔ حدیث شریف ہے اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ اٰدَمَ کُلَّھَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَّاحِدٍ یُصَرِّفُہٗ کَیْفَ یَشَاءُ یقیناً تمام بنی آدم کے قلوب ایک قلب کیطرح اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اُنکو جس طرح چاہتا ہے پلٹتا ہے یعنی جس طرح عصائے موسیٰ اور دمِ عیسیٰ میں حضرت حق تعالیٰ کے خاص تصرفات ہیں ایسے مؤمن کے دل پر بھی حضرت حق تعالیٰ کے خصوصی تصرفات ہیں۔

³ موت۔ حضرت عیسیٰ کے پھونکنے سے مُردہ زندہ ہو جاتا تھا۔ سہل یافت یعنی یہ سمجھ کر معمولی لکڑی ہے آسانی سے حاصل ہو جائیگی شگافت۔ حضرت موسیٰ کے عصا کی ضرب سے نیل دو ٹکڑوں میں بٹ گیا

دیدہا را گردِ اُو روشن کُند ۔۔۔ کوہہا را مردیِ اُو بر کَند

اُس کی گرد آنکھوں کو روشن کر دیتی ہے ۔۔۔ اُس کی بہادری پہاڑوں کو اُکھاڑ دیتی ہے

چوں کہ آمد موسیٰؑ از اقصائے دشت ۔۔۔ کوہِ طور از مقدمش رقّاص گشت

جب (حضرت) موسیٰؑ جنگل کے آخر سے برآمد ہوئے ۔۔۔ اُن کی تشریف آوری سے کوہِ طور رقص کرنے لگا

تفسیر قولِ تعالیٰ یا جِبالُ اَوِّبِی مَعَہٗ وَالطَّیر

اللہ تعالیٰ کے قول "اے پہاڑو اور پرندو اُس کے ساتھ جوابی بنو" کی تفسیر

رُوئے داؤدؑ از فرش تاباں شدہ ۔۔۔ کوہہا اندر پیش نالاں شدہ

(حضرت) داؤدؑ کا چہرہ اُس (اللہ) کی شان سے روشن ہوا ۔۔۔ پہاڑ اُن کے پیچھے روئے

کوہ با داؤدؑ گشتہ ہمرہے ۔۔۔ ہر دو مُطرب مستِ در عشقِ شہے

پہاڑ (حضرت) داؤدؑ کے ساتھی بنے ۔۔۔ دونوں گانے والے شاہ کے عشق میں مست تھے

یا جِبالُ اَوِّبِی امر آمدہ ۔۔۔ ہر دو ہم آواز و ہم پردہ شدہ

اے پہاڑو! جوابی بنو، کا حکم آیا ۔۔۔ دونوں ہم آواز اور ہم ساز ہو گئے

گفت داؤدا تو ہجرت دیدہ ۔۔۔ بہرِ من از ہمدماں ببریدہ

(اللہ نے) فرمایا اے داؤدؑ تو نے ہجر دیکھا ہے ۔۔۔ میرے لئے تو ساتھیوں سے کٹا ہوا ہے

اے غریبِ فردِ بے مُونس شدہ ۔۔۔ آتشِ شوق از دلت شعلہ زدہ

اے اکیلے مسافر! تو بے یار بنا ہے ۔۔۔ تیرے دل سے شوق کی آگ بھڑکی ہے

مُطرباں خواہی و قوّال و ندیم ۔۔۔ کوہہا را پیشت آرد آں قدیم

تو گویّے، اور قوّال، اور ہم مجلس چاہتا ہے ۔۔۔ وہ قدیم (اللہ) تیرے سامنے پہاڑوں کو لاتا ہے

تا کہ قوّالی و سُرنائی کُنند ۔۔۔ جُملہ پیشت بادپیمائی کُنند

تا کہ وہ (تیرے لئے) قوّالی اور شہنائی بجائیں ۔۔۔ سب تیرے سامنے نغمہ سرائی کریں

تا بدانی نالہ چوں کُہ را رواست ۔۔۔ بے لب و دنداں ولی را نالہاست

تا کہ تو سمجھ لے کہ جب پہاڑ کا نالہ ہو سکتا ہے ۔۔۔ تو ولی کے نالے بغیر ہونٹ اور دانتوں کے ہیں

نغمۂ اجزائے آں صافی جسد ۔۔۔ ہر شبے در گوشِ حِسّش می رسد

اُس صاف جسم کے اجزاء کا نغمہ ۔۔۔ ہر رات کو اُس کے حِس کے کان میں پہنچتا ہے

ہمنشیناں نشنوند اُو بشنود ۔۔۔ اے خُنک جاں کو بغیبش بگرود

ہمنشین نہیں سُنتے، وہ سُنتا ہے ۔۔۔ وہ جان قابلِ مبارکباد ہے جو اُسکی نادیدہ باتوں کی گرویدہ ہو

لہ دیدہا۔ اُن کے باطنی اوصاف ایسے ہیں کہ اُن کی گرد بھی آنکھوں کو روشن کرتی ہے اور اُن کی ہمت مردانہ پہاڑوں کو ہلا دیتی ہے۔ چوں کہ۔ حضرت موسیٰؑ کے قدوم میمنت لزوم سے کوہِ طور رقص کرنے لگا تھا۔ یا جبال۔ حضرت داؤدؑ کے بارے میں پہاڑوں اور پرندوں کو حکم ہوا تھا کہ وہ اُن کے ہم نغمہ بنیں۔

لہ ہر دو۔ حضرت داؤدؑ اور پہاڑ اللہ کے عشق میں ہم نغمہ بن گئے تھے۔ پردہ۔ راگ۔ گفت۔ حضرت حق تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ سے فرمایا تھا تو میرے فراق میں جلتا ہے اور دوستوں سے جُدا ہے۔

لہ مطرباں۔ فراق کا غم دور کرنے کے لئے محفل اور قوّالی کی ضرورت ہے لہٰذا میں پہاڑوں میں یہ کیفیت پیدا کئے دیتا ہوں۔ سُرنائی۔ سورنائی یعنی خوشی کی نے، شہنائی۔ بادپیمائی چونکہ مزامیر میں پھونک سے آواز پیدا ہوتی ہے لہٰذا اُس کے بجانے کو بادپیمائی کہا جاتا ہے تا بدانی۔ پہاڑوں کو نالے میں مبتلا کرنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ تم یہ سمجھ لو کہ بے لب و دنداں بھی نالہ ہوتا ہے جو اولیاء کرتے ہیں۔ نغمہ۔ اولیاء کے دل کے نالوں کو اُنکے کان سنتے ہیں تم نہیں سُن سکتے لیکن اُن کی اِس کیفیت پر یقین کرنا

بنگرد[1] در نفسِ خود صد گفتگو ——— ہمنشینِ اُو نبردہ ہیچ بُو

وہ اپنے نفس میں سیکڑوں گفتگو میں دیکھتا ہے ——— (اور) اُس کے ہمنشین کو کچھ پتہ نہیں ہے

صد سوال و صد جواب اندر دلت ——— میرسد از لامکاں تا منزلت

تیرے دل میں سیکڑوں سوال اور سیکڑوں جواب ——— لامکان سے تیرے مقام تک پہنچتے ہیں

بشنوی تو نشنود زاں گوشہا ——— گر بنزدیکِ تو آرد گوش را

تو سنتا ہے، وہ اُن کانوں سے نہیں سنتا ——— اگرچہ وہ کانوں کو تیرے قریب لے آئے

گیرم اے کر خود تو آں را نشنوی ——— چوں مثالش دیدہ چوں نگروی

اے بہرے! میں مانتا ہوں تو اسکو نہیں سنتا ہو ——— جب تم نے اُسکی ایک مثال دیکھ لی گرویدہ کیوں نہیں ہوتا

جوابِ طعنہ زنندہ بر مثنوی از قصورِ فہمِ خود

اپنی سمجھ کی کوتاہی کی وجہ سے مثنوی پر اعتراض کرنے والوں کا جواب

اے سگِ طاعن تو عو عو میکنی[2] ——— طعنِ قرآں را بروں شومی کنی

اے طعنہ دینے والے کتے! تو بھوں بھوں کرتا ہو ——— قرآن پر طعنہ کے لئے راستہ بناتا ہے

ایں نہ آں شیر ست کز وے جاں بری ——— یا ز پنجہ قہرِ اُو ایماں بری

یہ وہ شیر نہیں ہے جس سے تو جان بچالے ——— یا اُس کے غضب کے پنجے سے ایمان کو بچالے

تا قیامت میزند قرآں ندا ——— اے گروہِ جہل را گشتہ فدا

قیامت تک کے لئے قرآن آواز دے رہا ہے ——— اے نادانی پر فدا، گروہ!

مر مرا افسانہ می پنداشتید ——— تخمِ طعن و کافری می کاشتید

تم نے مجھے ایک افسانہ سمجھا ——— طعنے اور کفر کا بیج بو رہا ہے

خود بدیدید آنکہ طعنہ می زدید ——— کہ شما فانی و افسانہ بُدید

تم جو طعنہ زنی کرتے تھے تم نے خود دیکھ لیا ——— کہ تم خود فنا ہونے والے اور افسانہ بن گئے

من[3] کلامِ حقم و قائم بذات ——— قوتِ جانِ جان و یا قوتِ زکات

میں اللہ کا کلام اور (اللہ کی) ذات سے قائم ہوں ——— روح کی روح کی غذا اور پاک یاقوت ہوں

نورِ خورشیدم فتادہ بر شما ——— لیک از خورشید ناگشتہ جدا

میں سورج کا نور ہوں جو تم پر پڑ رہا ہے ——— لیکن سورج سے جدا نہیں ہوا ہے

نک منم ینبوعِ آں آبِ حیات ——— تا رہانم عاشقاں را زیں ممات

یہ میں، اس آبِ حیات کا چشمہ ہوں ——— تاکہ عاشقوں کو اس موت سے نجات دیدوں

[1] بنگرد۔ اولیاء کے روحانی مکالمات جاری رہتے ہیں۔ پاس بیٹھنے والے اُن سے بے خبر رہتے ہیں۔ لامکاں۔ عالمِ غیب۔ زاں گوشہا جانی مکالمہ حسّی کانوں سے نہیں سُنا جاسکتا۔ گیرم۔ عوام بہرے ہیں، جو اُن کو نہیں سنتے ہیں لیکن جبکہ وہ مختلف کرامات دیکھ چکے ہیں تو اُن کو اُن کا معتقد ہو جانا چاہیے۔

[2] عو عو۔ کتے کے بھونکنے کی آواز۔ طعنِ قرآں یعنی مثنوی جو کہ بزبانِ پہلوی قرآن ہے اُس پر اعتراض دراصل قرآن پر اعتراض ہے لیکن براہِ راست قرآن پر اعتراض کرنے کی ہمت نہیں اسلئے مجازی یہ صورت اختیار کی گئی ہے کہ مثنوی پر اعتراضات کئے جائیں۔ برون شو مخلص، گریز گاہ۔ ایں۔ لیکن قرآن پر اعتراض کرنا آسان بات نہیں ہے یہ صریحی کفر ہے۔ تا قیامت۔ قیامت تک یعنی قرآن کا اعلان ہے کہ قرآن کو افسانہ اور اساطیر کہنے والے خود تباہ و برباد ہونگے اور اُن کا وجود خود افسانہ بنکر رہ جائے گا۔

[3] من۔ کلام اللہ کی ذاتی صفت ہے جو ذاتِ باری کے ساتھ قائم ہے۔ نورِ خورشید۔ ذاتِ خداوندی بمنزلہ سورج کے اور صفات بمنزلہ نور کے ہیں جو سورج کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ ینبوع۔ چشمہ یعنی قرآن آبِ حیات کا ایسا چشمہ ہے کہ جو اس سے سیراب ہو جائیگا

گر چُناں گندِ آزِتاں ناگیختے ۔۔۔ جُرعہ بر گورِتاں حق ریختے
اگر تمہاری حرص ایسی گندگی نہ اچھالتی ۔۔۔ اللہ تعالیٰ تمہاری قبر پر ایک گھونٹ بہا دیتا

نے بگیرم گفت و پندِ آں حکیم ۔۔۔ دل نگرداَنم بہرِ طعنِ سقیم
نہیں، میں اس دانا کا قول اور نصیحت اختیار کرتا ہوں ۔۔۔ ہر کمزور طعنے کی وجہ سے دل نہیں پھیرتا ہوں

مثل زدن در رمیدن کُرّۂ اسپ از خوردنِ آب بسببِ شخولیدنِ سائیساں

سائیسوں کے سیٹی بجانے سے گھوڑے کے بچھیرے کے پانی سے بھڑک جانے کی مثال دینا

آنکہ فرمود ستاُو اندر خطاب ۔۔۔ کُرّہ و مادر ہمی خوردند آب
جو گفتگو میں انھوں نے فرمایا ۔۔۔ بچھیرا اور ماں پانی پی رہے تھے

می شخولیدند ہر دم آں نفر ۔۔۔ بہرِ اسپاں کہ ہلا ہیں آب خور
وہ جماعت ہر وقت سیٹی بجا رہی تھی ۔۔۔ گھوڑوں کے لئے، کہ پانی کی طرف متوجہ رہو

آں شخولیدن بکُرّہ می رسید ۔۔۔ سر ہمی برداشت و ز خور می رمید
وہ سیٹی بجانا بچھیرے کو پہنچتا تھا ۔۔۔ (وہ) سر اٹھا لیتا تھا اور خوراک سے بھاگتا تھا

مادرش پُرسید کاے کُرّہ چرا ۔۔۔ می رمی ہر ساعتے زیں استقا
اس کی ماں نے دریافت کیا اے بچھیرے! کیوں ۔۔۔ تو پانی پینے سے ہر وقت بھاگتا ہے؟

گفت کُرّہ می شخولند ایں گروہ ۔۔۔ ز اتفاقِ بانگِ شاں دارم شکوہ
بچھیرے نے کہا، یہ لوگ سیٹی بجاتے ہیں ۔۔۔ مجھے ان کی آواز کے اکٹھا ہونے سے ڈر لگتا ہے

پس دلم می لرزد از جا می رود ۔۔۔ ز اتفاقِ نعرہ خوفم می رسد
تو میرا دل لرزتا ہے، بے قابو ہو جاتا ہے ۔۔۔ ان کے نعروں کے ملنے سے مجھے ڈر لگتا ہے

گفت مادر تا جہاں بودست ایں ۔۔۔ کار افزایاں بُدند اندر زمیں
ماں نے کہا جب سے یہ دنیا (ایسی) ہے ۔۔۔ فضول کام کرنے والے زمین میں ہوئے ہیں

ہیں تو کارِ خویش کن اے ارجمند ۔۔۔ زود کایشاں ریشِ خود بر می کنند
اے اقبال مند! خبردار تو اپنا کام کر ۔۔۔ عنقریب وہ خود اپنی داڑھی نوچیں گے

وقت تنگ و میرود آبِ فراخ ۔۔۔ پیش از اں کز ہجر گردی شاخ شاخ
وقت تنگ ہے اور پانی تیزی سے جا رہا ہے ۔۔۔ اس سے پہلے کہ فراق میں تیرا جوڑ جوڑ (جدا) ہو جائے

---

۱ گر چناں۔ اگر منکرین قرآن پر اعتراض نہ کرتے تو اُن کی قبروں پر بھی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ معترضین کے اعتراضات سے میں مثنوی لکھنا بند نہ کروں گا اور اعتراضات کی طرف توجہ نہ دوں گا۔ مثال۔ بچھیرے کو اس کی ماں نے سمجھایا تھا کہ سیٹیوں سے نہ بدک پانی پینے میں مشغول رہ اسی طرح میں اعتراضات سے قطع نظر کر کے اپنے کام میں لگا رہوں گا۔ آں یعنی حکیم سنائی غزنوی۔

۲ کُرّہ۔ بچھیرا جس پر سواری نہ کی جاتی ہو۔ شخولیدن سیٹی بجانا۔ بہر اسپاں سائیس گھوڑوں کو پانی پلاتے وقت سیٹی بجاتے ہیں تاکہ وہ پانی پینے میں مشغول رہیں۔ آں یعنی سیٹی بجانے سے بچھیرا چونک کر پانی سے بھاگتا تھا۔ استقا۔ سیرابی حاصل کرنا۔

۳ کار افزا۔ کام کو پھیلاوے میں ڈالنے والے، بیکار کام کرنے والے۔ ریش کندن۔ اپنا نقصان کرنا، شرمندہ ہونا۔ آب فراخ۔ یعنی زندگی کی نہر۔ ہجر۔ یعنی موت کی وجہ سے تیرا جوڑ جوڑ جدا ہو جائے۔

شہرہ کاریزے[1] ست پر آبِ حیات
آبِ حیات سے بھری مشہور نہر ہے
آب کش تا بر دہد از تو نبات
پانی ڈال تاکہ تیرے پودے پھل دیں

آبِ خضر از جوئے نطقِ اولیا
اولیاء کی گفتگو کی نہر سے، خضر والا پانی
می خوریم اے تشنۂ غافل بیا
ہم پیتے ہیں، اے غافل پیاسے! آجا

گر نہ بینی آب کورانہ بفن
اگر تو اندھے پن سے پانی کو نہیں دیکھتا تدبیر کیساتھ
سوئے جو آور سبو در جوئے زن
ٹھلیا نہر کی جانب لا (اور) نہر میں ڈبو دے

چوں شنیدی کاندریں جو آب ہست
جب تونے سن لیا، کہ اس نہر میں پانی ہے
کور را تقلید باید کاربست
اندھے کو تقلید کو کام میں لانا چاہیئے

جو فرو بر مشک آب اندیش را
پانی میں شک کرنیوالی مشک کو نہر میں ڈبو دے
تا گراں بینی تو مشکِ خویش را
تاکہ تو اپنی مشک کو بھاری دیکھے

چوں گراں دیدی شوی تو مستدل
جب تو بھاری دیکھے گا تو صاحبِ دلیل بنجائیگا
رست از تقلیدِ خشک آنگاہ دل
اُس وقت دل خشک تقلید سے نجات پاجائیگا

گر نہ بیند[2] کور آبِ جو عیاں
اگرچہ اندھا نہر کے پانی کا مشاہدہ نہیں کرتا ہے
لیک داند چوں سبو بیند گراں
لیکن سمجھ لیتا ہے، جب ٹھلیا کو بھاری دیکھتا ہے

کہ ز جو اندر سبو آبے برفت
کیونکہ نہر سے، ٹھلیا میں پانی پہنچ گیا
کایں سبک بود و گراں شد ز آبِ زفت
اس لئے کہ یہ ہلکی تھی، بھاری پانی سے بھاری ہوگئی

زانکہ ہر بادے مرا در می ربود
کیونکہ ہر ہوا مجھے پھسلا دیتی تھی
باد می نربایدم ثقلم فزود
(اب) ہوا مجھے نہیں پھسلاتی ہے میرا بوجھ بڑھ گیا

مر سفیہاں را رُباید ہر ہوا
بیوقوفوں کو ہر ہوا پھسلا دیتی ہے
زانکہ نبود شاں گرانی و قوی
کیونکہ اُن میں بھاری پن اور قوتیں نہیں ہوتی ہیں

کشتیِ[3] بے لنگر آمد مردِ شر
شریر آدمی، بے لنگر کی کشتی ہے
کہ ز بادِ کژ نیابد او حذر
کہ مخالف ہوا سے اُس کا بچاؤ نہیں ہوتا ہے

لنگرِ عقل ست عاقل را اماں
عقلمند کے لئے عقل کا لنگر (باعث) امن ہے
لنگرے دریوزہ کن از عاقلاں
عقلمندوں سے لنگر مانگ لے

او مدد ہائے خرد چوں در ربود
جب وہ عقل کی مددیں حاصل کرلیتا ہے
از خزینۂ دُرِّ آں دریائے جود
اُس سخاوت کے دریا کے موتیوں کے خزانے سے

[1] کاریز۔ بوزن خانیز پانی کی نالی کو کہتے ہیں جو اس طرح بنائی جاتی تھی کہ زمین میں سے پانی اس کے ذریعے سے سطح زمین پر بہنے لگتا تھا اور باغوں اور کھیتوں کو سیراب کرتا تھا یہاں کاریز سے شیخ اور بزرگ مراد ہے۔ آبِ خضر یعنی آبِ حیات۔ گر نہ بینی۔ اگر تجھے اس ولی کی کوئی کرامت نظر نہیں آتی ہے تو بے دیکھے ہی تعلق پیدا کرے پھر تجھے اسکی بزرگی کا یقین آجائیگا۔ اگر اندھے کو نہر کا پانی نظر نہ آئے تو اس کو چاہیئے کہ اس نہر میں ٹھلیا ڈبو کر دیکھے پانی سے بھر جائے گی تو پانی کے ہونے کا یقین آجائیگا۔ از تقلید۔ پہلے تو اس کا عمل محض دیکھا دیکھی تھا اب اس کے دل کو یقین حاصل ہو جائیگا۔

[2] گر نہ بیند۔ اندھے کو ٹھلیا بھر جانے سے پانی کا یقین ہو جائے گا۔ زانکہ۔ اس کو اپنا بھاری پن اور اپنی مشک کا بھرا ہوا ہونا اس وقت معلوم ہوگا جب وہ دیکھے گا کہ اب ہوا اس کو نہیں اڑا سکتی اور وہ بھاری بھرکم بن گیا۔ مر سفیہاں۔ جو لوگ بیوقوف ہیں اور بزرگوں سے فیضیاب نہیں ہیں انکی ٹھلیا ہلکی ہوتی ہے خواہش کی ہوا انکو اڑائے پھرتی ہے۔

[3] کشتی۔ شیخ سے تعلق کشتی کے لنگر کی طرح ہے جو کشتی کو بادِ مخالف کیساتھ بہجانے سے روکتا ہے۔ از عاقلاں۔ چونکہ تجھ میں عقل کا لنگر نہیں ہے تو بزرگوں کی عقل

عقلمندوں سے لنگر مانگ لے

زیں[1] چُنیں اِمدادِ دل پُرفن شود — بجہد از دل چشم ہم روشن شود

اِس طرح کی مدد سے دل صاحبِ تدبیر ہوجاتا ہو — دل سے (آگے) بڑھتا ہے آنکھیں بھی روشن ہوجاتی ہیں

زانکہ نور از دل بریں دیدہ نشست — تا چو دل شُد دیدہ تو عاطل ست

کیونکہ نور دل سے اِن آنکھوں میں آتا ہے — جب دل ضائع ہوگیا، تیری آنکھ بیکار ہے

دل چو بَر انوارِ عقلی بر زند — زاں نصیبے ہم بدو دیدہ دہد

جب دل عقلی نوروں پر قابو پالیتا ہے — وہ دونوں آنکھوں کو بھی اُس سے حصّہ دیتا ہے

پس بداں کابِ مبارک ز آسماں — وحیِ دلہا باشد و صدقِ بیاں

پھر جان لے کہ آسمان سے بابرکت پانی — دلوں کی وحی اور بیان کی سچائی بنتا ہے

ما چو آں کُرّہ ہم آب جو خوریم — سُوئے آں وسواسِ طاعن ننگریم

ہم بھی اُس بچھیرے کی طرح نہر کا پانی پئیں گے — اِس طعنہ دینے والوں کے وسوسوں کی طرف نظر نہ کرینگے

پیرو[2] پیغمبرانی رہ سپَر — طعنۂ خلقاں ہمہ بادی شمر

تو پیغمبروں کا پیرو ہے، راستہ طے کر — لوگوں کے طعنہ کو بالکل ہوائی سمجھ

آں خداونداں کہ رہ طے کردہ اند — گوش با بانگِ سگاں کے کردہ اند

جن آقاؤں نے راستہ طے کیا ہے — انھوں نے کتوں کے بھونکنے پر کب کان دھرا ہے؟

باز گو کاں پاکباز و شیر مرد — اندراں مسجد چہ بنمودش چہ کرد

پھر بتا اُس پاکباز اور شیر مرد کو — اُس مسجد میں کیا نظر آیا، اُس نے کیا کیا؟

بقیۂ قصۂ مہمان و مسجدِ مہمان کُش

مہمان اور مہمان کو قتل کرنیوالی مسجد کے قصّے کا بقیہ

خُفتہ[3] در مسجد خود اُو را خواب کُو — مردِ غرقہ گشتہ چوں خسپد بجُو

وہ مسجد میں لیٹ گیا، اُس کو نیند کہاں — ڈوبا ہوا انسان، نہر میں کیسے سوئے

خوابِ مُرغ و ماہیاں باشد ہمے — عاشقاں را زیرِ غرقابِ غمے

پرندوں اور مچھلیوں کی نیند ہوتی ہے — عاشقوں کے لئے غم کے ڈباؤ پانی میں

نیم شب آواز باہولے رسید — کایم آیم بر سرت اے مُستفید

آدھی رات کو خوفناک آواز آئی — اے فائدہ مند! میں آتا ہوں میں آتا ہوں تیرے

پنج کرّت ایں چُنیں آوازِ سخت — می رسید و دل ہمی شُد لخت لخت

اِس طرح کی سخت آواز پانچ مرتبہ — آئی اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا تھا

[1] زیں چنیں۔ یہ مدد پہلے دل کو حاصل ہوتی ہے پھر اُس سے آنکھیں مستفید ہوتی ہیں۔ زانکہ۔ نورِ حسّی اور نورِ باطنی کا اصلاً تعلق دل سے ہوتا ہے اُس سے آنکھ میں منتقل ہوتا ہے اِس لئے جبھی کہ قلب بند ہوجاتی ہے تو آنکھوں کی روشنی بھی ختم ہوجاتی ہے۔ پس بداں تجلیاتِ رب کا نزول دل پر ہوتا ہے۔ ما چو۔ جبکہ آسمانی پانی کا نزول دل پر ہوتا ہے تو ہمیں اُس بچھیرے کی طرح پانی پینے میں لگا رہنا چاہیئے اور معترضین کی سیٹیوں سے نہ بدکنا چاہیئے۔

[2] پیرو۔ سالک پیغمبروں کا پیرو ہے تو جس طرح پیغمبروں نے طعنہ زنی کی وجہ سے اپنا کام نہیں چھوڑا سالک کو بھی نہ چھوڑنا چاہیئے۔ بانگِ سگاں۔ یعنی مخالفوں کے اعتراضات۔

[3] خفتہ۔ یعنی وہ عاشق مسجد میں لیٹ گیا لیکن اُس کو نیند نہ آئی اِس لئے کہ وہ عشق میں ڈوبا ہوا تھا اور ڈوبے ہوئے کو نیند سے کیا واسطہ۔ خواب۔ عاشق کی نیند تو اسی طرح کی ہے جیسے اُڑتے پرندے یا تیرتی مچھلی کی۔ مستفید۔ فائدہ اٹھانے والا۔

تفسیر آیۂ واجلب علیہم بخیلک ورجلک وشارکہم فی الاموال والاولاد وعدہم وما یعدہم الشیطان الا غرورا

اس آیت کی تفسیر اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا اور ان کے ساتھ ساجھا لگا مالوں میں اور اولاد میں اور ان سے وعدہ کر اور نہیں وعدہ کرتا ہے ان سے شیطان گر دھوکے کا

تو چو عزم دیں کنی با اجتہاد　دیو بانگت بر زند اندر نہاد
جب تو کوشش سے دین کا قصد کرتا ہے　جسم کے اندر سے شیطان تجھے آواز دیتا ہے

کہ مرو زاں سو بیندیش اے غوی　کہ اسیر رنج و درویشی شوی
کہ اے گمراہ! اس طرف نہ جا، سوچ لے　کہ تو تکلیف اور افلاس کا قیدی بن جائیگا

بینوا گردی ز یاراں وا بری　خوار گردی و پشیمانی خوری
تو مفلس بن جائے گا، یاروں سے چھوٹ جائیگا　ذلیل ہو جائے گا اور پریشانی اٹھائے گا

تو ز بیم بانگ آں دیو لعیں　وا گریزی در ضلالت از یقیں
تو اس ملعون شیطان کی آواز کے ڈر سے　یقین سے گمراہی میں لوٹ جاتا ہے

کہ ہلا فردا و پس فردا مراست　راہ دیں پویم کہ مہلت پیش ماست
کہ ہاں کل، اور پرسوں میرے لئے ہے　دین کے راستہ پر دوڑ پڑونگا کیونکہ مہلت ہمارے سامنے ہے

مرگ را بینی کہ از چپ و راست　می کشد ہمسایہ را تا بانگ خاست
تو موت کو دیکھتا ہے، کہ وہ بائیں دائیں سے　پڑوسی کو کھینچ رہی ہے حتیٰ کہ آواز بلند ہوئی

باز عزم دیں کنی از بیم جاں　مردہ سازی خویشتن را یک زماں
جان کے ڈر سے تو پھر دین کا ارادہ کرتا ہے　تھوڑی دیر کے لئے اپنے آپ کو مردہ بنا لیتا ہے

پس سلاح از علم سازی و ز حکم　کہ من از خوف نیارم پائے کم
پھر تو علم اور حکمتوں کے ہتھیار باندھتا ہے　کہ میں ڈر کی وجہ سے سست رفتار نہ رہوں گا

باز بانگے بر زند بر تو ز مکر　کہ بترس و باز گرد از تیغ فقر
وہ پھر مکاری سے تجھے پکارتا ہے　کہ افلاس کی تلوار سے ڈر، اور باز آ جا

باز بگریزی ز راہ روشنی　آں سلاح علم و فن را بفگنی
پھر تو نور کے راستے سے واپس بھاگ پڑتا ہے　علم اور فن کے ہتھیار پھینک دیتا ہے

سالہا او را ببانگے بندہ　در چنیں ظلمت نمد افگندہ
تو آواز کی وجہ سے سالوں سے اس کا غلام بنا ہوا ہے　ایسی ہی تاریکی میں تو مقیم ہے

---

۱ تفسیر غیبی آواز نے اس مہمان کو صرف ڈرایا اور اس کا ڈرانا غیر واقعی تھا اسی طرح شیطان سالک کو ڈراتا ہے جو محض دھمکی ہوتی ہے آئندہ اشعار میں اس کی تفصیل ہوگی۔ ترجمہ جب انسان دینداری اختیار کرنے کا عزم کرتا ہے تو شیطان اس کو فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے۔ بینوا۔ دین کے کاموں میں لگے گا تو کمائی سے محروم ہو کر مفلس بن جائیگا۔ مفلس کا نہ کوئی دوست ہوتا ہے اور نہ کوئی مددگار پریشان اور ذلیل بن جاتا ہے۔

۲ وا گریزی۔ دینداری کا ارادہ کرنے والا گمراہی کی طرف لوٹ پڑتا ہے اور دنیا میں لگ جاتا ہے۔ کہ ہلا۔ اور دل میں سوچنے لگتا ہے کہ نیکی کرنے کا بہت وقت ہے آئندہ نیکی کرلونگا۔ مرگ۔ پڑوسی کی موت سے کچھ تنبیہ ہوتی ہے اور پھر دین کی طرف دوڑتا ہے اور علم و حکمت سے کام لیکر کہتا ہے کہ میں فقر کے خوف سے دین سے منہ نہ موڑوں گا۔

۳ باز۔ شیطان پھر اس کو دھوکے دیتا ہے۔ باز بگریزی۔ انسان پھر اس کے دھوکے میں آکر دین سے منہ موڑتا ہے۔ سالہا۔ سالہا سال انسان اسی کشمکش میں گذار دیتا ہے اور معصیت کی تاریکی میں بسر کرتا ہے۔

ہیبتِ[۱] بانگِ شیاطیں خلق را
شیطانوں کی آواز کے ڈر نے مخلوق کو
بند کردست و گرفتہ حلق را
باندھ دیا ہے، اور گلا دبا دیا ہے

تا چناں نومید شد جانشاں ز نور
یہاں تک کہ نورِ الٰہی سے اُن کی جان اس طرح ناامید ہو گئی ہے
کہ روانِ کافراں ز اہلِ قبور
جس طرح کہ مُردہ کافروں کی جان

ایں شکوہِ بانگِ آں ملعوں بود
یہ اُس ملعون کی آواز کا دبدبہ ہے
ہیبتِ بانگِ خدائی چوں بود
تو خدائی آواز کی ہیبت کیا ہو گی؟

ہیبتِ باز ست بر کبکِ نجیب
باز کا خوف شریف چکور کو ہے
مر مگس را نیست زاں ہیبت نصیب
اس ہیبت میں مکھی کا حصہ نہیں ہے

زانکہ[۲] نبود باز صیادِ مگس
کیونکہ باز، مکھی کا شکاری نہیں ہوتا
عنکبوتاں می مگس گیرند و بس
مکڑیاں صرف مکھی پکڑتی ہیں

عنکبوتِ دیو بر چوں تو ذباب
شیطان کی مکڑی تجھ جیسی مکھی پر
کرّ و فر دارد نہ بر کبک و عقاب
دبدبہ رکھتی ہے نہ کہ چکور اور شاہین پر

بانگِ دیواں گلّہ بانِ اشقیاست
شیطانوں کی آواز بدبختوں کی گلّہ بان ہے
بانگِ سلطاں پاسبانِ اولیاست
شاہ کی آواز، اولیاء کی محافظ ہے

تا نیامیزد بہم بینا و کور
تاکہ بینا اور نابینا آپس میں نہ مل جائیں
قطرہ از بحرِ خوش با بحرِ شور
میٹھے سمندر کا قطرہ کھارے سمندر سے

رسیدن[۳] بانگِ طلسم نیم شب مہمانِ مسجد را
مسجد کے مہمان کو آدھی رات کو جادو کی آواز کا پہنچنا

بشنو اکنوں قصۂ آں بانگِ سخت
اب اُس سخت آواز کا قصہ سُن
کہ نرفت از جا بداں آں نیک بخت
اس سے وہ نیک بخت جگہ سے نہ ہلا

گفت چوں ترسم چو ہست ایں طبلِ عید
اُس نے کہا میں کیوں ڈروں جبکہ یہ عید کا نقارہ ہے
تا دہل ترسد کہ زخم او را رسید
ڈھول ڈرے کیونکہ چوٹ اس پر پڑتی ہے

اے دہل ہائے تہیِ بے قلوب
اے خالی ڈھولو، بے دِلو!
قسمتاں از عیدِ جاں شد زخمِ چوب
جان کی عید میں سے تمہارا حصہ لکڑی کی چوٹ ہے

---

[۱] ہیبت۔ شیطانی آواز نہ دین کی راہ پر چلنے دیتی ہے نہ غذاءِ روحانی کھانے دیتی ہے تاچناں۔ اُن کی روحوں پر ایسی ہی مایوسی طاری ہے جیسی کہ کافروں کی روحوں پر مرنے کے بعد طاری ہو گی۔ ایں۔ شیطانی آواز کے جب یہ اثرات ہیں تو خدائی آواز کے اثرات اس سے بہت بڑھے ہوئے ہوں گے۔ ہیبت۔ خدائی آواز اگرچہ شیطانی آواز سے بڑھی ہوئی ہے لیکن تم پر اُس کے اثرات اس لئے مرتب نہیں ہوتے کہ تم اس کے اہل نہیں ہو جس طرح کہ باز کی آواز کی ہیبت لامحالہ مکڑی کی آواز کی ہیبت سے بڑھی ہوئی ہے لیکن اُس سے مکھی متاثر نہیں ہے

[۲] زانکہ اگر تم خدائی آواز کے اہل ہوتے تو لامحالہ اس سے متاثر ہوتے جس طرح کہ کبک اُس کی آواز سے متاثر ہوتی ہے مکھی چونکہ باز کا شکار نہیں ہے لہٰذا وہ متاثر نہیں ہوتی ہے۔ عنکبوت۔ تم خود بمنزلہ مکھی کے ہو اس لئے مکڑی (شیطان) کی آواز تم پر اثر انداز ہے۔ بانگ۔ شیطان۔ خدائی آواز کے اہل اولیاء اللہ ہیں لہٰذا اُن پر وہ اثر انداز ہے، مکڑی (شیطان) کی آواز کا اُن پر کوئی اثر نہیں ہے اسی لئے قرآن میں شیطان کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی دبدبہ نہیں ہے۔

تا نیامیزد۔ یہ امتیاز اس لئے رکھا گیا ہے کہ اولیاء اللہ اور غیر اولیاء اللہ باہم ممتاز رہیں ——— [۳] رسیدن۔ خدائی اور شیطانی آواز کے اثرات کے بیان کے بعد اس آواز کا ذکر کرتے ہیں جو مہمان نے مسجد میں سُنی اُس آواز نے اُس کو خوفزدہ نہ کیا۔ طبلِ عید۔ موت کی علامات اہل اللہ کیلئے خوشی کا سبب ہیں۔ دہل۔ ڈھول یعنی اہلِ دنیا جو نورِ باطن سے خالی ہیں۔ عیدِ جاں۔ یعنی موت جو اہل اللہ کی خوشی کا باعث ہے وہ اہلِ دنیا کے لئے تکلیف کا سبب ہے۔

شد قیامت عید و بیدیناں دُہل — ما چو اہلِ[1] عید خنداں ہمچو گل

قیامت عید ہے اور بے دین ڈھول ہیں — ہم چونکہ عید والے ہیں پھول کی طرح مسکراتے ہیں

بشنو اکنوں ایں دُہل چوں بانگ زد — دیگِ دولت با چگونہ می پزد

اب سُن! اس ڈھول نے جب آواز دی — دولت کے شوربے کی دیگ کس طرح پکتی ہے

چونکہ بشنود آں دُہل آں مردِ دید — گفت چوں ترسد دلم از طبلِ عید

جب اس ڈھول کو اس دیدہ ور نے سنا — اس نے کہا میرا دل عید کے نقارے سے کیوں ڈرے

گفت با خود ہیں ملرزاں دل کز ایں — مُرد جانِ بددلانِ بے یقیں

اس نے اپنے آپ سے کہا خبردار دل کو نہ لرزا کیونکہ اس سے — بے یقین، بزدلوں کی جان مری ہے

وقت آں آمد کہ حیدر وار من — ملک گیرم یا بپردازم بدن

وہ وقت آگیا ہے کہ میں حیدرؓ کی طرح — ملک فتح کروں، یا جسم کو خالی کردوں

بر جہید و بانگ بر زد کای کیا — حاضرم اینک اگر مردی بیا

وہ کودا اور چیخا، اے پہلوان! — میں حاضر ہوں، اگر تو بہادر ہے آجا

در زماں[2] بشکست ز آواز آں طلسم — زر ہمی ریزید ہر سو قسم قسم

وہ طلسم، آواز سے فوراً ٹوٹ گیا — طرح طرح کا سونا ہر طرف بکھرنے لگا

ریخت چنداں زر کہ ترسید آں پسر — تا نگیرد زر ز پُری راہِ در

اس قدر سونا بہا، کہ وہ لڑکا ڈرا — کہ سونا کثرت کی وجہ سے دروازے کا راستہ بند نہ کردے

پُر شد آں مسجد ز زر ہر جایگاہ — مرد حیراں شد ز تقدیرِ اِلٰہ

ہر جگہ سے وہ مسجد سونے سے بھر گئی — اللہ (تعالیٰ) کی تقدیر سے مرد حیران ہوگیا

بعد ازاں برخاست آں شیرِ عنید — تا سحر گہ زر بہ بیروں می کشید

اس کے بعد وہ بہادر شیر اٹھا — (اور) صبح تک سونا باہر نکالتا رہا

دفن میکرد و ہمی آمد بزر — با جوال[3] و توبرہ بارِ دگر

دفن کرتا اور سونا نکالتا — تھیلے، اور توبرے سے دوبارہ

گنجہا بنہاد آں جانباز ازاں — کوریِ ترسانی و واپس خزاں

اس سے اس بہادر نے خزانے بھرے — واپس بھاگنے والوں کے اندھے پن اور خوف کے لئے

ایں زرِ ظاہر بخاطر آمدست — در دلِ ہر کور دونِ زر پرست

یہ ظاہری سونا دل میں آیا ہے — ہر کمینے، زر پرست، اندھے کے دل میں

---

[1] اہلِ عید۔ عید کا نقارہ بجتا ہے تو عید منانیوالے خوش ہوتے ہیں۔ یعنی اس طلسم کے ڈھول نے جب خوفناک آواز دی تو اس ولی کو کس قدر حظ و [illegible] پہنچا۔ دیگِ دولت با۔ یعنی دیگِ دولتِ خود با چگونہ یعنی اہلِ عید کے لئے کس قسم کے کھانے تیار کرتی ہے۔ حیدر: حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ حیدر وار یعنی بہادرانہ۔ کیا۔ پہلوان۔

[2] در زماں۔ اس جوان کی آواز سے وہ طلسم ٹوٹ گیا اور زر پاشی شروع ہوگئی۔ ریخت۔ اتنا سونا برسا کہ اس کو دروازے کا راستہ بند ہوجانے کا خیال پیدا ہوگیا۔ عنید۔ اگر تاء سے ہے تو بمعنی حاضر اور چیتا ہے اور اگر نون سے عنید ہے تو سرکش اور بہادر کے معنی میں ہے۔

[3] جوال۔ بورا جس میں سامان بھر کر اونٹ پر لادا جاتا ہے۔ توبرہ۔ وہ تھیلا جس میں دانہ بھر کر گھوڑے کے منہ پر باندھ دیا جاتا ہے۔ کوری۔ یعنی ہر کوری ساری۔ اس قصہ میں جو سونا برسنے کی بات آئی ہے اس سے اہلِ ظاہر اور دنیادار زر پرست دنیاوی سونا سمجھے گا۔ حالانکہ اس سے مراد انوار و برکاتِ خداوندی ہیں۔

کودکاں اسفالہا را بشکنند — نامِ زر بنہند و در دامن کنند
بچے، ٹھیکروں کو توڑتے ہیں — سونا کہتے ہیں، اور دامن میں کر لیتے ہیں

اندراں بازی چو گوئی نامِ زر — آں کنند در خاطرِ کودک گذر
اس کھیل کود میں جب تو سونے کا نام لے گا — بچے کے خیال میں وہی آئے گا

بل زرِ مضروبِ ضربِ ایزدی — کو نگردد کاسد آمد سرمدی
بلکہ خدائی ٹکسال کا ڈھلا ہوا سکہ — جو کھوٹا نہیں ہوتا ہے، دائمی ہے

آں زرے کیں زر ازاں زر تاب یافت — گوہر و تابندگی و آب یافت
وہ سونا کہ اس سونے نے اس سے رونق حاصل کی ہے — جوہر، اور چمک، اور رونق پائی ہے

آں زرے کہ دل ازو گردد غنی — غالب آید بر قمر در روشنی
وہ سونا کہ دل اس کی وجہ سے غنی ہے — روشنی میں، چاند پر غالب آ جائے

شمع بود آں مسجد و پروانہ او — خویشتن در باخت آں پروانہ خو
وہ مسجد شمع تھی، اور وہ پروانہ تھا — وہ پروانہ مزاج اپنی جان پر کھیل گیا

سوخت پرش را و لیکن ساختش — بس مبارک آمد آں انداختش
اس نے اس کے پر جلائے لیکن اسکو بنا دیا — اس کا جان پر کھیلنا بہت مبارک ہوا

ہمچو موسیٰؑ بود آں مسعود بخت — کاتشے دید او بسوئے آں درخت
وہ نیک بخت حضرت موسیٰؑ کی طرح تھا — کہ انھوں نے اس درخت کی جانب آگ دیکھی

چوں عنایتہا برو موفور بود — نار می پنداشت آں خود نور بود
چونکہ اُن پر (خداوندی) عنایتیں بھرپور تھیں — وہ آگ سمجھ رہے تھے (حالانکہ) وہ خود نور تھا

مردِ حق را چوں بہ بینی اے پسر — تو گماں داری برو نارِ بشر
اے بیٹا! جب تو مردِ خدا کو دیکھتا ہے — تو اُس پر انسانی آگ کا گمان کرتا ہے

تو ز خود می آئی و آں در تو است — نار و خار و ظن و باطل ایں سو است
تو اپنے اوپر جاتا ہے، اور وہ تجھ میں ہے — آگ اور کانٹا اور گمان اور باطل اسی جانب ہے

او درختِ موسیٰؑ ست و پُر ضیا — نور خواں نارش مخواں بار بیا
وہ (حضرت) موسیٰؑ کا درخت ہے اور پُر نور ہے — نور کہہ اُس کو نار نہ کہہ، اب آ جا

تو اسکو انھیں صرف بشری اوصاف نظر آتے ہیں۔ تو ز خود۔ اس ولی میں اوصافِ بشری کا نظر آنا خود اسکی طبیعت کا عکس ہے چونکہ وہ خود صرف انہی اوصاف سے متصف ہے لہٰذا اسکو صرف وہی نظر آتے ہیں حالانکہ وہ ولی اُنسے پاک و صاف ہوتا ہے۔ او درختِ موسیٰؑ۔ ولی کو حضرت موسیٰؑ والا درخت سمجھ جس پر بظاہر آگ تھی لیکن وہ در اصل نور تھا۔ بار بے بیا۔ اس ولی سے اتصال پیدا کر تب تجھ پر اسکی حقیقت کھلے گی۔

لہ کودکاں۔ جس طرح بچے ٹھیکروں کو سونا سمجھتے ہیں اسی طرح اہلِ دنیا اس سونے کو جو حقیقتاً ٹھیکرا ہے سونا سمجھتے ہیں۔ اندراں۔ بچوں کے سامنے جب سونے کا ذکر کروگے تو وہ ٹھیکرے مراد لینگے اسی طرح دنیا داروں کے سامنے سونے کا ذکر کروگے تو وہ دنیاوی سونا سمجھیں گے۔ بل زر۔ اس سونے سے مراد تجلیاتِ رب ہیں۔ مضروب۔ ٹھپہ لگا ہوا۔ ضرب۔ ٹکسال۔ دل۔ دل اس چاندی سونے سے اور حریص بنتا ہے جب اس پر رب کی تجلی پڑتی ہے تب اس کو غنا حاصل ہوتی ہے۔

لہ شمع بود۔ اس مہمان کے لئے مسجد بمنزلہ شمع کے ہوئی اور یہ اس کا پروانہ تھا۔ سوخت پرش۔ ابتداءً اس طلسم کی آواز سے دہشت ہوئی تھی۔ انداختش۔ لیکن جب اس نے جان نثاری سے کام لیا تو اس پر تجلیات کا نزول ہوا۔ ہمچو موسیٰؑ۔ اس مہمان کے لئے یہ آواز ایسی ہی ثابت ہوئی جیسی کہ حضرت موسیٰؑ کے لئے وہ آگ تھی جو درخت کے پاس انھیں نظر آئی تھی وہ آگ نہ تھی نور تھا۔

لہ چوں۔ حضرت موسیٰؑ پر اللہ تعالیٰ کی بھرپور عنایتیں تھیں اُن کو آگ کی ضرورت تھی تو اللہ تعالیٰ نے نور بشکل نار نمودار فرمایا۔ اگر تجھے ادھر متوجہ ہوں۔ مردِ حق جب کوئی عام انسان کسی ولی کو دیکھتا ہے

نے فِطامِ ایں جہاں نارے نمود — سالِکاں نتنند آں خود نور بود
کیا اِس دنیا کا چھوڑنا نار نظر نہیں آتا! — سالک چل پڑے وہ نور تھا

پس بدانکہ شمعِ دیں بر می شود — ایں نہ ہمچوں دیگر آتشہا بود
بس تو جان لے کہ دین کی شمع بلند ہوتی ہے — یہ دوسری آگوں کی طرح نہیں ہوتی ہے

ایں نماید نور و سوزد یار را — واں بصورت نار و گل زوار را
یہ (دنیاوی شمع) نور نظر آتی ہے اور یار کو جلادیتی — وہ بظاہر نار ہے اور زیارت کرنیوالوں کیلئے پھول ہے

ایں چو سازِ زندہ و لے سوزِ زندہ — واں گہِ وصلت دل افروزندہ
یہ (بظاہر) سازگار جیسی ہے لیکن جلانیوالی ہے — اور وہ مل جانے پر دل کو روشن کرنیوالی ہے

شکلِ شعلہ نورِ پاکِ سازوار — حاضراں را نور و دوراں را چو نار
شعلہ کی شکل ہے ساز کرنے والی پاک نور ہے — پاس والوں کیلئے نور ہے اور دور والوں کیلئے آگ

ایں سخن را نیست پایانے پدید — گو حدیثِ عاشق و صدرِ مجید
اس بات کا خاتمہ نظر نہیں آتا ہے — عاشق اور بزرگ صدر کی بات کر

مُلاقاتِ آں عاشق بصدرِ جہاں
اُس عاشق کا صدرِ جہاں سے ملنا

آں بخاری نیز خود بر شمع زد — گشتہ بود از عشق آساں آں کبد
اُس بخاری نے بھی اپنے آپ کو شمع سے بھڑا دیا! — وہ مشقت عشق کی وجہ سے آسان ہو گئی تھی

آہِ سوزانش سوئے گردوں شدہ — در دلِ صدرِ جہاں مہر آمدہ
اُس کی گرم آہ آسمان پر پہنچ گئی تھی — صدرِ جہاں کے دل میں محبت آگئی تھی

گفت باخود در سحر گہ کاے احد — حالِ آں آوارۂ ما چوں بود
اُس نے صبح کے وقت اپنے آپ سے کہا اے خدا! — اُس ہمارے آوارہ کا کیا حال ہوگا؟

او گناہے کرد و ما دیدیم لیک — رحمتِ ما را نمیداند نیک
اُس نے قصور کیا اور ہم نے دیکھ لیا، لیکن — وہ اچھی طرح، ہماری رحمت کو نہ جانا

خاطرِ مجرم ز ما ترساں شود — لیک صد امید در ترسش بود
خطاوار کا دل ہم سے خوف کھاتا ہے — لیکن اُس کے خوف میں سینکڑوں امیدیں ہوتی

من بترسانم وقیح و یاوہ را — آنکہ ترسد من چہ ترسانم ورا
میں بے شرم اور لغو آدمی کو ڈراتا ہوں — جو خود ڈرے میں اُس کو کیا ڈراؤں؟

لہ نے فطام۔ ایک چیز کا بظاہر نار اور حقیقتاً نور ہونا اس بات سے بھی سمجھو کر سالک کو ترکِ دنیا نار معلوم ہوتی ہے لیکن جب راہ سلوک پر چل پڑتا ہے تو اسکو معلوم ہوتا ہے کہ ترکِ دنیا دراصل نور ہے۔ پس بدانکہ۔ شمعِ دین یعنی عشق روشن ہوتا ہے لیکن وہ دوسری آگوں کیطرح نہیں ہے دوسری آگیں بظاہر نور ہیں لیکن قریب ہوں تو جلا ڈالتی ہیں اور عشق کی آگ دور سے آگ ہے لیکن عاشقوں کے لئے پھول ہے۔

لہ ایں چو سازندہ۔ دنیا کی آگ بظاہر بھلی ہے لیکن جلانے والی ہے وہ آگ جب حاصل ہوجاتی ہے تو دل روشن ہو جاتا ہے شکل شعلہ عشق کی آگ بظاہر شعلہ ہے لیکن طبیعت کے موافق پاک نور ہے۔ جو قریب آتا ہے اُس پر حقیقت کھلتی ہے۔

لہ آں بخاری۔ جس طرح سے شمع کے مہمان نے اپنے آپکو شمعِ عشق پر قربان کر دیا تھا اسیطرح صدرِ جہاں کے اُس عاشق نے بھی اپنے آپ کو شمعِ عشق کا پروانہ بنا دیا تھا۔ کبد محنت مشقت۔ آہ۔ صدرِ جہاں کے عشق میں جو وہ جلی ہوئی آہیں بھرتا تھا وہ صدرِ جہاں کے دل میں محبت کا سبب بن گئیں۔ گفت۔ صدرِ جہاں نے اپنے دل میں خدا سے کہا او گنا ہے۔ اُسنے اپنی خطا کیطرف دھیان کیا ہماری رحمت اور محبت پر غور نہ کیا اور ڈر کر بھاگ گیا۔

بہر ۱؎ دیگِ سرد آذر می رَوَد — نے بداں کہ جوشش از سر میرود
ٹھنڈی دیگ کے لئے آگ جلتی ہے — نہ کہ اُس کے لئے جس کا اُبال اوپر سے نکلے

ایمناں را من بترسانم بحلم — خائفاں را ترس بردارم زحلم
میں نڈر لوگوں کو غصّہ سے ڈراتا ہوں — ڈرنیوالوں کا بُردباری کے ذریعہ خوف دُور کرتا ہوں

پارہ دوزم پارہ در موضع نہم — ہر کسے را شربت اندر خورِ دہم
پیوند، سیتا ہوں، پیوند جگہ پر لگاتا ہوں — ہر کسی کے لئے، مناسب شربت دیتا ہوں

ہست سرِّ مرد چوں بیخِ درخت — زاں بروید برگہاش از چوب سخت
انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے — اُس سے اُسکے پتے اُگتے ہیں (جس طرح) سخت لکڑی سے

درخورِ آں بیخِ رُستہ برگہا — در درخت و در نفوس و در نہٰا
اُس جڑ کے مناسب پتے اُگتے ہیں — درختوں میں اور نفسوں میں اور عقلوں میں

بر ۲؎ فلک برہاست ز اشجارِ وفا — اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَا
وفا کے درختوں کے آسمان پر پھل ہیں — اُن کی جڑ قائم ہے، اور اسکی شاخیں آسمان پر ہیں

چوں برُست از عشق بر بر آسماں — چوں نروید در دلِ صدرِ جہاں
جبکہ آسمان پر عشق کا پھل اُگا ہے — تو صدرِ جہاں کے دل میں کیوں نہ اُگے گا؟

موج می زد در دلش عفوِ گنہ — زانکہ از دل تا دل آمد روزنہ
خطا کی معافی اُس کے دل میں موجیں مارتی تھی — کیونکہ دل سے دل تک سوراخ ہے

کہ ز دل تا دل یقیں روزن بُوَد — نے جدا و دُور چوں دو تن بُوَد
دل سے دل تک یقیناً راہ ہوتی ہے — نہ کہ دو جسموں کی طرح دور اور جدا ہوتے ہیں

متّصل نبوَد سفالِ دو چراغ — نورِ شاں ممزوج باشد در مساغ
دو چراغوں کے دیئے ملے ہوئے نہیں ہوتے ہیں — اُن کی روشنی پھیلاؤ میں ملی ہوئی ہوتی ہے

ہیچ ۳؎ عاشق خود نباشد وصل جو — کہ نہ معشوقش بُوَد جویائے اُو
کوئی عاشق خود بخود وصل کا طالب نہیں ہوتا ہے — جب تک کہ اُس کا معشوق اُس کا طالب نہ ہو

لیک عشقِ عاشقاں تن زہ کند — عشقِ معشوقاں خوش و فربہ کند
لیکن عاشقوں کا عشق جسم کو لاغر بناتا ہے — معشوقوں کا عشق (اُنکو) موٹا تازہ بناتا ہے

اُس وکیل کے دل کی محبت کا اثر تھا یہ تو سرسری بات تھی غور کیا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ عاشق کے دل کی محبت معشوق کے دل کی محبت کا اثر اور ثمرہ ہے عاشق کے دل میں محبت جب ہی پیدا ہوتی ہے جبکہ پہلے معشوق کے دل میں محبت پیدا ہو چکی ہو۔ لیکن بہر حال عشق کا اثر دونوں کے دلوں میں ہوتا ہے لیکن عشق کے اثرات چونکہ دونوں پر بعد الگ الگ ہیں عشق عاشق کو کمزور بنا دیتا ہے اور معشوق کو تر و تازہ بناتا ہے تو اس سے شبہ ہو جاتا ہے کہ معشوق کے دل میں عشق نہیں ہے۔

۱؎ بہر دیگ سرد۔ ٹھنڈی ہانڈی کے نیچے آگ جلائی جاتی ہے جو ہانڈی خود جوش مار رہی ہو اسکے نیچے سے تو آگ کھینچ لی جاتی ہے۔ حلم۔ غصّہ۔ حلم۔ بردباری۔ پارہ دوزم۔ جہاں جیسی ضرورت ہوتی ہے ویسا ہی عمل کرتا ہوں۔ سِرِّ مرد۔ انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے جس طرح کی جڑ ہوتی ہے ویسے ہی پتے نکلتے ہیں۔ درختوں اور نفسوں اور عقلوں کی یہی صورت ہے جیسی جڑیں ہونگی ویسے ہی پتے نکلیں گے۔ نُہٰا۔ نُہیہ کی جمع ہے، عقل۔

۲؎ بر فلک۔ جن دلوں میں وفا کے درخت کی جڑ ہے اُن کے پھل آسمان پر ہیں اسلئے کہ وہ اُن درختوں میں سے ہیں جن کی جڑ تو زمین پر قائم ہے اور شاخیں آسمان پر پہنچی ہوئی ہیں۔ چوں۔ جبکہ عشق کا پھل آسمان پر پیدا ہوتا ہے تو صدرِ جہاں کے دل میں کیوں نہ پیدا ہوگا۔ زانکہ۔ دل سے دل تک راہ ہوتی ہے۔ نے جدا۔ دو دل دو جسموں کی طرح بالکل جدا نہیں ہوتے ہیں، اُن میں باہمی اتصال ہوتا ہے۔ متّصل۔ جسموں کی جدائی اور دلوں کے اتصال کی مثال یہ ہے کہ دو چراغوں کے دیئے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں لیکن اُن کے نور میں باہمی اتصال ہے۔

۳؎ ہیچ عاشق۔ ہم نے بتایا تھا کہ صدرِ جہاں کے دل کی محبت

چوں دریں دل برقِ مہرِ دوست جَست
جب اُس دل میں دوست کی محبت کی بجلی کوندی

اندراں دل دوستی میداں کہ ہست
سمجھ لے کہ اُس دل میں بھی محبت ہے

در دلِ[1] تو مہرِ حق چوں شد دوتو
جب تیرے دل میں اللہ (تعالیٰ) کی محبت دوگنی ہوگئی

ہست حق را بے گماں مہرے بتو
یقیناً اللہ (تعالیٰ) کو تجھ سے محبت ہے

ہیچ بانگِ کف زدن آید بدر
ہتھیلی بجانے کی آواز کبھی باہر آتی ہے

از یکے دستِ تو بے دستِ دگر
تیرے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کے بغیر

تشنہ می نالد کہ اے آبِ گوار
پیاسا روتا ہے، کہ ہائے خوشگوار پانی

آب ہم نالد کہ کو آں آبخوار
پانی بھی روتا ہے، کہ پینے والا کہاں ہے!

جذبِ[2] آب است ایں عطش در جانِ ما
ہماری جان میں یہ پیاس پانی کی کشش ہے

ما ازآنِ او و او ہم زانِ ما
ہم اُس کے ہیں، اور وہ بھی ہمارا ہے

حق بحکمت در قضا و در قدر
قضا و قدر میں اللہ (تعالیٰ) نے حکمت سے

کردہ ما را عاشقانِ ہمدگر
ہمیں ایک دوسرے کا عاشق بنا دیا ہے

جملہ اجزائے جہاں زاں حکمِ پیش
اُس ازلی حکم کی وجہ سے دنیا کے تمام اجزاء

جفت جفت و عاشقانِ جفتِ خویش
جوڑ جوڑ ہیں، اور اپنے جوڑے کے عاشق ہیں

ہست ہر جزوے بعالم جفت خواہ
دنیا میں ہر چیز جوڑے کی خواہشمند ہے

راست ہمچوں کہربا و برگِ کاہ
بالکل اسی طرح جیسے کہربا اور گھاس کا تنکا

آسماں[3] گوید زمیں را مرحبا
آسمان، زمین کو کہتا ہے، خوش آمدید

با تو ام چوں آہن و آہن ربا
میں تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسے لوہا اور مقناطیس

آسماں مرد و زمیں زن در خرد
عقلاً، آسمان شوہر اور زمین بیوی ہے

ہر چہ او انداخت ایں می پرورد
جو وہ ڈالتا ہے، یہ پالتی ہے

چوں نماند گرمیش بفرستد او
جب اُس میں گرمی نہیں رہتی وہ بھیجتا ہے

چوں نماند تری و نم بدہد او
جب تری اور نمی نہیں رہتی وہ عطا کرتا ہے

برجِ خاکی خاکِ ارضی را مدد
خاکی برج، زمین کی خاک کے لئے مدد ہے

برجِ آبی تریش اندر دہد
آبی برج، اُس میں تری پیدا کرتا ہے

برجِ بادی ابر سوئے او برد
بادی برج، اُس کے جانب ابر لے جاتا ہے

تا بخارات وخم را بر کشد
یہاں تک کہ ناموافق بخارات کو کھینچ لیتا ہے

[1] دردلِ تو۔ اب یہ بھی سمجھ لو کہ بندے کے دل میں عشقِ الٰہی کا ظہور اُس محبت کا اثر ہے جو اُس بندے کی خدا تعالیٰ میں ہے۔ ہیچ تالی ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ تشنہ۔ پیاسا اگر پانی کا طالب ہے تو پانی بھی پینے والے کا طالب ہے۔

[2] جذب۔ پیاسے کی پیاس پانی کے دل کے جذبہ کا اثر ہے۔ حق بحکمت۔ جس طرح خالق و مخلوق میں باہمی محبت و عشق کا رشتہ ہے اسی طرح کائنات میں آپس میں بھی جذب و عشق ہے۔ جملہ اجزاء۔ دنیا کی اشیاء جوڑا جوڑا ہیں اور ہر ایک اپنے جوڑے کا عاشق ہے۔ کہربا۔ ایک پتھر ہے جو گھاس کے تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ آسمان۔ اسی طرح آسمان اور زمین میں باہمی عشق و محبت ہے۔ آہن۔ مقناطیس اور لوہے میں باہمی کشش ہے۔

[3] آسماں۔ آسمان اور زمین میں زن و شوہر کا سا عشق و جذب ہے۔ آسمان بمنزلہ شوہر اور زمین بمنزلہ بیوی کے ہے آسمان جو کچھ زمین کے سپرد کرتا ہے زمین اُس کی جان کی طرح پرورش کرتی ہو۔ آسمان بھی زمین کو گرمی، تری اور نمی پہنچاتا ہے۔ برجِ خاکی۔ آسمان کے مختلف حصے زمین کو مختلف قسم کے فائدے پہنچاتے ہیں آسمان کا خاکی برج زمین کو خاک عنایت کرتا ہے۔ آبی برج پانی عطا کرتا ہے ہوائی برج ابر کو بھیجتا ہے ناری برج سورج کے ذریعہ زمین کو گرماتا ہے۔

بُرجِ آتش گرمیِ خورشید ازو — همچو تابہ سُرخ ز آتش پشت و رُو

آتشی برج کہ سورج کی گرمی اس سے ہے — توے کی طرح آگ سے (دائمی) رُو اور پشت سُرخ ہو

هست[1] سرگرداں فلک اندر زمن — همچوں مرداں گردِ مکسب بہرِ زن

زمانے میں آسمان سرگرداں ہے — شوہروں کی طرح بیوی کے لئے کمائی کے گرد

ویں زمین کدبانوئیہا می کند — بر وِلادات و رِضاعش می تند

اور یہ زمین بیگم پن کرتی ہے — جننے اور اس کو دودھ پلانے میں لگی ہے

پس زمین و چرخ راداں ہوشمند — چونکہ کارِ ہوشمنداں می کنند

پس زمین اور آسمان کو ہوشمند سمجھ — کیونکہ وہ ہوشمندوں کے کام کرتے ہیں

گرنہ[2] از ہم ایں دو دلبر می مزند — پس چرا چوں جفت در ہم می خزند

اگر یہ دونوں دلبر ایک دوسرے سے مزا نہیں لیتے ہیں — تو جوڑے کی طرح ایک دوسرے میں کیوں گھستے ہیں؟

بے زمیں کے گل بروید و ارغواں — پس چہ زاید آب و تابِ آسماں

زمین کے بغیر گل اور ارغوان کب اُگتا ہے؟ — آسمان کی آب و تاب سے کیا اُگتا ہے؟

بہرِ آں میل ست در مادہ ز نر — تا بود تکمیلِ کارِ ہمدگر

اسی لئے مادہ میں نر کی جانب جھکاؤ ہے — تاکہ ایک کا کام دوسرے سے مکمل ہو سکے

میل اندر مرد و زن حق زاں نہاد — تا بقا یابد جہاں زیں اتحاد

مرد اور عورت میں اللہ (تعالیٰ) نے اسلئے میلان رکھا ہے — تاکہ اس اتحاد سے دنیا بقا حاصل کرے

میلِ[3] ہر جزوے بجزوے ہم نہد — ز اتحادِ ہر دو تولیدے جہد

ہر جزو میں دوسرے جزو کی طرف میلان رکھا ہے — دونوں کے اکٹھا ہونے سے تولید ہوتی ہے

شب چنیں با روز اندر اعتناق — مختلف در صورت اما اتفاق

گلے لگانے میں رات، دن کیساتھ اسیطرح ہے — بظاہر مختلف ہیں لیکن (باہمی) اتفاق ہے

روز و شب ظاہر دو ضد و دشمن اند — لیک ہر دو یک حقیقت می تنند

بظاہر رات اور دن دو مخالف اور دشمن ہیں — لیکن دونوں ایک حقیقت پر عمل کرتے ہیں

ہر یکے خواہاں دگر را ہمچو خویش — از پئے تکمیلِ فعل و کارِ خویش

ہر ایک دوسرے کو اپنی (اجان کی) طرح چاہتا ہے — اپنے فعل اور کام کے مکمل کرنے کے لئے

زانکہ بے شب دخل نبود طبع را — پس چہ اندر خرج آرد روزہا

کیونکہ رات کے بغیر طبیعت کو آمدنی نہیں ہوتی ہے — تو دن میں کیا خرچ کریں گے؟

---

[1] ہست سرگرداں۔ جس طرح شوہر بیوی کے لئے کمائی میں سرگرداں رہتا ہے اسی طرح آسمان زمین کے لئے سرگرداں ہے۔ ویں زمیں۔ یہ زمین آسمان کے لئے وہی کام کرتی ہے جو بیوی شوہر کیلئے کرتی ہے بچہ جنتی ہے اسکو دودھ پلاتی ہے۔ پس زمیں۔ زمین اور آسمان چونکہ ذی حس چیزوں کی طرح عمل کرتے ہیں ان کو بھی حساس سمجھ۔

[2] گرنہ۔ ایک دوسرے کے تلف اندوز نہیں ہے تو آپس میں کیوں گھسے رہتے ہیں۔ بے زمیں۔ جیسا کہ بیوی کے بغیر شوہر لاولد ہوتا ہے اسی طرح اگر زمین نہ ہوتی تو آسمان پیداوار سے محروم ہوتا۔ بہرِ آں۔ نر و مادہ میں ایک دوسرے کی طرف میلان اور جھکاؤ اسی لئے ہے کہ ہر ایک کے کام کی تکمیل دوسرے کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اتحاد۔ بقاءِ عالم، عورت اور مرد کے اتحاد سے ہے۔

[3] میل ہر جزوے۔ عالم کے اجزا میں باہمی میلان توالد کا سبب ہے۔ شب۔ رات اور دن بظاہر دو مختلف چیزیں نظر آتی ہیں لیکن انمیں باہمی اتحاد ہے۔ کارِ خویش۔ رات اپنے کاموں کی تکمیل میں دن کی محتاج اور دن اپنے کاموں کی تکمیل میں رات کا محتاج ہے۔ زانکہ انسان رات کو سوتا ہے تو اسکے قویٰ مجتمع ہوتے ہیں جن کو وہ دن میں صرف کرتا ہے اگر رات کی

جذبِ[1] ہر عنصرے جنسِ خود را کہ در ترکیبِ آدمی محتبس شدہ بغیر جنس

ہر عنصر کا اپنی اُس جنس کو کھینچنا جو دوسری جنس کے ساتھ آدمی کے بناؤ میں پھنسی ہوئی ہے

خاک گوید خاکِ تن را باز گرد — ترکِ جاں گو سُوئے ما آ ہمچو گرد

جسم کی مٹی کو مٹی کہتی ہے، واپس آجا — جان کو چھوڑ دے، گرد کی طرح ہماری جانب آجا

جنسِ مائی پیشِ ما اَولیٰ تری — بہ کہ زاں تن وارہی زیں سو پری

تو ہماری جنس ہے، تیرا ہمارے سامنے رہنا بہتر ہے — بہتر ہے کہ اس جسم کو چھوڑ دے اس جانب اُڑ آ

گوید[2] آرے لیک من پابستہ اَم — گرچہ ہمچوں تو ز ہجراں خستہ اَم

وہ کہتی ہے، ہاں لیکن میں پابند ہوں — اگرچہ تیری طرح فراق سے غمگین ہوں

تَری تَن را بجُویند آبہا — کاے تری باز آ ز غربت سُوئے ما

پانی، جسم کی تری کو تلاش کرتے ہیں — کہ اے تری مسافرت سے ہماری جانب لوٹ آ

گرمیِ تَن را ہمی خوانَد اَثیر — کہ ز ناری راہِ اصلِ خویش گیر

کرۂ نار بھی جسم کی گرمی کو پکارتا ہے — کہ تو آگ سے ہے، اپنی اصل کا راستہ اختیار کر

ہست ہفتاد و دو علت در بدن — از کششہائے عناصر بے رسن

بدن میں بہتّر بیماریاں ہیں — عنصروں کی بغیر رسی کی کھینچ تان کی وجہ سے

علت آید تا بدن را بگسلد — تا عناصر ہمدگر را وا ہلد

بیماری آتی ہے تاکہ جسم کو متفرق کردے — تاکہ عنصر ایک دوسرے کو چھوڑ دے

چار مرغ[3] اند ایں عناصر بستہ پا — مرگ و رنجوری و علت پاکُشا

یہ عناصر چار پاؤں بندھے پرندے ہیں — موت اور بیماری اور تکلیف پاؤں کھولنے والی ہے

پائے شاں از ہمدگر چوں باز کرد — مرغِ ہر عنصر یقیں پرواز کرد

جب اس نے ایک دوسرے کے پاؤں کو کھولا — ہر عنصر کا پرندہ یقیناً اُڑ جائے گا

جذبۂ ایں اصلہا و فرعہا — ہر دمے رنجے نہد در جسمِ ما

ان اصلوں اور فرعوں کی کشش — ہر وقت ہمارے جسم میں مرض پیدا کرتی ہے

تاکہ ایں ترکیبہا را بر دَرد — مرغِ ہر جزوے باصلِ خود پرد

تاکہ ان بندھنوں کو توڑ دے — ہر جزو کا پرندہ اصل کی جانب اُڑ جائے

حکمتِ حق مانع آید زیں عمل — جمع شاں دارد بصحت تا اجل

اللہ تعالیٰ کی حکمت اس عمل سے مانع رہتی ہے — موت تک اُن کو صحت کے ساتھ جمع رکھتی ہے

---

[1] جذب۔ حیوانی جسم چار عنصروں خاک، آب، باد، آتش سے مرکب مانا جاتا ہے ان عنصروں میں سے ہر ایک کا کرہ ہے جو اُن کا مخزن اور معدن ہے، انسان کے جسم کے چاروں عنصر ہر وقت اپنے اپنے کرہ کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں ان عناصر کا متفرق ہو جانا موت ہے۔

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب — موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا (چکبست)

خاک گوید۔ کرۂ خاکی انسان کے خاکی اجزاء کو اپنی طرف آجانے کی دعوت دیتا ہے۔

[2] گوید۔ انسانی بدن کا خاکی عنصر اُس خاکی کرہ کو جواب دیتا ہے کہ اگرچہ مجھ پر مرکز سے جدا رہنا دوبھر ہو رہا ہے لیکن میں مجبور ہوں ابھی اسی جسم کا پابند ہوں۔ اثیر۔ یعنی کرۂ نار۔ ز کششہا۔ یعنی ان چاروں عنصروں کی باہمی کشمکش۔ رسن۔ رسی۔ علت۔ بیماری عناصر کی جدائی کا سبب بنتی ہے جس سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

[3] چار مرغ۔ یہ چاروں عنصر زندگی میں پابستہ پرندوں کی طرح ہیں موت اور بیماری ان کے پاؤں کھولتی ہے اور یہ عناصر اپنے مراکز کی طرف پرواز کر جاتے ہیں۔ اصلہا۔ یعنی چاروں کرے۔ فرعہا۔ بدن کے چاروں عنصر۔ حکمت۔ ان عناصر کی پرواز کیلئے حکمت خداوندی موت کے وقت تک

گویدا اے اجزا اجل مشہود نیست — پر زدن پیش از اجل تاں سود نیست

(وہ حکمت) کہتی ہے، اے اجزا! موت معلوم نہیں ہے — موت سے پہلے تمہارا پھڑ پھڑانا مفید نہیں ہے

چونکہ ہر جزوے بجوید ارتفاق — چوں بود جانِ غریب اندر فراق

جبکہ ہر جزو رفاقت چاہتا ہے — تو مسافر جان کا فراق میں کیا حال ہوگا!

منجذب شدنِ جاں نیز بعالمِ ارواح

جان کا بھی عالمِ ارواح کی جانب کھنچنا

گویدا اے اجزائے پستِ فرشیم — غربتِ من تلخ تر من عرشیم

وہ کہتی ہے، کہ اے میرے زمینی پست اجزاء — میری مسافرت زیادہ کڑوی ہے میں عرشی ہوں

میلِ تن در سبزہ و آبِ رواں — زاں بود کہ اصلِ او آمد ازاں

جسم کا میلان سبزے اور بہتے پانی کی جانب — اسی لئے ہے کہ اُس کی اصل وہاں سے آئی ہے

میلِ جاں اندر حیات و در حی ست — زانکہ جانِ لامکاں اصلِ وے ست

جان کا میلان زندگی، اور حی (وقیوم) کی جانب ہے — کیونکہ اُس کی اصل لامکانی جان ہے

میلِ جاں در حکمت ست و در علوم — میلِ تن در باغ و راغ ست و کروم

جان کا میلان حکمت اور علوم ہی کی جانب ہے — جسم کا میلان باغ چمن اور انگور کی بیلوں کی جانب ہے

میلِ جاں اندر ترقی و شرف — میلِ تن در کسبِ اسبابِ علف

جان کا میلان، ترقی اور شرافت کی طرف ہے — جسم کا میلان چارے کے اسباب حاصل کرنے کی طرف ہے

میل و عشقِ آں شرف ہم سوئے جاں — زیں یحبُّ و یُحبّون را بداں

شرافت کا میلان اور عشق بھی جان کی جانب ہے — اسکو "وہ محبت کرتا ہے اور وہ محبت کرتے ہیں" سے سمجھ

گر بگویم شرحِ ایں بیحد شود — مثنوی ہشتاد من کاغذ شود

اگر میں اس کی شرح کردوں لامحدود ہو جائیگی — مثنوی اَسّی سیر کا غذ ہو جائے گی

حاصل آنکہ ہر کہ او طالب بود — جانِ مطلوبش بروے راغب بود

خلاصہ یہ ہے، کہ جو طالب ہوگا — مطلوب کی جان اُسی کی طرف راغب ہوگی

آدمی حیواں نباتی و جماد — ہر مرادے عاشقِ ہر بے مراد

آدمی، حیوان، نباتات اور جماد — ہر معشوق ہر نامراد (عاشق)، کا عاشق ہے

بے مراداں بر مرادے می تنند — واں مراداں جذبِ ایشاں میکنند

نامراد (عاشق)، محبوب کا چکر کاٹتے ہیں — وہ محبوب، اُن کو کھینچتے ہیں

ؔ گویدا۔ اللہ نے قیامت کے وقت کا علم اپنے لئے مخصوص فرما دیا ہے۔ ارتفاق۔ یعنی ہر عنصر اپنے کرہ کی رفاقت چاہتا ہے۔ چوں بود جبکہ عناصر اپنی اصل کیلئے بے چین ہیں تو روح جو کہ حساس بھی ہے اپنی اصل سے علیحدہ رہنے میں کس قدر بے چین ہوگی۔ گویدا۔ روح جسم کے اجزاءِ عنصری سے کہتی ہے کہ میں عرشی ہوں اور تم فرشی ہو مجھے اپنے مرکز سے جدا رہنا سخت ناگوار ہے۔ میلِ تن۔ چونکہ جسم فرشی اجزاء سے بنا ہے لہٰذا اس کا میلان فرشی چیزوں کی طرف ہوتا ہے۔

ؔ میلِ جاں۔ روحِ انسانی کی اصل روحِ اعظم ہے لہٰذا روح کا میلان ابدی زندگی اور حی وقیوم کیطرف ہے روح کا میلان ترقی اور شرف کیطرف ہے اور جسم کا میلان صرف کھانے پینے کی طرف ہے۔ میل۔ جس طرح روح شرف کی طرف مائل ہے اسی طرح شرف روح کی طرف مائل ہے۔ یحبّ۔ قرآن پاک میں مومنوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے یحبّھم ویحبّونہ یعنی خدا ان سے محبت کرتا ہے اور وہ خدا سے محبت کرتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ جس طرح روح روحِ اعظم کیطرف مائل ہے اسیطرح روحِ اعظم بھی روح کی طرف مائل ہے۔

ؔ گر بگویم۔ یعنی اگر میں روح اور روحِ اعظم کے اتحاد کی بات کرونگا تو یہ مثنوی بہت ضخیم ہو جائے گی۔

لیک[1] میلِ عاشقاں لاغر کند — میلِ معشوقاں خوش و بافر کند

لیکن عاشقوں کا عشق (اُنکو) لاغر کرتا ہے — معشوقوں کا عشق اُن کو حسین اور باشوکت بناتا ہے

عشقِ معشوقاں دو رخ افروختہ — عشقِ عاشق جانِ اُو را سوختہ

معشوقوں کے عشق نے دونوں رخسارے روشن کر دیئے ہیں — عاشق کے عشق نے اُس کی جان جلا ڈالی ہے

کہربا عاشق بشکلِ بے نیاز — کاہ می کوشد دراں راہِ دراز

کہربا، لاپروائی کے ساتھ عاشق ہے — تنکا اُس (عشق) میں دراز راستہ طے کرتا ہے

ایں[2] رہا کُن عشق آں تشنہ دہاں — تافت اندر سینۂ صدرِ جہاں

اِس کو چھوڑ، اُس پیاسے کا عشق — صدرِ جہاں کے سینے میں چمک اُٹھا

دُودِ آں عشق و غمِ آتشکدہ — رفتہ در مخدوم اُو مشفق شدہ

اُس عشق کا دھواں، اور بھٹی کا غم — مخدوم کو پہنچا، وہ مہربان ہو گیا

لیک از ناموس و بُوش و آبرو — شرم می آید کہ وا جوید ازو

لیکن عزت، اور نخرہ اور آبرو کی وجہ سے — اُس کو شرم آتی تھی کہ اُس کی جستجو کرے

رحمتش مشتاقِ آں مسکیں شدہ — سلطنت زیں لطف مانع آمدہ

اُس کی رحمت اُس مسکین کی مشتاق ہو گئی — سلطنت اُس مہربانی سے مانع بنی

عقل[3] حیراں کایں عجب اُو را کشید — یا کشش زاں سُو بدیں جانب رسید

عقل حیران ہے تعجب ہے کہ یہ اُس کو کھینچ رہا ہے — یا کشش اِس جانب سے اُس جانب پہنچی ہے

ترکِ جلدی کُن کزیں ناواقفی — لب بہ بند واللہ اعلم بالخفی

بہادری چھوڑ، کیونکہ تو اِس سے ناواقف ہے — ہونٹ بند کر اور اللہ راز کو زیادہ جانتا ہے

لب بہ بندم ہر دمے زینساں سخن — توبہ آرم ہر زماں صد بار من

میں اِس طرح کی باتوں سے ہر وقت ہونٹ بند (کرتا ہوں) — ہر وقت، سو بار توبہ کرتا ہوں

کایں سخن را بعد ازیں مدفوں کنم — واں کشندہ میکشد من چوں کنم

کہ اِس بات کو میں اِس کے بعد دفن کر دونگا — وہ کھینچنے والا کھینچتا ہے، میں کیا کروں؟

کیست آں کت میکشد اے معتنی — آنکہ می نگذاردت کہ دم زنی

اے ذخیرہ اندوز! وہ کون ہے جو تجھے کھینچتا ہے؟ — وہ وہ ہے جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو دم مارے

ایسی تقریر ہے کہ عوام اس سے اللہ تعالیٰ کی احتیاج اور ضرورت کا نتیجہ نکال لیں گے لہٰذا اِس کا بیان مناسب نہیں ہے۔ واں کشندہ۔ حضرت حق تعالیٰ اجازت نہیں دیتا ہے کہ اِس امر کی وضاحت کی جائے۔ کیست۔ مجھے اِس ارادے سے روکنے والی وہی ذات ہے جو انسانوں کے مجتہ وہم کو رد کرتی ہے۔

[1] لیک۔ دونوں عشقوں کا اثر جدا گانہ ہے۔ عاشق کا عشق اُس کو لاغر اور کمزور بناتا ہے معشوق کا عشق اُس میں حسن کا اضافہ کرتا ہے معشوق کا عشق اُس کے رخساروں کو گلنار بناتا ہے عاشق کا عشق اُس کو جلاتا ہے۔ کہربا۔ کہربا میں بھی عشق ہے لیکن بے نیازی کے ساتھ لہٰذا وہ اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے تنکے میں بھی عشق ہے جو اُس کو کہربا کی طرف کھینچ کر لاتا ہے۔

[2] ایں۔ یعنی کائنات کے باہمی عشق کے ذکر کو چھوڑ کر صدرِ جہاں کے عاشق کا ذکر کرو اُس کے عشق کا اثر صدرِ جہاں پر پڑا۔ دود۔ اُس عاشق کی آہوں کا اثر صدرِ جہاں پر ہوا اور وہ اُس پر مہربان ہو گیا۔ لیک۔ لیکن صدرِ جہاں کے عشق کے لئے اُسکی عزت و آبرو معشوق کی تلاش میں مانع تھی۔ رحمتش۔ صدرِ جہاں کی رحمت تو اُس کی مشتاق تھی لیکن اُس کی سلطنت عشق کے لئے مانع بن رہی تھی۔

[3] عقل حیراں۔ کشش دونوں میں تھی لیکن کس کی کشش دوسرے کی کشش کا اثر تھی اِس میں عقل حیران ہے۔ جلدی، بہادری، ناواقفی۔ یعنی ناواقف ہستی، تو ناواقف ہے۔ لب بہ بندم۔ حضرت حق تعالیٰ اپنی محبوبیت کے اظہار کے لئے عاشقوں میں خود یہ عشق پیدا کرتا ہے لیکن یہ

صد عزیمت میکنی بہرِ سفر — می کشاند مر ترا جائے دِگر
تو سفر کے لئے سَو پختہ ارادے کرتا ہے — وہ تجھے دوسری جگہ کھینچ لے جاتا ہے

زاں بگرداند بہر سُو آں لگام — تا خبر یابد ز فارس اسپ خام
وہ لگام کو ہر جانب اِس لئے موڑ دیتا ہے — تاکہ ناتجربہ کار گھوڑا، سوار کو جان جائے

اسپ زیرک سار زاں نیکو پے ست — کو ہمی داند کہ فارس بر وے ست
سمجھدار گھوڑا اِس لئے عمدہ رفتار ہے — کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس پر سوار موجود ہے

او دِلت را بر دو صد سودا ببست — بے مرادت کرد و پس دل را شکست
اُس نے تیرے دل کو دو سَو خیالات سے وابستہ کر دیا — تجھے نامراد کیا، اور پھر دل کو توڑ دیا

چوں شکست او بالِ آں رائے نخست — چوں نشد ہستیِ بال اشکن درست
جب اُس نے پہلی رائے کا بازو توڑ دیا — تو بازو توڑنے والے کی ذات کیسے ثابت نہ ہوئی؟

چوں قضایش حبلِ تدبیرت شکست — چوں نشد بر تو قضائے او درست
جب اُس کے فیصلے نے تیری تدبیر کی رسّی توڑ دی — تو اُس کا فیصلہ تیرے لئے کیسے ثابت نہ ہوا؟

فسخِ عزائم و نقضہا جہتِ باخبر کردنِ آدمی را از آنکہ مالک و
ارادوں کا فسخ کرنا اور اُن کو منسوخ کرنا انسان کو باخبر کرنے کیلئے ہے کہ مالک اور
قاہر اوست و گاہ گاہ عزمِ او را فسخ ناکردن و نافذ داشتن تا
قاہر موجود ہے، اور کبھی کبھی اُس کے ارادے کو نہ توڑنا اور جاری رکھنا اسلئے ہے کہ
طمعِ او را بر عزم کردن دارد تا باز عزمش بشکند تا تنبیہ بر تنبیہ بود
اُس کی طبیعت کو ارادہ کرنے کا عادی بنائے تاکہ پھر اُسکے ارادے کو توڑے اور تنبیہ پر تنبیہ ہو جائے

عزمہا و قصدہا در ماجرا — گاہ گاہے راست می آید ترا
معاملے میں ارادے، اور قصد — کبھی کبھی تیرے لئے ٹھیک ہوتے ہیں

تا بطمعِ آں دِلت نیت کند — بارِ دیگر نیتت را بشکند
تاکہ اُس کے لالچ میں تیرا دل ارادہ کرے — دوبارہ وہ تیرے ارادے کو توڑ دیتا ہے

ور بکلی بے مرادت داشتے — دل شدے نومید اَمل کے کاشتے
اگر وہ تجھے بالکلیہ نامراد رکھتا — دل ناامید ہو جاتا، امید کا بیج کب بوتا؟

ور نکاریدے اَمل از عورِ یش — کے شدے پیدا بر و مقہوریش
اگر وہ اپنے اندھے پن سے امید (کا بیج) نہ بوتا — تو اُس پر اپنا عاجز ہونا کب ظاہر ہوتا؟

لہ صد عزیمت۔ انسان سینکڑوں پختہ ارادے کرتا ہے لیکن پھر اُس ارادے کو پورا نہیں کرتا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ روکنے والی کوئی خاص ذات ہے۔ زاں۔ اللہ تعالیٰ اِن عزائم کو اِس لئے فسخ کرتا ہے کہ لوگوں کو اُس کی معرفت حاصل ہو جائے مشہور مقولہ ہے۔ عَرَفْتُ رَبِّي بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ میں نے اپنے خدا کو ارادوں کے فسخ ہونے سے سمجھا ہے۔ او۔ اللہ تعالےٰ دل میں سَو ارادے پیدا فرماتا ہے پھر تحسین کام بھی بنا دیتا ہے۔

لہ چوں شکست۔ جب پہلا ارادہ فسخ ہوتا ہے تو انسان سمجھتا ہے کہ کوئی ذات فسخ کرنے والی ہے۔ چوں قضا۔ جب انسان کی تدابیر ناکام ہوتی ہیں تو اُس کو قضاءِ خداوندی اور خدا کے وجود کا یقین ہو جاتا ہے۔ عزائم۔ عزیمۃ کی جمع ہے پختہ ارادہ۔

لہ عزمہا۔ یعنی کبھی ارادے کی تکمیل ہو جاتی ہے وہ اِس لئے کہ انسان بالکل مایوس نہ ہو جائے اور ارادے اور نیت کو بالکل نہ چھوڑ بیٹھے ور نکاریدے۔ اگر بالکل ارادہ کرنا چھوڑ دیگا تو ارادے کے فسخ ہونے سے جو معرفت خداوندی حاصل ہوتی ہے وہ نہ ہوگی۔

عاقلاںؔ از بے مُرادیہائے خویش
سمجھدار لوگ اپنی نامرادی کی وجہ سے

باخبر گشتند از مولائے خویش
اپنے مولا سے باخبر ہوئے ہیں

بے مُرادی شد قلاؤزِ بہشت
نامرادی، بہشت کا پیشرو بنی ہے

حُفّتِ الجنّۃ شنُوائے خوش سرشت
اے خوش مزاج! جنّت کو گھیرا گیا ہے سُن لے

چوں مُرادت ہمہ اِشکستہ پاست
جبکہ سب (انسانوں) کے مقاصد شکستہ پا ہیں

پس کسے باشد کہ کامِ اُو رواست
تو کوئی تو ہوگا جس کا مقصد پورا ہوتا ہوگا

پس شُدند اِشکستہ پاشِ ایں صادقاں
پس یہ سچے انسان اُسکی وجہ سے شکستہ پا ہو گئے ہیں

لیک کو خود آں شکستِ عاشقاں
لیکن عاشقوں کی اسی شکستگی کہاں ہے؟

عاقِلاں اِشکستہ اَش از اِضطرار
اہلِ عقل، مجبوری سے اُسکے شکستہ پا، ہیں

عاشقاں اِشکستہ با صد اِختیار
عاشق سَو اختیاروں کے باوجود شکستہ (پا) ہیں

عاقلانش بندگانِ بندی اند
عقلمند اُس کے قیدی غلام ہیں

عاشقانش شکّری و قندی اند
اُس کے عاشق شکّر اور قند کھانے والے ہیں

اِیتِیَا کَرْھاً مُہارِ عاقِلاں
"تم دونوں جبراً آؤ" اہلِ عقل کی مُہار ہے

اِیتِیَا طَوْعاً مُہارِ بیدلاں
عاشقوں کی مُہار "تم دونوں خوشی سے آؤ" ہے

نظر کردنِ پیغمبر علیہ السّلام باسیراں و تبسّم کردن و گفتن کہ

آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قیدیوں کو دیکھنا، اور مُسکرانا، اور فرمانا کہ مجھے اُس قوم پر

عَجِبْتُ مِنْ قَوْمٍ یُجَرُّوْنَ اِلَی الْجَنَّۃِ بِالسَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ
تعجب آتا ہے جو جنّت کی جانب بیڑیوں اور طوقوں کے ذریعہ کھینچی جاتی ہے

دید پیغمبر یکے جُوقِ اسیر
پیغمبرؐ نے قیدیوں کی ایک جماعت دیکھی

کہ ہمی بُردند و ایشاں در نفیر
کہ وہ اُنکو لے جا رہے ہیں اور وہ رو رہے ہیں

دیدشاں در بندِ آں آگاہ شیر
اُس بیدار شیر نے اُن کو قید میں دیکھا

می نظر کردند در وے زیرِ زیر
وہ (قیدی)، نیچی نظروں سے اُن (آنحضورؐ) کو دیکھ

تا ہمی خائید ہر یک از غضب
حتّٰی کہ ہر ایک غصے سے چبا رہا تھا

بر رسولِ صدق دنداں ہا و لب
دانت اور ہونٹ سچے رسولؐ پر

اطاعت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جیسے کہ کفار جو جنگ میں قید ہو کر آئے اور پھر اسلام لا کر اطاعت خداوندی میں لگ گئے۔ جوق۔ جماعت۔ نفیر۔ آہ و بکا۔ آگاہ شیر۔ آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ زیرِ زیر یعنی وہ قیدی آنحضورؐ کو دُزدیدہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ تا ہمی۔ وہ لوگ آنحضورؐ پر غضبناک تھے۔

ﻟﮯ ... با عقل باوجود ارادے کی کوشش کے پھر مجبوری سے ذاتِ خداوندی کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ بے مُرادی۔ مقصد سے محرومی بہشت کی راہبر بنتی ہے اسی لئے حدیث شریف میں ہے حُفَّتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ "جنّت کو ناپسندیدگیوں سے گھیر دیا گیا ہے" یعنی جنّت میں جانے کے وہ اسباب ہیں جو انسان کو ناگوار گذرتے ہیں۔ پس۔ اپنی محرومی سے انسان اُس ذات کو پہچانتا ہے جس کے ارادے سے مراد لامحالہ حاصل ہوتی ہے یعنی ذاتِ خداوندی۔ پس۔ اہلِ عقل کی نامرادی جبری اور اضطراری ہے۔ عاشقانِ حق کی کسرِ نفسی اور نامرادی اختیاری ہے۔

ﻟﮯ عاقلانش۔ اہلِ عقل مجبوری کے بندے ہیں عاشقانِ خدا اس محرومی میں وصلِ حق کی نعمتیں حاصل کرتے ہیں۔

ایتیا۔ قرآن پاک میں ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا یعنی پھر حضرت حق تعالٰی آسمان پر مستوی ہوا اور وہ ایک دھواں تھا پھر اُس سے اور زمین سے کہا تم دونوں فرمانبردار ہو کر خوشی سے یا جبراً، یعنی اہلِ عقل کی اطاعت کَرْھًا کی مصداق ہے اور عاشقوں کی اطاعت طَوْعًا کی مصداق ہے۔

ﻟﮯ نظر کردن۔ اس قصّے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ کچھ لوگ

زہرہ نے باآں غضب کے دم زنند
باوجود اُس غضب کے کسی کی طاقت نہ تھی کہ دم مارے

زانکہ در زنجیرِ قہرِ دہ من اند
کیونکہ وہ قہر کی دس سیر (وزنی) زنجیر میں تھے

می کشاندشاں مؤکل(۱) سوئے شہر
سپاہی اُن کو شہر کی جانب لے جا رہا تھا

می بَرد از کافرستاں شاں بقہر
اُن کو کفرستان سے جبراً لے جا رہا تھا

نے فدائے می ستاند نے زرے
نہ وہ فدیہ لیتا ہے نہ روپیہ

نے شفاعت میرسد از سَرورے
نہ کسی سردار کی سفارش آتی ہے

رحمتِ عالم ہمی گویند و اُو
اُس کو رحمتِ عالم کہتے ہیں، اور وہ

عالمے را می بُرد حلق و گلو
ایک جہان کا گلا اور حلق کاٹتا ہے

باہزار انکار می رفتند راہ
وہ ہزار انکار کے ساتھ راستہ طے کر رہے تھے

زیرِ لب طعنہ زناں بر کارِ شاہ
شاہ کے کام پر چپکے چپکے طعنہ زنی کرتے ہوئے

چارہا(۲) کردیم و اینجا چارہ نیست
ہم نے بہت تدبیریں کیں اور یہاں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہے

خود دلِ ایں مَردکم از خارہ نیست
خود اُس شخص کا دل، پتھر سے کم نہیں ہے

ما ہزاراں مردِ کارِ الپ ارسلاں
ہم ہزاروں بہادر شیر

با دو سہ عریاں و سُست و نیم جاں
دو تین ننگوں، سُست، اور کمزوروں کے ساتھ ہیں

اینچنیں درماندہ ایم از عجز و پست
ہم ایسے عاجز ہیں یہ (ہمارا) نیچا پن ہے

یا ز اختر ہاست یا خود جادوئی ست
یا ستاروں کی وجہ سے یا جادوگری ہے

بختِ ما را بَر درید آں بختِ اُو
ہمارے نصیبے کو اُس کے نصیبے نے چاک کر دیا

تختِ ما شد سَرنگوں از تختِ اُو
ہمارا تخت اُس کے تخت سے اوندھا ہو گیا

کارِ اُو(۳) از جادوئی گر گشت زفت
اگر اُس کا معاملہ جادوگری کی وجہ سے بھاری پڑ گیا ہے

جادوئی کردیم ما ہم چوں نرفت
ہم نے بھی جادو کیا وہ کیوں نہ چلا؟

تفسیر ایں آیہ اِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ طاغیاں می گفتند

اِس آیت کی تفسیر اگر تم فتح طلب کرتے تھے تو بیشک فتح ہو گی، معترضین کہتے تھے

کز ما و محمد آنکہ بر حق ست فتح و نصرتش بدہ و ایں سخن بداں می گفتند کہ
کہ ہم میں اور محمدؐ میں جو حق پر ہے اس کی فتح اور مدد کر، اور وہ یہ بات اِس لیے کہتے تھے

گماں می افتند خود بر حق اند و طالب حق بے غرض اکنوں محمد منصور شد
کہ اُن کو گمان تھا کہ وہ خود حق پر ہیں اور اب حق کو بے غرض طلبگار محمدؐ فاتح بن گیا

۱ مؤکل- سپاہی- کافرستان: یعنی اہلِ وطن۔ نے فدائے- آنحضورؐ اُن قیدیوں کا نہ فدیہ قبول کر رہے تھے اور نہ روپیہ پیسہ اور نہ آنحضورؐ کے پاس کوئی سفارش پہنچ سک رہی تھی۔ رحمتِ عالم- وہ قیدی دل میں یہ بھی کہہ رہے تھے کہ ان کو لوگ رحمتِ عالم کہتے ہیں حالانکہ یہ لوگوں کا گلا کاٹ رہے ہیں۔ باہزار انکار- وہ دل ہی دل میں آنحضورؐ پر طعنہ زنی کر رہے تھے۔

۲ چارہا- ہم نے اپنی بھلائی کی بہت تدبیریں کیں لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی۔ خارہ- ایک قسم کا پتھر ہے جو بہت سخت ہوتا ہے ترکی۔ بہادر- الپ ارسلان- الپ بہادر، ارسلان درندہ شیر۔ با دو سہ- یعنی چند بے سر و سامان کمزور لوگوں سے شکست کھا کر قیدی بنے ہوئے جا رہے ہیں۔ اینچنیں- اس کی وجہ ہماری غلط روی ہے یا ہم پر ستاروں کی نحوست ہے یا جادو ہوا ہے۔

۳ کارِ او- پھر دل میں کہتے تھے کہ اگر اُن کا جادو چلا ہے تو ہم نے بھی جادو کیا وہ کیوں نہ چلا۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوا- قرآن پاک میں ہے۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ وَاِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَعُوْدُوا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنی اے مکہ والو! تم فتح مانگتے تھے دیکھتے تھے کہ جو حق پر ہو اُسکو

از بتانؔ واز خدا درخواستیم — کہ بکن مارا اگر ناراستیم

ہم نے بتوں اور خدا سے درخواست کی — کہ اگر ہم غلط ہیں تو ہمیں (جڑ سے) اکھاڑ دے

وانکہ حق و راست ست از ما و او — نصرتش دہ نصرتِ او را بجو

ہم میں اور اس میں سے جو حق اور سچائی پر ہے — اس کی مدد کر، اس کا مددگار بن

ایں دعا بسیار کردیم و صلات — پیشِ لات و پیشِ عزیٰ و منات

ہم نے یہ دعا و درود بہت کیے — لات کے آگے، عزیٰ اور منات کے آگے

کہ اگر حق ست او پیداش کن — گر نباشد حق زبونِ ماش کن

کہ اگر وہ برحق ہے اس کو نمایاں کردے — (اور) اگر وہ حق پر نہیں ہے ہم سے مغلوب کردے

چونکہ وا دیدیم او منصور بود — ما ہمہ ظلمت بدیم او نور بود

جبکہ ہم نے کھلا دیکھ لیا، کہ وہ فاتح رہا — (اور) ہم سب تاریکی تھے، وہ نور تھا

ایں جوابِ ماست کانچہ خواستید — گشت پیدا کہ شما ناراستید

یہ ہمارے لئے جواب ہے، کہ جو تم نے چاہا — واضح ہوگیا کہ تم غلط ہو

باز ایں اندیشہ را از فکرِ خویش — کور می کردند و دفع از ذکرِ خویش

وہ پھر اس خیال کو اپنے فکر سے — بے فروغ بناتے تھے اور اپنی یاد سے دفع کرتے تھے

کایں تفکرِ ما ہم از ادبار رست — کہ صوابِ او شود در دل درست

کہ ہمارا یہ خیال بھی بدبختی سے پیدا ہوا ہے — تاکہ ان کی حقانیت دل میں بیٹھ جائے

خود چہ شد گر غالب آمد چند بار — ہر کسے را غالب آرد روزگار

اگر وہ چند مرتبہ غالب ہوگیا تو کیا ہوا؟ — زمانہ کسی کو بھی غالب کردیتا ہے

ما ہم از ایامِ بخت آور شدیم — بارہا بر روے مظفر آمدیم

ہم بھی زمانے سے نصیبہ ور ہوئے ہیں — کئی بار اس پر فتحمند ہوئے ہیں

باز می گفتند اگر چہ او شکست — چوں شکستِ ما نبود او زفت و پست

وہ پھر کہتے کہ اگرچہ اس نے شکست (کھائی ہے) — وہ ہماری شکست کی طرح بری اور ذلیل نہ تھی

زانکہ بختِ نیک او را در شکست — داد صد شادیِ پنہانی یر دست

کیونکہ نیک نصیبے نے اس کو شکست میں — سو پوشیدہ خوشیاں قبضے میں دیدیں

کو بہ اشکستہ نمی مانست ہیچ — کہ نہ غم بودش دراں نے پیچ پیچ

وہ کبھی شکست خوردہ کی طرح نہیں بنا — کیونکہ اس کو اس میں نہ کوئی غم ہوا نہ پریشانی

لہ از بتاں۔ کفار کہتے تھے کہ ہم نے بتوں اور خدا سے دعائیں مانگی تھیں کہ جو حق پر ہو اس کو فتح دے دے۔ پیش۔ لات اور منات اور عزیٰ بتوں کے نام ہیں۔ چونکہ۔ اب جبکہ مسلمانوں کو فتح ہو رہی ہے تو یقیناً یہ لوگ حق پر ہیں۔

ئہ ایں۔ مسلمانوں کی فتح مندی ہماری دعاؤں کی قبولیت ہے۔ باز۔ پھر اس خیال کو اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کرتے کہ اگر غلبہ حقانیت کی دلیل ہے تو ہم بھی کئی بار غالب آچکے ہیں۔

ٹہ باز می گفتند۔ پھر اپنے اس خیال کی تردید کرتے اور سوچتے کہ ہماری شکست اور مسلمانوں کی شکست میں بہت فرق ہے ہم شکست سے پست ہوتے ہیں اور مسلمان شکست کھا کر اور ابھرتے ہیں۔ تاکہ مسلمان شکست سے پست ہمت نہیں بنتے ہیں بلکہ ان میں قوتِ ایمانی اور بڑھ جاتی ہے۔ کو۔ آنحضورؐ شکست سے بھی شکستہ خاطر نہیں ہوئے۔

چونؔ نشانِ مومناں مغلوبی ست — لیک در اشکستِ مومن خوبی ست
چونکہ مومنوں کی پہچان مغلوب ہونا ہے — لیکن مومن کی شکست میں بھلائی ہے

گر تو مشک و عنبرے را بشکنی — عالَمے از فیحِ ریحاں پُر کُنی
اگر تو مشک، اور عنبر کو توڑے گا — ایک جہان کو خوشبو کی مہک سے بھر دیگا

ور شکستی ناگہاں سرگینِ خر — خانہا پُر گند گردد سر بسر
اگر تو اچانک گدھے کی لید کو توڑے گا — سارے مکانات بدبو سے بھر جائیں گے

کہ کُند خود مشک با سرگیں قیاس — آب را با بول و اطلس با پلاس
مشک کو لید پر کوئی قیاس کرے گا؟ — پانی کو پیشاب پر اور اطلس کو ٹاٹ پر کوئی قیاس کریگا؟

سِرِّ آنکہ بے مُراد باز گشتنِ رسول علیہ السّلام از حُدیبیہ حق تعالیٰ

اس کا راز کہ بغیر مقصد پورا کیے ہوئے آنحضورؐ کے حدیبیہ سے واپس آنے کو اللہ تعالیٰ

لقبِ آں فتح کرد کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا بصورت غلق بُود

نے فتح کا لقب دیا کہ "بیشک ہم نے آپ کو کھلی فتح دی" بظاہر بندش تھی اور

و بمعنی فتح چنانچہ شکستنِ مُشک بظاہر شکستن ست و بمعنی

حقیقتاً فتح جیسے کہ مُشک کی شکستگی بظاہر شکستگی ہے اور حقیقتاً اُس کے

درست کردن ست مُشکی اُو را و تکمیلِ فوائدِ اُوست

مُشک پن کو ٹھیک کرنا ہے اور اُس کے فائدوں کو مکمل کرنا ہے

وقتِ برگشتِ حُدیبیہ رسولؐ — در تفکّر بُود و غمگین و ملول
حدیبیہ سے واپسی پر رسولؐ — فکر میں تھے اور غمگین اور ملول (تھے)

ناگہاںؔ اندر حقِ شمعِ رُسُل — دولت اِنَّا فَتَحْنَا زد دُہُل
رسولوں کی شمع کے حق میں اچانک — دولت نے اِنَّا فَتَحْنَا کا ڈھول بجا دیا

آمدش پیغام از دولت کہ رَو — تو ز منعِ ایں ظفر غمگیں مشو
دولت کی جانب سے انکو پیغام آیا کہ چلے چلیے — آپ اس فتح کے رُکنے سے غمگین نہ ہوں

کاندریں خواری بنقدت فتحہاست — نک فلاں قلعہ فلاں بُقعہ تراست
اس ذلت میں آپ کی فوری فتوحات ہیں — یہ فلاں قلعہ، فلاں علاقہ آپ کا ہے

ؔ۱ چوں نشاں۔ مسلمان کی بے سر و سامانی اس کے ایمان کی علامت ہے اور مومن کی شکست اس کے اعمال و اخلاق کی اصلاح کر دیتی ہے۔ گر تو۔ مولانا مسلمانوں کی شکست میں مضمر خوبی کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں کہ مشک و عنبر کی ڈلی کو اگر توڑ دیا جائے تو اس کی خوشبو زیادہ مہکنے لگتی ہے۔ فیح۔ مہک، لپٹ۔ سرگین خر۔ کافروں کی شکست کی مثال یہ ہے کہ گدھے کی لید کو اگر کرید دیا جائے تو اس کی بدبو اور پھیل جاتی ہے۔ کہ کند۔ مسلمانوں کی شکست اور کافروں کی شکست کو ایک سمجھنا ایسا ہے جیسے کہ کوئی لید اور مشک کو یا پانی اور پیشاب کو یا اطلس اور ٹاٹ کو ایک سمجھے۔

ؔ۲ انا فتحنا۔ مسلمانوں کی شکست چونکہ مزید تقویت کا باعث ہے اسی لئے قرآن نے حدیبیہ کی ناکامی کو فتح قرار دیا تھا۔ حدیبیہ۔ آنحضورؐ اور صحابہؓ کی جماعت مدینہ سے عمرہ کی نیت سے مکۂ معظمہ کے لئے روانہ ہوئی۔ مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ مکہ کے کفار مکہ میں داخلہ سے مانع آئے تو حضورؐ صلح کر کے بغیر عمرہ کے واپس آ گئے تھے۔ یہ صلح بظاہر مسلمانوں کی شکست تھی لیکن حقیقتاً یہ فتح تھی جیسے کہ آئندہ کے واقعات نے ثابت کر دیا تھا ——

ؔ۳ ناگہاں۔ حدیبیہ سے ناکام واپسی کو قرآن نے فتح مبین سے تعبیر کیا ہے۔ آمدش۔ حضورؐ کو حکم ہوا کہ عمرہ کے بغیر واپس ہو جاؤ اور اس ناکامی سے رنجیدہ نہ ہو۔ کاندریں۔ یہ ناکامی بہت سی فتوحات کا سبب بنے گی۔ بُقعہ۔ یعنی زمین کا علاقہ۔

بنگر[1] آخر چونکہ وا گردید تفت ‌ ‌ بر قریظہ، بر نضیر از وے چہ رفت

دیکھو جب وہ جلدی سے واپس آ گئے ‌ ‌ اُن کی جانب سے قریظہ اور نضیر پر کیا گزری

قلعہا ہم گردِ آں دو بقعہا ‌ ‌ شد مُسَلَّم وز غنائم نفعہا

اِن دونوں کے علاقوں کے آس پاس کے قلعے بھی ‌ ‌ فتح ہو گئے اور غنیمتوں کے سبب نفعے (ہوئے)

ور[2] نباشد آں تو بنگر کایں فریق ‌ ‌ بر غم و رنج اند مفتون و عشیق

اگر یہ بھی نہ ہو تو دیکھ لے یہ لوگ ‌ ‌ رنج و غم کے شیدا اور فریفتہ ہیں

زہرِ خواری را چو شکّر می خورند ‌ ‌ خارِ غمہا را چو اشتر می چرند

وہ ذلت کے زہر کو شکر کی طرح کھاتے ہیں ‌ ‌ غموں کے کانٹے کو اونٹ کی طرح چرتے ہیں

بہرِ عینِ غم نہ از بہرِ فرج ‌ ‌ ایں تسافل پیشِ ایشاں چوں درج

صرف غم کے لئے، نہ کہ خوشی کے لئے ‌ ‌ یہ تنزل اُن کے لئے مراتب کی طرح ہے

آنچناں شاد اند اندر قعرِ چاہ ‌ ‌ کہ ہمی ترسند از تخت و کلاہ

وہ کنویں کی گہرائی میں ایسے خوش ہیں ‌ ‌ کہ تخت و تاج (کے حاصل ہونے) سے ڈرتے ہیں

در فقیری ہر یکے صد شہریار ‌ ‌ در خزانِ فاقہ صد ہمچوں بہار

ہر ایک فقیری میں سیکڑوں شاہوں کی طرح ہے ‌ ‌ فاقے کی خزاں میں سیکڑوں بہاروں کی طرح ہے

ہر کجا دلبر بود خود ہم نشیں ‌ ‌ فوقِ گردون ست نے زیرِ زمیں

جہاں کہیں محبوب خود ساتھی ہو ‌ ‌ وہ آسمان پر ہے، نہ کہ زمین کے نیچے

تفسیرِ[3] حدیثِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تفسیر کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو

گفت پیغمبر کہ معراجِ مرا ‌ ‌ نیست بر معراجِ یونسؑ اِجتبا

پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میری معراج ‌ ‌ یونسؑ کی معراج سے پسندیدہ نہیں ہے

آنِ من بر چرخ و آنِ او نشیب ‌ ‌ زانکہ قربِ حق بروں ست از حسیب

(حالانکہ) میرا مقام آسمان پر اور اُن کا مقام پستی میں ہے ‌ ‌ کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کا قرب (اس) حساب سے بالا ہے

قرب نے بالا نہ پستی رفتن ست ‌ ‌ قربِ حق از حبسِ ہستی رستن ست

قرب نہ اوپر جانا ہے نہ نیچے جانا ہے ‌ ‌ اللہ کا قرب، وجود کی قید سے چھوٹنا ہے

---

[1] بنگر - بنی قریظہ اور بنی النضیر یہود کے دو قبیلے تھے جو مدینے کے اطراف میں آباد تھے اُن کی معاہدہ شکنی کی وجہ سے آنحضورؐ اُن کو حدیبیہ کے واقعہ سے پہلے ہی جلا وطن کر چکے تھے۔ بنی النضیر ۴ھ میں اور بنی قریظہ ۵ھ میں غزوۂ خندق کے فوراً بعد جلا وطن کر دیے گئے تھے۔ حدیبیہ کا واقعہ ۶ھ کا ہے البتہ اِن میں کچھ لوگ خیبر میں جا کر آباد ہو گئے تھے اور خیبر ۷ھ میں فتح ہوا۔ اب اگر مولانا کی مراد فتح خیبر ہے تو مولانا کا فرمانا سیرت کی کتب کے مطابق ہے ورنہ مخالف ہے۔

[2] ور نباشد - اگر فتوحات اور غنیمتیں نہ بھی ہوں تب بھی یہ جماعت وہ ہے جس کو رضا کا وہ مقام حاصل ہے کہ جس میں غم بھی اسی طرح خوشگوار ہوتا ہے جس طرح خوشی۔ حضرت رابعہ بصریہؒ نے فرمایا کہ سالک کو رضا کا مقام اُس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ غم بھی اسکے لئے ایسا ہی خوشگوار ہو جیسا کہ خوشی۔ بہرِ غم - یعنی غم اُن کو اس لئے خوشگوار نہیں ہے کہ وہ کسی خوشی کا پیش خیمہ ہے۔ قعرِ چاہ - ذلت اُنکو اسقدر پیاری ہوتی ہے کہ اُنکے زوال اور تختِ شاہی حاصل ہو جانے سے ڈرتے ہیں۔ در فقیری - یہ لوگ فقر میں تختِ شاہی اور خزاں میں بہار کے لطف اٹھاتے ہیں۔ ہر کجا جبکہ کنویں کی گہرائی میں اُنکو معیتِ حق حاصل ہے تو وہ آسمان کی بلندی سے بہتر ہے۔

[3] تفسیر - اس حدیث کی تفسیر مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اصل معیتِ حق ہے اونچائی نیچائی میں خود کوئی فضیلت اور بڑائی نہیں ہے۔ معراجِ یونسؑ - حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں سمندر کی گہرائی میں معراج حاصل ہوئی۔ آنِ من - حضورؐ کو معراج آسمانوں کی بلندی پر حاصل ہوئی۔ قربِ حق - قربِ حق حاصل ہوتے ہوئے اونچائی نیچائی کوئی چیز نہیں۔ قرب - اللہ کا قرب بلندی اور پستی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ ترکِ ہستی سے ہوتا ہے۔

نیستؔ را چہ جاے بالا یست و زیر — نیست را نے زود و نے دور ست و دیر

فنائیت کے لئے کیا اونچائی کیا نیچائی — فنائیت کے لئے نہ جلدی ہے نہ دوری اور دیر ہے

کارگاہِ گنجِ حق در نیسی ست — غرّہ ہستی چہ دانی نیست چیست

اللہ کے خزانہ کا کارخانہ، فنائیت میں ہے — تو ہستی کے دھوکے میں ہے تو کیا سمجھے کہ فنائیت کیا ہے؟

حاصل ایں اشکستِ ایشاں اے کیا — می نماند ہیچ با شکستِ ما

خلاصہ یہ ہے، اے بزرگ! اُن کی شکست — ہماری شکست کے کسی طرح مشابہ نہیں ہے

آنچناں شاد اند در ذُلّ و تلف — ہمچو ما در وقتِ اقبال و شرف

وہ ذلت اور تباہی میں اس طرح خوش ہیں — جس طرح ہم اقبالمندی اور بڑائی میں

برگِ بے برگی ہمہ اقطاعِ اوست — فقر و خواری افتخارست و علوست

پوری بے سروسامانی کا سامان اُس کی جاگیر ہے — فقر اور ذلت، فخر اور بڑائی ہے

آں یکے گفت ار چناں ست آں فرید — چوں نخندید او چو ما را بستہ دید

ایک نے کہا، اگر وہ یکتا ایسا ہے — تو وہ کیوں ہنسا جبکہ اس نے ہمیں بندھا ہوا دیکھا؟

چونکہ او مبدل شد ست و شادیش — نیست زیں زندان و زیں آزادیش

جبکہ اُس میں تبدیلی ہو چکی ہے، اور اُس کی خوشی — اس قید اور اس آزادی سے متعلق نہیں ہے

پس بقہرِ دشمناں چوں شاد شد — چوں ازیں فتح و ظفر پُر باد شد

تو وہ دشمنوں کے مغلوب ہونے سے کیوں خوش ہوا؟ — اس فتح اور کامیابی سے کیوں مغرور بنا ہے؟

شاد شد جانش کہ بر شیرانِ نر — یافت آساں نصرت و دست و ظفر

اس کی جان خوش ہوئی کیونکہ بہادر شیروں پر — آسانی سے فتح اور قابو، اور ظفر پائی

پس بدانستیم کو آزاد نیست — جز بدنیاِ دلخوش و دل شاد نیست

تو ہم جان گئے کہ وہ آزاد نہیں ہے — دنیا کے سوا کسی چیز سے خوش دل اور مسرور نہیں ہے

ورنہ چوں خندد کہ اہلِ آں جہاں — بر بد و نیک اند مشفق مہرباں

ورنہ کیوں ہنستا، جبکہ اُس جہان والے — اچھے اور بُرے پر مشفق، اور مہربان ہیں

ایں ہمی گفتند در زیرِ زباں — آں اسیراں باہم اندر بحثِ آں

وہ آہستہ سے یہ کہہ رہے تھے — وہ قیدی آپس میں اس کی بحث میں

تا مؤکل نشنود در ما جہد — ایں سخن در گوشِ آں سلطاں نہد

تاکہ سپاہی نہ سُن لے (اور) ہم پر کود پڑے — یہ بات اُس بادشاہ کے کان میں رکھدے

۱ نیست۔ جب مقام فنا حاصل ہوجائے تو زمان و مکان کی اونچ نیچ سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ کارگاہ فنائیت کے بعد اسرارِ خداوندی ظاہر ہوتے ہیں جو شخص ہستی میں پھنسا ہے وہ فنائیت کو نہیں سمجھ سکتا۔ حاصل۔ یہاں سے پھر اُن قیدیوں کا مقولہ شروع ہوتا ہے اُنھوں نے کہا ہماری اور مسلمانوں کی شکست میں بہت فرق ہے۔ آنچناں۔ وہ شکست میں بھی اس قدر خوش ہوتے ہیں جس طرح کہ ہم فتح میں۔ برگ بے برگ بے سروسامانی اُن کا سامان ہے فقر اور ذلت میں فخر سمجھتے ہیں۔

۲ آں یکے۔ آنحضورؐ کی فنائیت پر اس شخص نے اعتراض کیا کہ اگر ان کو مقامِ فنائیت حاصل ہے اور وہ اللہ کے مقرب ہیں تو ہماری تباہی پر کیوں خوش ہو رہے ہیں۔ اگر اُن میں بالکل تبدیلی آگئی ہے اور اُنکی خوشی ہماری قید اور اپنی آزادی سے متعلق نہیں ہے تو پھر ہمیں قید میں دیکھ کر کیوں ہنسے اور اپنی کامیابی پر کیوں مغرور ہیں۔

۳ شاد شد۔ یقیناً اُنکی خوشی اسی بنا پر ہے کہ ہم جیسے شیروں پر اُنھوں نے فتح پائی ہے۔ پس۔ اس بات سے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہستی سے آزاد نہیں ہیں اور وہ ایک دنیادار ہیں۔ اہلِ آں جہاں۔ اللہ والے تو سب انسانوں پر مہربان ہوتے ہیں خواہ انسان بھلے ہوں یا

آگاہ شدنِ پیغمبر علیہ السّلام از طعنِ ایشاں بر شماتتِ او

خوشی پر اُن کی طعنہ زنی سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واقف ہو جانا

گرچہ نشنید آں مُوکّل ایں سُخن
اگرچہ اُس سپاہی نے یہ بات نہ سُنی

رفت در گوشے کہ بُد آں مِن لَدُن
اُس کان میں پہنچ گئی جو کہ اللہ کی جانب سے تھا

بُوئے پیراہانِ یوسفؑ را ندید
(حضرت) یوسفؑ کے باس کی خوشبو نہ محسوس کی

آنکہ حافظ بُود یعقوبش شنید
اُس نے جو محافظ تھا، اُس کو یعقوبؑ نے محسوس کیا

آں شیاطیں بر عنانِ آسماں
وہ شیاطین، آسمان کی بلندی پر

نشنوند آں سرِّ لوحِ غیب داں
غیب کے جاننے والے کی لوح کے راز کو نہیں سنتے ہیں

آں محمدؐ خفتہ و تکیہ نموہ
محمدؐ سوئے ہوئے، اور تکیہ لگائے ہوئے ہیں

آمدہ سرّ گردِ او گرداں شدہ
راز آیا (اور) اُس نے اُن کے گرد چکر لگائے

آں خورد حلوا کہ روزیش ست باز
حلوا وہ کھاتا ہے جس کی روزی کشادہ ہو

آں نہ کانگشتانِ او باشد دراز
نہ کہ وہ جس کی انگلیاں لمبی ہوں

نجمِ ثاقب گشتہ حارسِ دیوراں
ٹوٹنے والا ستارہ نگہبان اور شیطان کو بھگانے والا

کہ بہل دزدی ز احمدؐ سرّ ستاں
کہ چوری چھوڑ، احمدؐ سے راز حاصل کر

اے دویدہ سوئے دکاں از پگاہ
اے صبح سے دکان کی جانب دوڑے ہوئے!

ہیں بمسجد رَو بجو رزقِ از اِلٰہ
خبردار! مسجد میں جا، اللہ سے روزی مانگ

فہم کردنِ رسول علیہ السّلام ضمیرِ آں اسیراں را

آنحضور علیہ السّلام کا اُن قیدیوں کے دل کی بات سمجھ جانا

پس رسولؐ آں گفتشاں را فہم کرد
پس رسولؐ اُن کی وہ گفتگو سمجھ گئے

گفت آں خندہ نبُودم از نبرد
فرمایا وہ میرا ہنسنا، جنگ کے معاملہ میں نہ تھا

مُردہ اند ایشاں و پوسیدہ فنا
وہ مُردہ ہیں، اور فنا سے گلے ہوئے ہیں

مُردہ کشتن نیست مردی پیشِ ما
مُردے کو مارنا ہمارے نزدیک بہادری نہیں ہے

خود کیند ایشاں کہ مہ گردد دو نیم
وہ کیا ہیں، بلکہ چاند پھٹ جاتا ہے

چونکہ من پا بفشرم اندر مصاف
جب میں میدانِ جنگ میں قدم جمالوں

آنگہے کازاد بُودید و مکیں
جس وقت کہ تم آزاد اور مقیم تھے

من شمارا بستہ می دیدم چنیں
میں تمہیں ایسا ہی بندھا ہوا دیکھ رہا تھا

لہ آگاہ - آنحضورؐ نے اُن کی پوشیدہ باتیں سُن لیں اس لئے کہ آپ کے کان اِس جہان کے کان نہ تھے بلکہ وہ خدائی کان تھے جن کے لئے آہستہ بات اور بلند آواز کی بات یکساں ہے۔ بوئے۔ جن لوگوں کو قربِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے وہ صفاتِ حق سے متصف ہو جاتے ہیں حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو اُس محافظ کو نہ پہنچی جو قمیص لے جا رہا تھا باوجود دور ہونے کے حضرت یعقوبؑ کو پہنچ گئی۔ آں شیاطین لوحِ محفوظ کے اسرار شیاطین آسمانوں پر پہنچ کر بھی نہیں سُن پاتے ہیں آنحضورؐ اپنی جگہ رہتے ہوئے سُن لیتے تھے۔

لہ آں خورد یعنی حلاوت درازی سے نہیں ملتا ہے مقدر سے ملتا ہے یہی حال اسرارِ خداوندی کا ہے۔ نجم ثاقب۔ جب شیاطین آسمانی راز معلوم کرنے کیلئے آسمان پر چڑھتے ہیں تو ستارے اُن پر ٹوٹتے ہیں اور وہ اُن کو بھگا دیتے ہیں۔ از احمدؐ اسرارِ خداوندی حضورؐ سے حاصل کرو۔ اے دویدہ۔ روزی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے دکان نہیں ہے لہٰذا اُس سے روزی مانگو۔

لہ فہم کرد یعنی آنحضورؐ کو بطور وحی کے اُن کی گفتگو کا علم ہو گیا۔ نبرد یعنی میں جنگ کے معاملہ میں نہیں مسکرا رہا تھا۔ مُردہ۔ یعنی یہ کفار درحقیقت مُردہ ہیں اور مُردے کو مارنا کونسی بہادری ہے

اے بنازیدہ بملک و خانداں
اے وہ جو سلطنت اور خاندان پر نازاں ہیں
نزدِ عاقل اشترے بر نردباں
(یہ) عقلمند کے نزدیک سیڑھی پر اونٹ ہے

نقشِ تن را تا فتاد از بام طشت
جب سے جسم کا طشت بام سے گرا ہے
پیشِ چشمم کُلِّ آتِ آت گشت
ہر آنے والی بات میری آنکھ کے سامنے آگئی ہے

بنگرم در غورہ می بینم عیاں
میں انگور کا کچا خوشہ دیکھتا ہوں تو شراب دیکھ لیتا ہوں
بنگرم در نیست شی بینم عیاں
میں عدم میں نظر کرتا ہوں تو وجود دیکھ لیتا ہوں

بنگرم سِرِ عالمے بینم نہاں
میں عالم غیب کو دیکھتا ہوں تو ایک پوشیدہ جہان دیکھ لیتا ہوں
آدمؑ و حواؑ نرستہ از جہاں
جبکہ آدمؑ اور حواؑ دنیا میں نہ پیدا ہوئے تھے

من شمار او وقتِ ذراتِ الست
میں نے تمہیں، الست کی چیونٹیوں کے وقت
دیدہ ام پابستہ و منکوس و پست
پابزنجیر، اور اوندھا اور ذلیل دیکھا ہے

از حدوثِ آسمانِ بے عمد
بے ستون کے آسمان کے پیدا ہونے کے بارے میں
آنچہ دانستہ بدم افزوں نشد
جو کچھ میں جان چکا تھا اس سے نہ بڑھا

من شمار اسرنگوں می دیدہ ام
میں نے تمہیں اوندھا دیکھا ہے
پیش ازاں کز آب و گل بالیدہ ام
اس سے پہلے کہ میں نے آب و گل سے پرورش پائی ہے

تو ندیدم تا کنم شادی بداں
میں نے نئی بات نہیں دیکھی کہ اس پر خوشی مناؤں
ایں ہمی دیدم دراں اقبالِ تاں
یہ تو میں تمہارے مقدر میں دیکھ رہا تھا

بستہ قہرِ خفی وانگہ چہ قہر
مخفی قہر میں بندھے ہوئے پھر قہر بھی کیسا؟
قند می خوردید در وے درج زہر
تم شکر کھا رہے تھے اور اس میں زہر داخل تھا

ایں چنیں قندے پُر از زہر ار عدو
اگر دشمن زہر سے بھری ہوئی ایسی شکر
خوش بنوشد چیست حسد آید برو
خوشی سے کھائے تو اس پر کیا حسد ہو سکتا ہے؟

با نشاط آں زہر می کردید نوش
تم خوشی سے وہ زہر پی رہے تھے
مرگِ تاں خفیہ گرفتہ ہر دو گوش
تمہاری موت نے مخفی طور پر دونوں کان بند کر دیئے

من نمی کردم غزا از بہرِ آں
میں اس لئے جہاد نہیں کرتا ہوں
تا ظفر یابم فرو گیرم جہاں
کہ فتحمند ہوں دنیا پر قبضہ کروں

کایں جہاں جیفہ است و مردار رخیص
یہ دنیا مردار ہے، اور سستا مردار
بر چنیں مردار چوں باشم حریص
ایسے مردار پر میں کیسے لالچی بن سکتا ہوں؟

ل اے۔ خاندان اور سلطنت پر ناز کرنا ایسا ہی ناپائیدار ہے جس طرح کہ اونٹ کا سیڑھی پر رکھنا۔ نقشِ تن جب کہ میں جسم کی مادیت سے آزاد ہو گیا ہوں ہر آنے والے واقعہ کو اسطرح دیکھ لیتا ہوں جیسے کہ وہ میرے سامنے ہے۔ بنگرم۔ انگور سے بننے والی شراب کو میں کے کچے خوشہ میں دیکھ لیتا ہوں۔ کسی چیز کے معدوم ہونے کی حالت میں اسکے وجود کو دیکھ لیتا ہوں۔

ل۲ بنگرم۔ پہلے اشعار میں آنے والی باتوں کے بارے میں علم کی وسعت کا بیان تھا اس شعر میں گزشتہ واقعات پر علم کی وسعت کا بیان ہے یعنی ازلی واقعات پر بھی میرا علم محیط ہے من شمارا۔ ازل میں جبکہ حضرت آدمؑ کی پشت سے انکی اولاد کو چیونٹیوں کی شکل میں نکالکر ان سے عہدِ الست لیا گیا تھا میں نے اسوقت تمہیں اوندھا دیکھ لیا تھا۔ از حدوث۔ آسمانوں کے بارے میں جو علم مجھے ازل میں حاصل ہوا تھا کائنات کے وجود کے بعد اسمیں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ من شمارا۔ میں نے اپنے عالمِ ناسوت میں آنے سے قبل ہی تمہیں اوندھا دیکھا تھا۔ تو ندیدم۔ تمہاری شکست میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے جس پر میں خوش ہوں۔

ل۳ بستہ۔ میں نے ازل ہی میں تمہیں قہرِ الٰہی میں مبتلا دیکھا تھا اور قہر بھی ایسا جسکو تم قہر نہ سمجھے ہو۔ ایں چنیں۔ اگر کسی کا دشمن وہ شکر کھائے جس میں زہر ہو تو پھر حسد کا کوئی موقع نہیں ہے۔ مرگ۔ تمہاری روحانی موت نے تمہارے کان بہرے کر دیئے ہیں۔ من نمی کردم۔ میرا جہاد ملک گیری کیلئے

سگ[۱] نیم تا پرچمِ مُردہ کَنم · عیسیم آیم کہ تا زندش کنم

میں کتا نہیں ہوں کہ مردار کی دم کے بال نوچوں · میں عیسیٰ ہوں (اس لئے) آیا ہوں تاکہ اس کو زندہ کروں

زاں ہمی کردم صفوفِ جنگ چاک · تا رہانم مر شمارا از ہلاک

میں نے جنگ کی صفوں کو اس لئے چاک کیا ہے · تاکہ تمہیں ہلاکت سے رہائی دوں

زاں نمی بُرّم گلوہائے بَشَر · تا مرا باشد کر و فر و حَشَر

میں انسانوں کے گلے اس لئے نہیں کاٹتا ہوں · کہ میرے لئے شان وشوکت اور اجتماع ہو

زاں ہمی بُرّم گلوئے چند تا · زاں گلوہا عالَمے یابد رہا

میں چند انسانوں کا گلا اس لئے کاٹتا ہوں تاکہ · ان گلوں سے دنیا نجات پا جائے

گر شما[۲] پروانہ وار از جہلِ خویش · پیشِ آتش می کُنید ایں حملہ کیش

اگر تم نے اپنی نادانی سے پروانوں کی طرح · آگ پر اس حملے کو مذہب بنا لیا ہے

من ہمی رانم شمارا ہمچو مست · از دراُفتادن در آتش با دو دست

میں مست کی طرح تمہیں ہٹاتا ہوں · دونوں ہاتھوں سے آگ میں گرنے سے

آنکہ خود را فتحہا پنداشتید · تخمِ منحوسیِ خود می کاشتید

جس کو تم نے اپنی فتوحات سمجھا · تم نے اپنی نحوست کا بیج بویا ہے

یکدگر را جدِّ جد می خواندید · سوئے اژدرہا فرس می راندید

تم ایک دوسرے کو بڑے امراء بلاتے تھے · اژدھوں کی جانب گھوڑا دوڑاتے تھے

قہر[۳] می کردید و اندر عینِ قہر · خود شما مقہورِ قہرِ شیرِ دہر

تم ظلم کرتے تھے، اور عین ظلم میں · تم خود زمانے کے شیر کے غلبے سے مغلوب ہو گئے

بیانِ آنکہ طاغی در عینِ قاہری مقہور ست و در عینِ منصوری ماسور

اس کا بیان کہ سرکش عین غلبہ میں مغلوب ہے، اور عین فتحمندی میں قیدی ہے

دُزد قہرِ خواجہ کرد و زر کشید · او دراں مشغول خود والی رسید

چور نے خواجہ کو مغلوب کیا اور سونا اکٹھا کیا · وہ اس میں مشغول تھا کہ خود حاکم آگیا

گر ز خواجہ آں زماں بگریختے · کے بَرو والی حَشَر انگیختے

اگر وہ اس وقت خواجہ کے پاس سے بھاگ جاتا · تو حاکم، اس پر کب قیامت برپا کرتا؟

[۱] سگ نیم۔ کتا مردار کھاتا ہے۔ پرچم، دم کے بال۔ عیسیٰ ہوں میرا کام لوگوں کو حیات ابدی عطا کرنا ہے۔ زاں ہمی۔ میرا جنگ کرنا بھی عالم سے فساد کو دفع کرنے کیلئے ہے۔ ستلزاً۔ میں اپنی شان وشوکت کے لئے جہاد نہیں کرتا ہوں۔ گلوئے چند۔ مفسدین کو ختم کرکے عالم میں امن پیدا کرنا چاہتا ہوں۔

[۲] گر شما۔ حدیث شریف ہے۔ مَثَلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي تَقَعُ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا وَجَعَلَ يَحْجُزُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ فَيَقْتَحِمْنَ فِيهَا فَأَنَا آخُذُ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَأَنْتُمْ تَقْتَحِمُونَ فِيهَا یعنی میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی پس جب آگ نے اپنا ماحول روشن کردیا تو پروانوں اور ان جانوروں نے جو آگ میں گرتے ہیں انہیں گرنا شروع کردیا اور آگ روشن کرنے والے نے ان کو روکنا شروع کردیا اور وہ اس پر غالب آتے ہیں پھر آگ میں جا گرتے ہیں پس میں تمہاری کمر پکڑتا ہوں کہ تم کو آگ سے بچاؤں اور تم اس میں گھسے پڑتے ہو۔ آنکہ جس کو تم اپنی فتح سمجھتے ہو۔ یہی تمہاری نحوست ہے تم ایک دوسرے کو اژدھے کے منہ میں جانے کی دعوت دیتے ہو۔

[۳] قہر می کردید۔ یعنی تمہارا ظلم خود اپنے اوپر ظلم تھا اور تم خود اس سے مغلوب ہو۔ بیان۔ اس مثال سے یہ سمجھایا ہے کہ چور خواجہ کو مغلوب کر رہا تھا اور اس میں خود اس کی مغلوبیت تھی۔ ماسور، قیدی۔ والی، یعنی حاکم اس سے ملنے آگیا۔ بگریختے۔ اگر وہ چور خواجہ کو چھوڑ کر بھاگ جاتا تو حاکم کی سزا سے بچ جاتا اور مغلوب نہ ہوتا۔

قاہریِ دزد مقہوریش بود — زانکہ قہرِ او سرِ او را ربود

چور کا غلبہ اُس کی مغلوبیت تھی — اِس لئے کہ اُس کے غلبہ نے اُس کا سر اڑایا

غالبی بر خواجہ دامِ او شود — تا رسد والی و بستاند قود

خواجہ پر غلبہ اُس کا جال بن جاتا ہے — حتیٰ کہ حاکم آ پہنچے اور قصاص لے لے

اے کہ تو بر خلق چیرہ گشتہ — در نبرد و غالبی آغشتہ

اے وہ کہ تو مخلوق پر غالب آگیا ہے! — جنگ اور غلبے میں ڈوبا ہوا ہے

آں بقاصد منہزم کردستشاں — تا ترا در حلقہ می آرد کشاں

اُس نے قصداً ان کو پسپا کیا ہے — تاکہ تجھے حلقے میں کھینچ لائے

ہیں عناں درکش پئے ایں منہزم — در مراں تا تو نگردی منخزم

اِس پسپا کا پیچھا کرنے سے باگ تھام — نہ چلا تاکہ تو نکیل شدہ نہ بن جائے

چوں کشانندت بدیں شیوہ بدام — حملہ بینی بعد ازاں اندر زحام

جب تجھے اس طریقہ پر جال میں کھینچ لائیں گے — اس کے بعد مجمع میں (تو اپنے اوپر) حملہ دیکھیگا

عقل ازیں غالب شدن کے گشت شاد — چوں دریں غالب شدن دید او فساد

اس غالب آنے سے عقل کب خوش ہوتی ہے؟ — جبکہ اس غالب آنے میں اس نے تباہی دیکھی ہے

تیز چشم آمد خرد بینائے پیش — کہ خدایش سرمہ کرد از کحلِ خویش

پیش بین عقل تیز آنکھوں والی ہے — کیونکہ خدا نے اپنے سرمے سے اُسکے سرمہ لگایا ہے

گفت پیغمبر کہ ہستند از فنوں — اہلِ جنت در خصومتہا زبوں

پیغمبرؐ نے فرمایا بحثوں کی وجہ سے ہیں — جنتی جھگڑوں میں مغلوب

از کمالِ حزم و سوءِ ظنِ خویش — نے ز نقص و بددلی و ضعفِ کیش

پوری ہوشیاری اور اپنے ساتھ بدگمانی کی وجہ سے — نہ (عقل) نقصان اور بزدلی اور مذہب کی کمزوری کی وجہ سے

در فرہ دادن شنیدہ در کموں — حکمتِ لولا رجالٌ مؤمنون

غلبہ دینے (کے بارے) میں در پردہ سنے ہوئے تھے — لولا رجالٌ مؤمنون کی حکمت

ل۱ قاہری۔ چور کا خواجہ پر غالب آنا ہی اُس کی مغلوبیت کا سبب بن گیا۔ سر او۔ چور نے خواجہ کو قتل کیا تھا اُس کے بدلے میں حاکم نے اُس کو قتل کرا دیا۔ قود۔ قصاص جان کے بدلے میں جان لینا۔ اے کہ۔ اللہ تعالیٰ قصداً کفار کو غلبہ عطا فرما دیتا ہے تاکہ وہ غلبہ کے غرور میں مبتلا ہو کر جال میں آ پھنسیں۔ چیرہ۔ غلبہ۔ قاصد۔ یعنی قصداً۔ منہزم۔ پسپا۔

ل۲ ہیں۔ جبکہ غلبہ کا غرور تباہی کا سبب بنتا ہے تو اُس غرور میں مبتلا ہو کر پسپا کا پیچھا نہ کرنا چاہیئے۔ منخزم۔ سرنگوں، نکیل پڑا۔ جب غلبہ کا دھوکہ دیکر تجھے میدان میں لے آئینگے تو پھر تجھ پر سخت حملہ ہوگا۔ عقل۔ ایسا غلبہ خوشی کا سبب نہیں ہے۔ کحل۔ سرمہ۔ فنوں۔ ہنرمندیاں۔ زبوں۔ حدیث شریف ہے۔ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ کُلُّ ضَعِیْفٍ مُّتَضَعِّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ یعنی کیا تمہیں جنتیوں کا پتہ نہ بتادوں ہر وہ کمزور جس نے کمزوری اختیار کی ہو وہ اللہ کے بھروسے قسم کھائے تو اللہ اسکی قسم ضرور پوری کردیگا۔

ل۳ از کمال۔ اہلِ جنت کی کمزوری کمال ہوشیاری اور اپنے اعمال سے بدظنی کی بناء پر ہوتی ہے۔ نے۔ کمزوری کبھی عقل کی کمی سے آتی ہے کبھی بزدلی کیوجہ سے کبھی مذہب پر یقین نہ ہونیسے اہلِ جنت کی کمزوری اِن وجوہ سے نہیں ہے۔ در فرہ۔ حدیبیہ کے موقع پر مومنوں کی ظاہری مغلوبیت اور کفار مکہ کے غلبہ کی حکمت قرآن پاک میں بیان فرمائی گئی ہے۔ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِّيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا (اور اگر بہت سے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن سے تم واقف نہ تھے اور تم ان کو پامال کر ڈالتے اور تم کو ان کی طرف سے نقصان پہنچ جاتا تو ابھی معاملہ یکسو کر دیا جاتا مگر خدا نے صلح حدیبیہ کے وقت اس حکمت کے لئے لڑائی نہ ہونے دی کہ خدا اس وجہ میں جسکو چاہے اپنی رحمت (اسلام) میں داخل کرے اگر مکہ کے رہنے والے مسلمان کہیں کو ٹل گئے ہوتے تو ہم ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا سخت دردناک عذاب کی سزا دیتے۔ کو تی۔ پڑے جھگڑے کی جگہ

دستِ کوتاہی ز کُفّارِ لعین — **فرض شد بہرِ خلاصِ مومنین**[1]

ملعون کفّار سے ہاتھ روکنا — مومنوں کی خلاصی کے لئے فرض ہوا

قصّۂ عہدِ حدیبیہ بخواں — **کَفَّ اَیْدِیَکُمْ تمامت زاں بداں**

حدیبیہ کی صلح کا قصہ پڑھو — اُس نے تمہارے ہاتھوں کو روکا، پورا اسی سے سمجھ

نیز اندر غالبی ہم خویش را[2] — **دید اُو مغلوبِ دامِ کبریا**

غلبے میں بھی اپنے آپ کو — اُس نے اللہ کے جال میں مغلوب سمجھا

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ آمد خطاب — **گُم شد اُو وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب**

"تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا" خطاب آیا — تو وہ فنا ہو گیا، اور اللہ درستگی کو زیادہ جانتا ہے

زاں نمی خندم من از زنجیرتاں — **کہ بگردم ناگہاں شبگیرتاں**

میں تمہاری زنجیر سے اس لئے نہیں ہنستا ہوں — کہ میں نے تمہیں اچانک رات میں گرفتار کر لیا

زاں ہمی خندم کہ با زنجیر و غل — **می کشمتاں سوئے سروستان و گل**

میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ زنجیر اور طوق کے ساتھ — میں تمہیں لے جا رہا ہوں، سرو اور گل کے باغیچہ میں

اے عجب کز آتشِ بے زینہار — **بستہ می آریمتاں تا سبزہ زار**

کس قدر عجیب بات ہے کہ بے پناہ آگ سے — تم کو سبزہ زار کی طرف باندھ کر لا رہا ہوں

از سوئے دوزخ بزنجیرِ گراں — **می کشمتاں تا بہشتِ جاوداں**

بھاری زنجیر کے ساتھ دوزخ سے — ابدی جنت کی طرف میں تمہیں کھینچ رہا ہوں

ہر مقلّد را دریں رہ نیک و بد[3] — **ہمچناں بستہ بحضرت می کشد**

ہر مقلّد کو اس راستہ میں اچھائی سے یا بُرائی سے — اسی طرح باندھ کر دربار میں کھینچتا ہے

جملہ در زنجیرِ بیم و ابتلا — **می روند ایں رہ بغیرِ اولیا**

سب، خوف اور آزمائش کی زنجیر میں — اولیاء کے علاوہ اس راستہ پر چلتے ہیں

می کشند ایں راہ را بیگار وار — **جز کسانے واقف از اسرارِ کار**

اس راستہ پر جبری طریقہ پر کھنچتے ہیں — سوائے اُن کے جو کام کے بھیدوں کے واقف ہیں

جہد کُن تا نورِ تو رخشاں شود — **تا سلوک و خدمتت آساں شود**

مجاہدہ کر تاکہ تیری روشنی چمک اُٹھے — تاکہ تیرے لئے چلنا اور حضوری آسان ہو جائے۔

[1] خلاص۔ یعنی ان مومنوں کے بچاؤ کے لئے جو مکہ میں مقیم تھے۔ کَفَّ۔ حدیبیہ کے بارے میں قرآن پاک میں ہے وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا۔ یعنی وہ خدا ہی تو ہے جس نے تمہیں کافروں پر فتح دی پھر اُن کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تمہارے ہاتھوں کو اُن سے روک دیا اور اُس وقت جو کچھ تم کرتے تھے اللہ سب دیکھتا تھا۔

[2] نیز اندر۔ غلبہ کے وقت بھی آنحضورؐ اپنے آپ کو عاجز سمجھتے تھے اور غلبہ محض تائید خداوندی سے جانتے تھے۔ مَا رَمَیْتَ۔ جنگ بدر میں جبکہ آنحضورؐ نے ایک مٹھی مٹی پھینکی اور اُس سے کفّار مغلوب ہوگئے تو اُس کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ۔ یعنی جبکہ تم نے مٹی پھینکی تو تم نے نہیں پھینکی اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔ زاں۔ میری ہنسی اس وجہ سے نہ تھی کہ تم پابہ زنجیر تھے۔ بخندم۔ میں تو اس لئے ہنسا تھا کہ میں تمہیں قید کر کے جنت کی طرف لے جا رہا تھا۔ اے عجب۔ اس پر تعجب کر رہا تھا کہ باوجود دشمنی کے تمہیں آگ سے بچا کر جنت کے سبزہ زار میں لے جا رہا ہوں۔

[3] ہر مقلّد۔ جب تو فیق شاملِ حال ہوتی ہے تو وہ انسان کو بخوشی یا جبراً راہِ راست پر لے آتی ہے۔ جملہ۔ عام انسان خوف اور ڈر سے راہِ ہدایت پر چلتے ہیں، اولیاء اللہ اپنی خوشی اور بصیرت سے راہِ راست پر چلتے ہیں۔ بیگار وار یعنی جبراً۔ واقف یعنی جن کو بصیرتِ قلبی اور نورِ باطنی حاصل ہو گیا ہے۔ جہد کن۔ انسان مجاہدہ کرے تو اس کو نورِ باطنی حاصل ہو جاتا ہے جس سے راہِ ہدایت اس کے لئے آسان ہو جاتی ہے۔

کودکاں[1] را می بری مکتب بزور
تو بچوں کو مکتب میں جبراً لے جاتا ہے
زانکہ ہستند از فوائد چشم کور
اس لئے کہ وہ فائدوں سے اندھے ہیں

چوں شود واقف بمکتب می دود
جب وہ جان جاتا ہے مکتب میں دوڑا جاتا ہو
جانش از رفتن شگفتہ می شود
اس کی روح جانے سے کھلتی ہے

می رود کودک بمکتب پیچ پیچ
بچہ مکتب میں پیچ و تاب سے جاتا ہے
چوں ندید از مزد کارِ خویش ہیچ
کیونکہ اس نے اپنے کام کا کوئی معاوضہ نہیں دیکھا ہے

چوں کند در کیسہ دانگے دست مزد
جب ایک دانگ مزدوری تھیلی میں ڈال لیتا ہے
آنگہے بیخواب گردد شب چو دزد
تب چور کی طرح رات کو جاگتا ہے

جہد کن تا مزدِ طاعت در رسد
کوشش کر تاکہ بندگی کی مزدوری مل جائے
بر مطیعاں آنگہت آید حسد
تب تجھے فرمانبرداروں پر حسد ہوگا

اِئْتِیَا کَرْھًا مقلد گشتہ را
مقلدوں کے لئے "تم دونوں جبراً آؤ" ہے
اِئْتِیَا طَوْعًا صفا بسرشتہ را
خلوص کی سرشت والوں کیلئے تم دونوں خوشی سے آؤ ہے

ایں محب حق ز بہر[2] علتے
یہ خدا کا دوست، کسی غرض سے ہے
واں دگر را بے غرض خود خلتے
اس دوسرے کی خود بے غرض دوستی ہے

ایں محب دایہ لیک از بہر شیر
یہ انّا کا عاشق ہے لیکن دودھ کی خاطر
واں دگر دل دادہ بہرِ ایں ستیر
وہ دوسرا اس پردہ نشین کا دلدادہ ہے

طفل را از حسنِ او آگاہ نے
بچے کو اس کے حسن سے واقفیت نہیں ہے
غیرِ شیر او را از و دلخواہ نے
اس کے دودھ کے علاوہ اسکو کچھ مرغوب نہیں ہے

واں دگر خود عاشقِ دایہ بود
دوسرا خود انّا کا عاشق ہوتا ہے
بے غرض در عشق یک رایہ بود
بلا کسی غرض کے عشق میں ایک رائے والا ہوتا ہے

پس[3] محب حق با مید و ترس
لالچ اور ڈر سے، اللہ کا دوست
دفترِ تقلید می خواند بدرس
تقلید کی کتاب کو درس کے ساتھ پڑھ رہا ہے

واں محب حق ز بہرِ حق کجاست
وہ اللہ کے لئے، اللہ کا دوست کہاں ہے؟
کہ ز اغراض و ز علتہا جداست
جو غرضوں اور علتوں سے جدا ہے

گر چنین و گر چناں چوں طالب است
خواہ ایسا ہے خواہ ویسا ہے، جبکہ وہ طلبگار ہے
جذب حق او را سوئے حق جاذب است
اللہ (تعالیٰ) کی کشش اسکو اللہ کی جانب کھینچنے والی ہے

---

[1] کودکاں۔ مقلد بچوں کی طرح ہیں جن کو اپنے عمل کی مزدوری نظر نہیں آتی ہے۔ چوں شود۔ بچے کو جب مکتب جانے پر انعام ملے تو مکتب کے جانے کی خوشی میں اس کی رات کی نیند اڑ جاتی ہے۔ تم کو اگر عمل کا ثواب آنکھوں سے نظر آنے لگے تو پھر عبادت گذاروں کو دیکھ کر رشک کرنے لگتا ہے۔ ائتیا۔ مقلد کی اطاعت جبری ہے اہل صفا کی اطاعت دل وجان سے ہے۔

[2] ز بہر علتے۔ مقلد کی عبادت اپنی غرض پر مبنی ہوتی ہے۔ واں دگر اہل اللہ کی عبادت محض عشق کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ ایں محب۔ عام انسان کی مثال اس بچے کی سی ہے جو انّا سے دودھ کے لالچ میں محبت کرتا ہے۔ واں دگر۔ بالغ مرد عورت سے عشق کی بنا پر گرویدہ ہوتا ہے یہ اہل اللہ کی مثال ہے۔

[3] پس۔ جو لوگ جنت کے لالچ یا دوزخ کے ڈر سے اللہ کے عاشق ہیں وہ تقلیدی سبق پڑھ رہے ہیں۔ واں۔ ایسے عاشق جو محض ذات کی وجہ سے اللہ کے عاشق ہوں اور ان کے عشق میں کوئی غرض نہ ہو بہت نادر ہیں۔ گر چنیں۔ عاشق خواہ مقلد ہو یا منور دل والا، اللہ ہی کی کشش اس کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔

گر محبِّ حق بُوَد لِغَیرِہٖ — **کے یَنالُ دائِمًا مِن خَیرِہٖ**

خواہ ماسوٰی (اللہ) کے لئے اللہ کا دوست ہے — تاکہ ہمیشہ اُس کی خیر حاصل کرے

یا محبِّ حق بُوَد لِعَینِہٖ — **لا سِواہُ خائِفًا مِن بَینِہٖ**

یا اُس کی ذات کی وجہ سے اس کا دوست ہے — وہ اُس کے سوٰی سے نہیں اسکے فراق سے ڈرتا ہے

ہر دو را ایں جستجوہا زاں سَرست — **ایں گرفتاری دل زاں دلبرست**

دونوں کی جستجوئیں اُسی کی جانب سے ہیں — یہ دل کی مجبوری اُسکی دلبری کی جانب سے ہے

جذبِ معشوق عاشق را مِن حَیثُ لا یَعلَمُہُ العاشِقُ وَلا یَرجُوہُ

معشوق کا عاشق کو جذب کرنا اِس طریقہ پر کہ عاشق نہ اُس کو جانتا ہے اور نہ اُس کی امید رکھتا ہے

وَلا یَخطُرُ بِبالِہٖ وَلا یَظہَرُ مِن ذٰلِکَ الجَذبِ اَثَرٌ فِی العاشِقِ

اور نہ اُس کے دل میں آتا ہے اور اِس کشش کا اثر عاشق میں کچھ ظاہر نہیں ہوتا ہے

اِلَّا الخَوفُ المَمزُوجُ بِالیَاسِ مَعَ دَوامِ الطَّلَبِ

سوائے خوف سے ملی ہوئی مایوسی کے مع طلب کی ہمیشگی کے

آمدیم اینجا کہ در صدرِ جہاں — **گر نبودے جذبِ آں عاشق نہاں**

ہم یہاں آگئے کہ صدرِ جہاں میں — اگر اُس عاشق کی پوشیدہ کشش ہوتی

ناشکیبا کے بُدے اُو از فراق — **کے دواں باز آمدے سوئے وثاق**

وہ جدائی سے بے صبر کب ہوتا؟ — وہ قید کی جانب کب بھاگا آتا؟

میلِ معشوقاں نہانست و ستیر — **میلِ عاشق با دو صد طبل و نفیر**

معشوقوں کا میلان پوشیدہ اور چھپا ہوا ہے — عاشق کا میلان دو سو نقاروں اور نفیریوں کیساتھ ہے

یک حکایت ہست اینجا ز اعتبار — **لیک عاجز شد بخاری زانتظار**

عبرت کے لئے یہاں ایک قصہ ہے — لیکن بخاری انتظار میں عاجز آگیا ہے

ترکِ آں کردیم کو در جستجوست — **تا کہ پیش از مرگ بیند روئے دوست**

ہم نے وہ چھوڑ دیا کیونکہ وہ تلاش میں ہے — تاکہ مرنے سے پہلے محبوب کا چہرہ دیکھ لے

تا رہد از مرگ و یابد اُو نجات — **زانکہ دیدِ دوست ہست آبِ حیات**

تاکہ وہ موت سے چھٹکارا پالے اور نجات حاصل کرلے — کیونکہ دوست کا دیدار آبِ حیات ہے

ہر کہ دیدِ اُو نباشد دفعِ مرگ — **دوست نبود کہ نہ میوش ست نہ برگ**

جس کا دیدار موت کا دفعیہ نہ ہو — وہ دوست نہ ہوگا کیونکہ نہ اُسپر پھل ہیں نہ پتے

لہ گر۔ خواہ وہ عشق میں متعلق ہے اور اسکی جنت کا امیدوار بنکر اُس کا عاشق بنا ہے خواہ اُس کی ذات کا عاشق ہے اور وہ صرف ہجر سے ڈرتا ہے اور صرف وصال کا طالب ہے دونوں کی طلب منجانب اللہ ہے اور دونوں کا عشق خدا کا پیدا کردہ ہے۔

کہ جذب معشوق۔ معشوق کی کشش ایسی ہوتی ہے کہ عاشق کو وہ محسوس نہیں ہوتی ہے اور عاشق میں اُس کا کوئی نشان نہیں ہوتا ہے۔ آمدیم جبکہ معشوق عاشق کی کشش کرتا ہے تو اب سفر اُس بخاری کے لئے اگر صدرِ جہاں معشوق کی طرف سے کشش نہ ہوتی تو وہ بخاری عاشق کیسے سزا کی طرف کھنچتا۔

سہ میلِ معشوقاں۔ میلان دونوں طرف ہوتا ہے لیکن معشوق کا پوشیدہ میلان ہوتا ہے اور عاشق کا کھلم کھلا ہوتا ہے۔ یک حکایت۔ اِس موقع پر میں ایک اور قصہ سنانا چاہتا تھا لیکن بخاری عاشق کو کب تک منتظر رکھوں اُس کی خواہش ہے کہ موت سے پہلے معشوق کا چہرہ دیکھ لے۔ تا رہد معشوق کا دیدار آبِ حیات ہے اُس کے بعد موت نہیں آسکتی۔ ہر کہ۔ جس معشوق کا دیدار موت کا دافع نہ ہو وہ دراصل معشوق ہی نہیں ہے۔

کارِ آں کارست اے مشتاقِ مست [١] — کاندراں کار ار رسد مرگت خوش ست
اے مست مشتاق! کام تو دراصل وہ ہے — کہ اُس کام میں اگر تجھے موت آجائے تو بہتر ہو

شُد نشانِ صدقِ ایماں اے جواں — آنکہ آید خوش ترا مرگ اندراں
اے جوان! ایمان کی سچائی کی علامت ہے — کہ تجھے اُس میں مرجانا اچھا لگے

گر نشد ایمانِ تو اے جاں چنیں — نیست کامل رَو بجو اکمالِ دیں
اے جان! اگر تیرا ایمان ایسا نہیں ہے — تو وہ کامل نہیں ہے، جا ایمان کی تکمیل چاہ

ہر کہ اندر کارِ تو شُد مرگِ دوست — بَر دلِ تو بے کراہت دوست اُوست
جس دوست کی موت تیرے کام میں ہو — کسی ناگواری کے بغیر وہ تیرا دوست ہے

چوں کراہت رفت [٢] آں خود مرگ نیست — صورتِ مرگ ست و نقلاں کردنیست
جب ناگواری ختم ہوگئی تو وہ موت ہی نہیں ہے — بظاہر موت ہے اور (حقیقتاً) منتقل ہونا ہے

چوں کراہت رفت مُردن نفع شُد — پس دُرست آمد کہ مُردن دفع شُد
جب ناگواری جاتی رہی موت مفید ہوئی — تو ثابت ہوگیا، کہ موت دفع ہوگئی

دوستِ حق ست و کسے کِش گفت اُو — کہ توئی آنِ من و من آنِ تو
دوست اللہ ہے اور وہ جسکو اللہ نے کہدیا — کہ تو میرا ہے، اور میں تیرا ہوں

گوش دار اکنوں کہ عاشق میرسد — بستہ عشق اُورا بحبلٍ مِّن مَّسَد
اب سُن، کہ عاشق پہنچتا ہے — عشق نے اسکو مونج کی رسّی سے باندھا ہے

رسیدنِ بخاری عاشق در بندگیِ صدرِ جہاں

عاشق بخاری کا صدرِ جہاں کی خدمت میں پہنچنا

چوں بدید اُو [٣] چہرہ صدرِ جہاں — گوئیا پرّید شُش از تن مرغِ جاں
جب اُس نے صدرِ جہاں کا چہرہ دیکھا — گویا اُس کے جسم سے مُرغِ جاں پرواز کرگیا

ہمچو چوبِ خشک اُفتاد آں تنش — سرد شُد از فرقِ سر تا ناخنش
اُس کا جسم خشک لکڑی کی طرح گر پڑا — سَر کی مانگ سے اُسکے ناخن تک ٹھنڈے پڑگئے

ہر چہ کردند از بخور و از گلاب — نے بجنبید و نے آمد در خطاب
انھوں نے جو کچھ بھی دھونی اور گلاب کیا — وہ نہ حرکت میں آیا نہ بولا

کارناید در بخارا ہر بخور — جُز کہ بوئے آں شہِ با فرّ و نور
بخارا میں کوئی دھونی کارآمد نہ ہوگی — اِس پُرشوکت اور منوّر شاہ کی خوشبو کے

علاوہ

---

[١] کار۔ عشق کا صحیح کام تو یہی ہے کہ اُس میں موت آجائے۔ شُد۔ صحیح ایمان کی علامت یہی ہے کہ اُس پر جان قربان کرنا اچھا معلوم ہو۔ گر نشد۔ اگر ایمان میں یہ کیفیت نہیں ہے تو وہ ناقص ایمان ہے اُس کی تکمیل کرنی چاہیئے ہر کہ۔ تم اپنا صحیح دوست اُسی کو سمجھو کہ جو تمہارے لئے جان دیدے۔

[٢] چوں کراہت۔ جبکہ وصال کے شوق میں مرنا آسان ہوجائے تو پھر وہ موت موت ہی نہیں ہے محض ایک نقلِ مکانی ہے۔ مُردن دفع شُد۔ موت تو ایک ناگوار چیز ہے۔ جب ناگواری ختم ہوگئی تو موت، موت نہ رہی۔ دوست۔ صحیح معنی میں تو دوست اللہ تعالیٰ ہے اور دنیا میں وہ دوست، دوست ہے جو اللہ والا ہو۔ حَبْلٍ مِّن مَّسَدٍ۔ مونج کی رسّی۔

[٣] چوں بدید۔ جب اُس بخاری عاشق نے صدرِ جہاں کو دیکھا تو بے حس و حرکت ہوگیا اور خشک لکڑی کی طرح زمین پر گر پڑا اور سر سے پاؤں تک ٹھنڈا پڑگیا۔ ہر چہ۔ ہوش میں لانے کی سب تدبیریں بیکار ہوئیں۔ کارناید۔ عاشق تو اپنے معشوق سے ہوش میں آتا ہے۔

شاہ چوں دید آں مزعفر روئے او — پس فرود آمد ز مرکب سوئے او

بادشاہ نے جب اُس کا زعفرانی چہرہ دیکھا — تو اُس کی جانب سواری سے اُتر آیا

گفت عاشق دوست جوید تیز و تفت — چونکہ معشوق آمد آں عاشق برفت

بولا عاشق معشوق کو تیزی اور گرمجوشی سے — جب معشوق آیا، وہ عاشق چلا گیا

عاشقِ حقی و حق آنست کو — چوں بیاید از تو نبوَد تار مُو

تو اللہ کا عاشق ہے، اور صحیح یہ ہے کہ وہ — جب آئے تو تیرے بدن کا بال بھی نہ بچے

صد چو تو فانی ست پیش آں نظر — عاشقی بر نفیِ خود خواجہ مگر

اُس کی نگاہ کے سامنے تجھ جیسے سینکڑوں فانی ہیں — اے خواجہ! شاید تو بھی اپنی فنا کا عاشق ہے

سایہ و عاشقی بر آفتاب — شمس آید سایہ لا گردد شتاب

تو سایہ ہے اور سورج پر عاشق ہے — سورج نکلتا ہے تو سایہ فوراً فنا ہو جاتا ہے

چونکہ سر بر زد ز مشرق قرصِ خور — نہ ستارہ ماند و نہ شب اثر

جبکہ سورج کی ٹکیا نے مشرق سے سر نکالا — نہ کسی ستارے کا نشان رہا نہ رات کا

از درِ دل چونکہ عشق آید دروں — عقل رختِ خویش اندازد بروں

دل کے دروازے سے جب عشق اندر آجاتا ہو — عقل اپنا بوریہ بستر باہر لا ڈالتی ہے

ہمچو شیرے خورد با آہو دوچار — گشت آہو بیخبر افتاد زار

جیسے کہ شیر ہرن کے آمنے سامنے ہوا — تو ہرن بیہوش ہو کر بحالتِ زار گرا

ہمچو زورِ پشہ پیشِ تند باد — فہم کن واللہ اعلم بالسداد

جیسے کہ مچھر کی طاقت تیز ہوا کے بالمقابل — سمجھ لے، اور اللہ درستگی کو زیادہ جانتا ہے

دادخواستنِ پشہ از دستِ باد بحضرتِ سلیمان علیہ السلام

مچھر کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں ہوا کی فریاد کرنا

پشہ آمد از حدیقہ وز گیاہ — وز سلیمانؑ گشت پشہ دادخواہ

باغ اور گھاس سے مچھر آیا — اور مچھر نے (حضرت) سلیمانؑ سے انصاف چاہا

کاے سلیمانؑ معدلت می گستری — بر شیاطین و آدمی زاد و پری

کہ اے سلیمان! آپ انصاف کرتے ہیں — شیطانوں، اور انسانوں، اور پریوں کا

مرغ و ماہی در پناہِ عدلِ تست — کیست آں گم گشتہ کش فضلت نجست

پرند اور مچھلیاں آپ کے انصاف کی پناہ میں ہیں — وہ کونسا گمراہ ہے جس کو آپ کی عنایت نے تلاش نہیں کیا

لہ شاہ۔ صدرِ جہاں نے جب اُس کی یہ حالت اور اُس کا زرد چہرہ دیکھا تو سواری سے اُتر کر اُس کے پاس آ گیا۔ گفت۔ صدرِ جہاں نے کہا عشق کا معاملہ بھی عجیب ہے عاشق معشوق کو ڈھونڈھتا ہے اور اُس کے سامنے آنے پر فنا ہو جاتا ہے۔ عاشقِ حقی۔ خدا کے عاشق کا بھی یہی حال ہونا چاہیئے کہ عاشق کو فنا کا درجہ حاصل ہو۔ صد چو تو۔ اپنی اس فنا کو بھی کچھ نہ سمجھ وہاں ہزاروں فانی ہیں۔

لہ سایہ۔ وصال کے وقت فنا لازمی ہے سایہ ہوا اور وہ سورج پر عاشق ہو تو سورج کے نمودار ہوتے ہی سایہ غائب ہو جائیگا۔ چونکہ۔ محبوب سورج ہے اور عاشق ستارہ اور شب ہے، سورج کے نمودار ہونے سے شب اور ستارے غائب ہو جاتے ہیں۔ از درِ دل۔ عشق کا تقاضہ ہے جنون، جنون اور عقل میں بیر ہے۔ ہمچو شیرے۔ عشق شیر ہے اور عقل ہرن ہے۔ ہمچو زور۔ عشق تیز آندھی ہے اور عقل مچھر ہے۔

لہ داد۔ اس قصہ سے مچھر کی ہوا کے مقابلہ میں بے بسی کو ظاہر کرنا ہے۔ حدیقہ باغ۔ سلیمانؑ۔ حضرت سلیمانؑ کی جن و انس پر حکومت تھی اور ہوا بھی اُن کے حکم کے تابع تھی۔ کیست۔ تفصیل مشکل ہو، مختصر یہ ہو کہ ہر چیز آپ کے فضل کی طالب ہے۔

دادِ ما دِه مارا کہ بس زاریم ما — بے نصیب از باغ و گلزاریم ما

ہمارا انصاف کیجیے کیونکہ ہم عاجز ہیں — ہم باغ، اور چمن سے بے نصیب ہیں

مشکلاتِ ہر ضعیفے از تو حل — پشّہ باشد در ضعیفی خود مثل

ہر کمزور کی مشکلیں آپ سے حل ہوتی ہیں — مچھر خود کمزوری میں ضرب المثل ہے

شہرہ ما در ضعف و اِشکستہ پری — شہرہ تو در لطف و مسکین پروری

ہماری شہرت کمزوری اور ٹوٹے ہوئے پروں میں ہے — آپکی شہرت مہربانی اور غریب پروری میں ہے

اے تو در اطباقِ قدرت منتہی — منتہی ما در کمی و گمرہی

اے وہ کہ آپ قدرت کے مرتبوں کی انتہا پر ہیں — ہم کمزوری اور گمراہی میں انتہا پر ہیں

دادِ دِه مارا ازیں غم کن جدا — دستگیر اے دستِ تو دستِ خدا

ہمارا انصاف کیجیے اس غم سے جدا کر دیجیے — اے وہ کہ آپ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے، ہماری دستگیری کیجیے

پس سلیمانؑ گفت اے انصاف جو — داد و انصاف از کہ میخواہی بگو

تو حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اے انصاف کے طالب! — بتا تو کس سے فریاد اور انصاف چاہتا ہے؟

کیست آں ظالم کہ از بادِ بروت — ظلم کرد و ست خراشیدہ است روت

وہ ظالم کون ہے کہ جس نے غرور سے — ظلم کیا ہے اور تیرا چہرہ زخمی کیا ہے؟

اے عجب در عہدِ ما ظالم کجاست — کو نہ اندر حبس و در زنجیرِ ماست

تعجب ہے! ہمارے زمانے میں ظالم کہاں ہے — جو ہماری قید اور زنجیر میں نہیں ہے؟

چونکہ ما زادیم ظلم آں روز مرد — پس بعہدِ ما کہ ظلمے پیش برد

جب ہم پیدا ہوئے اسی دن ظلم مر گیا — تو ہمارے زمانے میں کون ہے جس نے ظلم کیا ہے؟

چوں برآمد نور ظلمت نیست شد — ظلم را ظلمت بود اصل و عضد

جب نور آیا تاریکی معدوم ہوئی — ظلم کی اصل، اور بازو، تاریکی ہے

نک شیاطیں کسب و خدمت میکنند — دیگراں بستہ باصفاد و بند

یہ شیاطین کام اور خدمت کر رہے ہیں — دوسرے بیڑیوں اور قید میں بندھے ہوئے ہیں

اصلِ ظلمِ ظالماں از دیو بود — دیو در بند است استم چوں نمود

ظالموں کے ظلم کی جڑ شیطان سے تھی — شیطان بند ہے، ظلم کیسے ہوا؟

ملک زاں داد است مارا کن فکاں — تا ننالد خلق سوئے آسماں

(خدا کی قدرت) کن فکان نے ہمیں ملک اسی لئے دیا ہے — تاکہ مخلوق آسمان کی جانب فریاد نہ کرے

لہ داد۔ مچھر نے ہوا کے ظلم کی یہ تفصیل کی کہ وہ ہمیں باغ وگلزار میں نہیں ٹھہرنے دیتی۔ اطباق۔ طبق کی جمع ہر مرتبہ یعنی آپ کو ہر چیز پر اعلیٰ سے اعلیٰ اقتدار حاصل ہے اور ہماری کمزوری اور حقارت ضرب المثل ہے۔

لہ اے دستِ تو۔ نبی کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔ بادِ بروت۔ غرور، تکبر۔ کو نہ۔ حضرت سلیمانؑ نے سرکش شیطانوں کو قید کر دیا تھا۔

لہ چوں۔ عدل نور ہے اور ظلم تاریکی ہے۔ نک۔ شیاطین اور جن حضرت سلیمانؑ کی خدمتگاری کرتے تھے۔ دیگراں۔ جو سرکش ہیں وہ قیدی ہیں۔ اصفاد۔ صفد کی جمع ہے بیڑی۔ اصل۔ ظلم کا سرچشمہ شیاطین ہیں اور وہ مقید ہیں۔ کن فکان۔ یعنی امرِ خداوندی۔

تا بہ بالا بر نیاید دُودِ ہا[1] | تا نگردد مُضطرب چرخ و سُہا
تاکہ دھویں اوپر نہ جائیں | تاکہ آسمان اور سُہا پریشان نہ ہوں

تا نہ لرزد عرش از نالۂ یتیم | تا نگردد از ستم جانے سقیم
تاکہ یتیم کی فریاد سے عرش نہ لرزے | تاکہ کوئی جان ظلم سے بیمار نہ پڑے

زاں نہادیم از ممالک مذہبے | تا نیاید بر فلکہا یاربے
اسی لئے ہم نے ممالک میں ایک قانون بنایا ہے | تاکہ یاربّ کی آواز آسمان پر نہ جائے

منگر اے مظلوم سُوئے آسماں | کآسمانی شاہ داری در زماں
اے مظلوم تو آسمان کی طرف نہ دیکھ | کیونکہ تو دنیا میں آسمانی بادشاہ رکھتا ہے

گفت[2] پشہ دادِ من از دستِ باد | کو دو دستِ ظلم بر ما بر گشاد
مچھر نے کہا میری فریاد ہوا کے ہاتھوں ہے | جس نے ظلم کے دونوں ہاتھ ہم پر کھول دیئے ہیں

ما ز ظلمِ او بہ تنگی اندریم | با لبِ بستہ از و خوں می خوریم
ہم اس کے ظلم سے تنگی میں ہیں | خاموشی کے ساتھ اس کی وجہ سے خون پی رہے ہیں

ظلمِ او بر ما صریح ست و عیاں | نیست ما را چارہ کردن جز بیاں
اس کا ظلم ہم پر صاف اور کھلا ہوا ہے | سوائے بتا دینے کے ہمارے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے

دادِ ما و انصافِ ما بستاں از و | اے کریم عادلِ اکرام خو
اس سے ہمارا عدل اور انصاف لیجئے | اے شریف مزاج، کریم، منصف

امر کردن سلیمان علیہ السلام پشہ[3] متظلم را باحضارِ خصم بدیوانِ حکم

مظلوم مچھر کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا حکم دینا کہ مدعا علیہ کو کچہری میں حاضر کرے

پس سلیمانؑ گفت اے زیبا دَوی | امرِ حق باید کہ از جاں بشنوی
پھر حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اے اچھی بھنبھناہٹ والے | تجھے اللہ کا حکم (دل و) جان سے سننا چاہیے

حق بمن گفت ست ہاں اے داد ور | مشنو از خصمے تو بے خصمے دگر
اللہ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ خبردار اے منصف | کسی فریق کی دوسرے فریق کے بغیر بات سُننا

تا نیاید ہر دو خصم اندر حضور | حق نیاید پیشِ حاکم در ظہور
جب تک دونوں فریق کچہری میں نہ آجائیں | حاکم کے لئے حق ظاہر نہیں ہوتا ہے

[1] دود ہا: یعنی مظلوموں کی فریادیں۔ تا نگردد: مظلوم کی آہ سے ملاء اعلیٰ مضطرب ہو جاتا ہے۔ عرش: مظلوم کی آہ عرش کو لرزا دیتی ہے۔ مذہب: یعنی قانونِ انصاف۔ یاربے: یعنی مظلوم کا فریاد میں یارب کہنا۔ آسمانی شاہ: شاہِ برحق اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے۔

[2] گفت: مچھر نے کہا ہوا نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ خوں: یعنی اپنا خون جگر پیتے ہیں۔ صریح: اس ظلم کے ثبوت کے لئے کسی شہادت کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

[3] متظلم: ظلم سہنے والا، فریادی۔ دیوان: کچہری۔ دوی: بھنبھناہٹ۔ بشنو: یعنی بیان مدعا علیہ کی موجودگی میں ہونا چاہیے۔ تا نیاید: مدعی اور مدعا علیہ دونوں کی بات سننے سے حق واضح ہوتا ہے۔

خصمؔ[1] تنہا گر برآرد صد نفیر
ایک فریق اگر سو چیخ پکار کرے

ہاں وہاں بے خصم قولِ او مگیر
خبردار خبردار! بغیر (دوسرے) فریق کے اس کی بات

من نیارم روز فرماں تافتن
میں (اللہ کے) حکم سے منہ نہیں موڑ سکتا

خصمِ خود را رو بیاور سوئے من
جا، اپنے مدعی علیہ کو میرے پاس لا

گفت قولِ تست برہانِ درست
اس نے کہا آپ کا فرمانا صحیح دلیل ہے

خصمِ من بادست و او در حکمِ تست
میرا مدعی علیہ ہوا ہے اور وہ آپ کے حکم میں ہے

بانگ زد آں شہ کہ اے بادِ صبا
اُن شاہ نے آواز دی اے بادِ صبا!

پشہ افغاں کرد از ظلمت بیا
مچھر نے تیرے مظالم کی شکایت کی ہے آجا

ہیں مقابل شو بخصمت رو برو
خبردار اپنے مدعی کے روبرو مقابل ہوجا

پاسخش گو و بکن دفعِ عدو
اس کا جواب دے اور دشمن کی مدافعت کر

باد چوں بشنید آمد تیز تیز
ہوا نے جب سنا وہ بہت تیز آئی

پشہ بگرفت آں زماں راہِ گریز
اس وقت مچھر نے راہِ فرار اختیار کی

پسؔ[2] سلیماںؑ گفت اے پشہ کجا
(حضرت) سلیمانؑ نے فرمایا او مچھر کہاں (جاتا ہے)؟

باش تا بر ہر دو رانم من قضا
ٹھہر تاکہ میں دونوں کا فیصلہ کروں

گفت اے شہ مرگِ من از بودِ اوست
اُس نے کہا اے شاہ! اُسکے وجود سے میری موت ہے

خود سیاہ ایں روزِ من از دودِ او
میرا یہ دن اُس کے دھوئیں سے کالا ہے

او چو آمد من کجا یابم قرار
جب وہ آگئی، میں کہاں ٹھہروں؟

کو برآرد از نہادِ من دمار
کیونکہ وہ مجھے مار ڈالتی ہے

ہمچنیں جویائے درگاہِ خدا
اسی طرح اللہ کے دربار کی جستجو کرنے والا

چوں خدا آید شود جوینده لا
جب خدا آجاتا ہے وہ فنا کی جستجو کرتا ہے

گرچہؔ[3] آں وصلت بقا اندر بقاست
اگرچہ تیرا وہ وصال بقا در بقا ہے

لیک ز اول آں بقا اندر فناست
لیکن شروع میں وہ بقا فنا میں ہے

سایہاے کہ بود جویائے نور
وہ سائے جو نور کے جویاں ہوں

نیست گردد چوں کند نورش ظہور
فنا ہوجاتے ہیں جب اس کا نور ظاہر ہوتا ہے

عقل کے ماند چو باشد سردہ او
عقل کہاں ٹھہرتی ہے جب اسکو وجود میں لانیوالا موجود ہو

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ
اس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونیوالی ہے

---

[1] خصم مدعا علیہ کی غیر حاضری میں مدعی کے قول پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ من نیارم۔ چونکہ فریقین کی موجودگی ضروری ہے تو مدعا علیہ کو حاضر کر۔ گفت۔ مچھر نے حضرت سلیمانؑ کی بات تسلیم کرتے ہوئے عرض کیا کہ مدعا علیہ آپ کے زیر فرمان ہے اس کو حاضری کا حکم دیجئے بانگ زد۔ حضرت سلیمانؑ نے ہوا کو طلب کرلیا۔ راہِ گریز جب ہوا تیزی سے چلی مچھر بھاگ نکلا۔

[2] پس سلیمانؑ حضرت سلیمانؑ نے مچھر سے کہا تو یہاں ٹھہر تاکہ دونوں کی موجودگی میں فیصلہ کیا جاسکے۔ بود او۔ اس کا وجود۔ دود او یعنی اس کا ظلم۔ نہاد۔ بنیاد، اصل۔ دمار۔ ہلاکت۔ ہمچنیں۔ جس طرح ہوا کا وجود مچھر کی فنا ہے اسی طرح وصل حق کا اصل کی فنا ہے۔

[3] گرچہ۔ وصل سے اگرچہ بقا باللہ حاصل ہوتی ہے لیکن اس سے پہلے مقامِ فنا طے کرنا پڑتا ہے۔ سایہائے۔ ممکن کا وجود ظل اور سایہ ہے ذاتِ باری نور ہے نور کے ظہور کے وقت سایہ معدوم ہوجاتا ہے۔ سر دہ۔ وجود میں لانے والا۔ کل شیئ۔ ذاتِ باری کے علاوہ ہر شے فانی ہے۔

ہالِکٌ آمد پیشِ وجہش ہست و نیست　　ہستی اندر نیستی خود طرفہ ایست

اُس کی ذات کے سامنے فانی، فانی اور باقی ہے　　عدم میں وجود، خود عجیب بات ہے

اندریں محضر خردہا شُد ز دست　　چوں قلم اینجا رسیدہ شُد شکست

اس مقام میں عقلیں ہاتھ سے جاتی رہیں　　جب قلم اِس جگہ پہنچا ٹوٹ گیا

نواختنِ معشوق عاشقِ بیہوش خود را تا بہوش باز آید

معشوق کا اپنے بے ہوش عاشق کو نوازنا تاکہ وہ ہوش میں آجائے

باز گردم جانبِ صدرِ جہاں　　در نوازشِ عاشقِ خود را نہاں

میں پھر صدرِ جہاں کی طرف پلٹتا ہوں　　جو در پردہ عاشق کو نواز رہا ہے

بر گرفتش سر نہاد اندر کنار　　بر رخش می کرد اشکِ تر نثار

اُس کا سر اٹھایا، گود میں رکھا　　اُس کے چہرے پر تر آنسو نچھاور کر رہا تھا

می کشید او زِ بیہشی اش در بیاں　　اندک اندک از کرم صدرِ جہاں

اُس کو بے ہوشی سے باتوں کی طرف لایا　　صدرِ جہاں تھوڑا تھوڑا کرم کر کے

بانگ زد[2] در گوشِ اُو شہ کاے گدا　　زر نثار آوردمت دامن کُشا

شاہ نے اُس کے کان میں کہا، اے فقیر!　　میں تیرے اوپر نچھاور کرنے کو سونا لایا ہوں دامن پھیلا

جانِ تو کاندر فراقم می طپید　　چونکہ زنہارش رسیدم چوں رمید

تیری جان جو میری جدائی میں تڑپ رہی تھی　　جب میں اُس کی پناہ کیلئے آیا کیوں بھاگ گئی؟

اے بدیدہ در فراقم گرم و سرد　　با خود آ از بیخودی و باز گرد

اے وہ کہ جس نے میرے فراق میں گرم و سرد دیکھے　　بے ہوشی سے ہوش میں آجا، اور لوٹ آ

مرغِ[3] خانہ اُشترے را بے خرد　　رسمِ مہمانش بخانہ می برد

گھریلو مرغا بے عقلی سے ایک اونٹ　　مہمان بنانے کے لئے اپنے گھر لے جاتا ہے

چوں بخانہ مرغ اُشتر پا نہاد　　خانہ ویراں گشت و سقف اندر فتاد

جب مرغ کے ڈربے پر اونٹ نے پاؤں رکھا　　ڈربہ ٹوٹ گیا اور چھت اندر گر گئی

خانۂ مرغ ست عقل و ہوشِ ما　　ہوش صالح طالبِ ناقہ خدا

ہماری عقل، اور ہوش مرغ کا ڈربہ ہے　　ہوش (حضرت) صالحؑ ہے جو اللہ کی اونٹنی کا طالب ہے

خانۂ مرغ جو عقل و ہوش ہیں وہ ختم اور فنا ہو جاتے ہیں۔ ہوش صالحؑ۔ ہوش کی مثال حضرت صالحؑ کی سی ہے جس نے اللہ کی ناقہ طلب کی اور عشق کی مثال ناقہ کی ہے جس نے قوم کا . . . گھاس پانی سب ختم کر دیا تھا۔

[1] ہالک آمد۔ فانی فی اللہ موجود بھی ہے معدوم بھی، وہ اپنی ذات کے اعتبار سے معدوم ہے اور چونکہ اُس کو بقا باللہ حاصل ہے اسلئے موجود ہے اُس ہالک میں ہستی اور نیستی کا اجتماع حیران کن ہے۔ اندریں محضر۔ یعنی وجود و عدم کا اجتماع اور عظمتِ باری کا بیان۔ در نوازش۔ صدرِ جہاں در پردہ اُس پر عنایت کرتا تھا۔ بر رخش۔ اُس بیہوش کے رُخساروں پر صدرِ جہاں کے آنسو گر رہے تھے۔ می کشید اُس کو بے ہوشی سے ہوش میں لا رہا تھا تاکہ وہ باتیں کرنے لگے۔

[2] بانگ زد۔ صدرِ جہاں نے اُس کے کان میں کہا کہ میں تیرا مطلوب زر لایا ہوں دامن پھیلا۔ جانِ تو کز فراق میں تیری جان بے چین تھی اب جبکہ میں مدد کو آیا ہوں تو وہ کیوں بھاگ گئی ہے۔

[3] مرغ۔ مولانا اب اِس قصّے سے نتیجہ نکالتے ہیں اور اُس سے پہلے سمجھاتے ہیں کہ انسان کے عشقِ خداوندی میں مبتلا ہونے کی یہ مثال ہے کہ ایک مُرغ اونٹ کو اپنا مہمان بنا لایا جب اُس اونٹ نے اُس کے گھر میں قدم رکھا تو گھر برباد ہو گیا اور بیٹھ گیا۔ یہی حال انسان اور عشقِ الٰہی کا ہے کہ جب وہ مہمان بن کر آتا ہے تو

ناقہ چوں سر کرد[1] در آب و گلش
نے گلِ آنجا ماند و نے جانِ دلش

جب اُس کے پانی اور مٹی میں اونٹنی نے سر ابھارا
نہ وہاں مٹی رہی، اور نہ اُس کی جان اور دل

کرد فضلِ عشق انساں را فضول
زیں فزوں جوئی ظلوم ست و جہول

عشق کی بڑائی نے انسان کو بیہودہ بنا دیا
اسی بڑھی ہوئی جستجو کی وجہ سے وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے

جاہل ست او اندریں مشکل شکار
می کشد خرگوش شیرے در کنار

وہ اِس مشکل شکار کے معاملے میں جاہل ہے
خرگوش، شیر کو بغل میں دباتا ہے

کے کنار اندر کشیدے شیر را
گر بدانستے و دیدے شیر را

وہ شیر کو بغل میں کب لیتا؟
اگر وہ شیر کو جان لیتا، اور دیکھ لیتا

ظالم ست او بر خود و بر جانِ خود
ظلم بیں کز عدلہا گو می برد

وہ اپنے اوپر اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے
ظلم کو دیکھ جو انصافوں سے بازی جیت رہا ہو

جہلِ او مر علمہا را اوستاد
ظلمِ او مر عدلہا را شد رشاد

اُس کی نادانی، علموں کی اُستاد ہے
اُس کا ظلم، انصافوں کے لئے ہدایت ہے

دستِ او بگرفت[2] کایں رفتہ دمش
آنگہے آید کہ من دم بخشمش

اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا کہ اُس کا گیا ہوا سانس
اُس وقت آئیگا جب میں اُسے سانس بخشوں گا

چوں بمن زندہ شود آں مردہ تن
جانِ من باشد کہ رُو آرد بمن

جب وہ مُردہ جسم میرے ذریعے سے زندہ ہو گا
وہ میری جان ہو گی جو میری طرف متوجہ ہو گی

من کنم او را ازیں جاں محتشم
جاں کہ من بخشم ببیند بخششم

میں اُسے اِس جان سے معزز بنا دوں گا
جو جان میں دوں گا وہ میری بخشش دیکھے گی

جانِ نامحرم نبیند روئے دوست
جز ہماں جاں کاصلِ او از کوئے اوست

نامحرم جان، دوست کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی
سوائے اس جان کے جس کی اصل اُسکے کوچے کی ہو

در دمم[3] قصاب وار ایں دوست را
تا ہلد آں مغزِ نغزش پوست را

میں قصاب کی طرح اِس دوست میں پھونک بھر تا ہوں
تاکہ اُس کا نفیس مغز، کھال کو چھوڑ دے

گفت اے جانِ رمیدہ از بلا
وصل را ما در کشادیم الصلا

اُس نے کہا اے مصیبت سے بھاگنے والی جان
ہم نے وصل کا دروازہ کھول دیا ہو عوت ہو

---

[1] کرد۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ ہم نے امانت آسمانوں اور زمینوں پر پیش کی انھوں نے اسکو اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے ..... انسان نے اُس امانت کو اُٹھا لیا یقیناً وہ بڑا ظالم اور جاہل تھا مولانا نے اِس شعر میں اِس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اور امانت سے عشقِ الٰہی مراد لیا ہے۔ جاہل۔ انسان کی نادانی تو یہ ہے کہ وہ اِس مشکل کام میں پھنس گیا اور انسان اور عشقِ الٰہی میں مبتلا ہونے کی مثال یہ ہے کہ کوئی خرگوش شیر کو بغل میں تھامنے کی کوشش کرے۔ ظالم است۔ عشقِ الٰہی کرنے میں انسان ظالم ہے اور اپنے آپ کو فنا کرتا ہے لیکن یہ ایسا ظلم ہے جو انصافوں سے بڑھا ہوا ہے۔

[2] دستِ او۔ صدرِ جہاں نے اُس بیہوش کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اُس کا سانس تب لوٹیگا جب میں اُس کو سانس عطا کروں گا۔ چوں۔ جب وہ میرے سانس سے زندہ ہوگا تو پھر اُسکی روح میری طرف متوجہ ہوگی۔ بخشم۔ میری عطا کردہ جان میں میری اعلیٰ بخششیں قبول کرنے کی صلاحیت ہوگی۔ جانِ نامحرم۔ اُس کی پہلی جان نامحرم تھی وہ میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی ۔۔۔

[3] در دمم۔ قصائی ذبح شدہ جانور میں پھونک بھرتا ہے تاکہ گوشت پوست سے جُدا ہو جائے، صدرِ جہاں نے کہا میں بھی اِس میں پھونک بھروں گا تاکہ یہ آلائشِ بشریت سے پاک ہو جائے۔ گفت۔ صدرِ جہاں نے اپنے وصل کا اعلان کر دیا۔

اے خودِ ما بیخودی و مستیت
اے ! ہمارا وجود تیری بے خودی اور مستی ہے

اے ز ہستِ ما ہمارہ ہستیت
اے ! تیری ہستی ہمیشہ ہماری ہستی سے ہے

با تو بے لب ایں زماں من نوبنو
میں اس وقت تجھ سے بغیر ہونٹوں کے تازہ تازہ

رازہائے کہنہ میگویم شنو
پرانے راز کہتا ہوں ، سُن

زاں کہ آں لبہا ازیں دم می رمد
کیونکہ وہ ہونٹ اس بات سے گریز کرتے ہیں

بر لبِ جوئے نہاں بر می دمد
وہ (بات) مخفی نہر کے کنارے پر اُگ آتی ہے

گوشِ بے گوشی دریں دم بر گشا
بے گوشی کے کان اس بات میں کھول

بہرِ رازِ یفعل اللہ مایشا
اس راز کے لئے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

چوں صلائے وصل بشنیدن گرفت
جب وصل کی دعوت سُننی شروع کی

اندک اندک مُردہ جنبیدن گرفت
مُردے نے تھوڑا تھوڑا ہلنا شروع کر دیا

نے کم از خاک ست کز عشوہ صبا
وہ مٹی سے گیا گذرا نہیں ہے کہ بادِ صبا کے ناز و انداز سے

سبزہ پوشد سر بر آرد از فنا
سبزہ پہن لیتی ہے ، عدم سے سر اُبھار آتی ہے

کم ز آبِ نطفہ نبود کز خطاب
وہ نطفہ سے کم نہیں تھا کہ وہ (اللہ کے) حکم سے

یوسفاں زایند رُخ چوں آفتاب
آفتاب جیسے چہرے والے یوسفوں کو جنتا ہے

کم ز بادے نے کہ شد از امرِ کن
وہ ہوا سے کم نہیں ہے کہ وہ کُن کے حکم سے بنگئی

در رحم طاؤس و مرغِ خوش سخن
رحم میں مور اور خوش الحان پرند

کم ز نارے نیست کز امرِ سلام
وہ آگ سے کم نہیں ہے کہ سلامتی کے حکم سے

گلستاں شد بر خلیلِ خوش کلام
خوش کلام خلیل (اللہ) پر گلستان بن گئی

کم ز چوبے نیست در دفعِ عدو
وہ لکڑی سے کم نہیں ہے کہ دشمن کی مدافعت کیلئے

گشت اژدرہائے منکر ز امرِ ہو
اللہ کے حکم سے وہ خوفناک اژدہا بن گئی

کم ز سنگِ کوہ نبود کز ولاد
وہ پہاڑ کے پتھر سے کم نہیں جسنے ولادت کے طریقہ پر

ناقۂ کاں ناقہ ناقہ زاد زاد
اُس اونٹنی کو جنا جس نے اونٹنی کو جنا

زیں ہمہ بگذر نہ آں مایہ عدم
اس سب کو چھوڑ ، کیا عدم کی مادہ نے

عالمے زاد و بزاید دمبدم
عالم کو نہیں جنا ، اور دمبدم جن رہی ہے

بر جہید و بر طپید و شاد شاد
وہ کودا اور اُچھل پڑا ، اور خوشی خوشی

یکدو چرخے زد سجود اندر فتاد
اُس نے ایک دو بار رقص کیا اور سجدے میں گر پڑا

ــــــــــــــــ

۱ے اے خودِ ما - تیری مستی اور بیہوشی ہماری وجہ سے ہے اور تیری ہستی ہماری ہستی سے قائم ہے - با تو - اب میں تجھے اسرار کی تعلیم دیتا ہوں - زانکہ - لیکن یہ اسرار مادی ہونٹوں سے نہیں سُنائے جاتے ہیں یہ باطنی اسرار ہیں -

۲ے گوشی - اب تو وہ کان کھول جو ان کانوں کے علاوہ ہیں - یفعل - یعنی مشیتِ خداوندی کے اسرار -

جنبیدن - یعنی یہ خوشخبری سُنکر مُردے میں جان پڑنے لگی -

نے کم - بہر حال یہ مدہوش عاشق مٹی سے تو گیا گذرا نہ تھا جبکہ بادِ صبا کے کرشموں سے اُس میں جان پڑ جاتی ہے تو اِس میں معشوق کے غمزوں سے جان کیوں نہ پڑتی -

کم ز آب نطفہ - نطفہ منی ، حکمِ خداوندی سے حسین ترین بچے پیدا کر دیتا ہے -

۳ے کم ز بادے - مشہور ہے کہ پرندوں میں مذکر کی ہوا مونث کے رحم میں پہنچتی ہے جس سے انڈا بنتا ہے - کم ز نارے - آگ غیبی آواز سے حضرت ابراہیمؑ پر گلزار بنی - کم ز چوبے - ایک کرشمہ سے حضرت موسیٰؑ کا عصا اژدہا بنا - کم ز سنگ - کرشمۂ خداوندی سے پتھر سے حضرت صالحؑ کی اونٹنی پیدا ہو گئی - زیں ہمہ - ان جزئیات کو چھوڑ سارے عالم کو دیکھ ایک کرشمہ سے عدم سے وجود میں آگیا - بر جہید - غرضکہ صدرِ جہاں کے کرشمے

بشگفید از روئے او و شاد شد — در وصال از بندِ ہجر آزاد شد

وہ اس کا چہرہ دیکھ کر کھل گیا اور خوش ہوگیا — وصل میں فراق کی قید سے آزاد ہوگیا

باخویش آمدنِ عاشقِ بیہوش و روئے باز آوردن بہ ثنا و شکرِ معشوق

بے ہوش عاشق کا ہوش میں آنا اور معشوق کی تعریف اور شکر کی طرف متوجہ ہونا

گفت[1] اے عنقائے حق جاں را مطاف — شکر کہ باز آمدی زاں کوہِ قاف

بولا اے خدائی عنقا! جو جان کی طواف گاہ ہے — شکر ہے کہ تو کوہ قاف سے واپس آگیا

اے سرافیلِ قیامت گاہِ عشق — اے تو عشقِ عشق وائے دلخواہِ عشق

اے عشق کے میدانِ حشر کے اسرافیل! — اے وہ کہ تو عشق کا عشق اور عشق کا محبوب ہے

اولیں خلعت کہ خواہی دادنم — گوش خواہم کہ نہی بر روزنم

سب سے پہلی خلعت جو آپ مجھے دیں — میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے منہ پر کان رکھ دیں

گرچہ میدانی بصفوتِ حالِ من — بندہ پرور گوش کن اقوالِ من

اگرچہ (باطن کی) صفائی کی وجہ سے آپ میرا (حال جانتے ہیں) — بندہ پرور! میری باتیں (ابھی) سن لیجیے

صد ہزاراں بار اے صدرِ فرید — ز آرزوئے گوشِ تو ہوشم پرید

اے یکتا صدر! لاکھوں بار — (آپکے) کان کی آرزو میں میرے ہوش اڑے ہیں

آں سمیعی[2] تو و آں اصغائے تو — واں تبسمہائے جاں افزائے تو

وہ آپ کا سننا اور آپ کا کان دھرنا — وہ آپ کی جان بڑھانے والی مسکراہٹیں

آں نیوشیدن کم و بیشِ مرا — عشوۂ جانِ بد اندیشِ مرا

وہ میرے کم و بیش کو سننا — میری بد اندیش جان کے مکر کو (سننا)

قلبہائے[3] من کہ آں معلوم تست — پس پذیرفتی تو چوں نقدِ درست

میرے کھوٹے سکے جو آپ جانتے تھے — کھرے نقد کی طرح آپ نے بہت قبول کئے ہیں

بہرِ گستاخے و شوخِ غرّہ — حلمہا در پیشِ حلمت ذرّہ

ایک گستاخ اور شوخ بہکے ہوئے کیلئے — بہت سی بردباریاں آپکی بردباری کے سامنے (ذرّہ ہیں)

اوّلاً بشنو کہ چوں ماندم ز شست — اوّل و آخر بہ پیشِ من بجست

اوّلاً سنئے، کہ جب میں کمند سے نکل گیا — تو آغاز و انجام میرے سامنے سے چل دیا

---

[1] گفت. اس مدہوش نے ہوش میں آکر صدرِ جہاں کو خطاب کیا اور کہا آپ کی ذات میرے لئے عنقا ہو گئی تھی خدا کا شکر ہے کہ وہ کوہِ قاف سے واپس آگئی۔ مطاف. طواف کی جگہ۔ اے تو. آپ پر عشق عاشق ہے اور آپ عشق کے محبوب ہیں۔ خلعت. شاہی عطیہ کا لباس۔ انعام۔ روزن یعنی منہ کا سوراخ۔ صفوت. یعنی قلب کی صفائی۔ ز آرزوئے یعنی اس آرزو میں بیہوش ہوا ہوں کہ آپ کے کان کو اپنا درد و غم سنا سکوں۔

[2] آں سمیعی. کان کے شوق میں مدہوشی اس لئے طاری ہوئی تھی کہ آپ کے کان کی مہربانیاں یاد آتی تھیں۔ اصغاء۔ کان دھرنا، توجہ کرنا۔ عشوہ۔ میری ناقص جان جو مکر کرتی تھی وہ میں آپ سے کہتا تھا اور آپ اس کو سن لیتے تھے۔

[3] قلبہائے۔ مصنوعی احوال آپ کو سناتا تھا آپ انکو صحیح احوال کی طرح قبول کر لیتے تھے۔ حلمہا۔ میری بناوٹی حالت پر آپ ایسی بردباری برتتے تھے کہ اس پر سینکڑوں بردباریاں قربان ہیں۔ اوّلاً۔ تمہاری صدرِ جہاں سے اپنے احوال بیان کرتا ہے۔ اوّل یعنی میں اپنے انجام و آغاز سے بیخبر ہوگیا۔

ثانیاً بشنو تو اے صدرِ ودود[۱] — کہ بسے جستم ترا ثانی نبود

دوسرے سنیئے، اے محبوب صدر! کہ میں نے بہت ڈھونڈا آپ کا کوئی ثانی نہ تھا

ثالثاً تا از تو بیروں رفتہ ام — گوئیا ثالث ثلاثہ گفتہ ام

تیسرے، جب سے کہ میں آپ کے پاس سے باہر گیا ہوں گویا کہ میں تین میں سے تیسرے کا قائل ہوگیا ہوں

رابعاً چوں سوخت مارا مزرعہ — می ندانم خامسہ از رابعہ

چوتھے، جب میرا کھیت جل گیا میں پانچویں کو چوتھے سے ممتاز نہیں کرسکتا

خامساً در ہجرت اے صدرِ جہاں — از حواسِ خمسہ بودم در زیاں

پانچویں، اے صدرِ جہاں! تیرے فراق میں میں پانچوں حواس سے نقصان میں تھا

سادساً از کشش جہت بے روئے تو — گوئیا بارید بر من غم دو تو

چھٹے، تیرے چہرے کے بغیر چھ جانبوں سے گویا مجھ پر دوہرا غم برسا

سابع از تا من ندانم ضالّ[۲] ام — خوں ہمی گرید فلک از نالہ ام

مجھے ساتویں آٹھویں میں تمیز نہ رہی میں گمشدہ ہوں میرے رونے سے آسمان خون کے آنسو روتا ہے

ہر کجا یابی تو خوں بر خاکہا — پے بری باشد یقیں از چشم ما

زمینوں پر جہاں بھی آپ خون پائیں گے کھوج لگا لیجئے سو یقیناً ہماری آنکھ کا ہوگا

گفت من رعدست ویں بانگ و حنیں — ز ابر خواہد تا ببارد بر زمیں

میری گفتگو، اور یہ آواز اور رونا، کڑک ہے وہ ابر سے چاہتا ہے، کہ زمین پر برسے

من میانِ گفت و گریہ می تنم — یا بگریم یا بگویم چوں کنم

میں بولنے اور رونے کے درمیان کشمکش میں ہوں روؤں یا بات کروں، کیا کروں؟

گر بگویم فوت می گردد بکا — ور بگریم چوں کنم شکر و ثنا

اگر بولتا ہوں، رونا چھوٹتا ہے اگر روؤں شکریہ اور تعریف کیسے کروں؟

می فتد[۳] از دیدہ خونِ دل شہا — بیں چہ افتادست از دیدہ مرا

اے شاہ! آنکھوں سے دل کا خون بہ رہا ہے دیکھو آنکھوں سے مجھ پر کیا افتاد پڑی ہے؟

ایں بگفت و گریہ در شد آں نحیف — کہ برو بگریست ہم دوں ہم شریف

یہ کہا، اور وہ لاغر رونے لگا کہ اس پر رذیل بھی اور شریف بھی رونے لگا

از دلش چنداں برآمد ہائے و ہو — حلقہ کرد اہلِ بخارا گردِ او

اس کے دل سے ایسی ہائے و ہو نکلی کہ بخارا والوں نے اس کے گرد حلقہ کرلیا

---

۱ ودود - دوست۔ ثالث ثلاثہ - یعنی میں عیسائیوں کے شرک میں مبتلا ہوگیا۔ مزرعہ - یعنی اعمال کی کھیتی۔ خامساً - یعنی اپنے حواس کھو بیٹھا۔

۲ ضال - بھٹکا ہوا۔ گفت - اس نے کہا کہ میری بات اور آہ و بکا بغیر ادراک کے ہے جو میری آنکھوں کے ذریعے آنسو بہانا چاہتی ہے۔ من میان - میں روتا ہوں تو زبانی شکوے سے محروم ہوجاتا ہوں، شکوہ کرتا ہوں تو پھر رو نہیں سکتا۔

۳ می فتد - دیکھئے اب میری آنکھوں سے خون کے آنسو گرنے شروع ہوگئے ہیں۔ نحیف - لاغر۔ دوں - کمینہ۔

خیرہ[1] گویاں خیرہ گریاں خیرہ خند
بہت بولتے ہوئے بہت روتے ہوئے بہت ہنستے ہوئے
مرد و زن خُرد و کلاں حیراں شدند
مرد و عورت، چھوٹے اور بڑے حیران ہوگئے

شہر ہم ہمرنگِ اُو شد اشک ریز
شہر بھی آنسو بہاتے ہوئے اُس جیسا ہوگیا
مرد و زن درہم شدہ چوں رستخیز
قیامت کی طرح مرد و عورت گڈ مڈ ہوگئے

آسماں میگفت آں دم با زمیں
اُس وقت آسمان زمین سے کہہ رہا تھا
گر قیامت را ندیدستی بہ بیں
اگر تو نے قیامت نہیں دیکھی ہے تو دیکھ لے

عقل حیراں کیں چہ عشقست و چہ حال
عقل حیران تھی کہ عجب عشق ہے اور عجب حال ہے
کہ فراقِ اُو عجب تر یا وصال
کہ اُس میں ہجر زیادہ تعجب خیز ہے یا وصل

چرخ[2] بر خواندہ قیامت نامہ را
آسمان نے قیامت نامہ پڑھ لیا ہے
تا مجرّہ بر دریدہ جامہ را
کہکشاں نے کپڑے پھاڑ لئے ہیں

با دو عالم عشق را بیگانگی
عشق کو دونوں جہان سے اجنبیت ہے
اندرو ہفتاد و دو دیوانگی
اُس میں بہتر دیوانگیاں ہیں

سخت پنہان ست و پیدا حیرتش
وہ ایک سخت پوشیدہ چیز ہے اور اُس کی حیرانی کھلی ہوئی ہے
جانِ سلطانانِ جاں در حسرتش
جان کے شہنشاہوں کی جانیں اُس کی حسرت میں ہے

غیرِ ہفتاد و دو ملت کیشِ اُو
بہتر ملتوں کے علاوہ اُس کا مذہب ہے
تختِ شاہاں تختہ بندی پیشِ اُو
اُس کے سامنے شاہوں کا تخت کاٹھ کا ہے

مطربِ[3] عشق ایں زند وقتِ سماع
عشق کا گویا، سماع کے وقت یہ بجاتا ہے
بندگی بند و خداوندی صُداع
غلامی قید، اور آقائی دردِ سر ہے

پس چہ باشد عشق دریائے عدم
تو عشق کیا ہے؟ فنا کا دریا ہے
در شکستہ عقل را آنجا قدم
وہاں عقل کے پاؤں شکستہ ہیں

بندگی و سلطنت معلوم شد
غلامی اور حکومت داگر محسوس ہوئی
زیں دو پردہ عاشقی مکتوم شد
اِن دونوں پردوں میں عاشقی چھپ گئی

---

[3] مُطربِ عشق۔ عشق کی یہ صدا ہے کہ غلامی اُس کے لئے قید ہے اور آقائی اُس کے لئے دردِ سر ہے۔ پس۔ ہم نے جو حال بیان کیا یہ تو عشق مجازی کی کیفیات ہیں اب اگر عشق خداوندی ہو تو اُس کی صفات کو اِن پر قیاس کرلو لیکن اِس کے معاملے میں عقل کام نہیں کرتی ہے لہٰذا قیاس بھی نہ کرسکوگے۔ بندگی۔ کوئی انسان بندگی اختیار کرتا ہے کوئی تختِ سلطنت پسند کرتا ہے لیکن یہ دونوں باتیں عشق کے لئے پردہ اور حجاب ہیں عشق اُن کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا۔

[1] خیرہ۔ اب اُس کی یہ حالت تھی کبھی شکوے کرتا کبھی روتا کبھی ہنستا، اِن مجنونانہ حرکات پر سب حیران تھے۔ شہر۔ اُس کی یہ حالت زار دیکھ کر پورا شہر رونے لگا۔ رستخیز۔ قیامت کے میدان میں مرد و زن سب باہم مختلط ہوجائیں گے۔ آسماں۔ آسمان زمین سے کہتا تھا کہ اگر قیامت نہ دیکھی ہو تو یہاں کا نمونہ ہے دیکھ لے۔ کہ فراق۔ یعنی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اِس عاشق کا ہجر زیادہ دردناک ہے یا وصال زیادہ دردناک ہے۔

[2] چرخ۔ آسمان قیامت کا بیان پڑھ کر اِس حادثے پر اُس کو منطبق کر رہا تھا۔ مجرّہ۔ کہکشاں۔ با دو عالم۔ یہاں سے مولانا نے عشق کے صفات بیان کرنے شروع کئے ہیں یعنی عشق کے اَحوال دونوں جہان کے اَحوال سے جُدا ہیں۔ اندرو۔ دنیا کے ہر پاگل میں ایک قسم کی دیوانگی ہوتی ہر عاشق میں بہتر دیوانگیاں ہوتی ہیں۔ سخت۔ عشق خود ایک پوشیدہ چیز ہے لیکن اُس کے آثار بہت کھلے ہوئے ہوتے ہیں انبیاء باوجود اپنی بلندی کے اِس کی تمنا کرتے رہے ہیں۔ غیر ہفتاد۔ عشق کا مسلک اور مذہب دنیا کے تمام مسلکوں اور مذہبوں سے جُدا گانہ ہے یہ شاہی تخت کو پاؤں کی بیڑی خیال کرتا ہے۔ تختہ بندی۔ پہلے زمانے میں قیدی کا پاؤں کاٹھ میں پھنسایا جاتا تھا۔

کاشکےؔ[1] مستی زبانے داشتے
کاش عشق زبان رکھتا
تاز مستاں پردہا برداشتے
تاکہ عاشقوں کے پردے اٹھا دیتا

ہر چہ گوئی اے دمِ ہستی ازاں
اے (انسانی) وجود کی گفتگو تو جو کچھ بتاتی ہے
پردۂ دیگر برو بستی بداں
سمجھ لے اس پر ایک دوسرا پردہ تو نے ڈال دیا

آفتِ ادراک آں قال ست و حال
اُس (عشق) کے علم کیلئے قول اور حال تباہی ہے
خون بخوں شستن محال ست و محال
خون کو خون سے دھونا محال در محال ہے

منؔ[2] چو با سودائیانش محرمم
میں چونکہ اُس (عشق) کے سودائیوں کا محرم (راز) ہوں
روز و شب اندر قفص در می دمم
دن (اور) رات پنجرے میں پھونک بھر رہا ہوں

سخت مست و بیخود و آشفتۂ
تو بہت مست اور بدہوش اور پریشان ہے
دوش اے جاں بر چہ پہلو خفتۂ
اے جان! تو کل رات کس پہلو پر سوئی تھی؟

ہاں وہاں ہشدار بر ناری دمے
خبردار، خبردار! سانس نہ لے
اولا بر جہ طلب کن محرمے
پہلے اٹھ، کسی محرم (راز) کو تلاش کر

عاشق و مستی و بکشادہ زباں
تو عاشق اور مست ہے اور زبان کھولے ہوئے ہے
اللہ اللہ اشترے بر ناوداں
اللہ اللہ (گویا) سیڑھی پر اونٹ ہے

چوںؔ[3] ز راز و نازِ اُو گوید زباں
جب زبان اس (عشق) کا راز اور انداز بیان کرتی ہے
یا جمیل الستر خواند آسماں
آسمان پکارتا ہے اے عمدہ پردہ پوشی کرنیوالے!

ستر چہ در پشم و پنبہ آذر ست
پردہ پوشی کیسی، اُون اور روئی میں آگ ہے
تا ہمی پوشیش اُو پیدا تر ست
کہ تو اس کو چھپاتا ہے وہ زیادہ ظاہر ہوتا ہے

چوں بکوشم تا سرش پنہاں کنم
میں جب کوشش کرتا ہوں کہ اس (عشق) کے راز کو چھپاؤں
سر بر آرد چوں علم کاینک منم
وہ (عشق) جھنڈے کی طرح سر اُبھارتا ہے کہ میں یہ ہوں

رغم انفم گیردم ناگہ دو گوش
وہ (عشق) میری رُسوائی کیلئے میرے دونوں کان پکڑتا ہے
کاے مُدمّغ چونش می پوشی بپوش
اے بدماغ! تو اس کو کیسے چھپاتا ہے؟ چھپا

---

[1] کاشکے۔ کوئی دوسرا عشق کی حقیقت نہیں بیان کرسکتا اگر عشق کے خود زبان ہوتی تو وہ اپنا اور عاشقوں کا حال بیان کرسکتا۔ ہرچہ گوئی۔ انسان عشق کے جو اوصاف گنا تا ہے اس سے اس کی معرفت کی بجائے اور جہالت پیدا ہوتی ہے۔ آفت۔ انسان کا قول و فعل تو اس کی حقیقت سمجھنے میں مانع ہے لہٰذا اس کے ذریعہ اس کی حقیقت کو واضح کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی خون کو خون کے ذریعہ دھوئے۔

[2] من چو۔ مولانا فرماتے ہیں چونکہ میں عاشقوں کا محرم راز ہوں لہٰذا عشق کی حقیقت سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ کوشش ایسی رائیگاں ہے جس طرح پنجرے میں پھونک بھرنا رائیگاں ہوتا ہے۔ سخت۔ اب مولانا اپنے آپ کو خطاب کرکے فرماتے ہیں کہ تیرا عشق کی حقیقت کو بیان کرنے کا دعویٰ تیرے پراگندہ خیال میں جو شب کی بے چینی کے اثرات ہوتے ہیں۔ ہاں۔ اپنے آپ کو تنبیہ کرتے ہیں کہ عشق کی حقیقت کے بیان کو چھوڑ پہلے کوئی محرم تلاش کر پھر اس سے بات کرنا۔ ناری۔ نہ آری بعض نسخوں میں نا ورد ہے۔ عاشق۔ مولانا اپنے آپ کو فرماتے ہیں کہ تو عاشق اور مست ہے اور پھر زبان چلاتا ہے یہ تو اس قدر حیرت انگیز بات ہے جیسے کہ اونٹ سیڑھی پر چڑھے —

[3] چوں۔ جب میری زبان عشق کے ناز و انداز کو بیان شروع کرتی ہے تو آسمان خدا کو پکار کر ان رازوں کے مخفی رہنے کی دعا کرتا ہے۔ جمیل الستر۔ بہترین پردہ پوش۔ ستر۔ عشق کے راز کو چھپانا ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی چنگاری کو روئی میں چھپائے۔ چوں بکوشم۔ جب میں عشق کو چھپانے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ اور سر اُبھارتا ہے اور مجھے ذلیل کرنے کیلئے میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ مجھے چھپا کر دیکھو تو کیسے چھپا سکتا ہے۔ رغم انف۔ ناک کا خاک آلودہ ہونا، ذلیل ہونا۔

گو ہمش[1] رَو گرچہ پر جوشیدہ | ہمچو جاں پیدائی و پوشیدہ
میں اس سے کہتا ہوں، جا، تو اگرچہ جوش میں ہے | تو جان کی طرح ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے

گوید او محبوسِ خُنب ست ایں تنم | چوں مے اندر بزم خنبک میزنم
وہ کہتا ہے، کہ میرا یہ جسم مٹکے میں مُقیّد ہے | شراب کی طرح میں مجلس میں، ہتھیلیاں بجاتا ہوں

گو ہمش[2] زاں پیش کہ گردی گرو | تا نیاید آفتِ مستی برو
میں اس سے کہتا ہوں اس سے پہلے کہ تو گروی ہو | تاکہ اس پر مستی کی مصیبت نہ آجائے

گوید از جامِ لطیف آشام من (چھپ جا) | یارِ روزم تا نمازِ شام من
وہ کہتا ہے کہ میں لطیف آشام جام کے ذریعہ | دن کا شام کی نماز تک (تیرا) ساتھی ہوں

چوں[3] بیاید شام و دُزدد جامِ من | گو ہمش دادہ کہ نامد شامِ من
جب شام ہو جائے گی اور وہ میرا جام چرائیگی | میں اُس سے کہونگا واپس دیدے کیونکہ میری شام نہیں ہوئی ہے

زاں عرب بنہاد نامِ مے مُدام | زانکہ سیری نیست مے خور را مُدام
اسی لئے عربوں نے شراب کا نام مُدام رکھا ہے | کیونکہ شراب نوش کو کبھی سیری نہیں ہوتی ہے

عشق جوشد بادہ تحقیق را | اُو بُود ساقی نہاں صدیق را
عشق تحقیق کی شراب کو جوش دیتا ہے | وہ دوست کے لئے مخفی ساقی ہوتا ہے

چوں بجوئی تو بتوفیقِ حَسَن | بادہ آبِ جاں بُود ابریقِ تن
جب تو اچھی توفیق کے ذریعہ تلاش کرے گا | تو شراب روح کیلئے آب حیات، اور جسم جام بنجائیگا

چوں[4] بیفزاید مے توفیق را | قُوّتِ مے بشکند ابریق را
جب وہ (عشق) توفیق کی شراب کو بڑھاتا ہے | شراب کی تیزی، جام کو توڑ دیتی ہے

آب گردد ساقی و ہم مست آب | خود بگو اَللہُ اَعلَمُ بِالصَّواب
پانی ساقی بنجاتا ہے اور پانی ہی مست بنجاتا ہے | خود کہہ دے اللہ صحیح بات زیادہ جانتا ہے

[1] گو ہمش۔ میں اُس عشق سے کہتا ہوں کہ آپ کو جوش آگیا ہے آپ اِس وقت چلے جائیے اور خود آپ اپنے آپ کو پوشیدہ کر لیجیے آپ تو جان کی طرح پوشیدہ بھی ہیں اور ظاہر بھی۔ گوید۔ وہ عشق کہتا ہے کہ میرا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا ممکن نہیں ہے میری مثال اُس شراب کی سی ہے جو مٹکے میں مُقید ہے اور اُس کے آثار سرِ محفل نہیں ہیں میں بھی روح میں مقید ہوں لیکن آثار کھلے ہوئے ہیں۔ خنب۔ خم۔

[2] گو ہمش۔ میں اُس عشق سے کہتا ہوں کہ مصیبت میں پھنسنے سے پہلے چھپ جا ورنہ میری مستی کوئی ظلم ڈھائیگی اور مجھ پر مصیبت آجائیگی اور وہ میری مصیبت تیری مصیبت ہے۔ گوید۔ تو وہ اُس کے جواب میں کہتا ہے کہ تم تو میرے لطیف جام سے سیراب ہو میں تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا تمہارے ذریعہ میری رسوائی نہ ہوگی تم کم ظرف نہیں ہو کہ پی کر بہک جاؤ۔ روز۔ یعنی زندگی۔ شام۔ یعنی موت کا وقت۔

[3] چوں بیاید۔ عشق نے شام تک ساتھ نہ چھوڑنے کی بات کہی تھی تو گویا وہ شام کے بعد جُدا ہو جائیگا اب مولانا فرماتے ہیں کہ شام کا وقت جب جام عشق کو مجھ سے جُدا کرنے لگے تو میں اُس سے کہونگا کہ ابھی شام نہیں ہوئی ہے مجھے جام

نہ چرا۔ زاں عرب۔ شراب کو عربی زبان میں مُدام کہا جاتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ شرابی اُس سے سیر نہیں ہوتا ہے اور اُس کی ہمیشگی کا خواہشمند رہتا ہے تو جب شرابِ ظاہری کی یہ صورت ہے تو شرابِ عشق سے کیسے سیری ہو سکتی ہے۔ مُدام۔ ہمیشہ۔ عشق جوشد۔ اب مولانا نے پھر عشق کے اوصاف بیان کرنے شروع کر دیئے ہیں فرماتے ہیں عشق ہی حقیقت تک پہنچاتا ہے اور وہ عشق عاشق کے لئے ساقی بنتا ہے۔ چوں بجوئی۔ اگر تو اللہ کی توفیق سے عشق کی جستجو کرے گا تو وہ تیری رُوح کے لئے آبِ حیات کا کام کریگا اور تیرا بدن اُس کیلئے جام بنجائیگا ——

[4] چوں بیفزاید۔ جب عشق توفیق کی شراب کو جوش دیدیتا ہے تو جام ابریقِ بدن پارہ پارہ ہو جاتا ہے اور وہ علائقِ جسمانی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ آب گردد۔ اب یہ کیفیت ہوگی کہ عشق اور عاشق و معشوق میں اتحاد ہو جائے گا پانی اور ساقی اور مست ایک ہو جائیں گے۔ خود بگو۔ اگر تیری سمجھ میں یہ اتحاد نہ آئے تو تردید نہ کر اور معاملہ اللہ کے سپرد کر دے۔

پرتوِ ساقی ست کاندر شیرہ رفت ‏¹ — شیرہ بر جوشید رقصاں گشت تفت

ساقی کا عکس ہے جو شیرے میں پہنچا — شیرہ جوش مارنے لگا، تیز ناچنے لگا

اندریں معنی بپرس آں خیرہ را — کہ چنیں کے دیدہ بودی شیرہ را

اس بیہودہ سے یہ بات دریافت کر — تو نے شیرے کو ایسا کبھی دیکھا تھا؟

بے تفکر پیشِ ہر دانندہ ہست — آنکہ با گردندہ گردانندہ ہست

بغیر سوچے، ہر جاننے والے کے پیشِ نظر ہے — کہ گھومنے والے کے لئے، (کوئی) گھمانے والا ہے

حکایتِ آں عاشقِ دراز ہجرِ بسیار امتحان

لمبے ہجر والے بہت، امتحان میں مبتلا عاشق کا قصہ

یک جوانے بر زنے مجنوں بُدست — روز و شب بیخواب و بیخور آمدست

ایک جوان، ایک عورت پر عاشق ہوا تھا — شب و روز بغیر نیند اور بغیر کھائے رہتا تھا

بیدل و شوریدہ ہم مجنون و مست — می ندادش روزگارِ وصل دست

بے دل اور پریشان تیز دیوانہ اور مست — وصل کا زمانہ اس کے ہاتھ نہ آتا تھا

بس شکنجہ کرد عشقش بر زمیں — خود چرا دارد ز اوّل عشق کیں ‏²

اس کو عشق نے زمین پر شکنجے میں کس دیا تھا — (نہ معلوم) عشق ابتدا ہی سے کیوں دشمنی رکھتا ہے؟

عشق از اوّل چرا خونی بود — تا گریزد آنکہ بیرونی بود

عشق شروع سے خونی کیوں ہوتا ہے؟ — تاکہ وہ بھاگ جائے جو اجنبی ہو

چوں فرستادے رسولے پیشِ زن — آں رسول از رشک گشتے راہزن

جب وہ عورت کے پاس کوئی قاصد بھیجتا — وہ قاصد رشک سے رقیب بن جاتا

ور بسوئے زن نبشتے کاتبش — نامہ را تصحیف خواندے نائبش

اگر اس کا منشی عورت کو لکھتا — اس (عورت) کا نائب خط کو غلط پڑھ کر سناتا

ور صبا را پیک کردے در وفا ‏³ — از غبارے تیرہ گشتے آں صبا

اگر وفا کے بارے میں وہ صبا کو قاصد بناتا — وہ صبا غبار سے کالی پڑ جاتی

رقعہ گر بر پرِ مرغے دوختے — پرّ مرغ از تفِ رقعہ سوختے

اگر وہ خط پرندے کے پروں پر سیتا — خط کی گرمی سے پرندے کے پر جل جاتے

---

¹ پرتو۔ انگور کے شیرے کے تمام خواص ساقی کا پرتو ہیں۔ اندریں۔ اگر کوئی انکار کرے تو اس سے دریافت کر کہ انگور کے شیرے میں یہ خواص کہاں سے آگئے ہیں۔ بے تفکر۔ ہر انسان قدرتی طور پر جانتا ہے کہ کوئی کام کام کرنے والے کے بغیر وجود میں نہیں آتا تو لامحالہ ایک ذات ہے جو ان تمام چیزوں میں متصرف ہے اور وہ حق تعالیٰ کی ذات ہے۔ حکایت۔ اس قصے سے بھی یہ بتانا ہے کہ اسباب میں ہیبت بھی اللہ تعالیٰ کے تصرف سے ہے ورنہ اسباب خود کوئی چیز نہیں ہیں۔ یک جوانے۔ ایک شخص ایک عورت پر عاشق ہو گیا لیکن اس کو کسی طرح وصل میسر نہ آتا تھا۔ بس شکنجہ عشق نے اس کو طرح طرح کی سزائیں دیں۔

² خود چرا۔ عشق عاشق کو اس لئے ستاتا ہے تاکہ ہر بوالہوس حسن پرستی کو شعار نہ بنالے اور نااہل اس میدان کو چھوڑ کر بھاگ جائے۔ چوں فرستادے۔ وہ عاشق کسی کو قاصد بناتا تو وہ قاصد اس کا رقیب بن جاتا۔ ور زن۔ اگر وہ پیامِ محبت تحریر کرا کر بھیجتا تو اس معشوق کا منشی اس کو غلط پڑھ کر سناتا۔

³ ور صبا۔ اگر وہ صبا کے ذریعہ پیغام بھیجتا تو وہ صبا گرد آلود ہو جاتی اور صحیح پیغام نہ پہنچاتی۔ رقعہ۔ اگر کبوتر کے پروں سے باندھ کر خط بھیجتا تو سوزش سے کبوتر کے پر جل جاتے۔

راہہائے[1] چارہ را غیرت بہ بست — لشکرِ اندیشہ را رایت شکست

تدبیر کے راستے، غیرت نے بند کر دیئے — سوچ کے لشکر کا جھنڈا توڑ دیا

بُود اوّل[2] مونسِ غم، انتظار — آخرش بشکست کہ ہم انتظار

پہلے انتظار، غم کا غمگسار تھا — آخر میں وہ درہم برہم ہو گیا، کون؟ انتظار بھی

گاہ گفتے کایں بلائے بے دواست — گاہ گفتے نے حیاتِ جانِ ماست

کبھی وہ کہتا، کہ یہ لا علاج مرض ہے — کبھی کہتا نہیں، ہماری جان کی زندگی ہے

گاہ ہستی[2] زو برآوردے سرے — گاہ او از نیستی خوردے برے

کبھی ہستی اس میں سر ابھارتی — کبھی وہ نیستی کا پھل کھاتا

گاہ فریادش بگردوں بر شُدے — گہ خیالِ دلبرش ہمدم بُدے

کبھی اس کی فریاد آسمان پر پہنچتی — کبھی معشوق کا خیال اس کا ساتھی ہوتا

چونکہ بر وے سرد گشتے ایں نہاد — جوش کردے گرم چشمہ اتحاد

جب یہ مزاج، اس پر ٹھنڈا پڑ جاتا — اتحاد کا گرم چشمہ جوش مارتا

چونکہ با بے برگیِ غربت بساخت — برگِ بے برگی بسوئے او بتاخت

جبکہ مسافرت کی بے سر و سامانی سے اس نے ساز کیا — بے سر و سامانی کا سامان اس کی طرف بڑھا

خوشہائے فکرتش بیگاہ شُد — شبرواں را رہنما چوں ماہ شُد

اس کی فکر کے خوشے بغیر پکنے کے ہو گئے — وہ رات کے مسافروں کا چاند کی طرح راہنما ہو گیا

اے[3] بسا طوطیِ گویائے خمش — اے بسا شیریں رواں رُو ترش

بہت سے طوطی کی طرح چہکنے والے خاموش ہیں — بہت سے خوش دل، غمگین ہیں

رو بگورستاں دمے خامش نشیں — آں خموشانِ سخن گو را ببیں

تھوڑی دیر کے لئے قبرستان میں جا، خاموشی سے بیٹھ — ان بولنے والے، خاموشوں کو دیکھ

لیک اگر یکرنگ بینی خاکِ شاں — نیست یکساں حالتِ چالاک شاں

لیکن اگر تو ان کی قبر کو یکساں دیکھتا ہو — ان کی چالاک حالت یکساں نہیں ہے

شحم و لحمِ زندگاں یکساں بُود — آں یکے غمگیں دگر شاداں بُود

زندوں کا گوشت اور چربی یکساں ہوتی ہے — (لیکن) ایک غمگین، دوسرا خوش ہوتا ہے

ہیں۔ جو حقیقی ولی اور بناوٹی کا ظاہر ایسا ہی یکساں ہے جس طرح کہ قبرستان کی قبریں یکساں ہیں اور حقیقتاً ان میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ مُردوں میں ہے ہر قبر والے کی حالت جداگانہ ہے۔ شحم مُردوں میں کیا زندوں میں بھی بظاہر یکسانیت ہے لیکن اندرونی حالات مختلف ہیں۔

[1] راہہائے۔ غرضیکہ کوئی سبب اور تدبیر کام نہ دیتی تھی اور پیغام رسانی کے جس قدر اسباب تھے وہ سب ناکارہ ہو گئے تھے۔
بُود۔ پہلے اس کیلئے معشوق کا انتظار غم کا مونس بنا ہوا تھا آخر میں وہ انتظار بھی ختم ہو گیا اور اس پر بالکل مایوسی طاری ہو گئی۔ گاہ گفتے کبھی وہ عشق کو بلائے بے درماں سمجھتا کبھی کہتا کہ یہی تو مدارِ زندگی ہے۔

[2] گاہ ہستی۔ کبھی اس پر خودی کا غلبہ ہوتا اور خواہشات پیدا ہوتیں کبھی بالکل فنا کا درجہ اختیار کرتا اور اپنے وجود کو بھلا بیٹھتا۔ گاہ۔ کبھی تنہائی کی وحشت میں گریہ و زاری کرتا کبھی محبوب کے خیال سے دل بہلاتا۔ چونکہ کبھی اپنے وجود کو فراموش کر دیتا تو محبوب سے اتحاد کا چشمہ جوش مارنے لگتا۔ چونکہ۔ اب بے سر و سامانی اس کے لئے موجبِ راحت بن گئی تھی۔ خوشہائے جبکہ اس کا عشق خواہشات کے خس و خاشاک سے پاک ہو گیا تو وہ عاشقوں کا راہنما بن گیا۔

[3] اے بسا۔ مولانا اہل اللہ اور مدعیانِ ولایت کا فرق سمجھاتے ہیں، بہت سے وہ لوگ کہ بظاہر طوطی کی طرح خوش بیان ہیں لیکن ان کا باطن بالکل خاموش ہے کچھ وہ لوگ ہیں جن کی وضع خوش اور تر و تازہ ہے بظاہر ترشرو

تو چہ[1] دانی تا نہ نوشی قالِ شاں
تو کیا سمجھے جب تک اُن کی بات نہ سُن لے

زانکہ پنہان ست بر تو حالِ شاں
کیونکہ تجھ پر اُن کی حالت مخفی ہے

بشنوی از قال ہائے و ہوے را
تو زبان سے ہائے وہو کو سُن لیتا ہے

کے بہ بینی حالتِ صد توے را
تو سینکڑوں تہوں کی حالت کو کب دیکھ سکتا ہے؟

نقشِ ما یکساں بضدہا متصف
ہماری صورتیں یکساں ہیں، متضاد صفات سے متصف ہیں

خاک ہم یکساں رواں شاں مختلف
مٹی بھی یکساں ہے، اُن کی روحیں مختلف ہیں

ہمچنیں یکساں بود آوازہا
اسی طرح آوازیں بھی یکساں ہوتی ہیں

آں یکے پر درد و آں پر نازہا
ایک درد سے بھری ہے اور ایک نازوں سے بھری ہے

بانگِ[2] اسپاں بشنوی اندر مصاف
میدانِ جنگ میں تو گھوڑوں کی آواز سُنتا ہے

بانگِ مرغاں بشنوی اندر مطاف
چکر کاٹنے میں تو پرندوں کی آواز سُنتا ہے

آں یکے از حقد و دیگر زارتباط
ایک دشمنی سے ہے اور دوسری تعلق کی وجہ سے

آں یکے از رنج و دیگر از نشاط
ایک رنج سے ہوتی ہے، دوسری خوشی سے

ہر کہ دور از حالتِ ایشاں بود
جو اُن کے احوال سے دُور ہو

پیشش آں آوازہا یکساں بود
اُس کے لئے وہ آوازیں یکساں ہوتی ہیں

آں درختے جنبد از زخمِ تبر
ایک درخت کلہاڑے کی چوٹ سے ہلتا ہے

واں درختِ دیگر از بادِ سحر
دوسرا درخت، صبح کی ہوا سے

بس غلط گشتم ز دیگِ مردہ ریگ
میں بہت سی مرتبہ بیکار دیگ سے غلطی میں پڑ گیا

زانکہ سرپوشیدہ میجوشید دیگ
کیونکہ دیگ مُنہ ڈھکے ہوئے جوش مار رہی تھی

جوش[3] و نوشِ ہر کست گوید بیا
تجھ سے ہر شخص کا جوش اور ذائقہ کہتا ہے آ جا

جوشِ صدق و جوشِ تزویر و ریا
سچائی کا جوش، اور ملمع سازی اور ریا کا جوش

گر نداری دیدہائے رو شناس
اگر تو پہچاننے والی آنکھیں نہیں رکھتا ہے

رو دماغے دست آور بو شناس
جا کوئی خوشبو پہچاننے والا دماغ حاصل کر

آں دماغے کہ بر آں گلشن تند
وہ دماغ، جو اس چمن سے تعلق رکھے

چشمِ یعقوباں ہم او روشن کند
یعقوبوں کی آنکھ کو بھی روشن کرے

[1] تو چہ دانی۔ انسان اور انسان میں فرق جب ظاہر ہوتا ہے جب وہ بولتا ہے۔ بشنوی۔ بولنے سے بھی پوری حقیقت واضح نہیں ہوتی ہے اصل حالت کا پتہ لگانا مشکل ہے۔ نقش۔ انسانوں کی صورتیں یکساں ہیں۔ لیکن اوصاف میں بہت فرق ہے جسم یکساں ہیں روحیں مختلف ہیں۔ ہمچنیں۔ آوازیں بھی یکساں معلوم ہونگی لیکن ان آوازوں میں مختلف درد اور ناز کی وجہ سے فرق ہے۔

[2] بانگ۔ گھوڑوں اور پرندوں کی آوازوں میں بھی یکسانیت ہوتی ہے لیکن ان آوازوں کی باطنی کیفیات میں فرق ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص اصل حالت سے واقف نہ ہوگا وہ آوازوں کو یکساں سمجھیگا۔ آں درخت۔ درختوں کا ہلنا بھی یکساں ہے لیکن ایک کے ہلنے کا سبب کلہاڑے کی چوٹ ہے اور دوسرے کے ہلنے کا سبب بادِ صبا ہے بس غلط۔ سرپوش سے ڈھکی ہوئی دیگ کے جوش مارنے سے دھوکا ہوتا ہے۔

[3] جوش۔ ہر انسان کا جوش وخروش تجھے دعوت دیتا ہے۔ گر نداری۔ اگر ان میں خود امتیاز کرنے کی طاقت نہیں ہے تو کسی صاحبِ بصیرت سے مشورہ کرے۔ آں دماغے۔ پہچاننے کے لئے اُس آدمی کا سہارا لے لے جو اس گلشن کا دماغ رکھتا ہو اور وہ عاشقوں کا نور دیدہ ہو۔ یعقوباں۔ عاشقاں۔

ہیں بگو احوالِ آں خستہ جگر — کز بخاری دور ماندیم اے پسر

خبردار! اس خستہ جگر کے احوال بتا — کیونکہ اے لڑکے! ہم بخاری سے دور جا پڑے

یافتنِ عاشق معشوق را و بیان آنکہ جوئندہ یابندہ بود کہ من طلب شیئاً وجد وجد، صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ

عاشق کا معشوق کو پالینا، اور اس کا بیان کہ جستجو کرنے والا، پانے والا ہوتا ہے، جس نے کسی چیز کو طلب کیا اور کوشش کی اس نے اس کو پالیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے، جو شخص ایک ذرہ کے وزن کی نیکی کرتا ہے، وہ اس کو دیکھے گا اور جو ایک ذرہ برابر شر کریگا وہ اسکو دیکھے گا

کاں جواں در جستجو بُد ہفت سال — از خیالِ وصل گشتہ چوں خیال

وہ جوان سات سال تلاش میں رہا — وصل کے خیال سے خیال کی طرح ہو گیا

سایۂ حق بر سرِ بندہ بُود — عاقبت جوئندہ یابندہ بُود

بندے پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے — انجام کار تلاش کرنے والا، پانے والا ہوتا ہے

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے — عاقبت زاں در بروں آید سرے

پیغمبر نے فرمایا جب تو دروازہ کھٹکھٹائیگا — انجام کار اس دروازے سے سر باہر نکلے گا

چوں[1] نشینی بر سرِ کوئے کسے — عاقبت بینی تو ہم روئے کسے

اگر تو کسی کے کوچے کے سرے پر بیٹھے گا — انجام کار کسی کا چہرہ دیکھے گا

چوں ز چاہے می کنی ہر روز خاک — عاقبت اندر رسی در آبِ پاک

جب تو کنوئیں سے روزانہ مٹی نکالے گا — انجام کار پاک پانی میں پہنچ جائے گا

جملہ[2] دانند ایں اگر تو نگروی — ہر چہ می کاریش روزے بدروی

سب جانتے ہیں خواہ تو نہ مانے — جو تو بوئے گا، ایک دن کاٹے گا

سنگ[3] بر آہن زدی آتش بجست — ایں بباشد ورنہ باشد نادرست

تو نے لوہے پر پتھر مارا آگ نکلی — یہ ہو گا، اگر نہ ہو تو نادر ہے

آنکہ روزی نیستش بخت و نجات — ننگرد عقلش مگر در نادرات

جس کا مقدر نصیبہ اور نجات نہیں ہے — اس کی عقل نادر کے سوا نہیں دیکھتی ہے

لہ جین: اِس قصہ کی وجہ سے ہم بخاری کے قصہ سے دور جا پڑے اب اس کا ذکر کرنا چاہیے۔ یافتن: اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حق تعالیٰ اسبابِ ظاہری کے بغیر بھی مقصد پورا فرما دیتا ہے اور عالمِ اسباب میں سببیت پیدا کرنے والا حق تعالیٰ ہی ہے لیکن انسان کی کوشش شرط ہے اور انسان کی کوشش رائیگاں نہیں جاتی ہے۔ چوں خیال: یعنی اس کا وجود ایک خیالی چیز بن گیا تھا۔ عاقبت: انسان کی کوشش رائیگاں نہیں جاتی ہے۔

[1] چوں: محبوب کی جستجو میں جب تم اس کے کوچے پر دھرنا دیدو گے تو ضرور اس کا دیدار کر لو گے جیسے مٹی کھودتے رہو گے تو کنوئیں سے ضرور پانی نکل آئے گا۔

[2] جملہ: تمام دنیا کا یہ عقیدہ ہے خواہ تو انکار کرے کہ کھیتی کا پھل ضرور ملتا ہے اور جو بوتا ہے وہ کاٹتا ہے۔

[3] سنگ: لوہے پر پتھر مارو گے تو سنت اللہ ہے کہ اس سے آگ پیدا ہو جائیگی عموماً ایسا ہی ہوتا ہے اس کے خلاف بہت کم ہوتا ہے۔ آنکہ: جو بدبخت ہوتے ہیں وہ سنتِ الٰہی کو پیشِ نظر نہیں رکھتے نادر الوقوع باتوں کی طرف دھیان کرتے ہیں۔

کانِ فلاں کس کِشت کرد و بر نداشت[1] — واں صدف بُرد و صدف گوہر نداشت
کہ اُس فلاں نے کھیتی کی، اور پھل نہ پایا — وہ سیپ لے گیا، اور سیپ میں موتی نہ تھا

بلعمِ باعور و ابلیسِ لعین — سُود نامد شاں عبادتہا و دیں
بلعم باعور، اور ملعون شیطان — اُن کو عبادتیں، اور دین مفید نہ پڑا

صد ہزاراں انبیاء و رہرواں[2] — ناید اندر خاطرِ آں بدگماں
لاکھوں نبی، اور راہبر — اُس بدگمان کے دل میں نہ آئے

ایں دو را گیرد کہ تاریکی دہد — در دلش ادبار جز ایں کے نہد
اِن دو کو اُس نے پکڑا جو تاریکی پیدا کرتے ہیں — بدنصیبی اس کے دل میں اِسکے علاوہ کیا رکھے؟

بس کسا کہ ناں خورد دل شادِ او — مرگِ اُو گردد بگیرد در گلو
بہت سے وہ ہیں کہ جو خوش دلی سے روٹی کھاتے ہیں — وہ اُن کی موت بنتی ہے اور ہاں اُن کا گلا پکڑتی ہے

پس تو اے ادبار رَو ہم ناں مخور — تا نیفتی ہمچو اُو در شور و شر
تو اے منحوس صورت! تو بھی روٹی نہ کھا — تاکہ اُس کی طرح شور و شر میں مبتلا نہ ہو

صد ہزاراں خلق نانہا می خورند — زور می یابند و جاں می پرورند
لاکھوں انسان روٹی کھاتے ہیں — طاقت حاصل کرتے ہیں اور جان کی پرورش کرتے ہیں

تو بداں نادر کجا افتادۂ[3] — گر نہ محرومی و ابلہ زادۂ
تو اِس نادر میں کیوں گھس گیا؟ — اگر تو محروم ہے اور بے وقوف کا بچہ نہیں ہے

ایں جہاں پُر آفتاب و نورِ ماہ — تو بہشتہ سر فرو بُردہ بچاہ
یہ دنیا دھوپ اور چاند کی روشنی سے بھری — تو سر کو لٹکائے ہوئے کنوئیں میں گھسا ہے

کہ اگر حق ست پس کو روشنی — سر زِ چہ بردار و بنگر اے دَنی
کہ اگر صحیح ہے تو روشنی کہاں ہے؟ — اے کمینے! کنوئیں سے سر اٹھا اور دیکھ

جملہ عالم شرق و غرب آں نور یافت — تا تو در چاہی نخواہد بر تو تافت
مشرق اور مغرب میں تمام جہان نے نور محسوس کیا — جب تک تو کنوئیں میں ہے وہ تجھ پر نہ چمکے گا

چہ رہا کُن رَو بایوان و کروم — کم ستیز اینجا بداں کالَّجُّ شُوم
کنوئیں کو چھوڑ، محلات اور باغات میں جا — یہاں کج بحثی نہ کر، سمجھ لے جھگڑالو پن بدبختی ہے

ہیں مگو کاینک فلانے کِشت کرد — در فلاں سال و ملخ کِشتش نخورد
خبردار! یہ نہ کہہ کہ فلاں نے کھیتی کی — فلاں سال میں اور ٹڈی اُس کی کھیتی کھا گئی

---

[1] حق۔ نادر باتوں کی یہ مثالیں اُن کے پیشِ نظر ہوتی ہیں کہ فلاں شخص نے کھیتی کی وہ جل گئی اُس کو کچھ نہ ملا اُس نے دریا میں غوطہ لگایا سیپ نکالا اُس میں موتی نہ نکلا۔ بلعم اور شیطان نے عبادتیں کیں اُن کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔

[2] صد ہزاراں۔ وہ بدبخت لاکھوں انبیاء اور اولیاء کو نہیں دیکھتا کہ عبادات سے اُن کو کتنے بڑے مرتبے ملے۔ ایں دو۔ بلعم اور شیطان کو پکڑے ہوئے ہے یہ اُس کی بدبختی کی علامت ہے۔ بس کسا۔ نادر اور اتفاقات کی مثالیں لا کر عبادتوں سے گریز کرتا ہے، اگر نادر ہی دلیل ہے تو اتفاقاً یہ بھی ہوا ہے کہ روٹی کھانے سے انسان مرا ہے تو روٹی کھانا کیوں نہیں چھوڑ دیتا۔

[3] تو بداں۔ نادر اور وقوع حادثوں کو پیشِ نظر رکھنا بڑی بدبختی ہے۔ ایں جہاں۔ نادر چیزوں سے استدلال کرنے والے کی مثال یہ ہے کہ عالم میں دھوپ اور چاندنی پھیلی ہوئی ہو اور ایک شخص کنوئیں میں سر جھکائے اُس کا انکار کرتا رہے۔ جملہ عالم۔ اُس کے لئے یہی جواب ہے کہ عالم تو نور سے بھرا ہے تو خود اُس سے محروم ہے۔ اللج شوم۔ کج بحثی اور جھگڑالو پن بدبختی کی دلیل ہے۔

پس چرا کارم کہ اینجا خوف ہست
تو میں کھیتی کیوں کروں، کہ یہاں خوف ہے
پس چرا افشانم ایں گندم ز دست
میں ہاتھ سے اس گیہوں کو کیوں بکھیروں؟

ہیں مکن استیزہ رو رو کار کن
خبردار، جھگڑا نہ کر جا، جا کام کر
با توکل کشت کن بشنو سخن
توکل کے ساتھ کھیتی کر، بات سن لے

ہر کہ استیزہ کند بر سر فتد
جو کج بحثی کرتا ہے، سر کے بل گرتا ہے
آنچناں کو بر نخیزد تا ابد
اس طرح کہ قیامت تک نہیں اٹھ سکتا

وانکہ او نگذاشت کشت و کار را
اور جس نے کھیتی، اور کام کو نہ چھوڑا
پر کند کوری تو انبار را
وہ تیرے اندھے پن پر انبار بھرے گا

زیں بیاں بگذر زمانے باز راں
تھوڑی دیر کے لئے اس بیان سے گذر جا، پھر چل
جانب احوالِ آں عاشق جواں
اس جوان عاشق کے احوال کی جانب

چوں درے میکوفت او از سلوتے
جب وہ لاپروائی سے دروازہ کھٹکھٹاتا رہا
عاقبت دریافت روزے خلوتے
انجام کار اس نے ایک روز (محبوب کی) خلوت حاصل کرلی

جست از بیمِ عسس او شب بباغ
وہ رات کو کوتوال کے ڈر سے باغ میں گھس گیا
یارِ خود را یافت با شمع و چراغ
اس نے اپنے یار کو شمع اور چراغ کے ساتھ پالیا

گفت سازندہ سبب را آں نفس
اس وقت اس نے مسبب الاسباب سے کہا
اے خدا تو رحمتے کن بر عسس
اے خدا! کوتوال پر رحمت نازل فرما

ناشناسا تو سببہا کردہ
نامعلوم کو تو نے سبب بنا دیا
از درِ دوزخ بہشتم بردہ
تو دوزخ کے دروازے سے مجھے بہشت میں لے گیا

بہرِ آں کردی سبب ایں کار را
تو نے اس لئے (اس کو) اس کام کا سبب بنایا
تا ندارم خوار من یک خار را
تاکہ میں ایک کانٹے کو بھی ذلیل نہ سمجھوں

در شکست پاے بخشد حق پرے
اللہ تعالیٰ پاؤں ٹوٹنے کے بدلے میں پر عنایت
ہم ز قعرِ چاہ بگشاید درے
کنوئیں کے اندر بھی وہ دروازہ کھول دیتا ہے

ہر چہ آں بر تو کراہیت بود
وہ چیز جو تجھے ناگوار ہوتی ہے
چوں حقیقت بنگری رحمت بود
جب تو حقیقت کو دیکھتا ہے وہ رحمت ہوتی ہے

لـ ہیں۔ انسان کو کج بحثی چھوڑ کر عمل میں لگ جانا چاہیئے اور اللہ کے بھروسے پر عمل کرنا چاہیئے یقیناً وہ اس کے فوائد سے مستفید ہوگا۔ ہر کہ۔ کج بحثی کرنے والا اس طرح اوندھے منہ گرتا ہے کہ قیامت تک نہیں سنبھلتا ہے۔ زیں بیاں یعنی انسان کو اس کے عمل کا پھل ضرور ملتا ہے۔ سلوتے۔ بے غمی، بے فکری، خلوت۔ یعنی محبوب کے ساتھ تنہائی عسس۔ کوتوال یعنی وہ عاشق کوتوال کے ڈر سے باغ میں چھپنے کے لئے گھس گیا وہاں اس کی محبوبہ مع شمع کے موجود تھی۔

ٹ گفت۔ چونکہ کوتوال وصال کا سبب بنا اس لئے اس نے کوتوال کو دعائیں دیں۔ سازندہ سبب۔ سبب بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ ناشناسا۔ غیر معروف نامعلوم۔ دوزخ۔ یعنی فراق۔ بہشت۔ یعنی وصال۔ بہرِ آں۔ کوتوال کو سبب وصال بنا کر تو نے یہ تنبیہ کی ہے کہ کسی چیز کو انسان ذلیل نہ سمجھے کسی نہ کسی وقت وہ مفید ہوسکتی ہے۔

ٹ در شکست۔ جب اللہ کا کرم ہوتا ہے تو پاؤں کا ٹوٹنا پر حاصل ہو جانے کا سبب بن جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایک ضد کو دوسری ضد کے حصول کا سبب بنا دیتا ہے کنوئیں کی گہرائی نجات کا سبب بن جاتی ہے۔ ہر چہ۔ قرآن پاک میں ہے عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم یعنی بسا اوقات تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہی تمہارے لئے بہتر ہوتی ہے۔

تُو مَبیں[1] کہ بَر درختی یا بچاہ　　تو مرا بیں کہ منم مفتاحِ راہ

یہ نہ دیکھ کہ تو درخت پر یا کنوئیں میں ہے　　تو مجھے دیکھ میں راستے کی کنجی ہوں

گر تو خواہی باقیِ ایں گفتگو　　اے اخی در دفترِ چارم بجو

اگر تو اِس گفتگو کا بقیہ چاہتا ہے　　اے بھیا! چوتھے دفتر میں تلاش کرے

قد تم الدفتر الثالث من الکتاب المثنوی المعنوی للمولوی المعنویؒ

[1] تو مبیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ تم تمام راستوں کی کشادگی کا ذریعہ اور سبب اللہ تعالیٰ ہے۔ گر تو خواہی۔ اب اِس عاشق کا بقیہ قصہ دفترِ چہارم میں مذکور ہوگا۔